

رجسٹرڈ ایل نمبر
۵۳۱۲

ٹیلیفون ۳۵۲۵
رہائش ٦۴٨٩٨

زندگی آمیز اور زندگی آموز ادب کا نمایندہ

نقوش

شمارہ - ۱۰۹
اپریل، مئی ۱۹٦۸ء

بیسویں سالگرہ

خطوط نمبر

(۲۲۵۳ غیر مطبوعہ خطوط)

مدیر: محمد طفیل

ادارہ فروغِ اُردو، لاہور

قیمت موجودہ شمارہ ٦۰ روپے

عکسی خطوط

ترتیب ... محمد طفیل

محمد طفیل ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر نے نقوش پریس لاہور سے چھپوا کر ایبک روڈ لاہور سے شائع کیا

حصّہ اوّل

مرتب ——— محمد طفیل

لہ کچھ مکتوب الیہ کے نام فہرست میں درج ہیں، خطوط پر نہیں۔ مجبوری یہ تھی کہ بروقت نہ ملے (ادارہ)

مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
۶۲ - حکیم برہم	۱	۴۲۵	مولوی محمد امین الحق آزاد
۶۳ - مولانا حالی	۱	۴۲۸	محمد علی جمان
۶۴ - نسیم محموری	۱	۴۲۹	محمد عمر علی خاں
۶۵ - نواب سائل دہلوی	۲	۴۳۰	محمد علی علوی
۶۶ - تعمیل تلامید داغ		۴۳۴	محمد باقر برق
۶۷ - ڈاکٹر اقبال	۲	۴۳۶	ڈاکٹر حبیب اللہ، عبدالسلام ہزاروی سلیم
۶۸ - مولوی عبدالحق	۲	۴۳۷	سلیم تمنائی
۶۹ - رشید احمد صدیقی	۱	۴۳۹	سلیم تمنائی
۷۰ - امیر مینائی	۱	۴۴۱	دل شاہجہانپوری
۷۱ - رام بابو سکسینہ	۱	۴۴۱	مولانا محسن لکھنوی
۷۲ - احمد علی شوق	۱	۴۴۲	"
۷۳ - حافظ فرمان علی	۱	۴۴۲	" "
۷۴ - سید مہدی حسن	۱	۴۴۳	"
۷۵ - برجموہن دتاتریہ کیفی	۴	۴۴۳	
۷۶ - ڈاکٹر عبدالحق	۱	۴۴۵	" "
۷۷ - رضا علی وحشت	۱	۴۴۶	" "
۷۸ - حامد علی خاں بیرسٹر	۱	۴۴۶	" "
۷۹ - جگر مرادآبادی	۱	۴۴۷	" "
۸۰ - آرزو لکھنوی	۱	۴۴۰	" "
۸۱ - نیاز فتحپوری	۳	۴۴۷	" "
۸۲ - شاد دہلوی	۱	۴۴۸	" "
۸۳ - محمد اسلم جیراجپوری	۱۰	۴۴۹	پروفیسر سید عظیم آبادی
۸۴ - میر حسین	۱	۴۵۷	" "
۸۵ - قاضی عبدالغفار	۱	۴۵۷	" " "
۸۶ - مولوی عبدالحق	۱	۴۵۶	" " "
۸۷ - نصیر حسین خیال	۱	۴۵۸	" " "
۸۸ - مولانا گرامی	۱	۴۵۹	نواب فخر یار جنگ
۸۹ - خواجہ کمال الدین	۱	۴۶۰	" " "
۹۰ - عبدالمجید سالک	۴	۴۶۱	نواب مشتاق احمد خاں
۹۱ - محمد امین زبیری		۴۶۳	" " "
۹۲ - محمد لاہوری	۲	۴۶۳	" " "
۹۳ - مولوی عبدالحق	۳	۴۶۳	" " "
۹۴ - ہاشمی فریدآبادی	۶	۴۶۴	" " "
۹۵ - شاہد احمد دہلوی	۱	۴۶۷	" " "
۹۶ - محمد حمید اللہ	۱	۴۶۷	" " "
۹۷ - سر عبدالقادر	۱	۴۶۸	" " "
۹۸ - حاجی لق لق	۱	۴۶۸	" " "
۹۹ - نظر حیدرآبادی	۱	۴۶۹	" " "
۱۰۰ - علی اختر حیدرآبادی	۱	۴۶۹	" " "

حصۂ دوم

بنام مولانا عبدالباری فرنگی محلی

نمبر	مکتوب نگار	تعداد	صفحہ
۲۹	ڈاکٹر مختار احمد انصاری	۷	۱۰۱
۳۰	شعیب قریشی	۵	۱۰۴
۳۱	سیٹھ عبداللہ ہارون	۱۳	۱۰۶
۳۲	مولانا محمود الحسن	۱	۱۱۳
۳۳	مولوی مرتضیٰ حسین	۱	۱۱۳
۳۴	مولانا انور شاہ	۱	۱۱۴
۳۵	مولانا شبیر احمد عثمانی	۱	۱۱۴
۳۶	مولانا عزیز احمد		۱۰۴
۳۷	مولانا محمد طیب	۱	۱۱۴
۳۸	مولانا عبیداللہ سندھی	۱	۱۱۴
۳۹	مولانا حسین احمد مدنی	۵	۱۱۵
۴۰	مولانا محمد احمد	۴	۱۱۹
۴۱	مولانا مختار احمد میرٹھی	۱	۱۲۰
۴۲	ڈاکٹر سید محمود	۲	۱۲۰
۴۳	عبدالرحمن صدیقی	۱	۱۲۱
۴۴	ڈاکٹر سیف الدین کچلو	۱	۱۲۲
۴۵	مولانا عبدالحی ندوی	۱	۱۲۲
۴۶	مولانا عبدالقادر قصوری	۱	۱۲۳
۴۷	ڈاکٹر محمد عالم	۱	۱۲۳
۴۸	بیگم حسرت موہانی	۲۹	۱۲۴
۴۹	مولانا حسرت موہانی	۷	۱۴۹
۵۰	خواجہ حسن نظامی	۹	۱۵۲
۵۱	سید جالب دہلوی	۱۸	۱۵۶
۵۲	سید محمد مشیر الدین	۲	۱۶۸
۵۳	رحمت علی خاں	۳	۱۶۹
۵۴	مولانا محمد سلامت اللہ	۱	۱۷۲
۵۵	حکیم آشفتہ	۱	۱۷۳
۵۶	مولانا اسمٰعیل غزنوی	۱	۱۷۳
۵۷	پیر حسن شاہ	۱	۱۷۳
۵۸	مولوی حامد علی	۱	۱۷۴
۵۹	مولانا عبدالقدیر بدایونی	۱۷	۱۷۶
۶۰	خواجہ غلام نظام الدین بدایونی	۲	۱۸۲
۶۱	مولانا عبدالماجد بدایونی	۱	۱۸۳
۶۲	مولانا ثناء اللہ امرتسری	۵	۱۸۴
۶۳	مولانا اختر علی خاں	۳	۱۸۵
۶۴	مولانا اسمٰعیل غزنوی	۲	۱۸۷
۶۵	مولانا داؤد غزنوی	۳	۱۸۸
۶۶	مولانا شبلی نعمانی	۸	۱۸۹
۶۷	مولانا منیر الزمان اسلام آبادی	۱۲	۱۹۲
۶۸	مولانا محمد اکرم خاں	۷	۲۰۱
۶۹	مولانا آزاد سبحانی	۶	۲۰۵
۷۰	اقبال شیدائی	۲	۲۰۹
۷۱	نواب بشیر الدین احمد خاں	۱	۲۱۰
۷۲	مولانا حبیب الرحمن شروانی	۲	۲۱۱
۷۳	مولانا عبدالحی ندوی	۳	۲۱۲
۷۴	مفتی اظہر علی	۱	۲۱۳
۷۵	رحیم بخش	۱	۲۱۴
۷۶	مولانا عبدالحق دہلوی	۱	۲۱۴
۷۷	مولانا محمد علی مونگیری	۱	۲۱۴
۷۸	مولانا حفیظ اللہ	۲	۲۱۵
۷۹	مولانا احمد علی	۱	۲۱۸
۸۰	حامد میاں خاں (تونسہ شریف)	۱	۲۱۸
۸۱	پیر مہر علی شاہ (گولڑہ شریف)	۱	۲۱۸
۸۲	مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی	۱	۲۱۹
۸۳	مولانا ریاست علی	۱	۲۱۹
۸۴	مولانا محمد انیس	۲	۲۱۹
۸۵	مولانا عبدالرحمن نگرامی	۲	۲۲۰
۸۶	مولانا لطف اللہ	۱	۲۲۱
۸۷	مولانا محمد سلیمان اشرف	۲	۲۲۲
۸۸	خواجہ کمال الدین	۳	۲۲۲
۸۹	محمد صدیق حقانی	۱	۲۲۵
۹۰	کشفی شاہ نظامی	۱	۲۲۶
۹۱	مولانا اکرم علی	۵	۲۲۸
۹۲	مولانا نذیر احمد	۳	۲۳۰
۹۳	مولانا انوار اللہ	۱	۲۳۱
۹۴	مولانا ابوالخیر	۱	۲۳۲
۹۵	عبدالعلیم صدیقی	۲	۲۳۳
۹۶	خواجہ احمد	۲	۲۳۳
۹۷	پیر غلام مجدد	۲	۲۳۵
۹۸	مولانا محمد خیر الانام	۱	۲۳۶
۹۹	مولانا مسعود علی ندوی	۲	۲۳۶
۱۰۰	عبدالمجید قریشی	۱	۲۳۷
۱۰۱	سید محمد عبدالودود	۱	۲۳۸
۱۰۲	مولانا ابوالاعلیٰ مودودی	۱	۲۳۸
۱۰۳	مولانا عزیز الرحمن	۱	۲۳۸
۱۰۴	مولانا سبحان اللہ	۲	۲۳۹
۱۰۵	مولانا عبدالحلیم صدیقی	۱	۲۴۰
۱۰۶	مولانا عقیل الرحمن ندوی	۱	۲۴۰
۱۰۷	افسر صاحب	۱	۲۴۲
۱۰۸	ابوالخیر مودودی	۱	۲۴۲

	مکتوب نگار	تعداد	صفحہ
۱۰۹	مظہر الحق	۱	۲۴۴
۱۱۰	مولانا عبد الباقی	۱۷	۲۴۴
۱۱۱	نواب حبیب اللہ	۱	۲۶۲
۱۱۲	غلام بھیک نیرنگ	۱	۲۶۱
۱۱۳	سیٹھ ابراہیم ہارون جعفر	۲	۲۶۳
۱۱۴	نظام الدین حسن	۲	۲۶۳
۱۱۵	شیخ ثناء حسین	۱	۲۶۴
۱۱۶	محمد اسمٰعیل خاں	۱	۲۶۵
۱۱۷	نواب ذوالقدر	۲	۲۶۵
۱۱۸	نواب عبدالمجید خاں	۱	۲۶۶
۱۱۹	نواب امین جنگ	۱	۲۶۶
۱۲۰	محمد اکبر خاں	۱	۲۶۷
۱۲۱	نواب علی حسن خاں	۳	۲۶۷
۱۲۲	عبد المجید خواجہ	۱	۲۶۹
۱۲۳	مظہر الحق	۱	۲۶۹
۱۲۴	شمس الہدیٰ	۱	۲۷۰
۱۲۵	خواجہ شہاب الدین	۱	۲۷۰
۱۲۶	ابو القاسم	۱	۲۷۱
۱۲۷	مقبول محمود	۱	۲۷۱
۱۲۸	سید الفت پاشا	۱	۲۷۲
۱۲۹	نواب گلشمارنی	۱	۲۷۲
۱۳۰	محمود اللہ	۱	۲۷۳
۱۳۱	احمد حسین	۱	۲۷۳
۱۳۲	عبدالمجید	۱	۲۷۴
۱۳۳	ڈاکٹر نعیم انصاری	۱	۲۷۴
۱۳۴	اخبار الاسلام پانی پتی	۱	۲۷۵
۱۳۵	محمد یعقوب	۱	۲۷۶
۱۳۶	مولوی فضل الحق (شیر بنگال)	۱	۲۷۶

(۳)

	مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
۱۳۷	نواب بہادر یار جنگ	۴۰	۲۸۰	محمود الحسن صدیقی
۱۳۸	عبدالصمد خاں	۱	۳۰۵	نواب بہادر یار جنگ
۱۳۹	بیگم بہادر یار جنگ	۱	۳۰۵	بیگم محمود الحسن
۱۴۰	چودھری غلام عباس	۲	۳۰۶	محمود الحسن صدیقی
۱۴۱	علامہ رشید ترابی	۱	۳۰۷	"
۱۴۲	محمود الحسن صدیقی	۱	۳۰۸	مولانا رشید ترابی
۱۴۳	خورشید حسن	۱	۳۰۸	محمود الحسن صدیقی
۱۴۴	مولانا میر واعظ	۱	۳۱۰	" "
۱۴۵	محمد یوسف قریشی	۹	۳۱۰	"
۱۴۶	محمود الحسن صدیقی	۴	۳۱۹	محمد یوسف قریشی
۱۴۷	محمود الحسن صدیقی	۱	۳۲۴	فاطمہ جناح
۱۴۸	ابوالکلام آزاد	۱	۳۲۵	اختر جمال
۱۴۹	بیگم بہادر یار جنگ	۱	۳۲۵	اختر جمال
۱۵۰	عزیز لکھنوی	۱۶	۳۲۶	آغا اشہر لکھنوی
۱۵۱	شوق قدوائی	۱۲	۳۳۳	افسر صدیقی امروہی
۱۵۲	جلیل مانک پوری	۷۶	۳۴۴	سید نور الحسن، حبیب الرحمٰن شروانی، حکیم برہم

راجہ شمشیر بہادر راخگر، سید ریاض احمد ریاض، مرزا محمد عسکری، محمد یوسف نفیس، دل شاہجہانپوری، مولوی حامد علی، صفدر مرزاپوری، قاضی ظہور الدین ظہیر، محمد ابن شیدا، سید تراب علی نبیل، مولوی مظہر علی نور، مسعود حسن مسعود، مولوی حفیظ الدین عنصر، عبدالوحید وحید، قاضی علی احمد صابری، ریاض الحسن سحر، مولوی عبدالغفور رشرر، محمد ابراہیم ماہر القادری، جماعت علی الفت، افتخار علی جگر بسوانی، پنڈت ادتیہ لال معجز، راجہ نرسنگ راج عالی، تصدق حسن صدق جائسی، محمد اسمٰعیل عالی، مجید العالم یاس، غلام حسین آفاق، ظہور الحسن ناظم

مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
			مولانا حبیب الرحمٰن شروانی، مولوی مقبول حسین، چودھری نبی جانی، مولانا ابوالشرف مجددی، محمد یوسف خان رامپوری، مس اسمٰعیل حجاب، کسریٰ منہاس۔
۱۵۳ ـ مولانا صفی لکھنوی	۸	۳۸۰	کسریٰ منہاس، مولانا نذیر حنفی
۱۵۴ ـ دل شاہجہانپوری	۲	۳۹۲	کسریٰ منہاس
۱۵۵ ـ نوح ناروی	۱	۳۹۸	" "
۱۵۶ ـ شاکر حسین نکہت سبزواری	۲	۳۹۹	" "
۱۵۷ ـ سید عنایت حسین امداد	۲	۴۰۱	" "
۱۵۸ ـ سید حسن امام	۳	۴۰۳	" "
۱۵۹ ـ اطہر ہاپوڑوی	۴	۴۰۶	" "
۱۶۰ ـ اثر لکھنوی	۲	۴۱۰	" "
۱۶۱ ـ عرش صہبائی	۳	۴۱۱	" "
۱۶۲ ـ سید مسعود حسن رضوی	۲	۴۱۳	" "
۱۶۳ ـ سید مبارک حسین مبارک عظیم آبادی	۲	۴۱۶	سید وصی احمد بلگرامی
۱۶۴ ـ سید سلیمان ندوی	۴	۴۱۸	ڈاکٹر سید عبداللہ
۱۶۵ ـ مولانا عبدالحق	۴۸	۴۲۰	" "
۱۶۶ ـ حسرت موہانی	۸	۴۳۹	شفقت کاظمی
۱۶۷ ـ عبدالمجید سالک	۳۵	۴۴۲	شفقت کاظمی، چراغ حسن حسرت
۱۶۸ ـ سید وصی احمد بلگرامی	۴	۴۵۸	سید مبارک حسین عظیم آبادی، نور محمد انجم
۱۶۹ ـ سید حامد حسن قادری	۱۳	۴۶۴	امتیاز علی عرشی، ظہیرالدین علوی، ظہیر احمد صدیقی، ضیا احمد بدایونی، اثر رامپوری، شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی، محسن اثر۔
۱۷۰ ـ محمد امین زبیری	۴	۴۷۵	ڈاکٹر وحید قریشی، مختارالدین آرزو، نصیرالدین ہاشمی
۱۷۱ ـ شعیب قریشی	۴	۴۸۰	مولانا محمد عرفان
۱۷۲ ـ پروفیسر محمد شفیع	۱۲	۴۸۳	مختارالدین آرزو، ڈاکٹر وحید قریشی
۱۷۳ ـ ڈاکٹر غلام یزدانی	۲	۴۹۰	نصیرالدین ہاشمی، سجاد مرزا
۱۷۴ ـ دل شاہجہانپوری	۸	۴۹۳	دل محمد فضا، ضیا احمد بدایونی
۱۷۵ ـ اثر لکھنوی	۴	۵۰۰	ڈاکٹر اعجاز نقوی
۱۷۶ ـ نوح ناروی	۱۲	۵۰۶	احسن مارہروی، نواب میر حسن علی خاں، دل شاہجہانپوری، میر یٰسین علی خاں، ضیا احمد بدایونی۔
۱۷۷ ـ بیگم پطرس	۳	۴۱۴	سید احمد شاہ بخاری
۱۷۸ ـ شوکت تھانوی	۱۵	۵۱۸	مولانا عبدالماجد دریابادی
۱۷۹ ـ شاد عارفی	۷	۵۲۹	جاوید کمال، خلیل الرحمٰن اعظمی، حماد صاحب، نشتر بریلوی، ارشد خاں۔
۱۸۰ ـ میراجی	۱۹	۵۴۴	الطاف گوہر، قیوم نظر
۱۸۱ ـ آرزو لکھنوی	۳	۵۶۲	محمد علی خاں اثر
۱۸۲ ـ جلیل مانکپوری	۱	۵۶۵	" "
۱۸۳ ـ آرزو لکھنوی	۱	۵۶۶	" "
۱۸۴ ـ صفی لکھنوی	۱	۵۶۶	" "
۱۸۵ ـ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی	۱	۵۶۸	نامعلوم

حصہ سوم

طلوع ——————— محمد طفیل

مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
			غلام رسول مہر، رشید حسن خاں، الٰہی بخش یوسفی، نبی احمد خاں، خواجہ فضل امام، نثار احمد فاروقی، محمد حسن طارق، مصطفیٰ حسین، میکش اکبرآبادی، آنسہ اشرف رفیعی، عبدالباری آسی، مختار الدین آرزو۔
۳ ۔ مالک رام	۴۰	۱۹۷	مختار الدین آرزو، دل شاہجہانپوری، نصیرالدین ہاشمی
۴ ۔ مولانا عبدالماجد دریابادی	۱۷	۲۱۱	غلام رسول مہر، مختار الدین آرزو، غلام یزدانی، میکش بدایونی، مسعود حسن رضوی، وارث کامل
۵ ۔ شیخ محمد اکرام	۴	۲۰	ڈاکٹر سید عبداللہ
۶ ۔ سید مسعود حسن رضوی	۲۹	۲۱۸	امتیاز علی عرشی، مولوی ضیاء احمد بدایونی
۷ ۔ [illegible] مہدی	۶۱	۲۵۴	اصغر گونڈوی، اثر لکھنوی، بیدم وارثی، علامہ بیخود، صفی لکھنوی، ثاقب اکبرآبادی، پرنس سلطان بہادر شاہ، صبا وارثی، زہیر کنجاہی۔
۸ ۔ رشید احمد صدیقی	۱۴	۳۰۴	امتیاز علی عرشی، طاہر فاروقی، ظہیر احمد صدیقی بدایونی۔
۹ ۔ ڈاکٹر [illegible] صدیقی	۴	۳۱۰	مختار الدین آرزو
۱۰ ۔ ضیا احمد خاں	۸	۳۱۳	محمد طاہر فاروقی، مختار الدین آرزو
۱۱ ۔ ڈاکٹر عابد حسین	۲	۳۲۰	ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر غلام یزدانی
۱۲ ۔ سعید احمد اکبرآبادی	۵	۳۲۱	مختار الدین آرزو
۱۳ ۔ ڈاکٹر ذاکر حسین	۳	۳۲۶	ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر غلام یزدانی، سید مبارک علی شاہ
۱۴ ۔ غلام السیدین	۳	۳۲۸	مولانا تاجور نجیب آبادی، صالحہ عابد حسین، ڈاکٹر عابد حسین
۱۵ ۔ جوش ملیح آبادی	۲۹	۳۳۲	تمکین کاظمی، سید مبارک علی شاہ جیلانی، میاں محمد صادق، دل شاہجہانپوری۔
۱۶ ۔ حفیظ جالندھری	۳۲	۳۴۷	عزیز ملک
۱۷ ۔ حامد علی خاں	۴	۳۶۹	شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی
۱۸ ۔ قاضی عبدالودود	۱	۳۷۳	پروفیسر محمد مسلم عظیم آبادی
۱۹ ۔ تمنا العمادی	۳	۳۷۵	” ” ”
۲۰ ۔ ڈاکٹر ذاکر حسین	۱۱	۳۷۹	” ” ”
۲۱ ۔ محمد علی	۱	۳۸۳	” ” ”
۲۲ ۔ قاضی عبدالودود	۱۱	۳۸۴	شاہ مقبول احمد شعیبی
۲۳ ۔ جوش ملسیانی	۱۴	۳۹۷	دل شاہجہانپوری، آغا محمد صادق
۲۴ ۔ فراق گورکھپوری	۱	۴۰۵	واجدہ تبسم
۲۵ ۔ عصمت چغتائی	۶	۴۰۶	”
۲۶ ۔ سجاد ظہیر	۲	۴۱۵	”
۲۷ ۔ جاں نثار اختر	۴	۴۱۸	”
۲۸ ۔ احمد ندیم قاسمی	۳	۴۲۲	”
۲۹ ۔ شاہد احمد دہلوی	۲	۴۲۵	”
۳۰ ۔ اشفاق احمد	۳	۴۲۶	”
۳۱ ۔ وشوامتر عادل	۱	۴۳۰	”
۳۲ ۔ ہاجرہ مسرور	۱	۴۳۰	”
۳۳ ۔ عبدالماجد دریابادی	۱۳	۴۳۲	نادم سیتاپوری
۳۴ ۔ مالک رام	۳	۴۴۴	”
۳۵ ۔ سید مسعود حسن رضوی	۴	۴۴۶	”
۳۶ ۔ جوش ملیح آبادی	۳	۴۴۹	سجاد ظہیر، ڈاکٹر صفدر آہ، نادم سیتاپوری
۳۷ ۔ غلام رسول مہر	۱	۴۵۱	نادم سیتاپوری

طلوع

جنگ ہوئی۔ اپنی اپنی پڑ گئی۔

یہ دعا تو سب کی تھی کہ ملک دشمن سے محفوظ رہے۔ اس کے ساتھ، ہر ایک کی کچھ فکریں اور بھی تھیں جو سانس روکے دیے رہی تھیں۔ مثلاً والدین کی فکر، بچوں کی فکر، جائیداد کی فکر!

فکریں تو میری بھی بہت تھیں۔ مگر اُن میں نمایاں فکر، اُس دستاویزی سرمائے کی تھی جو میری تحویل میں تھا۔

وہ سرمایہ کیا تھا؟ بوسیدہ اور کٹے پھٹے کاغذ کے پرزے!

مگر اُن پرزوں میں غالب کے خطوط تھے، اقبال کے خطوط تھے، سرسیّد کے خطوط تھے، ابوالکلام کے خطوط تھے، شبلی کے خطوط تھے، مہدی افادی کے خطوط تھے۔۔۔ نام کہاں تک گنواؤں!

جنگ تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔

توپوں کی دھمک اور شعلوں کی لپک میں، جب میں نے سوچا تھا کہ یہ خطوط کہیں ضائع نہ ہو جائیں تو میرا دل ڈوبنے لگا تھا۔ مگر اُنہی دنوں جب یہ بات دھیان میں آئی تھی کہ میرے بچوں کا کیا ہوگا تو میں بڑے حوصلے میں تھا۔

اللہ کا ہزار ہزار شکر کہ وہ گھڑی نہ آنا تھی، نہ آئی۔ آئی بلا ٹلی۔ یہ تو ملک کے بقا کی بات تھی اور سن تھا ۱۹۶۵ء، جہاں تک خطوط کا معاملہ ہے اُس کے متعلق آج ۱۹۶۸ء میں سوچتا ہوں کہ میں بھی کیسا انسان ہوں کہ جسے بچوں سے زیادہ خطوط عزیز تھے۔ یہ سوچ کر کبھی غمگین ہو جاتا ہوں اور کبھی خوش!

محمد طفیل

اِس شمارے میں

لمبی باتوں کی مہلت نہیں۔ مختصر بیان قبول کیجئے۔

یہ خطوط جس بے ترتیب طریقے سے لکھے ہوئے تھے، اس میں سمجھنا دشوار، یہ خطوط جس شکستہ تحریر میں لکھے ہوئے تھے۔ اس میں پڑھنا دشوار، مشکل سی مشکل!

یہ خطوط پرانے ہیں بے حد پرانے۔ کوئی سو سال پرانا، کوئی پچاس برس پرانا، کچھ کو دیمک چاٹ چکی ہے۔ کچھ کی سیاہی اڑ چلی ہے۔ بعضوں پر دھبے پڑے ہوئے ہیں۔ بعضوں پہ پانی گرا ہوا ہے۔ سوئی پہ لٹکنا، ان کو پڑھنا ایک برابر نظر آیا۔

خطوط کی موجودہ صورت میری بارہ برس کی ریاضت کا نتیجہ!

ان دشواریوں اور پریشانیوں کو دھیان میں رکھیں گے تو دال کچھ اور باتوں کو جائے گا۔ جو اہلِ درد نہیں۔ اس سے کیا کہوں، کیوں کہوں!

۱۔ یہ خطوط ان خطوط سے مختلف ہیں جو پہلے مکاتیب نمبر میں چھاپ چکا ہوں۔ مگر اس نمبر کا اُس نمبر سے یہ تعلق تو ہے کہ یہ بھی اُسی خاندان سے ہے

۲۔ مضامین اس نمبر کے لئے نہیں لکھوائے گئے۔ کیونکہ وہ پہلے نمبر میں آ چکے تھے۔ جو اپنی جگہ مکمل تھے۔ موجودہ کوشش میں گلے نوالوں والی بات ہوتی۔

۳۔ بسم اللہ قائد اعظم کے خطوط سے ہوتی ہے۔ جو مجھے سید شریف الدین پیرزادہ (وزیر خارجہ) نے مرحمت فرمائے اور یہ لکھا کہ یہ وہ غیر مطبوعہ خطوط ہیں جو مجھے اپنی کتاب کی ترتیب کے بعد ملے ان میں اپنے قائد کا کردار وہی ہے جو کہ ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کی کوتاہیوں کو برداشت نہیں کرتے اور جب کانگریس کے صدر راجندر پرشاد انہیں کوئی مشورہ دیتے ہیں تو وہ دو ٹوک انداز میں کہتے ہیں مجھے آپ کے مشورے کی ضرورت نہیں۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہئیے۔

۴۔ اقبال ولی تھا، مصلح تھا، شاعر تھا۔ یہ سوچنا آپ کا کام ہے۔ مجھے تو صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ان خطوط سے اقبال کی زندگی کے بہت سے گوشے سامنے آئیں گے۔ مثلاً وہ شعروں پر داد دیتے بھی ہیں، داد وصول بھی کرتے ہیں۔ گرامی سے مشورہ لیتے ہیں۔ انہیں مشورہ دیتے بھی ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میرا یہ شعر سو شعروں پر بھاری ہے۔ وہ اپنے مشفق سے پیسہ چھوڑ کبھی روا رکھتے ہیں اور قناعت کی اس منزل پر بھی ہیں جہاں سرکارِ انگلشیہ کے خطاب کو کبھی اپنے لئے وجہِ افتخار نہیں سمجھتے۔ دل اتنا گداز کہ اپنی دوسری بیوی کی وفات پر حد درجہ پریشان بھی ہیں۔

۵۔ قائد اعظم اور اقبال کے خطوط کے بعد پرچے کی باقاعدہ ابتداء "قدیم خطوط اور عرضیوں" سے ہوتی ہے۔ جو تقریباً سوا سو سال پرانی ہیں۔ پرانے ہیں۔ مگر ہیں تاریخی۔ ان کے پیش کرنے کی وجوہ دو ہیں۔ ایک یہ کہ کچھ تاریخی نوعیت کے معاملات کا علم ہو

جانے دو سرے اُس زمانے کی خطوط نویسی کا انداز معلوم ہو جائے۔

۶ - غالب پر اتنا کام ہوا ہے کہ کوئی حد نہیں۔ اس کے باوجود ہم نے غالب کے غیر مطبوعہ خطوط ڈھونڈھ نکالے ہیں۔ ان کے ذریعے غالب کا ایک نیا مکتوب الیہ ملا اور اسی طرح غالب کا ایک نیا مکتوب نگار!

۷ - قاضی عبد الجمیل جنون بریلوی غالب کے شاگرد تھے۔ ایسے شاگرد، جن کا کلام (غالباً) خود غالب نے اپنے قلم سے محض پسند کیا۔ اصلاح بھی دی۔ جنون کا کلام تذکروں میں بھی چند شعروں سے زیادہ نہیں ملتا۔ موجودہ شمارہ میں اچھا خاصا محفوظ ہو گیا۔

۸ - علاؤ الدین علائی کے خطوط میں مرزا غالب کے بارے میں ---- کچھ نئی باتوں کا علم ہوتا ہے۔ اسی طرح خود علائی کے حالات سے بھی پردے اٹھتے ہیں۔

۹ - سر سید احمد خاں پر بڑا کام ہوا ہے۔ علی گڑھ والوں نے بھی کیا۔ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی نے بھی کیا۔ اس کے باوجود سر سید کے ۱۲۸ غیر مطبوعہ خطوط پیش کر رہے ہیں۔ پھر اس غلط فہمی کا بھی، ان خطوط سے ازالہ ہو گا کہ جو ان دنوں پھیلائی جا رہی ہے کہ "حیات جاوید" مولانا حالی کی لکھی ہوئی نہیں ہے بلکہ منشی سراج الدین کی لکھی ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو خط نمبر ۹۲ -

۱۰ - نواب وقار الملک کا کیا طنطنہ تھا۔ بڑے بڑے پانی بھرتے تھے۔ پھر مسلمانانِ ہند کے جتنے بے لوث خدمت گزار وہ تھے۔ کم ہوں گے مگر ان خطوط کے ذریعے یہ جان کر دکھ ہوا کہ اُن کی گھریلو زندگی اذیت ناک تھی۔

۱۱ - مولانا عبد الحلیم شرر کو مورخ اسلام کہا جاتا ہے۔ مگر اس مورخ اسلام کو مالی آسودگی نہ ملی۔ وہ اپنے گھر والوں کو خط لکھتے ہیں۔ جیسے بھی ہو گزارہ کرو۔ میں کچھ نہیں بھیج سکتا۔

۱۲ - یگانہ چنگیزی اُردو غزل کی آبرو تھے مگر زمانے نے اُس کے ساتھ جیسا سلوک کیا وہ بڑا دردناک ہے۔ یگانہ کے خطوط ہم سب کے "حسنِ سلوک" کا نوحہ ہیں۔

۱۳ - آپ بیتی نمبر کی ترتیب کے وقت ہم نے مرزا داغ دہلوی کے خود نوشت حالات کی جستجو کی تھی۔ جو نہیں ملے تھے! ایک خط میں جو صفحہ ۱۲۴ پر درج ہے۔ وہ مشکل بھی حل ہوئی۔

۱۴ - شاہ دستگیر اور قمر زمانی کی خط و کتابت ایک تاریخی مذاق ہے۔ چونکہ ادبی حلقوں میں اس کی اہمیت تھی۔ اس لئے اُسے بھی پیش کر دیا گیا ہے۔ اس لطیفے کا تو آپ کو علم ہی ہو گا کہ قمر زمانی کے روپ میں نیاز فتحپوری تھے۔ نیاز کی "محبوبانہ تفریح" نے غریب شاہ دستگیر پر کیا کیا ظلم نہ ڈھائے۔

۱۵ - صفحہ ۲۲۳ تک جتنے خطوط درج ہیں۔ وہ سب ہمیں کراچی میوزیم سے ملے اور اقبال کے خطوط، اقبال اکیڈمی کراچی سے اس کیلئے ہم ہر دو اداروں کے شکر گزار ہیں۔

یوں تو اس جلد میں جو کچھ ہے۔ وہ سب اہم ہے مگر اُس کی لفظ بہ لفظ صراحت کیسے ممکن ہے بعض اہم خطوط پر ضروری حواشی ہیں اور بعض اہم خطوط پر تفصیلی نوٹ، کچھ خطوط پر حواشی کی ضرورت بھی محسوس ہو گی مگر وہ لکھے نہ جا سکے۔ ابھی آپ اس سرمائے کو تو محفوظ کریں باقی کام بھی ہو جائے گا۔

(محمد نقوش)

قائداعظم

LEGISLATIVE ASSEMBLY

Little Gibbs Road,

Malabar Hill, Bombay,

24th July, 1938.

My dear Hakim Mahomed Jamil Khan,

Many thanks for your letter and the invitation to lunch on Saturday at 1/30 P.M. on the 31st July at your residence in Delhi. I accept it with pleasure, and am looking forward to meet you.

Yours sincerely,

M.A. Jinnah

Hakim Mahomed Jamal Khan,
Sharif Manzil,
Ballimaran, Delhi.

QUAID-E-AZAM

Rajendra Prasad's letter to Mr. Jinnah
5th October, 1939.

....

"In the resolution of the Working Committee of the All-India Muslim League, passed recently in Delhi, reference has been made to Provincial Governments. It is stated that Provincial Autonomy in several Provinces has resulted in the domination of the Hindus over the Muslim minorities whose life and liberty, property and honour are in danger, and even their religious rights and culture are being assailed and annihilated every day under the Congress Governments in various Provinces. Pandit Jawaharlal Nehru has also informed me that you mentioned this letter to him in the course of a recent conversation.

"We feel that these charges are wholly unfounded and are based on misapprehension and one-sided reports that might have reached you and the League. The Governments concerned have inquired into the matter whenever such charges have been made and have denied them. On a previous occasion we expressed our willingness to have any specific instances investigated by impartial authority. We feel strongly, and I am sure, you will agree with us, that such charges, when seriously made, should be inquired into and either substantiated or disproved. We would like this course to be adopted in regard to any specific instances that are put forward. If you agree, we could request the highest judicial authority in India, Sir. M. Gwyer, Chief Justice of the Federal Court, to inquire into this matter. In the event of his not being available, some other person of a similar status and judicial position might be approached.

"I shall gladly place this matter before the Working Committee of the Congress and get them to pass a formal resolution to this effect.

"I am leaving for Wardha today and shall be obliged to you if you will send an early reply. I shall be in Wardha for about a week.

....

Mr. Jinnah's reply to Rajendra Prasad - 6th October, 1939.

....

"I am in receipt of your letter dated October 5, 1939. I beg to inform you that I have already placed the whole case before the Viceroy and the Governor-General and have requested him to take up the matter without delay as he and the Governors of the Provinces have been expressly authorised under the Constitution and are entrusted with the responsibility to protect the rights and the interests of the minorities.

"The matter is now under His Excellency's consideration and he is the proper authority to take such action and adopt such measures as would meet our requirements and would restore complete sense of security and satisfaction amongst the Mussalmans in those Provinces where the Congress Ministries are in charge of the administration.

"In the circumstances, I do no wish to discuss further the various statements made in your letter as it is unnecessary to do so, but I must say that some of them are wholly inaccurate.

....

MOUNT PLEASANT ROAD, MALABAR Hill
1st October 1941.

Dear Mr. Khuhro,

I am in receipt of your letter of the 24th September enclosing the press cuttings, and while I agree with you as regards your criticism of Mr. Gandhi and the Congress High command in allowing K. B. Allahbux to continue as a member of the so-called National Defence Council, I do not know what I can do in the matter. It is entirely in the hands of the Musalmans of Sind. You say, "The Hindu minority is combined and well organized and by dividing the Muslim majority they are playing the game most successfully". Well, that we know, and that is the very reason why I have been urging upon you and other leaders of the Muslim League organisation to organise our people so as to prevent Muslim majority being divided. But you people are so impatient of the result. You want quick results I again, therefore, emphatically want you and other leaders of the Muslim League to organise our people so that you can resist the state of things in Sind, which you are facing.

As regards your observations regarding Pakistan, I am afraid they are far too loose and I am glad that you also say that that is a separate issue altogether and I shall certainly welecome a discussion with you and other Muslim League leaders when we meet.

I hope that you will come in a very strong contingency at the meeting of the Council of the All-India Muslim League which is going to take place at Delhi in the last week of October.

We can also discuss the question of my going to Karachi there, if necessary.

With kind regards,

Yours sincerely,

Sd. M.A. Jinnah.

Khan Bahadur M.A. Khuhro,
Larkana, Sind.

Mount Pleasant Road,
Malabar Hill,
10th June, 1942.

Dear Mr Khuhro,

Many thanks for your letter of the 5th of June and I am glad that you had a very successful tour in Sukkhur and Jacobabad Districts. I will write to our friend Jaffar Khan Jamali for his great help and our appreciation for what he has done for the League. I have met him more than once and also at Allahabad I saw him. I know he is a very staunch Leaguer.

With regard to Mr. Rashdi's account regarding the proceedings of the meeting of the Provincial League Council, I should like to know fuller details and I am glad that you are sending me a copy of your statement.

Hoping you are well, with kind regards.

Yours sincerely,
M. A. Jinnah.

M. A. Khuhro, Esq.
Larkana, (Sind).

MOUNT PLEASANT ROAD, Malabar Hill.
13th July, 1942.

Dear Mr. Khuhro,

Many thanks for your letter of the 6th of July and enclosing the notes of the meeting of the Provincial Muslim League Council held in May last. Please keep me in touch with you from time to time.

As regards Mr. Rashdi, he came to see me here a few days ago and I told him that apart from the reports which I have received against him from various quarters, what I gathered from his writings in his own paper was enough to create apprehensions in the mind of those who have been watching developments that have taken place in Sind. I advised him that if he cannot see eye to eye with the majority - and there are new responsible men at the held of Muslim League his proper course would be to persuade them and not be aggressive and create a division and that he should really devote most of his time in making his paper really a first class paper and leave the affairs of the Muslim League in the hands of the office bearers and the executive. I hope that he will follow my advice and not created any trouble. But of course you are the best judges as to how you should deal with him and what you should do in the matter.

As regards my coming to Sind, or calling a meeting of the Working Committee or the Council at Karachi, I shall certainly consider your suggestion and see what I can do in the matter. But you know it is not very easy to get the people to go to Karachi as it is not a very central place. I can quite appreciate your desire to get us all there. No doubt it will give a considerable impetus to those of you who are carrying the burden and working for our cause. So I fully appreciate your point of view, but you must also understand the difficulties.

With kind regards,

Yours sincerely,
M. A. Jinnah.

Khan Bahadur M. A. Khuhro,
124, Muslim Colony,
Britter Road, Karachi.

Mount Pleasant Road
Malabar Hill, Bombay
1st August, 1943

Dear Mr. Alavi,

I am in receipt of your letter of July 23 and thank you for it. I have not been able to attend to it earlier, as on my return from Simla I was very tired. I have received all your communications and telegrams, for which I thank you.

There is one point which you have not quite understood, and it is that I was not allowed to consider whether we would accept the inclusion of Unionist Muslims in our Muslim quota. The Viceroy insisted on including a Unionist Muslim, and I was required to say Yes Or No. That was the position. There was no room for any tactical move, as you imagine, and that is further made very clear by him in the correspondence between him and me, which has been released. If you had carefully read my statement which I issued after the failure of the Conference on the 14th of July, you would have found that it is clearly stated there that finally we broke because the viceroy insisted on the inclusion of Malik Khizar Hayat Khan's nominee.

There is a letter which you sent to Miss Jinnah, but it is addressed to one Mr. John, and I am therefore returning it to you.

Hoping you are well and with kind regards,

Yours sincerely,
M. A. Jinnah.

Hatim Alavi, Esq.,
Alavi Manzil, Karachi.

بنام مسٹر جناح

۵ اکتوبر ۱۹۳۹ء

آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی نے دہلی میں جو قرارداد حال ہی میں منظور کی ہے۔ اس میں صوبائی حکومتوں کے متعلق حوالہ دیا گیا ہے بتایا گیا ہے کہ صوبائی خود مختاری سے کئی صوبوں میں ہندوؤں کو مسلم اقلیت پر غلبہ حاصل ہو گیا ہے۔ اور ان کی زندگی، آزادی، املاک اور عزت کا تحفظ ناممکن ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے مذہبی حقوق اور کلچر پر مختلف صوبوں میں کانگریسی حکومتوں کے زیر سایہ آئے دن حملے ہو رہے ہیں اور انہیں مٹایا جا رہا ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے مجھے یہ اطلاع بھی دی ہے کہ ان کا تذکرہ آپ نے ان کے ساتھ اپنی حالیہ گفت شنید میں کیا ہے۔

ہم لوگ محسوس کرتے ہیں کہ یہ الزامات یکسر بے بنیاد ہیں اور غلط فہمی اور یک طرفہ رپورٹوں پر مبنی ہیں۔ جو آپ تک اور لیگ تک پہنچی ہیں۔ متعلقہ حکومتوں میں جب بھی اس قسم کے الزامات عاید کئے گئے ہیں ان کی تحقیقات کرائی ہے اور ان کی تردید کی ہے۔ اس سے پیشتر ایک ایسے ہی موقع پر ہم اپنی رضامندی کا اظہار کر چکے ہیں کہ مخصوص واقعات کی تحقیقات غیر جانبدارانہ طور پر کرائی جائے۔ ہم شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ ہمارے ساتھ اتفاق رائے کریں گے کہ ایسے الزامات اگر سنجیدگی سے لگائے جائیں تو ان کی تحقیقات ہونی چاہیے اور ان کی تصدیق یا تردید کی جانی چاہیے۔ اسی طریق کار پر ہماری دانست میں ہر قسم کے مخصوص واقعات کے ضمن میں عمل درآمد ہونا چاہیے۔ آپ منظور کریں، تو ہم فیڈرل کورٹ کے چیف جسٹس سر ام گوائر سے، جو ہندوستان میں سب سے بڑے قانونی حاکم ہیں درخواست کریں کہ وہ اس معاملے کی تحقیقات کریں۔ ایسی صورت میں کہ ان تک دسترس نہ ہو سکے کسی ایسے شخص تک رسائی حاصل کی جائے۔ جو ان کا ہم مرتبہ اور ان کی سی قانونی حیثیت کا مالک ہو۔

میں خوشی سے اس معاملے کو کانگریس ورکنگ کمیٹی کے سامنے رکھوں گا، اور ان سے اس مقصد کی ایک رسمی قرارداد منظور کرا دوں گا۔

میں آج واردھا روانہ ہو رہا ہوں اور ممنون ہوں گا اگر آپ جلد جواب ارسال فرمائیں۔ میں واردھا میں کوئی ہفتہ بھر قیام کروں گا۔

راجندر پرشاد

ترجمہ :۔ یوسف جمال انصاری

(۲)

بنام راجندر پرشاد

۷ اکتوبر ۱۹۳۹ء

آپ کا خط مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۳۹ء موصول ہوا۔ میں آپ کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے سارا معاملہ پہلے ہی وائسرائے و گورنر جنرل کو پیش کر دیا ہے اور درخواست کی ہے کہ وہ تاخیر کیے بغیر اس معاملے میں عملی اقدام کریں اس لیے کہ وہ اور صوبائی گورنر صاحبان آئین کے ماتحت خاص طور پر اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کے تحفظ کے ذمہ دار ہیں۔

یہ معاملہ اب ہز ایکسی لنسی کے زیر غور ہے اور وہی قانوناً مجاز ہیں کہ ایسے عملی اقدام کریں۔ جو ہماری ضروریات کے مطابق ہوں، اور جن سے کانگریسی حکومتوں کے زیر نگرانی صوبوں میں رہنے والے مسلمانوں کو مکمل طور پر حفاظت اور اطمینان کا احساس ہو سکے۔

میں نہیں چاہتا کہ ان حالات میں آپ کے خط کے مندرجات پر مزید بحث کروں۔ کیونکہ ایسا کرنا غیر ضروری ہے، تاہم مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اس میں بہت سے نکتے غلط ہیں۔

ایم اے جناح

(۳)

بنام خان بہادر ایم اے کھوڑو

ماؤنٹ پلیزنٹ روڈ - مالا بار ہل

۴ اکتوبر ۱۹۴۱ء

ڈیئر مسٹر کھوڑو :

آپ کا ۲۲ ستمبر کا خط موصول ہوا جس میں پریس کے تراشے ملفوف ہیں۔ خان بہادر اللہ بخش کو نام نہاد نیشنل ڈیفنس کونسل کے ممبر کی حیثیت سے کام لیے جانے کی اجازت دینے پر مسٹر گاندھی اور کانگریس ہائی کمانڈ پر آپ کی تنقید سے مجھے اتفاق ہے۔ لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔ یہ قطعی طور پر مسلمانان سندھ کے اختیار میں ہے۔ آپ نے کہا ہے کہ "ہندو اقلیت متحد اور پوری طرح منظم ہے، اور مسلم اکثریت میں پھوٹ ڈال کر وہ اپنا کھیل بڑی کامیابی کے ساتھ کھیل رہی ہے" درست - یہ ہم پر بھی ظاہر ہے - اور یہی سبب ہے کہ میں آپ پر اور مسلم لیگ کی تنظیم کے دوسرے لیڈروں پر زور ڈال رہا ہوں کہ اپنے عوام کو منظم کیجیے۔ اور مسلم اکثریت کو تقسیم ہونے سے بچائیے۔ لیکن آپ لوگ نتیجہ برآمد ہونے میں بے صبری سے کام لیتے ہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ نتائج جلد برآمد ہوں۔ میں دوبارہ آپ سے اور مسلم لیگ کے دوسرے لیڈروں سے اپنی پرزور خواہش کا اظہار کرتا ہوں کہ اپنے عوام کی تنظیم کیجیے۔ تاکہ سندھ میں جو صورت حال آپ کو پیش آ رہی ہے آپ اس کا مقابلہ کر سکیں۔

مجھے افسوس ہے کہ پاکستان کے متعلق آپ کے خیالات نہایت مبہم ہیں۔ تاہم میں خوش ہوں کہ آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ قطعی طور پر ایک جداگانہ نوعیت کا مسئلہ ہے۔ میں یقیناً آپ سے اور دوسرے مسلم لیگی لیڈروں سے تبادلۂ خیالات کرنا پسند کروں گا۔ امید ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں جو اکتوبر کے آخری ہفتے میں دہلی میں منعقد ہو رہا ہے۔ آپ کثیر تعداد

میں شرکت کریں گے۔ ضروری ہوا تو میرے کراچی جانے کا سوال بھی وہاں بحث میں لایا جا سکتا ہے۔

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

خان بہادر، ایم اے کھوڑو، لاڑکانہ (سندھ)

(۴)

ماؤنٹ پلیزنٹ روڈ

مالابارہل۔

۔۔ جون سنہ ۱۹۴۲ء

ڈیئر مسٹر کھوڑو !

آپ کے خط مورخہ ۵ جون کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے خوشی ہوئی ہے کہ سکھر اور جیکب آباد کے ضلعوں میں آپ کا دورہ نہایت کامیاب رہا ہے۔ میں اپنے اور آپ کے دوست جعفر خاں جمالی کو خط لکھوں گا اور ان کی گراں قدر امداد اور لیگ کے لیے خدمات پر اظہار تحسین کروں گا، میں ان سے ایک سے زائد مرتبہ مل چکا ہوں۔ الٰہ آباد میں بھی میری ان سے ملاقات ہوئی تھی، میں جانتا ہوں کہ وہ بڑے پکے لیگی ہیں۔

جہاں تک صوبائی مسلم لیگ کے اجلاس کی کارروائی کے متعلق مسٹر راشدی کے بیان کا تعلق ہے۔ میں اس کی مکمل تفصیلات جاننا چاہتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ اپنے بیان کی ایک نقل مجھے بھیج رہے ہیں۔

اُمید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

جناب ایم اے کھوڑو، لاڑکانہ (سندھ)

(۵)

ماؤنٹ پلیزنٹ روڈ

مالابارہل۔

۱۳ جولائی سنہ ۱۹۴۲ء

ڈیئر مسٹر کھوڑو!

آپ کے ۶ جولائی کے خط اور صوبائی مسلم لیگ کونسل منعقدہ ماہ مئی کے اجلاس کی ملفوف مختصر یادداشت کا بہت بہت شکریہ۔ براہ مہربانی مجھے وقتاً فوقتاً یاد کرتے رہا کیجئے۔ مسٹر راشدی کے بارے میں یہ ہے کہ چند روز ہوئے وہ مجھ سے ملنے آئے اور میں نے انہیں بتایا کہ ان کے خلاف مختلف حلقوں سے جو رپورٹیں موصول ہوئی ہیں، ان سے قطع نظر ان کے اخبار میں ان کی جو تحریریں شائع ہوئی ہیں میرے

خیال میں وہ اِن لوگوں کے ذہنوں میں تشویش پیدا کرنے کے لیے کافی ہیں۔ جو سندھ میں پیدا ہونے والی صورتِ حال کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ میں نے ان کو مشورہ دیا کہ اگر وہ اکثریت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہیں دیکھ سکتے۔ اور مسلم لیگ کے نظم و نسق کی ذمہ داری اب نئے ہاتھوں میں ہے۔ تو ان سے یہ مناسب طریق کار یہ ہوگا کہ رضا و رغبت سے ان لوگوں کو متاثر کریں نہ کہ جارحیت پر اُتر کر تفریق پیدا کریں۔ اور اپنا بیشتر وقت اپنے اخبار کو ایک اعلیٰ درجے کا اخبار بنانے میں صرف کریں۔ اور مسلم لیگ کے معاملات عہدہ داروں اور انتظامیہ کے ہاتھوں میں چھوڑ دیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ میرے مشورے پر عمل کریں گے۔ اور کسی قسم کی گڑبڑ پیدا نہ کریں گے۔ لیکن آپ لوگ خود بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے۔ اور اس مسئلے میں کیا کرنا چاہیئے۔

میرے سندھ آنے اور ورکنگ کمیٹی یا کونسل کا اجلاس کراچی میں بلانے کے متعلق یہ ہے کہ میں یقیناً آپ کی تجویز پر غور کروں گا۔ اور سوچوں گا کہ میں اس معاملے میں کیا کر سکتا ہوں۔ لیکن آپ جان سکتے ہیں کہ لوگوں کا کراچی پہنچنا چنداں آسان نہیں ہے۔ کیونکہ وہ کوئی مرکزی مقام نہیں ہے۔ میں آپ کی اس خواہش کو سمجھ سکتا ہوں کہ آپ ہم سب کو وہاں بلانا چاہتے ہیں۔ اس سے آپ میں سے اُن لوگوں میں خاطر خواہ تحریک پیدا ہوگی۔ جو ہمارے مقصد کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ چنانچہ میں آپ کے نقطۂ نظر کو پسند کرتا ہوں۔ لیکن آپ کو بھی مشکلات کا اندازہ لگانا چاہیے۔

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

خان بہادر ایم اے کھوڑو۔ ۱۲۴ مسلم کالونی

برنیر روڈ کراچی

(۶)

بنام حاتم علوی

ماؤنٹ پلے زنٹ روڈ۔ مالابار ہل، بمبئی

یکم اگست ۱۹۴۲ء

ڈیر مسٹر علوی۔

آپ کا خط مورخہ ۲۳ جولائی موصول ہوا، جس کے لیے شکریہ قبول کیجئے۔ میں اس پر توجہ نہیں کر سکا، کیونکہ شملے سے واپسی پر میں بہت تھکا ہوا تھا۔ آپ کے تمام مراسلات اور تار وصول ہوئے، جن کا شکریہ:

ایک نکتہ آپ پوری طرح نہیں سمجھ سکے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ مجھے اس پر غور کرنے کا موقع نہیں دیا گیا کہ مسلمانوں کے کوٹے میں یونینسٹ مسلمانوں کا شمول ہمیں منظور ہے کہ نہیں۔ وائسرائے کو اصرار تھا کہ ایک یونینسٹ مسلمان کو ضرور شامل کیا جائے۔ اور مجھے ہاں یا نہ میں جواب دینا تھا۔ یہ صورتِ حال نئی سیاسی جوڑ توڑ کی کوئی گنجائش نہ تھی، جیسا کہ آپ خود خیال کر سکتے ہیں، اور اس بات کی مزید وضاحت انہوں نے اس خط و کتابت میں کر دی ہے، جو میرے ان کے درمیان ہوئی ہے، اور جو سامنے آ چکی ہے۔ اگر آپ نے میرا وہ بیان بغور پڑھا ہوتا، جو کانفرنس کے ناکام ہو جانے کے بعد ۱۴ جولائی کو دیا گیا تھا، تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ اس میں صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ اس ناکامی کا سبب یہ ہے کہ وائسرائے کو ملک خضر حیات خان کے نامزد امیدوار کی شمولیت پر اصرار تھا۔—— ایک خط آپ نے مس جناح کو بھیجا ہے، لیکن اس پر کسی مسٹر جان کا پتہ درج ہے۔ اس لئے میں اسے آپ کو واپس بھیج رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ بخیر ہونگے۔ نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

جناب حاتم علوی

ڈیر مولانا گرامی — السلام علیکم

خط ملا۔ الحمدللہ کہ خیریت ہے۔ الحمدللہ [illegible]

میرا ارادہ تھا [illegible] کہ [illegible] زمانہ [illegible]

[illegible] دہلی جانے کا قصد ہے [illegible] اور ڈاکٹر انصاری

سے مشورہ کروں گا۔ امید ہے آپ بالکل خیریت سے ہوں گے

[illegible] ابھی

[illegible]

[illegible]

[illegible] محمد اقبال

اقبال

بنام شیخ غلام قادر گرامی

ڈیر مولینا گرامی[1] !

السلام علیکم ـــــ آپ کا خط اسی روز پہونچا، جس روز میں دہلی جا رہا تھا۔ اشعار نے خوب مزا دیا۔ کیا خوب کہا ہے ؎

ذوقِ وارفتگی کج کلہان دہلی

ہر شعر اور ہر مصرع لاجواب۔ کاش آپ بھی دہلی تشریف لاتے تو دو چار روز جو میں وہاں رہا خوب کٹ جاتے۔ مہاراجہ صاحب بہادر سے ملاقات ہوئی۔ میں نے انہیں کے دولت خانے میں قیام کیا اور دل کو ان کے شکریوں سے مملو واپس لایا۔ ملازمت کے متعلق انہوں نے مجھ سے گفتگو کی تھی مگر کوئی خاص بات نہ تھی۔ عام گفتگو تھی جس سے میں ان کا عندیہ معلوم نہ کر سکا۔ بہرحال مجھے بیتابی نہیں۔ مقدر کا قائل جو شخص ہو اس کی طبیعت مطمئن رہتی ہے۔ مجھ کو جہاں ہوں، اپنے فرائض مفوضہ کی ادائیگی سے کام ہے خواہ لاہور میں ہوں خواہ لندن میں ہوں۔ کسی خاص جگہ ملازمت کرنے کی خواہش بھی دل میں پیدا نہیں کرتا۔ کیونکہ سراپا تن بہ تقدیر ہوں۔ والسلام۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال

مولینا اکبر الٰہ آبادی کا کیا خوب شعر ہے ؎

گفت ہاشم بے سبب زِ انگلش مرا اکراہ نیست
ہر کتابے را کہ بحث دیدم بسم اللہ نیست

ہاشم ان کے لڑکے کا نام ہے۔

---

[1] اس خط پر تاریخ درج نہیں مگر یہ ۱۹۰۸ء اور ۱۹۱۱ء کے درمیان کا ہے۔

(۲)

لاہور
۳ ستمبر ۱۹۱۲ء۔

مخدومی جناب مولینا مولوی گرامی صاحب

آپ کا تخلص گرامی کی جگہ "نومی" ہونا چاہیے کیونکہ آپ سوتے بہت ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ راون لنکا کے بادشاہ کی طرح آپ چھ ماہ سوتے ہیں اور چھ ماہ جاگتے ہیں۔

حیدر آباد کی شاہی میں تبدیلی ہوئی۔ وزارت بدل گئی مگر آپ ابھی اونگھ رہے ہیں۔ برائے خدا کبھی اپنی خیریت سے مطلع کیا کرو۔ آپ کے بہت سے لاہوری دوست استفسار حال کرتے ہیں تو مجھے یہی جواب دینا پڑتا ہے کہ مولانا گرامی آرام میں ہیں۔ اکثر تو یہ کہتے ہیں کہ ان کو خط لکھ کے جگائیے مگر اس کے لیے شور محشر کی ضرورت ہے۔ خطوں سے کیا ہوتا ہے۔

کب تک لاہور آنے کا قصد ہے؟ ہمنام اقبال سلام قبول کریں۔ نیز اُن سے یہ درخواست ہے کہ مولوی گرامی یعنی "شیخ نامی" سے جس طرح بن پڑے خط لکھوائیں۔ والسلام

آپ کا خادم
محمد اقبال از لاہور

(۳)

لاہور
۱۸ دسمبر ۱۶ء

شاعر خاص حضور نظام جناب مولینا گرامی

میں بڑے دنوں کی تعطیلوں میں کہیں باہر نہ جاؤں گا۔ علاوہ اس کے شیخ عبدالقادر بھی اسی خیال سے لاہور میں قیام کریں گے کہ شاید مولانا گرامی لاہور آنکلیں۔ مالیر کوٹلے کے نواب ذوالفقار علی خاں بھی آپ سے ملنے کے بہت شائق ہیں۔ غرض کہ یہ دعوت صرف اقبال کی طرف سے نہ سمجھئے بلکہ اقبال و ذوالفقار و قادر کی طرف سے تصور کیجئے۔ بھلا جس کو اقبال و ذوالفقار خود دعوت دیں وہ کیوں کر انکار کر سکتا ہے کہ تمام زمانہ ان دو چیزوں کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اگر اکیلے سفر محال ہو تو میں یہاں سے اپنے ملازم علی بخش کو بھیج دوں، وہ آپ کو ہشیار پور سے ساتھ لے آئے گا۔ کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ سردی بھی ایسی شدید نہیں کہ مانع سفر ہو۔ غرض یہ کہ ضرور تشریف لائیے۔

مندرجہ ذیل زمین میں غزل بھی لکھتے لائیے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ انکار نہ ہو ورنہ ہمارا آپ کا کوئی یارانہ نہیں۔

خوش آں کہ رخت خرد را زشعلۂ می سوخت
مثال لالہ متاعے ز آتشے اندوخت
تو ہم ز ساغر مے چہرہ را گلستان کن
بہار خرقہ فروشی بہ صوفیاں آموخت
مسنج قدر سرود از نوائے بے اثرم
ز برق نغمہ تواں حاصل سکندر سوخت

۸ دسمبر ۱۹۱۶ء

محمد اقبال انار کلی لاہور

(۴)

ڈیر گرامی!

کئی دنوں سے آپ کا کوئی خط نہیں ملا۔ خیریت تو ہے؟ اُمید کہ اب آپ کے گھر کے لوگ ہمہ نوع خیریت سے ہونگے۔ کل آپ کے ایک عزیز نے مجھ سے ایک عجیب و غریب بات کہی۔ خط میں لکھنے کی نہیں۔ ملاقات ہوگی تو عرض کرونگا۔ انشاء اللہ دیتا ہوں کہ وہ بات آپ سے تعلق رکھتی ہے۔ کہیے لاہور آنے کا قصد کب تک ہے؟ کیا حیدرآباد سے کوئی خط آیا اور کچھ حالات وہاں کے معلوم ہوئے؟ مہاراجہ کا خط آیا تھا۔ وہ علیل تھے مگر اس خط میں کوئی اور تذکرہ نہ تھا۔

مثنوی کا دوسرا حصہ قریب الاختتام ہے۔ تقریظ موعودہ لکھیے۔ وقت پر اطلاع کر دی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی تقریظ کے لئے اس کی اشاعت کو روکنا پڑے۔ کیا اچھا شعر کسی استاد کا ہے

مغاں کہ دانۂ انگور آب می سازند
ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

۲۱ مئی ۱۹۱۷ء

مخلص محمد اقبال لاہور

(۵)

لاہور

۳ جولائی ۱۹۱۷ء

ڈیر مولینا گرامی۔ السلام علیکم

مجھے آپ بھی کہیں گے کہ اس نے خطوں کا تانتا باندھ دیا۔ میں نے پچھلے خط میں لکھا تھا کہ اس فکر میں ہوں کہ حضرت سیدہ کے متعلق ایک ایسا شعر لکھا جائے جو معانی کے اعتبار سے ایک سو شعر کے برابر ہو۔ آج صبح آنکھ کھلتے ہی وہ شعر ذہن میں آیا۔ ابھی اسے خراد کی ضرورت ہے۔ عرض کرتا ہوں:

گریۂ شب ہائے آں بالانشیں
ہم چو شبنم ریخت بر عرش بریں

اس شعر کو بہ نظر غور ملاحظہ فرمائیے۔ "بالانشیں" "ریختن" کے لیے ضروری "لازم" ہوتا ہے گو کسی قدر کھٹکتا بھی ہے۔

اب آپ جانیں اور آپ کا کام۔ میں نے مضمون پیدا کر دیا۔ باقی خیریت ہے۔ میرے خطوط کے جواب دیجئے اور یہ بھی لکھیے کہ لاہور آنے کا کب تک قصد ہے؟ والسلام

مخلص محمد اقبال لاہور

(۶)

ڈیر مولینا گرامی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

والانامہ ابھی ملا ہے۔ الحمد للہ کہ خیریت ہے۔

مصرع "ایں سر نبلبل است" الخ حاضر ہے۔ تصرف بے جا کی کونسی بات ہے۔ آپ کا مال ہے مگر آپ نے جو مصرعے لگائے ہیں ان سے قلب کو تسکین نہیں ہوئی۔ قلب کچھ اور مانگتا ہے اور معلوم نہیں کیا۔ چند اشعار غالباً نیاز الدین خاں صاحب کے خط میں تھے۔ غزل پوری کر کے ارسال فرمائیے۔ پھر ایک ہی دفعہ داد دوں گا۔

"با سوختگاں قصۂ کوثر نتواں گفت" خوب مصرع ہے۔ اقبال بھی غزل ضرور لکھے گا مگر گرامی کی لطافت و سلاست کہاں سے لائے گا۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ عجیب و غریب مضامین خیال میں آرہے ہیں مگر ان کی تکمیل کے لیے فرصت اور وقت کہاں سے آئے گا؟

گذشتہ شب سے بارش ہو رہی ہے۔ سردی پھر عود کر آئی ہے۔ والسلام۔

۱۶ فروری ۱۹۱۹ء مخلص محمد اقبال لاہور

(۷)

لاہور

۷ جنوری ۱۹۲۳ء

ڈیر مولینا گرامی۔ السلام علیکم۔

کئی روز ہوئے خط لکھا تھا جس کا جواب آپ کے ذمہ ہے۔ خدا کرے آپ بخیریت ہوں۔

آپ نے سن لیا ہو گا کہ امسال اقبال خلاف توقع خطاب یافتہ ہو گیا۔ اس اعزاز کی اطلاع میں آپ کو خود دیتا ہوں۔ جس دنیا کے ہم اور آپ رہنے والے ہیں وہاں اس قسم کے واقعات احساس انسانی سے بہت نیچے ہیں ؎

نہ من بر مرکب ختلی سوارم نہ از وابستگان شہر یارم

مرا اے ہم نفس دولت ہمیں بس ‌ ‌ ‌ ‌ چو کاوم سینہ را لعلے بر آرم

خیر خیریت لکھیے۔ گھر میں میری طرف سے آداب۔ آپ لاہور کب تک آئیں گے ؟

مخلص محمد اقبال لاہور۔

(۸)

۲۵ اکتوبر ۲۴ء

ڈیر مولینا گرامی — السلام علیکم

آپ کا والا نامہ لاہور سے ہوتا ہوا لدھیانہ میں ملا۔ جو مصرع آپ نے تجویز فرمایا ہے، اس کے متعلق پھر عرض کروں گا فی الحال یہ رنج دہ خبر آپ کو دینا ہے کہ میری لدھیانے والی بیوی ۲۱ اکتوبر کو یہاں لدھیانے میں انتقال کر گئی۔ ان کو نمونیا ہو گیا تھا اور انسانی علم طب کی کوئی تدبیر ان کی زندگی نہ بچا سکی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحومہ گذشتہ دس بارہ سال میری زندگی میں شریک رہیں اور اس مدت میں انہوں نے جو میری خدمت گزاری کی۔ کم کسی بیوی نے اپنے شوہر کی کی ہوگی خدا تعالیٰ ان کو اس کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ میں ۱۹ اکتوبر سے لدھیانہ میں ہوں۔ آج شام لاہور واپس جاؤں گا۔ آپ سے التماس ہے کہ کوئی عمدہ مادۂ تاریخ نکالیے جس کو ان کے مزار پر کندہ کرایا جائے۔ میں خود بھی فکر کروں گا۔ چونکہ آپ بزرگ ہیں اس واسطے تبرکاً آپ سے مادۂ تاریخ وفات کی درخواست کرتا ہوں۔ سنہ ۱۳۴۳ ہجری ہے۔

امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام۔

مخلص محمد اقبال

———

صاحبِ طرز

خطوط نگار

(۱) غالب (۲) شبلی (۳) ابوالکلام
(۴) مہدی افادی (۵) محمد علی ردولوی











فرزانهٔ ستوده شیوهٔ روشن روش برگزیدهٔ رب جلیل حضرت مولوی عبدالجمیل
را این نمودی بود و اسم بی مسمی یعنی غالب بی برگ و نوا را یاد آورده اند
همانا قدردانی خوبی را جستند و چراغ عندلیب گلزار نکوئی را صبح و نسیم
دلکشا نامه بهر تو بید درگیر بود به غزلی چند به ورود خویش نه
ورق هر گوشه دل گشود که ست بدان راز از آن راه به نهانخانهٔ ضمیر در نیامد
خویشی نهک در اصلاح مهر افزود چندانکه دیده بدان سواد دوختم
تا زیبا صورتی بنظر در نیامد ژرف بینی که اینچنین الفاظ را سر رشتهٔ معنی فرو
ریزاد و کلکی که برین نقوش خط کشد سر رشتهٔ بریده باد هنجار
روش خود از نیروها در رونیست آری خامه در بنان هر کسی خرامی
دیگر دارد آموزش را درین پرده راه نیست و اگر گویند هست
هر آینه میتوانیم گفت که نیست مگر به همنشینی و همزبانی آموزگار و
بسر بردن روزگار در سره کردن گفتار چون صحبت صورت نبندد و

گفته آمده، هرچه بهر نمط گفته اند نه غلط گفته اند حق باید حلقه بر
در دل زده و بخشش از مبداء فیاض دریوزه کرد به کثرت مشق و
فراوانی ورزش هر پیروی راهروان راه دان کش بینش ها روی
خواهد نمود و اندیشه را دستگاه و گفتار را سرمایه خواهد افزود
دانش و کنش یار ده یلدگر باد آزاد اسد الله نگاشته شد
سه شنبه هشتم صفر [illegible] هجری

(۲)

[illegible]

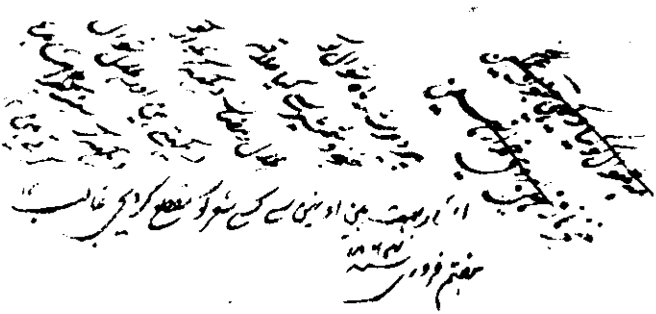
جب مطلب مورد التحریر نہ ہو تو کیا لکھوں ایک آپ کے خط کا نہیں مطلب جواب لکھنے کے قابل ہے

[illegible]

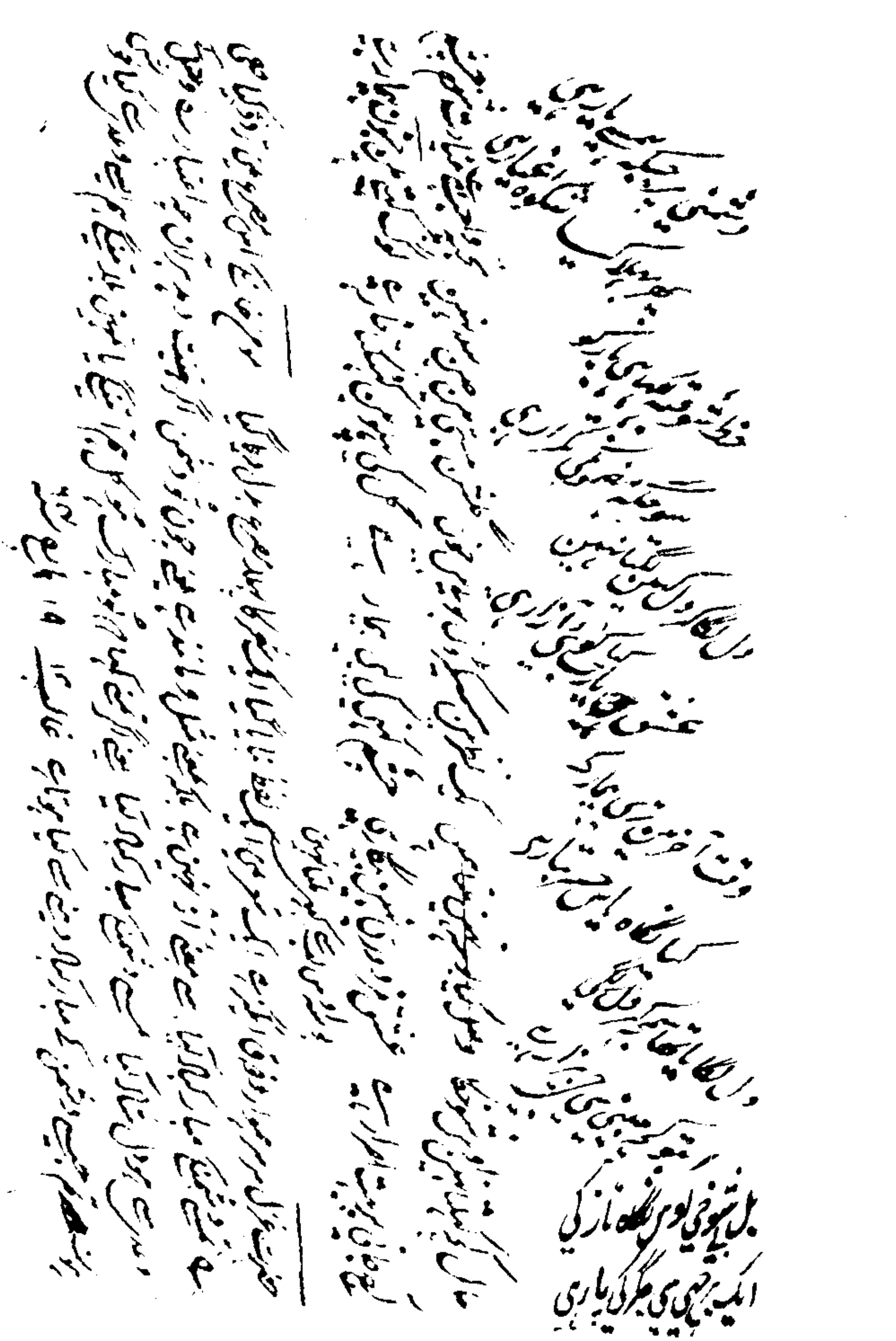
(۳)

جناب مخدوم مکرم کو میری بندگی تفقد نامہ مرقومہ ۱۸ ستمبر میں نے پایا حضرت
کے سلامت حال پر خدا کا شکر بجا لایا کوئی محکمہ تخفیف میں آ گیا کوئی گانو
مثلاً لٹ گیا آپکا عہدہ آپکو مبارک آپ کا دم غنیمت سلامت
رہو وہ جو اپنے ابن الخال کا اس محکمہ میں وکیل ہو گیا آپکو کھٹکا ہے
البتہ بجا ہے جب آپ ظاہر کر چکے ہیں تو اب اوسکا اندیشہ کیا ہے حاکم
سمجھ لیگا وہ وکیل ہیں محکمہ منصفی میں نہ رہینگے محکمہ صدر امینی و
سشن جج میں کام کرینگے میں نہ تندرست ہوں نہ رنجور ہوں زندہ ہوں
ہوں دیکھئے کب بلاتے ہیں اور جب تک جیتا رہوں اور کیا دیکھتا ہوں
والسلام بہ الوف الاحترام نجات کا طالب غالب ۱۲ یکشنبہ ۲۹ ستمبر سنہ ۱۸۶۳ عیسوی

(۴)



۵


حضرت غزل سراسر مواد ذوق انگیز ہے ایک شعر میں ایک لفظ بنایا گیا ایک شعر کا پہلا مصرع بدل دیا گیا
غالب ۱۹ مارچ

(۶)

کہار کے حوالہ کرد

ے آپکے پاس پہنچیں رسید

میں بوڑھا اور ناتوان گویا نیم جان رہ گیا

ایک کم ستر برس دنیا میں رہا کوئی کام

دنیا کا نکیا افسوس ہزار افسوس نجات کا طالب غالب

سہ شنبہ ۲۸ جون ۱۸۶۴ء



(۷)



(۸)

نامه فرستادند وان رحم جانگزار بدین
حسن ادا مرهم نهادند وستایش دیگر آن که
سررشته کار بدست داشتند از کف نرفت و
با فرمانده سازگاری روی داد باری خوش است
اگر هم بدین روش گاه گاه به نامه یاد آورند و
در آن کوشند که مهر روز افزون و دوستی ها
دیرین گردد از من و روید ادرنجوری من پرسیده اند
فارغ باشند که از رنج آزاد و از دوا فارغم
رنجوری رفته و ناتوانی باقیست چون پهه ست
میگذرد دانم که این نیز نپاید والا جاه نواب
مهر ضیاء الدین خان بهادر و رفیع جایگاه غیاث الدوله



[illegible]

(۹)

قبله‌گاها دل غالب خسته جان خونین دل سلامت دیروز شبانگاه از بزم آتش شعله‌کده خویش

رسیدم و تب از سینه درون خفتم نه دعوی نه حرارت تا روزها با مردان تا از حرارت تب چشم

کام و زبان و دهن را تلخ یافتم و چشم و بناگوش تا رگ سر را در تف دیدم عرق شیر با نیلوفر

آن میدیدم و بعد از دم عصاره کاسنی و مغز تخم کدو نیز با شربت نیلوفر نوشیدم دیگر آن گل و چشم

بناگوش را همان شمار آوردم بالجمله این وقت بار شیاف کاهو و تخم خیارین با شربت عناب باز

نوشیده‌ام اینها شب هم خفته‌ام بهتر شد و درد چشم و بناگوش قدری کمتر از آن است که بود

چون فرصت بی‌جانانست و نالم متصل تا در دم توانست رسیده جسم اشت

گزارده آمد زیاده نیاز است والسلام

(۱۰)

تو صاحب یہ شانزدہ بیتیں ہی تقسیم اسکی اسطرح رکھنا کہ پہلی ایک سیدھی سطر میں
صاحب احسنت کا نام مع اجزائے خطاب بخط نستعلیق لکھا جاوے اور پھر ترجم
پانچ پانچ بیتیں تین بار لکھی جاویں اور آخر کو یہ سطر جو میں نے اپنے نام کے ساتھ
خطاب و تخلص لکھدی ہے جسطرح کہ ہے اسیطرح لکھی جاوے کاغذ البتہ بڑا
ہوگا اور تقسیم اچھی طرح کیا جاویگا ان دونوں سطروں اور شانزدہ شعر کی صورت
بہت اچھی ہوگی یہ ایک نمونہ ہے مگر نمونہ اچھا ہے تم کسو شخص سے اسکی
نقل کرواؤ اور کاتب خوشنویس یعنی مرزا عباد اللہ بیگ سے لکھواؤ اب
آپ اسکو جلد تیار کر منگائیے اور ۔۔

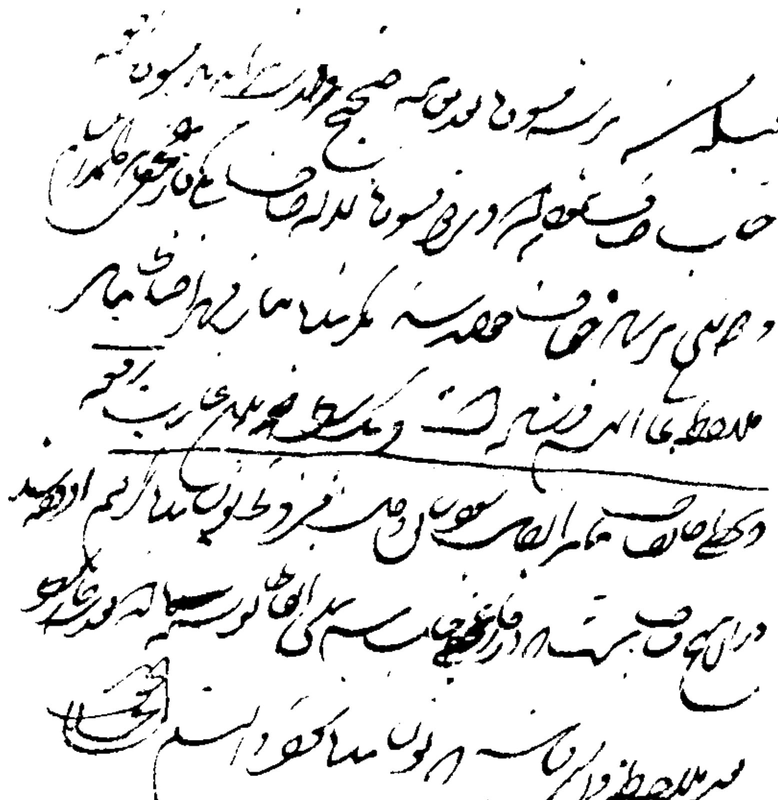
تو اسکے بعد ۲ مئی ملیگا والسلام

بعمر دراز ... باد ... [illegible]

[illegible]

زینداشت نجم الدوله دبیر الملک اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ غالب تخلص

(۱۱)



(۱۲)

مخدوم مکرم و معظم جناب [illegible] بعد تحصیل مراسم خدمت بعد اداے تسلیم سنت الاسلام عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کی ارادت
مجھ کو ذریعۂ فخر و سعادت ہے دو عنایت نامے آپ کے اوقات مختلف میں پہنچے پہلے خط کے حاشیہ اور رشتہ پر اشعار
لکھے ہوئے ہیں سیاہی سفید کے جیسے حروف اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے اگرچہ بینائی میری اچھی ہے اور میں عینک کا
محتاج نہیں لیکن باایں ہمہ اوسکے پڑھنے میں بہت تکلف پڑتا ہے علاوہ اسکی جگہ اصلاح کی باقی نہیں چنانچہ اوس خط کو
آپکی خدمت میں واپس بھیجتا ہوں تاکہ آپ یہہ کاغذ [illegible] خود پھاڑ کر پھینک دیجئے گا اور بعد [illegible] آپ کے
[illegible] آپ خود دیکھ لیں [illegible] اصلاح کیا [illegible] واسطے اصلاح کے جو غزل بھیجئے اوس میں [illegible]
فاصلہ زیادہ چھوڑ دیجئے آپکے خط میں جو کاغذ اشعار کا ہے حروف اوسکے روشن ہیں مگر بیچ اسطور [illegible] اصلاح کی جگہ
معدوم آپکے خاطر سے رنج کتابت کا اوٹھاتا ہوں اور ان دونوں غزلوں کو ایک ورق پر بعد اصلاح لکھتا ہوں تاکہ مسودہ تو
آپکے پاس ہوگا اوس سے مقابلہ کرکر معلوم کر لیجئے کہ کس کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح ہوئی اور کونسے بیت موقوف ہوئے
مشاعرہ اب شہر میں کہیں نہیں ہوتا قلعہ میں شاہزادگان تیموریہ جمع ہوکر کچھ غزل خوانی کر لیتے ہیں وہاں کے مصرع طرح کو کیا
بھیجوں اور اوس پر غزل لکھ کر کہاں پڑھوگے میں کبھی اوس محفل میں جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا اور یہہ صحبت خود چند روزہ
اسکو دوام کہاں کیا معلوم ہے ابھی ہو ابکی ہو تو آیندہ نہو والسلام مع الاکرام اسد اللہ [illegible]

[illegible]

(۱۳)

[illegible]

بھائی اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی مرے شیر شاباش رحمت خدا کی جیسے سنکر عرض کیا
یہ مصرع جس بزرگ کا ہے مطلع ہے اور سب غزل اور ہے کی خدا کی رحمت اور اگر میرا ہو تو مجھ پر لعنت
اسد اور شیر اور رحمت اور خدا اور جفا اور وفا یہ میری طرز گفتار نہیں ہے ہاں اگر شعر ہوتا
تو اسد کا لفظ ہی ہے وہ شعر میرا کیونکر سمجھا گیا واللہ باللہ وہ شعر میرا ... کا نتیجہ
میرا نہیں ہے والسلام غالب مرسلہ جمعہ ۲۵ ماہ صیام و ۲۹ ماہ اپریل سال حال

(۱۴)

سبحان اللہ سر آغاز فصل میں ایسے ثمرہائے پیش رس کا پہنچنا
نوید ہزار گونہ میمنت و شادمانی ہے یہ ثمر رب النوع اثمار
ہے اسکی تعریف کیا کروں کلام اس باب میں کیا جاتا تھا
منہ ہم میں یارا اور ادھر آپکو خیال آیا پروردگار
آپکو باینہمہ رواں پروری و کرم گستری و یاآوری سلامت رکھے
جمعہ کے دن ۸ جون کو دو پہر کے وقت کہار پہنچا اور
اوسی وقت خط کا جواب لیکر اور آم کے دو ٹوکرے دیکر روانا
ہو گیا یہاں سے اوسکو حسب الحکم کچھ نہیں دلوایا گیا خاطر
عاطر جمع رہے خمشنبہ دہم کا لکھا ہوا۔ غالب

(۱۵)

جناب عالی یہ چند فقرے بہ ترکیب رقم کا آیا ہے

میں اس وقت حاضر نہ ہو سکا خفا ہوتا ہے بسبب

ملاحظہ کر کر جب اسکا جواب مجکو دیجئیگا تو

یہ فقیر رقعہ روانہ کرونگا کی شادی

فرزند ارجمند کے اور بزمگاہ دیوان خاص میں رقعہ

لکھے جاتے ہیں صمصام الدولہ کی طرف سے صمصام الدولہ

رئیس ہیں اور امرا باہمدگر طریقہ فروتنی کا

سلوک رکھتے ہیں یعنی تشریف لائیے اور

ہمکو ممنون کیجئے بس اب میں رقعہ کی عبارت

میں کیا الفاظ صرف کروں تشریف تشریف

اور قدوم میمنت لزوم کو دیوان خاص سے

مباعدت محض اور ہر دو صمصام الدولہ

[illegible]

(۱۶)

N.M.1965.11

قبلہ و کعبہ جو حکم حضور کا [illegible] دل میں
درج [illegible] حضرت نے دستخط کو [illegible]
لکھا ہے کیا ہو لفظ [illegible]
جو دلکی کا غذ کیا اور [illegible] بات ہے
سلطانہا یا سلطانہ کی [illegible]
سلطنہا یا سلطنہ جو عمدہ [illegible]
میں عرض [illegible] اور [illegible]

والسلام

(۱۷)

نہ بہائے یہ سمجھو سلطان بمعنے مصدر آتا ہی سلطنت و اگرچہ من حیث القیاس
صحیح ہے لیکن تمسک اس کا بہر ہے خلد اللہ ملکہ و سلطانہ لکھتے ہیں منشیان
ایران و روم و ہند سب یوں ہی لکھتے آئے ہیں ضمان بھی بمعنے ضمانت اور
ہے بمعنے ضمانت سلطان بھی بمعنے بادشاہ اور بھی بمعنے سلطنت اسمیں
کچھ تامل نکرو کسکی مجال ہے جو اسپر منہ سکے لیکن ملکہ و سلطانہ
علامت تذکیر ہے اگر ملکہا و سلطانہا بنجائے تو بہتر ہے ورنہ
خیر یوں ہی رہنے دو ہمسے کوئی پوچھیگا تو ہم کہہ سکتے ہیں اور بعلامت
شکوہ سلطنت بمعنے تانیث کے رعایت نکی اور سچ تو یوں ہے اگر
کاتب سگھڑ ہو تو ہا ہوز کا نوشتہ مٹا دینا اور الف بنا دینا
دشوار نہیں ہے بن سکے تو بنوا دو اور سلطانہ کو خدا کیواسطے مت
بدلنا یہہ بلغا عرب و عجم کا قرار داد ہے بعد اسکے سب تقریر کے یہ
عرض ہے کہ بروز پنجشنبہ کو عرضی لکھی ہوگی تیرے پاس آئی ہوگی ۱۲
غالب ۱۲

(۱۸)

[illegible]

شنوائی بفتحۂ نون ہے بسکون نون نے و کلار عدالت کے بولی ہے ۱۲

گر خیال رونق ہے یہ شعر یہ معنے دیتا ہے کہ اگر تم اسمیں آیا

نہیں تو اسکو کیوں ویران کرتے ہو کیا آدمی جہاں جا کر رہا

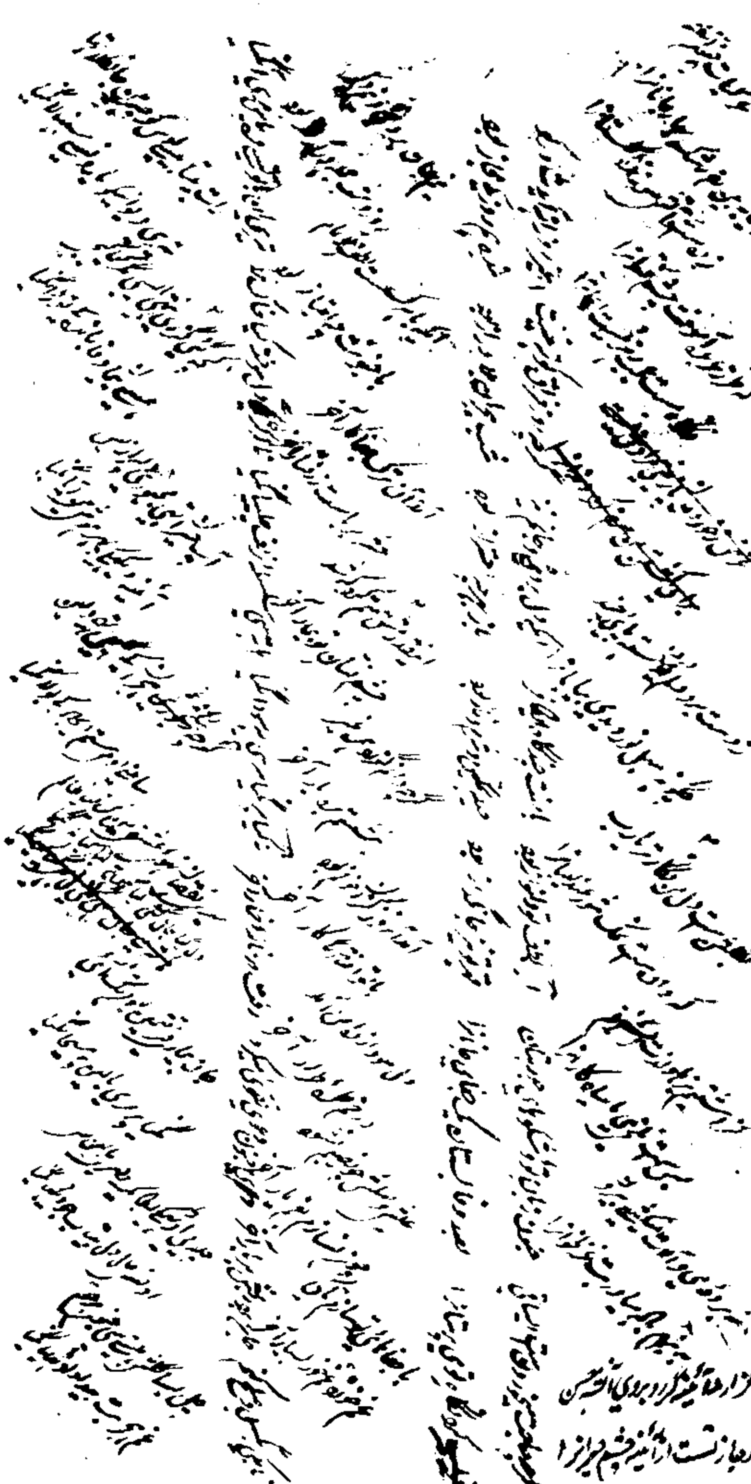
چاہتا ہی نہیں اوس گھر کو ویران کرلیتا ہے یہ مثل

استفسار استفہام کا ہے یعنے تم نے جو خانۂ دل کو

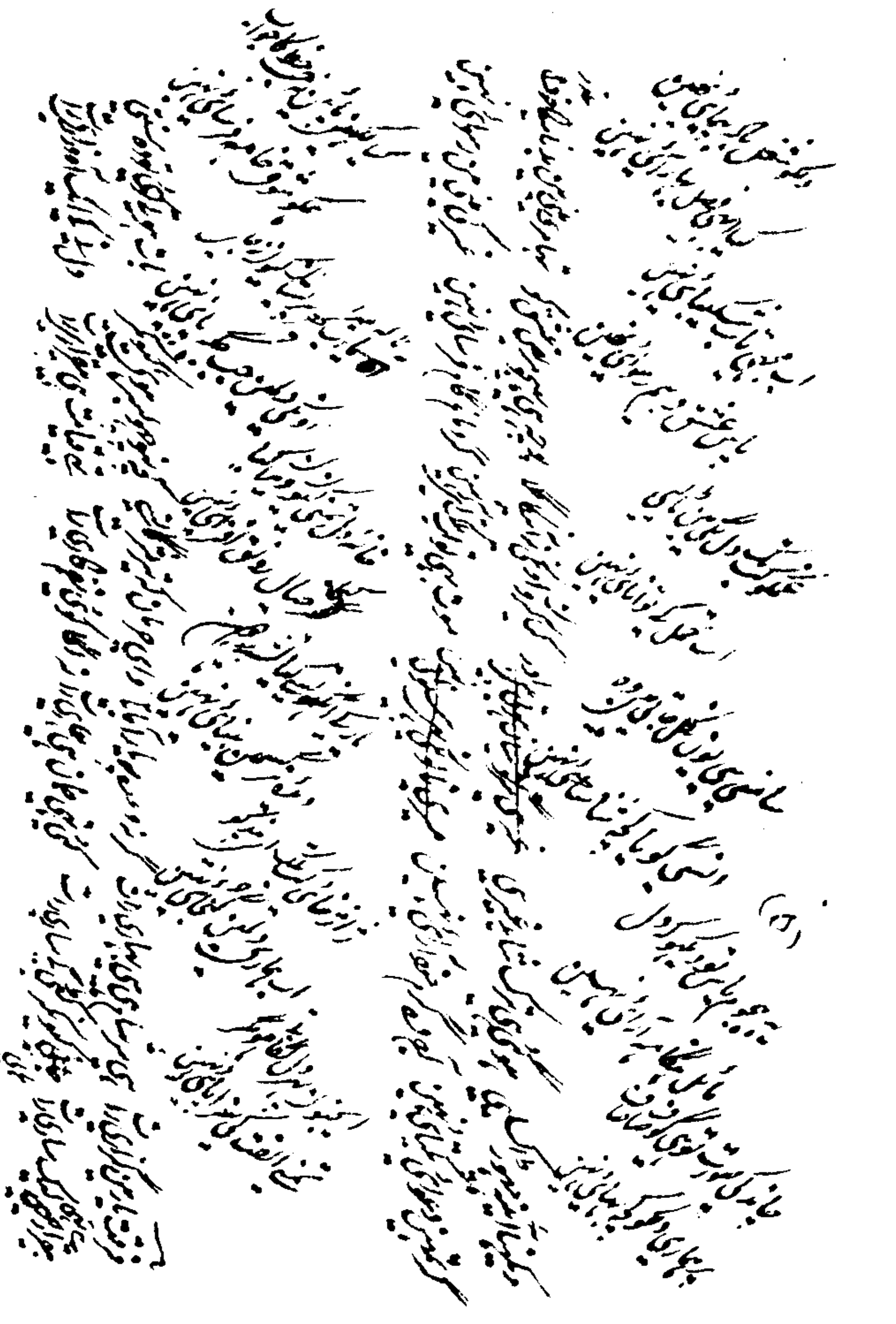
اوجاڑ دیا کیا تم یہاں نہیں آیا چاہتے ہمکنار مراد

ہم آغوش ہے مسلم لیکن مستعمل نہیں ہمکنار بولتے

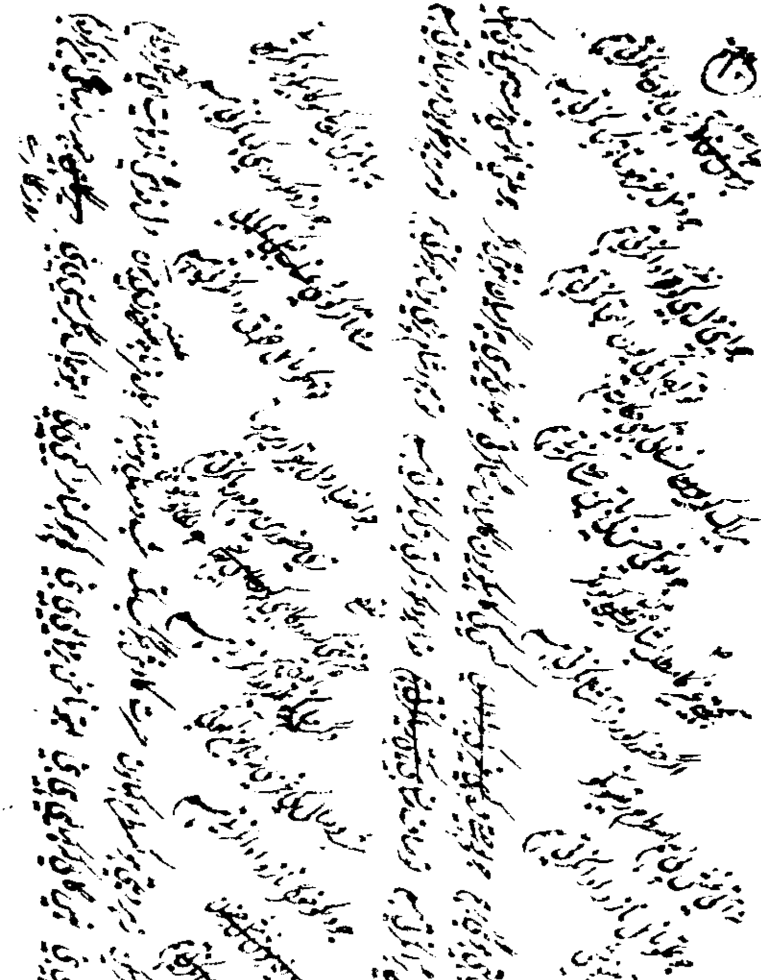
[illegible]



(۲)



(۲)



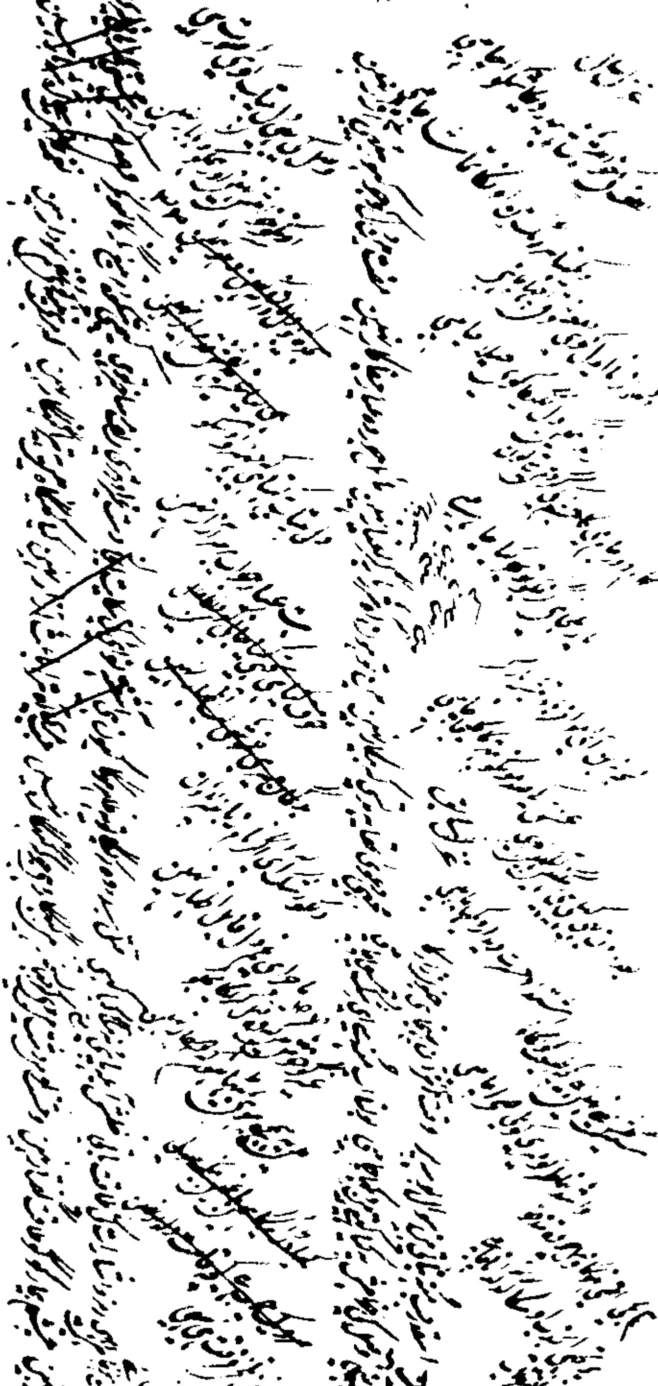
(۴)



(۵)

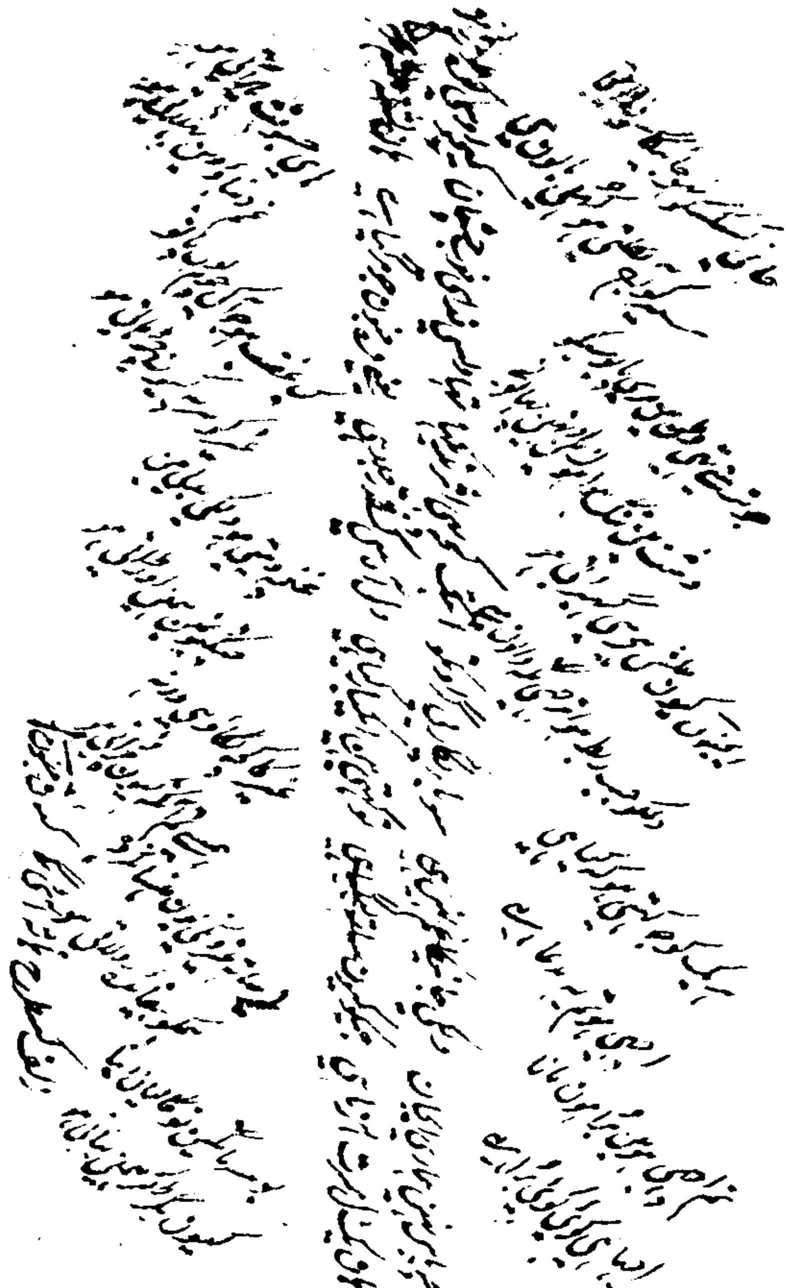


(۶)

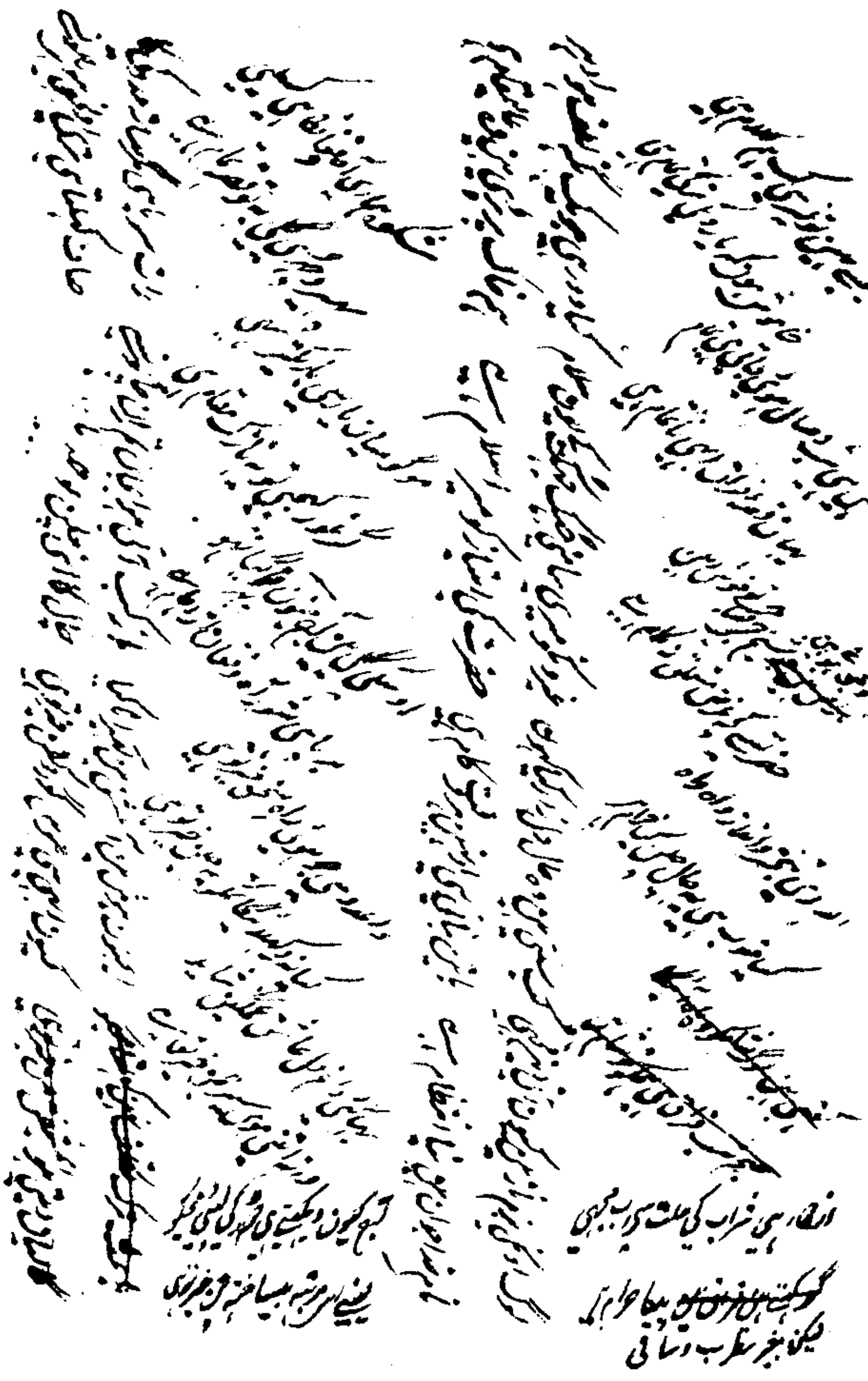


(۷)

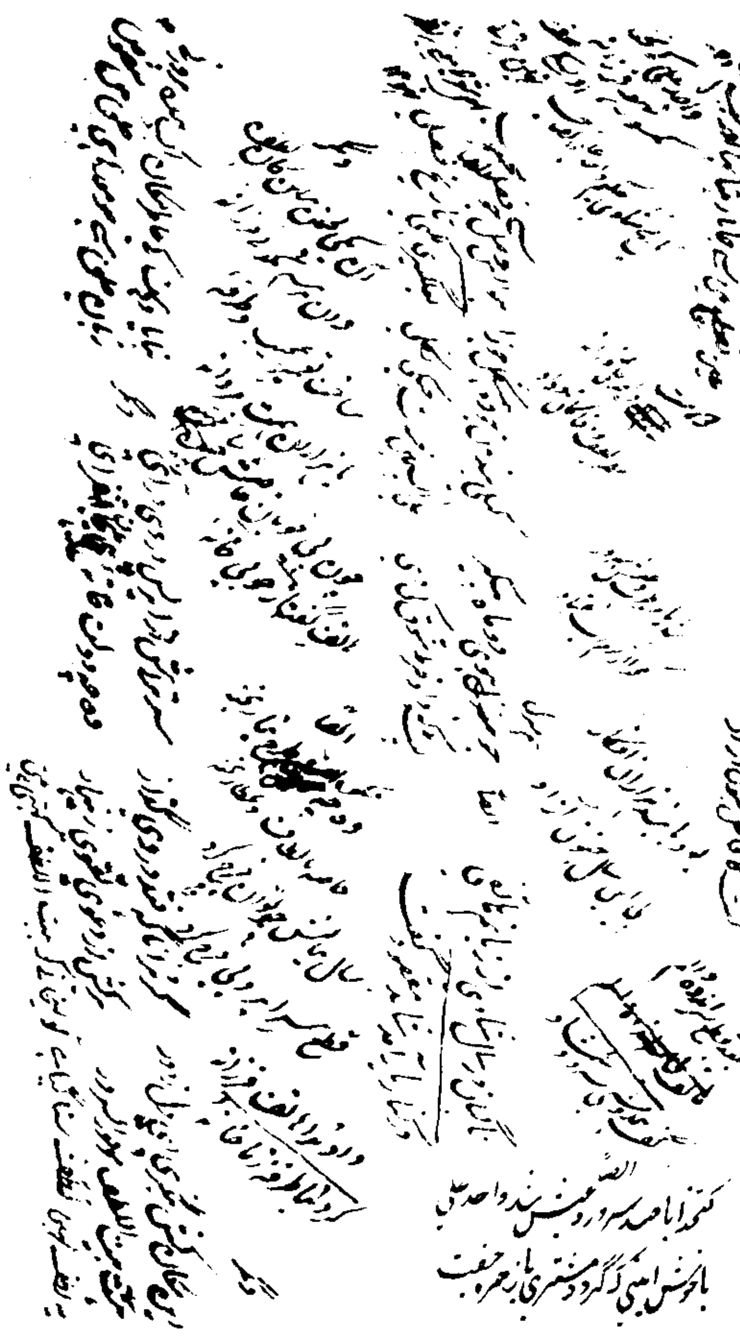
(۵)



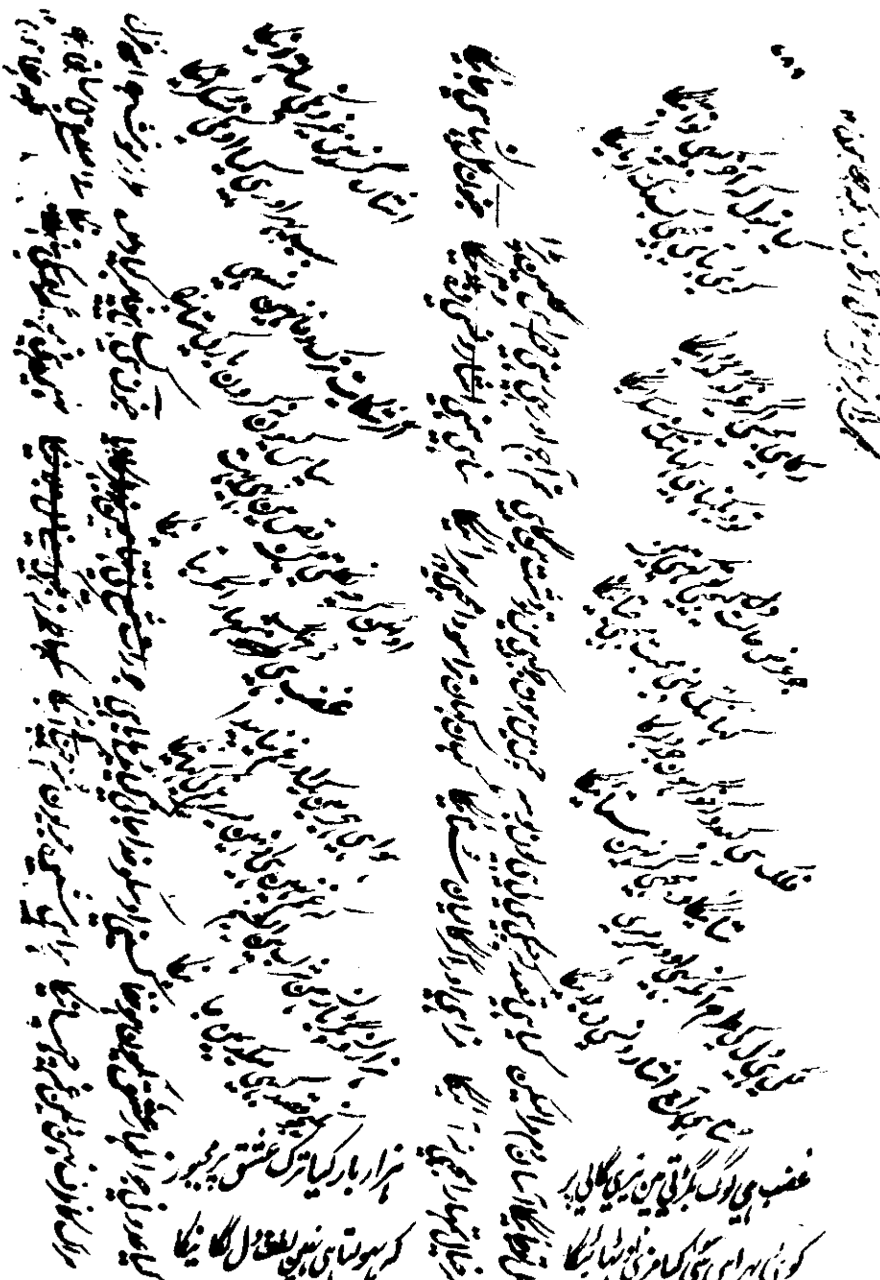
(۹)



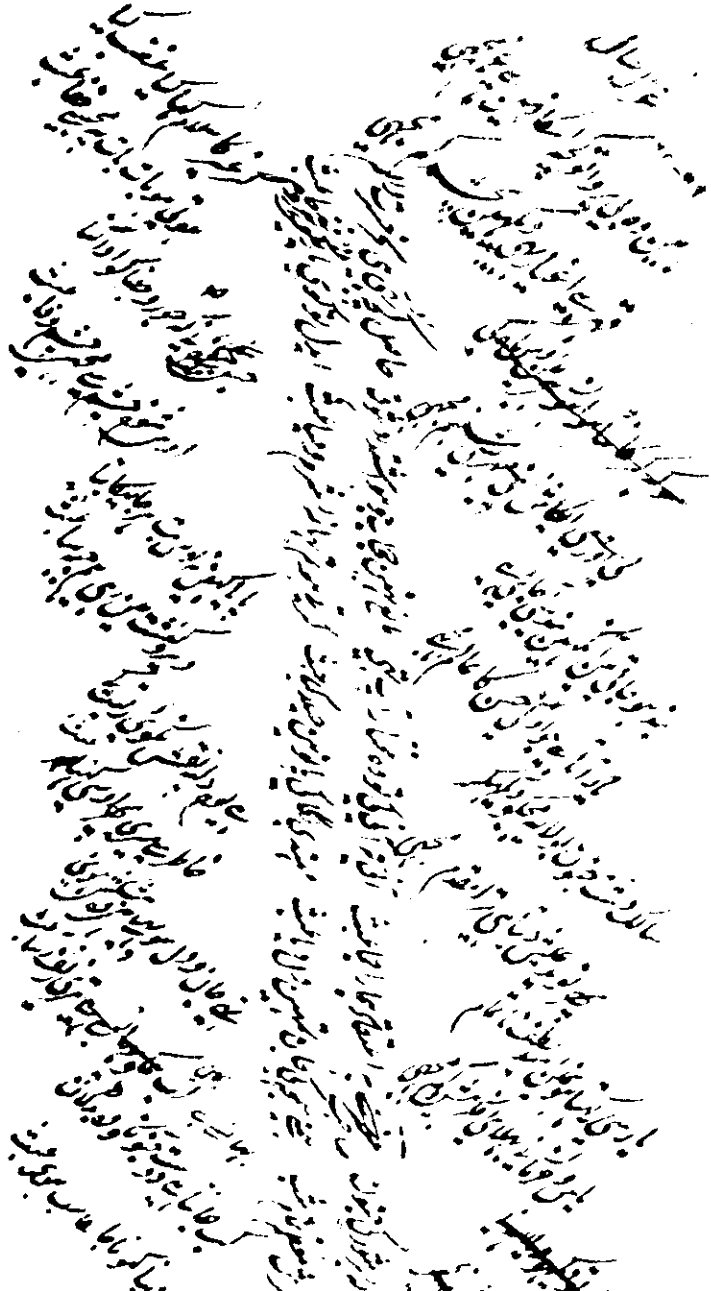
(۱۰)



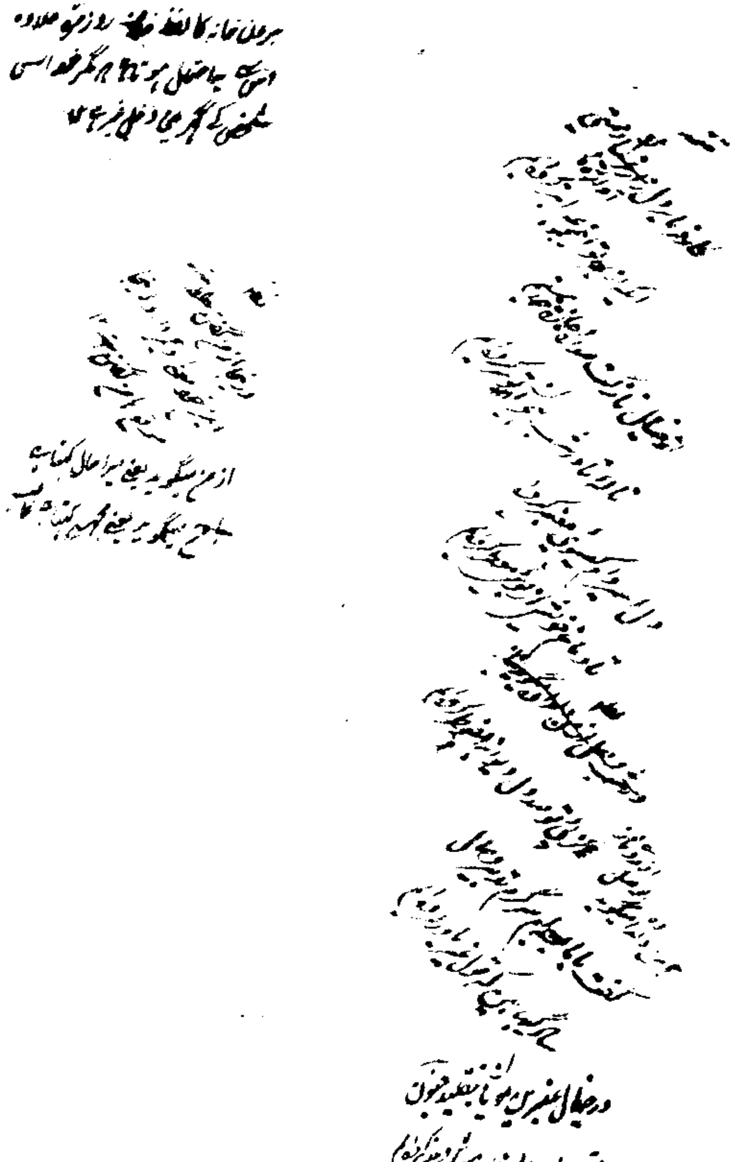
(۱۱)



(۱۲)



(۱۴)



مکرمی و محبی مولوی محمد ممتاز علی صاحب

آپکا محبت نامہ پہونچا آپکی خیر و عافیت سے خوشی ہوئی خانہ نشینی میں جسقدر [illegible]

قناعت ہے اگر ہو سکے تو اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے مگر [illegible] انسان کی حالت

پر [illegible] رکھنا چاہیے — بہتر ہے [illegible] کی نسبت جو کام [illegible] ہو سکے [illegible]

بس اب [illegible] کہ اگر خانہ نشینی اختیار کی ہے تو [illegible] کا کام

اللہ تعالیٰ [illegible] کچھ نہیں [illegible] بر [illegible] ہے

اوسکے [illegible] خدا [illegible] رکھے [illegible]

سید محمود کی طبیعت [illegible] مولوی [illegible] الحمد [illegible]

(۲)

حال بدستور [illegible] نہ ساقی ہے نہ بادہ اور نہ سبو ہے [illegible] آپ

[illegible] میں [illegible] ہے ہم [illegible] حاجی [illegible]

[illegible] کے [illegible] ہو [illegible]

ایک [illegible] اور [illegible]

اور [illegible] میں [illegible]

[illegible] حاجی [illegible]

[illegible] اور [illegible]

[illegible] ہونی [illegible]

اور [illegible]

[illegible]

لکھی [illegible] بات ہے ایسے [illegible]

[illegible]

(۲)

[illegible]

[illegible] دو قطعہ مثنوی آج پہونچے اول شکریہ

اس امید کا کہ آپ جو ... تعریف اپنے کردی نہایت ممنون

... مگر الفاظ ... تمام تعریف جناب آپکی ہے

... اس فعل کا ہے جو نسبت ... ہوئے ہیں

... وہ چھاپا ہے وہ بہی بہت ... نسخے ...

بہت شکر ہے کہ اسقدر لکہا ... اپنے احباب ...

... ہوگئی ...

ہوں

جیسا پہلے مقرر ہوا تھا چاہیے تھا اور یہی ارادہ تھا کسی وقت ضرور ظاہر ہو جاتا اگلے ہو جاتا تھا — اب میں نے سوچا ہے

مناسب موقع

سو اچھا اردو کا ہمارے اخبار میں بھی چھپا کیا نصیب ہوتا! نہیں اور موقع سمجھا اصول مذہب کی رائے بھی

لکھوانے

تو ہم ہوں گے محض خیال ہے کہ ہماری اخبار میں جتنی ہی اس کی قوت کم ہوگی اس کے سمجھنے کی ہماری

یہ سہم

لکھا گیا ہے — بھی تمہارے افسوس ہوا کہ سوسائٹی کا اخبار ان کی بات سننا ... بہت لکھا اپنا

سب

بد نصیب ان کی خدمت میں روانہ ہوتا ہے آج پانچ بجے شام کو قلم چلایا امید ... آپ

دیتی ہیں

معلوم ہو گیا کہ ایک اور پرچہ میں کچھ مضامین تھے ہوتی ہوں گے مدرسۃ العلوم کے شرح کے سالانہ

اور آپ بھی جو [illegible] کو اور رسالہ اسلام کے دلی خیرخواہوں کو [illegible]

اب میں اوسکے حالات کا معلوم رہنا ضرور ہے بس وہ پرچہ میں

برابر اوسکو یہاں بھیجتا رہیے گا

تعمیر پر بہت روپیہ خرچ ہو چکا ہو [illegible] محمود بھائی صاحب کی

نہایت وقت [illegible] ہے [illegible] و مخلص پر خدا رحمت کرے

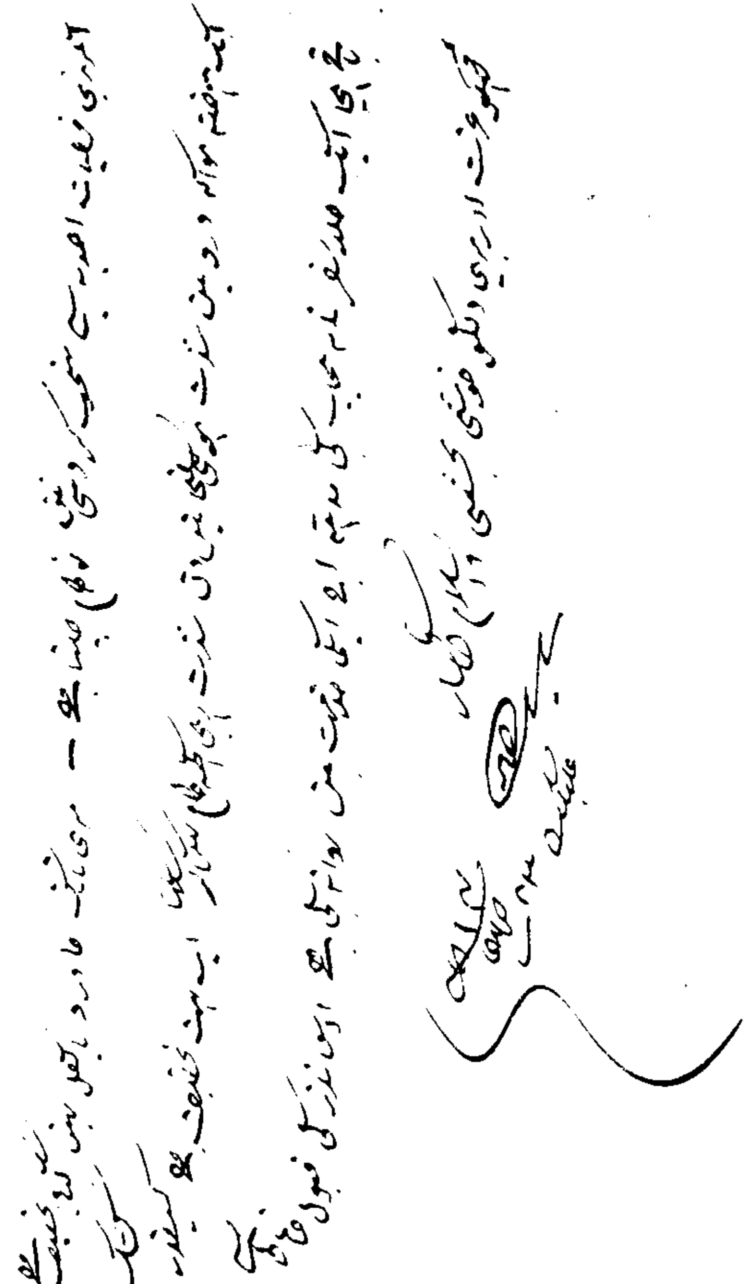
[illegible] کیا [illegible] میں کوئی [illegible] واقعات [illegible]

اور صحبت کی بہت کم [illegible] میں [illegible]

اور [illegible] جاری [illegible] — ایک اور آفت یہ ہوئی

اور خطبات احمدیہ کا کام ہو گیا ہے [illegible] نہ ہوا خدا کا

منشی ذوالفقار علی خان مرحوم کی [illegible] کر دی اب [illegible]



(۳)

محبی [illegible] آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ تفسیر کا کام ابھی

شروع نہیں ہوا [illegible] ترتیب دینے کے بعد شروع کرونگا [illegible]

اپنی پسند کی وہ بات [illegible] ۔ حیدرآباد کی [illegible] اپنی [illegible] سبب تعلق

میں [illegible]

[illegible]

[illegible] ۔ قرآن مجید اور [illegible]

[illegible]

اسکے بعد [illegible]

میں بیمار ہوگیا تھا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

علیگڈھ مدرسۃ العلوم

۱۰ اگست ۱۸۹۳ء

والا جناب عنایت نامہ مع دو جلد تجویز تعلیم مذہبی کے پہنچا۔
اور میں نے کمال اطمینان کی حالت میں اسکو پڑھا۔ سرکاری مدرسوں
یا کالجوں میں تعلیم مذہبی شامل کرنے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ
میرے خیال میں نہیں آتا جو آپنے تجویز فرمایا ہے اور جہانتک کہ
میں خیال کر سکتا ہوں گورنمنٹ کو اسکے منظور کرنے میں کچھ عذر نہ ہوگا
گورنمنٹ کو میرے نزدیک جب سے کہ نیشنل کانگریس کا غلغلہ ہندوستان
میں ہوا ہے ہندوستانیوں کو مذہبی تعلیم دیجانے کا زیادہ خیال
ہوگیا ہے اگر میرا یہ خیال صحیح ہے تو گورنمنٹ ایسی تجویز کو نہایت
غنیمت سمجھیگی اور اسکو خوشی سے منظور کریگی لیکن جیسا کہ
آپنے خود آخر میں لکھا ہے مسلمانوں سے بہت ہی کم توقع ہے
کہ وہ یہ درد سر گوارا فرماویں اور مذہبی تعلیم کے انتظام کے
لئے کمیٹیاں مقرر کریں اور ہر ایک کمیٹی اپنے دائرہ کو پورا پورا

ادا کرتی ہے — رہی یہ بات کہ اس اتنی قلیل وقت میں
جو مذہبی تعلیم دی جائیگی آیا وہ اتنی خرابیوں کا انسداد کر سکیگی
یا نہیں جو انگریزی تعلیم سے متصور ہیں اسکی مجھکو ہرگز امید نہیں
لیکن بہرحال اگر آپ کی حسن سعی سے یہ تدبیر چل نکلے
تو نہ ہونے سے ہونا بہتر ہے اور تعلیم مذہبی کے ساتھ نماز
روزہ کی پابندی کا انتظام کرنا بھی نہایت ضرور ہے
بلکہ اگر میرا خیال غلط نہ ہو تو صرف پانچ وقت کی نماز کا التزام
اُس محدود مذہبی تعلیم سے زیادہ مفید ہے اور محمڈن کالج
میں ابتک جو کچھ مذہب کے متعلق کوئی عمدہ انتظام کیا ہے
وہ صرف یہی ہے کہ یہاں کے طالب علموں کو نماز کی پابندی پر
مجبور کیا جاتا ہے — امید ہے کہ آپ مع متعلقین بخیریت
ہونگے زیادہ نیاز خاکسار نیازمند
الطاف حسین حالی

۱۶ اکتوبر

جناب مخدوم و مکرم

بعد سلام و محبت

اس غرض سے کہ گورنمنٹ - ندوۃ العلما کی مقاصد سے کما حقہ
واقف ہو سکے - ایک یادداشت تیار کی گئی ہے - اسکا انگریزی
ترجمہ ہو کر - ارکان کے دستخط سے گورنمنٹ کے پاس بھیجا جائیگا
اسلیے اسکا مسودہ آپکی خدمت میں ارسال ہے - آپکی دانست میں جہانتک
کوئی امر مناسب نہو اسکی اصلاح فرما دیں - یا اگر آپکی رائے میں اسکا ہر ایک
بالکل برطرفی کے قابل ہو تو آپکو تبدیلی کا بھی اختیار ہے - والسلام

محمد علی ناظم ندوۃ العلما

بقلم شبلی نعمانی
از دفتر ندوۃ العلما

ہوالمستعان

نواب صاحب عالی جناب تسلیم

یہ تو میں جانتا ہوں کہ جب سلطنت کا کام ہو تو فرصت کہاں

مگر کیا کروں کہ آپ دریائے فیض اور میں تشنہ مراد اگرچہ آپ کی

تشریف آوری میں میرا فخر دائر ہے برج کار سرکار اور حصول فرصت کا

کیا علاج مجکو حاضر ہونا ضرور اور عرض مطالب جو در پیش تفکر ہیں

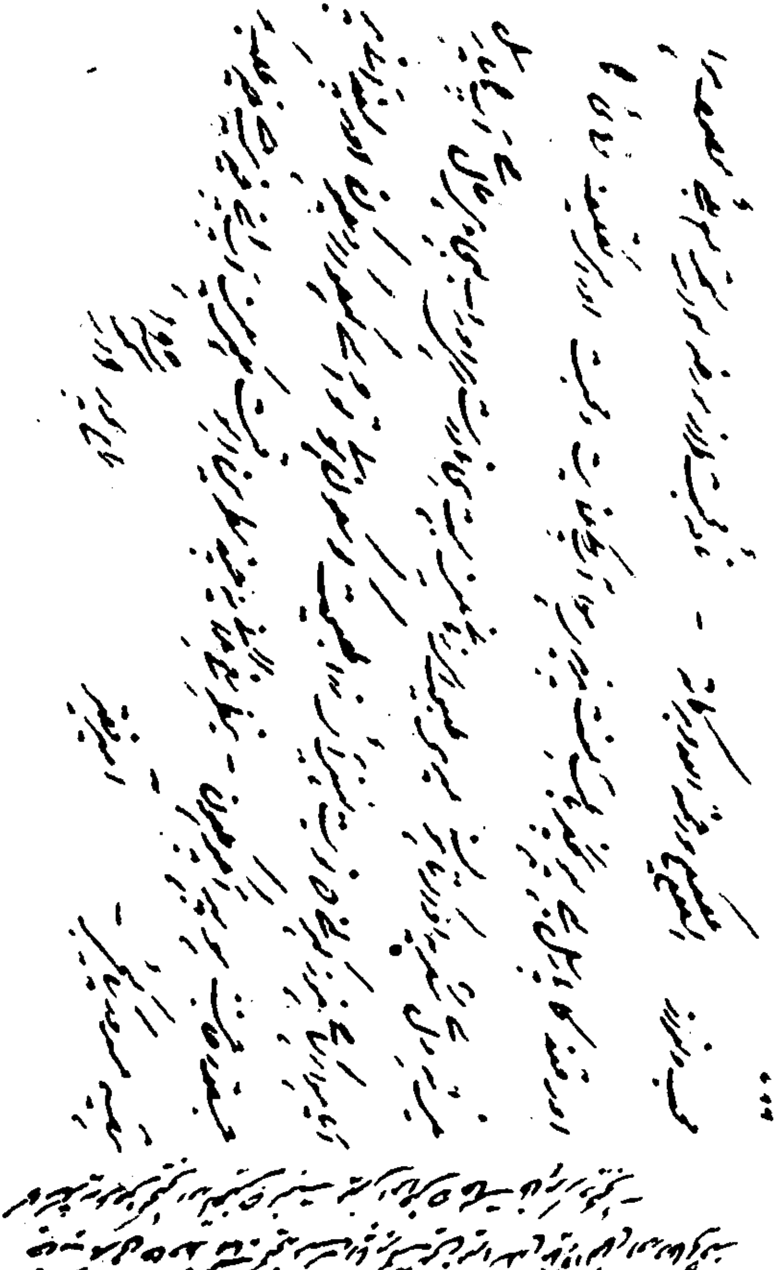
کیا کروں حیدرآباد داغ کا آنا اور جانا اور پھر آنا نہایت

دشواری ہو رہی ہے جو مجبوری وابستگی ہے مبادا کہ خالی قیام میں زبانی

زیادہ تر کہو ڈر رہا ہوں اندیشہ مند اس سبب ہوں کہ تم زبانی بلدہ ہو

اہل بلدہ کی طبائع سے سادگی کو دور کر بر خلاف ہدایت سامی ہو کر
مضر ہو۔ انکا عذر صفائی کشاں کشاں لے آیا۔ بہت بیمار سے
اب بھی مجروح ہوں۔ عند اللہ ثابت ہی استدعا مختصر عرض کرتا ہوں میرا تحریر بند کر
اور الفاظ میری شہرت کثیر باعث ملامت ہیں وصفوں کی زیادتی کا گلہ ہے
ہم ہیں سرکار عالی وفادار کا امیدوار ہوں کہ کسی عرض میں نہیں رکھی اگر حکم ہو کہ
رزق تو اگر اس حکم سے متوقع ہوتا تھا خبر نہیں کہ کیا ہے۔ احباب کی دوری
جو زمانہ قبل میں آپکے وحید کی دستگیری دائمی ہوئی ہے۔ آفتاب نیکنامی
ابد ابد پر روشن درگاہ سے سپردم بتو مایۂ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را
زیادہ زیادہ حسرت کا تڑپنا لگا ہے۔

ملتمس
داغ دہلوی
۱۵ رمضان ۱۳۱۲ھ



[illegible]

یہ سن کر کہ حیدر آباد میں آپ نے محکمہ [illegible] میں اپنی محنت [illegible] لے گئے ہیں

گرامی کو یقین کامل ہے کہ آپ کی ہمت و استقامت سے حیدر آباد میں [illegible] صاحب مصنف اردو

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بمبئی

۱۵ مارچ

خدا بخش – تمہارے محبت نامے اور تار دعا رسید
ممنون ہوا ہوں – نظم کے قلب پر آپ کی محبت
بھری تحریر کا بہت اثر ہوا اور میں خود علیگڑھ
آکر آپ کا شکریہ ادا کرونگا –

میں آج ہی چلا آتا مگر سرکار ہمارے کا ارادہ ہے
کہ آج ... جو بنکویٹ دیا
جا رہا ہے اس میں شریک ہو – کل ...

بہت ممکن ہے کہ گفتگو کے واقعات پر
حکام سے گفتگو ہو۔ اسکی مناسب ہو جائے کہ التوا کر
آنے میں التوا کیا جائے۔ اور چونکہ اجلاس کمیشن
کا ہو گا اور میں شہادت دے سکونگا۔ اس عرصہ میں اور
شہادتیں بھی دی جا چکی ہونگی جن سے معلوم ہو گا کہ
کن کن امور پر زیادہ زور دیا جائے
لیکن اگر صلح ہو تو میں کل صبح ہی علیگڈھ پہنچ جاؤ
کل ہی تار دیا تھا اسکا جواب آج سہ پہر ملیگا۔
اگر ضرورت معلوم ہوئی اور آپنے یا مولوی
پریسیڈنٹ کمیشن نے مجھے تار دیا تو مفصل ہی

شہادت دے تو ہو جائے گا ۔

شہادت کو تمہید آج تمام کر دوں گا ۔ مگر رسالہ سب تیار ہے ۔ اگر [illegible] میں چاہیں تو ایک جلسہ
ہوا تھا جس کی روئداد کو خدمت عالی میں ارسال کر چکا ہوں ۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس قدر
[illegible] کمیشن کے بیٹھنے میں کیوں ہوئی ۔ اس کا فیصلہ میں تو کر چکا تھا [illegible]
ہے نہیں کیونکہ شوکت صاحب اور پرنسپل صاحب کے خطوط سے ایسا ہی معلوم ہوا
اتنی جلدی میں غور بھی نہ ہو سکے گا اور [illegible] اس وقت آپ [illegible]
جو [illegible] پورے [illegible] جلسہ [illegible] ہو رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ کمیشن
الیکشن میں ضرور [illegible] ۔

ع ۔ آپ [illegible] ۔ اس سلسلے نے آپ کو اس قدر پریشان رکھا ہے
کہ آپ کا کام بہت کم ہو سکا ۔ اخبار [illegible] جینے کو دو [illegible]
[illegible] ہفتہ میں انگریزی کا [illegible] روزانہ تیار ہو جائے گا ۔ اور [illegible]
[illegible] ۔ انگریزی کا [illegible] کی قیمت [illegible] روپیہ [illegible]
اور [illegible] صاحب کے مطبع میں ۵۰۰ کا [illegible]

اور اب یہ کانسٹیٹیوشن کو بھی مرتب کر سکوں۔ [illegible] آج
صبح سے [illegible] بیٹھا ہوں۔ اور اسمیں صرف [illegible] ریزولیوشن [illegible] بابت
اس کانسٹیٹیوشن کے متعلق درج ہے تا کہ [illegible] ہو سکا۔ مسودہ کانسٹیٹیوشن
انگریزی میں [illegible] کر دیا گیا۔ اور جب آپ میری تو [illegible] تشریف
قبل [illegible] رکھا جائے تا کہ خود جو سوچیں اور فیصلہ اپنا رہیں

[illegible]
[illegible]

امید ہے آپ کی توقع پر [illegible] خدا آپ کی عمر عمر خضر
[illegible] آمین

آپ کا عزیز نیاز مند
محمد علی

الله اکبر

Tele Address Khilafat

Telephone No. 41706

Khilafat House

LOVE LANE

BOMBAY 10

KHILAFAT

خرول باغ
۲۲ رجب ...

برادرم السلام علیکم

حامل ہذا احسن احمد میرے سکریٹری حبیب احمد ندوی کا بھائی ہے مسلم کالج میں داخل ہونا چاہتا ہے درخواست دیدی ہے امید ہے کہ آپ اسکی طرف خاص توجہ کریں گے اور مدد دو اور اسکی ہر طرح نظر رکھتے ہوئے داخلہ و زمانہ تعلیم میں سہولت پیدا کرنے میں کوشش کریں گے - میں بھی مولانا کو دہلی سے ملکر رائیونڈ ہوکر یا لاہور تک شملہ نیلا جاؤں گا رستے زبانی کہنے کا موقع نہ مل سکتا ورنہ زبانی کہہ دیتا وعدہ اتفاق ہے رہبر ایسے ملنے کی کوشش کرتا ہوں تو آپ بھی ملتے اور جب آپ دعوت دیتے تو میں انشاء اللہ کوشش کروں با وجود میں پہنچ سکتا مجھے افسوس ہے - آپکا بھائی

شوکت علی
خادم المسلم

بسم الله الرحمن الرحيم

سيدي عمر الله ناديك واسبغ على محبيك اياديك ونضر نعاديك
وشفى الله المرضى بنفسك المبارك ولا اراك مكروها طول عمرك
الطويل في من تحبه وتلقى عليه انظارك آمين
بعد ما يجب اهداؤه من سلام وتقبيل تلك الايدي العظام
فعرضي على صاحب مولانا انا لانزال نتابع الدعاء له ولابنه
واخيه نسئل الله الاجابة ولا يخفى سعادتكم ان الداكتور
رشيد الدين قد سافر منا بذا للرئيس لجنايات صدرت منه
فوبخه النواب اغاه الله توبيخا حوجه الى بضربية تلك
الليلة ملزاقا الى الكنشر ثم اصبح منا جاوزنا ثلاثة يوم انا صاحب سافر
وانا انا اشرت الى بعض القصة وتفصيلها قد اتاك من
اراكين الدولة هذا والسلام على كافة من لديكم من محمد طيب

٢٢ محرم سنه ١٣١٩

۱/ر

۳ مئی چہارشنبہ

عزیزہ من سعادت

آج میں گلبرگہ میں ہوں جو نہانے آیا ہوں دن بھر رہوں گا

رات کو پھر روانہ ہوں گا کل جمعہ کو سوار ہو کر رات کو انشاء اللہ

حیدر آباد پہونچوں گا — بار محمد علی [illegible] صاحب گلبرگہ

حیدر آباد کا عہدہ [illegible] سے [illegible] سے استعفیٰ [illegible]

رہ جانا ہوا کہ جب حیدر آباد سے تار پر پہونچنے کی اطلاع دوں گا

والسلام
خاکسار
مشتاق حسین

دہلی ۹ ستمبر ۴۷

عزیزی! تمھارا خط ملا۔ تم نے جو حالات
لکھے ہیں ان سے مجھے خوشی ہوئی
لیکن میں سمجھتا ہوں اگر تمھارے خاندان
کے بزرگ پاکستان جا رہے ہیں تو تمھیں
ان سے الگ نہیں ہونا چاہیے۔ تم لاہور
یا کراچی میں دینی تعلیم بہتر طریقے سے جاری
رکھ سکو گے۔ والسلام

ابوالکلام

Tibbia College Hospital
Delhi
18/1/1926.

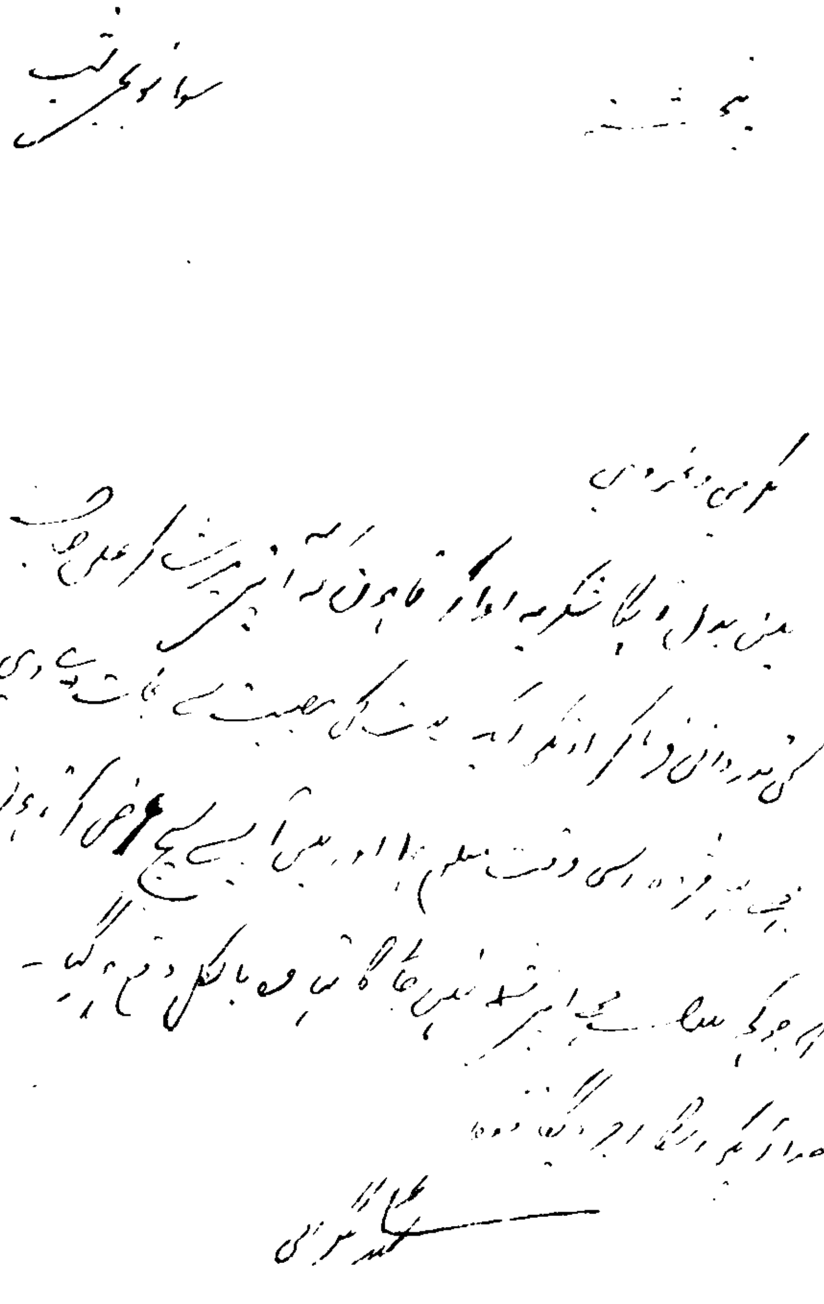
D. Keane,

Zamoorrat Bi, is a patient
whom Hakim Ajmal Khan sahib is very
interested, as she is connected as an
retainer of his family. On his advice
and I am writing this to you & request
to kindly examine this poor woman &
us know what is the nature of this
[illegible] she has got & what is your advice
an operation is advised would you be
to take her in the hospital & do the
[need]ful. She is a very very poor patient.

With kind regards Yours sincerely
M. A. Ansari

Honorary Secretary's Office,
M. A.-O. COLLEGE,
Aligarh, 9 [illegible] 190

[illegible]



مخدومِ من

مجھے ارنلڈ صاحب نے خبر دی ہے کہ سید علی صاحب مارشل صاحب

کی جگہ جو درسگاہ عربی لندن میں ہے اور ان کو خالی رکھی ہے

اور مجھے کہا ہے کہ آپ سے عرض کروں کہ یہ خدمت ان کے واسطے

ممکن ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ مناسب سمجھا اور نہ مناسب

سمجھتا ہوں۔ حضور کے سامنے پیش ہے اور اعلیٰ حضرت کی جو

مناسب سمجھیں گے مقرر فرمائیں گے۔ اس پر بھی اگر کوئی

حکم فرماویں تو حضور کے پیش کروں تو بھی عذر نہ ہوگا۔

اگر صاحب معلوم ہو تو یہ رقعہ سرکار عالی کے حضور میں ملاحظہ

میں لا سکتے ہیں۔

[illegible]

مشفقی مکرمی۔ والا نامہ پہونچا اسمیں آپ نے چند باتیں دریافت کی ہیں

اس کے متعلق میں حسب ذیل اشارات ہیں

(۱) حشر کے دن سے زلف کسکی سنواریگا ؟

(۲) جو کچھ کافر یا رہتے نسبت ہے کا حل ہی کون ؟ معلوم کا کل رہا

ج ۱ سرشتہ اسلام کی زلف اسکی کو نسبت عبدالرحمن کی ضمیر کا مرجع

سمجھ رہا ہوگا

ج ۲ اسمیں اخلاقیات نہیں صرف معشوقہ ہی کا جلال غیرت ذہنیت

یہ مراد معشوق کیسی بات زلف اسلام ہوگا ۔ یا اسلام کا کاجل یا کر

مشرکین لغت کی آنکھوں میں لگا دینگے و اور کافر یا زنار کو معشوقہ سے تعبیر

مترجم ان کی کو بہت ہی عام بچوں کی طرح سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں صلاح کا اسکا

تمام انداز خرق العادت ہیں — اس مضمون کو ان عبارت میں واضح

لکھدیں — آشفتہ سے خفا ہو کر ان کی معذرت بھیجی آپ اپنا مضمون سمجھ

رہے ہیں یہ زبان اور نے دنیا فتنہ کر رکھی آشفتہ یہاں نہیں ہیں ورنہ

لکھوا دیتا ہو کہ علمی معاملات اسلئے انکا نام ہے اچھا تھا ورنہ کا

خوف اگر ہو تو کسی دوسرے نام سے دیدیجئے آپکا مسئلہ ہو کہ

ہوگا جو میرے لئے ہے —

عزیز

کیمپ زیرا ڈیرہ
ضلع بنگال
مورخہ ۲۲ نومبر

مکرم بندہ تسلیم -

محبت نامہ موصول ہوا - میں محجوب ہوں کہ آپ میری وجہ سے
ایسے الفاظ اپنی نسبت تحریر فرماتے ہیں - مجھے سخت ندامت ہے -
آپکا اظہار ندامت آپکے حسن اخلاق کی دلیل ہے - میں آجکل
دورہ پر ہوں اور ۱۵ جنوری تک بریلی واپس جاؤنگا - اغلب ہے
کہ فروری میں میں لکھنؤ حاضر ہوں - تیز سے اطلاع دونگا
اور در دولت پر حاضر ہونگا - آپکو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے
صرف رسالہ پڑھنے کی ضرورت تھی - اگر عاریتاً مل جائیں تو میں ممنون ہونگا
غیر اشاعت شدہ اردو (مثلاً میر - سودا - مصحفی - انشا - آتش - ناسخ - حسن
وغیرہ) کی تعداد کی نام مجھے درپیش ہے اگر آپکے علم میں ہوں یا جو صاحب
میری امداد کرسکتے ہوں تو انکا نام و پتہ مجھے مطلع کیا جائے -
باعث شکریہ ہوگا -

آپکی محبت کا شکریہ ادا کرتا ہوں - آپکی ذرہ نوازی صفتوں کا ہے
اور جن پر ہم لوگ ناز کریں آپ ایسا گوہر ہے -

نیازمند
رام بابو سکسینہ
(ڈپٹی کلکٹر)

میری میاں مرے آزاد — ریاض خود کو حقیقت نصیب میری آپکی وجہ سے سمجھتا ہے
خدا اسی ایسا ہی ہو۔ آپ میری تعریف میں۔ اگر میرا یہ شعر پڑھ دیں گے تو مجھی ندامت ہوگی

واعظ ہی خراب ہوش خلد یا کلاسیہ مستحق جنتی ہے۔

خدمت میں مجموعہ بھیجا کر دیں خدمت انجام دی ہے — اب تھوڑی سی دنیا بھی جا دیکھی
آپ نے خط میں تحریر فرمایا کہ عالی جناب کنور کرشن چند جی پرتاب نرائن سنگھ صاحب کی
اسم گرامی ہر وقت … مرحوم … تعزیت … کیجیے گا
کہ مرحوم کا اسم گرامی تمام حیدرآباد میں ہو۔ مرحوم کا اسم گرامی بالفعل در اصل خاص میں …
جانی ہے۔ … زیادہ کی تکلیف دنیا میں … اسکو کہ خدا … رہائیت … کی
… — یہ مرحلہ … بار بار … مرحوم
کوئی … خود … ریاض … اب … آئندہ …

راقم
… ریاض … آپ کو … جناب …
مکان … خیرآباد … ۱۵ فروری …ء

دار المصنفین اعظم گڑھ — نمبر ۵۰۶ — مورخہ — سنہ ۱۹۳۹ء

مکرمی السلام علیکم

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۶ جون کا جواب ۲۳ جولائی کو دیا
ہر چند آپ ان اطلاعات سے دور ہیں، مگر چند سال سے یہ عہد کیا ہے کہ
رمضان کے پورے مہینے کسی گوشہ میں لے کر دن جو تھوڑی مدت کی
مصروفیتوں سے خالی ہو، چنانچہ ۳ مئی سے ۱۵ جولائی تک وہیں رہا
اسی زمانہ میں عنایت نامہ آیا۔
مشرقی صاحب کے تذکرہ پر تبصرہ میں نے لکھا تھا، جو زمیندار میں
چھپا تھا، اور اسی میں مولانا قاسمی صاحب چند سالوں کے ساتھ اس
مضمون کو بھی چھاپا ہے، ان سے طلب فرمائیے، میرے پاس نہیں
یہ صاحب سرسید سے بھی آگے ہیں، اور کم از کم تذکرہ کا طبقہ
ایسی جماعت کی بنیاد دہرا قائم ہے، جس کا ہر سمجھدار مسلمان خلاف
فرض ہے، باقی مسلمانوں کی عسکری تنظیم کے نقطہ سے بھی
نہیں، سطحی رنگ سا لگتا ہے، یہ ایسی حرکت ہے اگر نہ پیدا ہوتی
تو کوئی تنظیمی قوت جو غیر استبدادی عسکریت پر مبنی ہو، جو
ضروری ہے۔

والسلام
سید سلیمان
۲۳ جولائی ۱۹۳۹ء

[illegible]

[illegible]
[illegible] دسمبر [illegible]
[illegible]

جناب مکرمی [illegible] صاحب

السلام علیکم ۔ آپ کا [illegible] نامہ [illegible] ۔ تحریر [illegible]
کہ [illegible] کس قدر [illegible]
[illegible] اگر [illegible]
[illegible] عنقریب [illegible] ۔

[illegible]
[illegible] ۔ اور [illegible]
مگر آپ نے جو [illegible]
[illegible] ۔ اگر [illegible]
[illegible] ۔ [illegible]
[illegible] ۔ آپ [illegible]
[illegible] ۔ [illegible]

میں زمینداری رکھتے ہیں۔ اور لوگوں کے جھگڑے ہیں جو صاحب جائیداد و قرض کے
ہوتے ہیں۔ وہ جب تک ان سب کو فیصلہ [illegible] نہ کر لیں۔ [illegible]
نہیں آ سکتے۔ اور اسقدر اشیاء [illegible] خانہ میں کہاں لے جا سکتے ہیں
[illegible] عمر بھر کی کمائی کی نسبت آپ خود ہی تجویز فرماتے ہیں۔ وہ
بہت ہی بڑے ہیں۔
نواب صاحب کا خط بنام محسن الملک صاحب بہادر کے استعفیٰ کا ذکر آنریبل
مسٹر [illegible] سے جو گورنمنٹ انڈیا کے ہوم سیکرٹری ہیں کیا ہے۔ انہوں
نے بہت افسوس ظاہر کیا۔ اور کہا کہ ہم ہرگز سر انٹونی میکڈانل
سے یہ توقع نہیں رکھتے۔ کہ وہ [illegible] کی مخالفت کی ناراضگی
کا کالج پر کچھ اثر ہونے دیں۔ اور کہ [illegible] گورنمنٹ اور [illegible]
کو نواب محسن الملک کی [illegible] ہے۔ اس امر کا [illegible]
بہتر رہنا چاہیے۔ اس لئے نواب محسن الملک کو [illegible]
[illegible] استعفیٰ واپس لینے کو لکھا گیا ہے۔

زیادہ حدِ ادب

عبدالقادر

جناب والا

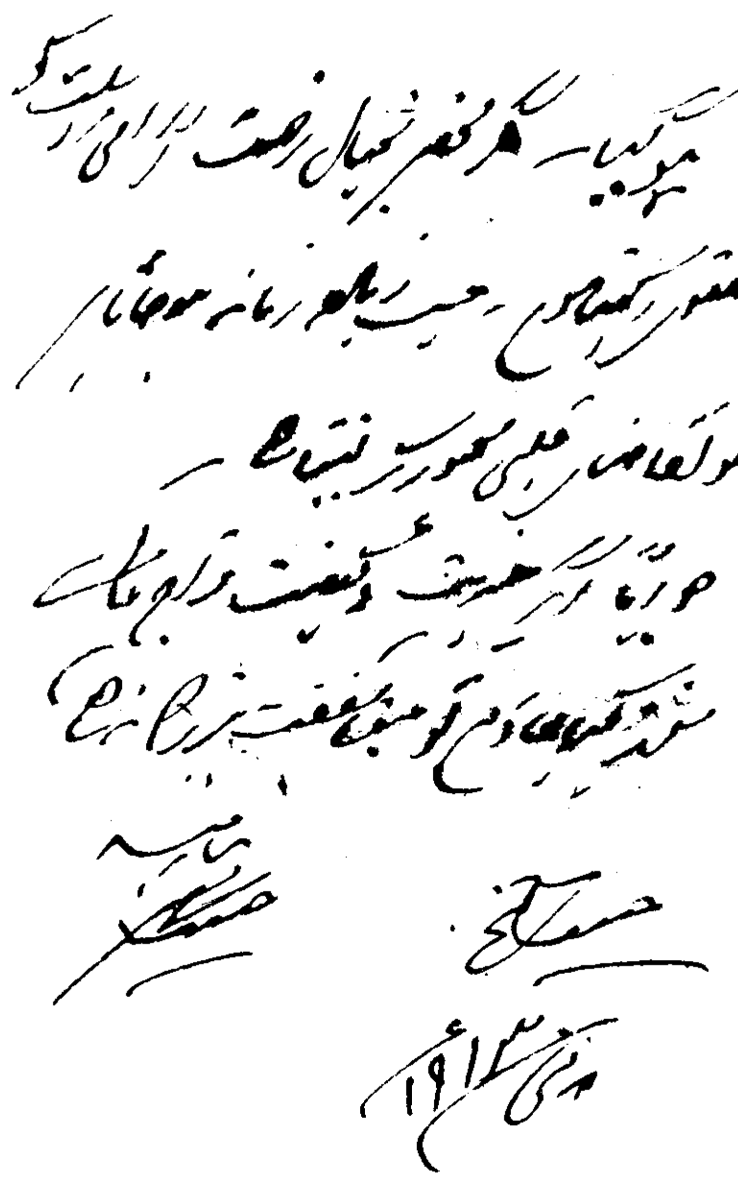
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ پیساکھی میں

ایک عریضہ لکھا خیریت مزاج حضرت سامی معلوم

نہ ہوا آپ مشرف نہ فرمایا [illegible] حبیب

کو ارادہ خیال سے شرم محسوس کرتا ہوں کہ [illegible]

سے تشریف ہی لا [illegible] بعض [illegible]


۱۹۱۲

اورنگ آباد دکن
۳ جنوری

مخدومی و محترمی سلمہ — تسلیم

آپ کا عنایت نامہ پہنچا، جس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔
حقیقت یہ ہے کہ مجھے بہت شرمندگی ہے میں اپنے قصور کا
اعتراف کرتا ہوں اور اس پر نادم ہوں۔ انشاء اللہ اب
اردو آپ کی خدمت میں برابر حاضر ہوتا رہے گا۔
آپ نے اردو زبان کی جو خدمت کی ہے اس کا معترف ہوں
پابند بنایا۔ اچھے مضمون کا کچھ ان لکھتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ
میری اس خطا کو معاف فرمادیں گے۔
میں آپ کی خدمت میں ایک [illegible]

ہم بھیجتے ہیں۔ بالکل آپ بنظر تنقید و اصلاح ملاحظہ
فرمائیں اور بعد تامل دل کھول کر اس پر نکتہ چینی کیجیے
اور جن اصحاب کی صحبت میں بہت مسئلے سلجھائیں
میرا مقصد یہ ہے کہ طبع سے پہلے اہل نظر کے دیکھ لیں
جو تنقیدیں وصول ہوں گی انہیں ایک مجلس میں
مفید ہونے پیش کروں گا اور اس کے بعد طبع کرایا
جائے گا۔ آپ کو جو الفاظ قابل اعتراض معلوم ہوں
ان کی اصلاح فرمائیے اور کوئی بہتر لفظ آپ تجویز
فرمائیں تو لکھ دیجیے میں بہت ممنون ہوں گا۔ اور
جس کسی کو آپ اس قابل خیال فرمائیں تو اس کا حال
مشورہ کیجیے یا جن صاحبوں کو آپ کہہ دیں گے ان کے پاس
بھی یہ مسودہ بھیج دیا جائے گا۔ مجھے اس امر کا
افسوس ہے کہ جن جن صاحبوں سے مجھے یہ امید تھی

انہوں نے بہت کم اس طرف توجہ کی۔ مجھے
امید ہے کہ جناب ضرور اس کے متعلق تفتیش
و سعی فرمائیں گے۔

آپ سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے
اگر موقع ملا تو ضرور حاضر ہوں گا۔

خادم

عبدالحق

N.M.1966.97/73

[illegible]

[illegible] مولوی مشتاق احمد صاحب [illegible]

[illegible]

[illegible] رضامندی [illegible] سے مجھ کو مطلع [illegible]

مشتاق حسین

بجواب عارض مع شکریہ مجھ کو بہ خوردار عزیز تر از جان

مولوی مشتاق احمد سلمہٗ کی تعلیم کے متعلق مذکورہ صدر

خدمات کا بجا لانا تہ دل سے منظور ہے۔

میں اپنے فرائض ایمانداری اور توجہ اور دلدہی سے

انشاء اللہ تعالیٰ بجا لاؤں گا۔

لہٰذا اپنی رضامندی کی بہ تحریری اطلاع دیتا ہوں۔

بقیۃ آداب

Abdurrahman

کمترین

غلام غلاماں

عبدالرحمٰن بجنوری (سیہاروی) بیرسٹر ایٹ لا

بقلم خود

قبلہ و کعبہ من — بعد لوازم عبودیت اینکہ — کتب تہافۃ الفلاسفہ

مرسلہ جناب ارسال کی دیں۔ بہت جلد واپس کردونگا انشاءاللہ۔

اور ان دونوں کے وہ معنے ہیں جو مولوی صاحب سمجھا کرتے ہیں۔

بہت وجہ یہ حضور کے رسالہ مشکوۃ الانوار کی نقل کی تھی۔ وہ بہت غلط تھی

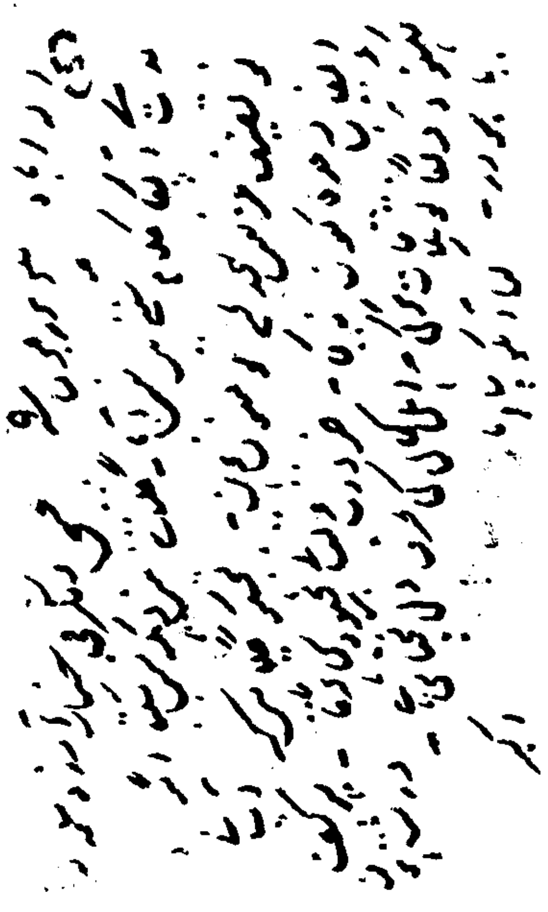
اوسکی تصحیح حتی المقدور کر لی گئی ہے۔ اگر ایک حضور کو اور کہیں سے

نہ ملی ہو تو میں بھیجوں۔ والتسلیم مع الاکرام

بہتر ہو کہ حضور ایک رسالہ بشارات پر بھی لکھیں دعا ہے

حضور کا خادم

ممتاز علی



۲۲ نومبر [illegible] یو۔ پی۔ [illegible] احمد علی [illegible] ——— [illegible] ۱۹۱۲ء

کرم فرمائے من! حضرت [illegible] [illegible] تسلیم۔ آپ کا [illegible] میں [illegible] خدا
آپ اپنے مقاصد میں کامیاب کرے [illegible] میں آپ [illegible] خدا کا شکر ہے
اپنے والد [illegible] [illegible] آپ [illegible] میں [illegible] کو [illegible] نہیں [illegible]
[illegible] کا کام [illegible] کی دوستی اور [illegible] [illegible] [illegible] اور
[illegible] نہیں [illegible] ہے۔ آپ [illegible] میں [illegible] اور [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] دیکھا۔ [illegible]
یہ ہے کہ [illegible] کا [illegible] میں آپ کا [illegible] ایک ہی [illegible]
اپنے [illegible] آنکھیں [illegible] باتوں [illegible] فلسفہ [illegible]
[illegible] سمجھنے۔ آپ [illegible] انتظار ہے۔ کہ [illegible] میں [illegible]
[illegible] میں۔ [illegible] اور [illegible] دونوں [illegible]
[illegible] کی [illegible] سمجھئے۔ [illegible] قابل داد [illegible] کی [illegible]
کچھ [illegible] نہیں سکتا۔ [illegible] ہے۔ آپ میں [illegible] ہیں۔ [illegible] کو
[illegible] دیجئے۔ آپ کو [illegible] نہیں معلوم ہیں۔ اگر [illegible] ہوگا۔
مگر [illegible] ہے۔ آپ [illegible] نہیں۔ [illegible] اگر [illegible]
[illegible] اور [illegible] مجھے [illegible] معلوم ہوا کہ [illegible]
[illegible] کے [illegible] واللہ ہے۔ مجھے [illegible] ہے
[illegible] نہیں [illegible] تھا۔ [illegible] معلوم نہیں کہ [illegible]
[illegible] سو [illegible] اور [illegible] احساس ہی [illegible]
[illegible] ہے۔ [illegible] ہے۔ [illegible]
[illegible] ہے۔ [illegible] نہیں [illegible] میں [illegible] اور [illegible]

آپ کا [illegible] ——— احمد علی شوق۔ [illegible]

دلگداز پریس
[illegible] لکھنؤ

۲۸۶

۸ جولائی ۳۶ء

برخوردار سلمہٗ

دعا - پرسوں تمہیں خط لکھا تھا تمہیں کل مجھے پہلے ہی کا سا
دماغی دورہ پڑا ہوا آج قریباً دس بارہ منٹ میں ختم ہو گیا
لیکن کل دن کو اور رات بھر تمام قویٰ میں سخت کمزوری رہی
اور آج بھی دماغی کام کرنے کے قابل نہیں ہوں سبب
زیادہ خیال یہ ہے کہ اس دورے کے لیے نزلہ میں اور زیادہ
خیرگی محسوس ہوتی ہے - میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ عذر کب تک
رہیں -

والدعا

خاکسار
محمد عبدالحلیم

FAIZ MAHAL.
KHAIRPUR-MIRS, SIND
______19__

۴ جنوری ۴۹

اُستاد دام برکاتکم ۔ تسلیم ۔ رخصت کے وقت مین آپ سے یہہ کہنا بھول گیا کہ جو نظم
لنچ کے وقت ارشاد کی گئی تھی اُسے خوشخط لکھوا کر اور عمدہ طور پر فریم کرکے فوراً ہزہائی نس کو
بھیج دیجئے ۔ اور اُسکی ایک نقل اسیطرح ہیجر صاحب کو بھیجدی جائے ۔
ضرورت اور سخت ضرورت ہے کہ جس "انتخاب" کے متعلق آپنے اپنی نظم مین ذکر فرمایا اُسکی نسبت
لکھنؤ اور مختلف مقامات سے خوشنودی و شکریہ کے متعدد تار ہزہائی نس کو جلد سے جلد روانہ
کئے جائین ۔ بغیر اسکے بیان کوئی خاص اثر نہین پڑ سکتا ۔ اِسکام مین نہایت عجلت کی ضرورت
ہے ۔ اور کیا عرض کرون ۔ زخمی ہون ۔ خدا کرے آپ بخیر ہون ۔ تسلیمات ۔

خیال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کانپور ۔ سہ شنبہ ۱۲ / اگست سنہ ۴۷ء

مکرمی السلام علیکم ۔ کارڈ آپ کا ملا ۔ یاد فرمائی کا شکریہ

ابھی تک میرا ارادہ اس سال بذریعہ ہوائی جہاز سفر حج

کا ہے اور بیٹھے اپنے ویزہ جہاز سے

براہ کراچی جانا طے پایا ہے حاصل یہ کہ

اگر پاکستان سے میں سفر حج کو [illegible]

[illegible] [illegible] میں کم [illegible] ہے

میرا قصد یہ ہے کہ ستمبر کے پہلے ہفتہ میں کراچی جاؤں

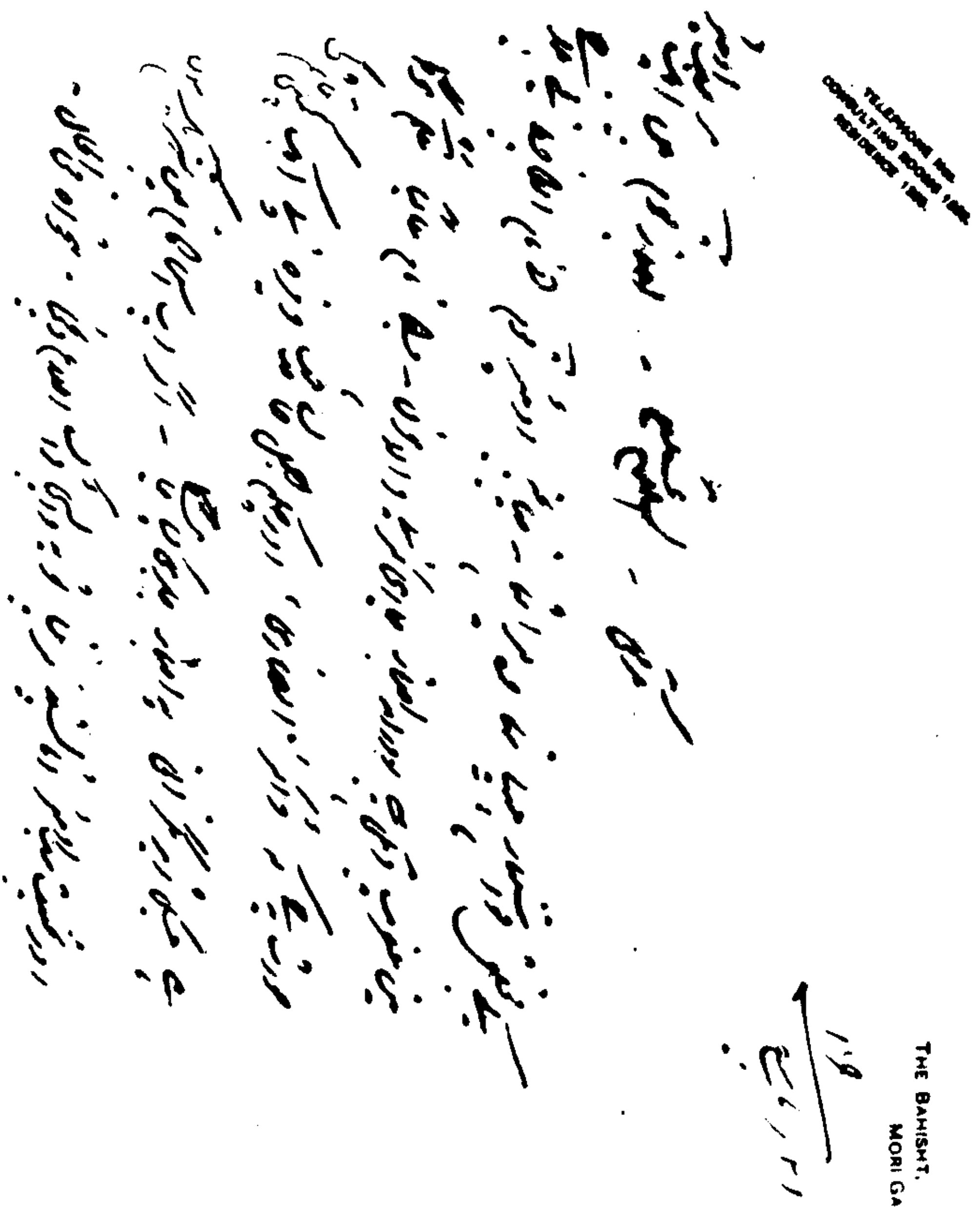
اور وہاں سے [illegible] ایک خدا نے چاہا تو ہوائی جہاز

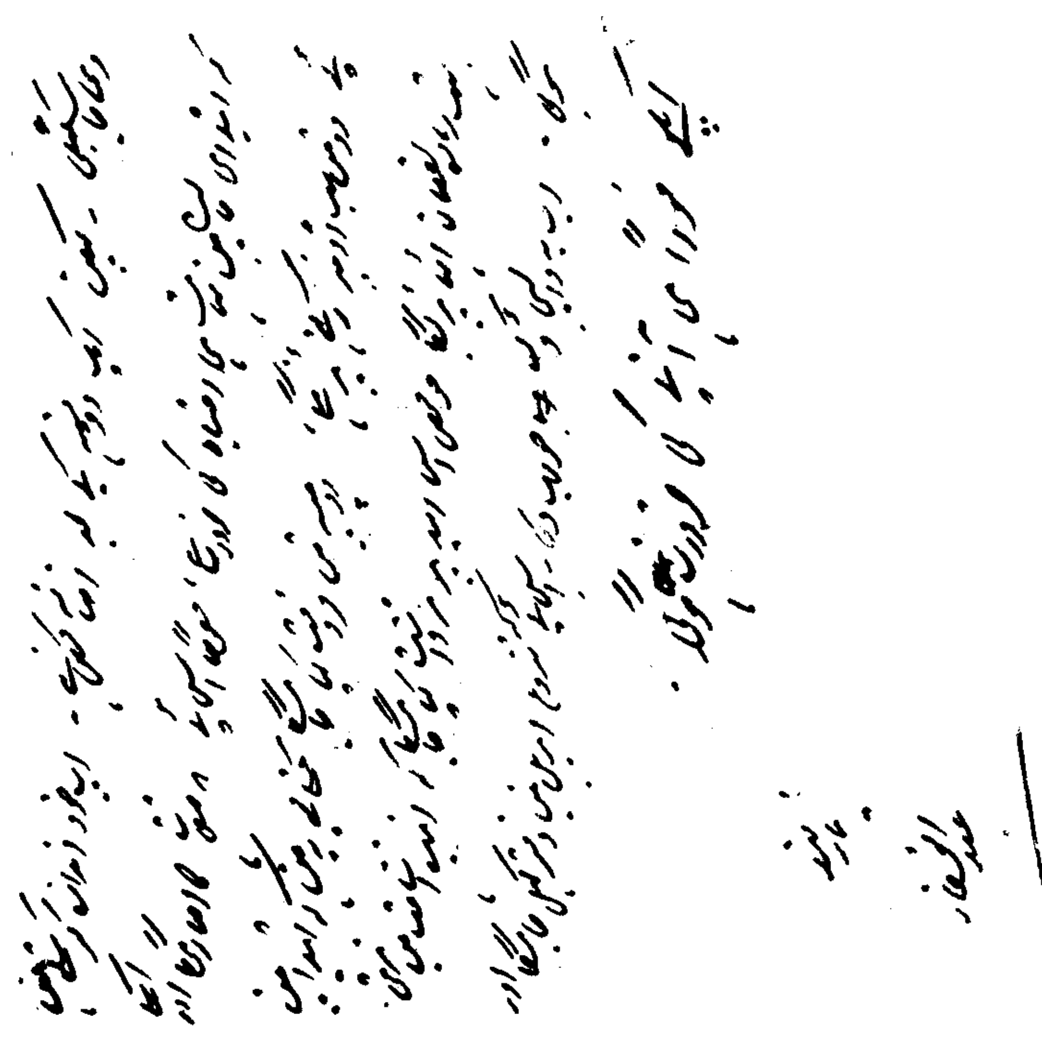
سے جدہ [illegible] اللہ [illegible]

[illegible] میں جب [illegible]

جو لوگ زمانہ میں [illegible] اللہ تعالیٰ آپ سے [illegible]

[illegible] حسرت موہانی [illegible]


THE BAHISHT.
MORI GA
TELEPHONE
CONSULTING ROOMS
RESIDENCE



یکم [illegible] ستمبر ۱۹۴۵ء

مہربان من

سلام — ذیل کے تینوں مصرع یقیناً ناموزوں ہیں — بحر منسرح کا وزن — مفتعلن فاعلات مفتعلن فع —
صرف اتنا تغیر جائز ہو سکتا ہے کہ آپ مفتعلن کے سین کو ساکن کر کے مفعولن [illegible] بنا لیں — چاہے
رکن اول میں — چاہے رکن سوم میں چاہے دونوں [illegible] میں مثلاً مفعولن فاعلات مفتعلن فع،
یا مفتعلن فاعلات مفعولن فع — یا مفعولن فاعلات مفعولن فع — اور [illegible] مصارع میں
ان میں کی کوئی صورت نہیں پائی جاتی لہٰذا بحر منسرح میں تو یہ ٹھیک نہیں ہو سکتے —
اگر کسی دوسری بحر میں مطابقت ہو جاتی ہے لیکن جائز وزن قرار نہیں دیا جاتا تو بحر منسرح کے لحاظ سے
یہ ناموزوں ہی سمجھے جائیں گے — اسلئے کہ موجودہ مختلف اوزان جائز نہیں — [illegible] ہے —
[illegible]

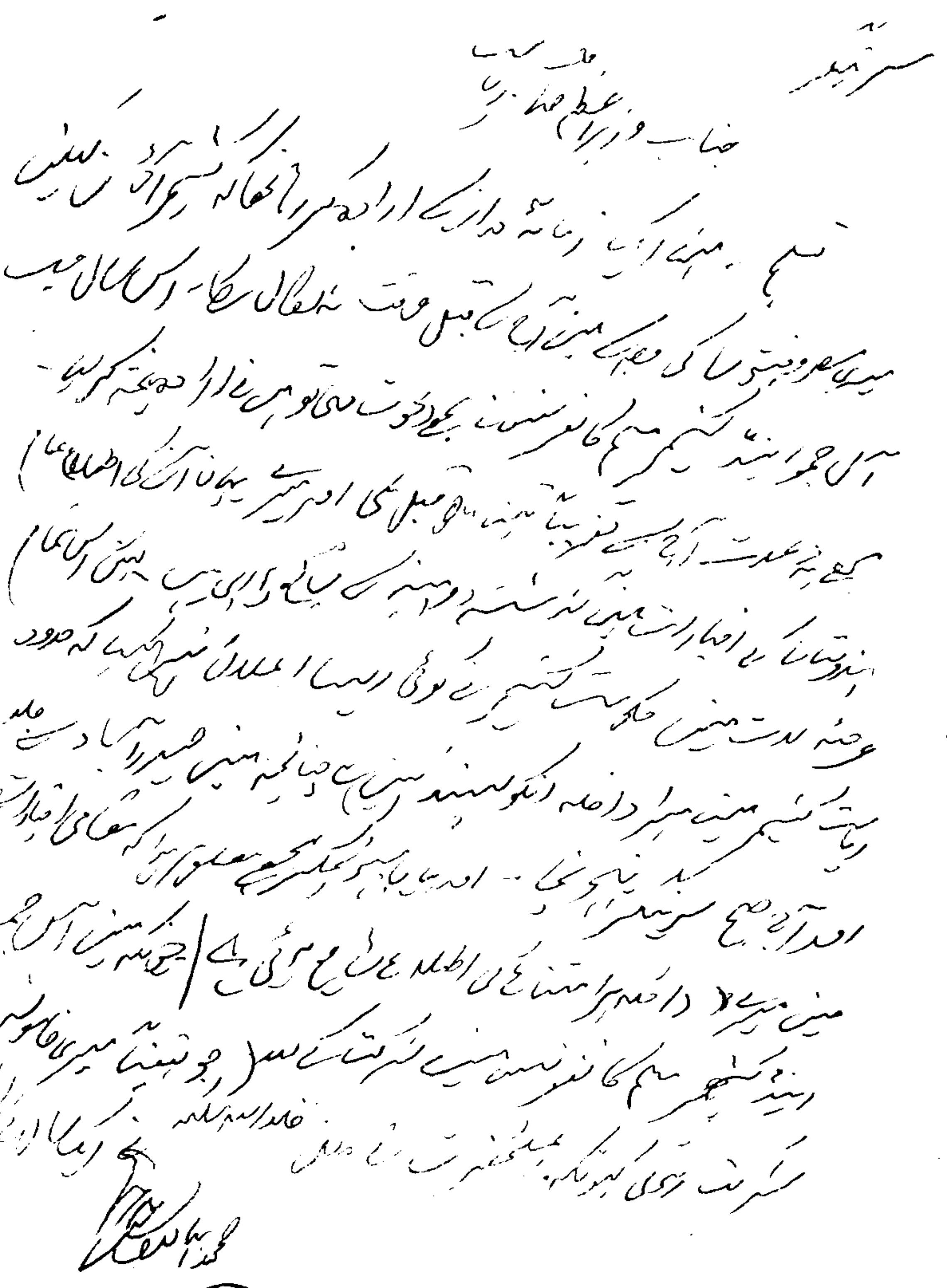
نیاز مند
آرزو لکھنوی

۹ دسمبر -

برادرم قوم - السلام علیکم - [illegible] آپ کے مفصل عنایت نامہ و تحفہ
کا روائی کے بعد یہ خط آپ کا روائی کے [illegible] تحریر کر رہا ہوں - پہلی تاریخ [illegible] میں بالکل تیار تھا - لیکن ان ہی
ایام میں ریاست میں اصلاحات کا اعلان ہو گیا - [illegible] اپنی پالیسی کا فوری طور پر اعلان [illegible] کیونکہ
گورنمنٹ نے [illegible] انتخابات [illegible] مسلم [illegible] کو [illegible] میں مہلت دی - [illegible] کا فوری اعلان [illegible]
[illegible] اور مجھ [illegible] میں [illegible] جانا پڑا - ان ہی تواریخ میں [illegible] مسلم لیگ کی [illegible] کونسل کا اجلاس [illegible] منعقد ہو رہا تھا
[illegible] وقت سے کچھ [illegible] کاروائی موصول ہوئی - لیکن ان ایام میں [illegible] قائد اعظم سے ملنے کے لئے
[illegible] تھا - واپسی پر آپ کا خط ملا - [illegible] Sand [illegible] [illegible] - [illegible]
[illegible] زیادہ کو - [illegible] دو چار یوم [illegible] ہوتا ہے - [illegible]
[illegible] خط [illegible] کہ آپ کا ایک اور خط ملا -

جہاں تک [illegible] کا تعلق ہے - [illegible] والا [illegible] فرصت ہوتا لیکن
بہت [illegible] - کیونکہ گذشتہ چھ ماہ میں [illegible] بہت زیادہ بڑھ گئے -
[illegible] کا سلسلہ جاری کر رہا ہوں - [illegible] پر [illegible] ہو جائیگا - ذرا تھوڑا سا وقت [illegible] -
[illegible] اجلاس [illegible] ماہ اپریل میں منعقد ہو رہا ہے - کیا [illegible] مسلم [illegible]
اجلاس کے [illegible] ہے یا نہیں؟ اگر اجلاس ضروری ہے (میرے خیال میں [illegible] ضروری ہے)
تو اس صورت میں آپ کو بھی [illegible] خط و کتابت کر کے [illegible] فرما دینا چاہیے - اگر کچھ کہیں تو میں خود
[illegible] سے [illegible] میں خط و کتابت کر کے آپ کو مطلع کروں -

[illegible]



حیدرآباد دکن [illegible] ۲۰۳

مورخہ ۱۸ مئی سنہ ۳۶ء

عزیزم شمس الرحمٰن

ایک خط تمہارے [illegible] خط کے جواب میں [illegible] لکھ چکا ہوں

اگرچہ اس خط میں مجھے کوئی جواب [illegible] مطلوب نہیں

مگر پھر بھی ہوں کیونکہ بہت مضطرب ہوں جی چاہا کہ تمہیں کچھ لکھوں

ملازمت ختم ہو کر ذریعہ آمدنی دفعتاً بند ہو چکا تھا

میرے گھر میں بیمار ہوئیں اور آٹھ ماہ [illegible] کچھ دن بیمار رہ کر رخصت

ہو گئیں ایک [illegible] [illegible] [illegible]

میرے قیام حیدرآباد [illegible] [illegible] [illegible]

جا رہا یعنی ۱۳ مئی [illegible] [illegible]

معقول [illegible] [illegible] [illegible]

نامعقول اسلئے کہتا ہوں [illegible] [illegible] کوئی امداد

[illegible]

جنابِ مکرم - زید لطفہ

السلام علیکم - میں حاضر ہوا تھا مع ایک اپنے بہت ہی عزیز دوست جناب حکیم الحق صاحب کے

آپ تشریف فرما نہ تھے - ~~بہرکیف~~ حالانکہ یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ مجھے آپکی خدمت میں

نہ صرف نیاز حاصل ہے بلکہ بجا طور پر حقوقِ محبت دیکھا گستاخی بھی رکھتا ہوں -

مجھے توقع ہے کہ جناب میری اس تحریر کو ہرگز رائگاں نہ جانے دینگے -

میری حالت جو کچھ ہے اگرچہ صاف اور نمایاں ہے لیکن بہت کم حضرات میں جو حقیقتاً

کچھ واقف ہیں - کسری ستیوں کے ساتھ جنون ترقی پذیر ہے اور ساتھ ہی قوت بھی

قریب قریب زائل ہوتی چلی جا رہی ہے - میں عرصے سے بیزار ہو چکا ہوں بلکہ اب

یہی وطن کاٹ رہا ہے - گویا خود میرا نفس ہے - اور میں کبھی آپ سے شاہد ہوں

نہ ملنے سے ہوا اس لئے ظاہر ہے کہ مجھے کسقدر تک اس علاج سے تعلق رکھتا ہے -

میں چاہتا ہوں کہ جناب بھی تکلیف شرکت فرما کر نہ صرف

اس محفل کو زینت بخشیں بلکہ مجھے ممنونِ کرم بنا لیں

میں یہاں سے کل مراد آباد چلا جاؤں گا - ورنہ پھر حاضر ہوتا - پھر حاضر ہوتا

اور پھر حاضر ہوتا - بہرحال میری عدم موجودگی کو عدم موجودگی

تصور نہ فرمائیے - میں آپکی اس عملی عنایت وکرم کو کبھی نہ بھولونگا

آپکا

مخلص جگر (غفر اللہ لہ)

ہوالملک

۱۶۸ وِلسلی سکنڈ لین کلکتہ

۲/ مئی سنہ ۴۰ء

مکرمی و محترمی تسلیم

عطیۂ گرامی "یادگار حامد" بوساطت جناب مرزا تبسم صاحب موصول ہو کر باعثِ صد افتخار و ہزار انبساط ہوا۔ مجھے بیحد مسرت ہے کہ جناب اپنے اس حقیر قدردان کو نہیں بھولے ہیں۔ میں تو ہمیشہ آپ کو یاد کرتا ہوں کیونکہ آپکی بدولت فنِ سخن اب تک ہندوستان میں زندہ ہے۔ یادگار حامد کا شایع ہو جانا ایک بڑی ادبی خدمت تھی جو آپ نے انجام دی: جزاک اللہ

نیاز کیش

رضا علی وحشت

۱۰ / مارچ ۱۹۳۰ء

دل نواز ۔ تسلیم نیاز ۔ مشاعرہ [illegible] خدا کے [illegible] ۔ [illegible]

[illegible] ۔ [illegible] ۔ [illegible]

[illegible] ۔ [illegible] کا مضمون [illegible] ایک [illegible]

[illegible] ۔ جواب [illegible] کا مضمون نگار ہی موجود ہے ۔ اگر [illegible]

[illegible] ۔ [illegible] کا مضمون تفصیلی ہو سکے ۔

[illegible] ۔ [illegible] ۔ [illegible]

[illegible] ۔ [illegible] ۔ [illegible]

آپکا نیازکیش دل

نگار ہوٹل، کراچی
۲۵ مئی۔

جناب مکرمی نقوش صاحب، السلام علیکم،

گرامی نامہ شرفِ صدور لایا۔ آپ کی نوازش و مرحمت کا بے حد شکر گزار ہوں۔ اس وقت مجید لاہوری صاحب اور ڈاکٹر فقیر محمد صاحب میرے پاس ہی تشریف رکھتے ہیں۔ چونکہ بعض مجبوریاں ہیں۔ جن کی وجہ سے ابھی تعمیلِ ارشاد دشوار ہے۔ اسلئے فی الحال اس دعوتِ طعام کو ملتوی کر دیا جائے۔ انشاء اللہ پھر کسی دن امتثالِ امر کیا جائے گا۔

ایک دفعہ پھر آپ کی نوازش اور قدر افزائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجید صاحب اور ڈاکٹر صاحب کی طرف سے سلام و آداب۔

سالک

حكمة الامام ولي الله الدهلوي

مبده تدريسها سنة ١١٥٦ ه الموافق ٧٤٣ هندي

سنه ١٣٥ هجري

عبيد الله السندي

کے اقتصادی اور سیاسی پروگرام کو اس درجہ منظم کر دیا ہے ۔ کہ نہ کوئی سوشلسٹ

پارٹی اور نہ کمیونسٹ پارٹی اسلام کی اس پالیسی سے جنگ کرنا ضروری سمجھے گی ۔

اس پر اعتماد اس لئے کیا جا سکتا ہے ۔ کہ کمیونسٹ انٹرنیشنل پارٹی اسکیم ماننے والے مسلمان کے

ساتھ لڑنا ضروری نہیں جانتا ۔ بلکہ بعض پروفیسر تو جلسوں میں کہتے ہیں ۔ کہ اگر ایسے

مذہبی جماعت منظم موجود ہوتے تو ہم اس مذہب کو قبول کر لیتے اور کاشتکاروں کے

مسئلہ کو حل کرنے کے لئے بیحد مفید ہوتا

(ل) محترم پریزیڈنٹ ! میں نے آپکا بہت سا وقت اپنی سرگزشت سنانے میں لے لیا ۔

میرا خیال ہے ۔ کہ جب تک کوئی مفکر ہمیں خاص طور پر سمجھانے کی کوشش نہ کرے

وہ ہماری عبارات پر مطمئن نہیں ہوگا تا وقتیکہ ڈپلومیٹک سیاست میں حرف سے کام انتہا نہیں کیا جاتا

مخدومی السلام علیکم

کیا وجہ ہوئی کہ آپ نے ابتک مستفسرات اور پارسی علوم کے
ناشر کا پتہ مسودات نہ بھیجے باوجود استفسار تاکید کے۔ دونوں
رسالے چھپ کر تیار رکھے ہیں صرف ناشر کا دیر ہے۔ اگر التوا
ہوتا تو چھپ گئے ہوتا — لہذا فوراً جلد تا فرد روانہ کیجئے — ورنہ
پھر لکھیے کہ سالانہ سے یہ دونوں رسالے بھیجے جائیں یا نہیں
ورنہ مجبور التجا —

امید ہے کہ آپ بخیر ہیں گے — سہارنپور اور بخار میں شدید تھا
اب افاقہ ہے — کوئی تکلیف نہیں سب اہل و عیال کے اچھے ہیں — لہذا
جواب سے باخبر فرمائیے گا

محمد اسلم — جامعہ ملیہ قرول باغ — دہلی

مسلمہ ۲۶ جنوری ۲۸ء

قطعهٔ تاریخ وفات حسرت آیات

مالک ملک سخندانی حاکم شهر سخنوابیانی شاعر حق‌شناس

جناب میرزا اکبر حسین صاحب یاس

نورالله مرقده

شاعر شیرین زبان ذاکر حسین　　مرثیه خوان حسین ابن علی

کرد رحلت از جهان بی‌ثبات　　شد میان کنج مدفن منزوی

در محرم صبح روز شنبه ده　　مهر ما آمد چو شام بیکسی

مرغ روحش ز آشیان رخت بست　　یافت آزادی ز دنیای دنی

گفت محشر مصرع سال وفات

سوی جنت رفت مداح نبی

۱۳۲۴ هجری

حامد حسن قادری

۵۸۶/۹۲

ناظم آباد۔ نمبر ۲ میدان
~~[illegible]~~
کراچی ۱۸۔

۲۶ جون ۱۹۵۶ء

جناب مکرم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی — السلام علیکم

نقوش کے دو پرچوں میں آپ کا مضمون پڑھا۔ بہت خوب لکھا ہے۔ میری معلومات میں اس سے بڑا اضافہ ہوا۔ پہلا حصہ یہ مضمون کا تو آج تک میں داستان [illegible] اردو [illegible] ایڈیشن میں (جو آج کل [illegible]) اس سے کام لیتا رہا اور آپ کا [illegible] بھی ظاہر کر دیا۔

لیکن بندہ نواز، میرے ترجمہ قرآن مجید کا حوالہ میں رکوع ۱۲ کو [illegible] ہوا۔ سہو سمجھ کر [illegible] صحیح لکھیے۔ آپ سے ذرا سا سہو ہو گیا۔ غور [illegible] فرمایا۔ آپ کو علم ہو گا کہ پارے کا رکوع کا شمار الگ ہوتا ہے اور سورت کا الگ۔ "حیات النذیر" میں پارے کا رکوع ۳ درج ہے۔ میں نے سورۂ انعام کا رکوع ۱۲ لکھا ہے۔ قرآن مجید میں اس کے پہلے رکوع کا اختتام [illegible] ظاہر کیا گیا ہے — ع ۱۲/۲ - یعنی سورۂ انعام کا رکوع۔ نیچے پارہ [illegible] کا۔

صفحہ داستان تاریخ کا صفحہ ۵۶ پر اصلاح ضرور لکھی ہے: —

پارہ ۸ ولو اننا سورہ انعام رکوع ۱۲

اگر سورۂ انعام نہ لکھتا اور صرف پارے کا رکوع ہوتا تو [illegible] رکوع سمجھا جاتا۔ اب سورت کا رکوع ہوا۔

آپ سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ [illegible]۔ اگر کراچی آئیں تو ملنے کی کوشش کریں۔

والسلام

مخلص حامد حسن قادری

۲۴ میسن روڈ لاہور
یکم جولائی ۱۹۵۶ء

مکرمی السلام علیکم۔ عنایت نامہ کا بہت
بہت شکریہ! اگر ممکن ہو سکے تو آپ کتاب ذیل کا
ابتدائی بیس ورق کی نقل مجھکو ارسال فرمائیے۔ کتاب کا
نام حال نامہ بایزید انصاری ہے اور مصنف کا نام علی محمد بن
ابوبکر قندھاری۔ قلمی نسخہ سبحان اللہ خاں کی مخطوطات میں
شامل ہے اور مسلم یونیورسٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔
براہ کرم مطلع فرمائیے کہ یہ نقل کب تک میرے پاس پہنچ سکے گی۔

مجھکو یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ نے العقد کو ایک
مرتبہ پڑھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کا وہ ایڈیشن جو
مصر میں چھپا نسبتاً بہتر ہے۔ الوزنہ نے جلد اول کے ساتھ بڑی تحقیق
و تصحیحات میں دل سے طبع کیا مگر غالباً کاغذ کی گرانی کی وجہ سے
دوسری اور تیسری جلد میں یہ نہ کر سکے۔

ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین اب تک میری ادارت میں شائع ہوتا ہے
شیر اللہ مرحوم کے شاگرد دو تین خط میرے پاس ہوں۔
شاید آپ کو یہ معلوم ہے کہ لائیڈن انسائکلوپیڈیا آف اسلام
میری زیر ادارت اردو میں منتقل ہو رہی ہے۔ والسلام محمد شفیع

۵۔ ڈی، پاکستان ۵ لاہور
۲۱ جون سنہ ۵۲ء

سیدی و مولائی، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ابھی آپ کا کارڈ ملا۔ اگر یہ نہ بھی ملتا تو بھی میں یہ خط ضرور لکھتا۔ میں
... یوں لکھتا ہے تو بعد میں عرض کروں گا۔ پہلے آپ کے صحیفۂ گرامی کا جواب عرض کر دوں۔
آپ نے ... درست ہے مگر بزرگوں سے عقیدت ہے، والی بات اس لئے درست نہیں ہے کہ اپنی بھی آخر دریاباد
... دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے پاس پہنچ جاتا تو بیڑہ پار ہو جاتا اور انکے پاس پہنچ کر دریابرد ہو کر رہ گیا۔
... دریاباد کا قاصد واقعی کم بخت نہ تھا مگر پاؤں میں منزل نہ سہی بیڑی ضرور تھی۔ چونکہ سب ساتھ تھے
اور ان سب کے ساتھ سفر انگریزی کا Suffer بنتا ہے۔ بیگم صاحبہ کا عالم یہ ہے کہ ... عجب پریشانی
... ساختہ کہتے لکھنؤ نکلتے وہ بڑے فخر سے فرماتی ہیں کہ ... وہ گلیاں یاد آتی ہیں جو ان میں کھوئی ہے؟
اب میں لکھنؤ کیلئے رخت سفر باندھتا ہوں وہ بھی اس قدر ساتھ ہو جاتی ہیں کہ کہیں یہ آوارہ جوانی پھر نہ
... اب آپ ہی فرمائیے کہ اس پورے قافلے کو لیکر میں کیا دریاباد آتا۔ آپ سے کوئی باپ ایسا کا ...
... عذاب آپ پر نازل کرتا۔ ... تو خیر یہ لطیفہ منقبت ہو گئے ہیں مگر زیادہ ...۔
... بات عرض کروں جو مجھ سے یہ خط لکھوانے والی تھی۔ لکھنؤ میں عزیز محترم حکیم عبدالقوی صاحب نے ازراہ کرم ...
... عنایت فرمایا۔ میں نے اسکا مطالعہ میں ... جو روزہ دار افطار کے وقت دکھاتے ہیں۔ اس
... دوسرا ہے۔ میں نے زندگی بھر آپ کو آنسو نہ بہاتا ہوا ... آپ نے مجھکو رلا دیا۔ جی چاہتا تھا کہ ...
... ہوتے اور میں اپنے یہ آنسو انکے قدموں پر نچھاور کرتا۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۸۵ تک ایک عجیب کیفیت طاری ...
اسکے بعد یہ دیکھ کر طبیعت سخت بے مزہ ہوئی کہ بجائے صفحہ ۱۸۲ کے پھر ۱۸۲ اور ۱۸۳ شروع ہو گیا اور
... کے بعد پھر ۱۸۸۔ گویا دو صفحے ۱۸۶ اور ۱۸۷ غائب ہیں۔ معلوم نہیں یہ صرف اسی نسخہ میں ہوا ہے یا سب
... ظلم ہوا ہے۔ بہرحال جلد ساز کو ابھی میں نے یہ کتاب نہیں دی ہے۔
... مزاج بخیر ہوگا اور یہ بھی امید ہے کہ میرے دریاباد نہ پہنچنے کی شکایت بھی اب باقی نہ ہوگی۔ انشاء اللہ سفر ...
... ہی چلا جاؤں گا۔

آپکا شوکت تھانوی

Meerza Yegana Changezi
250, Sultan Behadur Street
Kazmain, Lucknow.
8/6/49

پیارے عزیز سلامت رہو

بھئی اب تو میں پھر واپس چلا اگرچہ کچھ دن اور ٹھہر جاتا
بات یہ ہے کہ تمہاری والدہ پر بہت سختیاں گذر رہی ہیں
میری پنشن وہی ۳۰ روپیہ رہی - لڑکے نوکر ہیں مگر
افسوس کی بات ہے کہ بہت کم توجہ کرتے ہیں۔ ——
میرے واپس جانے کا بڑا سبب یہ ہے کہ کرایہ مکان دو سال
کا Rs 240/- کا سخت تقاضا ہو رہا ہے اور [illegible]
مہلت مانگی ہے - [illegible] نہیں معلوم کہ وہاں یہ رقم
کیونکر فراہم کر سکوں گا حالت بالکل بے حال ہے -

خالص ۱۰ روپے ماہوار [illegible] میری عادت [illegible] ۔ [illegible]

کشمیری محلہ ۔ لکھنؤ
۱۵ مئی ۵۷ء

مکرمی ۔ تسلیم

خط کا شکریہ ۔ کسی کتاب کا مقدمہ لکھنے کے لئے پوری کتاب نظر کے سامنے ہونا چاہئے ۔ چند اشعار کی بنا پر کچھ لکھنا میرا ضمیر گوارا نہیں کرتا ۔ میری تجویز ہے کہ اشاعت کے بعد اگر جب تک میں زندہ رہا تو ریویو لکھکر آپ کے پاس بھیج دوں گا ۔ اگر آپ مناسب سمجھیں گے تو کسی رسالے میں چھپنے کے لئے بھیج دیں گے ۔

زیادہ نیاز ۔

آثر

مہندی باغ۔ ٹونک راج۔

برادرِ محترم! تسلیم۔ محبت نامہ پہنچا۔ ممنونِ التفات ہوں۔ "پرواز" اب رومانی ہی کے نام سے نکلے گا۔

ڈائری فوراً بھجوائیے۔

والسلام
آپکا
اختر
۲۵ م

نور اور دل
۱۲ اکتوبر ۱۹۱۶ء



اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ
اس قدر دشمنِ اربابِ وفا ہو جانا

حضورِ اقدس! ہدیۂ محبت قبول ہو۔
بہت قبل دو خط ارسال خدمت کر چکا ہوں، میری بد قسمتی کہ دونوں لاجواب رہے
کم سے کم شکایت کرتا کہ تو قصور وار ٹھہرتا ہے

تم سے بے جا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلہ
اس میں کچھ شائبۂ خوبیٔ تقدیر بھی تھا

ہاں! عفو قصور کا طالب ہوں ہے

لطف مجرم سے ہے یہ جانا کہ کچھ شکوہ نہیں
ہاں ترے بندہ نوازی سے مگر شکوہ نہیں
تم بھی مختصر ہوا جاتا ہے، اگر وہ یاد کرو
اپنے تابو میں تو اب میرا دل بھی تو نہیں

خدا جانے، آپ کی خاموشی میرے حالات سے کیا جگہ صرف ہے جو ملاحظہ ہو

دل میں جانا ہے یا ترکِ محبت، لیکن
اس پہ راضی نہیں تم یہ بھی مشکل تو نہیں

اُف رے ستمگری!
ہائے اگر آپ کے تغافل و استغنا کا یہی شیوہ قائم رہا تو یاد فرمایئے گا

جان دے دینا کوئی اُلفت میں تو کچھ دور نہیں

خدارا کچھ، جواب دیجئے میری حالت سنبھال، آسمانی قہر کہ خلوص گناہ ہے؟
جرمِ محبت معاف کر دیا گیا —— اور —— اور

یہ یہی نہ کہ سکو تو ہے

بیمار تو تم اپنے مسیح کر دو
بیچارہ جان دے گا بیچھے پڑ کے

بسا اب بالکل یہ مجبور ہوں اگر آپ کچھ نہیں لکھتے تو یہ ہی، جبراً ختم کرتا ہوں، مگر
نامۂ لطف و نگاہِ مرحمت کا امیدوار رہوں گا
تیری نگاہ کو اللہ دل نواز کرے

بہ دستور مجبور
"دلگرفتہ"

دہلی، جمعہ کی شام ۶

دلگیر صاحب

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپ کا شکریہ کن الفاظ میں ادا کروں ۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

آپ کی

قمر

۱۸ خطوط، ۱۶ غالب کے اور ۲ غالب کے نام

زیر نظر شمارے (خطوط نمبر) میں ۹۵ ویں صفحے سے ۵۷ ویں صفحے تک جو رقعات درج ہیں، ان کی اصلیں عکسی صورت میں، ساتھ شائع کی جارہی ہیں۔ ان میں سولہ خط خود غالب کے ہیں اور دو غالب کے نام۔ نقوش کی اس پیشکش سے غالبیات میں کمی لحاظ سے اضافہ ہوتا ہے۔ سات غیر مطبوعہ خط اصلوں کے ساتھ سامنے آتے ہیں، جن میں سے پانچ غالب کے ہیں دو فارسی میں اور تین اردو میں، اور دو غالب کے نام ہیں، ایک فارسی میں، ایک اردو میں۔ ان کے علاوہ غالب کے گیارہ مطبوعہ خطوں کی اصلیں ملتی ہیں جن سے ان خطوں کی کئی مقامات پر تصحیح ہوتی ہے اور باقی عبارات کی آخری توثیق۔ ان میں سے چھ خط، جن کے مکتوب الیہ جنون بریلوی ہیں، وہ ہیں جو عود ہندی کے اُن سترہ خطوں، اور اردوئے معلیٰ کے اُن گیارہ خطوں میں شامل ہیں جو جنون کے نام ہیں۔ پھر تین خط انہی کے نام وہ ہیں جو پہلی مرتبہ مولوی مہیش پرشاد کے مرتبہ "خطوطِ غالب" میں شامل کیے گئے۔ ان کے علاوہ ایک خط، جس کا مکتوب الیہ مجہول ہے، وہ ہے جو جناب مولانا غلام رسول مہر کے مرتبہ "خطوطِ غالب" میں صفحہ ۶۰۱ (اشاعتِ دوم) پر نقل ہوا ہے۔ پھر ایک فارسی کا خط پنج آہنگ کا ہے، جنون بریلوی کے نام۔

ان سات غیر مطبوعہ خطوط سے، جن کا ہم نے شروع میں ذکر کیا، غالب کے موجودہ خطوط میں، جو جنون بریلوی کے نام ہیں، تین خطوں کا اضافہ ہوتا ہے جن میں سے دو فارسی میں ہیں اور ایک اردو میں۔ جنون کے نام اب تک غالب کا ایک ہی فارسی خط محفوظ تھا جو پنج آہنگ میں شامل ہے۔ اب تین ہو گئے۔ جنون کے نام غالب کے کل اردو خطوط ۳۱ تھے۔ ۳ "خطوطِ غالب" مرتبہ مہیش پرشاد اور ایک وہ جو "غالب کی نادر تحریریں" نام کے مجموعے میں درج ہوا ہے۔ اب ان میں ایک خط کا اور اضافہ ہوگیا۔

ان غیر مطبوعہ خطوط میں غالب کے دو رقعات مولوی نجف علی کے نام ہیں، اور دو مولوی نجف علی کے، غالب کے نام۔ یہ مولوی نجف علی وہی جھجر والے معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں نجف علی کا رقعہ جو زیر نظر صفحات (ص ۴۷) میں ۱۶ نمبر پر اور غالب کا رقعہ نجف علی کے نام جو اس کے بعد نمبر ۱۷ پر درج ہے، ہمارے قیاس کے مطابق ۱۸۵۸ء کے نوشتہ ہیں اور اس سال ماہِ ستمبر کے حدود میں لکھے گئے ہیں، غالباً ۱۲ ستمبر سے پہلے۔ ان دنوں غالب اپنے قصیدے "در روزگار ما متوان شمار یافت" کی جو انہوں نے ملکہ وکٹوریہ کی مدح میں کہا تھا، افشانی کاغذ پر کتابت کرا رہے تھے، اسے وہ "دستنبو" کے نسخے کے ساتھ رکھ کر بھیجنا چاہتے تھے۔ لیکن ۱۲ ستمبر (۱۸۵۸ء) کے بعد انہوں نے یہ طے کیا

کہ یہ قصیدہ 'دستنبو' کے ساتھ بھیجا جائے۔ چنانچہ اسی سال 'دستنبو' کی پہلی اشاعت میں کتاب کے شروع میں درج ہوا، اور دوسری اشاعت میں کتاب کے آخر میں درج کیا گیا۔ عنوان کے لیے "خلد اللہ سلطانہ" وغیرہ کی بحث جو ان دنوں میں ملتی ہے، اسی قصیدے کے سلسلے میں ہے۔ الگ افشانی کاغذ پر قصیدے کی کتابت کرانے کا اشارہ حاتم علی بیگ مہر کے نام غالب کے ایک خط میں ملتا ہے: "میں نے حضرتِ ملکہ معظمہ انگلستان کی مدح میں ایک قصیدہ ان دنوں میں لکھا ہے... منظور یہ تھا کہ کتاب کے ساتھ ایک اور کاغذ سب پر لکھ کر بھیجوں۔ پھر یہ خیال آیا کہ دس سطر کے مسطر پر کتاب لکھی گئی ہے یعنی چھاپا ہوئی ہے۔ اگر یہ چھ صفحے یعنی تین ورق اور چھپ کر اس کتاب کے آغاز میں شامل ہو جائیں تو بات اچھی ہے۔" (خطوطِ غالب، مرتبہ مولانا مہر، اشاعت دوم ص ۲۱۴) یہ خط ۲ ستمبر ۱۸۵۸ء کو لکھا گیا تھا، اس سیاق میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جب مذکورہ دو رقعات نمبر ۱۶ و نمبر ۱۰ کے ساتھ ہم وہ رقعہ پڑھتے ہیں جو خطوطِ غالب، مرتبہ مہیش پرشاد کے آخری صفحے ۵۰۷ پر درج ہے، اور جس کا مکتوب الیہ معلوم نہیں، تو دو مسئلے حل ہو جاتے ہیں، ایک یہ کہ اس رقعے کے مکتوب الیہ کا تعین ہو جاتا ہے۔ ہو نہ ہو یہ بھی مولوی نجف علی ہیں۔ دوسرے کاتب کے نام کا پتہ بھی چل جاتا ہے، یعنی لالہ جگل کشور جنہیں ایک یعنی افشانی کاغذ پر لکھنے کے لیے دی گئی تھی۔ یہ عرضی وکٹوریہ والے قصیدے کے ساتھ بھیجی گئی ہوگی۔ قصیدہ بھی انہی سے لکھوایا گیا ہوگا۔ 'خطوطِ غالب' مرتبہ مہیش پرشاد میں مذکورہ رقعے کی تاریخ ۱۸۵۸ء ہی تجویز کی گئی ہے۔ یہ خود مہر صاحب کے مرتبہ خطوط میں ص ۶۰۱ پر درج ہے۔

نقوش کے پیش کردہ زیرِ بحث چار رقعات سے غالب کا ایک نیا مکتوب الیہ ملتا ہے اور یہ بھی پتہ چل جاتا ہے کہ خطوطِ غالب کا مذکورہ رقعہ جو مجہول العنوان ہے، اسی مکتوب الیہ کو لکھا گیا تھا۔ خط (نمبر ۱۲) کے ساتھ وہ غزل بھی درج ہے، جس کی طرف غالب نے اس خط میں اشارہ کیا ہے۔ یہ غزل عودِ ہندی یا اردوئے معلیٰ یا خطوطِ غالب کی کسی اشاعت میں موجود نہیں۔

عودِ ہندی اور اردوئے معلیٰ کے بعد سے خطوط کی اصلیں فراہم کرکے متن کی تصحیح کرنے کا کام مولوی مہیش پرشاد نے انجام دیا تھا۔ ان کے مرتب کردہ خطوطِ غالب کی پہلی جلد ۱۹۴۱ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس جلد میں جو ۴۵۱ خطوط پر مشتمل ہے، اصل خطوط کے صرف چار عکس شامل ہیں اور ان میں سے بھی دو ناقص ہیں۔ ان کے علاوہ دو عکس لفافوں پر لکھے ہوئے پتوں کے ہیں۔ جنون کے نام کے خطوں میں سے صرف دو کے عکس جن میں سے ایک ناقص ہے، مہیش پرشاد کے مجموعے میں درج ہیں۔ نقوش کی زیرِ نظر پیشکش میں جنون کے ۱۲ اصل خطوط کی عکسی نقول شامل ہیں۔

ان اصل خطوط کی روشنی میں مہیش پرشاد کا متن صحیح اور کامل ہے، لیکن پھر بھی کئی جگہ غلطیاں رہ گئی ہیں، اور غلط نامے میں بھی ان کی نشان دہی نہیں کی گئی۔ خط نمبر ۴ کی تیسری سطر میں غالب نے 'دیجیے' لکھا ہے۔ لیکن مہیش پرشاد کے ہاں (دیجئے) چھپا ہے۔ مالک رام صاحب کے مرتبہ خطوطِ غالب میں بھی 'دیجئے' ہی ہے۔ خط نمبر ۱۲ کی پانچویں سطر میں غالب کے الفاظ ہیں وہ بہت تکلف پڑتا ہے، لیکن مہیش پرشاد اور مالک رام صاحب دونوں کے متن میں 'پڑتا ہے'

نے بجائے "کرنا پڑتا ہے" درج ہے۔ اسی خط کی ساتویں سطر میں "بین المصراعین" ہے جس کے بجائے مہیش پرشاد اور مالک رام صاحب کے ہاں "بین المصرعین" آیا ہے۔ پھر اسی خط کی بارھویں سطر میں غالب نے لکھا ہے "ابھی نہ ہو" لیکن مہیش پرشاد اور مالک رام صاحب کے ہاں "اب ہی نہ ہو" مندرج ہے۔ اس بارھویں خط میں جنوں کی جس غزل کی طرف اشارہ ہے، وہ غزل بھی یہاں اصل کے ساتھ موجود ہے۔ لیکن مہیش پرشاد اور مالک رام صاحب کے ہاں مندرج نہیں ہوئی۔ اسی طرح خط نمبر ۵ اور خط نمبر ۷ کے متعلقہ اشعار بھی جو اصل خطوط کے ساتھ موجود ہیں، خطوطِ غالب کی اشاعتوں میں درج نہیں۔ خط نمبر ۱۳ میں غالب نے خط نمبر ۴ کی طرح "پھر دیجیے" ہی لکھا ہے، جو مہیش پرشاد اور مالک رام صاحب کے ہاں "دیجئے" ہو گیا ہے۔ اس تیرھویں خط میں غالب کی ایک املائی غلطی بھی ہے یعنی "لاحول ولا قوۃ" میں تائے مثناۃ مدورہ (ۃ) بجائے تائے منبسط یعنی "ت" ہے۔ مہیش پرشاد اور مالک رام صاحب کے ہاں اس غلطی کی تصحیح ہو گئی ہے۔

جنوں کے نام کے خطوط میں عودِ ہندی اور اردوئے معلّٰی کا متن بعض مقامات پر ان خطوط سے بہت مختلف ہے، جو مہیش پرشاد اور پھر مالک رام صاحب کے ہاں درج ہوئے ہیں۔ زیرِ نظر اصل خطوط سے مہیش پرشاد اور مالک رام صاحب کے متن کی تائید ہوتی ہے۔ اگرچہ عودِ ہندی اور اردوئے معلّٰی کے خطوط میں سہوِ کتابت کے علاوہ مرتبین کا دانستہ تصرف بھی دخیل ہے لیکن اس امر کی تحقیق ابھی تک نہیں ہو سکی ہے کہ اس تصرف کے واقعی حدود کیا تھے۔ مثلاً جنوں کے نام خط نمبر ۲ میں ایک نام آیا ہے "مولوی اللہ یار خاں صاحب"، عودِ ہندی میں "اللہ یار" کے بجائے "امتیاز" ملتا ہے۔ ہماری رائے میں یہ تحریف سہوِ کتابت کا نتیجہ ہے۔ ان دونوں لفظوں کی ہیئت شکستہ یا نیم شکستہ خط میں اس سہو کا امکان پیدا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ حسبِ ذیل جملے جو اصل خط (نمبر ۲) میں ہیں، مگر عودِ ہندی میں موجود نہیں، ایسی نوعیت کے نہیں کہ تصرف کرنے والے انہیں خارج کرنا ضروری سمجھتے: "جواب لکھنے میں جو میری طرف سے قصور واقع ہوتا ہے، اس کے دو سبب ہیں ایک تو یہ کہ حضرت مہینا بھر میں نوبتے لکھتے ہیں۔ میں کہاں تک یاد رکھا کروں ایک مکان ہو تو اس کو لکھ رکھوں" اسی طرح یہ جملہ "دوسرا سبب یہ کہ شوقیہ خطوط کا جواب کہاں تک لکھوں اور کیا لکھوں" البتہ اصل خط کے یہ جملے ضرور اس نوعیت کے ہیں کہ مرتبین نے انھیں ذاتیات کی بنیاد پر خارج کیا ہوگا: "یہ اب کے آپ نے حکیم کالے کا نام کیا لکھا ہے۔ اس غریب کو تو شہر میں کوئی جانتا بھی نہیں"

اصل خطوط میں غالب نے ختمِ کلام پر یا اپنے دستخط کے بعد کہیں ۱۲ کا ہندسہ اور کہیں خمسۂ مطہرہ کی علامت (ﮦ) بنائی ہے۔ بعض مقامات پر یہ ہندسہ یا یہ علامت مہیش پرشاد کے ہاں بھی حذف ہو گئی ہے۔ اسی لیے بعد کی اشاعتوں میں بھی یہ حذف قائم رہا۔

خط نمبر ۱ کے ساتھ جو فارسی قطعہ درج ہے وہ جناب مولانا غلام رسول مہر کی مشہور کتاب "غالب" میں موجود ہے۔ یہاں اس کا اصل متن ملتا ہے۔ اصل کے دو لفظ تنقیحِ متن میں مدد دیتے ہیں "ستودہ مشکف" کے بعد

(د) اور "آثار" کا مضاف الیہ "قلش"۔ خط نمبر ا وہ ہے جو پنج آہنگ میں شامل ہے اور اب اس اصل کے ملنے سے اطمینان ہو جاتا ہے کہ اس خط کو پنج آہنگ میں درج کرنے کے لئے اس کے متن میں کوئی تصرف نہیں کیا گیا۔ البتہ تین معمولی سی غلطیوں کی تصحیح ہو جاتی ہے، جو ظاہر ہے سہوِ کتابت کی وجہ سے ہوئی ہیں (۱) اصل: ہر آئینہ۔ پنج آہنگ: ہر آینہ (۲) اصل: میتوانیم۔ پنج آہنگ: میتوانم (۳) اصل: ۱۲۶۵ھ۔ پنج آہنگ: ۱۲۶۹ھ۔ تاریخ کا یہ اختلاف دانستہ تصرف کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ محض سہوِ کتابت ہے۔ کاتب نے ۵ کو ۹ کا سر سمجھ لیا۔ خط میں کوئی بات ایسی نہیں جس کی بنا پر یہ خیال ہو کہ پنج آہنگ میں درج کرنے کے لئے یہ تصرف کیا گیا ہوگا۔

(سیّد وزیر الحسن عابدی)

قدیم خطوط اور عرضیاں

یہاں ایک قدیم تاریخی بیاض[1] کا ذکر کیا جاتا ہے جو والیٔ آرکاٹ (مدراس) نواب والاجاہ محمد علی خان (المتوفی ۱۷۹۵ء) کے اخلاف کی تاریخ سے متعلق بہت سے گم شدہ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس میں انیسویں صدی عیسوی کے رُبع اول کی مدراسی اردو کے بھی بعض نمونے ہیں۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کا ایک جائزہ بھی لے لیا جائے۔

شاہجہان کے زمانے میں گوپاموٗ (ضلع لکھنؤ) کے ایک نوجوان محمد انور نے تحصیلِ علم کی خاطر دلی کا رُخ کیا۔ اور دربار میں رسائی حاصل کر کے مہتمم تسبیح خانہ کی حیثیت سے تقرر حاصل کیا۔ اورنگ زیب کے زمانے میں انھیں "حاجی مقدس انور الدین خان" کا خطاب حاصل ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے فرزند جانِ جہاں کو اورنگ زیب ہی نے "سراج الدولہ محمد جانِ جہان انورالدین خان شہادت جنگ" کے خطابات مرحمت فرمائے۔ نادرشاہی ہنگاموں کے فرو ہونے کے بعد جانِ جہاں نے اپنے بڑے فرزند بدرالاسلام خان کو دربارِ شاہی میں اپنا قائم مقام بنا دیا اور خود نظام الملک آصف جاہِ اول (نظامِ حیدرآباد) کے دربار کا رخ کیا اور جلد ہی وہاں بھی قدر و منزلت حاصل کرلی۔

۱۷۴۴ء میں کرناٹک کے صوبہ دار حسین دوست خان عرف "چندا صاحب" نے فرانسیسیوں سے ساز باز کر کے جب تمام صوبے میں ہنگامے کھڑے کر دیئے تو نظام الملک آصف جاہ نے جانِ جہاں انورالدین خاں کو کرناٹک کا صوبہ دار مقرر کیا لیکن وہ چنداصاحب سے جنگ کرتے ہوئے ۱۷۴۹ء میں مارے گئے۔ انھوں نے اپنی زندگی ہی میں صوبہ کرناٹک کو اپنے چار فرزندوں میں تقسیم کر دیا تھا یعنی محفوظ خاں کو ترچناپلی، محمد علی خان کو شمالی آرکاٹ، عبدالوہاب خان کو نیلور اور نجیب اللہ خان کو جنوبی آرکاٹ دے دیا تھا۔

نظام الملک آصف جاہ کے انتقال کے بعد جب ان کے فرزند ناصر جنگ اور نواسے ہدایت محی الدین میں خانہ جنگی شروع ہوئی تو محمد علی خان (یعنی جانِ جہاں انورالدین خان کے دوسرے فرزند) نے طاقت حاصل کر کے خود مختاری کا اعلان کر دیا اور دلی کے احمد شاہ نے اُن کی حکومت کو تسلیم کرتے ہوئے انھیں "والاجاہ" کا خطاب بھی دے دیا۔ اسی وقت سے ان کے خاندان کو خاندانِ والاجاہی کہا جاتا ہے۔ والاجاہ شروع ہی سے انگریزوں کا ساتھ دیتے رہے اور اُنھی کے اشارے پر انہوں نے ۱۷۶۸ء میں اپنا دارالحکومت آرکاٹ سے ترچناپلی اور وہاں سے مدراس کو منتقل کر دیا۔ والاجاہ کا انتقال ۱۷۹۵ء میں ہوا اور ان کے جانشین اُن کے بڑے فرزند عمدۃ الامرا (المتخلص ممتاز) مقرر ہوئے۔ ۱۸۰۱ء میں ان کا انتقال ہوا تو ان کے فرزند تاج الامرا علی حسین خان (المتخلص عابد) جانشین ہوئے لیکن انگریزوں نے اسی سال ان کو معزول کر کے نظر بند کر دیا اور عمدۃ الامرا کے بھائی امیر الامرا کے فرزند عظیم الدولہ کو "رئیس کرناٹک" کا خطاب دے کر ایک لاکھ روپیہ ماہانہ

---

[1] یہ بیاض محترم ڈاکٹر غلام سرور صاحب (صدر شعبۂ فارسی۔ کراچی یونیورسٹی) کے توسط سے دیکھنے کو ملی۔

"ٹامٹل گرانٹ" عطا کیا۔ لیکن ان کو تمام ملکی انتظامات سے دستبردار کر دیا۔ ان کے بعد ۱۸۱۹ء میں ان کے فرزند اعظم الدولہ (اعظم جاہ بہادر) کو جانشین بنایا گیا۔ پھر ۱۸۲۵ء میں ان کے فرزند غلام غوث خان المتخلص اعظم جانشین مقرر ہوئے لیکن چونکہ وہ بہت کم سن تھے اس لیے بالغ ہونے تک ان کو ان کے چچا عظیم جاہ کی سرپرستی میں رکھا گیا۔ عظیم جاہ ۱۸۲۵ء سے ۱۸۴۲ء تک مسند نشین رہے، پھر غلام غوث خان اعظم کو موقع ملا اور وہ ۱۸۴۲ء سے ۱۸۵۵ء تک جانشین رہے۔ لیکن چونکہ ان کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اس لیے ان کے چچا عظیم جاہ نے اپنے حقوق کے لیے انگلستان میں اپیل کی۔ ایک عرصہ کے بعد پارلیمنٹ نے یہ فیصلہ دیا کہ کرناٹک کی مسند نشینی ختم کی جائے اور نواب عظیم جاہ کو PRINCE OF ARCOT شہزادۂ آرکاٹ کا خطاب دے کر بطور ٹامٹل گرانٹ پچیس ہزار روپیہ ماہوار مقرر کر دیا جائے۔ بالآخر نواب عظیم جاہ اور انگریزوں میں یہ معاہدہ ہوا کہ موصوف کی زندگی تک پچیس ہزار روپیہ انہیں ملتا رہے اور ان کے بعد تا بقائے سلطنت انگلیشیہ ماہوار ساڑھے بارہ ہزار ان کی اولاد میں تقسیم ہوتا رہے۔ یہ معاہدہ ۱۲ اپریل ۱۸۶۷ء کو ہوا تھا۔ عظیم جاہ کے بعد ظہیر الدولہ، انتظام الملک، منور خان اور محمد علی خان یکے بعد دیگرے "شہزادۂ آرکاٹ" ہوتے رہے۔ موجودہ حکومتِ ہند بھی اس معاہدے پر قائم ہے اور ماہانہ ساڑھے بارہ ہزار روپیہ موجودہ نواب غلام محی الدین خان بہادر (رئیس امیر محل، مدراس) اور ان کے خاندان والوں کو دے رہی ہے۔[1] نواب والاجاہ (محمد علی خان) جن کا ذکر اوپر آیا ہے۔ ۱۷۹۵ء میں فوت ہوئے تھے۔ ان کے بعد ان کے بڑے فرزند عمدۃ الامراء (المتخلص ممتاز) ۱۸۰۱ء تک جانشین رہے۔ دوسرے فرزند امیر الدولہ تھے جن کے فرزند عظیم الدولہ ۱۸۰۱ء سے ۱۸۱۹ء تک اپنے تایا کے جانشین رہے۔ نواب والاجاہ کے تیسرے فرزند سیف الملک انور الدولہ (محمد انور خان بہادر حسام جنگ) تھے جو ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۴ء میں پیدا ہوئے اور ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء میں فوت ہوئے۔ ان کا تخلص مختار تھا۔[2] سیف الملک کے فرزند سیف الدولہ تھے، جن کا انتقال ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء سے پہلے ہو چکا ہوگا (جیسا کہ آگے عرض کیا جائے گا)۔ انہی سیف الدولہ کے دو فرزند قیام الدولہ اور قمر الدولہ تھے جن کی بیاض سے متعلق بحث کی جائے گی۔

یہ بیاض تاریخ کے گم شدہ اوراق پر مشتمل ہے جس میں نواب والاجاہ کے تیسرے فرزند کے اخلاف کے حالات مفصل طور پر آگئے ہیں اور اس میں ایسے خطوط اور عرضیاں بھی ہیں جو انیسویں صدی عیسوی کے ربع اول میں اردو میں لکھی گئی تھیں اور وہ یقیناً مدراس کی قدیم اردو کی

---

[1] یہ حالات محبوب پاشا صاحب کے مضمون "خاندانِ والاجاہی کے اردو شاعر" (رسالہ "نیا دور" لکھنؤ۔ مارچ ۱۹۶۱ء) سے ماخوذ ہیں لیکن سنین کیلئے THE RULING CHIEFS, NOBLES AND ZAMINDARS OF INDIA BY VADIVELA MADRAS 1915, VOLUME I کو ترجیح دی گئی ہے۔

[2] تذکرۂ گلزارِ اعظم (تالیف نواب غلام غوث خان اعظم) میں ہے کہ "مختار، تخلص سیف الملک انور الدولہ خان بہادر حسام جنگ، پسرِ سوم جناب نواب والاجاہ جنت آرام گاہ است در ۱۱۶۷ھ در شہر نگر از ظلماتِ عدم بشرقستانِ وجود جلوہ افروز گردید کتب متداولۂ فارسیہ و فن عروض و قافیہ و مشقِ سخن بخدمتِ میر اسمٰعیل خان ابجدی، میر علی مردان یکدل گذرانید۔ علم عقاید و فقہ نزد بہار الدین آملی خواند و نحو و بعض نکاتِ طبیہ از حکیم احمد اللہ خان بسند رسانید۔ خط نسخ از میر مہدی خوشنویس آموخت۔ از پیش گاہ جناب تفضل مآب جم جاہ علی گوہر شاہ عالم پادشاہ ... بہ منصب شش ہزاری ذات و شش ہزار سوار و عطائی خلعت ملبوس خاص و جیغہ و سرپیچ مرصع و ماہی مراتب و پالکی و جھالہ دار و خطاب مرقوم الصدر کامیابی حاصل ساخت ... در ۱۲۱۸ھ بدارِ فانی گرائید۔

دگار ہیں۔ اس جامع میں اکسٹھ عرضیوں اور یادداشتوں کی نقلیں ہیں جو سیف الملک کے دو پوتوں قیام الدولہ اور قمر الدولہ نے ۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱ء سے ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء
ب نواب عظیم جاہ کو یا ان کے توسط سے حکومت کو بھیجی تھیں۔ ان میں بعض یادداشتیں ایسی بھی ہیں جو حکومت سے ان دونوں بھائیوں کے لیے موصول ہوئی تھیں
شر مجا میں ایک سمن کی نقل بھی ہے جو چہارشنبہ ۳ جون (۱۸۲۹ء) کو سپریم کورٹ مدراس میں حاضر ہونے سے متعلق ہے۔ یہ "سمن" قیام الدولہ اور قمر الدولہ
زندان اور ممتاز بیگم زوجہ جو وارثان ہیں نواب سیف الدولہ بہادر مرحوم کے نام ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سیف الدولہ (ابن سیف الملک) ۱۲۴۵ھ/۱۸۲۹ء سے پہلے
وت ہو چکے تھے[1] ان کی زوجہ ممتاز بیگم دراصل قیام الدولہ اور قمر الدولہ کی سوتیلی ماں تھیں جیسا کہ نمبر ۸، ۲، ۳۰، ۴۰ کی عرضیوں سے واضح ہے۔ نمبر ۲۰۲
یں جمیعت النساء کا ذکر بھی آیا لیکن ان کو "والدہ بیگم صاحبہ" کہا گیا ہے۔ ممتاز بیگم کے علاوہ نورتن بیگم (نمبر ۱۸، ۴۰) اور مہر النساء (نمبر ۱۶، ۱۷) بھی
سوتیلی مائیں تھیں۔ نمبر ۴۴ میں مہر النساء کی زیارت "دغالبا چہلم" کا ذکر ہے اور یہ کہ وہ کل کے روز ہوئی تھی یعنی ۱۱ صفر ۱۲۴۶ھ کو واقع ہوئی تھی۔ یہ عرضی ۱۲
صفر کی ہے۔ اسی عرضی میں قیام الدولہ اور قمر الدولہ کی چھوٹی بہن امۃ النساء بیگم کا ذکر بھی ہے۔ عرضی نمبر ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ ممتاز بیگم کا ایک بھائی
ناصرالدین اکبر (عرف اکبر بادشاہ) تھا۔ نمبر ۳ سے ظاہر ہے کہ قیام الدولہ اور قمر الدولہ کا ایک چچا حسام الدولہ تھا۔ نمبر ۴۵ میں ہے کہ ان دونوں بھائیوں
کا ایک ممتوفی حسام الملک تھا جس کے بڑے بیٹے محمد عبداللہ خان کا ذکر بھی اس میں موجود ہے۔

اب ان اکسٹھ عرضیوں اور یادداشتوں کا مختصر تعارف عرض ہے:

۱۔ نواب سیف الدولہ مرحوم کی بیگم اور صاحبزادوں کے نام سمن ہے کہ سپریم کورٹ، مدراس میں انتونی کے دعوے کے مطابق ایک لاکھ روپیہ ادا کرنے کے سلسلے میں جواب دیں۔

۲۔ قیام الدولہ اور قمر الدولہ کیلئے ایجنٹ MAJOR H. P. HODGSON مقرر تھا۔ اس کے خط مورخہ ۴ ستمبر ۱۸۳۲ء کے جواب میں دو سو پندرہ روپے چھ آنے کا حساب دیا گیا ہے۔

۳۔ جمیعت النساء کی طرف سے نواب عظیم جاہ کے نام یہ عرض داشت ہے کہ آپ نے بچیوں کی شادی کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ اب ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۹ھ (یکم اکتوبر ۱۸۳۳ء) کو یہ شادی شروع ہوگی۔ یہ بھی لکھا ہے کہ شادی کے بعد ایک خالی مکان جو "مویشی خانہ" کہلاتا ہے، وہ لیے عنایت ہو۔

۴۔ جمیعت النساء کا دعوت نامہ نواب عظیم جاہ کی بیگم (نواب بیگم صاحبہ) کے نام ہے کہ اس شادی میں "بی بیاں" شرکت فرمائیں۔

۵۔ MAJOR H. P HODGSON کے نام عرضی ہے کہ دونوں بھائیوں کو اپنے والد مرحوم کا قرض بالاقساط ادا کرنے کی اجازت دی جائے۔ عرضی پر قمر الدولہ کی مہر ہے۔

۶۔ محمد تہور درویش نے گیارہ کانی زمین شیخ حیدر کو اجارہ پر دے دی تھی۔ اب شریف الدین نامی ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے تو اس دفعہ سے زمین … لی تھی تم سے نہیں لی۔ اس لیے عرض ہے کہ محمد تہور کو حکم دے دیں کہ قرارنامہ کے مطابق اجارہ رکھا جائے۔

---

[1] عرضی نمبر ۲۶ میں سیف الدولہ کے قرض خواہوں کے فیصلے کا ذکر ہے کہ وہ ۱۲۳۹ھ میں ہوا تھا۔ اس لیے خیال ہے کہ سیف الدولہ اس سال سے پہلے فوت ہو گئے ہوں گے۔ عرضی نمبر ۹ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

۷ - نواب امیر الہند والاجاہ (یعنی نواب عظیم جاہ بہادر) کے نام عرضی ہے کہ سپریم کورٹ کا سمن بابت قرض مرسل ہوا اس مرقومہ ۵ فروری ۱۸۳۳ء ملا ہے اور اس کے ساتھ یہ حکم نامہ بھی ہے کہ چار دن کے اندر اگر مدعا علیہ حاضر نہ ہو تو فیصلہ یک طرفہ صادر ہو جائے گا۔ دونوں بھائیوں نے اس عرضی میں یہ بھی لکھا ہے کہ ہماری حالت آپ پر روشن ہے۔ اس عرضی میں دو مہریں ہیں۔ ایک میں "قیام الدولہ بہادر" اور دوسری میں "قمر الدولہ بہادر ازور جنگ" لکھا ہوا ہے اور دونوں پر سنہ ۱۲۳۳ھ بھی ہے۔

۸ - جمعیت النساء نے اطلاع دی ہے کہ نجم النساء عرف بحوز (دختر نصیر الملک بہادر مرحوم) کو شادی کے بعد نویں ماہ میں سات ماہ کا مردہ بچہ پیدا ہوا اور بچہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ یہ خط ۲۲ محرم ۱۲۴۱ھ کا لکھا ہوا ہے۔

۹ - مسٹر سامپر چیف سیکرٹری کے نام قمر الدولہ کی عرضی ہے کہ اس کا بھائی قیام الدولہ سب ملکیت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ عرضی ۱۶ صفر ۱۲۴۹ھ کی لکھی ہوئی ہے۔

۱۰ - نمبر ۹ والی عرضی دوسرے دن یعنی ۱۷ صفر ۱۲۴۹ھ کو گورنر SIR FREDERICK ADAM کے نام بھیجی ہے۔ اس کی یہ نقل ہے۔

۱۱ - مد معظم نواب بیگم (عظیم جاہ کی بیگم) نے انگوروں کا تحفہ بھیجا تھا تو دونوں بھائیوں نے شکریہ کا یہ خط لکھا۔ ۲ ذی الحجہ ۱۲۴۶ھ تاریخ ہے

۱۲ - جمعیت النساء کی یہ عرضی ۹ ربیع الثانی ۱۲۴۲ھ کی ہے اور نواب عظیم جاہ سے اپنی بچیوں کی شادی کے لیے اجازت مانگی ہے۔ (یہ عرضی اس بیاض میں نمبر ۸ سے مقدم ہونی چاہیے تھی)

۱۳ - میجر H. P. HODGSON کا خط قمر الدولہ کے نام ہے کہ دو سو پندرہ روپے چھ آنے ماہانہ کس طرح اور کن ملازمین کیلئے خرچ کیے جاتے ہیں اسی کے ساتھ قمر الدولہ کی ایک عرضی عظیم جاہ کے نام ہے کہ میجر کا اس طرح کا خط آیا ہے۔ اس پر عظیم جاہ نے بھی حکم دیا ہے کہ جو کچھ خرچ کرتے ہو اس کی تفصیل لکھو)

۱۴ - اس عرضی میں مذکورہ بالا رقم کے خرچ کی تفصیل ہے۔ (نمبر ۱۳ - ۱۴ کو نمبر ۲ سے مقدم سمجھیں)۔

۱۵ - منو سامی کرزم اور اماسامی ناتم (جو بیگم پورہ میں رہتے تھے) عرضی دی ہے کہ وہ لوگ کب سے ملازم ہیں۔

۱۶ - سیف الدولہ مرحوم (یعنی قیام الدولہ اور قمر الدولہ کے والد) کی ایک اور بیوی مہر النساء تھی۔ اس کی والدہ نے درخواست دی کہ وہ اپنی بیٹی کے ساتھ رہتی تھی۔ لیکن قمر الدولہ نے اپنی والدہ اور بہن کے ساتھ سازش کرکے مجھے مکان سے نکال دیا ہے بلکہ اپنی سوتیلی ماں مہر النساء کو بھی اپنا ہمخیال بنالیا ہے اور پولس کو بھی میرے نکالنے کے لیے بھیجا تھا۔ (اس عرضی پر سررشتۂ عدالت دیوانی کا حکم ہوا کہ قمر الدولہ سے کیفیت طلب کی جائے۔ قمر الدولہ نے کیفیت لکھی)

۱۷ - اسی کیفیت کو قمر الدولہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ میری سوتیلی ماں مہر النساء کا بھائی ہاشم علی بہت مقروض ہو گیا تھا اور مہر النساء مجھ سے اس قرض کے ادا کرنے کے لیے رقم مانگتی تھی۔ میری حقیقی والدہ نے بھی سفارش کی تھی تو میں نے سنکو کشنم سیتے سے قرض دلوا دیا تھا۔ لیکن ہاشم علی اس رقم کو واپس نہ کر سکا اور اس کی والدہ نے خواہ مخواہ مجھ پر بہتان لگا دیا کہ میں اسے مکان سے نکلوانا چاہتا ہوں۔

۱۸ - خدیجہ بی نے نواب عظیم جاہ کو عرضی دی کہ سیف الملک نے مجھے پالا تھا اور میری شادی اپنے صاحبزادے سیف الدولہ سے کر دی تھی۔ پھر جب

میں بیمار ہوئی تو میری حقیقی بہن نورس بیگم سے سیف الدولہ کا نکاح کر دیا گیا۔ لیکن سیف الدولہ نے وصیت کردی تھی کہ وہ سو روپیہ نورس بیگم کو ملا کرے گا جس میں سے ساٹھ روپیے نورس بیگم کے ہوں گے۔ چالیس عبداللعل کے۔ پچاس خدیجہ بی کے۔ پینتیس غلام رسول کے اور پندرہ بدرالدین کے ہوں گے۔ لیکن کمپنی نے وصیت کے مطابق عمل نہیں کیا اور نورس بیگم کو پچاسی روپیے چار آنے دیئے گئے اور دوسروں کو محروم کر دیا گیا۔ یہ عرضی ۱۷؍شوال ۱۲۴۹ھ کی ہے۔

(اس پر نواب عظیم جاہ کا حکم ہوا کہ قیام الدولہ اور قمرالدولہ سے دریافت کیا جائے۔)

۱۹۔ قیام الدولہ اور قمرالدولہ نے نواب عظیم جاہ کے حکم کے جواب میں یہ عرضی دی کہ عرضی نمبر ۱۸ کی پیش کرنے والی کا نام زورآں ہے اور وہ ذلیل قوم کی ہے۔ نیز یہ کہ جو کچھ اس نے لکھا ہے وہ محض دروغ و افترا ہے۔

۲۰۔ قمرالدولہ نے ۱۲؍رمضان ۱۲۴۹ھ کو نواب بیگم صاحبہ (نواب عظیم جاہ کی بیگم) کو عرضی دی کہ میری دونوں بہنیں حاضر خدمت ہونا چاہتی ہیں لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔

۲۱۔ ۷؍صفر ۱۲۴۹ھ کو قمرالدولہ نے بطور یادداشت لکھا ہے کہ میرے بھائی قیام الدولہ نے عظیم جاہ کو درخواست دی ہے کہ وہ گورنمنٹ کو پہنچا دیں۔

۲۲۔ قمرالدولہ اپنی کسی چھوٹی بہن کی شادی کے سلسلے میں عظیم جاہ کو دعوت کے لیے کچھ رقم پیش کرتا ہے جس کا اس عرضی میں ذکر ہے۔

۲۳۔ اس عرضی میں قمرالدین اپنی بہن کی شادی کے لیے کچھ زیورات عاریۃً لینا چاہتا ہے

۲۴۔ منوسامی کرنم اور آناسامی کرنم کی عرضی تھی کہ وہ میرے والد مرحوم کے یہاں ملازم نہ تھے۔ محض غلط ہے۔ وہ یقیناً نوکر تھے اور اب بھی ہیں چنانچہ ان دونوں کو اب بھی تنخواہ ملا کرتی ہے۔

۲۵۔ قمرالدولہ نے عظیم جاہ کی بیگم صاحبہ کو اطلاع دی ہے کہ اس کی چھوٹی بہن کو رات سے دردِ زہ ہے۔

۲۶۔ میجر بادجسن کا خط ہے کہ آپ نے جو عرضی حکومت کو براہِ راست بھیجی ہے وہ واپس کی جاتی ہے۔ قمرالدولہ کو چاہیے کہ وہ اپنے والد مرحوم کی پنشن اور روشاہر کے متعلق جو کچھ کہنا چاہیں وہ گورنمنٹ ایجنٹ میجر بادجسن اور نواب عظیم جاہ کے ذریعے کہیں۔

۲۷۔ اس خط میں بھی وہی کہا گیا ہے جو نمبر ۲۶ میں ہے۔

۲۸۔ یہ عرضی فارسی میں نواب عظیم جاہ کو دی گئی ہے اور عرضی نمبر ۲۹۔ ان کی بیگم کو اردو میں دی گئی ہے۔ تاریخ ۲۰ جمادی الاول ۱۲۵۰ھ ہے (قمرالدولہ کی سوتیلی ماں ممتاز بیگم کو ان کے بھائی تائیدالدین عرف اکبر شاہ کے ذریعے سمجھایا گیا ہے لیکن وہ مطمئن نہیں)

۳۰۔ عرضی میں ہے کہ ممتاز بیگم نے جھگڑے کھڑے کر رکھے ہیں۔ انھیں سمجھایا جائے کہ جب تک والد مرحوم کا قرض ادا نہ ہو جائے وہ کسی طرح کا دخل نہ دیں۔ نواب صاحب رحمت مآب کے زمانے میں بھی ہمارے چچا حسام الدولہ نے جھگڑا کھڑا کر دیا تھا تو کورٹ نے اُن کی پنشن موقوف کردی تھی۔

۳۱/۳۲۔ دونوں اقرارنامے ہیں کہ قیام الدولہ اور قمرالدولہ اپنے والد مرحوم کا قرض ادا کریں گے۔

۳۳۔ عظیم جاہ کے نام عرضی ہے کہ حضور نے ممتاز بیگم کے جھگڑوں کی وجہ سے باغ کے لیے ایک داروغہ مقرر کر دیا تھا۔ وہ اب بیماری کی وجہ سے نہیں آتا۔ اس لیے پھر فسادات کھڑے ہو رہے ہیں۔ باغ کو اجارہ پر دے دیا جائے تو بہتر ہوگا۔ یہ عرضی ۲ ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ کی ہے۔

۳۴ - عید الاضحیٰ ۱۲۵۲ھ سے پہلے یہ عرضی شرف الملک کی وساطت سے دی گئی تھی کہ قیام الدولہ اور قمر الدولہ کو بھی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا وہ حصہ ملا کرے جو اُن کے والد کو ملا کرتا تھا۔

۳۵ - یہ ان دونوں بھائیوں کا اقرار نامہ ہے کہ حضرت امام حسین رضؓ اور حضرت عباس رضؓ کی جناب میں ہم اقرار کرتے ہیں کہ کمپنی سے ماہانہ زرِ سیاہ پر جو اضافہ ہوگا وہ ایک سال کا اضافہ بلا عذر سیّد علی کو دے دیں گے۔ ۱۳ جمادی الآخر ۱۲۵۱ھ اس کی تاریخ ہے

۳۶ - نواب عظیم جاہ سے عرض ہے کہ ۱۲۳۹ھ میں والد صاحب کے قرضخواہوں کے لیے جو فیصلہ ہوا تھا اس کی نقل مطلوب ہے۔ کیونکہ رتن بھارتی نے چودہ ہزار کا جعلی تمسک، باغ کو گرو رکھنے کے سلسلے میں تیار کر کے کورٹ میں پیش کیا ہے۔ نمبر ۲۸ بھی اسی طرح ہے اور یہ عرضی ۱۲۵۱ھ کی ہے۔

۳۷ - نواب عظیم جاہ کے نام عرضی ہے کہ ہم دونوں بھائیوں کے پاس کورٹ سے نوٹس آیا ہے کہ باغ کے لیے داروغہ مقرر ہوا تھا تو اس کے لیے شہادت چاہیے۔ ورنہ باغ سرکار میں چلا جائے گا اور تم لوگوں کا حق ختم ہو جائے گا۔ پھر عظیم جاہ کے پاس کورٹ سے اطلاع آئی کہ اس باغ کا نیلام ہو گیا ہے اور اب باغ کی آمدنی داروغہ رتن بھارتی کو دی جاتی ہے۔ ۱۲۵۱ھ کی یہ تحریر ہے۔

۳۸ - نواب عظیم جاہ کے نام عرضی ہے کہ ۱۲۳۹ھ ہجری میں والد مرحوم کے قرض خواہوں کے متعلق جو فیصلہ ہوا تھا اُس کے مطابق قرض کی قسطیں ادا کی جا رہی ہیں۔ مگر رام بھارتی اور رتن بھارتی نے چودہ ہزار کا ایک جعلی تمسک باغ مسکونہ کو رہن رکھنے کے متعلق عدالت میں پیش کیا ہے

۳۹ - شمس الدین احمد ولد مولوی قادر بخش جو عدالتِ عالیہ کا منشی تھا اس نے قیام الدولہ کی ضمانت لی ہے۔ یہ ۱۲۵۲ھ میں لی گئی تھی۔

۴۰ - عظیم جاہ کے نام عرضی ہے کہ ممتاز بیگم اور نورس بیگم نے مقدمہ دائر کر دیا ہے۔ اس لیے عرض ہے کہ باغ کی آمدنی جو حضور کے پاس محفوظ ہے۔ کورٹ کے اخراجات کے لیے مرحمت فرمائیں۔

۴۱ - یکم ربیع الآخر ۱۲۵۳ھ کی عرضی ہے کہ باغ کے داروغہ کو حکم دے دیا جائے کہ ہم لوگوں کا حصہ پابندی سے دیا جایا کرے۔

۴۲ - اس عرضی میں ہے کہ مہر النساء ہمارے جدِ امجد سیف الملک کے دو منزلہ مکان میں رہتی تھیں لیکن چار سال سے انھوں نے وہ مکان ہم لوگوں کو دے دیا تھا اور وہ ہماری حقیقی (چھوٹی) بہن امۃ النساء کے یہاں رہنے لگی تھیں۔ کل یعنی ۱۱ صفر ۱۲۵۳ھ کو ان کی "زیارت" (غالباً چہلم) کا دن تھا۔

۴۳ - بعض لوگوں نے جو غلط دعوے کیے تھے اور سیف الدولہ مرحوم کی جائداد میں اپنا حق ثابت کرنے کی کوشش کی تھی، ان کی تردید میں یہ عرضی ۹ صفر ۱۲۵۳ھ کی ہے۔

۴۴ - ۷ ربیع الاول ۱۲۵۲ھ کی یہ عرضی ہے کہ کچھ لوگوں نے ہمارے والد مرحوم کی جائداد میں حصہ لینے کے لیے مقدمہ دائر کیا ہے۔ اس لیے عرض ہے کہ باغ کے محاصل میں سے رقم عنایت کی جائے تاکہ مقدمہ کی پیروی کی جا سکے اور قرضخواہوں کو بھی دیا جا سکے۔

۴۵ - باغ کے مقدمے کی تفصیل ہے۔ ۲۴ صفر ۱۲۵۳ھ۔

۴۶ - عرضی ہے کہ باغ کے داروغہ کو حکم ہو کہ وہ ہمارے مقدمے کے سلسلے میں شہادت کے لیے کورٹ میں آجائے۔

۴۷ - اربابِ عدالتِ محکمہ عالیہ چاہتے ہیں کہ باغ کے محاصل کے لیے حضور حکم صادر فرما دیں۔ ۱۶ جمادی الآخر ۱۲۵۲ھ۔

۴۸ - اس خط میں عرض ہے کہ دروغہ نے ہم لوگوں کے وکیل کے سامنے کل بیان دے دیا ہے کہ ممتاز بیگم کا کوئی تصرف علی باغ پر نہیں تھا۔

۴۹ - مہر النسار کی والدہ فیض النسار کی عرضی ہے کہ مہر النسار کے چہلم کے بعد اس کا متروکہ اسباب مجھے (فیض النسار) کو دے دیا جائے۔ نواب عظیم جاہ نے اس پر حکم دیا کہ قیام الدولہ سے دریافت کیا جائے۔

۵۰ - اوپر کی عرضی کے جواب میں قیام الدولہ نے کہا ہے کہ مرحومہ کا متروکہ اسباب حضور کے حکم کے مطابق محکمہ عالیہ میں پیش کر دیا گیا تھا لیکن حضور کا پھر کوئی حکم اس کے متعلق عدالت میں نہیں پہنچا۔ اس لیے وہ اسباب محکمہ عالیہ کے وکیل کے پاس رکھ دیا گیا ہے۔ اطلاع عرض ہے۔ یہ جواب ۱۱ شعبان ۱۲۵۳ھ کا ہے۔

۵۱ - مہر النسار کی والدہ فیض النسار کی یہ عرضی ۱۱ ذی قعدہ ۱۲۵۳ھ کی ہے کہ مرحومہ کا اسباب قیام الدولہ وغیرہ مکان سے نکال کر لے گئے ہیں وہ واپس لایا جائے۔ (اس پر حکم ہوا کہ مدعا علیہم سے دریافت کیا جائے۔)

۵۲ - باغ کو اجارہ پر دینے کے لیے قیام الدولہ اور قمر الدولہ نے درخواست کی ہے۔ (حکم ہوا کہ اگر معتبر آدمی مل جائے تو باغ کو اجارہ پر دیا جا سکتا ہے۔)

۵۳ - باغ کو اجارہ پر دینے کے لیے معتبر آدمی کی تصدیق ان دونوں بھائیوں نے کی ہے۔

۵۴ - کرنل والکوپل، گورنمنٹ ایجنٹ (جو ہاڈ جسن کے بعد مقرر ہوا ہو گا) نے ان بھائیوں سے سیف الملک مرحوم کے وارثوں کی عرضیوں اور پنشن کا احوال پوچھا ہے۔ یہ خط ۲۹ مارچ ۱۸۳۹ء کا لکھا ہوا ہے۔

اسی خط کے جواب میں ان بھائیوں نے لکھا ہے کہ ہم لوگوں کے مؤکل حسام الملک وغیرہ کو درماہہ بہت دیر میں پہنچتا ہے کیونکہ انگریزی مہینے کی بیس تاریخ تک ہم کو ملا کرتا ہے۔ اس لیے ہم سب کی درخواست ہے کہ انگریزی مہینے کی پہلی دوسری تاریخ تک مل جایا کرے۔

۵۵ - شیخ عبد اللہ اور شیخ میرن جو سیف الدولہ مرحوم کے پرانے ملازم ہیں انہوں نے درخواست دی ہے کہ انھیں مرحوم کے یہاں سے پانچ سال کی تنخواہ نہیں ملی تھی۔ وہ دی جائے۔

۵۶ - ان بھائیوں نے عرضی نمبر ۵۵ کے جواب میں کہا ہے کہ وہ دونوں شخص ہمارے والد مرحوم کے ملازم نہیں تھے۔ انھوں نے غلط دعویٰ کیا ہے۔

۵۷ - عرضی نمبر ۵۵ پر گورنمنٹ ایجنٹ کا جو حکم انگریزی میں تھا اس کا مطلب نواب عظیم جاہ کو یہاں فارسی میں پیش کیا گیا ہے۔

۵۸ - اوپر کی عرضی کے ساتھ ہی گورنمنٹ ایجنٹ کا یہ خط بھی ہے کہ جو لوگ سیف الدولہ مرحوم کے تعلق کے بتائے گئے ہیں۔ ان میں سے کتنے ایسے ہیں جو فوت ہو چکے ہیں یا کہیں جا چکے ہیں، ان سب کی فہرست دی جائے اور ۱۸۳۲ء سے جو روپیہ دیا جا رہا ہے۔ اس کی تقسیم بتائی جائے۔

۵۹ - ان دونوں بھائیوں کی درخواست ہے کہ ان کے والد مرحوم کے تمام قرض کے حساب کی تفصیل شروع رجب ۱۲۳۸ھ سے ۲۲ محرم ۱۲۴۷ھ تک کی عنایت فرمادی جائے کیونکہ ان کے باغ کا نیلام ہو چکا ہے اور اب وہ کورٹ میں قرض کے متعلق رجوع کرنے والے ہیں۔

۶۰ - نواب عظیم جاہ کو ۴ ذی الحجہ ۱۲۵۵ھ کو اطلاع دی ہے کہ رتن بھارتی کے جعلی تمسک (باغ کے گرو رکھنے کے متعلق) کی حقیقت کھل گئی ہے اس لیے شریف (حاکم) نے نورس بیگم کے مکان پر مہر لگا دی ہے اور وہ باغ کے بڑے دروازے سے اگر ممتاز بیگم کے مکان پر بھی مہر لگانا چاہتا تھا تو ہم لوگوں نے روک دیا ہے کہ یہ ہمارا مکان ہے۔

۶۱ - یہ عرضی ۲۰ محرم ۱۲۶۲ھ کی ہے کہ بعض کنیزوں اور ملازموں کے فوت ہو جانے سے (نمبر ۵ کے تحت) ہماری رقم کم کر دی گئی ہے ایسا نہ ہونا چاہیے۔

یہ ہے مختصر تعارف ان تمام عرضیوں اور یادداشتوں کا۔ تفصیل خود ان کی نقل میں مل سکے گی۔ بیاض کے آخر میں چند اندراجات ہیں جو اسی خاندان کے کسی فرد نے بعد میں شامل کیے ہوں گے وہ یہ ہیں۔

انتقال قبلہ گاہی مرحوم۔ روز چہارشنبہ بتاریخ ۲۷ ربیع الثانی بوقت دوازدہ و نیم ساعت شب پنج شنبہ رحلت نمود و دفن روز پنج شنبہ بوقت یک ساعت نمود۔ تاریخ دفن ۲۸ ربیع الثانی ۱۲۹۲ھ۔

انتقال امۃ الزینب بیگم۔ دوم شعبان روز پنج شنبہ بوقت یک ساعت شب جمعہ۔ دفن روز جمعہ سوم ماہ شعبان بوقت یازدہ ساعت روز ۱۲۹۵ھ

انتقال نذیر النساء بیگم بشانزدہم جمادی الاول ۱۳۰۳ھ روز یک شنبہ۔ مطابق ۲۱ فروری ۱۸۸۶ء۔ بوقت دو نیم ساعت روز انتقال نمود۔

انتقال ماما باورچی ۲۲ ماہ ذی قعد ۱۳۰۶ھ روز شنبہ۔ بوقت ہشت ساعت شب۔ روز یک شنبہ بوقت دوازدہ ساعت روز دفن شد۔

یعنی ۱۳۰۸ھ تک یہ بیاض اس خاندان میں رہی اور اسکے بعد اس خاندان کا حال بھی وہی ہوا ہوگا جو سب کا ہوتا ہے۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ۔

اب اس بیاض کے تمام خطوط، عرضیوں اور یادداشتوں کی نقل پیش کی جاتی ہے :-

○

اہل کورٹ سے شریعت کو حکم یہ ہے کہ وہ قیام الدولہ اور قمر الدولہ فرزندان اور ممتاز بیگم زوجہ جو وارثان ہیں نواب سیف الدولہ بہادر مرحوم کے اور عمدہ مسلمان باشندے ہیں مدراس کے ہوا لکو حکم کرے حاضر ہونے چہارشنبہ کو روز تیسری تاریخ کو جون کے[1]۔ عدالت گاہ سوپریم کورٹ میں بشرطیکہ وہ پاتے جاویں مدراس میں جواب دینے ایک مقدمہ کا جو فرانسس پریا اور انتونی پریا وارثان پیریا انتونی کے رجوع کیے ہیں ہماری کورٹ میں وصول کرنے کو ایک لاکھ روپے۔

(۲)

هوالکریم

صاحب مشفق شفیق قدردان توجہ و نوازش فرمائے نیاز مندان و عنایت فرمائے بیکراں سلمہٗ الرحمان خط آں توجہ فرما مرقوم چہارم ستمبر ۱۸۳۳ عیسویہ متضمن حساب اخراجات دو صد و پانزدہ روپیہ و شش آنہ موصول گردیدہ بود۔ لہٰذا فہرست اخراجات مرسول است از ملاحظہٗ آں کما ہو کیفیت اخراجات

---

[1] یعنی ۱۸۲۹ء

نیکو روشن خواہد شد۔ شفیق من! در زمانِ والد مرحوم میں کارخانہ را صاحبِ مرسلِ خدمت است مبلغ خطیر مصروف می شد و بعد انتقال قبلہ گاہی از خزانہ کمپنی جہت انصرامِ کارخانہ قبلہ گاہی بہر یک ما از ہر دو برادر دو صد پانزدہ روپیہ کشش آنہ مقرر شد۔ ما ہر دو برادر از گنجائش بسیار و از تخفیف بیشمار نصف کارخانۂ قبلہ گاہی را بہ نیاز مند و نصف کارخانہ را بہ برادرم جاری داشتہ اند با وجود ایں قدر تخفیفات از طرف نیاز مند سہ صد روپیہ و از طرف برادرم سہ صد روپیہ مصروف کارخانۂ قبلہ گاہی میشود و برائے خرچہ روزمرہ ضروری ایں نیاز مند فعلی نیاز مند یک صد و ہفتاد روپیہ کہ مقرر است بکمال تصدیع و عسرت گذران می شود حتیٰ کہ سواری نیدارم و عند الضرورت بکرایہ کار روائی میکنم۔ شفیقا! بر بایان لازم است کہ اہلِ استحقاق قبلہ گاہی را بہر صورت معاش برسانیم چنانچہ میرسانیم و کسانیکہ از ملازمین قبلہ گاہی قابل نوکر ہستند نوکری ہم گرفتہ میشود لاکن وقتیکہ در معاش ایں نیاز مند و برادرم قیام الدولہ بہادر رد تخفیف واقع شد لہذا چند مفاسید کہ بالکل استحقاق نمیدارند بیلی نیاز مند و برادرم عرائض استغاثہ بار بار بگورنمنٹ میگذارند و تصدیع میدہند چنانچہ ہمی مردماں در زمان ایجنٹ صاحبانِ سابق عرائض کثیرہ گزرانیدہ بودند و صاحبان موصوف نواب صاحب مدظلہ العالی را از استغاثہ ہا بنا بر دریافت اطلاع کردند۔

چنانچہ نواب صاحب مدظلہ العالی نیز از ما حساب طلبیدہ ملاحظہ فرمودہ اند چوں استغاثہ ہائے ایشاں نامسموع و باطل بود ہیچ جا مسموع نشد۔ حالا نیز بخدمت آں شفیق گزرانیدہ باشند۔ بفضلہ ایں نیاز منداں بہ توجہ گستر توقع دارند کہ بپاس عزتِ قبلہ گاہی پیوستہ عزت ایں نیاز منداں منظور خواہند داشت۔ مشفقا! ما ہر دو برادر را لازم و منظور است کہ سبیل ادائے اقراض قبلہ گاہی نیز نمائیم و ایں را دو وجہ است۔ یکے اینکہ حقوق مرحوم از ذمہ قبلہ گاہی ساقط شود، وجہ ثانی اینکہ باغ مسکونہ و مملوکہ مایان کہ از قدیم الایام سکونت گاہ جدم نواب سیف الملک بہادر مرحوم است از فروختہ شدن امن باید و از گورنمنٹ نیز در زمانِ ماضیہ فروختہ شدنش را گوارا نداشتہ اند۔ چنانچہ نظر بپاس عزت جدم سیف الملک بہادر مرحوم و حسب درخواست قبلہ گاہی مبلغ شصت ہزار روپیہ از خزانہ کمپنی داد ایں باغ را کہ از حکم سوپریم کورٹ ہراج شدہ بود از فروختہ شدن امن رہانیدند۔ اگر حالا بنا بر قرض قلیلے فروختہ شود باعث کمال بدنامی و تباہی خانہ بدوشی نیاز منداں است اگرچہ باغ ہم حاصل قریب سہ صد روپیہ دارد۔ اگر از یں محاصل فہمائش قرضخواہاں شود۔ ما ہر دو برادراں را لازم است کہ از یں معاش اعانت و در اعانتِ اقتراض قبلہ گاہی نمائیم تا از بدنامی و تباہی و خانہ بدوشی بفضلہ مامون و مصئون باشیم۔ چونکہ عنایات نواب صاحب مدظلہ العالی پیوستہ برحالِ نیاز منداں مبذول است لہذا تا حال قرض خواہاں را از سرکار فہمائش مے شود و نیاز منداں از کاوش قرض خواہاں محفوظ ہستیم۔ زیادہ چہ التماس نماید۔

مرقوم بست و ہفتم ربیع الثانی سنہ ۱۲۴۹ ہجری   مہر قمر الدولہ

القاب بر لفافہ: بخدمت فیض درجت صاحب مشفق شفیق قدر دان توجہ و نوازش بیکراں و عنایت فرمائے نیاز منداں میجر ہاڈجسن[1] صاحب بہادر گورنمنٹ ایجنٹ سلمہ الرحمان مشرف باد (بطور خط نصف سطور راست و نصف سطور چلیپا باید نوشت)

(۴۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقل عرضی والدہ بیگم صاحبہ کہ بتاریخ ششم جمادی الاول سنہ ۱۲۴۹ ہجری قدسی بحضور نواب عظیم جاہ بہادر گذرانیدہ بود است

کنیز از برائے شادی دختران سابق در حضور پُرنور گذرانیدہ بود۔ امر عالی صادر شد کہ شادی بکنند و از سرکار نیز عنایات خداوندی مبذول خواہد شد

---

[1] MAJOR H.P. HODGSON

از فضل و کرم خداوندی امیدوار است کہ اگر حکم حضور بشود بفضلہ بتاریخ پانزدہم ماہ حال شروع می نماید و امیدوار است بی بیان را نیز حکم صادر شود کہ ادائے رسومات نمایند و امیدوار است کہ رسم چپتر و سہرا بستن در حضور عالی بشود کہ باعث افتخار و عزت است عرض مکرر کنیز از ترحم خداوندی است کہ بعد از انصرام شادی برائے گذران کنیز زادی مکانے نیست و متصل خانہ کنیز یک مکان سفالی بسیار شکستہ و ریختہ حتٰی کہ دیوار سایہ ہم ندارد و مشہور موتیشی خانہ خالی افتادہ است از حکم عالی برائے فرود آمدن کنیز زادی بعد از شادی عزّ ورد دیابد کنیز مرمت کردہ فرود خواہد آورد زیادہ حد ادب - عرضی -

کنیز جمعیت النساء بملاحظہ عالی جناب مدظلہ

(۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقل عرضی والدہ بیگم صاحبہ مرحوم ششم جمادی الاول ۱۲۴۰ھ ہجری قدسی بہجت گذرانیدن نواب بیگم صاحبہ قبلہ و گذرانیدہ شد

باندی فضل و کرم سے امیدوار ہو کر عرض کرتی ہے کہ اگر حکم حضور ہو تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے چھوٹی باندی کی شادی پندرھویں تاریخ کو اسی مہینے کی شروع کرتے ہیں اور امیدوار فضل و کرم کے یہہ ہے کہ بی بیان کو واسطے ادائے رسومات شادی کے حکم ہو تو سرفرازی ہے۔ زیادہ حد ادب -

عرضی کنیز جمعیت النساء -

درجواب عرضی نواب عظیم جاہ بہادر چنین ارشاد فرمودند کہ از فحوائیش معلوم گردید کہ ہمگی معروضات در معرض قبول آمد و در باب بی بیان فرمودند کو یکسے کہ آشنائی نباشد دعوات شان پذیرفتن این جانب مناسب نیست ——— نواب بیگم صاحبہ درجواب عرضی فرمودند کہ سابق در شادی شما کدام بی بیان آمدہ بودند از ان اطلاع نمایند بآنہا تاکید خواہد شد تا کہ در آنجا بیایند۔

(۵)

ھو الکریم

صاحب مشفق شفیق قدردان توجہ و نوازش فرمائے نیاز منداں و عنایت فرمائے بیکراں سلمہٗ الرحمان

از آنجا کہ اہم مطالب نیاز مند و خوشنودی گورنران کونسل و آں شفیق در ہمیں است کہ ادائے قرض قبلہ گاہی بآسانی شود تباہی و پریشانی از خانہ بدوشی بسبب قرضداری قبلہ گاہی بحال نیاز مند وغیرہ عاید نشود زیرا کہ گورنران کونسل ماضیہ نیز لنظر بپاس عزت جدم سیف الملک بہادر مرحوم از خزانہ کمپنی زر نقد مبلغ شصت ہزار روپیہ بعہد ضخواہان دادہ قبلہ گاہی را از تباہی محفوظ داشتند در یں اوقات سبیل ادائے قرض قبلہ گاہی بجز تخفیف اخراجات صورتے نمی بندد لہٰذا بخدمت آں شفیق التماس ایں دارم کہ برخود تصدیع گوارا نمودہ از کل اخراجات تخفیف دادہ بقرضخواہان قبلہ گاہی اقساط مقرر نمایم تا کہ قرض گاہے از ذمہ قبلہ گاہی ساقط شود و تباہی و پریشانی بحال نیاز مند وغیرہ نرسد بفضلہ پیوستہ از گورنران کونسل و آں شفیق ہمی توقع و التماس دارم کہ بپاس عزت جدم سیف الملک بہادر مرحوم و قبلہ گاہی سیف الدولہ مرحوم عزت ایں نیاز مند در ہر امر منظور خواہند داشت زیادہ چہ التماس نماید مرقوم پنجم رجب المرجب ۱۲۴۹ سنہ ہجری -

مہر قمر الدولہ

القاب بر لفافہ : بفضلہ بخدمت فیض درجت صاحب مشفق شفیق قدرداں توجہ و نوازش فرمائے بے کراں و عنایت فرمائے نیاز منداں میجر جادجسن صاحب بہادر گورنمنٹ ایجنٹ سلمہٗ الرحمان۔ مشرف باد

هو الکریم

(۶)

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم محمد تہور وارد غہ سرکار کہ بر باغ گلاب متعین بودند در آں زماں بیکے سیشخ حمید نامی یازدہ کانی زمین را اجارہ دادہ بودند حالا نامبردہ شریف الدین سازش کردہ بحیلہ اجارہ دادن محمد تہور از غلامان تعدی می نمایند میگوید کہ از شما اجارہ نگرفتہ ام لہٰذا امیدوار افضال خداوندی کہ پیوستہ مبذول حال غلامانست ہستیم بفضلہ تعالیٰ حکم حضور پُر نور بمحمد تہور شرف صدور باید کہ بموجب قرار نامہ اجارہ دار اجارہ را کہ بنام ایشاں است بردارند و غلامہ چکہ اجارہ دار طلوف است بروقتیکہ بخواہند اجارہ را بردارند زیادہ — بست و نہم رجب ۱۲۵۵ھ ہجری

(۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غلامان آداب و تسلیمات بجا آوردہ معروض حضور پُر نور میداریم سمن سوپریم کورٹ بابت مقدمہ قرض مورلی داس مرقوم پنجم فروری ۱۸۳۲ء عیسوی موسومہ با غلامان وغیرہ بتاریخ ہفتم مارچ ۱۸۳۲ء مطابق چہاردہم شوال ۱۲۴۸ھ ہجری معہ یک قطعہ حکم نامہ کہ در آں مرقوم است اگر در عرصہ چہار روز از تاریخ رسیدن ایں کاغذ مدعی علیہ حاضر شدہ جواب ندہند دریں مقدمہ فیصلہ دادہ خواہد شد، از حضور پُر نور بغلاماں موصول شدہ عالم پیدا کیفیت متروکات و قرضداری و جمیع ابواب کلی و جزوی ما غلامان بلا زمان حضور پُر نور نیکو روشن است۔ لہٰذا غلامان امید دار ہستیم کہ دریں مقدمہ جوابی آنچیکہ مناسب رائے ملازمان حضور پُر نور اقتضا نماید ہماں در حق غلاماں بہبود و موجب سرفرازی است زیادہ حد ادب معروضہ ۷ اشوال ۱۲۴۸ھ ہجری

غلامان	قیام الدولہ ۱۲۴۳	قمر الدولہ بہادر انور جنگ ۱۲۴۳

پر لفافہ: انشاء اللہ تعالیٰ۔ ایں عرضی در حضور پُر نور بندگان عالی متعالی نواب امیر الہند والا جاہ نواب عظیم جاہ بہادر مدظلہٗ العالی بگذرد۔

(۸)

کنیز آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض حضور پُر نور میدارد نجم النساء عرف بجو بی دختر نصیر الملک بہادر مرحوم بعد از شادی در ماہ نہم حمل ہفت ماہہ شدہ پسر مردہ دہ روز در شکم داشتہ روز سوم زائیدہ انتقال نمودہ زیادہ حد ادب۔ معروضہ ۲۳ محرم ۱۲۴۹ھ

عرضی۔ کنیز جمعیت النساء بیگم۔

(۹)

صاحب مشفق شفیق قدرداں توجہ دلنوازش فرمائے نیازمنداں و عنایت فرمائے بیکراں سلمہ اللہ تعالیٰ۔

از آنجا ہمگی ہمت ارباب حکومت پیوستہ بر رفاہیت و آسودگی عالم و عالمیاں مصروف سیما بر خاندان نواب والاجاہ جنت آرامگاہ بانواع عنایات بے غایت بقدر مراتب نظر عزت بر احوال ہر یک مبذول میدارند بعد انتقال والد مرحوم یعنی سیف الدولہ بہادر پنشن را بنام ہر یک علیحدہ علیحدہ بر تفصیل والد مرحوم بنا بر رفع فتنہ و فساد مقرر فرمودند و بنام ایں نیازمند برائے پرورش متعلقان در فواتح و رسوم سالیانہ وغیرہ سہ صد و ہشتاد و پنج روپیہ و شش آنہ مقرر و جاری فرمودند دریں معاش قلیل ایں نیازمند بر خود تصدیع کشیدہ قریب صد کس از مرد و زن پرورش می نماید فواتح و رسوم وغیرہ ادا میکند

درنیولا بسمع ایں نیازمند رسید کہ برادرم قیام الدولہ بہادر بگورنر صاحب عرض گزرانیدہ اندکہ جملہ رسیدات فیملی والد مرحوم رایکجا نمودہ بنام خود نمایند وخود را مشارالیہ سازند چنانچہ بعد انتقال والد مرحوم برائے مشارالیہ شدن خود عرضی گزرانیدہ بود۔ ایں معنے را ارباب کونسل بنابر مصلحت در رفع فساد وفتنہ قبول نفرمودہ بنام ہریک علیحدہ پنشن مقرر فرمودند حالا ایں نیازمند بخدمت فیض درجت چیف سکتر صاحب التماس دارم درحق ایں نیازمند وسائر اہل فیمل علیحدہ علیحدہ بودن رسید اولیٰ وانسب است ایں نیازمند وہیچ یک از ورثا سے والد مرحوم بریک شدن رسید ومشارالیہ شدن برادرم قیام الدولہ بہادر راضی نیستند والتماس ثانی ایں دارم آنچیکہ از پنشن والد مرحوم درسرکار تخفیف یافتہ است ازمنجملہ آن چیزے بہ پنشن ایں نیازمند اضافہ شود تاکہ ایں نیازمند مع متعلقان بفارغ البالی گزراوقات نماید زیادہ حد التماس نماید۔

عرضی لسان الدولہ۔ شانزدہم صفر ۱۲۴۹ھ

برلفافہ: بخدمت فیض درجت اشفق شفیق قدر دان توجہ ونوازش فرمائے بیکراں وعنایت فرمائے نیازمنداں مسٹر شامپر صاحب چیف سکرٹری مشرف باد

(۱۰)

القاب گورنر صاحب اندرون خط

نواب صاحب فیاض زماں فیض بخش فیض رساں نوازش فرمائے نیازمنداں وعنایت فرمائے بیکراں دام دولتہم۔

از انجا کہ ہمگی ہمت ارباب حکومت پیوستہ برخاست وآسودگی عالم وعالمیان مصروف سیما بر خاندان نواب والاجاہ جنت آرامگاہ بانواع عنایات بے نہایت بمقدار مراتب نظر عزت براحوال ہریک مبذول میدارند بعد انتقال والد مرحوم یعنی سیف الدولہ بہادر مرحوم پنشن را بنام ہریک علیحدہ علیحدہ بر فیملی والد مرحوم بنابر رفع فتنہ وفساد مقرر فرمودند وبنام ایں نیازمند وبرائے پرورش متعلقان وفواتح ورسوم سالیانہ وغیرہ سہ صد وہشتاد وپنج روپیہ وشش آنہ مقرر وجاری فرمودند ازیں معاش قلیل ایں نیازمند برخود تکلیف کشیدہ قریب صد کس از مرد وزن پرورش می نماید وفواتح ورسوم وغیرہ ادامی کند تا حال از افضال ایزد متعال ہمہ کارخانہ جات والد مرحوم بازیادتی اخراجات مقررہ جاری اند ونصف اخراجات مذکورہ بطرف ایں نیازمند ونصف بطرف قیام الدولہ بہادر است۔ درنیولا بسمع ایں نیازمند رسید کہ برادرم قیام الدولہ بہادر بہ گورنر کونسل عرضی گزرانیدہ اندکہ جملہ رسیدات فیملی والد مرحوم رایکجا نمودہ بنام خود نمایند وخود را مشارٌالیہ سازند چنانچہ بعد انتقال والد مرحوم برائے مشارالیہ شدن خود عرضی گزرانیدہ بودند ایں معنی را ارباب کونسل بنابر مصلحت در رفع فتنہ وفساد قبول نفرمودہ بنام ہریک علیحدہ پنشن مقرر فرمودند۔ حالا ایں نیازمند بخدمت فیض درجت آں شفیق التماس دارد کہ درحق ایں نیازمند وسایر اہل فیملی علیحدہ علیحدہ بودن رسید اولیٰ وانسب است ایں نیازمند کسے از ورثائے والد مرحوم ہریک شدن رسید ومشارالیہ شدن برادر قیام الدولہ بہادر راضی نیستند والتماس ثانی ایں دارم آنچیکہ از پنشن والد مرحوم درسرکار کمپنی تخفیف یافتہ است از منجملہ آں چیزے بہ پنشن ایں نیازمند اضافہ شود تاکہ ایں نیازمند مع متعلقان بفارغ البالی گزراوقات نماید۔ زیادہ حد التماس نماید۔ مرقوم ہفتدہم صفر ۱۲۴۹ھ ہجری (بتاریخ نوزدہم شہر مذکور بہ گورنر صاحب موصول گردید)

برلفافہ: بخدمت فیض درجت نواب صاحب فیاض زماں فیض بخش فیض رساں قدردان نوازش فرمائے نیازمنداں عنایت فرمائے بیکراں رائٹ آنرایبل[۱] سر فریڈرک ادم بہادر گورنر ان کونسل دام دولتہم مشرف باد (درخریطہ نالش وایجنٹ ہم خطے بہمیں عبارت ومضمون وترقیم ودوصول عبارت صد لیکن القاب اندرون خط وبربالائے لفافہ بالقاب شامپر مطابق وموافق است وخریطہ خط ایشاں۔ ۔۔ است ونام ایشاں میجر بادجس صاحب

---

۱ LIEUT.GENERAL SIX FREDERICK ADAM, K.C.B. ۱۸۳۲ء سے ۱۸۳۷ء تک مدراس کا گورنر تھا۔

بہادر گورنمنٹ ایجنٹ است ۔)

(برادرم از گورنمنٹ بوساطت سرکار نواب عظیم جاہ بہادر درخواست کردہ بودند کہ مثل قبلہ گاہی مرحوم تمام و کمال پنشن بنام خود شود ۱۲ خلاصہ مضمون خط جواب درخواست برادرم از وساطت نواب صاحب اینست ۔

مطلب فقرۂ منت تجویز مرقوم نہم جولائی ۱۸۲۳ء بخوانید کہ بر خطوط ذیل مرقوم ۔ جولائی ۱۸۲۳ء ریت بازیل کونسل قرار میدہند کہ تبدیل آں ہیچ ضرورت نیست ۔)

(۱۱)

مسودہ عرضی مرسلہ حضور نواب بیگم صاحبہ بتاریخ دویم ذالحجہ ۱۲۴۵ھ ہجری

غلامان خانہ زادان آداب و تسلیمات بجالاکر حضور عالیہ میں عرض کرتے ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین کہ غلامان آج یاد فرما کر انگور عنایت کرنے کے سبب سے بہت سرفراز ہوکر سجدہ شکر بجالاتے ۔ اللہ تعالیٰ حضور کے سایہ کو غلاماں کے سر پر ایک سو پچیس برس ہمیشہ رکھے کہ حضور کے سوائے غلامان کو کوئی وسیلہ نہیں ہے ۔ زیادہ حدِ ادب ۔

عرضی : غلامان قیام الدولہ و نصر الدولہ

(۱۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کنیز آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض حضور فیض گنجور میدارد و دختران ایں کنیز از سن شادی تجاوز نمودہ اند و ایں کنیز مقدور شادی ایشاں ندارد ۔ او سبحانہ تعالیٰ ذات بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی را وسیلہ ایں کنیز و اولاد ایں کنیز فرمودہ لہٰذا امیدوار فضل و کرم خداوندی آں دارد چنانکہ محض از عنایت بندگان عالی رسم مناکحت ایشاں بر آستانہ دولت فیض نشاں بوقوع آید ایں دو کنیز را در زمرۂ کنیزاں داخل فرمودہ از عنایات سرکار فیض آثار رسم شادی ایشاں نیز بدولت بظہور انجامد ۔ ۔ ازیکہ ارباب عدالت برائے ادائے قرض مرحوم از بابت دری باغ وغیرہ در محکمہ عالیہ امانت داشتہ اند از عنایات خداوندی اگر از آں مبلغ برائے ادائے رسوم شادی ایں دو کنیز شود مستحسن است ۔ بانانچہ ارشاد عالی دریں باب شود ہماں اولیٰ و انسب است زیادہ حدِ ادب ۔ گذرانیدہ شد برائے عظیم جاہ بہادر مدظلہ العالی بتاریخ نہم ربیع الثانی ۱۲۴۵ھ ۔

عرضی ۔ کنیز جمیعت النساء

جواب برایں عرضی صادر شد : باید کہ شما کارروائی کنند ۔ انچیکہ از سرکار امانت شدہ باشد خواہد شد

(۱۳)

صاحب مشفق مہربان کرم فرمائے بیکراں سلمہٗ اللہ تعالیٰ

عرائض متعددہ از مردم علاقہ و ملازمین سیف الدولہ مرحوم بایں جانب میرسند ۔ از التماس اینہا معلوم می شد کہ اینہا حق حصہ مبلغ دو صد یازدہ روپیہ و شش آنہ کہ از سرکار برائے رسوم فواتح سیف الدولہ و برائے پرورش ملازمین مرحوم موصوف معین است ہستند ۔ لہٰذا درخواست ایں جانب اینست کہ آں صاحب بمجرد مطالعہ رقیمہ ہذا اطلاع خواہند نمود کہ مبلغ دو صد و یازدہ روپیہ و شش آنہ ماہوار چگونہ خرچ می شود و چہ قدر ازاں برائے رسوم فاتحہ خرچ میگردد و چہ قدر برائے پرورش ملازمین مصروف می شود کدام کدام کس ملازمین ازاں پرورش می شوند و ہر یک ازاں چہ قدر

ماجاری پابندی شاید که هرسه رقم مرقوم الصدر مشروحاً و تفصیل وار برائے اطلاع این جانب بنگارند۔ زیاده چه بطرازد۔ مرقوم ۴ ستمبر ۱۸۵۳ء
میجر بادجسن بهادر گورنمنٹ ایجنٹ۔

عبارت سرنامه این خط این است: بفضله تعالیٰ شانہ، صاحب شفیق مهربان توجه فرمائے بیکران قمر الدوله بهادر سلمه' الله تعالیٰ موصول باد۔
قمر الدوله کے نام جب میجر بادجسن کا یہ خط آیا تو اُس نے (قمر الدوله نے) نواب عظیم جاہ کو یہ عرضی لکھی۔
بسم الله الرحمن الرحیم۔ عرضی بجناب عظیم جاه بهادر بتاریخ ہجدہم ربیع الثانی ۱۲۴۹ھ ہجری گزرانیده شد باین عبارت:۔
آداب تسلیمات بجا آورده معروض حضور پُر نور میدارد۔
دیروز از گورنمنٹ ایجنٹ خطے متضمن درخواست فهرست اخراجات دو صد و پانزده روپیه و شش آنه که داخل درماہه غلام است بنام غلام صادر گشت جهان پناہا! او سبحانہ تعالیٰ شانہ، حضور پُر نور را پناه و وسیله غلام خانہ زاد ساخته است لهٰذا امیدوار است که درین باب هرچه حکم جهان مطاع شرف نفاذ یابد بعمل خواهد آورد۔ زیاده حد ادب۔ عرضی۔ غلام۔ قمر الدوله
از حضور در جواب عرضی ہذا زبانی ارشاد شد که شما هرچه خرچ می کنید بگذرانید)

(۱۴)

بسم الله الرحمن الرحیم

غلامان آداب تسلیمات بجا آورده معروض میداریم دشمنان غلامان گوناگوں فسادها که نموده اند و می نمایند بحضور پُر نور ظاہر است بفضله تعالیٰ شانہ، دراماں خداوندی ما غلامان هستند و الا تا حال ذلیل و بے نشان گردیده بودند امیدواز و سبحانہ تعالیٰ آنداریم که پیوسته در ترحم خداوندی از فساد معاندین محفوظ و مصئون بوده مثل سایر غلامان حضور پُر نور درہم چشماں معزز و مکرم خواهند بود۔ حکم حضور پُر نور در باب پر سانیدن فهرست ملازمین و اخراجات در سرکار صادر شد۔ جهان پناہا! فهرست ملازمین قبله گاہی در دفتر قبله گاہی در محکمه موجود است اگر از انجا طلب شود دعوی کاذبه معاندین بر ملازمین قبله گاہی غلامان ظاہر خواهد شد۔ جهان پناہا! بعد انتقال قبله گاہی امیر نواز جنگ بهادر همه ملازمین قبله گاہی را برطرف شنوانیدند۔ دراں وقت بعضے مرداں را والده ہائے بیمار غلامان یعنی ممتاز بیگم و نور النساء پیش خود نوکر داشتند تتمه همه ملازمین را ما غلامان نوکر داشتند۔ بعضے ازاں بلا نوکری معاش از غلامان می یابند و بعضے آنها در عوض نوکری معاش می یابند۔ هرگاه فهرست اینها بحضور رسانند پس امید بهم کمی بیشی از غلامان نخواهند داشت و امورات غلامان معطل نخواهند شد۔ درین باب غلامان اُمیدوار سرفرازی هستند و فهرست حاضر است۔ زیاده حد ادب مرقوم بست و ششم محرم الحرام ۱۲۴۹ھ
عرضی۔ غلامان قیام الدوله و قمر الدوله۔

(۱۵)

بسم الله الرحمن الرحیم

آداب تسلیمات بجا آورده بعرض باریابان حضور پُر نور میرسانند که آباد و اجداد غلامان نوکر سرکار دولت آباد جنت آرامگاه متینه سیف الملک مرحوم و غلامان همان نوکری تا انتقال سیف الدوله بخیر خواہی مامور بوده جهت پنشن در گورنمنٹ مستغاثی شده و تصدیق حضور جهت پرورش

ز ایران مبلغ چہار صد ی روپیہ دواده آنہ در رسید قیام الدولہ و قمر الدولہ می گردید و بہ غلاماں می رسید۔ از بعد واقف کارے غلاماں را . . صاحب جہت تحصیل زر بیگم پورہ ز کر گذاشتہ از ماہانہ معمولہ الا تحصیل بیگم پورۂ مذکور جہت ادائے قرض آنہا لعزز خدمت می سند و پرورش غلاماں دشوار۔ آنا کہ وقت گرفتن اظہارِ غلاماں بخدمت شرف الملک بہادر۔ . . جنگ بہادر کہ سابق عرضی احوالِ غلاماں نوشتہ گذرانیدہ اند ازاں مبرہن جناب شدہ باشد۔ امید علما از راہ خداوندی غلاماں زر مبلغ پنشن روز تصدق حضور سرفراز بدعاء از دیاد عمر و دولت مشغول باشد۔ زیادہ حد ادب

عرضی : غلاماں منو ساہی کرنم و آنا ساہی کرنم۔ بیگم پورہ علاقہ سیف الدولہ مرحوم نہم ذالحجہ ۱۲۵۵ھ ہجری

حکم صادر شد کہ از برائے پنشن حال دریافت شود۔

(۱۶)

کنیز بعد از ادائے آداب و تسلیمات بعرض معلّا میرساند کہ کنیز از قدیم الایام در خانۂ دختر خود مہر النساء زوجہ سیف الدولہ بہادر سکنت داشتہ بجمیع وجوہ بہ محافظت است۔ قمر الدولہ از یک سال مہر و رسیدش در علاقہ خود داشتہ قابض و متصرف درماہہ وغیرہ شدہ معترض کنانیدہ علاوہ از چند روز در خانۂ ہمشیر خود آمد بالواع و اقسام و رفلانیدہ سے خواہد کہ کنیز را از خانہ بدر کند و مزاج دخترم ہم برآں آوردہ است۔ کنیز موجب قباحت دانستہ ہر چند متعرض میشود کہ خانہ را گذاشتہ در جائے دیگر بودن مثلے انگشت نمائی دیدنا بیست۔ زیرا کہ ازاں جوانب در حق شما چہار سوکے نزع رسیدہ بود۔ معلوم با ایہم پذیرا شدہ کہ بایمائے قمر الدولہ پیادگان جہتِ اخراجِ کنیز رسیدہ بودند۔ عالم پروا۔ کنیز دریں پیرانہ سالی کجا رود و در بدر شود۔ لہٰذا بعرض حال پرداختہ امید وار است کہ قمر الدولہ و مادر و ہمشیرہ اش را تاکید حضورِ معلّے باشد کہ مہر النساء را در خانہ اش روانہ نمایند تا کنیز بدستور سابقہ مع مہر النساء دختر و غیرہم سکونت دارد . . . . . . مراحم بگرد و عین سرفرازی کنیز ست۔ زیادہ حد ادب۔ عرضی۔

کنیز فیض النساء والدۂ مہر النساء

خلاصہ : فیض النساء در حقیقت سکونتِ قدیمۂ خویش در خانۂ مہر النسا دخترش داشتہ کہ زوجۂ سیف الدولہ بہادر مرحوم است دریں ضمن محافظت مشارٌ الیہا بجمیع وجوہ من بعد کیفیت و متعرض شدن دختر مذکور بسبب دخل قمر الدولہ بہادر در امورش از مدت یک سال۔ علاوہ گماشتن بہادر مسطور مشارٌ الیہا را بخانہ خواہر خویش و تحریفش براخراج عریضہ گذار از خانہ بجہت ارسال پیادگان پرسں لہٰذا بعرض اینہمہ مراتب امیدوار سدد بر حکم سکونت عریضہ گذار بخانہ دختر مزبورہ بموجب محمود . . . . . . از نگاہداشتن مشارٌ الیہا بخانۂ خواہرش و ترک اغوائے او

سر رشتہ معاملات مرجوعہ منفصلہ دیوانی۔

حکم صادر شد۔ دوازدہم شعبان ۱۲۴۹ھ۔ کیفیتش از قمر الدولہ دریافتہ شد۔ (یہ کیفیت عرضی نمبر ۱ میں درج ہے)

(۱۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والدۂ مجانبہ[1] غلام، مہر النساء را بعد از تقرر درماہہ برادر ایشاں ہاشم علی مہر خود را گرو گذاشتہ در عرصۂ قلیل قرضدار و پریشان حال

---

[1] سوتیلی والدہ

گردانیده و باتے گدایی خواہر بہ نگ وغیرہ میفرستاد - ازیں ہمہ حالت ایشاں بہ تباہی و نوبت فاقہ کشی رسید صورت بہبود بجز رہائی مہر از دست برادر ندیده - از غلام در ہر ماه برائے ادائے دین برادر خود قرض می خواستند تا مدت چہار ماه غلام اعراض می کرد - ہرگاه والدۂ حقیقی غلام دربارۂ قرض دہانیدن ایشاں بہ غلام تاکید نمودند بجہتِ امتثالِ امر والده از نزد ساہوکاراں سے غلام قرض دہانیده و ایشاں ادائے قرض برادر نموده مہر خود را ازو گرو واہانیدند - بعد ازاں ہم برائے شادی برادر و جہت استخلاص او از قید بدفعات قرض گرفتند - چونکہ دست ہاشم علی از قرض کشی کوتاه گردید لہٰذا او درپئی الیہ فیض النساء عریضہ گزار با نواع کیفیت ذلیل غلام را متہم ساخته در حضور مستغاث شده است - این معنی از ادائے دریافتِ نیکو روشنِ حضور پرنور خواہد گردید - زیاده حد ادب - مرقوم ہفتم رمضان المبارک ۱۲۴۹ھ ہجری -

عرضی -

غلام ـــــ قمر الدولہ بہادر انور جنگ -

عرضداشت بحضور فیض گنجور بندگان حضرت فیض مقدرت جناب ملازمان نواب عظیم جاه بہادر مدظلہ العالی بگذرانید -

ہشت و چہارم شعبان ۱۲۴۹ھ حکم صادر گردید

(۱۸)

انشاء اللہ تعالیٰ ـــ ھو الکریم

آداب و تسلیمات بجا آورده معروض جناب میدارد - کنیز را سیف الملک مرحوم از خورد سالی در محل خود پرورش نموده از حکم نواب والاجاه قاضی عبداللہ صاحب مطابق مہر مثل عمہ کنیز یازده صد و یازده تولہ طلائے خالص کنیز را بنکاح سیف الدولہ بستند آں زمان کنیز را سیف الملک سی روپیہ ماہوار میداد بعد ازاں سیف الدولہ بہادر ہفتاد و پنج روپیہ میرسانید - کنیز را عارضۂ بیماری سخت روداد - برادر بہادر مرحوم بنورس بیگم خواہر خورد حقیقی کنیز را بنکاح خود در آورد و در ماہہ مذکور میرسانید بعدہٗ بمعذوری چشم و دست و پا ہشت چوکیداران و دوازده کرسی بردار ان متعین کرده محافظت شاں می نمودند و از کاوش قرض خواہاں چہل و پنج روپیہ از جیب میرسانید و در بیماری اکثری فرمود کہ از حضور بندگان عالی ماہوار دو صد روپیہ بنام نورس بیگم خواہد رسید - و ازاں شصت روپیہ بنورس بیگم و چہل روپیہ بعبد العلی و پنجاه روپیہ بکنیز و سی و پنج روپیہ بغلام رسول و پانزده روپیہ بہ بدر الدین برادر حقیقی کنیز - چناں وصیت او کہ دو صد روپیہ موافق وصیتِ مرحوم از کمپنی جاری نگردید و ہشتاد و سہ روپیہ چہار آنہ بنام نورس بیگم از حضور جاری شده کنیز وغیره از فاقہ کشی جاں بلب امیدوار فضل و کرم آنست کہ از پنشن سرفراز گردد - زیاده حد ادب -

عرضی -

کنیز بیوه خدیجہ بی منکوحہ سیف الدولہ مرحوم

مرقوم ۱۷ شوال ۱۲۴۹ھ ہجری ـــ

عرضداشت بحضور فیض گنجور بندگان حضرت فیض مقدرت جناب ملازمان نواب عظیم جاه بہادر مدظلہ العالی بگذرانید - (بہ بست و چہارم شوال ۱۲۴۹ھ ہجری حکم صادر گردید کہ از قمر الدولہ و قیام الدولہ دریافت شود -) (عرضی نمبر ۱۹ میں اس کی کیفیت درج ہے)

(۱۹)

غلاماں آداب و تسلیمات بجا آورده بعرض ملازمان حضور پرنور میرسانیم بہ ادعائے عرض گزار کہ جد مرحوم غلاماں سیف الملک بہادر خدیجہ را پرورش نموده از حکم نواب والاجاه جنت آرامگاه بقید نکاح قبلہ گاہی در آورده اند محض دروغ و افترا است - عالم پرورا! کاریکہ از حکم تیپ

سرانجام گرفته باشد به رو سلسته دیگر مخفی نمی ماند و نیکو روشن حضور پُر نور باشد کر گاہی این نکاح قبله گاہی بعرض بلدیا نشگان حضور پُر نور رسیده باشد این که نامش نور آں بادا ارذل قوم وزن برادر شوہر دایه غلام خورد است و دایه غلام حاضر است از احوالش خوب واقف است واکثر مردمان نیز از کیفیت اطلاع دارند ـ عالم پرورا! بروز زیارت قبله گاہی ہر صغیر و کبیر از متعلقان قبله گاہی احوال خود را معروض پرنور نمودند اگر من وجه عرضی استحقاق می داشت بطریق ادنٰے بعرض احوال خود با مثل سائر مستحقین می پرداخت ـ او سبحانهٗ تعالیٰ شانهٗ، سایۂ حضور پُر نور را بر مفارق عالمیان تا به ابدالدہر سلامت دارد که از دریافتِ بسیار ہر یک از متعلقانِ قبله گاہی معاشے از سرکار فیض آثار مقرر شد حتیٰ که کنیزان نیز محروم نگشتند ـ زیاده حدِ ادب ـ

عرضی ـــــ غلامان ـــ قمرالدوله و قیام الدوله ـــــ

(۲۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آداب تسلیمات بجا لاکر عرض رکھتا ہے اللہ تعالےٰ کی درگاہ میں شکر ہے کہ حضور عالیہ کے تئیں غلام کا وسیلہ مقرر فرمایا ـ سالہائے دراز سلامت رکھے سب متوسلین دامن دولت حضور کے آستانہ دولت سے سرفراز ہوتے ہیں اور عزت حاصل کرتے ہیں ـ غلام کرم خداوندی سے اُمیدوار ہو کر عرض کرتا ہے کہ حضور کی باندیاں یعنے غلام کی دونوں بہناں اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس شادی مبارک موسوم[1] میں نواب صاحب مدظلہٗ العالی کی حضور سے دولت ملازمت سے سرفراز ہونے کی اُمیدوار ہیں ـ اللہ تعالےٰ حضور کے سایہ کو غلام اور باندیاں کے سر پر سلامت رکھے ـ زیادہ حدِ ادب ـ

عرضی ـــــ غلام ـ قمرالدوله

۱۲ شہر رمضان ۱۲۴۹ھ ہجری روز دوشنبه ـ

از دست حافظ قاسم فرستاد نواب بیگم صاحبه مدظلہا العالی را گذرانیده ـ جواب ندادند ـ

(۲۱)

ہفتم صفر ۱۲۴۹ھ روز چہارشنبه بسمع این جانب رسید که برادرم قیام الدوله بہادر عرضی برائے نواب عظیم جاہ بہادر جہت فرستادن به گورنمنٹ بحافظ یار جنگ بہادر عرف اولیا صاحب در خانه ایشان رفته دادند و گفتند شما به نواب صاحب از طرف این جانب بگذرانید ـ صاحب موصوف عرضی را خواندہ گفتند اگر شما ہر دو برادر باہم باتفاق نموده میگذرانید اولیٰ بود در دریں کار موجب مخالفت حاصل میگردد ـ برادرم جواب دادند مضائقه ندارند بہر طور بگذرانند ـ و باز شنیدم که به گورنمنٹ نیز بے وساطۂ نواب علیحده نیز عرضی گزرانیدند برائے اضافهٔ درماہه ـ این خبر شنیده این جانب از میاں ابو الحسن خاں از برادرم استفسار نموده ـ انکار محض نمودند خاموش گردند باز از ایشان دریافت نکردم ـ حسبنا اللہ نعم الوکیل

ـــــ قمرالدوله ـــــ

(۲۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آداب تسلیمات بجا لاکر حضور عالیہ میں عرض کرتا ہے اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے حضور کے حکم کے موافق آج شادی شروع کرتا ہے ـ غلام اپنی عزت کے واسطے پچیس تیس روپیہ لے کر حاضر تھا ـ اُمیدوار فضل و کرم سے یہ ہے سرکار کے باورچی خانہ کے داروغہ کو حکم ہوتے کہ

---

[1] شادی مبارک موسوم ـ سے مراد پندرھویں روزے کا افطار ہے ـ

خاصہ تیار کر کر حضور کی باندیوں کی نظر سے گذرانے - اس میں عزت غلام کی اور سرفرازی غلام کی ہے - زیادہ

حضورِ بندگان عالی و نواب صاحب بہو بیگم صاحبہ و صاحبزادی کلاں دلہن بیگم صاحبہ

عرضی ——— غلام - قمر الدولہ بہادر ———

(۲۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آداب تسلیمات بجالا کر عرض کرتا ہے غلام اُمیدوار ہے کار پردازان سرکار کے تئیں حکم حضور صادر ہوئے کہ زیور رسومات کے عنایت ہوں- غلام سرف از ہووے گا - اور بعد ادائے رسومات کے کارپردازان کے تئیں پہونچا دے گا - مگر یہہ عرض حضور میں ہے باوسیں وین تاریخ کے تئیں جلوہ ہوتا ہے - زیادہ حد ادب -

عرضی - قمر الدولہ

بحضور - نواب بیگم صاحبہ

——— جمادی الاوّل ۱۲۴۹ سنہ ہجری

(اسی کے ساتھ یہ نوٹ بھی درج ہے):-

زیور مختار بیگم کہ نواب جنت مکان گرفتہ در تصرف خود آوردہ بودند بحسب گفتۂ نورس بیگم - مرقوم نہم ربیع الاول روز پنج شنبہ ۱۲۴۷ سنہ ہجری

چنپاکلی یاقوت سیلابچی آفتابہ نقرہ پیکدان پازیب طلائی جوڑی نقد چنگیزی نقرہ گلاب پاش

عصہ عدد — عصہ عدد — عصہ عدد -- عصہ عدد — صدہون — عصہ عدد — عصہ عدد

(۲۴)

غلام تسلیمات بجا آوردہ بعرض ملازمان حضور پُرنوری رساند کہ منوسامی کرنم وأماکرنم - بیگم پورہ، بتاریخ پانزدہم رجب المرجب ۱۲۴۹ سنہ ہجری دعوی واظہارات خود با نزد ملازمان حضور معہ عرائض نویسانیدہ بودند چنانچہ راجہ ٹیکم جنگ بہادر از غلامان جوابش سر بمہر گرفتند و دستخطِ حضور نیز بدعوی واظہارات مشارٌ الیہا وجوابات غلامان بعد از دریافت گردیدہ است - از روئے دریافتِ حضور پُرنور از دفتر سررشتہ داران خاندان نیک ہوا ید خواہد شد و دعوی حقیقت آبا و اجداد مشارٌ الیہا بود در سرکار نواب والاجاہ کہ نوشتہ اند تعلق بہ غلامان ندارد و متعلقۂ جدِ غلامان ہرگز نبودند بلکہ غلط محض است کہ از دفتر والاجاہی روشن خواہد شد و پیش از انتقالِ والد ہفت سال منوسامی کرنم و در بعد از انتقال یک و نیم سال اُماسامی کرنم نوکر گردیدہ و حال نیز برہمان نوکری مامور اند و رما بہ معمول بلاکم و کاست از زرِ تحصیل بیگم پورہ کہ پیش ازیں نیز در ہماں عوض می رسید حال ہم می یابند - زیادہ حدِ ادب مرقوم بست و چہارم .. .. ۱۲۴۹ سنہ ہجری -

عرضی ———

نواب قمر الدولہ بہادر و قیام الدولہ بہادر

(۲۵)

آداب تسلیمات بجالا کر حضور عالیہ میں عرض کرتا ہے اللہ تعالےٰ نے حضور کے تئیں غلام کا وسیلہ فرمایا ہے - ایکسو پچیس برس سلامت رکھے - سوائے حضور پُرنور کے کوئی وسیلہ غلام کا نہیں ہے - حضور کی باندیوں کی باندی غلام کی چھوٹی بہن کو رات سے دردِ زہ ہوتا ہے - اطلاعاً

عرض کیا ہے۔ زیادہ حدِ ادب　　　　عرضی ——— بنواب بیگم صاحبہ از طرف قمر الدولہ بہادر

(۲۶)

صاحبان مشفقان توجہ و کرم فرمائے بیکران سلمہ اللہ تعالی

صاحب بتاریخ بست و یکم مئی ۱۸۳۴ء عیسویہ بہ آں صاحبان اطلاع دادہ شدہ بود کہ در مقدمہ حالات پنشن و متعلقان والد مرحوم خویش چیزے ظاہر کردن باشد از ذریعہ گورنمنٹ ایجنٹ و نواب صاحب کرناٹک باید نمود۔ لہذا مکرر اطلاع دادہ میشود کہ اگر آں صاحبان آنچناں عمل نمایند مناسب است و عرضی کہ بخدمت گورنمنٹ دادہ بودند از سبب مرقوم الصدر کہ نزد مخلص رسید واپس مرسل است زیادہ . . . . . .

میجر ہاڈسن بہادر گورنمنٹ ایجنٹ ۔ (دستخط انگریزی)

۸ رجون ۱۸۳۵ء عیسویہ ۔

(مایان پیش از رسیدن این خط بست روز یک خط بہ گورنمنٹ نوشتہ بودند ہمراہ بخط ایجنٹ واپس آمد۔)

اسی خط کے ساتھ میجر ہاڈسن نے قیام الدولہ اور قمر الدولہ کو اُن کی وہ عرضی واپس کر دی ہوگی جو انھوں نے براہِ راست میجر کو بھیجی تھی۔ اس عرضی کے ساتھ میجر کا حسب ذیل نوٹ بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

(۲۷)

ھو العلی الاعلیٰ

بمطالعہ صاحب مشفق مہربان توجہ و کرم فرمائے قیام الدولہ بہادر و قمر الدولہ بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ موصول باد

صاحب مشفق مہربان توجہ و کرم فرمائے سلمہ اللہ تعالی

خط مسرت نمط آں صاحب معہ عرضی موسومہ جناب نواب گورنر صاحب بہادر موصول و مطلع مضامین نمود سابق کہ دریں مقدمہ برائے ارسال عرائض از معرفت جناب نواب صاحب دام اشفاقہم مرقوم نمودم حالا . . . ہمیں میدہم کہ بموجب حکم گورنمنٹ از ذریعۂ جناب نواب صاحب مخلص فرستادن مناسب است کہ نواب صاحب مختشم . . . البتہ بلا اندیشہ روانہ خواہند فرمود۔ زیادہ حدِ نگارش رود۔

عرضی مذکور واپس مرسل است ——— مرقوم ۸ رجولائی ۱۸۳۵ء عیسوی۔

میجر ہاڈسن بہادر
گورنمنٹ ایجنٹ،

مُہر

(۲۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بمیامن ایزد متعال چونکہ پرورشات خداوندی مبذول حال غلاماں است حسب الحکم حضورِ پُرنور ارباب عدالت محکمہ عالیہ قرارنامہ متضمن فیصلۂ ترمش خواہان قبلہ گاہی و جواب دہی آنہا در محکمہ عالیہ وغیرہ از غلاماں گرفتہ باغ مسکونہ را قبل از یک سال تحویل غلاماں نمودند حسب الحکم حضورِ پُرنور غلاماں نیز بعضے ترمش خواہاں را شامل و در چہار ال داس فیصلہ نمودہ اقساط ہم از محاصل باغ میرسانیدند و بر فسادات ممتاز بیگم بوساطت محمد تائید الدین اکبر و میر عباس علی خانساماں

ہر چند مصالحہ و اتفاق با ممتاز بیگم خواستیم تا ادائے قرض قبلہ گاہی شود ہیچ مفید نشد و سکنائے باغ را علانیہ حکم سے کنند کہ مالک باغ خود ہستیم ورتی[1] با شما معاف کردیم شما ہرگز مذہبیہ آنہا متروکہ کردہ منیدینہ۔ لہٰذا از جندے اقساط مذکور نیز سد او نیز یک تمسک چہاردہ ہزار روپوں برگروی باغ بنام رتن بھارتی، ممتاز بیگم دلوز سس بیگم جبلی ساختہ از طرف رتن بھارتی در کورٹ رجوع کردہ بودند ایں معنے بجدی شیوع یافتہ کہ ہمہ صغیر و کبیر واقف شدند و بغلاماں ناگزیر اتفاق کہ در کورٹ جواب دہی نمائیم۔ لہٰذا غلاماں اجبارانہ با صرف مبلغ کثیر بذات خود جواب دہی نمودیم و مصروف گشتیم بفضل فضال لایزال دیروز کہ بست و نہم جمادی الاول بود دعاوی مدعی نامسموع و باطل شد قبضہ انفصال یافت و آنچہ بادہ مختار بیگم برائے تجویز از مفاسید ترک اقامت باغ نمودہ و رتن بھارتی ساکن [ ] مرہ اند چنانچہ برادر شاں محمد تائید الدین اکبر بخوبی واقف اند بیکوروشن حضور پر نور است۔ سابق باوجود داشتن مہر خود ممتاز بیگم در سرکار حضرت نواب بیگم صاحبہ قبلہ مدظلہا العالی با مہر جبلی کاغذات در گورنمنٹ فرستادہ بودند غلاماں کہ من جمیع الوجوہ پرورش یافتہ سرکار و متوسل دامن دولت ہستیم و از حکم حضور پر نور ہیچ گونہ ممتاز بیگم و غلاماں را مجال سرتابی نیست امیدوار از فضل و کرم خداوندی ہستیم کہ ممتاز بیگم را حکم صادر شود کہ از دو صورت یک را اختیار کنند اولاً آنکہ تا ادائے قرض ساکت باشند و ہیچ گونہ دخل و تصرف در متروکات نکنند کہ از حکم شرع شریف پیش از ادائے قرض تصرف در متروکات روا نیست یا ہمیں وقت از باغ موافق ترکہ خویش زمین باغ بگیرند و قرض نیز بمقدار ترکہ بذمہ خود گیرند۔ زیادہ حد ادب۔ مرقوم غرہ جمادی الثانی ۱۲۵۲ھ - عرضی -

غلاماں - قیام الدولہ - قمر الدولہ

جواب صادر شد مگر آنکہ جلدی نہ کنند و چندے صبر کنند و از انفصال قبضہ شما بسیار خوش شدم -

(۲۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ارباب عدالت محکمہ عالیہ ایک سال آگے بندگان عالی متعال کے حکم سے باغ تحویل غلاموں کے کیے۔ غلامان تائید الدین اکبر عرف اکبر بادشاہ کی وساطت سے ہر چند مصالحت اور خوشنودی ممتاز بیگم سے چاہیے تاکہ فساد نہ ہووے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ دریافت سے یہ بات حضور پر نور پر روشن ہووے گی آخیر رتن بھارتی کے نام سے تمسک جبلی چودہ ہزار روپوں کا غلامان کی تباہی کرنے کے واسطے کورٹ میں رجوع کیے اور تمام چھوٹے بڑے اس بات سے واقف ہیں اس قبضہ کی کیفیت غلاماں حضور پر نور میں سابق اطلاع کیے تھے حضور پر نور سے ارشاد ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو حق ہے سو ہوگا ویسا ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے کل کے روز انتیسویں جمادی الاول ۱۲۵۲ھ کے فیصلہ کورٹ میں ہوا اور دعویٰ مدعی کا باطل اور جھوٹا ہوا چند روز سے باغ کے رہنے والے لوگوں کو ممتاز بیگم تاکید کیے ہیں کہ باغ میرا ہے اور ورتی تم کو معاف کیے ہوں اس واسطے رہنے والے لوگ سرکشی سے ورتی زمین کی نہیں دیتے ہیں ممتاز بیگم اور غلامان حضور کے حکم کے تابع ہیں اور خلاف حکم کرنے کا مقدور نہیں۔ اس واسطے غلامان امیدوار فضل و کرم خداوندی کے ہیں ممتاز بیگم کو تاکید ہووے کہ باغ کے معاملات میں فساد نہ کریں تا اس کے محاصل قرضخواہاں کو نہ پہنچے اور جھوٹے تمسکات وغیرہ جبلی نہ بناویں کہ اس میں غلاموں کی تباہی اور رسوائی اور بدنامی ان کی ہے۔ زیادہ حد ادب۔ مرقوم غرہ جمادی الثانی ۱۲۵۲ھ

یہ عرضی بیچ حضور حضرت نواب بیگم صاحبہ قبلہ مدظلہا العالی المتعالی کے گزری -

---

[1] ورتی۔ یعنی لگان۔ اگلی عرضی میں بھی یہ لفظ آتا ہے۔

(۴۰)

غلامان آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میدارند۔ جہاں پناہا! فسادات ممتاز بیگم کہ بر حال غلامان است بغرۂ جمادی الثانی ۱۲۵۲ھ ہجری مفصلاً معروض داشتیم ارشاد شد کہ دریں امر جلدی نکنند۔ عالم پرورا! از رسیدن اقساط بر قرضخواہان قبلہ گاہی تقاضائے آنہا بیشتر است لہٰذا مضطرباً جرأت پرداز عرض احوال خود میگردیم۔ ممتاز بیگم ساکنان باغ را علانیہ حکم میکنند کہ مالک باغ مبتم دری ہا بشما معاف کردم۔ آنہا غنیمت شمردہ دری دادن موقوف کردہ اند۔ لہٰذا اقساط کہ بہ قرضخواہان قبلہ گاہی میرسید نمی رسید اگر قرضخواہان در کورٹ رجوع شوند بر غلامان جواب دہی سخت دشوار است موجب تباہی غلامان خواہد شد کہ قرضخواہان باغ را ہراج خواہند کرد۔ اوسبحانہٗ تعالیٰ حضور پُر نور را ملجا و ماوائے غلامان فرمودہ است امیدوار ہستیم کہ بممتاز بیگم حکم حضور شرف صدور یابد کہ تا ادائے قرض قبلہ گاہی ہیچ گونہ دخل و تصرف نہ نمایند و بامتاز بیگم از باغ بعد از منع عوض دین انچہ افزود اگر باند حصہ شرعی خود بگیرند عالم پرورا! در عہد نواب صاحب رحمت مآب چوں نحوی مرحوم غلامان حسام الدولہ در سپریم کورٹ رجوع آوردہ فسادات می نمودند از تفضلات خداوندی وگورنر کونسل پنشن عوی غلامان حسام الدولہ مرحوم مسدود گردید تا وقتیکہ از قبضۂ کورٹ و فسادات دست بردار شدند حالا ہم از افضال ایزد متعال بجز تفضلات خداوندی غلامان را نجات از فسادات ممتاز بیگم نیست۔ زیادہ حد ادب۔ بروز جمعہ بتاریخ پانزدہم شعبان المعظم ۱۲۵۲ھ۔ عرضی۔

غلامان۔ | قیام الدولہ | قمر الدولہ بہادر |

گذرانیدہ شد، ارشاد کہ از ممتاز بیگم دریافت خواہم کرد۔

(۴۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مایان کہ قیام الدولہ و قمر الدولہ وغیرہ ورثائے سیف الدولہ مرحوم ایم چوں کہ قبلہ گاہی مقروض بودند لہٰذا مایان اسباب متروکہ بفروخت آوردہ ادائے دین بعضے مردم نمودہ ایم اکنوں بجز یک قطعہ باغ مسکونہ مایان کہ واقع کومس کوری است ہیچ باقی نماند درینولا قرض خواہان قبلہ گاہی بنا بر دین خود با تقاضائے شدید می نمایند و ارباب عدالت باغ مذکور رہ قبض نمودند لہٰذا اقرار واثق می کنیم و نوشتہ میدہیم بریں معنے کہ مایان قسط از در ماہہ مقرر نمودہ قرض قبلہ گاہی انچہ باثبات رسد ادا سے می نمائیم و حقوق ورثائے قبلہ گاہی کہ دراں باغ متعلق است موافق شرع شریف میرسانیم اگر کسے قرض خواہ در کورٹ مستغاثی شود بجوابش برداریم خدانخواستہ از اقرار نوشتہ دادہ خود ہا منحرف شویم ارباب عدالت رسیدات مایان ضبط کردہ ہمگی در ماہہ گرفتہ آنہا را برسانند بنا برآں ایں چند کلمہ بطریق اقرار نامہ نوشتہ دادہ شد کہ ثانی الحال سند باشد۔ تحریر فی التاریخ ہشتم محرم الحرام ۱۲۵۲ھ ہجری۔

(۴۲)

مایان کہ قیام الدولہ و قمر الدولہ بہادر فرزندان سیف الدولہ بہادر مرحوم نبیرگان سیف الملک بہادر مرحوم ایم اقرار نمائیم و نوشتہ میدہیم برایں معنی کہ مبلغ دوازدہ ہزار روپیہ بحکم گورنر ان کونسل قرضاً از خزانہ گورنمنٹ بحسام الملک بہادر حوالہ کہ میدہند ضامن ہستیم کہ ہر قدر زر منجملہ دوازدہ ہزار روپیہ مذکور بر ذمہ بہادر معہ اللہ باقیماندآں زر بقیہ را بخزانہ گورنمنٹ مایان خواہیم رسانید بنا برآں ایں چند کلمہ بطریق ضمانت نامہ نوشتہ دادہ شد کہ ثانی الحال سند باشد

تحریر فی التاریخ ۱۸ اپریل ۱۸۳۶ء عیسوی مطابق غرہ محرم الحرام ۱۲۵۲ھ ہجری قدسی۔

اقرار نامہ ہذا بہ گورنمنٹ مرسل شد۔

(۳۳)

بحضور نواب عظیم جاہ بہادر

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم کہ اگرچہ ممتاز بیگم در حوالی باغ قبلہ گاہی حتی المقدور سعی نمودند کہ مابینی سکنائے باغ را فسادات باد درانیند از افضال ایزد متعال باقبال حکم خداوندی داروغہ سرکار از کمال خیراندیشی و خردمندی بانتظام تمام سرانجام میدادند۔ درینولا بسبب استیلائے ضعف بیماری نمی تو انند بباغ آمدہ متوجہ امورات شوند۔ لہٰذا بعضے مفاسید خیرگی اختیار کردہ اند۔ نظر بہ پرورشات خداوندی کہ پیوستہ مبذول حالِ غلامان است امیدوار فضل و کرم ہستیم کہ از جانب سرکار باغ قبلہ گاہی را اجارہ دادہ معجلہ محاصل باغ پانزدہ روپیہ بنا بر اخراجات سواری بہ داروغہ سرکار مقرر گشتہ تاکید حضوری در بارۂ خبرگیری و امانت مساجد در ہمگی امور شرف صدور یابد موجب سرفرازی است۔ زیادہ حدِ ادب۔ مرقوم دوئم ذی الحجہ سنہ ۱۲۵۴ھ۔

عرضی — غلامان قیام الدولہ و قمر الدولہ

(۳۴)

آداب تسلیمات بجا آوردہ نظر تراحم خداوندی کہ پیوستہ مبذول حال غلامانست جسارت پرداز عرض می شویم بمیامن ایزد متعال غلامان کہ من جمیع الوجوہ از آستانۂ دولت پرورش و عزت یافتہ و می یابیم امیدوار فضل و کرم ہستیم کہ حصہ ہائے کہ از سرکار فیض آثار مثل حصہ عید الاضحیٰ و عید الفطر وغیرہ کہ در حین حیات بہ قبلہ گاہی مرحمت می شد بنام غلامان یافتہ سرفراز و کامیاب می شد باسم جناب حسام الملک حال و عباسی میاں وغیرہ سرفراز می شوند غلامان را نیز از مرحمت حصہ ہائے سرکاری در اقران و مماثل معزز و مفتخر خواہم شد۔ زیادہ حد ادب۔ قبل از عید الاضحیٰ سنہ ۱۲۵۴ھ۔ عرضی۔

بوساطہ شرف الملک گزرانیدہ شد

(۳۵)

بجناب حضرت سید الشہداء علیہ السلام و جناب حضرت عباس علیہ السلام اقرار می نمائیم و نوشتہ می دہیم بہ سید علی برایں معنی کہ ہرچہ کہ اضافہ بر زر وسیلات ماہواری مایان کہ از کمپنی گردد زر اضافہ یک سال بطریق نذر بلا عذر و حیلہ بہ سید علی صدر خواہیم رسانید بنابراں ایں چند کلمہ بطریق اقرار نامہ نوشتہ دادہ شد کہ ثانی الحال سند باشد۔ تحریر فی التاریخ سیزدہم جمادی الثانی سنہ ۱۲۵۱ ہجری۔

مُہر قمر الدولہ بہادر	مُہر قیام الدولہ

(۳۶)

فضل و کرم خداوندی سے بیچ سنہ ۱۲۲۹ ہجری کے، وساطت سے کارپردازوں سرکار فیض آثار کے فیصلہ تمامی قرضداروں قبلہ گاہی کا ہوا اور اقساط بھی پہونچی تھی اور بہت قرض عنایت سے حضور عالیہ کے ادا ہوتے موافق تمسکات رام بہارتی و رتن بہارتی کے تمامی تمسک اونہوں کا بھی وساطت سے کارپردازوں سرکار کے ادا ہوا۔ رتن بہارتی خوف و اندیشہ سرکار کا پاکر جعلی تمسک چودہ ہزار ہون کا اور پرگر و باغ کے بنا کر کورٹ میں رجوع کیا ہے۔ اور ہفتہ کا روز دوسری ذی قعدہ کے کورٹ میں دیا ہے۔ غلامان امیدوار فضل و کرم کے ہیں فیصلوں کے کاغذات و رسیدات قرضخواں کی جو سرکار کے کارپردازوں کی تحویل میں ہیں سرفراز فرمانا اللہ تعالیٰ نے حضور عالیہ کے تئیں غلامان کا وسیلہ فرمایا ہے۔

زیادہ حدِ ادب

(۳۷)

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض می میداریم غلامان دربارۂ رپورٹ نوشتے حضور پُرنور بہ شریف کورٹ آنریبل ۔۔۔ ۔ موردیم جواب داد ۔ باید کہ عنایت نامہ متضمن صدق شہادت داروغۂ سرکار کہ سابقاً در کورٹ ادا نداشت مرسل گردد وگر خلافش بعمل آید در ضرر عاید میشود۔ اولاً از محاصل باغ بہ سرکار ثابت و ثانیاً حقوق شما باطل و تلف خواہد شد ۔ غلامان توضیحش خواستیم۔ اور کیفیت نامہ نوشت کہ محاصل باغ از سرکار تعلق ندارد۔ زیرا کہ قیام الدولہ و قمر الدولہ از سرکار متعین داروغہ فقط استعانت خواستند و داروغہ از سرکار ایشان متعین گشت کہ در تحت حکم قیام الدولہ و قمر الدولہ باشد و قیام الدولہ و قمر الدولہ متصرف محاصل باغ ہستند۔ اگر شما را تعلقے باشد قیام الدولہ و قمر الدولہ ہر دو موجود اند و متصرف باغ ہستند شما از آمدنی تعارض کنید عالم پرورا! از افضال ایزد متعال دین و دنیا بجز حضور پُرنور وسیلہ نیست و نداریم ہر قسمے کہ بندہ پرور را منظور باشد ستوق بآں ہستیم - زیادہ حدِ ادب - پانزدہم شہر ذی الحجہ ۱۲۵۲ھ ہجری -

نواب عظیم جاہ را از شریف کورٹ حکم نامہ رسید کہ باغ سیف الدولہ مرحوم ہراج شدہ است۔ محاصل باغ را بہ رتن بہارتی باید رسانید از خارج مسموع شد کہ نواب در جواب حکمنامہ نوشتند کہ از التجائے قیام الدولہ و قمر الدولہ داروغہ (کہ) متعین باغ بود برخاستہ شد۔

(۳۸)

آداب تسلیمات و قواعد کورنشات بجا آوردہ معروض جناب فیض مآب میدارد- جہاں پناہا! از افضال و پرورشات خداوندی فیصلۂ کل قرضخواہاں قبلہ گاہی در ۱۲۴۳ھ ہجری بوساطت کارپردازان سرکار فیض آثار گردیدہ اقساط میرسید و اکثر اقراض ہم ادا گردید و بموجب تمسکات رام بہارتی و رتن بہارتی کل قرض آنہا نیز بوساطت کارپردازان سرکار ادا گشتہ، خوف و خطر سرکار دولت نکردہ نام بردہ بے باکانہ تمسک جعلی چہار دہ ہزار ہون بر گروی باغ مسکونہ ساختہ در کورٹ رجوع کردہ است و بروز شنبہ دوم ذیقعدہ ۱۲۵۱ھ در کورٹ می آید- عالم پرورا! غلامان اُمیدوار فضل و کرم ہستند و از کاغذات فیصلۂ بقایائے قرضخواہان کہ در پیش کارپردازان سرکار عالم مدار است سرفراز شوند و سبحانہ تعالےٰ شانہٗ حضور را پناہ و ملجائے غلامان فرمودہ است - زیادہ حدِ ادب بروز پنجشنبہ سلخ شوال ۱۲۵۱ھ

(این عرضی بہ نواب عظیم جاہ گزرانیدم حکم صادر شد کہ کاغذات را بدہند۔ بروز جمعہ ذی القعدہ ۱۲۵۱ھ کاغذات را آوردم۔)

(۳۹)

منکہ شمس الدین احمد ولد مولوی قادر بخش دمنشی عدالت عالیہ ام اقراری نمایم و نوشتہ میدہم برایں معنی کہ قیام الدولہ بہادر بنا بر ارجاع مقدمہ باغ مسکونہ در کورٹ از خرچہ کورٹ تنگ آمدہ مبلغ محاصل باغ کہ در علاقہ کارپردازان سرکار فیض آثار درخواست کردند و کارپردازان مذکور ضمانت برایں مضمون کہ تا وقتیکہ فیصلہ باغ مذکور بطرف بہادر موصوف گردد دراں وقت از ضامن ہیچ تقاضائے مبلغ نیست و در صورت خلاف یعنی بطرف دیگر فیصلہ یابد و دیگر ورثا از آں مبلغ حصہ خود ہا خواہند درآں وقت ضامن جوابدہ مبلغ باید شد خواستند بایں موجب منکہ ضامن میشوم کہ احیاناً انفصال مقدمہ مرجوعہ کورٹ بطرف دیگر گردد و وارثان از مبلغ محمد سے بہادر مذکور حصۂ خودہا دعویٰ نمایند بندہ جوابدہ آں مبلغ خواہد شد و ہیچ خلاف بعمل نخواہد آورد و مبادا خلاف بعمل آرم گنہگار شرع شریف باشم و کارپردازان سرکار ہر سزا کہ فرمایند مستوجب آں باشم مرقوم بجدہم ۱۲۵۳ھ ہجری قدسی -

(قیام الدولہ اور قمر الدولہ نے اس ضمانت نامے کے ساتھ یہ بھی لکھا تھا):-

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم کارپردازان بنا بر دادن مبلغ محاصل باغ بغلامان ضمانت یکے از ملازمان سرکار خواستند۔ لہذا ضمانت شمس الدین منشی عدالت عالیہ حاضر کردانیدا مید کہ حکم حضور پرنور درباب عنایت شدن از مذکور رستیم۔ زیادہ حد ادب۔

(۴۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقل عرضی کہ بابتہ محاصل باغ بنواب عظیم جاہ بہادر نوشتہ شدہ بود۔

چونکہ عنایات خداوندی مبذول حال غلامان است جرأت پرداز از احوال عرومیگردیم قبل از یک سال نذر محاصل باغ مصروف اخراجات کورٹ می شد ہرگاہ از فسادات ممتاز بیگم داورن بیگم خللے در رسیدن زر مذکور واقع شدہ و بہ غلامان رسانیدن زر۔ خیلے دشوار افتاد۔ لہذا بر ممتاز بیگم در حضور پرنور مستغاثی شدیم اکنوں بسبب قرض ماضی و مصارف حال کورٹ غلامان مضطربانہ نظر برحم خداوندی امیدوار صدور حکم حضور ہستیم کہ محاصل باغ ہر قدر کہ بافضل بسرکار فیض آثار موجود است بجنسہٖ مصارف کورٹ عنایت گردد۔ زیادہ حد ادب۔ تحریر فی التاریخ بست وپنجم ماہ صفر المظفر ۱۲۵۳ھ ہجری قدسی۔

(یہاں علیحدہ کاغذ چسپاں ہے جس پر حسب ذیل عبارت درج ہے جو بعض جگہ سے کرم خوردہ ہے :-)

دوم ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ حکم صادر شد کہ ایں عرضی بہ محکمہ عالیہ بنا بر تجویز مقدمہ معروضہ فرستادہ شود کہ ایں ہا برائی باغ از پنجہ ظالم از محاصلش مے خواہند۔

از عرضی گزاران مچلکہ متضمن واپس نمودن مبلغ ہذا ... از در اپنہ خود بعد انفصال معاملہ باغ حاصل کردہ حکم دادن مبلغ محاصل صادر شد۔ مرقوم ۱۵ ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ ہجری۔ تجویز اول از محکمہ۔

(۴۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بمیامن ایزد متعال از انجا کہ عنایات خداوندی مبذول حال غلامان است جرأت پرداز عرض میشویم کہ بفضل فضال لایزال از حضور دوبارہ درجواب نقط حصہ غلامان ارشاد شدہ بود امیدوار فضل وکرم خداوندی ہستیم کہ بداروغہ باغ تاکید حضور شرف صدور یابد کہ ہمراہ بہ غلامان نقط حصہ غلامان عنایت شدہ باشد موجب سرفرازیست۔ زیادہ حد ادب۔ مرقوم غرہ ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ ہجری قدسی۔

(۴۲)

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم کہ بعد انتقال قبلہ گاہی مرحوم کارپردازان برائے سکونت مہر افسا مرحومہ مکان دو منزلہ جد غلامان سیف الملک مرحوم تفویض مرحومہ نمودند۔ بسبب تنگی مکان بر غلام قیام الدولہ بسیار تصدیع میگذشت مرحومہ مکان مفوضہ کہ متصل مکان غلام است از رضاؤ رغبت خویش بغلام دادند چنانچہ از مدت چہار سال بتصرف غلام داخل زنانہ است و مرحومہ درخانہ ہمشیرہ خورد غلامان امۃ النساء بیگم سکونت میداشتند در ینولا از بیماری ارخا مبتلا شدہ بودند ہمشیرہ احوال ایشان متغیر یافتہ یک روز قبل از انتقال، مادرد برادر وخواہر مرحومہ را طلبیدہ گذاشتند از آں روز تا حال گوناگوں کلمات ناسزا در حق ہمشیرہ غلامان روبروئے مردمان از اینہا بظہور رسیدہ۔ لہذا بعد دفن آنہا را گفتند کہ شما بخانہ خود بروند۔ عذر آوردند کہ بر ذر زیارت میرویم و روز زیارت کہ دیروز بود در حضور پرنور بالعکس مستغاثی شدند۔ عالم پناہا! ہاشم علی وغیرہ اقربائے مرحومہ ہیچ بے ہمت کسانند کہ ہمشیرہ حقیقی مہر افسا چندے اینہا را

در خانۂ خویش داشته بودند نظر به اطوار ناشایستۂ دشمنان نامسزا در فتن اینها را از خانۂ خویش پیادگان پولس را طلبیده اخراج کردند۔ چنانچہ ہاشم علی وغیرہ عریضہ متضمن کیفیت اخراج بتاریخ دوازدہم شعبان ۱۲۴۳ھ ہجری قدسی در حضور پُرنور گزراینده بودند۔ بشیوۂ حقیق غلامان امیدوار شرف صدور حکم حضور بر اینها است کہ بہ خانۂ خویش مددند۔ مکرر عرض این کہ مرحومہ مہر النساء چیزے قلیل از اسباب گزاشته لہذا اگر حکم عالی شرف صدور باید تفویض ارباب عدالت نائم تا کما سے قرض مرحومہ گردد۔ زیادہ حد ادب۔ مرقوم دوازدہم ماہ صفر المظفر ۱۲۵۴ھ ہجری قدسی۔

(۴۳)

صاحب مشفق مہربان توجہ گستر بے پایان سلمہ الرحمان رقیمہ شفیق متضمن فیصلہ شیخ میران و محمد عبد اللہ مورخہ چہارم مئی ۱۸۳۸ عیسوی وصول گردیده، از مضمونش آگہی بخشید۔ مشفقا! حقوق نامبردہ در دفتر بنظر نیامده و از زبانی قدمائے ملازمان قبلہ گاہی مرحوم مثل میر عباس علی خان سامان وغیرہم ثبوت نمیرسد۔ ازین قبیل مفتریان بعد از انتقال قبلہ گاہی مرحوم خیلے کثیر دعوی ہائے باطل بخدمت گورنمنٹ ایجنٹ سابقہ در سرکار نواب صاحب رجوع کردند بسبب بطلان دعوی ہیچ یک پیش گورنمنٹ و نواب صاحب مقبول نیفتاد نامبردہ ہا نیز از ان منفصل شدند زیادہ چہ نویسد۔ ۹ صفر المظفر ۱۲۵۴ھ ہجری قدسی۔

حکم حضور صادر شد کہ بایشان اطلاع شود کہ اسباب مذکور حوالہ ارباب عدالت نمایند۔ آنہا کہ برائے تعزیت آمدہ لہذا اگر خواہند تا فاتحہ درون خانہ باشند مگر باتفاق و محبت و باید کہ زنان در خانہ و مردان بیرون خانہ بوند۔

(۴۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بفیامن ایزد متعال از انجا کہ عنایات خداوندی مبذول حال غلامان است جرأت پرداز عرض میشویم کہ از حضور پُرنور در مقدمہ محاصل باغ ارشاد شدہ بود کہ سوائے حصہ ہائے ورثائے دیگر در بارۂ عنایت فرمودن حصۂ غلامان دریافت نمودہ عنایت کردہ خواہد شد امیدوار ہستیم کہ مورد عنایت خداوندی شویم۔ عالم پرورا! رتن بہارتی گنجائش قضیہ بر قبلہ گاہی و بر املاک قبلہ گاہی آورد۔ لازم بود کہ ہمہ ورثائے قبلہ گاہی جواب دہند و احوال ورثا کہ بر حضور پُرنور نیکو روشن است کہ ہمہ فسادات از آنہا است و غلامان از مدت دو سال بسبب بیم تباہی و خانہ بدوشی مقروض گشتہ حتی المجهود جواب دہی در کورٹ نمودیم چنانچہ بسبب نرسیدن زر بوعدہ و انقضاء مدت ۵ سال قریب است کہ قرضخواہان غلامان در کورٹ مستغاثی شوند۔ خدانخواستہ زیان عظیم بہ غلامان خواہد رسید۔ او سبحانہ تعالیٰ جل شانہ حضور پُرنور را وسیلۂ غلامان فرمودہ قائم دائم دارد۔ از ترحم خداوندی چنان امیدوار ہستیم کہ متروکات قبلہ گاہی یعنی محاصل باغ مصارف جوابدہی شود زیرا کہ قبضہ بر متروکات قبلہ گاہی است تا کہ غلامان و دیگر ورثاء و قرضخواہان وغیرہ از عنایات حضور پُرنور تباہ نشوند و بعد انفصال قضیۂ مذکور بہر قسمے کہ مبذول عنایت خداوندی شویم سرفرازی است۔ زیادہ حد ادب۔ مرقوم بست و ہفتم ماہ ربیع الاول ۱۲۵۴ھ ہجری قدسی۔

(۴۵)

بخدمت نواب صاحب فیاض زمان فیض بخش فیض رسان قدردان نوازش فرمائے نیازمندان عنایت فرمائے بیکسان رائٹ ہانربل لارڈ الفنسٹن[۱]

۱۔ LORD ELPHINSTONE. G. C. H., P.C. (1837 - 1842)

گورنر کونسل فورٹ جارج دام اقبالہم التماس می نمائیم ہمیں کہ این باغ کہ سکونت گاہِ جدِ ماست بعد از انتقال پدرِ مایان عمرِ مایان در سوپریم کورٹ استغاثہ کردہ ڈگری تقسیم باغ حاصل نمودہ ۔ در آن وقت گورنران کونسل اعانت پدرِ مایان کردہ باغ مذکور را از پنجۂ ارباب سوپریم کورٹ رہائی بخشیدند و نیز در وقت دیگر یک قرضخواہ جدِ مایان میخواست کہ این باغ را بعوضِ قرضہ ارباب گورنرانِ کونسل از خزانۂ کمپنی مبلغ شصت ہزار روپیہ قرض قرضخواہ ادا کردہ بتدریج در عرصۂ دہ سال از پنشن پدرم مبلغ مذکور را بسبیل اقساط وصول کردند و باغ را از فروخت شدن رہائی بخشیدند ۔ چنانچہ تا حال قبالجات باغ مذکور در سرکار کمپنی است ۔ حالا شخصے بنوابے ... مایان یک تمسک جعلی پدرِ مایان ساختہ در سوپریم کورٹ استغاثہ بردہ پس فردا باغ را ہراج میکند چنانچہ ازین کیفیت نواب عظیم جاہ بہادر ہم آگاہ ہستند بسبب جعلی کردنِ تمسک ممتاز بیگم و نورس مادرِ مادرِ ما، مایان بمعرضِ عنایت نواب صاحب ہستند و اڈوکیٹ جنرل ہم اطلاع دارند کرّات مرّات تمسک جعلی مذکور در سوپریم کورٹ باطل شدہ بلکہ کاذب گردید در ہمیں معاملہ جعلی از دو سال در سوپریم کورٹ باصرافِ مبلغ کثیر گشتہ تمسک جعلی مذکور را باطل ساختیم دبادۂ ممتاز بیگم و نورس بیگم باخفا جعلاً برخود بمن طلبیدہ روبروئے لایر (LAWYER) اقرار بر صدقِ آن تمسک جعلی نمودہ ڈگری حاصل کردند ۔ لہٰذا از ان کرم فرما توقع چنانست کہ تدبیرے درین امر خواہد شد ۔ فرمود کہ باغ ما از فروخت شدن آمن یابد و مایان از فسادات ممتاز بیگم و نورس بیگم وا رہیم ۔ زیادہ چہ التماس نمائیم

(نقل خطے کہ گورنمنٹ فرستادہ شد بتاریخ بست و چہارم ماہ صفر المظفر ۱۲۵۳ھ ہجری قدسی)

(۴۶)

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم بسبب خلل اندازیِ ممتاز بیگم در محصولات باغ ما غلامان احوال خود را در حضورِ پرنور معروض داشتیم ۔ از افضالِ ایزدِ متعال معروضات بدرجۂ قبول افتادہ کرات و مرات تاکیدِ شدید بہ ممتاز بیگم دربارۂ امتناع خلل اندازی در محصولات باغ مسکونہ شرف صدور یافت ہرگاہے کہ تاکید حضور بگوشِ ہوش نشنیدند چنانچہ درماہۂ ایشان دو سہ ماہ از سرکار مسدود گردید و بجہتِ التجائے غلامان در حضورِ پرنور برائے انتظام کارہائے صورت دری باغ و غیرہ بستم شعبان ۱۲۵۲ھ ہجری قدسی مطابق سی ام نومبر ۱۸۳۶ء عیسوی از سرکار دار وغہ وغیرہ بر باغ مسکونہ متعین گردید و بتاریخ بست دوم رمضان المبارک ۱۲۵۲ھ ہجری قدسی مطابق سی و یکم دسمبر ۱۸۳۶ء عیسوی از قبول کردنِ ممتاز بیگم تمسکِ جعلی رتن بہارتی بر باغ مسکونہ شریف سل (SEAL) کرد ۔ غلامان بر شریعت قضیہ در کورٹ بردیم کہ خلاصہ مضمونش اینکہ شریف عبث از ظلم و تعدی بر باغ مسکونہ مملوکۂ مایان کہ قیام الدولہ بہادر و قمر الدولہ بہادر ہستیم سل کردہ است و بسیار ظلم کرد ۔ خلاصہ مضمون اجوبۂ شریف آنکہ دو زنانِ خاصہ سیف الدولہ مرحوم ممتاز بیگم و نورس بیگم بود ما از قبول کردنِ ایشان زر تمسکِ رتن بہارتی ملکِ متصرفہ و مملوکہ ایشان را سل کردم و قیام الدولہ و قمر الدولہ را ہیچ دعوی نمی رسد زیرا کہ مالِ ایشان نیست و تصرفِ ایشان را فیست و نبود و اظہار لایر (LAWYER) غلامان چنین است کہ انفصالِ قبضہ منحصر بر ثبوتِ تصرفِ شما یعنے غلامان است والا نہ ۔ خدا نخواستہ قضیۂ رتن بہارتی بہ شریف خواہد برد ۔ الحمد للہ سبحانہٗ تعالیٰ شانہٗ حضورِ پرنور الملجا و ما وائے غلامان فرمودہ است و پیوستہ عنایات خداوندی مبذول و مصروف حال غلامان است و بہ پدرشاہت غلامان منظورِ حضورِ پرنور است بجہتِ پرداز عرض احوال خود میشویم ۔ عالم پرورا ہرگاہیکہ شریف سل (SEAL) کرد از التجائے غلامان باغ مسکونہ در تصرف کارپردازانِ سرکار بود و تا حال است و بتاریخ دوم محرم ۱۲۵۰ھ ہجری قدسی مطابق یازدہم مئی ۱۸۳۴ء عیسویہ ارباب عدالت محکمۂ عالیہ علی آباد باغ مسکونہ را تحویل غلامان نمودند و در تصرفِ غلامان بود و دری و غیرہ ہم وصول میکردیم ۔ امیدوار فضل و کرم خداوندی ہستیم ۔ اگر از عنایات خداوندی داروغۂ سرکار فیض آثار اولاً کیفیت تحویل کردن ارباب عدالت باغ مسکونہ را بغلامان و ثانیاً غلامان چنانکہ معروض داشتہ بتاریخ بستم شعبان ۱۲۵۲ھ ہجری قدسی مطابق سی ام نومبر ۱۸۳۶ء عیسویہ کہ بہ تحویل کارپردازانِ سرکار نمودیم در کورٹ اظہار نماید موجب سرفرازی است ۔ زیادہ حدِ ادب ۔ مرقوم سوم جمادی الثانی ۱۲۵۲ھ

ہجری قدسی۔

سیوم جمادی الثانی ۱۲۵۲ھ ہجری حکم صادر شد اگر سن شہادت بنام داروغہ رسد برائے رفتنش اجازت دہند۔ فقط۔

(۴۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آداب و تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم از افضال ایزد متعال ارباب عدالت محکمہ عالیہ بنا بر دادن زر محاصل باغ بیچارہ غلامان مجدداً صدور حکم حضور پرنور می خواہند لہٰذا غلامان امیدوار فضل و کرم ہستیم کہ سرفراز خواہند شد و قضیہ غلامان در عرصہ ہفت و ہشت روز رجوع میشود زیادہ حد ادب مرقوم شانزدہم جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ ہجری

(۴۸)

آداب و تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم دیروز داروغہ سرکار فیض آثار ہمراہ غلامان پیش لایر (R. B. LAWYER) آمدہ بودند اکثرے از کیفیات علی باغ استفسار نمود و پرسید کہ بعد از انتقال سیف الدولہ بہادر مرحوم تخمیناً بمدت چہار سال کہ در انضباط کارپردازان سرکار بود و در آں زمان ممتاز بیگم بہ بیع ذرع تصرفے داشتند یا نہ۔ داروغہ سرکار جواب دادند کہ ہیچ ذرع تصرفے ممتاز بیگم را نبود بلکہ متضمن درخواست خریدن قطعہ از علی باغ اکثر عرضداشت نمودہ لاکن مقبول نیافتہ۔ از شنیدن کیفیت عرضداشت لایر غلامان امیدوار عرضداشت مذکورہ است و میگوید کہ ہم دلیلے قوی و متین تر۔ سوائے عرضداشت مذکورہ بر بطلان ملکیت ممتاز بیگم و نورس بیگم نیست لہٰذا غلامان از افضال ایزد متعال امیدوار فضل و کرم خداوندی ہستیم کہ بجز حضور پرنور غلامان را ملجاد ملاوی نیست اسبحانہٗ تعالیٰ شانہٗ حضور پرنور را بر سر غلامان سلامت دارد۔ زیادہ حد ادب۔ مرقوم ہفدہم جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ ہجری قدسی۔ فقط۔ نقل مطابق نقل

(۴۹)

نقل عرضی فیض النساء مادر مہر النساء مرحومہ مطابق اصل گذرانیدہ حضور پرنور آنکہ

کنیز آداب تسلیمات و لوازم کورنشات بحد ادب بجا آوردہ معروض ملازمان حضور لامع النور میرساند کہ قبل از ذکر فاتحہ چہلم حسب الحکم جانب سرکار آمدہ زنانہ علاقہ قیام الدولہ بہادر وغیرہ در مکان سکونت کنیز یافت و بعد از فاتحہ چہلم بہادر مذکور برائے خروج این کنیز از مکان معلومہ مُصر گشتند۔ کنیز درخواست مکان و اسباب مرحومہ نمود و عذر اطلاع حضور پرنور درمیاں آوردہ بہادر مذکور پروائے عذر حکم حضور ہم نکردہ بسزائے دل خام از بے عزتی تجویز اخراج کردند و گفتند کہ برائے گرفتن اسباب و مکان استغاثہ بکورٹ با محکمہ نمایند لہٰذا کنیز بر مثل قبل از آں مقدمہ کشیدن خروج از جا مناسب دانستہ بر مکان خود آمد۔ امیدوار است کہ از راہ عدالت و غربا پروری اسباب و مکان دختر مرحومہ بکنیز دہانند باعث سرفرازی و پرورش کنیز است زیادہ حد ادب مرقوم ہفتم جمادی الاول ۱۲۵۳ھ ہجری مقدسہ۔ عرضی۔

کنیز فیض النساء مادر مہر النساء مرحومہ منکوحہ سیف الدولہ بہادر مرحوم

نقل خلاصہ عرضی مسماۃ مذکورہ بر پشت عرضی او بود مطابق اصل است فیض النساء مادر مہر النساء منکوحہ سیف الدولہ بہادر مرحوم در حقیقت بے ردئی قیام الدولہ بہادر وغیرہما بارادہ اخراج عریضہ گذار از مکان بعد ادائے فاتحہ چہلم دختر مرحوم مذکورہ مفصلاً معروضداشت امیدوار است کہ از راہ عدالت و غربا پروری اسباب و مسکن دختر بہ کنیز دہانیدہ شود۔

نقل دستخط خاص حضور پرنور که بعرضی مساۃ صدر مزین شده ۔ مطابق اصل ہمیں است ۔ چہارم جمادی الاول ۱۲۵۳ء ہجری حکم صادر شد که از قیام الدولہ بہادر دریافت شود ۔

(۵۰)

جواب عرضی مساۃ فیض النساء ، ور مہر النساء ۔ نقل مطابق اصل ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آداب تسلیمات بعرض ملازمان عالی میرساند که پیش ازیں درماه صفر فیض النساء مادر مہر النساء مرحومه عرضی دعوی ۔ ۔ ۔ معروضان انواع کید حیله و بستن اتهام للطائل بحضور پرنور گذرانیده شده بود ۔ بعد از دریافت از غلام به دوازدہم ماه صدر حکم حضور پرنور ربکار بند شدن مضمون دستخط خاص بعرضی مومی الیها مزین شده بود شرف صدور یافته ۔ باوجود اجرائے حکم جہاں مطاع از روئے دستخط خاص باز بحضور پرنور درہماں مقدمه عرضی گذرانیده است و غلام حسب الحکم جہاں مطاع اسباب متروکه مرحومه را ترسیل محکمه عالیه داشته و ارباب عدالت بعدم رسیدن حکم حضور پرنور به محکمه درباره گرفتن و داشتن اسباب مرحومه تامل دارند مگر اسباب معروضه پیش وکیل محکمه عالیه موجود باشد ۔ اطلاعاً معروض داشتم ۔ زیاده حد ادب ۔ مرقوم یازدہم ماه شعبان اعظم ۱۲۵۳ء ہجری قدسی

عرضی ۔ غلام قیام الدولہ ۔

(۵۱)

آداب تسلیمات بجا آورده معروض ملازمان جناب فیض مآب حضور پرنور میدارد که سیف الدولہ بہادر مرحوم یک خانه لداؤ به منکوحه خود مساۃ مہر النساء که دختر عاجزه بود بخشش نموده و بعد شان ارباب محکمه عالیه بملکیت دختر کنیز دادند ۔ روشن ملازمان حضور است و سوائے ایں دختر عاجزه مبلغ خود خانه او نیست چنانچه در بیماری ہمگی زندگی در خانه قاتینه مقفل کرده فرد تفصیل نویسانیده نزد ایں کنیز داشته و بمکان نو ۔ ۔ ۔ نقل نمود ۔ چونکه دختر کنیز جاں بحق شد قیام الدولہ وغیره بغصب برده در خانه اسباب جمله زندگی متفرقه و مفصله قایم شده اند چنانچه قفلها شکسته بهتر اسباب را لغیا نموده اسباب ناقص چونکه بمحکمه عالی فرستاده مفتی صاحب قبله نگرفتند ۔ آخر او شان نزد نوکر خود داشته اند ۔ اندریں باب عرائضیکه بحضور رسانیده ام ہشت ماه شد که از حضور نزد شاں فرستاده شد تا بره ہنوز ہیچ جوابش ندادند ۔ احتمال دارد که رفته رفته قرق نکنند ۔ بنا بر علیه کنیز امیدوار است که حکم فیض محکم برائے دہانیدن خانها و زندگی مفصله از قیام الدولہ وغیره به کارپردازان شرف صدور شود که کنیز محض از حق خود سرفراز میگردد و ارشاد معلیٰ شود که تا کنیز در کورٹ رجوع نموده بحق خود برسد موجب سرفرازی و بیوه نوازیست ۔ زیاده حد ادب ۔ عرضی ۔

کنیز فیض النساء ، مادر مہر النساء مرحومه

خلاصه : فیض النساء مادر مہر النساء مرحومه منکوحه سیف الدولہ بہادر مرحوم امیدوار که کارپردازان سرکار معلیٰ عریضه ثانیه بذریعه حکم محکم قضا شیم خانه و اثاثه متروکه مہر النساء که از قیام الدولہ وغیره بعریضه گذار باز دہانند یا حکم رجوع بکورٹ عز صدور یابد ۔ یانزدہم ذی قعد ۱۲۵۳ء ہجری قدسی حکم صادر شد که ایں عرضی بر دریافت نزد مدعیٰ علیهم برود ۔

(۵۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ز افضال ایزد متعال حکم خداوند بدادن محصولات باغ قبلہ گاہی مبدل حال غلامان گردید چوں مسکنہ باغ در دادن وری وغیرہ شرارت ہا می کنند بسیار
ا تنبا باقی ماندہ است ازیں ہمہ در عرصہ دو سال مبلغ شش صد ہفت صد روپیہ وصول شدہ است لہٰذا غلامان اُمیدوار ہستیم کہ شخصے از معتمد باغ قبلہ گاہی را
بابت ہزار و دو صد روپیہ سالانہ درخواست دارد از ترحم خداوندی حکم پُرنور بدادن اجارہ شرف صدور یابد موجب سرفرازی است و نوبت غلامان در معاملات
قبلہ گاہی بجائے رسیدہ است کہ بیرون خانہ نمی توانیم بیائیم۔ زیادہ حد ادب۔ عرضی

غلامان قیام الدولہ بہادر و قمر الدولہ بہادر۔

مرقوم بست و پنجم شعبان ۱۲۵۴ھ ہمراہ ایں عریضہ حساب وصولات را ہم گذرانیدہ بودم لہٰذا ۲ شعبان حکم صادر شد کہ ایں عرضی مع حساب برائے
فتویٰ ارباب عدالت فرستادہ شود۔

جواب مفتی صاحب: بسبب فسادات باغ مثل سابق وصول نمیگردد اگر آں شخص کہ درخواست میکند مال ضامن معتبر دہد اجارہ دادن مضائقہ ندارد
دوم ماہ رمضان المبارک ۱۲۵۴ھ ہجری
دوم رمضان ۱۲۵۴ھ ہجری حکم صادر شد کہ جواب مفتی صاحب بعرض گذاران اطلاع دادہ شود۔

(۵۳)

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم بنا بر اجارہ دادن باغ قبلہ گاہی کہ غلامان سابق عرضی بحضور پُرنور گذرانیدہ بودیم بتاریخ دوم ماہ رمضان
المبارک ۱۲۵۴ھ از محکمہ عالیہ حکم صادر شد کہ اگر آں شخص کہ درخواست اجارہ دارد مال ضامن معتبر دہد اجارہ دادن مضائقہ ندارد۔ عالم پرورا! غلامان
را مستاجر اطمینان تام است و حسب الحکم ارباب عدالت عالیہ غلامان مال را ضامن ہستیم بسبب حالات شرارت ساکنان باغ وری وصول نمی شود۔ مستاجر ما چہار صد
روپیہ بحکم عالیہ خواہد رسانید دریں باب ہر چہ حکم حضور شرف صدور یابد سرفرازیست۔ مرقوم بست و یکم شوال ۱۲۵۴ھ عرضی۔۔۔

غلامان قیام الدولہ بہادر و قمر الدولہ بہادر

(۵۴)

صاحبان مشفقان والاشان سلمہا اللہ تعالےٰ

عرائض تجویزات سیف الملک بہادر مرحوم و عافیہ بانو برائے مطالعہ آں صاحبان ملفوف باید کہ احوال یک یک بالتفصیل کماحقہ، برنگارند و عرائض
مذکور واپس دارند۔ زیادہ چہ بطرازد۔

کرنل والبول گورنمنٹ ایجنٹ

مرقوم بست و نہم مارچ ۱۸۳۹ء موصولہ چہارم اپریل ۱۸۳۹ء

بگرامی مطالعہ قیام الدولہ و قمر الدولہ سلمہ اللہ تعالےٰ موصول باد۔ (دستخط)

ایں مسودہ خط از طرف قیام الدولہ و قمر الدولہ بہ گورنمنٹ ایجنٹ در رسید): در ترچناپلی موکل ما یان حسام الملک حال مع اکثر اطفال و علائق خود
ہست ہند اہر سال درینجا از خزانہ وصول شدن را عرصہ زیادہ می کشد کہ تا بستم ماہ انگریزی وصول بہ ما یان می شود و ما یان را بنا بر رسانیدن زر بحسام الملک علائق
ایشان بہ سبعۃ عشرہ می کشد ازیں امر تصدیع بہ حسام الملک علائق حسام الملک می شود بنا بر ایں توقع داریم بہ کلکٹر صاحب ترچناپلی چناں حکم صادر گردد کہ اجرہ یا دوم ماہ
انگریزی مبلغ پانصد روپیہ منجملہ پنشن حسام الملک حال با ایشاں یا بہ پسر کلاں شان محمد عبد اللہ خان بہادر در ماہ رسیدہ بخزانہ کمپنی بفرلیسند تا ما یان در پنشن

شان در خزانہ کمپنی مجرا بیم و مابقی زر بعد وصول در ماہہ از خزانہ کمپنی مایان خواہیم فرستاد۔ توقع کہ از قبولیت این امر حسام الملک ما و مایان را ممنون فرمایند
مرقوم بست و پنجم رجب ۱۲۵۵ھ قیام الدولہ۔ قمر الدولہ۔

(۵۵)

ھو الکریم

نقل مطلب عرضی شیخ عبداللہ و شیخ میرن سابقاً ملازمان سیف الدولہ بہادر مرحوم موسوم بہ گورنر صاحب۔ موسولہ رقعہ گورنمنٹ ایجنٹ مورخہ دہم فروری ۱۸۴۰ء عیسویہ۔

عرضی گذاران بکمال ادب بتوقع دادرسی و انصاف بہ آنجناب کہ شہرہ آفاق است معروض میدارند کہ عرضی گذاران حین حیات سیف الدولہ بہادر مرحوم بہ پیشہ سپاہی گری نزد ایشان نوکر بودند و استحقاق بقایائے درماہہ مدت پنج سال میدارند۔ بعد انتقال بہادر مذکور عرضی گذاران در باب بقایائے خود با گورنمنٹ معروضہ داشتند۔ گورنمنٹ این مقدمہ بہ ایجنٹ رجوع فرمودند۔ در آں زمان برادر شان مرحوم مذکور حکم شد کہ بہ ادائے زر دعاوی عرضی گذاران پردازند قیام الدولہ فرزند مرحوم مزبور بہ تحقیق دعاوی عرضی گذاران پرداختند از آنجا کہ املاک مرحوم در قضیہ و فساد بود بنابران ایشان وعدہ کردند کہ بمجرد انفصال تقضیہ مذکور فیصلہ دعاوی عرضی گذاران خواہند ساخت اکنوں قضیہ املاک مذکور مطلقاً باقی نماند لیکن فرزندان مرحوم مذکور یعنی قیام الدولہ و قمر الدولہ بہادر با دائے زر دعاوی عرضی گذاران غفلت می نمایند و ہیچ دریں باب تجویز نمی کنند لہذا عرضی گذاران بعرض احوال پریشان اشتمال خود ہامی پردازند کہ از آنجا کہ گورنمنٹ حامی غربا و درماندگان ہستند۔

پس لارڈ شپ از راہ عنایت تجویز مہربانہ در حق عرضی گذاران فرمودہ این مقدمہ بہ گورنمنٹ ایجنٹ رجوع خواہند فرمود تا جلد صورت انفصال دعاوی عرضی گذاران گردیدہ آید۔

(۵۶)

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم کہ عرضی گذاران شیخ عبداللہ و شیخ میرن بر غلام قیام الدولہ کہ دعویٰ کردہ اند کہ غلام وعدہ دادہ بود بمجرد انفصال تقضیہ باغ باداے زر دعویٰ عرضی گذاران خواہم پرداخت۔ عالم پرورا! چونکہ عرضی گذاران دعاوی زر ملازمتہ خود بہ قبلہ گاہی از غلام نمودند با آنہا جواب دادہ بود کہ اگر نوکری شما از روئے دفتر ثبوت رسد و املاک قبلہ گاہی بتصرف ما بیاید ہر آئینہ فیصلہ شما نمودہ خواہد شد۔ حالا غلامان از دفتر قبلہ گاہی دریافت نمودیم ملازمتہ اینہا ثبوت نمی رسد۔ دعوی شیخ عبداللہ و شیخ میرن باطل است۔ ازیں قبل مردمان کثیر بعد انتقال قبلہ گاہی دعویٰ ہاستہ باطل نمودہ اند بعد دریافت ثبوت نرسیدہ است۔ زیادہ عرضی۔

غلامان قیام الدولہ و قمر الدولہ مورخہ ۱۸ صفر ۱۲۵۶ھ

(۵۷)

(عرضی نمبر ۵۵ پر گورنمنٹ ایجنٹ کا جو حکم (انگریزی میں) صادر ہوا تھا۔ اس کا مطلب نواب عظیم جاہ کو یہاں فارسی میں پیش کیا گیا):

مطلب رقعہ گورنمنٹ ایجنٹ بجناب ہز ہائینس عظیم جاہ بہادر نواب میرسانند

در جواب رقعہ حضور مورخہ ہشتم فروری گذشتہ نقل فقرہ ایجنٹ تجویز قرار نامہ دوم شہر حال کہ از سکریٹری گورنمنٹ در علاقہ پولیٹکل رسید برائے

اطلاع حضور والا سال میدارند و التجامی نمایند که حضور از راه عنایت فهرست اسمای کسانیکه اولاً در میان آنها تقسیم شده حصه که بهر یک میرسد و فوتی و فراری که بعد از وقوع آمده باشد و در باب پنشن ہائے کسانیکه اولاً در فهرست مذکوره مرده گشته باشند بگورنمنٹ ایجنٹ خواهند فرستاد - فقط -

(۵۸)

ترجمهٔ فقره ایجنٹ بجویز مرقوم دوم اپریل سنه ۱۸۴۱ عیسویه

بخوانند خط ذیل گورنمنٹ ایجنٹ جنرل محرره سیزدهم مارچ سنه ۱۸۴۱ء رائٹ ہانرابل گورنر در کونسل، استطلاع می نمایند که آیا مردان مندرجهٔ فهرست المسجلات خط صادر رسید، همان علاقه داران قدیم سیف الدوله اند که برائے پرورش آنها بیستم دہم دسمبر سنه ۱۸۳۱ء درباره جاری گردیده، معلوم می شود که سیاه الدوله و قمر الدوله سوائے درباره ذاتیه ایشاں حکم شده بود که مبلغ چهار صد و سی روپیه و دوازده آنه ماهوار بنابر فواتحه سالانه بدرد پرورش علاقه داران قدیم مرد ایشاں حاصل کنند - لیکن چونکه این مبلغ (سبب) تخفیف و تقلیل علی حاله است بدلیل فهمیده می شود که این صاحبان تصور می کنند که خود ها را اختیار است بے اطلاع فوتی و فراری علاقه داران مذکورین کل مبلغ مذکور صرف نمایند - بنابر آں قرار داده شود که بگورنمنٹ ایجنٹ التجا کرده اند یک فهرست مشتمل اسمائے مردانیکه اولاً زر مذکور در میان آنها تقسیم کرده شد و حصه که بهر یک می رسد و فوتے و فرارے که بعد ازاں بوقوع آمده باشد و اسمائے پنشن ہائے کسانیکه در فهرست مذکور آورده شده باشند، بگورنمنٹ فرستند - فقط -

(۵۹)

بسم الرحمٰن الرحیم

آداب و تسلیمات و قواعد کورنشات بجا آورده معروض میداریم غلامان به پنج شوال سنه ۱۲۵۱ هجری مقدسه عرضداشت متضمن درخواست حساب اقراض قبله گاہی مرحوم که متعلق بکارپردازان سرکار بود بحضور پُرنور گذرانیده بودیم الحمدلله والمنة از افضالِ خداوندی التجائے غلاماں بدرجه اجابت رسیده حکم حضور پُرنور بدادن حساب اقراض قبله گاہی شرف صدور یافته بود و در آں زمان بحسب ضرورة از بعض حساب اقراض قبله گاہی سرفراز شدیم - درینولا بسبب مزاج بانغ به غلاماں لازم افتاد که باز مجدداً قضیه را در کورٹ رجوع سازیم و درین قضیه که ایکوٹے ئی نامند حساب جمیع اقراض قبله گاہی ضروری افتاد از افضال ایزد متعال چونکه پرورشات خداوندی پیوسته مبذول حال غلاماں است جرأت پرداز عرض احوال خود گردیده امیدوار فضل و کرم خداوندی هستیم که بکار پردازان سرکار فیض آثار حکم حضور بدادن همگی حساب اقراض قبله گاہی من ابتدائے رجب المرجب سنه ۱۲۳۹ لغایته ۲۳ محرم الحرام سنه ۱۲۴۲ شرف صدور یابد که موجب سرفرازی غلامانست زیاده حدِ ادب - معروضه پانزدهم محرم سنه ۱۲۵۵ - عرضی - غلاماں قیام الدوله بهادر

| قمر الدوله ۱۲۴۴ آشجنگ انور بهادر | مہر

حاصل دستخط : بدادن حساب چه تعارض است ؟

(۶۱)

بنابر اقبال ممتاز بیگم و نورس بیگم در کورٹ در بابت تمسک جعلی رتن بهارتی در رو بکار غلاماں بر تمسک جعلی مذکور بمیامن ایزد متعال از -- همگی

؎ حاشیے میں ہے :- سیزدهم دسمبر سنه ۳۱ء نمبر سه صد و پنجاه و یک و بست و دوم جون سنه ۳۱ء نمبر ۱۲ و ۱۳ -

... آمده برخلق فورس ورثهٔ قبله گاہی ساقط شده به ممتاز بیگم و فورس بیگم در کورٹ سابقاً ثابت شده بود لہٰذا امروز که چهارم ذی الحجہ الحرام ۱۲۵۴ھ شریف با... بیگم که متصل شارع عام واقع است سیل نموده خواست از دروازهٔ کلان باغ قبله گاہی آمده بر دروازهٔ ممتاز بیگم ہم سیل نماید۔ غلامان شریف را متنبه نمودیم که درباغ غلامان آمدن شما نامناسب نیست۔ این سخن شنیده برگشت و برخانهٔ ممتاز بیگم شد۔ واجب بود بعرض رسانیدیم۔ زیاده حدِ ادب۔ مرقوم چهارم ذی الحجہ ۱۲۵۴ھ بحضور نواب عظیم جاه بہادر۔

عرضی۔ غلامان قیام الدولہ و قمر الدولہ

(۶۱)

بحضور نواب عظیم جاه مدظلہ

آداب تسلیمات بجا آورده معروض میداریم که از افضال ایزد متعال چونکه مراحم خداوندی مصروف پرورشات غلامان بود بعد انتقال قبله گاہی غلامان را مشارٌ الیه ساخته... علی الاطلاق نے تعیین و تفصیل اسامی بنام غلامان اجرا یافته مورنیولا بتاریخ بست و چهارم دسمبر ۱۸۳۰ء عیسویه شش روپیه بنا بر فوتی متجلد رسید بجاه... برائے پرورشے ملازمان و کنیزان وغیره جدّ مرحوم سیف الملک که بنام غلامانست منهاگشته۔ نظر بترحم خداوندی جرأت پرداز عرض احوال خود ہستیم که مطابق قانون سرکاری که تاحین حیات مشارٌ الیه رسید نے تعیین و تفصیل از سرکار فیض آثار۔

حضرت سیف الدولہ مرحوم نیز فوتی کنیزان وغیره محسوب نبود... امیدوار ہستیم که عرض غلامان گورنران کونسل مرسول وارثان قبله گاہی شده زسند موسومهٔ غلامان که برائے پرورشے ملازمان و کنیزان وغیره مرحمت گردد تاکه از عنایات خداوندی بصرف دیگر مستحقان خواہد آمد۔ زیاده حدِ ادب۔ معروضه

بستم محرم ۱۲۵۵ھ

عرضی ———

غلامان قیام الدولہ و قمر الدولہ۔

ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان

غالب

بنام قاضی عبدالجمیل جنوں بریلوی

فرزانهٔ شیوا شیوهٔ روشن روش برگزیدهٔ ربِ جلیل حضرت مولوی عبدالجمیل

کہ این نمود بے بود و اسمِ بی مسمّی یعنی غالب بے برگ و نوا را یاد آوردہ اند۔ ہمانا دو رہان خوبی را چشم و چراغند و گلزار نکوئی را صبح و نسیم۔ دل کشا نامۂ مہر پیوند در گیرندہ بہ غزلے چند بہ درود و خویش نہ در سے بروتے دل کشود کہ شاہدان راز از آن راہ بہ نہان خانۂ ضمیر در نیاید۔ خواہشِ حک و اصلاح مبرا فزود چنداں کہ دیدہ جهان سواد در ختم۔ نازیبا صورتے بنظر در نیامد کہ کی کہ این چنین الفاظ را شتر گربہ خش فزواید او دیکھے کہ بہیں نقوش خط کش سرش بریدہ باد۔ ہمانا در روش خود از یزدانِ درد نیست آرے نئے خامہ در بیان ہر کس خرامی دیگر دارد و آموزش را دریں پردہ راہ نیست و اگر گویند ہست ہر آئینہ میتوانم گفت کہ نیست گرہ ہم نشینی و ہمزبانی آموزگار و بسر بردن روزگار در سرہ کردن گفتار چون صحبت صورت ندارد گفتہ آمد کہ ہر چہ بہ ہر نمط گفتہ اند نہ غلط گفتہ اند۔ می باید حلقہ بر در دل زد و ہمت از مبداء فیاض در یوزہ کرد۔ بہ کثرت مشق و فراوانی ورزش و پیروی راہبرداں راہ داں کشائش ارزی خواہد نمود و اندیشہ را دستگاہ و گفتار را سرمایہ خواہد افزود دانش و کنش یاری دہ یک دگر باد۔

بست و ششم صفر ۱۲۶۶ھ ہجری — از اسد اللہ نگاشتہ سہ شنبہ

(۲)

قبلہ!

آپ کو خط کے پہنچنے میں تردد کیوں ہوتا ہے۔ ہر روز دو چار خط اطراف و جوانب سے آتے ہیں۔ گاہ گاہ انگریزی بھی۔ اور ڈاک کے ہرکارے میرا گھر جانتے ہیں۔ پوسٹ ماسٹر میرا آشنا ہے۔ مجھ کو جو دوست خط بھیجتا ہے وہ صرف شہر کا نام اور میرا نام لکھتا ہے۔ محلہ بھی ضرور نہیں۔ آپ ہی انصاف کریں کہ آپ لال کنواں لکھتے رہے اور مجھ کو بلی ماروں میں خط پہنچتا رہا۔

یہ اب کے آپ نے حکیم کلّے کا نام کیسا لکھا ہے۔ اس غریب کو تو شہر میں کوئی جانتا بھی نہیں۔ خلاصہ یہ کہ خط آپ کا کوئی تلف نہ ہوا۔ جو آپ نے بھیجا وہ مجھ کو پہنچا۔ جواب کے لکھنے میں جو میری طرف سے قصور واقع ہوتا ہے اس کے دو سبب ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت مہینا بھر میں نوپتے لکھتے ہیں میں کہاں تک یاد رکھا کروں۔ ایک مکان ہو تو اس کو لکھ رکھوں۔ دوسرا سبب یہ کہ شوقیہ خطوط کا جواب کہاں تک لکھوں۔ اور کیا لکھوں۔ میں نے آئین نامہ نگاری چھوڑ کر مطلب نویسی پر مدار رکھا ہے۔ جب

مطلب ضروری التحریر نہ ہو تو کیا لکھوں۔

ایسے آپ کے خط میں تین مطلب جواب لکھنے کے قابل تھے۔ ایک تو وہ رباعی جو آپ نے اس ننگ آفرینش کی مدح میں لکھی ہے۔ اس کا جواب بندگی ہے اور کورنش اور آداب۔ دوسرا مدعا خط کے نہ پہنچنے کا وسوسہ۔ سو اس کا جواب لکھ چکا۔ تیسرا امر جملہ سورج اور یار خاں صاحب کا میرے ہاں آنا اور میرا اس وقت مکان پر موجود نہ ہونا۔ واللہ مجھکو بڑا رنج ہوا۔ اگر آپ سے ملیں تو میرا سلام کہیے گا اور میرا ملال ان سے بیان کیجیے گا۔ صبح کو میں ہر روز قلعہ کو جاتا ہوں۔ ظاہرا مولوی صاحب۔ اول روز آئے ہوں گے۔ جب میں سوار ہو جاتا ہوں تب بھی دو چار آدمی مکان پر ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب بیٹھتے۔ حقہ پیتے۔ میں اگر قلعہ جاتا ہوں تو پہر دن چڑھے آتا ہوں۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔

از اسد

نگاشتہ سہ شنبہ نہم ربیع الاول ۱۲۷۲ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۸۵۵ء

بنام جنون بریلوی

(۳)

جناب مخدوم مکرم کو میری بندگی

تفقد نامہ مرقومہ ۱۷ ستمبر میں نے پایا۔ حضرت کے سلامت حال پر خدا کا شکر بجا لایا۔ کوئی محکمہ تخفیف میں آئے۔ کوئی گانو مثلاً لٹ جائے۔ آپ کا عہدہ آپ کو مبارک۔ آپ کا دولت خانہ سلامت۔ ہاں وہ جو اپنے ابن الخال کا اس محکمہ میں وکیل ہونے کا آپ کو کھٹکا ہے۔ البتہ بجا ہے۔ جب آپ ظاہر کر چکے ہیں تو اب اس کا اندیشہ کیا ہے۔ حاکم سمجھے گا وہ وکیل ہیں محکمہ منصفی میں نہ رہیں گے محکمہ صدر امین و شسشن جج میں کام کریں گے۔ میں نہ تندرست ہوں۔ نہ رنجور رہوں نہ زندہ بدستور رہوں۔ دیکھیے کب بلاتے ہیں اور جب تک جیتا رہوں اور کیا دکھاتے ہیں۔ والسلام مع الوف الاحترام۔

نجات کا طالب غالب ۱۲

یک شنبہ ۲۹ ستمبر ۱۸۶۱ء عیسوی

بنام جنون بریلوی

(۴)

~~مہ شوال کو کیا دیکھے جنون غمگیں~~

~~خنجر نہ نہیں ابروے شہوار نہیں~~

پیر و مرشد! ماہ شوال کو خنجر و شمشیر سے کیا علاقہ۔ ہلال رمضان دیکھ کر تلوار کو دیکھتے ہیں اور ہلال شوال دیکھ کر ساغر کو پیالہ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اشعار بہت ہیں ان میں سے کسی شعر کو مقطع کر دیجیے۔

غالب ۱۲ — ہفتم فروری ۱۸۶۲ء

(۵)

بنام خان بہادر قاضی عبدالجمیل بریلوی

دشمنی پر جبکہ ہم سے یار ہے ۔۔۔ پھر بھلا کیا شکوۂ اغیار ہے

خط شرقیہ لکھا ہے یار کو ۔۔۔ سو جگہ مضمون کی تکرار ہے

دل لگا کر دل کہیں لگتا نہیں ۔۔۔ عشق یارب کیا کوئی آزار ہے

وقتِ آخر میں ترے بیمار کی | کیا نگاہِ یاس حسرت بار ہے
دل لگایا تھا سمجھ کر دل لگی | اب تو کچھ جینے سے جی بیزار ہے
بل بے شوخی اس نگاہِ ناز کی | ایک برچھی سی جگر کے پار ہے
حال کچھ کھلتا نہیں اس شوخ کا | آج جانے پر بہت اصرار ہے
بوسہ[1] اس لب سے کبھی ملتا نہیں | عشق مزدوری نہیں بیگار ہے
یک نظر میں سیکڑوں ٹپکے ہیں خوں | چشم کہنے کے لیے بیمار ہے
گلشنِ ہستی میں جی بہلا نہیں | گل کے پہلو میں کھٹکتا خار ہے
تجھ پہ واجب ہے عیادت شوخ چشم | لوگ کہتے ہیں جنوں بیمار ہے

حضرت! غزل سراسر ہموار و ذوق انگیز ہے۔ ایک شعر میں ایک لفظ بنایا گیا۔ ایک شعر کا پہلا مصرع بدل دیا گیا۔ مومن خاں کے اس مصرع میں تردد کیا ہے ؎

تم سے دشمن کی مبارکباد کیا

سے[2] یعنی از نہیں ہے بلکہ بمعنی مثل و مانند ہے۔ یعنی چوں تو دشمن اگر تہنیت دہد برآں چہ اعتبار ؎

[وصل] کے وعدے سے ہو دل شاد کیا
تم سے دشمن کی مبارکباد کیا

یعنی اگر تم نے کہا کہ تو مبارک ہو کل ہم آئیں گے یا تمہیں بلائیں گے۔ ہم ایسے وعدے سے کیا خوش ہوں۔ تم جیسے دشمن کے مبارکباد دینے سے کیا ہوتا ہے

غالب ۱۲

۱۹ مارچ ۱۸۶۴ء

بنام جنون بریلوی

(۶)

ہوں بوڑھا اور ناتواں گویا نیم جان رہ گیا۔ ایک کم ستر برس دنیا میں رہا۔ کوئی کام دین کا نہ کیا۔ افسوس ہزار افسوس۔

نجات کا طالب غالب

سہ شنبہ ۲۸ جون ۱۸۶۴ء

(۷)

کیا مخصوص بہر بود و باش یار جب اس کو
کہی تاریخ سمت میں کہ دولت خانۂ مخصوص

دیگر

سر بازار ہے یہ مکان دل چسپ

---

[1] جنوں کا مصرع یہ تھا: وصل کیا بوسہ نہیں ملتا ہمیں   [2] جی [جیں]

جس سے دل خوش ہوا ہے جینے کا
اس کی تاریخ یوں کہی میں نے
کیا عجب خانۂ سرور بنا

ایضاً

کیس زہرہ ساں اور فلک سا مکان
نئی طرز ہے اور طرفہ بنا
سنِ عیسوی از سرِ اہتزاز
یہ ہے چرخِ ثالث فلک نے کہا

دیگر

دوستے ساخت مکان از پئے سال
. . . . عیش و طربے
عرض کردم بہ سروشش از پئے سال
بعد اندیشہ بہ ہنگام شبے
گفت بے روی الم این تاریخ
خانۂ خوشش بہ طرازے عجبے

دیگر

ان قدرت اللہ با ہنر ایزد عطا کردش پسر
بادا بفضلِ ذوالمنن از عمر و دولت بہرہ ور
بودم بفکرِ سالِ او ناگہ سروشی از فلک
گفتا بہ سال مولدش برجِ سعادت را قمر

مصرع تاریخ اختتام طبع دستنبو، طبع دستنبوئہ دانش شدہ

۱۲۸۲ھ

پیر و مرشد!

نواب صاحب کا ظیفہ خوار گویا اس در کا فقیر تکیہ دار ہوں۔ مسند نشینی کی تہنیت کے واسطے رام پور آیا۔ میں کہاں اور بریلی کہاں۔ ۱۳ اکتوبر کو یہاں پہنچا۔ بشرط حیات آخر دسمبر دہلی کو جاؤں گا۔ نمائش گاہ بریلی کی سیر کہاں اور میں کہاں۔ خود اس

نمائش گاہ کی سیر سے جس کو دنیا کہتے ہیں۔ دل بھر گیا۔ اب عالم بیرنگی کا مشتاق ہوں۔ لا الٰہ الا اللہ و لا موجود الا اللہ و لا مؤثر فی الوجود الا اللہ۔

نجات کا طالب غالب ۱۲

سہ شنبہ ۷ر نومبر ۱۸۶۵ء

بنام جنوں بریلوی

(۸)

ناممکل خطِ غالب

یزداں آرزو بخش، آرزو مند بخشائے را سپاس کہ شفیق مکرم مولوی اشفاق حسین اگرچہ وقت رفتن بیگانہ وار رفتند و رسم وداع فروگذاشتند۔ اما از اں پس کہ بمنزل آرمیدند نامہ فرستادند و آں زخم جانگداز را بدیں حسن ادا مرہم نہادند و سپاس دیگر آں کہ سررشتہ کاری کہ داشتند از کف نرفت و باز فرمانروا سازگاری سوئے داد بارے خوش ست اگر ہم بدیں روش گاہ گاہ بہ نامہ یاد آوردند و درآں کوشند کہ مہر یاروزافزوں و دوستی پایدار گردد از من درد دیا و رنجوری من پرسیدہ اند فارغ باشند کہ از رنج آزاد و از دوا فارغم رنجوری رفتہ و ناتوانی باقیست چوں ہر چہ ہست میگذرد دانم کہ ایں نیز نپاید۔ والا جاہ نواب محمد ضیاء الدین خان بہادر رفیع جایگاہ غیاث الدولہ رضی الدین خان حسن خان بہادر و اقبال نشاں میرزا زین العابدین خان بہادر سلام میرسانند و در گزارش سپاس یاد آوری با من بیزا ہمز بانند و السلام۔

از اسداللہ خستہ سہ شنبہ پنجم ماہ روزہ و نہم ستمبر ۵۸ء

اسداللہ
۱۲۳۲
الغالب

بنام جنوں بریلوی

(۹)

قبلہ جان و دل غالب خستہ جان خونین دل سلامت۔

دیروز شامگاہ از بزم انس بہ غمکدہ خویش رسیدم و شب آرمیدہ بودن خشم نرد بجے و نہ ہلے نہ حرارتے و نہ التہابے بامدادان تا از خواب برجستم کام و زبان و دہن رائلخ یافتم و چشم و بناگوش و تارک سر را دقت درد۔ عرق شیر باشربت نیلوفر آشامیدم و بعد از دو ساعت شیرۂ کاسنی و مغز تخم کدو نیز باشربت نیلوفر نوشیدم دگرد اگرد چشم بناگوش را بداں ضماد اندودم بالجملہ ایں وقت باز شیرۂ کاہو و تخم خیارین باشربت خانہ ساز نوشیدم۔ التہاب باطن ہمانست کہ بود و درد چشم و بناگوش قدرے کمتر از آنست کہ بود چوں قرب مکانی حاصل ست و نالہ مظلوم تا داور می تواند رسید۔ بہ پیشداشت اطلاع گزاردہ آمد۔ زیادہ نیاز است و بس

از اسداللہ رنجور ۵۸ء

(۱۰)

<u>بنام نجف علی</u>

و صاحب! یہ بندرہ بیتیں ہیں تقسیم اس کی اس طرح رکھنا کہ پہلی ایک سیدھی سطر میں صاحب ایجنٹ کا نام مع اجزائے خطابی بخط نستعلیق لکھا جاوے اور پھر ترچھی پانچ پانچ بیتیں تین بار لکھی جاویں۔ اور آخر کو بھی سطر جو میں نے اپنے نام کی مع خطاب و تخلص لکھ دی ہے جس طرح کہ ہے اسی طرح لکھی جاوے۔ کاغذ البتہ بڑا ہوگا۔ اور تقسیم اچھی طرح کیا جاوے گا۔ ان دو سطروں اور بندرہ شعر پر تو صورت بہت اچھی ہوگی۔ یہ ایک نمونہ ہے مگر نمونہ اچھا ہے۔ تم کسو شخص سے اس کی نقل کرواؤ اور کاتب خوش نویس یعنی مرزا عباد اللہ بیگ سے لکھواؤ۔ اب آپ اس کو جلد تیار کروائیے اور .... .. میں ملے گا۔ والسلام

جضور معظم الدولہ امین الملک اختصاص یار خاں فرزند ارجمند جان پیوند سلطانی بارنٹ تامس تیافلس مٹکف صاحب بہادر فیروز جنگ

امین ملک و ممالک معظم الدولہ
امیر شاہ نشان و کریم ابر نوال
سراں بہ معرکہ فیروز جنگ خوانندش
زہے بطالع فیروز خویش فرخ فال
ستودہ مٹکف و فرزانہ تیافلس تامس
ریاض شان و شکوہ و بہار جاہ و جلال
تا ز قلش نورِ دیدۂ دولت
مکارم کرمش روح قالب اقبال
ز ترکتاز سواران موکب جاہش
بہ سانِ سبزہ شود چرخ نیلگوں پامال
بہ منظرش چہ زنی دم ز نیر رخشاں
کہ آں در اوج ہوا طائریست زریں بال
کدام نیر رخشاں کہ خود ز منظرِ او
پدید گشتہ در آئینۂ فلک تمثال
زہے عطائے تو کشاف عقدۂ حاجات
تہی نگاہِ تو وقاب صورتِ آمال
ز قیصر و جم و دارا فسانہ ہا دانم
ولے نظیر توام نگذرد بہ وہم و خیال
گر خدائے جہاں آفریں بہ شوکت و جاہ

پیکے منم زمسیحا دماں فن کلام
یکے منم زہماشہپراں اوج کمال
کہ چوں بمدح تو زورے آورم فرماند
زباں زنکتہ سرائے چناں کہ گردد لال
ببارگاہ تو کز آسماں بود صحنش
ہمی کنم بسخن تحفہ دعا ارسال
ترا کہ رونق ایں گلشنی مبارک باد
طرب فزائی پیوند نودمیدہ نہال
ثمر فشانی زیں نخل بینی و بہ جہاں
ز نخل عیش و طرب برخوری ہزاراں سال

عرضداشت نجم الدولہ دبیرالملک اسداللہ خاں بہادر نظام جنگ غالب تخلص

(۱۱)

بنام غالب

قبلہ من ! ہر سہ مسودہ بعد معائنہ صحیح و درست برآمد و مسودہ رقعہ جناب صاف نمودہ آمد۔ ہر دو مسودہ لالہ صاحب یکے فارغخطی دوم بینی پرشاد صاف خواہد شد۔ مگر بندہ نیاز مند احتیاطاً برائے ملاحظہ عالی فرستادہ است۔ یک سطر خود بدیں عبارت رقعہ دستخطی خاں صاحب بناں ایصال سود سابق و حال فرد کہ چوں بندہ گرفتم افزودہ شد دراں ہیچ حساب نیست کہ در فارغخطی جناب شر بعضی الفاظ نوشتہ آمد بعد سہ چار سطر بعد ملاحظہ واپس فرمایند کہ نون بندہ شود والتسلیم۔ نجف علی

(۱۲)

بنام خان بہادر قاضی عبدالجمیل بریلوی

مخدوم و مکرم و معظم جناب مولوی عبدالجمیل صاحب کی خدمت میں بعد ابلاغ سلام مسنون الاسلام عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کی ارادت مجکو ذریعہ فخر و سعادت ہے۔ دو عنایت نامے آپ کے اوقات مختلف میں پہنچے۔ پہلے خط کے حاشیہ اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ سیاہی اس طرح کی پھیکی کہ حروف اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے۔ اگرچہ بینائی میری اچھی ہے۔ اور میں عینک کا محتاج نہیں لیکن باینہمہ اس کے پڑھنے میں بہت تکلف پڑتا ہے۔ علاوہ اس کے جگہ اصلاح کی باقی نہیں۔ چنانچہ اس خط کو آپ کی خدمت میں واپس بھیجتا ہوں۔ تاکہ آپ یہ نہ جانیں کہ میرا خط پھاڑ کر پھینک دیا ہوگا اور نہ ہنا میرا اندیشہ آپ کو بدیہی ہو جائے۔ آپ خود دیکھ لیں کہ اس میں اصلاح کہاں دی جائے۔ واسطے اصلاح کے جو غزل بھیجئے اس میں بین الافراد و بین المصرعین میں فاصلہ زیادہ چھوڑیئے۔ اب کے خط میں جو کاغذ اشعار کا ہے حروف اس کے روشن ہیں۔ مگر بین السطور مفقود اور اصلاح کی جگہ معدوم۔ آپ کی خاطر سے رنج کتابت

اٹھاتا ہوں اور ان دونوں غزلوں کو اسی ورق پر بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں۔ مسودہ تو آپ کے پاس ہوگا اس سے مقابلہ کر کر معلوم کر لیجیے گا کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح ہوئی اور کون سی بیت موقوف ہوئی۔ مشاعرہ یہاں شہر میں کہیں نہ ہوتا۔ قلعہ میں شاہزادگان تیموریہ جمع ہو کر کچھ غزل خوانی کر لیتے ہیں۔ وہاں کے مصرع طرح کو کیا کیجیے گا اور اس پر غزل لکھ کر کہاں پڑھیے گا۔ میں کبھی اس محفل میں جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا۔ اور یہ صحبت خود چند روزہ ہے۔ اس کو دوام کہاں۔ کیا معلوم ہے ابھی نہ ہو۔ اب کے ہو تو آئندہ نہ ہو۔ والسلام مع الاکرام

اسد اللہ ؁

ان دونوں مصرعوں میں سے جو مصرع چاہیے رکھیے۔

جی میں ہے باغ کے گلگشت کو جایا کیجئے
جی میں آتا ہے کہ گلزار کو جایا کیجئے
جام مے تربت بلبل پہ چڑھایا کیجئے
گر تمھیں سوگ ہی رکھنا ہے عدو کا منظور
مسّی موقوف بھی پان تو کھایا کیجئے
گرم کیوں ہوتے ہو اغیار کے آگے مجھ پر
آگ میں ڈالیے پر یوں نہ جلایا کیجئے
تاب و طاقت نے دیا فرقتِ جاناں میں جواب
بارِ غم ناز نہیں ہے جو اٹھایا کیجئے
گر ہم آئے تو غضب کیا ہے برا کیوں کہیے
یہی کہیے کہ میرے پاس نہ آیا کیجئے
مدعا کیا ہے ہمارے دل و دیں سے تم کو
بات کو حضرتِ ناصح نہ بڑھایا کیجئے
تھا جنوں بھی کوئی روز وں میں تمھارا ہمراز
گاہ گاہ ہی خبر اس کی بھی منگایا کیجئے
اب تو محفل سے وہ اپنی کم اٹھاتا ہے مجھے
بیٹھ کر غیر کے پہلو میں جلاتا ہے مجھے
مرحبا طالع بیدار کہ تنہائی میں
بستر خواب پہ وہ شوخ بلاتا ہے مجھے

(۱۳)

بنام جنون بریلوی

پیر و مرشد

فقیر ہمیشہ آپ کی خدمت گزاری میں حاضر اور غیر قاصر رہا ہے جو حکم آپ کا ہوتا ہے اس کو بجا لاتا ہوں۔ مگر معدوم کو موجود کرنا میری وسعتِ قدرت سے باہر ہے اس زمین میں کہ جس کا آپ نے قافیہ و ردیف لکھا ہے۔ میں نے کبھی غزل نہیں لکھی۔ خدا جانے مولوی ضد لیشس حسن صاحب نے کس سے اس زمین کا شعر سُن کر میرا کلام گمان کیا ہے۔ ہر چند میں نے خیال کیا اس زمین میں میری کوئی غزل نہیں۔ دیوان ریختہ چھاپے کا یہاں کہیں کہیں ہے۔ اپنے حافظہ پر اعتماد نہ کر کر اس کو بھی دیکھا۔ وہ غزل نہ نکلی۔

سنیے! اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اور کی غزل میرے نام پر لوگ پڑھ دیتے ہیں۔ چنانچہ ان ہی دنوں میں ایک صاحب نے مجھے آگرہ سے لکھا کہ یہ غزل بھیج دیجیے ؎

اسد اور لینے کے دینے پڑے ہیں

میں نے کہا کہ لا حول ولا قوت۔ اگر یہ کلام میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ اسی طرح زمانہ سابق میں ایک صاحب نے میرے سامنے یہ مطلع پڑھا ؎

اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی
میرے شیر شاباش رحمت خدا کی

میں نے سُن کر عرض کیا کہ صاحب۔ جس بزرگ کا یہ مطلع ہے اس پر بقول اس کے خدا کی رحمت۔ اور اگر میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ اسد اور شیر اور بُت اور خدا اور جفا اور وفا یہ میری طرزِ گفتار نہیں ہے۔

بھلا ان دو شعروں میں تو اسد کا لفظ ہے بھی۔ وہ شعر میرا کیوں کر سمجھا گیا۔ واللہ باللہ وہ شعر مذ تنگ رنگ کے قافیہ کا میرا نہیں ہے۔ والسلام

غالب

مرسلہ جمعہ ۲ ماہ صیام و ۲۹ ماہ اپریل سال حال

بنام جنون بریلوی

(۱۴)

سبحان اللہ سر آغاز فصل میں ایسے ثمر ہائے بیش رس کا پہنچنا نوید ہزار گونہ یمنت و شادمانی ہے۔ یہ ثمر سب النوع اثمار ہے۔ اس کی تعریف کیا کروں۔ کلام اس باب میں کیا چاہتا ہوں کہ میں یاد رہا اور یہاں کا آپ کو خیال آیا۔ پروردگار آپ کو با ایں ہمہ رواں پروری و کرم گستری و یاد آوری سلامت رکھے جمعہ کے دن ۸ رجون کو دو پہر کے وقت کہار پہنچا اور اسی وقت خط کا جواب لے کر اور آم کے دذکر ہے نے کر روانہ ہو گیا یہاں سے اس کو حسب الحکم کچھ نہیں دلوایا گیا۔ خاطر عاطر جمع رہے۔

خوشنودی کا طالب۔ غالب

بنام ؟

(۱۵)

جناب عالی ——— یہ خط فتح پور سے آپ کے نام کا آیا ہے۔ میں اس وقت حاضر نہ ہو سکا۔ خط پہنچتا ہے اس کو ملاحظہ

اور جب اس کا جواب مجھ کو دیجیے گا تو میں نقل پر کرادا کروں گا۔

شادی بادشاہ کے فرزندِ ارجمند کی اور بزمگاہ دیوانِ خاص رقعہ لکھے جائیں گے۔ حسام الدولہ کی طرف سے حسام الدولہ امیر ہیں اور امرا باہم کر طریقہ ذوقی کا سلوک رکھتے ہیں یعنی تشریف لائیے اور ہم کو ممنون کیجیے

بس اب میں رقعہ کی عبارت میں کیا الفاظ صرف کروں۔ تشریف شریف اور قدوم میمنت لزوم کو دیوانِ خاص سے مباعدت

محض اور پھر داعی حسام الدولہ

اگر شاہزادہ اور دیوان خاص کے لائق الفاظ لکھے جاویں تو حضرات مکتوب الیہ بُرا مانیں گے کہ ہم کو حسام الدولہ نے کیا لکھا ہے اور اگر وہ متواضعانہ عبارت لکھی جاوے تو کسرِ شان سلطنت ہے۔ اب آپ مجھ کو ہدایت کیجیے کہ نگارش کا کیا انداز ہو۔

والسلام اسداللہ ۱۲

نجف علی بنام غالب

(۱۶)

قبلہ و کعبہ! ——— جو حکم حضور کا دو تین دن میں دے دیں گے۔ اے حضرت وہ شعر تو کاغذ افشاں پر لکھ چکے۔ اب کیا ہوئے گا عجب نئی بات ہے کہ جو دیکھے گا ہنسے گا اور دوسری بات یہ ہے (کہ) سلطانہا یا سلطانہ کے کیا معنی چاہیے۔ سلطنتہا یا سلطنتہ۔ خوب فرمایا ہے میری عرض پر اور جواب اس کا عنایت فرمائیے۔ والتسلیم نجف علی

بنام نجف علی

(۱۷)

نہ بھائی یہ نہ سمجھو سلطان بمعنی مصدر آتا ہے۔ سلطنتہ اگرچہ من حیث القیاس صحیح ہے لیکن ٹکسال باہر ہے۔ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ لکھتے ہیں منشیانِ ایران و روم و ہند سب یونہی لکھتے آئے ہیں۔ ضمان بھی بمعنی ضامن اور کبھی بمعنی ضمانت سلطان بھی بمعنی بادشاہ اور کبھی بمعنی سلطنت۔ اس میں کچھ تامل نہ کرو۔ کس کی مجال ہے جو اس پر ہنس سکے۔ لیکن ملکہ و سلطانہٗ علامت تذکیر ہے۔ اگر ملکہا و سلطانہا بن جاتے تو بہتر ہے۔ ورنہ خیر یونہی رہنے دو۔ ہم سے کوئی پوچھے گا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ برعایت شکوہ سلطنت ہم نے تانیث کی رعایت نہ کی۔ اور سچ تو یوں ہے کہ اگر کاتب سگھڑ ہو تو ہائے ہوز کا شوشہ مٹا دینا اور الف بنا دینا دشوار نہیں ہے۔ بن سکے تو بنوا دو۔ اور سلطانہ کو خدا کے واسطے مت بدلنا۔ یہ بلغائے عرب و عجم کا قرارداد ہے۔ بعد اس سب تقریر کے یہ عرض ہے کہ پرسوں پنجشنبہ کو عرضی لکھی ہوئی میرے پاس آ جائے۔ ۱۲ غالب ۱۲

(۱۸)

گرچہ روزِ فراق بھی ~~نہیں شب~~ ہے گراں
لیک ہوتی ہے سخت بھاری رات

~~اے نجف صبح سے اداس ہو تم~~
~~تم کو کس سے ہے کٹ اداس رات~~

شنوائی بفتحہ نون بسکون نون دو کلائے عدالت کی بولی ہے ۱۲ اگر خیال رونق الخ یہ شعر یہ معنی دیتا ہے کہ اگر تم اس میں آیا نہیں (چاہتے)[1]

---

[1] نہیں کے بعد (چاہتے) غالب سے سہواً حذف ہو گیا ہے۔

تو اس کو کیوں ویران کرتے ہو۔ کیا آدمی جہاں جا کے رہا چاہتا ہے۔ پہلے اس گھر کو ویران کر لیتا ہے۔ یہ عمل استفسار در استفہام کا ہے۔ یعنی تم نے جو خانۂ دل کو اجاڑ دیا۔ کیا تم یہاں نہیں آیا چاہتے۔ ہمکناری مرادف ہم آغوشی ستم۔ لیکن مستعمل نہیں۔ ہمکنار بولتے ہیں۔ ہمکناری نہیں بولتے۔ منقطع ادر لکھو غالب ۱۲

جنون و غالب

غالب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریروں کا ایک مجموعہ دستیاب ہوا ہے جس کا شمار نوادر میں ہونا چاہیے۔ اہل نظر کے لیے غالب کے ہاتھ کی تحریریں سرمۂ چشم کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان تحریروں کو اصل میں دیکھنا تو قسمت والوں کا حصہ ہے۔ متعلمانِ ادب کے لیے ان کی عکسی نقل کا دستیاب ہونا بھی سامان تسکین فراہم کرتا ہے۔ ان کیساتھ اشعار بھی ہیں اس لحاظ سے اور بھی منفرد ہے کہ اس کے مصنف غالب خود نہیں۔ بلکہ غالب کے ایک شاگرد قاضی عبدالجمیل جنون بریلوی ہیں۔ غالب کی جو تصویر ہمارے سامنے اُبھرتی ہے۔ وہ ایک خود بیں و خود پرست یگانۂ روزگار شخصیت کی تصویر ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اپنے مقابلے پر وہ کسی دوسرے کو گردانتے ہی نہ تھے۔ پھر غالب اتنی تکلیف اٹھائیں کہ اپنے قلم سے اپنے کسی شاگرد کے اشعار نقل کریں۔ ایک عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے۔ یا تو وہ غالب کے نزدیک بیحد عزیز محترم ہونے چاہییں۔ یا یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ اشعار غالب نے خود کہہ کر اپنے شاگرد کو بھیج دیئے۔ لیکن غالب کے خطوط اور زیرِ نظر مسودے کے مطالعہ سے اس شبہے کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ ایک خط میں جنون کو لکھتے ہیں "آپ کی ارادت مجھکو ذریعۂ فخر و سعادت ہے"[1] ایک اور خط[2] میں جنون کو لکھتے ہیں "جناب قاضی صاحب کو سلام اور قصیدے کی بندگی اگر قوتِ ناظمہ پر تصرف باقی رہا ہوتا تو قصیدے کی تعریف میں ایک قطعہ اور حضرت کی مدح میں ایک قصیدہ لکھتا۔ بات یہ ہے کہ جو میں شائستہ مدح نہیں تو یہ ستائش راجع آپ کی طرف ہوگی۔ گویا یہ قصیدہ آپ ہی کی مدح میں ہے۔" غزل[3] سراسر ہموار و ذوق انگیز ہے ایک شعر میں ایک لفظ بنایا گیا۔ ایک شعر کا پہلا مصرع بدل دیا غالب کا وطیرہ تھا کہ اگر شاگرد کا کلام اسقام و اغلاط سے خالی ہو، تو خواہ مخواہ تصرف نہ کرتے تھے۔ جنون کی غزلیں دیکھنے کے بعد واپس کرتے ہیں اور ترمیم و تصرف نہ کرنے کی توجیہہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "پیش[4] قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان غزلوں میں کہیں اصلاح کی جگہ نہیں" یہ حیثیت تو غالب کی نظر میں جنون کے کلام کی ہے۔ ورنہ بھلا غالب کسی کو آسانی کے ساتھ داد دیتے۔ اب رہا یہ امر کہ انہوں نے جنون کے کلام کو اپنے قلم سے کیوں نقل کیا۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں "کہ خط[5] کے حاشیے اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں، سیاہی اس طرح کی پھیکی کہ حروف اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے۔۔ ۔۔ پڑھنے میں تکلیف کرنا پڑتی ہے۔ علاوہ اس کے جگہ اصلاح کی باقی نہیں۔۔ ۔ بین السطور مفقود اور اصلاح کی جگہ معدوم۔ آپ کی خاطر سے رنج کتابت اٹھاتا ہوں اور ان دونوں غزلوں کو اس ورق پر بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں۔ مسودہ تو آپ کے پاس ہوگا اس سے مقابلہ کرکے معلوم کر لیجیے کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کہاں اصلاح ہوئی اور کونسی بیت موقوف ہوئی"

---

[1] خطوط غالب مرتبہ مالک رام خط نمبر ۱ صہ ۱۷۹ انجمن ترقی اردو ہند (۱۹۶۲)

[2] خطوط غالب خط نمبر ۱۹ صہ ۱۸۷۔

[3] خطوط غالب خط نمبر ۱۲ صہ ۱۸۸۔

[4] خطوط غالب خط نمبر ۲ صہ ۱۹۲ [5] خطوط غالب خط نمبر ۱ صہ ۱۷۹

ان خطوط کو سامنے رکھ کر جب مسودے کے اشعار پر نظر ڈالی جائے تو بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ ان اشعار کے کاتب غالب ہی مصنف قاضی عبدالجمیل بریلوی ہیں یہ مجموعہ اشعار ۲۵ غزلوں جن میں (۲۰) غزلیں اردو کی ہیں اور (۵) فارسی کی اور تین عدد رباعیات اور چند فارسی و اردو قطعات تاریخ پر مشتمل ہے۔ اصل مسودہ کراچی میوزیم میں محفوظ ہے جس کی عکسی نقل یہاں پیش کی جارہی ہے۔ یہ مسودہ جس کی تیرہ پلیٹیں (PLATES) ہیں اس لحاظ سے اور بھی بیش بہا ہے کہ جنوں نے اپنا کلام خود تلف کر دیا تھا۔ بقول لالہ سری رام مصنف خمخانۂ جاوید "افسوس کہ اپنا کلام سب تلف کر دیا۔ ان کے احباب کی زبانی یا مرزا نوشہ کے خطوط میں کچھ مل سکا۔" ... درج تذکرہ کیا جاتا ہے"۔ مالک رام نے اپنی کتاب تلامذہ غالب مطبوعہ ۱۹۵۸ء صفحہ ۹۵ میں تحریر کیا ہے "اردو کلام پر مرزا غالب سے اصلاح لی" اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ فارسی میں غالب کے شاگرد نہ ہوں گے۔ لیکن زیر نظر مسودہ اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ فارسی اور اردو دونوں میں غالب کے شاگرد تھے۔ اس لئے کہ فارسی غزلیں بھی اس مسودے میں شامل ہیں۔ البتہ تذکروں میں جنوں کی اردو غزلوں کے نمونے ہی پائے جاتے ہیں چنانچہ چند اشعار خمخانۂ جاوید (جلد دوم) اور چند تلامذۂ غالب میں درج ہیں۔ اس لحاظ سے جنوں کے اردو اور فارسی کلام کا ایک قابل قدر ذخیرہ صرف مسودہ زیر نظر ہی کے ذریعے قارئین ادب کے سامنے آرہا ہے۔

یہ اشعار جنوں کے ہیں، جن میں کہیں کہیں غالب نے اصلاح کی ہے لیکن حقیقت میں جو اشعار اس کڑی آزمائش سے گزر چکے ہوں کہ غالب جیسے دشوار پسند نے ان پر نظر ڈالی ہو اور درست قرار دیا ہو۔ یا بصورت دیگر درستی کر دی ہو۔ وہ اردو ادب میں ایک منصب جلیلہ پر فائز ہوتے ہیں علاوہ ازیں غالب کی طرز اصلاح بھی پوری طرح سامنے آجاتی ہے۔ جنوں نے کہا تھا ؎

ہے شام ہی سے بھاری رات　　　جانے کیوں کر کٹے گی ساری رات

غالب نے مصرع ثانی کو یوں بنا دیا "ہائے کیوں کر کٹے گی ساری رات" جس سے یہ شعر کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔ خطوط غالب ص ۱۸۰ خط ۱۰ میں ایک عبارت ملتی ہے "اے مشفق من نامربوط اور تیج ٹکسال باہر۔ اس شعر کو دور کرو اگر کوئی اور شعر ہاتھ نہ آئے اور اسی کو لکھنا چاہو تو یوں رکھو "گالیاں دیتے ہو کیوں مشفق من خیر تو ہے"۔ یہ اشارہ کلام جنوں کے معدوم ہونے کی وجہ سے کسی طرح سمجھ ہی میں نہ آسکتا تھا۔ خوش قسمتی سے زیر نظر مسودہ اشعار میں یہ پوری غزل موجود ہے جنوں کا شعر یہ تھا ؎

باعث ترک تکلف نہیں کھلتا مجھ کو　　　گالیاں دیتے ہو اے مشفق من خیر تو ہے

غالب نے پورے کا پورا شعر قلم زد کر دیا ہے۔ البتہ خط ۱۰ میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ اگر جنوں یہ شعر رکھنے پر مصر ہوں تو مصرع ثانی کو اس طرح تبدیل کریں۔

قاضی عبدالجمیل جنوں بریلوی ایک قدیم معروف خاندان کے فرد تھے۔ ان کے بزرگ دہلی اور اودھ کے درباروں سے منسلک رہ چکے تھے اور انگریزی حکومت میں بھی وقار و رسوخ رکھتے تھے۔ یہ خاندان علم و فضل کی بنا پر مشہور تھا۔ جنوں ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۲۰ مئی ۱۹۰۱ء کو انتقال کیا۔ عہدۂ قضا پر فائز رہے۔ ۱۸۹۰ء میں ان کو خان بہادر کا خطاب ملا۔ آخری زمانے میں شعر و شاعری سے طبیعت اچاٹ ہو گئی تھی۔ اپنا کلام خود تلف کر دیا۔ عربی اور فارسی میں منتہی تھے۔ غالب کے شاگرد تھے۔ اور اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ذوق شعری کی شہادت یوں فراہم ہوتی ہے کہ غالب اپنے

۱؎ خمخانۂ جاوید جلد دوم ص ۲۷۶ طبع ۱۹۱۱ء۔

شعراں کو بھیج کر داد طلب کرتے ہیں۔ غالب کے خطوط کی داخلی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنوں ان چند صاحبانِ علم و ذوق میں سے تھے جن کی ملاقات اور شاگردی پر غالب کو ناز تھا۔

کسری منہاس

غزلیات جنونِ آشفتہ

بیا بہ بیں رُخِ رشکِ بہارِ جاناں را — زدہ است آتشِ سوزندہ گلستاں را
کہ طرزِ عربدہ آموخت چشمِ فتاں را — نگہ مست عجب رہزنِ ست ایماں را
~~غرض زخوردن پان نیست تو شفیت~~ — ~~عاشِ کشتن من سرخ کرد دنداں را~~
زدست بردولم دردِ خستہ پائی چند — چگونہ سہل نوردیدی ایں بیاباں را
گلشن است دلِ من نگارتر یارب — کہ دادہ است نمک شورِ عندلیباں را
گذاشتیم بزہادِ ملامت زمزم — بس است تلخیِ مے ما سیاہ کاراں را
نہ بردہ مے و آلاتِ مے کشی بیروں — بہ بزم بادہ میاور بتِ غزل خواں را
گذارد آئینہ گر روبروئے آں شہِ حسن — اجازتست از آئینہ چشمِ حیراں را
اگرچہ حاجتِ مے خوردن است اے ساقی — خراب کرد نگاہِ تو مے پرستاں را
جنوں زبانِ تو دشکوہ ہائے جوربتاں — بعہد وفا بستاں یک جفائے جاناں را

اے کہ لطفِ تو دلنواز بود — قہرِ تو نیز جاں گداز بود
بامنت چند گاہ اے کافر — حیلۂ تمکین و شرم و ناز بود
ایکہ دل بردۂ و جانم نیز — باز بہرِ چہ احتراز بود
گرچہ روزِ فراق کوتہ نیست — شبِ ہجراں بلا دراز بود
غیر روزانہ آیدت در کو — بندہ ہم روز کے مجاز بود
نیم جاں بردۂ و نیم دگر — روز و شب جملہ در گداز بود
اے کہ بارہا رکست لطفِ تو عام — با جنونت چہ امتیاز بود

آمد آں ترکِ جفا کار آخر — حشر برپاست ز رفتار آخر
ایں قدر مشقِ ستم کرد کہ شد — چشمِ فتانِ تو بیمار آخر
گرچہ دانم گزرد ہمرہِ غیر — بنشستم براہِ یار آخر
آمد آں روز کزاں خوفم بود — با تو افتادہ مرا کار آخر

دل سودا زدہ می آمد … درخمِ طرۂ طرار آخر
عیش وصلش چو نصیبم نشود … چوں نسازم بغمِ یار آخر
با جفا ہائے تو سازم تا کے … غم خورد غم خور بسیار آخر
تابکے بگسلی و صلح کنم … جاں برد زبخشش ہر بار آخر
ایں جنوں دعوئ تقوئے میکرد … رفت درخانۂ خمار آخر

نہ گیا پر نہ گیا سر سے یہ سودا نہ گیا … ہاتھ سے سلسلۂ زلفِ چلیپا نہ گیا
نالہ کرنے سے دلِ سوختہ کیا خاک ملا … تیری ان باتوں سے وہ پاس مرے آنہ گیا
رات بیتابی سے اس کوچے میں جا نکلا تھا … تیرے دیوانے کو یاروں سے سنبھالا نہ گیا
کچھ سکے گزرے نہ تھے ایسے گر کیا کیجے … ہم سے پیمانِ وفا باندھ کے توڑا نہ گیا
آپ حیران تھے مجبوریٔ دل پر از بس … آئینہ دیکھ کے پھر ہوش میں آیا نہ گیا
گرچہ رنج و غمِ ہجراں کے گلے تھے دل میں … روبرو سامنے اس ستم ایجاد کے بولا نہ گیا
میرے نقصان نہ ہوئے عشق میں کیا کیا ظالم … دل گیا جان گئی کیا کہوں کیا کیا نہ گیا
جان بیمار کی فرقت میں لبوں تک آئی … نہ گئے پر مرے بالیں پہ مسیحا نہ گیا
چل دیئے اٹھ کے بغلا بر وہ مرے بالیں سے … ان سے حالِ دلِ بے تاب جو دیکھا نہ گیا

چل بسا گلشن ہستی سے جنونِ مرحوم
غم ہجر بُت بے داد اٹھایا نہ گیا

(۲)

دل کو شغلِ بادہ پیمائی نہیں … کیا ابھی فصلِ بہار آئی نہیں
اب مجھے تابِ شکیبائی نہیں … پاسِ عشق و بیمِ رسوائی نہیں
غم کو کب تک مل لگی ہیں ٹالئے … اب تحمل کی توانائی نہیں
سامنے سے یوں نکل جاتے ہیں وہ … ان سے گویا کچھ شناسائی نہیں
یہ ہجومِ یاس تو دیکھو کہ دل … مائل ہنگامہ آرائی نہیں
چاند کی صورت تجھے گر نہ آ صاف … پر ہمارے دل کو کچھ بھاتی نہیں

---

[1] جنوں کا مصرع یہ تھا۔ <u>ہاتھ سے جان بھی گئی دل بھی گیا یا نہ گیا</u> [2] بیاد نہیں ہے درد ہے

دیکھنا آئینہ چھوڑا کس لیے — گر تمہیں دعویٰ یکتائی نہیں
ہوگئی ہے ترک شاید غیر سے — آج وہ گرم خودآرائی نہیں
~~غیر سے سرگوشیاں ہوتی ہیں اور — میرے نالوں کی بھی شنوائی نہیں~~
کیا کروں ان کی نہ آمد کا گلا — موت بھی تو اب تلک آئی نہیں
پوچھ ہی پھیر مریضِ عشق کو — گر دماغِ کام فرسائی نہیں
تھا مرے ملنے میں بدنامی کا خوف [عذر] — غیر کے ملنے میں رسوائی نہیں
کیا لکھیں پائیں نہ جب خط کا جواب — ہم کو شوقِ خامہ فرسائی نہیں
نامہ میرا پھر پریشاں کیوں نہ جائے — ان کے دل میں جب جگہ پائی نہیں
خانۂ دل تم نے کیوں ویراں کیا — کیا خیالِ رونق افزائی نہیں
یار کی آنکھوں سے کیا تشبیہ دوں — دیدۂ نرگس میں بینائی نہیں
نازشِ خال کب تلک اے پندگو — اب ہمارے دل میں گنجائی نہیں
اے جنوں پھر دل لگاتے ہو اگر — تم نے الفت کی سزا پائی نہیں

فرقتِ یار میں گزاری رات — بے قراری میں ایک ساری رات [تھی]
ہے سرِ شام ہی سے بھاری رات — ہائے ہم کیوں کر کٹے گی ساری رات
گر نہ وعدہ پہ یار آ جاتا — گئی تھی جان ہی ہماری رات
وائے حرماں کہ تیرِ مژگاں سے — نہ لگا کوئی زخم کاری رات
کچھ نہ پوچھو بسر ہوئی کیوں کر — تھی قیامت ہی بے قراری رات
بات ہوتی کوئی تو وہ سنتے — دل نے کی ایک آہ و زاری رات

(۳)

تمہارے در پہ پڑے یوں رہا نہ کرتے ہم — جو دخلِ غیر نہ ہوتا تو کیا نہ کرتے ہم
جو اپنے دل ہی کو نذرِ ادا نہ کرتے ہم — تو آج آپ کی یوں التجا نہ کرتے ہم
ہر ایک کو نہ سناتے کبھی حکایتِ غم — جو اُن کے حسن کی باتیں سنا نہ کرتے ہم
سمجھتے غیر کا مطلب اشارتوں میں کیونکر — اگر حضور کو رمز آشنا نہ کرتے ہم
نہ آتے غش پہ غش ہم اس طرح رقیبوں کو — جو تم کو مائلِ ناز و ادا نہ کرتے ہم
نہ کرتے آپ جو غیرِ رفیق کیا تھا مے عشق — تو جامِ زہرِ ہلاہل پیا نہ کرتے ہم

~~جو عشق ہو بے خمار کا نہیں ہوتا~~ ~~تو بہت بات پہ یوں سرو پا نہ کرتے ہم~~
~~جو آج معتقد پیر میکدہ ہوتے~~ ~~جو محتسب کی نصیحت سنا نہ کرتے ہم~~
شکائے غیر وہ کرتے تھے ہو گئے برہم بجا نہ کہتے تو گویا برا نہ کرتے ہم
~~تو ہو پوچھتے وہ کبھی غیر کی طرفداری~~ ~~تو صاف صاف ہی کہتے بیاں نہ کرتے ہم~~
کسی کی کان بھری یوں گالیاں سنا کرتے فدا جو دل کو نہ کرتے تو کیا نہ کرتے ہم
تمہاری خیر سے یہ گرمیاں نہ ہوتیں اگر تو صبح و شام پڑے یوں جلا نہ کرتے ہم
جو ملتی نالوں سے فرصت ہمیں کبھی تو دم کی تو سر یہ چرخ کو یوں دھر لیا نہ کرتے ہم
یہ باتیں ایک کی سو کاہے کو جڑا کرتیں جو راز دل کو عدو سے کہا نہ کرتے ہم
~~سنا گر کوئی عذاب بسی کی نالیاں~~ ~~تو ہی کو قتل نفق عیاں نہ کرتے ہم~~
جو اختیار دل بے قرار پر ہوتا ترے حضور میں ہر دم فغاں کیا کرتے ہم
خبر نہ تھی کہ عدو کا بھی ~~لگا ہے پیاں~~ ہے نگاہِ جنوں وگرنہ جان کو تم ہی پر فدا نہ کرتے ہم

شب وصال کے غمزے نہ یاد یوں آتے جو دل کو خوگر ناز و ادا نہ کرتے ہم
~~اگر نہ ہوتا یہ سر پہ کا جوش تاثیل جنوں~~ ~~تمہاری زلف کو یوں چھیڑ لیا کرتے ہم~~

موت آتی نہیں جئے ہی بنی بار ہستی اٹھا لیئے ہی بنی
دل لگانا ہے دل لگی نہیں کچھ بھی اس نے جو کچھ کہی کئے ہی بنی
گرچہ نازک ہے جلوہ گر لیکن سر پہ محفل اٹھا لئے ہی بنی
زہر دیتے ہو کس طرح کھا لوں نہیں گالی کہ کھا لئے ہی بنی
حسرت کاوش جگر کب تک اب تو ناخن بڑھا لئے ہی بنی
شب وعدہ ملے جو تنہا تم کچھ جو کہنا مرا کئے ہی بنی
چارہ فرما جو طعنہ زن ہے جنوں اب تو چاک جگر سیئے ہی بنی

روز گلہ ہے
دل فدائے نازِ بایت لے ستم گر کردہ ایم دیگر جبہ سائی بابر ایں در کردہ ایم

(۴)

اس کو سے میری نعش جو اٹھوا کے لے چلے ساتھ اپنے یار ڈھیر تمنا کے لے چلے

یا رب وہ دن بھی ہو کہ کہیں خط میں دو مجھے　　یہاں کوئی آئے اور مجھے آ کے لے چلے
دل بھی لگا ہوا ہے وہاں وصیان بھی وہاں　　اس کوئے یار کو مجھے بہلا کے لے چلے
آیا نہ ان کو تحفۂ جان و دل پسند　　دل لے چکے تھے جان بھی اب آ کے لے چلے
~~تھا جنوں کا عذر بھی کرتے ہیں قبول　　جو راہبر تھے وہی بہکا کے لے چلے~~
وہ مرتے دم جب آئے کہ ہم کچھ نہ کہہ سکے　　ارمان دل میں عرضِ تمنا کے لے چلے
ہاتھ آنا ان کے پائے نگاریں کا تھا محال　　بوسے ہم ان کے نقشِ کفِ پا کے لے چلے
جاتے ہیں اور ہم سے ملاتے نہیں وہ آنکھ[ا]　　کیا جانے غیر کیا انہیں سمجھا کے لے چلے
~~احباب جبر کر کے مجھے لے گئے وہاں　　اس بت سے مجھ سے مفت بگڑوا کے لے چلے~~
کیا کیا نہ ولولے مرے جی میں اٹھا کئے　　جب غیر اس کو باتوں میں بہلا کے لے چلے
یوں بھی جنوں کو قطعِ رہِ عشق تھا محال　　بارِ گرانِ غم کوئی کیا کھا کے لے چلے

یہ شکوہ نہیں کہ ہجر میں کیا گزری　　اور با تعب و صدمہ و ایذا گزری
یوں درد و الم کس کو نہیں ہوتا ہے　　بارے یہ رنج ہے کہ تنہا گزری

افسوس فراقِ یار میں عمر کٹی　　درد و غم و انتظار میں عمر کٹی
گر شدتِ یاس گاہ امیدِ وصال　　کیسی یہ اضطرار میں عمر کٹی

یک عمر رہا فراقِ یار خود کام　　برگشتہ رہا جو طالع نافرجام
اب وصل ان کا ہوا میسر بارے　　وہ درد اچھا ہے جس کا ہو نیک انجام

(۵)

پانو سے وہ نقش کو میرے نہ ٹھکراتے کبھی　　جان لیتے ابتدا ہی میں اگر بیدم مجھے
صورتِ تصویر بن جاتا ہوں ان کو دیکھ کر　　وہ مقرر جانتے ہوں گے مگر اب کم مجھے
یک بہانہ ہو پئے دریوزۂ حسنِ بتاں　　گر مقدر سے کہیں مل جائے جامِ جم مجھے
~~غیر تو کیا ہے کہ پاتا بار کوئے یار میں　　حیف ان کی سرد مہری نے کیا برہم مجھے~~
غیر کے ہمراہ دورِ جامِ مے کا لطف کیا　　اس سے بہتر ہے کہ دیں مے میں ملا کر سم مجھے
ہمکلامی سے مطارد کے نہ کیوں ہو مجھ کو عار　　جب گنے استاد اپنا نیرِ اعظم مجھے
سنبلستاں میں طبیعت اور الجھے گی جنوں　　باغ میں لایا تو عشقِ طرۂ پرخم مجھے

[ا] جنوں کا مصرع یوں تھا۔ ~~کچھ آج آنکھ ہم سے ملاتے نہیں ہیں وہ~~

زلفِ صنم رہی ہے جو برہم تمام شب
اندھیر ہے بلا میں رہے ہم تمام شب

جب آنکھ کھل گئی ہے تصور میں یار کے
رو بیٹھے ہیں دیدۂ پرنم تمام شب

ہے وصل کی خوشی سے غمِ ہجر بیشتر
روتی ہے گو ہے باغ میں شبنم تمام شب

دل کو شبِ وصال میں بھی خاک چین ہو
~~صبحِ فراق ہی کی کٹا~~ صبحِ فراق کا جو لیے ہے غم تمام شب

(۶)

لطف کی خواہش نہ بیدردی کا شکوا چاہیے
دیکھنا ہر رنگ میں ان کا تماشا چاہیے

ڈھونڈنا اے دل کوئی معشوق اچھا چاہیے
زندگی میں دل لگی کا کوئی حیلا چاہیے

کام دورِ جامِ مے کا چشم کی گردش سے ہے
یار مل جائے اگر مجھ کو تو پھر کیا چاہیے

کچھ نہ بن آئی مگر فرہاد تیشہ مار کر
عشق کے صدموں کو پتھر کا کلیجہ چاہیے

بعد مردن بھی کھلی ہی رہ گئیں آنکھیں مری
اشتیاقِ حسرتِ دیدار دیکھا چاہیے

سیرِ گلشن سے نہیں ہے کچھ طبیعت کو لگاؤ
واشدِ خاطر کو میری کوئی صحرا چاہیے

تا کجے راضی نہ ہوگا وصل پر وہ تند خو
پر تجھے اے جذب اس کا گدگدانا چاہیے

اس قدر جب منہ بناتے ہیں سوال بوسہ پر
وصل کی خواہش پہ کیا کہتے ہیں دیکھا چاہیے

وقتِ آخر آن پہنچا ہے جنونِ زار کا
بولنا اب منہ سے اے رشکِ مسیحا چاہیے

مجھے دعویٰ تھا یہ مدت سے کہ بیکار نہیں
میں[1] تو ہوں آہِ شرربار گر اغیار نہیں

مائلِ جور وہ عیار جفا کار نہیں
مفت میں دل کو جو کھو بیٹھے وہ آزار نہیں

وصل کی بھی دلِ بےتاب کوئی صورت ہے
ان کو خواہش نہیں اور ہم کو وہاں بار نہیں

~~سمجھے کبھو دلِ ناداں نہ کہیں وعدے کے بیچ~~
~~ہے گیا غیر پہ لطف ہم پہ عتاب یار نہیں~~

دل بےتاب یہ کہتا ہے کہ چھیڑو اس کو
بتِ عیار جواب بہ سرِ آزار نہیں

~~خوف کیا ہے تجھے کیا جانے کوئی دل کا حال~~
~~بدگماں میری خموشی سے بے اظہار نہیں~~

دل کو رشک آئے اگر نام زباں پر لاؤں
ماجرائے غمِ دل قابلِ اظہار نہیں

غیر گو خوش ہیں کہ وہ قتل کریگا مجھ کو
میں یہ سمجھے ہوئے بیٹھا ہوں کہ دو چار نہیں

~~کیا اٹھائے گا ہمیں باغ میں بن کے سرو~~
~~سرو یک چوب ہے کچھ قامتِ دلدار نہیں~~

ہے ابھی رمز و اشارات کی طاقت باقی
چشمِ بیمار کو گو طاقتِ گفتار نہیں

خلشیں آبلہ پائی نہ مٹا کیا کیجیے
وحشت اس دشت میں لائی کہ جہاں خار نہیں

---

[1] میں اس مصرع کے معنی نہیں سمجھا ۱۲ [غالب]

قتل جس دم وہ کرے گا تو یہ ظاہر ہوگا — ہیں گنہ گار وہی جو کہ گنہ گار نہیں
~~کیوں ہے آشفتہ زباں شکوے سے بیاں~~ — ~~جب مری آہ تو باعثِ آزار نہیں~~
دستِ غیر اور تری زلف سا خیر تو ہے — کیا کہیں گاہ میں تیرا یہ گنہ گار نہیں
کیجیے شکوہ دمِ تیغِ نگہ کا کیوں کر — کہ مرے تن پہ کوئی زخم نمودار نہیں
~~وعدہ کر کے جب نہ آئے گلہ زبانِ میری~~ — ~~نغمۂ عیش بہی آہِ شررباز نہیں~~

(۷)

وقفِ کاکل کوئی محوِ رخِ جاناں کوئی — کوئی بیچارہ پریشان ہے حیراں کوئی
ہم تو زنہار نہ لائیں گے زباں پر شکوہ — جور کرنے سے نہ ہو جائے پشیماں کوئی
لے چلی وحشتِ دل جانبِ صحرا مجھ کو — اب کرے شوق سے گلگشتِ گلستاں کوئی
ہے تصور میں ہمارے وہ لبِ غیرتِ لعل — رنگ دکھلائے تو اب لعلِ بدخشاں کوئی
کون سمجھے کہ مزا یاس میں کیا ملتا ہے — نہیں رکھتا دلِ پُر حسرت و حرماں کوئی
جب سے سامنے اس شوخ کے ہوتا ہے یہ حال — کہ نکالے لیے جاتا ہے مری جاں کوئی
یک جہاں بستۂ تہِ دل میں تری زلف کے ہے — جانے کس جائے جو ہوئے یہ گریزاں کوئی
دھیان میں پھر ہیں کھلے بال کسی کافر کے — وحشتِ دل کا ہے پھر سلسلہ جنباں کوئی
پھر گزر دل میں ہے کچھ آج کسی کے غم کا — پھر ہے اس خانۂ تاریک میں مہماں کوئی
ہے تصور میں کسی شوخ کا پھر رنگِ ملاح — پھر ہوا زخمِ جگر پہ نمک افشاں کوئی
سرِ بازار نکلتے ہو جو یوں کر کے سنگھار — تم پہ قربان نہ ہو جائے مری جاں کوئی
دل میں کانٹا سا کھٹکتا ہے مرے آٹھ پہر — جینے دے گی خلشِ جنبشِ مژگاں کوئی
ہو گزر تیرا اگر اس کوچہ میں اے بادِ صبا — کہیو دو چار گھڑی اور ہیں مہماں کوئی
کون غمخوار مرا اے خلشِ ریشِ جگر — کیوں نمک سے بھرے ہر دم نمکداں کوئی
لاکھ ہمدوشِ صبا ہوئے مرا مشتِ غبار — ہاتھ آتا ہے بھلا یار کا داماں کوئی
نہ سہی لطف و عنایت ستم و جور ہی ہو — غم تو یہ ہے کہ نہیں حال کا پرساں کوئی
تنگ ہے حضرتِ واعظ سے بہت جی اب تو — کاش مل جائے مجھے دشمنِ ایماں کوئی
فرقتِ یار میں گھبرا کے نکل آیا ہوں — کہ خوشی کی خبر لائے مرغِ خوش الحاں کوئی
کوچۂ یار کے ہم خاک نشیں ہیں واعظ — نہیں رکھتا ہوسِ گلشنِ رضواں کوئی
دفن اس کوچہ میں کرتے ہیں مجھے بعدِ فنا — کہیں ہو جائے نہ شرمندۂ احساں کوئی

۱؎ جنوں کا مصرع یہ تھا ع ~~کس کے آگے کہوں کیفیتِ شدتِ یاس~~
۲؎ جنوں کا مصرع یہ تھا ع [illegible]

مدت العمر بسر اس میں جنوں نے کی ہے　　　کھوئے کس طرح تصور ترا آساں کوئی

اگر مصراعِ اخیر یوں ہو تو کیسا

~~پھر ہے ابھی خلش ویران میں جہاں کوئی~~

یعنی اعلان اس نون کا اس طرح پر اردو میں جائز ہے بلا کراہت یا نہیں۔ ۱۲

(۸)

جانے کس کس کو نہ ہو جائے گا سودائے جاں　　　سیر کو آج نکلتے ہو کھلے بالوں سے
جو ترستے تھے وطن میں مری پابوسی کو　　　دشت میں تنگ ہوا ہوں میں انہیں چھالوں سے
اے جنوں کیوں خلشِ ہجر سے گھبراتے ہو　　　دل کو جب ربط ہوا ترچھی نگہ والوں سے

ہر ایک کو جو سکتے ہو کر کیا ہے　　　[کیا] اچھے ہو تم یہ مدعا ہے
تم اچھے ہو میں برا ہوں مانا　　　اچھا ہے کوئی کوئی برا ہے
کچھ پاس نہیں ہمارے لے جان　　　ہاں یک دلِ حسرت آزما ہے
~~دل کے جانے کا غم نہیں ہے~~　　　~~جی کو کیوں ساتھ لے گیا ہے~~
سو بار پکاریئے گراں کو　　　تو کہتے ہیں ایک بار کیا ہے
اب تک کچھ بھی اثر نہ دیکھا　　　دل آہ سے کس قدر جلا ہے
تھا دل سے فدائے خوب چشماں　　　یعنی وہ جنوں جو مر گیا ہے
کیجیو اسے کوہِ طور پر دفن　　　ہاں کشتۂ چشمِ سرمہ سا ہے

ہائے جس وقت یاد آتے ہو　　　غمِ دنیا و دیں بھلاتے ہو
کیا غضب ہے جو آ کے چوم لوں پاؤں　　　غیر کو سر پہ کیوں چڑھاتے ہو
غنچہ دیتے ہو دل کے بدلے میں　　　چٹکیوں میں ہمیں اڑاتے ہو
غیر کا کچھ لگاؤ ہے ورنہ　　　ہم سے تم آنکھ کیوں چراتے ہو
ساتھ غیروں کے یوں بہانہ کرو　　　ہم کو بے فائدہ رلاتے ہو
بوسہ مانگیں تو گالیاں دینا　　　کیوں بگڑ کر ہمیں بناتے ہو
زلف کس طرح ہاتھ آئے گی　　　کیوں جنوں حق اسے جتاتے ہو

(۹)

مجھ سے نہیں تو غیر سے کب ہمکلام ہے   خاموش ہوں کہ یاروں کی ترکی تمام ہے
ہے ہے شبِ وصال ہوئی جاتی ہے تمام   یاں قصۂ فراق ابھی ناتمام ہے
ناخوش سمجھتے ہیں شیخ جی صاحب تو خوش رہیں   حضرت سے کچھ غرض متعلق نہ کام ہے
اللہ رے تبختر و انداز واہ واہ   کیا خوب ہے یہ چال چلن کیا خرام ہے
~~کہتے ہیں لوگ شام کو وہ ماہ آئے گا   صبح شبِ فراق ہی ہم کو تو شام ہے~~
انکار ہے شراب کی حلت سے اب مجھے   لیکن بغیر مطرب و ساقی حرام ہے
لوگ ان کی بزمِ ناز میں کیوں آنے دیں مجھے   نامِ خدا جواں ہیں نیا انتظام ہے
کب سنتے ہیں وہ حالِ دلِ زار کیا کہوں   باتیں بنانے سے انہیں بڑت کام ہے
غیروں کو میرے سامنے جھک جھک کے یہ سلام   حضرت کے امتیاز کو میرا سلام ہے
کیا دور ہے جو یک نگہ لطف ہو ادھر   ہم خاک پر پڑے ہیں وہ عالی مقام ہے
شکوہ ہماری آہ و فغاں کا ہے کس لیے   پھیر دو چھری گلے پہ تو قصہ تمام ہے
گرچہ میانِ یار سے باریک تر سہی   گر غور کیجیے تو یہ نازک مقام ہے
اس کی گلی میں آج جنوںؔ پھر گیا نہ ہو   برپا ہے شورِ آہ و فغاں اژدحام ہے

واعدو سے جو ہوئی راہِ سخن خیر تو ہے   کیا نہ دکھلائے گا تم کو یہ چلن خیر تو ہے
بھا گئے داغِ دلِ عاشقِ غمگیں شاید   ورنہ اتنی ہوسِ سیرِ چمن خیر تو ہے
آج کیوں دیکھتے ہی دور تک بیٹھے مجھ کو   یعنی اس مرتبہ بے ساختہ پن خیر تو ہے
~~باعثِ ترکِ تکلف نہیں کہتا مجھ کو   گالیاں دیتے ہو اے مشفقِ من خیر تو ہے~~
اے جنوںؔ جوشش میں آ عشق میں گھبرا گیا   کیوں ابھی سے ہوسِ گور و کفن خیر تو ہے

باز کب آتے ہو لے جان تم ان چالوں سے   چال کا اپنی چلن پوچھ حیا والوں سے
رات سویا ہے مگر ساتھ عدو کے کافر   صاف کھلتا ہے ترے الجھے ہوئے بالوں سے

(۱۰)

دوست واجد علی فرزانہ[1]   مصدرِ لطف و وفاکانِ وداد
شدہ باصد طرب عیش و سرور   کتخدا از کرم رب عباد

---

[1] "یارم آں واجد علی فرزانہ" میں تقطیع میں سے جاتا رہتا تھا اور جب تک واجد علی کی تحتانی مکسور نہ ہو، فرزانہ اس کی صفت نہیں پڑتی۔ اس

بود پابند ہزاراں افکار — پئے ایں سال جنون آزاد
بعد قطعِ سرا اندوہ و الم — گفت ہم دوشی سرود شاد
ہاتف نے

ایضاً

گفتند باصد سرور و عیش شد واجد علی — باخوش آئینی کہ گرد و مشتری بازہرہ جفت
ناگہاں در سالِ شادی از زبانم ہاتفے — در کارِ یار آمد شاہد مقصود، گفت

ایضاً

آں یکے ہمچین نرائن کانِ لطف — واں برسم یک دلی فرزانۂ
ساخت تعمیر عجیب و طرفہ — باہزاراں ہمت مردانۂ
چوں پئے خوباں خاصش چیدہ ساختند — ہاتفے گفتا، زخوبی خانۂ

ایضاً

وہ چہ نیکو طرح بنا ریختہ — خاصہ بالطاف و عطار یختہ
سال بنائش چو تواں خرج کرد — قطع سرا ید و پئے فرج کرد
داد ندا ہاتفِ فرزانۂ — کرد بنا طرفہ زنانہ خانۂ

دیگر

ایں مکاں کش بنگری سلہ دل زدود — ہست بیت اللطف[1] پُر فور السرور
گر ترا ناگہ فتد در دے گنار — برکش از دعویٰ تقویٰ زینہار
سر تراش از ابرلیں در دے در آئے — دچہ دولت خانۂ ہیجاں فزائے

دیگر

بنایا دوست کی خاطر مکاں اک بندہ پرور نے
زبانِ خلق سے جو ہو رہا ہے خلق میں منحوس

(۱۱)

گیا قبول کر آخر کبھی تو آئے گا[2] — کوئی بتائے مجھے کب تلک آزمائے گا
رکا ہے مجھ سے اگر غیر گدگدائے گا — تو دیکھنا ہے کہاں تک نہ مسکرائے گا
جو عرضِ حالتِ دل کیجیئے تو کہتے ہیں — کہاں تک اپنی محبت مجھے جتائے گا
فلک سے کہ دو کہ خوگر ہوں جورِ دلبر کا — ستائے گا وہ مجھے گر نہیں ستائے گا
لگی ہے دل کی طرح آنکھ بھی ادھر میری — سُنا ہے آج اشاروں سے وہ بلائے گا

---

[1] یہ تکلف نہیں تکلف شناگی ہے۔ ہولی خانے کو بیت اللطف کہتے ہیں

غضب ہے لوگ گزرتے ہیں تیری گلی پر کوئی پھر اس سے سوا کیا مزے اٹھائے گا
نکل تو جائے گا آسان دم مرا لیکن اگر خیال تمہارا مجھے نہ آئے گا
کیا ہے قصد کہ چپکے سے لے ہی لوں بوسہ مزا ہے اور اگر گالیاں سنائے گا
چمن میں ہوں جو کبھی میں تو دشت میں گاہے کہاں کہاں ترا سودا مجھے پھرائے گا

تم آج اور بھی رہنے دو اس گلی میں پڑا
سنا ہے ہم نے جنوںؔ کل یہاں سے جائیگا

اشارہ گر نہیں غیروں کے ساتھ لانے کا سبب پھر اور ہی کیا ان کے مسکرانے کا
اگر شکایت ترکِ وفا نہیں نہ سہی سپاس کیوں نہ کروں یار کے ستانے کا
ادائیں گرچہ نکالی ہیں رقص میں بھی بہت غضب ہے ڈھنگ تمہارا اگر بتانے کا
طرز
ہوا ہے ہجر میں یک اور غم نیا پیدا کہ غم نہیں ہے انہیں میرے غم کے کھانے کا
ہزاروں پگڑیاں رہنِ شراب ہیں اے شیخ نہ کیجو قصد کبھی میکدے میں جانے کا
ہزار بار کیا ترکِ عشق پر مجبور کہ بھولتا ہی نہیں لطف دل لگانے کا
کیا عدو نے جو اظہارِ عشق یوں ہو خفا ہر اک کا ظرف نہیں دل میں غم چھپانے کا
کسی نے اس کو خدا جانے کیا پڑھایا ہے ہوا ہے شیوہ جو اوں منہ چھپا کے آنے کا
~~جلاتے شمع نے تنہائی میں نہ بھڑکایا~~ ~~سکھایا طرز تجھے کس نے دل جلانے کا~~

جنوںؔ سے کس لئے پیغام پر کیا وعدہ
نہیں ہے ذمہ اگر اس کے ساتھ لانے کا

طرز مونث ہے۔ اسے غزل کی اصلاح میں سابق بھی لکھ چکا ہوں ۱۲

(۱۲)

غزل حال

۶۲-۵۹

ہیں وہ بے پروا تو کچھ اس کا نہیں ہے غم مجھے قہر ہے اغیار بھی دیکھیں بچشم کم مجھے
~~ہے کہ کر کانٹا ہوا ہوں ہجر میں اس ماہ کے~~ ~~اے اڑ جاتے کاش اپنے ہجر سے شبنم مجھے~~
بند ہو جاتی ہیں آنکھیں نیند سی آجاتی ہے یاد آتا ہے جو ان کے حسن کا عالم مجھے
سالکِ دشتِ جنوںؔ بولا یہ مجھ کو دیکھ کر پھر نویدِ عیش دیتا ہے ترا مقدم مجھے
یاس سے رکھتا ہوں میں امیدِ لطفِ ناتمام یاس و حرماں نے بھلائی فکرِ بیش و کم مجھے

حضرت

صاحب پہ اعتقاد ہمارا بجا عبث
ہم نے سمجھ کے جان تمہیں دل دیا عبث

تم نے نہ آنے کے تو وہ مختار آپ تھے
مہندی لگا کے پاؤں میں حیلہ کیا عبث

مانع نہیں حجاب ہو اشتداد شوق
کرتے ہو تم بہانۂ شرم و حیا عبث

حاصل کچھ اور بھی ہے بجز حسرت و الم
اے دل تو کوئے یار میں ہر دم نہ جا عبث

گر غیر کا سلام کہا۔ کیا غضب کیا
ہوتے ہو بات بات پہ مجھ سے خفا عبث

جس ~~ترک~~ شوخ نے کہ جور و جفا کو ادا گنا
اس شوخ چشم سے مجھے چشمِ وفا عبث

پایا کہیں نہ اس بتِ ہرجائی کا پتا
دیر و کنشت میں رہے ہم جبہہ سا عبث

ہے لوحِ دل پہ نقش نکوئی رقیب کی
خاطر سے میری پھر اسے کہنا پڑا عبث

تھے جان و دل سو پہلے ہی وہ پیش کش ہوئے
پھٹنے[1] سے ہے اب ہمیں تری زلفِ رسا عبث

کب جانتا ہے دوستِ جنوں کو وہ بدگماں
دنیا نہ ہونی چاہیے سب سے وفا عبث

(۱۴)

تتمہ

کار فرما بر دلِ ~~نازک غریباں~~ آوارۂ ما رحمتی
ایکہ از بہر تو ایں مجموعہ ابتر کردہ ایم

از خیالِ نازکت صد رہ اجازت خواستیم
نالہ تا در شبِ ہجرانِ تو سر کردہ ایم

دل اسیرِ دامِ گیسوئے معنبر کردہ
تا دماغِ خویش از بوئے معطر کردہ ایم

~~در شب~~ وصل از من دلدادہ مے گوید نیاز
با منِ دلدادہ مے گوید بوصل از روئے ناز
کز پئے تو صد دل دیوانہ مضطر کردہ ایم

گفت با ما بودہ ام سرگرمِ تدبیرِ وصال
سادگیہا بیں کہ قولِ غیر باور کردہ ایم

در خیالِ عنبریں مویاں بتقلیدِ جنوں
تودہا در دل تو عود و مشک و عنبر کردہ ایم

---

[1] جنوں کا مسودہ یوں تھا ؎ ~~اب ہم کو پھانسنے ہے تری زلفِ رسا عبث~~

بیرون خانہ کا لفظ خلاف روز مرہ، علاوہ
اس سے یہ احتمال ہوتا ہے کہ گھر خود
اس شخص کے گھر میں داخل غیر ہے ۱۲۔

دریں جا از من گفتن غلط است
ایں معنی دیگر دارد
ہیچ با من گفتنی است

از من مے گوید یعنی میرا حال کہتا ہے
با من مے گوید یعنی مجھ سے کہتا ہے   غالب

اے کاش امید دلِ ناکام برآید — آں شوخ بمن آید و ہم زود تر آید
از خون شدن جان و دل من خبر آید — اشکے کہ بیادِ تو زچشمم بدر آید
ہے ہے چہ خوش آں وقت از یاریٔ بختم — یار آید و ہنگامۂ ہجراں بسر آید
آں یار سفر کردہ کہ جان و دل من بُرد — در دل ہوس آنست کہ زود از سفر آید
ناکامیٔ من بیں کہ ازاں کافرِ بے رحم — خواہم کہ رود دیر اگر زود تر آید
دارم ز پیکانِ خدنگ نگہت تو امیدی — کز لطف بپرسیدن سوزِ جگر آید

پیمانہ بکف ہمرہ اوباش بہ بیند
وقتیکہ جنون از در میخانہ بر آید

سر سیّد احمد خاں

بنام مولوی ممتاز علی

(۱)

مشفق و عنایت فرمائے بندہ

آپ کا عنایت نامہ پہنچا، وہ قبل فائل میں لگایا گیا ہے۔ ان سب شبہات کی نسبت جو کچھ میری رائے ہے وہ موقع برتع تفسیر میں آوے گی۔ حروف مقطعات کا ذکر تو اول ہی آیا ہے۔ جہاد کی نسبت آپ نے دو جداگانہ مطلبوں کو یکجا کر دیا ہے ایک مطلب ہے کہ اصل میں حکم جہاد کیا ہے۔ دوسرا مطلب ہے کہ اس پر زمانہ اولین میں عمل کیسا ہوا۔ آپ نے جو باتیں (عام طور سے مشہور تھیں) ان پر خیال کر لیا بہرحال یہ ایسے امور نہیں ہیں کہ خطوط میں طے ہوں۔ آپ کے دل میں جو شبہات آویں آپ تحریر کر کے بھیجتے جاویں۔ میں ان کا جواب بالتحقیق جو میرے دل میں ہے تفسیر میں بمقامات مناسب لکھوں گا۔ مگر علیحدہ جواب لکھنے کی مجھے فرصت نہیں ہے تفسیر کا کمپوز شروع ہو گیا۔ اس ہفتہ میں قریب جزو و دو جزو کے چھپ جاوے گی اور برابر چھپتی رہے گی۔ آپ کو اگر اس کا حصہ بننا ہے اور جس کو لینا ہے وہ روپیہ بھیج دے اگر وہ چاہے کہ جو فرمہ چھپے وہ بھیجا جایا کرے تو یہ بھی ممکن ہے۔ صرف طالب کو محصول دینا پڑے گا۔ والسلام

خاکسار

علی گڑھ ۲۴ دسمبر ۱۸۷۶ء وقت شب

سید احمد

(۲)

جناب مکرمی

عنایت نامہ پہنچا۔ تمام امور پر جو آپ نے اہتمام فرمائے ہیں انشاءاللہ تعالیٰ غور ہو گی۔ وہ کچھ مشکل نہیں ہیں۔ جو مقامات مجھ کو مشکل معلوم ہوتے ہیں وہ اور ہیں۔

تفسیر کی قیمت کا یہ حال ہے کہ صرف سو نسخے چھاپے جاتے ہیں۔ اس سبب سے لاگت بہت زیادہ آتی ہے۔ فی روپیہ چار جزو سے کم لاگت ہوتی ہے۔ پس جو لاگت واقعی لگے گی وہی ہر شریک سے لی جاوے گی۔ بالفعل ہر شریک نو دس روپیہ پیشگی عنایت فرمائے۔ تو چار جزو یا اس کے قریب دس روپیہ ہی طلب ہوں گے۔ حساب بتا دیا جاوے گا کہ واقعی یہ خرچ ہوا ہے جس وقت ایک مناسب حصہ تیار ہو جاوے گا تو شریکوں کو اطلاع دی جاوے گی جو طلب کرے گا اس کو صرف ا ر یا ۲ ر بھیجنے ہوں گے اور فی الفور حصہ تیار شدہ اس کی خدمت میں روانہ ہو گا۔ ایک حصہ اب تک چھپ چکا ہے۔ والسلام

علی گڑھ ۳۱ دسمبر ۱۸۷۷ء وقت شب

سید احمد

(۳)

شفیق بندہ

آپ کے عنایت نامجات ایسے سوالات پر مبنی ہوتے ہیں کہ ہر ایک کے جواب میں رسالہ لکھا جاوے۔ اگر زندگی ہے تو تفسیر چھپنے تک صبر کیجئے۔ سب کچھ اُس میں ملے گا۔ تفسیر بہت آہستہ چھپتی ہے۔ روپیہ چاہیئے۔ جب سب کام ہوتا ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۴ ار مئی ۱۸۷۶ء خاکسار سید احمد

(۴)

مکرم و معظم شفیق من

عنایت نامہ مع آٹو گراف نوشتہ مکرمی مولوی احمد شفیع صاحب پہنچا۔ مجھے آپ کی نسبت اور جو شخص کہ مثل آپ کے قدردان میری بے قدر تصانیف کے ہوں اُن سے قیمت کے بطور اقساط کے لینے میں کچھ عذر نہیں ہے۔ دس روپے آپ کے آچکے ہیں۔ آئندہ بطور قسط ارسال فرماتے رہیں۔ جیسا کہ آپ نے ارقام فرمایا ہے اجزائے مطبوعہ مرسل خدمت ہیں۔ آئندہ بھی مرسل ہوتے رہیں گے۔

مکرمی مولوی احمد شفیع صاحب نے جو آٹو گراف لکھا ہے۔ اُس کو خود مجھے چھاپنا مناسب نہیں ہے۔ وہ تو اس لائق ہے کہ جب میں مرجاؤں گا۔ اُس کے بعد میری لیف (لائف) اگر تحریر ہو تو اُس میں مندرج ہو۔ میں اُن کی عنایت کا نہایت شکر گذار ہوں۔ اور اگر درحقیقت اسلام کو میری تحریر سے کچھ فائدہ ہوا ہے اور مسلمانوں کے دل میں یا ایک ہی مسلمان کے دل میں عظمتِ اسلام نے جگہ پائی ہے تو میری مراد حاصل ہوگئی۔ والسلام

علیگڈھ ۱۵ اگست ۱۸۷۸ء خاکسار سید احمد

(۵)

قال اللہ تعالیٰ لرسولہ علیہ السلام واخفض جناحک للمومنین

مکرمی

عنایت نامہ پہنچا۔ ممنون عنایت کیا۔ قرآن مجید کے تمام مضامین ایک دوسرے سے کسی نہ کسی قسم کا علاقہ رکھتے ہیں۔ سب کا حل اگر ایک جگہ کیا جاوے تو مشکل ہے۔

آپ نے جو مضمون نسبت اجنہ لکھا ہے اُس کا شکر گذار ہوں۔ اور موقع پر اُس سے فائدہ اُٹھاؤں گا۔ تفسیر اور قریب ایک جزو کے چھپ گئی ہے۔ قصہ موسیٰ و غرق فرعون چھپ رہا ہے۔ خیال ہے کہ اُس کے چھپ جانے کے بعد اجزا روانہ کروں گا۔

مدرستہ العلوم کی نسبت جو کچھ استفسار کرنا ہو۔ مجھ سے فرمایئے۔ ایک روپیہ دینے پر مجموعہ قوانین اور تین روپیہ دینے

یہ بہ مدت سال گذشتہ مل سکتی ہے ۔ جن میں تمام امور بالتصریح مندرج ہیں ۔ والسلام

علیگڈھ ۱۰ ستمبر ۱۸۷۰ء   خاکسار سید احمد

(۶)

محب دلنواز من

آپ کا عنایت نامہ مع مضمون کے پہنچا ۔ جس کے پڑھنے سے میری دل نوازی ہوئی میرے دل کو تقویت ہوئی۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے ۔ میں نے ایک جلسہ میں کہا تھا کہ میری یہ آرزو ہے کہ ہماری قوم کا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (پر) یقین رکھے اور عزت و ترقی پاوے اور اگر یہ یقین جاتا رہا تو وہ ہماری قوم نہیں رہی ۔ پھر اگر وہ آسمان کے تارے ہو جاویں تو ہم کو کیا ۔ ایک محض حماقت کی سمجھ ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ میں کوئی علیحدہ فرقہ قائم کرتا ہوں ۔ یہ تو میرے مقصد کے برخلاف ہے ۔ (میں تو) جو فرقے اسلام سے باہر جانا چاہتے ہیں اُن کو ملا رکھنا چاہتا ہوں ۔

آپ کا مضمون جو کہ خاص میری نسبت تھا ۔ میں (نے) ہر چند چاہا کہ اُس کے ۔ چھاپنے کا قصد نہ کروں ۔ مگر (وہ) ایسا دل میں بیٹھ گیا اور اُس کی سچائی کا ایسا دل پر اثر ہوا کہ چھاپنے پر مجبور رہا ۔ شاید آپ نے میرے دل کو تراش کر یہ مضمون لکھا ہے جس میں میری دلی کیفیت ہے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس شنبہ کے بعد جو شنبہ ہوگا اُس دن کے اخبار میں چھپے گا ۔ تفسیر و تصانیف احمدیہ اس قدر تاخیر سے نہیں چھپیں گی جیسا کہ آپ حساب لگاتے ہیں ۔ اتفاقات سے کمپوزیٹر بیمار ہو گئے اور چلے گئے ایک مصحح مر گیا ۔ یہ شہر نہایت چھوٹا ہے ۔ الہ آباد سے کمپوزیٹر طلب ہوئے ہیں ۔ مجھے امید ہے کہ تفسیر اور جملہ کتب دو برس کے عرصہ میں اگر زندگی ہے تو چھپ جاویں گی ۔ تفسیر کا بہت بڑا کام ہے اور اُس کی مشکلات ظاہری کا حل کرنا اور واقعی و اصل بات کا بتانا ذرا مشکل پڑ جاتا ہے ۔ بہر حال خدا کی مدد چاہیے ۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرمائد
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

تصویر اپنی خدمت اقدس میں بھیجتا ہوں ۔ کلکتہ جا کر دوسری بھیجوں گا ۔ والسلام

علیگڈھ ۔ ۲۹ نومبر ۱۸۸۰ء   خاکسار سید احمد

دو تصویریں بھیجتا ہوں ۔ جو نسی پسند ہو رکھ لیں ۔ چاہے دونوں رکھ لیں ۔ نذر جناب ہیں ۔

(۷)

مجبی و مشفقی

تہذیب الاخلاق میں حسب دستور سابق سب کچھ ہوگا اور متعدد دوست حسب سابق اُس میں مضمون لکھیں گے ۔ صرف صورت میں فرق ہوگا ۔ اب کی دفعہ ایسی تدبیر ہے کہ آخر کو کتاب کی صورت ہو جاوے اور رفتہ رفتہ تصانیف احمدیہ کا تصور ہو، مولوی مشتاق حسین ۔ منشی ذکاء اللہ صاحب کا مضمون (ہوگا) منشی ذکاء اللہ صاحب نے فطرت کے نام سے مضمون

لکھنا شروع کیا ہے۔ اور چند نمبروں میں ختم ہو گا۔ جو طرز اس کا تجویز کیا ہے نہایت ہی عمدہ ہے۔ اگر اسی عمدگی سے ختم ہو جاوے۔ میں دسویں یا گیارھویں کو یہاں سے چلوں گا۔ رات کو انبالہ پہنچوں گا۔ صبح کو روانہ شملہ ہو جاؤں گا۔ بر وقت مراجعت شملہ انشاء اللہ تعالیٰ لاہور میں بھی آؤں گا اور آپ سے ملاقات ہو گی ہو السلام

خاکسار سید احمد ۵ مئی ۱۸۷۹ء علیگڈھ

(۸)

مجبی و مشفقی

چوتھی مئی کا عنایت نامہ میرے پاس ہے۔ جس کا جواب لکھتا ہوں۔ میں پندرھویں مئی کو یہاں سے روانہ ہوں گا اور سیدھا شملہ چلا جاؤں گا۔ بر وقت معاودت ضرور آپ سے ملاقات ہو گی۔ انجمن اسلامیہ لاہور میں جو آپ نے گفتگو کی اس کا میں شکر گذار ہوں۔ مگر حال یہ ہے کہ میں ایک واعظِ مذہب بننا نہیں چاہتا۔ نہ ایسے جلسہ میں جو مذہبی نام سے (ہوا) شریک ہونا یا اس میں لکچر دینا پسند نہیں کرتا۔ صرف یہ خیال ہوتا ہے کہ اپنے احباب کے سامنے اپنے خیالات ظاہر کروں تاکہ ان کو اس پر غور کرنے کا اور جو نقص اس میں ہو اس کی اصلاح کا موقع ملے اور مجھ کو بھی فائدہ پہنچے۔ پس اس کام کے لیے کوئی عام مجلس کی ضرورت نہیں ہے۔ بہر حال موسم سرما میں جو ہو گا وہ ہو گا۔ اس وقت اس کی گفتگو بے فائدہ ہے

تہذیب الاخلاق چھپنا شروع ہو گیا چار ورق چھپ چکے ہیں۔ بقیہ اور چھپ جاویں تو بخدمت احباب روانہ ہو گا۔ ایک مضمون میرا ہے۔ ایک مولوی مشتاق حسین کا اور ایک منشی ذکاء اللہ صاحب کا۔ منشی ذکاء اللہ صاحب نے نیچر پر سلسلہ وار آرٹیکل لکھنے شروع کئے ہیں اور اس کے متعدد نمبر ہوں گے۔ والسلام

خاکسار سید احمد علیگڈھ ۱۳ مئی ۱۸۷۹ء

(۹)

مجبی و مشفقی

آپ کا کوئی عنایت نامہ شملہ پر نہیں آیا۔ تہذیب الاخلاق آپ کے پاس پہنچا ہو گا اس کی نسبت آپ کا کیا خیال ہوا۔ اگر مناسب ہو تو آپ سفیر ہندوستان امرت سر، پنجابی اخبار اور اخبار انجمن پنجاب سے راہ و رسم پیدا کریں۔ اور آپ ہر پرچہ تہذیب الاخلاق کا ریویو تحریر کر کے ان اخباروں میں چھپوا دیا کریں۔ اور بے تامل اس کے نقائص جو آپ کے دل میں آئیں ریویو میں لکھا کریں۔ اس میں دو فائدے ہیں اول تو آپ کو اگرچہ اب بھی مضمون نگاری کی مشق ہے اور بھی زیادہ ہو جاوے گی۔ اور مجھ کو اور لوگوں کو یہ فائدہ ہو گا کہ مضامین مندرجہ تہذیب الاخلاق کے حسن و قبح پر دوسروں کی رائے معلوم ہو گی۔ والسلام

خاکسار

سید احمد شملہ پارک ہوٹل۔ ۲۹ مئی ۱۸۷۹ء

(۱۰)

محبی و شفیقی

میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنا وقت ایسے لغو کاموں میں یعنی مولوی محمد حسین صاحب (بٹالوی) کے رسالہ اشاعت السنۃ کے جواب لکھنے میں صرف نہ کیجئے۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں۔

مجھ کو تفسیر لکھنے کی کافی فرصت ہے اور میں کونسل کے صرف اُن ہی کاموں میں مشغول ہوں گا جن کی سیلکٹ کمیٹی میں شامل ہوں یا جن کو خود پیش کرنا چاہوں باقی کاموں پر زیادہ توجہ کچھ ضروری نہیں ہے اور اس تدبیر سے فرصت بہت نکل آئی ہے۔ شملہ کے قیام میں امید ہے کہ بہت کچھ لکھ لوں گا۔ آپ کے عنایت نامہ کا شکر کرتا ہوں۔ آپ کی طبیعت جو علیل ہو گئی تھی اُس کا افسوس ہوا۔ شکر خدا کا کہ صحت ہو گئی۔ والسلام

شملہ پارک ہوٹل ۳۱ مئی ۱۸۷۹ء — خاکسار سید احمد

(۱۱)

مشفقی و محبی

آپ کا عنایت نامہ و نوٹ بیس روپیہ بابت خریداری تہذیب الاخلاق پہنچا۔ ممنون عنایت کیا اصل (بات) یہ ہے کہ میں نے تہذیب الاخلاق صرف آپ کے شوق کے سبب سے مکرر جاری کر دیا ہے۔ اس بات کی کچھ پرواہ نہیں ہے کہ بقدر خرچ خریدار ہوں گے یا نہیں۔ میرا روپیہ ایسی ہی لغو باتوں میں تمام عمر ضائع ہوتا رہا ہے۔ آپ میرے نقصان کا کچھ خیال نہ کریں۔ محمد برکت علی خاں صاحب تو دوستِ قدیم ہیں مگر اور کسی غیر شخص (سے) اصرار کرنا اور لجاجت اُس کی خریداری پر کرنا کچھ ضرور نہیں ہے (در) حقیقت تہذیب الاخلاق کا بند ہونا نامناسب تھا۔ گویا تحریر مضامین اور خیالات سب بند ہو گئے تھے۔ اُس کے سبب بُرا یا بھلا تحریر کا لگا لگا ہی رہے گا۔ بعض بعض مضمون قابل پڑھنے کے تحریر ہوئے ہیں۔ بعضے صرف معمولی ہیں۔ بہرحال ایک امر جاری رہنے سے امید ہے کہ کوئی عمدہ مضمون بھی آجاوے گا مولوی چراغ علی۔ منشی ذکاء اللہ صاحب مولوی الطاف حسین حالی۔ منشی مشتاق حسین نے مضامین بھیجنے کا وعدہ کیا ہے اور ایک اور صاحب ہیں جو مولوی مستعد ہیں اور تمام خیالات تہذیب الاخلاق و تفسیر کے اُن کے دل میں بھر گئے ہیں اور تمام پچھلی تعلیم کو بھلا دیا ہے۔ وہ بھی وعدہ تحریر مضامین (کا) کرتے ہیں۔ مگر نام ظاہر کرتے ہوئے کانپتے ہیں۔ بہرحال اُس کا جاری رہنا بہتر ہے۔ والسلام

شملہ پارک ہوٹل - ۱۲ جون ۱۸۷۹ء — خاکسار سید احمد

(۱۲)

محبی و مشفقی

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مضمون مرسلہ چھپنے کو بھیج دیا۔ تصانیف احمدیہ چھپ رہی ہے۔ مگر تہذیب الاخلاق کے چھپنے سے کام زیادہ ہو گیا ہے۔ اس سبب اور نیز اس سبب سے کہ اُس کے پروف میرے پاس شملہ پر آتے ہیں۔

تا خیر سے چھپتی ہے۔ شملہ پر میں نے کام تفسیر کا بہت کیا ہے۔ سورہ بقر کی کل تفسیر قریب ختم ہونے کے ہے۔ نہایت مشکل مشکل مقام جو ظاہرا معلوم ہوتے تھے نہایت صفائی اور خوبی سے حل ہوتے ہیں اور مجھے یقین کامل ہے کہ وہی مطلب قرآن کا ہے جو میں نے بیان کیا ہے۔

میں آپ کی عنایت و محبت کا ہمیشہ شکر گذار ہوں اور آپ سے ایک خاص محبت اس خیال پر رکھتا ہوں کہ مجھ کو آپ سے قومی فائدہ پہنچنے کی توقع ہے۔ خدا آپ کو زندہ رکھے اور بوڑھا کرے اور میرا جو خیال آپ کی نسبت ہے اس کو پورا کرے۔

آپ کے والد ماجد آپ کے ان خیالات کی نسبت کیا کہتے ہیں۔ پسند کرتے ہیں۔ یا یہ سمجھتے ہیں کہ میرا نور عین بیٹا بگڑ گیا۔ بہ وقت مراجعت شملہ کسی مقام پہ آپ سے ضرور ملاقات ہونی چاہیئے۔ پنجاب میں جو قانون مال گذاری اور قانون لگان جاری ہے۔ وہ غالباً اردو زبان میں لوگوں نے چھاپے ہوں گے۔ ایک ایک کاپی اگر اُن کی دستیاب ہو تو مرحمت فرمائیے۔ والسلام

شملہ - ۱۲ ر جولائی ۱۸۷۹ء خاکسار سید احمد

(۱۳)

مجی و مکرمی

عنایت نامہ پہنچا۔ نماز فی حد ذاتہ نہایت مناسب فطرت انسانی کے ہے۔ ارکان معینہ اُس فطرت کے محافظ ہیں اور اسی لیے بمنزلہ اُس کے جزو کے ہیں۔ باقی رہا تعین ارکان ہئیت موجودہ اس کی نسبت جو شبہ سمجھا جاوے وہی شبہ بعینہ اس ہئیت پر بھی وارد ہوگا جو اور طرح پر قرار دی جاوے۔ اس لیے یہ شبہ از قبیل شبہ عامہ ہے اور وہ ہوگا جو مقبول نہیں ہو سکتا۔

ہاں اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ہئیت موجودہ کی خوبی اور عمدگی کا ثبوت چاہیئے جو علانیہ ظاہر ہے۔

آپ کا مضمون چھاپہ خانہ والوں نے تہذیب الاخلاق کے ساتھ چھاپنا تجویز کیا ہے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ تہذیب الاخلاق ماہ رجب ہی اب تک نہیں آیا۔ معلوم نہیں کیا آفت پڑی ہے۔ والسلام

خاکسار آپ کا نیاز مند
شملہ پارک ہوٹل، ۱۷ ر جولائی ۱۸۷۹ء
سید احمد

(۱۴)

مجی و مشفقی

ایک خط ملفوف ہے۔ اُس کو پڑھ کر اور دوسرے لفافہ میں رکھ کر کاتب خط کے نام روانہ فرما دیجئے۔ آپ کی تحریر سفیر ہند میں پڑھ کر نہایت خوش ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام پہلو اور باریکیاں اُن مسائل کی بخوبی آپ کے پیش نظر ہیں اور ہر ایک پر لحاظ غور کیا ہے۔

مولوی محمد حسین صاحب کا دماغ اس قسم کے مضامین سمجھنے کے مناسب نہیں ہے۔ اُن پہ کیا موقوف ہے۔ ہمارے علماً کی قوت دماغی اُن ہی معمولی کتابوں کے پڑھنے میں صرف ہو جاتی ہے۔ پھر طاقت مطالب دیگر پہ غور کی باقی ہی نہیں رہتی۔ جون کے رسالہ اشاعتہ السنۃ میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ فطرت کے لفظ پر کیسی لغو و غیر مناسب تحریر لکھی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق وہ نہیں سمجھے۔ والسلام

۲۰ جولائی ۱۸۷۹ء شملہ۔ پارک ہوٹل خاکسار سید احمد

دو رسالہ نسبت مزارعان پنجاب پہنچے۔ جن کا نہایت دلی شکر قبول ہو۔ فقط

(۱۵)

محبی و عزیزی

تمہارا مضمون تہذیب الاخلاق کی نسبت متعدد دفعہ میں نے پڑھا۔ اس وقت بھی پڑھ رہا ہوں۔ جو بات میرے دل میں آئی آپ کو لکھتا ہوں۔

شکر خدا کا کہ ہماری قوم میں تم سا نوجوان لائق پیدا ہوا۔ خدا تم کو زندہ سلامت رکھے مضمون کی عمدگی۔ اُس کا طرز بیان۔ اُس کی ترتیب۔ اُس کے شستہ الفاظ بے انتہا تعریف کے لائق ہیں۔ جو بات خدا نے ہم کو ڈاڑھی سفید ہونے کے بعد دی۔ وہ خدا نے تم کو اس عمر میں دی کہ شاید ابھی پوری ڈاڑھی بھی نہ نکلی ہوگی۔

بالائے سرش ز ہوشمندی
تا بندہ ستارہ بلندی

خدا تم کو زندہ رکھے اور جیسی ہم کو امید تمہاری ذات سے قوم کی بھلائی کی ہے خدا اُس کو پورا کرے۔ انگریزی علوم علی الخصوص لٹریچر کی تحصیل میں زیادہ محنت کرو۔

معلوم نہیں کہ تمہاری شادی ہوگئی ہے یا نہیں۔ اگر نہ ہوئی ہو تو جلدی مت کرنا یہ ایسا پیچ ہے کہ انسان کو مشکلات میں پھنسا دیتا ہے۔ والسلام آپ کا دلی ترقی خواہ

شملہ پارک ہوٹل۔ ۲ اگست ۱۸۷۹ء خاکسار سید احمد

(۱۶)

عزیزی و محبی سید ممتاز علی صاحب

جو اشتہار گورنمنٹ کا انڈین سول سروس کے باب میں چھپا ہے۔ وہ تم نے دیکھا ہوگا اگرچہ آپ کے والد سے اور مجھ سے ملاقات نہیں ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ وہ کوشش کریں کہ تم سول سروس میں منتخب ہو جاؤ۔ اگر آپ کے والد ماجد کو تمہارا انگلستان بھیجنا واسطے تکمیل بقیہ تعلیم کے منظور ہو تو تمہارا انتخاب ہو جانا ممکن ہے۔ اس باب میں کیا خیالات ہیں۔ اُن سے مطلع ہونا چاہتا ہوں۔ زیادہ صلاح اس باب میں بغیر ملاقات و زبانی گفتگو کے نہیں ہو سکتی۔ والسلام

شملہ پارک ہوٹل۔ ۶ ستمبر ۱۸۷۹ء خاکسار سید احمد

(۱۷)

مجی و شفیقی

غالباً میں یہاں سے دوسری تاریخ اکتوبر کو روانہ ہوں گا اور تیسری تاریخ کو انبالہ میں دن کے دو بجے تک ٹھیرا رہوں گا۔ اگر ممکن ہو تو آپ انبالہ کے ہوٹل میں مجھ سے ملاقات کرو۔ والسلام

خاکسار سید احمد

شملہ پارک ہوٹل ۲۶ ستمبر ۱۸۶۹ء

(۱۸)

مجی و مشفقی

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مجھے نہایت افسوس ہے کہ میرا خط آپ تک نہیں پہنچا۔ میں نے ایک مفصل خط آپ کو لکھا ہے۔ جو خیالات آپ کے دل میں گذرے ہیں وہ سب غلط ہیں۔ میں اپنے دوستوں کا جاں نثار و خاک پا ہوں۔ قصور کیسا۔ معافی کیسی۔ آزردگی کیسی۔ ایسے خیالات کبھی میری طرف وہماً بھی نہ فرمائیے۔ مولوی سمیع اللہ خاں صاحب مع اپنی صاحبزادی کے اپریل میں ولایت جاویں گے۔ نہایت خوشی ہو کہ آپ بھی ساتھ جاویں۔ مگر قبل از روانگی اپنے تئیں انڈین سول سروس میں منتخب کرا لو۔ یہ بات کچھ مشکل نہیں ہے۔ جس طرح پر ہو تم مجھ سے ملو۔ میں شروع دسمبر میں کلکتہ چلا جاؤں گا۔ اخیر دسمبر کی تعطیل میں تم بھی کلکتہ چلے آؤ۔ میرے پاس رہو۔ سب طرح (کی) آسائش اور میرے دل کو راحت ہو گی۔ طمانیت سے سب باتیں طے ہوں گی۔ مسودہ درخواست مرتب ہو جاوے گا اور ایک تدبیر میں بتا دوں گا۔

کلکتہ آنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ سیر بھی کرو گے۔ ملاقات بھی ہوگی۔ دل خوش ہوگا۔ کیا امر تم کو کلکتہ آنے کا مانع ہے۔ میں تم کو اپنا عزیز سمجھتا ہوں۔ جو بات ہو مجھ کو لکھو اور کلکتہ آنے میں کسی امر کی ضرورت ہو (تو) مجھے لکھو۔ میں اس کا انجام کروں گا۔ تمھاری عمر اس وقت ایسی ہے کہ انڈین سول سروس کے لیے تدبیر ہو سکتی ہے۔ جبکہ بعدہٗ تدبیر ہاتھ سے جاتی رہے گی۔

خاکسار

سید احمد علیگڈھ ۱۶ نومبر ۱۸۶۹ء

(۱۹)

۱۰۔ وکٹوریہ ٹرمینس۔ کلکتہ

مکرمی و محبی

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ اگرچہ مجھ کو آپ کے تشریف لانے سے نہایت خوشی ہے مگر برابر چار روز کا سفر کرنا جو آپ کو تکلیف دے گا۔ اس کا افسوس ہے۔ بہرحال ملاقات ہونے کے بعد سب کچھ مبدل بخوشی ہو جاوے گی۔

آتے وقت علیگڈھ مت ٹھیرنا۔ جب یہاں آؤ گے تو مولوی خواجہ محمد یوسف صاحب بھی یہاں ہوں گے اُن سے ملاقات ہو جاوے گی اور بہ وقت مراجعت شاید ساتھ بھی ہو گا اور مدرسۃ العلوم کی بھی علیگڈھ میں خوب سیر ہو گی اور مراجعت

کے وقت تک مدرسہ کھل بھی جاوے گا۔

اگر رستہ میں سے اپنے پہنچنے کا ٹھیک وقت بذریعہ تار برقی بتلا دو گے تو میں آدمی و سواری سٹیشن پر بھیج دوں گا۔ شاید کچھ غلطی ہو جاوے اس لئے لکھتا ہوں کہ میرے محلہ کا انگریزی نام تو آپ کو معلوم ہے مگر گاڑی والے یہ نام کمتر سمجھتے ہیں ۔ اس محلہ کو ہندوستانی "ہاتھی چھتہ" (کہتے ہیں) پس اگر شاید میرا آدمی نہ ملے تو جس گاڑی بان سے کہو گے ۔ برابر لے آوے گا اسٹیشن پر کثرت سے گاڑیاں کرایہ کی حاضر و موجود رہتی ہیں۔

یہ سب باتیں احتیاطاً لکھ دی ہیں۔ والسلام۔

۱۵ ردسمبر ۱۸۷۹ء　　　خاکسار سید احمد

(۲۰)

مشفقی و محبی

عنایت نامہ پہنچا۔ اس کام میں چنداں جلدی نہیں ہے۔ مہینہ دو مہینہ کا بھی عرصہ گذر جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ بلکہ میری دانست میں مناسب ہے کہ اگر موقع ملے تو آپ کے والد ماجد سکرٹری گورنمنٹ پنجاب سے کچھ تذکرہ کریں اور اُن کی رائے ٹٹولیں۔ حمید اللہ خان کے خاندان کا حال باعتبار مناصب دنیاوی بہت اچھا ہے۔ نبی اللہ کے خاندان کا حال باعتبار شرافت خاندانی و اعلیٰ درجہ پر اپنے ضلع میں موقر ہونے میں نہایت اچھا ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ گورنمنٹ نے خاندانی درجہ کی کیا (سکیل تصور کی ہے) کیفیت خاندان اُن ہی دونوں کے مربیوں سے طلب ہوئی تھی انہوں نے بھیج دی۔ اب شاید اپنے طور پر گورنمنٹ کچھ تحقیق کرے۔ اگر اُس کو درخواست کا منظور کرنا منظور ہو۔ والسلام

کلکتہ ۲۵ ردسمبر ۱۸۷۹ء　　　خاکسار سید احمد

(۲۱)

عزیزی و محبی

تمھارے تین خط پہنچے۔ پہلا خط جو شکریہ کا تھا اُس کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ مجھ کو تم سے دلی محبت ہے اور (میں تمھاری) ہر طرح کی ترقی کا خواہاں ہوں۔

پچھلے دو خطوں کو پڑھ کر افسوس ہوا۔ ولایت جا کر تعلیم حاصل کر کے ہندوستان میں وجہ معاش حاصل کرنے کے جو بغیر ولایت جائے حاصل نہیں ہو سکتی صرف تین کام ہیں۔

۱۔ بیرسٹری　　۲۔ انجینئری　　۳۔ ڈاکٹری

اوّل کام کو تم بھی ناپسند کرتے ہو اور میں بھی چنداں پسند نہیں کر سکتا۔ صرف بیرسٹری کے بعد دو امر کی ضرور امید ہے۔ ایک یہ کہ بذریعہ بیرسٹری گو وہ کیسی ہی کم ہو تین چار سو روپیہ مہینہ ضرور ملے گا۔ اور اس سے زیادہ ترقی ہو جانی تقدیری بات ہے دوسرے یہ کہ بعد واپسی ہندوستان کوئی ابتدائی عہدہ عدالت کے متعلق ضرور مل سکے گا اور اسی سلسلہ میں جلد ترقی کرنے کا

موقع ملے گا وہ ہندوستان کے امتحانوں سے نجات ملے گی بیرسٹری میں اس سے زیادہ توقع نہیں ہے۔
انجینیری داخل ہونے کو اُن وجوہات سے جو آپ نے لکھے ہیں بلاشبہ نہایت مشکل اور نہایت دقت ہے۔
ڈاکٹری میں بھی وہ دقت پیش آوے گی بہذا ڈاکٹری اس لیے زیادہ نامناسب ہے کہ ہندوستانیوں کو سول
سرجن کا عہدہ ملنا انگریز اور لیڈیاں پسند نہیں کرتیں اور اس لیے ہندوستانی فوجی ڈاکٹری پر پھینک دیے جاتے ہیں۔
پس درحقیقت تمہارے لیے کوئی ایسا موقع نہیں ہے کہ بعد واپسی ولایت سے ایسا عہدہ پاسکو جو یہاں کی تعلیم
سے حاصل نہ ہوسکتا ہو پس آپ کا ولایت جانا صرف دو امر کی توقع پر ہوسکتا ہے۔
اول بیرسٹری کے لیے جس سے اُن فوائد کے سوا جو اوپر مذکور ہوئے اور کسی بات کی توقع نہیں۔ شاید یہ (فائدہ) ہو
کہ عدالت کا ابتدائی عہدہ ملنے میں ولایت کی تعلیم کے سبب کچھ آسانی ہو (جائے)
دوسرے بغرض عمدہ تعلیم حاصل کرنے کے
اس میں کچھ شک نہیں کہ انگریزی میں عمدہ تعلیم ہندوستان میں حاصل ہونی ناممکن ہے۔ اور ولایت میں جو عمدہ انگریزی
تعلیم حاصل ہو جاوے گی وہ لازوال دولت ہے۔ اور ولایت سے واپس آنے کے بعد اُسی تعلیم کے ذریعہ سے چار پانچ سو روپیہ
ماہوار ہر صورت سے کما سکتے ہو۔

تمام حالات پر غور کرنے کے بعد میری رائے یہ ہے کہ اگر تم چار برس کے لیے ولایت جاسکتے ہو تو جاؤ مگر فوراً
جاتے ہی کسی یونیورسٹی میں داخل ہو جاؤ۔ اور لٹریچر کی شاخ اختیار کرو۔ برس روز تک کسی چیز کا بجز محنت کے ترقی
تعلیم پر خیال مت کرو۔ برس روز کے بعد لنکن ان میں بیرسٹری کے (لیے) داخل ہو جاؤ تعلیم بدستور یونیورسٹی میں جاری
رکھو اور صرف لکچر کے زمانہ میں لنکن ان میں آکر لکچر سن جایا کرو۔ دو برس بعد امتحان دینا ہوگا۔ چند روز پہلے امتحان کے لیے
اپنے تئیں تیار کر لو اور اگر لنکن ان میں یہ قاعدہ اب بھی ہو کہ جو شخص تین برس تک لکچر سنے اُس کو امتحان کی ضرورت نہیں
تو امتحان کا بھی خیال مت کرو تین برس برابر لکچر سنتے جاؤ۔ اور یونیورسٹی کی تعلیم میں اس قدر محنت کرو کہ بی۔ اے کی ڈگری
حاصل کر لاؤ۔ یہ دولت ایسی ہوگی جس سے مسلمانوں کو تمہاری بذات پر فخر ہوگا۔ اور ہمیشہ کو تمہاری ذاتی اور دلی خوشی کا باعث
ہوگا۔

اور اگر یہ امور تمہاری دانست میں اور تمہارے والد ماجد کی دانست میں کافی معاوضہ ولایت جانے کا اور
چار برس تک صعوبات سفر اختیار کرنے کا اور سب سے زائد روپیہ خرچ ہونے کا نہ ہو تو ارادہ موقوف کرو۔ تو بہ تقدیر یہاں
تعلیم میں کوشش کرو۔ تم کو انگریزی لٹریچر میں ترقی کی بہت حاجت ہے۔ اور اس پر بہت زیادہ کوشش درکار ہوگی
والسلام۔

خاکسار تمہارا خیر طلب
سید احمد

کلکتہ ۱۶ر فروری ۱۸۸۰ء

(۲۲)

عزیزی و محبی

آپ کا عنایت نامہ علیگڑھ ہو کر شملہ میں میرے پاس پہنچا۔ میں چند روز سے شملہ پر ہوں اور ایک ہفتہ میں یہاں (سے) واپس علیگڑھ جاؤں گا۔

آپ کا خط بہت مدت بعد آیا۔ امید کہ آئندہ اس قدر تاخیر خط و کتابت میں نہ ہوگی۔

تفسیر کے بعض مقامات جو آپ نے پسند کئے اُس سے نہایت خوشی ہوئی۔ امید ہے کہ آپ تھوڑا انتظار فرماویں اور ولادت و معجزات حضرت مسیح کی نسبت جو میرا خیال ہے وہ جلد آپ کے ملاحظہ سے گذرے گا۔

مسودہ قانون وقف کی نسبت میرا ارادہ ابھی کونسل میں پیش کرنے کا نہیں ہے۔ قاضی بل اور ویکسی نیشن بل امید ہے کہ جلد پاس ہو جاویں گے۔

علیگڑھ پہنچ کر آپ کو مفصل خط لکھوں گا۔ والسلام

ہارڈنگ ہوٹل شملہ ۱۷ جون ۱۸۸۰ء　　　　خاکسار سید احمد

(۲۳)

عزیزی و محبی

آپ کا محبت نامہ پہنچا۔ مولوی محمد حسین صاحب کو غل مچانے دیجئے اور میری شکایت نادہندی چھاپنے دیجئے۔ ایسی باتوں کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔ کیا وجہ ہے کہ بے طلب رسالہ بھیجیں اور پھر قیمت طلب کریں۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اول ہی (میں) میں نے خط لکھا تھا کہ نہ بھیجیں۔ اُس کا جواب بھیجا کہ صرف ملاحظہ کے لیے بلا قیمت بھیجتا ہوں شاید وہ خط کہیں پڑا ہو۔ اخبار والوں کا نہایت غلط خیال ہے کہ اشتہار دینے کی دھمکی سے ڈر کر دوسرا شخص بدنامی کے خوف سے قیمت ادا کر دیتا ہے۔ ایک مرتبہ مصر سے بھی ایک ایڈیٹر صاحب نے مجھے بلا طلب عربی اخبار بھیجنا شروع کیا۔ جب (اُنہوں نے) قیمت مانگی (تو) میں نے انکار کیا کہ طلب ناواجب ہے اور نہ دی۔

میں چاہتا ہوں کہ اخبار والوں کی یہ بدعادت دور کی جاوے اور ہرگز بلا طلب اخبار بھیجنے پر قیمت نہ دی جاوے۔ پس آپ اس کا کچھ فکر نہ کیجئے اور مولوی محمد حسین صاحب کا جو دل چاہے اُن کو کرنے دیجئے۔

مسودۂ وقف کچھ مخالفت کے اندیشہ سے پیش کرنا ملتوی نہیں کیا۔ اُس پر تو اس قدر مخالفت نہیں ہوئی جس قدر کہ ویکسی نیشن بل پر مخالفتیں ہوئیں اور لفٹنٹ گورنر بھی برخلاف تھے۔ اس کا تو میں نے اندیشہ نہیں کیا۔ اور آپ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ نوین تاریخ کے اجلاس میں وہ پاس ہو جاوے گا۔

میری میعاد ممبری کی ۱۳ جولائی کو ختم ہو جاوے گی۔ ممکن ہے کہ دوبارہ انتخاب ہوتا۔ مگر اول تو بسبب چلے جانے لارڈ لٹن کے دوبارہ انتخاب نہایت مشتبہ ہے اور بالفرض اگر ہو بھی تو غالباً میں منظور نہیں کرتا۔ کیونکہ اپنے ذاتی کام اور

تصنیف کتب اور کار بار مدرسہ میں نہایت سرج پڑتا ہے۔ اور اس ممبری سے کوئی نتیجہ نہیں ہے۔ میری عمر چونسٹھ برس کے قریب ہو گئی (ہے) اب کہاں تک جیوں گا۔ مجھ کو اپنی ہمت اس میں مصروف کرنی چاہیئے کہ جو خیالات میرے دل میں ہیں اُن کو بذریعہ تحریر و تصنیف لوگوں میں چھوڑ جاؤں۔ نہ یہ کہ کونسل کی ممبری میں اپنی اوقات صرف کروں۔ مسودہ وقف کے ملتوی کرنے کی بھی وجہ ہے کہ اس قدر مہلت باقی نہ تھی کہ میرے زمانہ ممبری میں اُس پر بحث ہوتی۔ آپ یقین کریں کہ میں اپنی تفسیر کا ایک صفحہ لکھنا کونسل کی ممبری سے بہت زیادہ عزیز سمجھتا ہوں۔ اس وقت تک یہ ارادہ ہے کہ دسویں جولائی کو یہاں سے روانہ ہوں۔ اگرچہ آپ سے ایک عمر کے بعد بھی ملاقات ہونے سے دل کو سرور ہوتا ہے۔ مگر آپ انبالہ آنے کی ہرگز تکلیف نہ فرماویں، میں وہاں نہیں ٹھیرنے کا۔ اور برسات کے سبب معلوم نہیں کہ وقت معینہ پر پہنچا جاوے یا نہیں انشاءاللہ تعالیٰ پھر کسی وقت ملاقات ہوگی۔ والسلام علیکم و تلبی لدیکم۔

خاکسار سید احمد

ہارڈنگ ہوٹل شملہ۔ ۳ر جولائی ۱۸۸۰ء

خلق طیر کی بابت کافی تشفی نہیں ہوئی ہے۔ دو ایک کتابیں منگائی ہیں۔

(۲۴)

مجبی و مشفقی

آپ کا عنایت نامہ اور منی آرڈر تعدادی پندرہ روپیہ کا پہنچا۔ آپ کی خیر و عافیت سے دل خوش ہوا۔ میں اپنی تفسیر کے لکھنے میں مصروف ہوں۔ سورہ آل عمران کی تفسیر چھپنی بھی شروع ہو گئی ہے۔ ولادت حضرت مسیحؑ کی بابت میں سب کچھ لکھ چکا (ہوں) میرے نزدیک قرآن مجید سے اُن کا بے باپ ہونا ثابت نہیں ہے۔ اور متقدمین عیسائی و یہودی سب حضرت مسیح کو یوسف کا پسر جائز سمجھتے تھے۔ اُس کی سندیں بھی نکال لی ہیں۔ پس میں نے یہی لکھا ہے کہ وہ حسب فطرت بشری پیدا ہوئے تھے اور یوسف اُن کے والد تھے۔ نہایت لمبا مضمون ہے۔ عنقریب چھپ کر آپ کے ملاحظہ میں آوے گا۔ نسبت خلق طیر اس کے لیے بہت کچھ تلاش کرتا ہے۔ جو کہ سورہ مائدہ میں زیادہ مصرح الفاظ ہیں۔ اور اُس کے ساتھ تمام باہیں متعلق حضرت عیسیٰ جو معجزات کہلاتی ہیں مذکور ہیں اس لیے اس کی بحث سورہ مائدہ کی تفسیر پر منحصر کی ہے۔

ہم لوگوں کو خیال پیدا ہوا ہے کہ ہمارے کالج کا اورنٹل ڈپارٹمنٹ پنجاب یونیورسٹی (سے) افلیٹ کر دیا جاوے آپ کی اس میں کیا رائے ہے۔ صرف اورنٹل ڈپارٹمنٹ افلیٹ ہوگا۔ آج محمد اسماعیل صاحب وکیل پنجاب کا خط آیا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب نے مجھ پر قیمت رسالہ (کے متعلق) نالش کرنے کی اجازت دی ہے۔ میں نے جواب لکھ دیا کہ نالش کر بہ جوابدہی کی جاوے گی۔ پس جب نالش ہوگی تو آپ کر (ئی) وکیل مقرر کر دیجئے گا۔ وکالت نامہ لکھ بھیجوں گا اور (جواب دعویٰ کا) مسودہ بھی بھیجدوں گا۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علیگڈھ، ۷ر اگست ۱۸۸۰ء

(۲۵)

مجی و مشفق

آپ کے دو عنایت نامے پہنچے، آپ کی عنایت کا شکر گذار ہوں، میں بخیریت ہوں اور اپنے کام میں دن رات مشغول ہوں۔

نسبت آرٹیکل کے جو آپ نے لکھا ہے اُس کا ترجمہ انگریزی میں ہونا نہایت دقت کی بات ہے شاید وہ انجام نہیں ہو سکنے کا۔ کوئی ایسا لکھنے والا یہاں نہیں ہے جو اُس کو اُسی خوبی سے انگریزی میں لکھ دے۔

درحقیقت جو لوگ یونیورسٹی پنجاب کے طرفدار ہیں وہ اُس سے ناخوش ہوئے ہوں گے اور کچھ شبہ نہیں ہے کہ تمام پنجاب کے اخبار اُس کی تردید کریں گے۔ وہ آرٹیکل خاص پنجاب کی یونیورسٹی پر نہیں ہے بلکہ گورنمنٹ کی پالیسی پر ہے ان میں جن کتابوں کے نام ہیں اُس کا یہ منشا نہیں ہے کہ وہ پنجاب یونیورسٹی میں پڑھائی جاتی ہیں۔ بلکہ علوم مشرقی کے ذکر میں اُن کا نام آیا ہے۔ اگر کسی کو اس قدر بھی سمجھ نہ ہو تو اُس کے لیے زیادہ تشریح کا کوئی مضمون چھاپنا محض بےفائدہ ہے۔ یہ میں جانتا ہوں کہ وہاں اُن کتابوں کا ترجمہ پڑھایا جاتا ہے جو انگریزی اسکیم میں ہیں۔ اُن کی نسبت میں نے لکھ دیا ہے کہ (یہ) پرانی تدبیر ہے جو ناقص قرار پا کر چھوڑ دی گئی معہذا ترجموں سے ترقی اعلیٰ درجہ کی ناممکن ہے۔ پس میرے نزدیک اس مضمون کے لکھنے پر زیادہ تر صرف اوقات محض فضول ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کالج ضرور یونیورسٹی ہو جاوے گا۔ لارڈ رپن کی ایسی ہی پالیسی ہے بلکہ اکثر حکام کی۔

افسوس یہ ہے کہ خود ہندوستانی اپنا برا بھلا نہیں سمجھتے۔ اب ہم اس قابل ہوں تو کچھ مشکل نہیں ہے۔ گورنمنٹ کی کچھ ہی پالسی ہو، ہم کو وہ کرنا چاہیئے جو ہمارے لیے فی الواقع مفید ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۸ر دسمبر ۱۸۸۰ء خاکسار سید احمد

(۲۶)

مجی و مشفق عنایت فرمائے من

دو قطعہ عنایت نامہ مع دو قطعہ کرنسی نوٹ ایک پچاس روپیہ کا بابت چندہ اور دوسرا بیس روپیہ کا بابت تفسیر پہنچا، آپ کی عنایت و محبت کا شکر گذار ہوں۔

تفسیر سورہ آل عمران کی ختم ہو گئی ہے۔ عنقریب تقسیم ہو گی۔ اُس کی تفسیر میں بھی چند مشکل مقام تھے۔ جن کو اپنے یقین و علم کے موافق حل کیا ہے۔ حضرت مسیح کی ولادت کی نسبت میرے دل میں کچھ شبہ نہیں ہے۔

قاضیوں کی تعلیم کے لیئے مدرسۃ العلوم میں جماعت کا قائم ہونا محض غلط ہے حامد علی خاں کا پتہ حسب مندرجۂ ذیل ہے والسلام

آپ کا محب قلبی سید احمد

علیگڈھ ۴ر مارچ ۱۸۸۱ء

Hamid Ali Khan Esq.
c/o Major Henry S. King & Co.
65, Cornhill London.
(England.)

(۲۷)

مجبی و مشفقی

آپ کے دو عنایت نامے پہنچے۔ آپ کی عنایت و یادآوری کا شکر کرتا ہوں تفسیر زرد کاغذ کی معدود باقی ہیں۔ ایک جلد حسب طلب روانہ خدمت کی ہے۔

میں فضل الٰہی سے بخیریت ہوں۔ گرمی کے موسم (میں) حسب معمول میری طبیعت کسی قدر علیل ہو جاتی ہے۔ ویسی ہی اس گرمی میں بھی ہوئی ہے۔ مگر کوئی خاص علالت نہیں ہے، معمولی بات ہے۔

آپ کے ملنے کو نہایت دل چاہتا ہے۔ اگر تعطیل میں چند روز یہاں چلے آؤ تو آپ کی محبت و عنایت کے اور میرے دلی نیاز کے بالکل مناسب ہو۔

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت عیسٰی کے خلق طیر کی نسبت کوئی اور بات آپ کے خیال میں آئی ہے، جس کے دریافت کرنے کا میں بہت مشتاق ہوں۔ پس جو تقریریں اس کی نسبت آپ کے خیال میں ہوں اُن سب کو لکھ کر میرے پاس بھیج دیجئے۔ والسلام

آپ کا نیاز مند

علیگڈھ ۲ مئی ۱۸۸۸ء

سید احمد

(۲۸)

مجبی و مشفقی

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۰ مئی پہنچا۔ آپ کی صحت و تندرستی (سے) دل خوش ہوا۔ تعطیل (میں) جو آپ نے قصدِ تشریف کیا ہے اُس (سے) نہایت مسرت ہوئی، جس قدر خوشی مجھ کو آپ سے ملنے سے ہوگی (وہ) بیان نہیں ہو سکتی۔

منی آرڈر پہنچ گیا ہے۔ شرح قانون شہادت و خطبات آج روانہ خدمت ہوئے ہیں۔

حاجی محمد اسماعیل خانصاحب رئیس دتاولی ضلع علیگڈھ کو جو میرے حال پر نہایت عنایت فرماتے ہیں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ منجملہ مکانات مدرستہ العلوم کے ایک مکان اُن کے چندہ سے میری ناچیز کوششوں کی یادگار کے نام سے بنایا جاوے۔ میں تو ایسی بات کو اپنی نسبت پسند نہیں کرتا۔ مگر میں خاموش ہو رہا اس نیت سے کہ اگر مدرستہ العلوم کا کوئی مکان اسی بہانہ سے بن جاوے تو ازیں چہ بہتر۔ آپ نے اور جناب مخدومی محمد برکت علی خاں صاحب نے جو اس پر توجہ کی اس کا میں بھی شکر گذار ہوں۔ اصل یہ ہے کہ مدرستہ العلوم کو غیر متوقع ترقی ہو گئی ہے۔ اس وقت دو سو سے زیادہ مسلمان (اس میں) پڑھتے ہیں اور قریب پونے دو سو کے بورڈر ہیں۔ اگر یہ مدرسہ نہ ہوا ہوتا تو اُن میں سے ایک کے بھی پڑھنے کی توقع نہ تھی۔ اس ترقی کے سبب حاجات مدرستہ العلوم بھی زیادہ ہو گئے ہیں اور زیادہ تر تائید کا محتاج ہو گیا ہے، پس جو امر کہ حاجی محمد اسماعیل خاں صاحب نے پیش کیا ہے۔ گو وہ حق بجانب نہ ہو اور نہ کوئی میری ایسی کوشش ہے جس کا صلہ ایسا دیا جاوے مگر اُس سے مدرستہ العلوم کی حاجتوں کو بہت تائید ملے گی۔ پس اس کو بھی منجملہ تائیدات مدرستہ العلوم تصور کر کے کوشش کرنی زیبا ہے

اور میرے نام کو اُس میں بطور حرف غلط کے سمجھنا چاہیئے۔

مولوی محمد حسین صاحب (بٹالوی) کچھ ہی کہتے اور لکھتے ہوں ہمارا اور ہمارے دوستوں کا طریقہ اُن کے ساتھ نہایت اخلاق اور ادب کا رہنا چاہیئے۔ وہ ذی علم اور قابل ادب ہیں اور کوئی ایسی بات جس سے اُن کے دل کو رنج پہنچے نہ ہونی چاہیئے۔ ہمارا مشرب محبت ہے۔ ہمارے دل میں رنج کو جگہ ہی ہونی نہ چاہیئے۔ تحریرات (میں) جو وہ بدتہذیبی کرتے ہیں اُس سے ہمارا کیا نقصان ہے۔ بلکہ اگر افسوس ہے تو یہ ہے کہ وہ اپنے اخلاق کو بٹہ لگاتے ہیں۔

نسبت خلق طیر کے جو آپ نے تحریر کیا اُس کا شکر کرتا ہوں۔ مگر وہ جیساں نہیں ہے میں ابھی تک اس قابل نہیں ہوں کہ اس کا فیصلہ لکھ سکوں۔ شاید چند روز میں ہو جاؤں مگر نہایت مشکل ہے۔ اب تک قرآن مجید کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ ان دونوں مقاموں پر جہاں وہ ذکر ہے ایسی آیات واقع ہیں کہ اُن کا ربط دینا نہایت مشکل ہے۔ مگر خدا اُس کے حل میں مدد دے گا۔

بعالی خدمت جناب خان بہادر محمد برکت علی خاں صاحب میرا سلام نیاز پہنچا دیجئے گا۔

مخدومی محمد حیات خانصاحب کے مقدمہ کا نہایت رنج و افسوس ہے۔ دیکھئے انجام کیا ہوتا ہے۔ خدا فضل کرے۔ والسلام۔

خاکسار

علیگڈھ ۲۰ مئی ۱۸۸۱ء

سید احمد

(۲۹)

محبی و مشفقی

عنایت نامہ پہنچا، اور حالات مندرجہ سے اطلاع ہوئی۔ آپ کی ملاقات کو دل چاہتا تھا۔ اس تعطیل میں نہ آنا بہتر ہوا۔ موسم اچھا نہیں ہے۔ تعطیل دسمبر میں ضرور تشریف لائیے گا۔ ملنے و بیٹھنے۔ باتیں کرنے۔ سیر کرنے سب کے لیے اچھا موسم ہوگا۔ کیا عجب ہے کہ اُس زمانہ میں کوئی جلسہ کمیٹی بھی ہو۔

ہم ہندوستانیوں کی تمام مجلسیں بیجان ہیں۔ یا تو (ہم) فروخت ہو جاتے ہیں اور اُس کے مقاصد یا رائے کی تکمیل کے لیے آلہ بن جاتے ہیں۔ یہ قوت ہم میں نہیں ہے کہ ہم اپنا کام اپنی رائے اور اپنی قوت سے چلاویں۔ ہم سے اور مسٹر کیمسن صاحب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن سے نہایت ناموافقت تھی۔ ملاقات و صاحب سلامت بھی نہ تھی۔

ہمارے تمام کاموں کے وہ برخلاف تھے۔ سبب صرف یہ تھا کہ اُن کی خواہش تھی کہ سینٹیفک سوسائٹی اور مدرسۃ العلوم اُن کے قبضہ میں ہو۔ اور ہم صرف اُن کے ہاتھ میں بطور ایک آلہ کے ہوں۔ ہم نے نہایت استقلال سے (اُن کو) کسی بات میں دخل دینے نہیں دیا۔ اور خود آپ اور اپنی رائے سے اور اپنے مقاصد کے لحاظ سے کام چلایا اور میں اپنے دوستوں کو کئی دفعہ بطور وصیت کے کہہ چکا ہوں کہ میرے بعد مدرسۃ العلوم کا جو کچھ حال ہو سو ہو، مگر ایسا نہ کرنا کہ قوم کے ہاتھ سے نکل کر اور لوگوں کے قبضے میں چلا جائے۔ پوری طرح یا پہلی طرح ہماری قوم ہی اُس کی چلانے والی ہو۔ لوگ عام فائدے کے کاموں میں حکام کے سامنے ہی اپنا رسوخ چاہتے ہیں مگر حقیقت میں اپنی عزت کھو بیٹھتے ہیں۔ ہم اس ضلع کے حکام کا نہایت ادب

کرتے ہیں۔ تمام جلسوں میں اُن ہی کو افسر بناتے ہیں۔ انعام اُن ہی کے ہاتھ سے تقسیم کرواتے ہیں۔ مگر ہمارے کام میں ان کو ایک نقطہ برابر بھی مداخلت نہیں ہے۔

وہاں کے حالات نہایت افسوس کے قابل ہیں۔ مگر خود کردہ را درماں نیست جس کام سے قوم کا فائدہ منظور تھا اپنے ہاتھوں اُس کو قوم کے لیے زہر بنا لیا۔

ہمارا کالج فضل الٰہی سے نہایت ترقی پر ہے۔ مکانات کی نہایت قلت ہو گئی اس لیے داخلہ روک دیا گیا ہے۔ ورنہ اس وقت چار سو سے زیادہ طالب علم ہوتے والسلام

علیگڈھ ۸ راگست ۱۸۸۱ء — خاکسار سید احمد

(۳۰)

مجبی و مکرمی

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۱ر دسمبر پہنچا۔ آپ کی علالت (کا) حال سن کر سکتہ کی حالت میں رہ گیا۔ خدا کا ہزار ہزار شکر (ہے) کہ مرض موذی سے نجات اور حملہ ہائے بخار سے عقب گذاری کا حال اسی خط میں مذکور تھا۔ اور جو صدمہ کہ میرے دل پر ہوا تھا وہ بہت جلد رفع ہو گیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ ضعف جو باقی ہے انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد رفع ہو جاوے گا۔ مگر پرہیز و احتیاط سے تغافل کرنا نہ چاہیئے مجھ کو کئی دفعہ خیال آیا کہ کیوں آپ کا عرصہ سے عنایت نامہ نہیں آیا۔ مگر سہل خیالات پردہ خیال رفع ہوتا رہا۔ یہ نہ معلوم تھا کہ اُس کا ایسا بڑا اور سخت سبب ہے۔ جس سے آئندہ ہمیشہ خدا تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھے۔ اس اطراف میں بھی بخار کی کثرت رہی۔ میں بھی چند روز اس عارضہ میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اب بفضل الٰہی صحت ہے۔ آپ سے ملاقات کو بہت دل چاہتا ہے۔ شروع مارچ مدرسہ میں جدید عمارت مدرسہ کی کھولے جانے کا جلسہ ہوگا نہایت خوشی ہوگی اگر آپ بھی اس جلسہ میں شریک ہو سکیں۔

سوسائٹی کا چھاپہ خانہ ایک ابتر حالت میں ہے۔ سورہ مائدہ کی تفسیر تیار ہے جس قدر تاخیر ہوتی ہے چھاپہ خانہ کے سبب سے ہوتی ہے، خلق طیر واحیائے اموات وغیرہ سب کی تفسیر اسی میں ہے

مجھے امید ہے کہ آپ بہت جلد آسکو(گے) اور خدا نے چاہا تو تمام قرآن کی تفسیر ملاحظہ فرماؤ گے۔

آپ پر یہی فرمائش ہے کہ اپنی صحت مزاج سے جلد جلد مطلع فرماتے رہیں۔ والسلام

خاکسار دعا گو سے تھا

علیگڈھ ۱۴ر دسمبر ۱۸۸۱ء — سید احمد

(۳۱)

مجبی و مشفقی

آپ کا عنایت نامہ مورخہ مقام لاہور میرے پاس پہنچا۔ آپ کی صحت و تندرستی سے نہایت خوشی ہوئی۔ خدا تعالیٰ

آپ کو صحیح و تندرست رکھے۔ امید ہے کہ روز بروز صحت و تندرستی و قوت زیادہ ہوتی جاوے گی۔ آپ دہوا کا تبدیل کرنا نہایت مناسب ہوا اور سیر کی اور مقاماتِ مشہور کے دیکھنے سے دل کو فرحت ہوئی ہوگی۔ معلوم نہیں کہ اخیر روئداد کمیٹی یادگار منشی مشتاق حسین صاحب نے آپ کو بھیجی یا نہیں۔ غالباً نہ بھیجی ہوگی۔ اس لیئے اس کی ایک کاپی میں بھیجتا ہوں۔ اُس کو پڑھ کر آپ خوش ہوں گے۔ اگر عمارت مجوزہ بن جاوے تو کالج کو نہایت مفید ہوگی اور بہت سی مشکلات رفع ہو جاویں گی۔

تفسیر آہستہ آہستہ چھپتی ہے۔ السارق والسارقة فاقطعوا ایدیہما (تفسیر امیں) ذرا مشکل پیش آئی ہے۔ اُس کے حل کے لیے بعض ضروری کتابیں دیکھنی ہیں۔ کونسل میں اگرچہ کام ہے مگر میں تفسیر کے لکھنے یا اُس کے متعلق کتابوں کے دیکھنے سے کبھی غفلت نہیں کرتا۔ والسلام

خاکسار آپ کا ترقی خواہ

۲۵۔ تھیٹر روڈ۔ کلکتہ ۱۲ر جنوری ۱۸۸۲ء

سید احمد

(۳۲)

مجی و مشفقی مولوی سید ممتاز علی صاحب

کل کی ڈاک میں میرے پاس رسالہ "محاکمہ ولادتِ مسیح" پہنچا۔ اُسی وقت میں نے اُسے پڑھنا شروع کیا اور رات کو ختم ہوا۔ اُس کے پڑھنے سے اس وجہ سے خوشی نہیں ہوئی کہ میری رائے کی اُس میں تائید کی گئی ہے۔ بلکہ اس وجہ سے خوشی ہوئی کہ نہایت عمدگی و ترتیب و صفائی سے لکھا گیا ہے۔ جس لیاقت و قابلیت سے وہ رسالہ لکھا گیا ہے اُس سے بہتر نہیں لکھا جا سکتا (جو) کچھ مجھ سے لکھنا رہ گیا تھا وہ اس میں پورا کر دیا گیا ہے۔ ابن مریم مشہور ہونے کا سبب نہایت عمدہ۔ بالکل صحیح مطابق واقعہ تحریر ہوا ہے۔ مجھ کو یہ خیال نہ تھا کہ یوسف کا انتقال ہو چکا تھا، اس کے سوا اور بھی بعض عمدہ جدید باتیں ہیں۔ اگر میری تفسیر کا دوسرا اڈیشن (شائع) ہو۔ تو آپ کے رسالہ میں سے چند باتیں اُس میں اضافہ ہونی ضرور ہوں گی۔ ایک آدھ جگہ جناب مولوی محمد حسین صاحب (بٹالوی) کی نسبت سخت لفظ ہیں اگر وہ بھی نہ ہوتے تو نہایت بہتر ہوتا۔ امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہیں والسلام

علیگڈھ ۸ر اپریل ۱۸۸۲ء

خاکسار سید احمد

(۳۳)

مجی و مشفقی شفیقِ عالم

آپ کا عنایت نامہ مقام پٹیالہ سے پہنچا۔ آپ کی عنایت کا اور آپ نے جو سید محمود کی تقرری پہ مبارکباد دی ہے اُس کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میرا ارادہ شملہ جانے کا ہے اور صرف چار پانچ روز وہاں رہوں گا۔

پنجاب یونیورسٹی بل پر جب سیلکٹ کمیٹی کی رپورٹ پیش ہوگی اُس زمانہ میں جاؤں گا۔ ابھی معلوم نہیں کہ کب پیش ہوگی۔ مگر مجھے امید ہے کہ تاریخ پیشی سے ایک ہفتہ قبل مجھ کو اطلاع مل جاوے گی۔ جس وقت تاریخ روانگی مقرر ہوگی۔

میں آپ کو اطلاع دوں گا۔ والسلام

علیگڑھ ۱۰ جون ۱۸۸۲ء   خاکسار سید احمد

جلد دوم تفسیر بغایت آخر سورہ مائدہ تیار ہو گئی چھپ گئی۔ اس کو مرتب کرنا ہے۔ بہت جلد تقسیم ہو گی۔ فقط

(۳۴)

مجی مکرمی مشفقی

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کی صحت و تندرستی سے اس قدر خوشی ہوئی ہے جس کو میرا دل جانتا ہے۔ خدا تعالیٰ تم کو ہمیشہ تندرست و صحیح و مطالب پر کامیاب رکھے۔ آمین

بقیہ اوراق جلد اول تصانیف (احمدیہ) چند روز ہوئے کہ روانہ کیے ہیں یاد نہیں کہ کس پتہ پر۔ اگر نہ پہنچے ہوں تو مطلع فرمائیے کہ دوبارہ بھیج دوں گا۔

تفسیر جلد دوم کاغذ زرد اور اوراق جلد سوم تا نمبر ۶۸ آج روانہ کیے جاتے ہیں۔ اجنہ پر بحث جو مجھ کو لکھنی تھی وہ اسی سورہ انعام میں یا معشر الجن کی تفسیر میں لکھ دی ہے۔ وہ بحث چھپ رہی ہے۔ پہلا پروف میں نے دیکھ دیا ہے عنقریب چھپ جاوے گی۔ اگر زیادہ شوق ہو تو اس بحث کا مسودہ بھیج دوں۔ حشر کی بحث آئندہ ہوگی۔

میرا ارادہ ہے ماہ دسمبر میں پنجاب آنے کا۔ مقصد صرف خلیفہ محمد حسن صاحب سے پٹیالہ میں ملنے کا۔ اور گوجرانوالہ میں سردار محمد حیات خاں سے ملنے کا اور لاہور میں آپ سے (اور) محمد برکت علی خاں صاحب سے ملنے کا ہے۔ غالباً ہمارے دوست حاجی محمد اسماعیل خاں صاحب بھی ساتھ ہوں۔

سید محمود آج علیگڑھ میں پہنچیں گے۔ جب وہ یہاں سے اپنے علاقہ ڈسٹرکٹ ججی رائے بریلی پر چلے جاویں گے اور کالج کے طالب علموں کے یونیورسٹی کے امتحان کے لیے الہ آباد و کلکتہ کی روانگی کا بندوبست ہو جاوے گا۔ اس وقت میں کوئی تاریخ روانگی مقرر کروں گا اور آپ کو اطلاع دوں گا۔

میں تو مناسب نہیں سمجھتا کہ میرے وہاں آنے کی بابت کچھ زیادہ چرچا کیا جاوے۔ میں مثل ایک معمولی آدمی کے تفریح طبع اور دوستوں سے ملنے کے لیے آتا ہوں۔ اس کی دھوم دھام کیا۔ ہاں اگر کالج کے لیے بھی کچھ چندہ مل سکے تو جو دھوم چاہو کرو۔ مگر اس کی توقع نہایت کم ہے۔ پھر دھوم دھام سے کیا فائدہ۔ آئندہ جو تمہاری خوشی ہو۔ والسلام

علیگڑھ ۲۱ نومبر ۱۸۸۳ء   خاکسار سید احمد

(۳۵)

مجی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ میں نے اوراق تفسیر وغیرہ اس لیے روانہ نہیں کیے تھے کہ شبہ تھا کہ اس وقت آپ کہاں ہیں۔ آج روانہ کیے ہیں۔

مولوی اقبال علی صاحب نے سفرنامہ پنجاب مرتب کر کے بھیجا دیا ہے۔ جو چھپ رہا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس میں جناب سردیال سنگھ بہادر کا حال اضافہ کروں۔ آپ اُن سے خاندان کا مختصر حال مع اُن کے زمانہ سفر ولایت وغیرہ امور کے جو قابل اندراج ہوں تحریر فرما کر ارسال فرماویں۔ اور جس امر کی تحقیق کی ضرورت ہو سردار صاحب سے حل کر دیا فت کر لیں۔ اُنھوں نے مدرسۃ العلوم پر بہت احسان کیئے ہیں۔

دوسرے یہ کہ مرزا ارشد صاحب (گورگانی) نے جو اشعار لکھ کے یونیورسٹی ہال کے جلسہ میں پڑھے تھے وہ بھی اُن سے لے کر بھیج دیجئے اپنی خیر و عافیت سے ہمیشہ مطلع فرماتے رہیں۔ والسلام

علیگڈھ ۳ اپریل سنہ ۱۸۸۴ء خاکسار سید احمد

(۳۶)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ اس بات کے دریافت ہونے سے کہ آپ کی طبیعت بہ نسبت سابق کے زیادہ تر اچھی ہے نہایت خوشی ہوئی ہے۔ خدا آپ کو ہمیشہ صحیح و تندرست رکھے۔ سفرنامہ پنجاب چھپ رہا ہے۔ چھیانوے صفحے چھپ چکے ہیں۔ گورداسپور کے حالات گویا ختم ہو گئے۔ امرتسر دوبارہ پہنچنے کے حالات چھپ رہے ہیں۔ رسالہ نہایت دلچسپ چھپا ہے مولوی اقبال علی صاحب نے حقیقت میں اُس کی تحریر میں بہت بڑا کام کیا ہے۔ جزو کے جزو زبانی۔ لکچروں کے لکھوا لیے ہیں۔ میں نے کل رسالہ پر نظر ثانی کی ہے۔ اور زیادہ تر درست کر دیا ہے۔

آپ بہت قریب آ گئے ہیں۔ ضرور یہاں آئیے۔ آپ نے جو ارادہ یہاں تشریف آوری کا لکھا ہے۔ میں ممنون ہوا اور شکر کرتا ہوں۔ ساتویں اور بارھویں مئی کے درمیان شاید میں کہیں جاؤں۔ یا کوئی دوست یہاں آوے۔ پس بعد بارھویں مئی کے جس وقت آپ کا دل چاہے تشریف لائیے اور چند روز یہاں قیام فرمائیے۔ نہایت خوشی ہوگی اور میں آپ کا ممنون ہوں گا تاریخ تشریف آوری سے مطلع فرمائیے تین روپے سات آنے پہنچ گئے۔ والسلام

علیگڈھ ۹ مئی سنہ ۱۸۸۴ء خاکسار سید احمد

(۳۷)

مجی و مکرمی

آپ کا عنایت نامہ مع خط ملفوفہ کے پہنچا۔ آپ کی عنایت کا شکر ادا کرتا ہوں جب میں نے خط ملفوفہ کا پہلا حصہ پڑھا تو مجھے اس بات سے تو خوشی ہوئی کہ راقم خط (نے) کس قدر لغو و مہمل و بے سر و پا باتیں لکھی ہیں۔ مگر اس بات پر نہایت افسوس ہوا کہ خدا تعالیٰ نے راقم خط کا دل کیسا بنایا ہے کہ تمام لوگوں (کو) ایسی بدگمانی سے دیکھتا ہے۔ یہ اُس شخص کے دل میں یقین ہے کہ دنیا میں ہر ایک شخص شیطان سے زیادہ بدتر ہے۔ ایسے دل کے شخص سے شبہات کا رفع کرنا ناممکن ہے میں تو اُس خط کے پہلے حصہ کی نسبت سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ سب صاحب خط کے دل کی خوبیاں ہیں جو انھوں نے طالب ملوں کو ایسا تصور کیا ہے۔ جس مبالغہ اور زور شور سے انھوں ———

نے اس مضمون کو لکھا ہے خود اُسی سے اُس کی وقعت ظاہر ہے۔ وہ محض لاعلم ہیں کہ مولوی محمد اکبر صاحب منیجر بورڈنگ ہوس کون شخص ہیں۔ اُن کو صرف ملازم نہ سمجھنا چاہیئے۔ وہ مثل ہمارے اعضا کے ہیں۔ اگر مہتمم پر یا مولوی سمیع اللہ خاں پر کوئی شخص بددیانتی کا الزام لگا سکتا ہے تو مولوی محمد اکبر پر بھی لگا سکتا ہے، صاحب خط مطلق اُن کے حال سے واقف نہیں ہے۔ یا جیسا کہ خدا نے اُن کے دل کو بنایا ہے۔ کسی کی نسبت نیک خیال اُن کے دل میں نہیں آتا۔ بورڈنگ ہوس کے گودام پر ایک محرر متعین تھا جو تمام اشیاء بازار سے خرید کر لاتا تھا۔ اُس کی نسبت کئی مہینے سے شبہ ہوا کہ اُس نے نرخ میں بے ایمانی کی ہے اور کچھ تغلب کیا ہے۔ اُس کی تحقیقات کی گئی اور اصلیت پائی گئی۔ دو تین مہینے سے وہ موقوف کیا گیا اور تمام حساب زیر تحقیقات ہے۔ مولوی سمیع اللہ خاں صاحب اُس کی تحقیقات کرتے ہیں اور بندوبست خرید اشیاء دوسری طرح پر کیا گیا ہے۔

وہ خط جو آپ نے بھیجا اس قابل نہیں تھا کہ اُس کی طرف التفات کیا جاوے کوئی بات بھی اُس میں درست نہیں ہے (اُس سے) اور زیادہ اُن کی ناواقفیت اور بدگمانی ظاہر ہوتی ہے۔ مگر میں مجبور ہوا کہ کسی قدر اُس کی نسبت لکھوں۔ اس لیے یہ چند کلمے لکھے ہیں۔ کیا آپ ان الفاظ کو ایک معمولی دل کے انسان سے نکلتا ہوا سمجھ سکتے ہیں۔ **قولہ** اب یہ دستور ہے کہ لڑکے ایک دوسرے کے کمرے میں جا کر جو کچھ چاہیں کر آئیں۔ کرا آئیں۔ اُن کے دل میں ذرا خیال نہیں آیا کہ یہ الفاظ کس بنیاد پر انہوں نے لکھے ہیں۔ بالفرض اگر لڑکوں کا ایسا حال ہے تو اس کا بندوبست نہ خدا سے ہوا۔ نہ رسول سے۔ نہ کسی انسان سے۔ اُن کے دل کے خیالات پر نہایت افسوس ہے۔ خیر جیسا اُن کا دل ہو ویسا ہی وہ سب کی نسبت خیال کریں۔ اس سے کچھ بحث نہیں ہے مگر جو آپ نے دریافت کیا ہے اُس کا جواب لکھتا ہوں۔

۱۔ مغرب کی نماز کے بعد وقت معین پر حاضری لینے کا قاعدہ غیر مفید ثابت ہوا ہے۔ اب وقت معین پر حاضری نہیں لی جاتی بلکہ منیجر جس وقت چاہے اور جس طرح پر چاہے مخفی طور پر حاضری لیتا ہے۔ حاضری کا یہ دستور ہے کہ کسی لین کو منیجر جا کر دیکھتا ہے کسی لین کو اسسٹنٹ، کبھی منیجر ایک چوکیدار کو بھیج کر دریافت کرتا ہے کہ فلاں لین کے لڑکے موجود ہیں یا نہیں۔ اس طریقہ سے چند لڑکے ایسے پکڑے گئے جو غیر حاضر تھے اور اُن کو سزا دی گئی۔ یہ طریقہ پہلے طریقہ سے زیادہ مفید ہے۔ اب جو چار دیواری بورڈنگ ہوس کی تعمیر ہو رہی ہے اور قبل افتتاح مدرسہ تعمیر ہو جاوے گی۔ پھر تو کسی کے غائب ہو جانے کا احتمال ہی نہیں ہو سکتا۔

۲۔ مولوی مشتاق حسین نے نہایت تشدد سے یہ بات جاری کی تھی کہ رات کو کوئی شخص دوسرے کے کمرے میں نہ جاوے اس پر وہ نہایت تشدد کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک بھائی اگر دوسرے بھائی کے کمرہ میں گیا تو مواخذہ کرتے تھے۔ اس شدت کے کوئی معنی نہ تھے۔ اور اس قسم کی بدگمانیاں خود لڑکوں کے اخلاق کو بدراہ بناتی تھیں اور بہت سے شریف لڑکوں کو رنج تھا کہ ہم پر ایسی بدگمانی کرنے کی کیا وجہ ہے۔ اگر لڑکے بد ہیں تو ان باتوں سے اُن کی بدی جاتی نہیں۔ بلکہ اور زیادہ ہوتی ہے جو کوئی شخص نالائق حرکت کرے۔ اگر سزا کے قابل ہے (تو) سزا دو۔ اگر وہ زیادہ نالائق ہے (تو) بورڈنگ ہوس سے خارج کر دو۔ مگر یہ قید کہ ایک دوسرے (سے) بات نہ کرے۔ دوسرے سے ملے نہیں۔ نہ مفید ہے اور نہ اس کا عمل درآمد ہو سکتا

۲ - یہ تجویز ہوئی ہے کہ جو بورڈر قرآن مجید پڑھے ہوئے نہیں ہیں - وہ بعد نماز صبح تھوڑا تھوڑا قرآن یاد کر لیا کریں۔ پچھلے سال یہ تجویز ہوئی اور کسی قدر اس کام کے لیے خاص روپیہ جمع ہو گیا۔ (چنانچہ) پچھلے سال اس پر عمل درآمد رہا (مگر) اس سال اس کام کے لیے کچھ روپیہ جمع نہ ہو سکا۔ اس لیے حافظ نوکر نہیں رکھے گئے۔ بالفعل سو روپیہ اس کام کے لیے آئے ہیں بقدر اس کے۔ بعد تعطیل حافظ نوکر ہوں گے اگر اس کام کے لیے خاص امداد نہ ہو تو یہ کام نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ کسی (مد) میں اس کا خرچ ادا کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ کمیٹی کوئی ایسا کام نہیں کر سکتی جس سے اصل مقصد تعلیم کا فوت ہو۔ اس کالج کا مقصد مسلمانوں کو انگریزی علوم کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم (دینے) کا اور مذہبی تعلیم کا صرف بقدر عقائد و مسائل روزمرہ نماز روزے کے ہے۔ پس وہ اس مقصد کو کسی حال میں کھو نہیں سکتے۔

۴ - حامد علی و نظیر بیگ کی نسبت جو کچھ انہوں نے لکھا ہے محض جھوٹ و افترا ہے۔ تین ساڑھے تین برس کا عرصہ ہوا۔ کہ ایک لڑکے نے نظیر بیگ کو ایک عشقیہ رقعہ لکھا۔ نظیر بیگ نے وہ رقعہ ہمارے پاس بھیج دیا۔ بس راقم رقعہ اُسی وقت مدرسہ سے اور بورڈنگ ہوس سے خارج کر دیا گیا۔

ینجر صاحب کی نسبت میں اوپر لکھ چکا ہوں۔

چھٹے سوال کا مطلب میں نہیں سمجھا۔ خارج شدہ طالب علموں سے کیا مراد ہے۔ جو شخص بورڈنگ ہوس سے خارج کیا جاتا ہے۔ وہ ایک منٹ بھی بورڈنگ ہوس میں نہیں رہ سکتا۔ نہ بورڈنگ ہوس میں آ سکتا ہے۔

پٹنہ کے طالب علم ایک دفعہ (جس کو دو برس سے زیادہ ہوئے) نہایت کثرت سے چلے آئے تھے۔ جن سے پہلے ہی سے توقع تھی کہ وہ رہنے والے نہیں ہیں (چنانچہ) چند اُن میں سے تھوڑے دنوں بعد چلے گئے۔ چند نے انٹرنس پاس کرنے کے بعد کالج چھوڑ دیا۔ کوئی نوکر ہے۔ کوئی پڑھتا ہی نہیں۔ چند اب تک موجود ہیں۔

افسوس ہے کہ فضل احمد صاحب نے ایسا لغو و مہمل خط آپ کو لکھا ہے۔ جس سے نہایت افسوس ہے۔ میں نے آپ کا خط اور اُن کا خط مولوی سمیع اللہ خاں صاحب (کے) پاس بھیج دیا ہے۔ فضل احمد صاحب ہم کو بھی تو بے ایمان و دغاباز سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ دکھانے کے دانت اور ہیں۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ ہم سب جھوٹ باتیں خلاف واقعہ بیان کرتے ہیں۔ لعنت خدا اُس پر جو قوم کی بھلائی کے لیے کام کرے اور قوم کو دھوکا دے۔ والسلام

۱۹ جون ۱۸۸۶ء علیگڑھ — خاکسار۔ سید احمد

(۴۸)

محبی و مکرمی

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ انبہ سہارن پور جو از راہ عنایت (آپ نے) بھیجے تھے وہ بھی پہنچے۔ دونوں عنایتوں کا شکریہ قبول ہو۔

انبہ نہایت عمدہ حالت میں پہنچے اور نہایت خوشی سے حقیقت میں دل کی خوشی سے کھائے گئے۔ اس خیال نے کہ وہ

آپ کے بھیجے ہوئے ہیں اُن کا لطف بہت زیادہ کر دیا تھا۔

تفسیر کے لکھنے کا کام شروع ہو گیا ہے اور بہت سی لکھ ڈالی ہے۔ اس سورۃ میں مشکل مشکل مقام ہیں۔ دنیا کی پیدائش چھ یوم میں (اور) عرش و حاملانِ عرش کی بحث اسی میں ہے۔ دونوں بحثیں عمدگی سے لکھی گئی ہیں۔ مگر اب تک وہ آیتیں حل طلب باقی ہیں۔ جو متعلق عرش و حاملان عرش ہیں۔ اُن کی نسبت کتابیں اُلٹ پلٹ رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ خدا کے فضل سے آپ کی طبیعت اچھی و خوش ہے۔ کب تک آپ دیوبند میں رہیں گے اور لاہور کب جاویں گے۔

آپ اس بات (کے سننے) سے خوش ہوں گے کہ سجاد حسین خلف مولوی الطاف حسین صاحب حالی بی۔ اے۔ میں پاس ہو گئے۔ مدرسۃ العلوم میں سول سروس کلاس کھولنے کے لیے بروز یک شنبہ کارروائی ہوگی وہ سب روئداد کل کے اخبار میں چھپے گی آپ کے پاس بھیجوں گا۔ اگر فرصت ہو اور طبیعت اچھی ہو تو اُس پر اپنی رائے لکھیے گا اور اخبار انجمن پنجاب میں چھپوا دیجیے گا۔

محرم علی چشتی نے جو طریقہ اختیار کیا ہے (اُس کا) مجھے نہایت رنج و افسوس ہے۔ محرم علی ایک خلوص سے ہم لوگوں سے ملاقات رکھتے ہیں پس اُن سے جو بات نامناسب (صادر) ہوتی ہے ضرور ہے کہ ہم لوگوں کو اُس کا رنج ہو۔ مگر بجز افسوس و رنج کے اور کچھ چارہ نہیں۔ والسلام

علیگڈھ ۴ / جولائی ۱۸۸۴ء خاکسار سید احمد

(۳۹)

مجی دمکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

تفسیر کا مسودہ لکھتے لکھتے ایک شعر کا مضمون اتفاقیہ خیال میں آیا۔ اُس وقت طبیعت اس طرف متوجہ ہو گئی۔ چند شعر حسبِ حال قلم سے نکلے۔ اُن کو بھیجتا ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ پسند کریں گے۔ اگر آپ کا دل چاہے تو اُن کو اخبار انجمن پنجاب میں چھپنے کے لیے بھیج دیجیے۔ والسلام

علیگڈھ ۷ / جولائی ۱۸۸۴ء خاکسار سید احمد

(۴۰)

مجی مکرمی مخدومی

دو قطعہ عنایت نامہ جات پہنچے۔ اوّل شکریہ اُس اصلاح کا کرتا ہوں جو میرے شعر میں آپ نے کر دی۔ نہایت عمدہ اصلاح ہوئی۔ بلکہ لفظ اینچنیں سے تمام شعر میں جان تازہ آگئی ہے۔

دوسرا شکر اُس آرٹیکل کا ہے جو نسبت بورڈنگ ہوس کے لکھا ہے۔ جس قدر وہ چھپا ہے وہ بھی بہت ہے۔ منشی شمس الدین صاحب کا نہایت شکر ہے کہ اس قدر لمبا آرٹیکل اُنہوں نے اپنے اخبار میں چھاپ دیا۔

چار دیواری بورڈنگ ہوس کے گرد پوری ہو گئی۔ صرف ایک دروازہ آمد و رفت رہا۔ جس پر پہرہ مقرر کیا جاوے گا اور کسی لڑکے کا کسی وقت غیر حاضر ہو جانا ناممکن ہو جاوے گا۔

ابھی میں سوچ رہا ہوں کہ اُس آرٹیکل کا ہمارے اخبار میں بھی چھاپنا مناسب ہوگا یا نہیں۔ اگر مولوی سمیع اللہ خاں صاحب کی رائے بھی متفق ہوگی تو چھاپوں گا۔

میرا خیال ہے کہ ہمارے اخبار میں چھپنے سے اُس کی قوت کم ہو جاوے گی اور لوگ کہیں گے ہمارے لکھوانے سے لکھا گیا ہے۔

مجھے نہایت افسوس ہے کہ سوسائٹی کا اخبار آپ کے پاس نہیں جاتا۔ مدت ہوئی میں نے کہہ دیا تھا کہ ایک پرچہ بلاقیمت آپ کی خدمت میں روانہ ہوتا رہے۔ آج میں نے پھر تحریری حکم بھیج دیا ہے۔ آئندہ سے برابر ایک پرچہ آپ کے پاس پہنچا کرے گا۔ اس پرچہ میں گو مضامین عمدہ نہ ہوتے ہوں۔ مگر مدرستہ العلوم کے ہر قسم کے حالات چھپتے ہیں اور ایسے دلی دوستوں کو اور مدرستہ العلوم کے دلی خیر خواہوں کو چاہیے کہ آپ ہیں اُس کے حالات کا معلوم رہنا ضرور ہے۔ پس وہ پرچہ ہمیشہ برابر آپ کے پاس پہنچا رہے گا۔

تفسیر پر بہت مصروف ہوں مگر ہود۔ عاد۔ ثمود۔ صالح حضرات نے نہایت دق کر رکھا ہے مفسرین و مورخین پر خدا رحمت کرے کیسی کیسی لغو و مہمل باتیں لکھی ہیں۔ جو کہ یہ واقعات خاص عرب کے لوگوں کے ہیں اُن کی صحت کی بہت کم مدد ملتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ واقعات بالکل صاف اور تاریخانہ طرز پر لکھ دیے جاویں۔

ایک اور آفت یہ ہوئی کہ اصل مسودہ اردو خطبات احمدیہ کا گم ہوگیا ہے دستیاب نہیں ہوتا، خدا جانے منشی ذوالفقار خاں مرحوم نے کہاں غارت کر دیا۔ اب بھائی محمد علی جب حالات انگریزی خطبات احمدیہ سے منتخب کر دیتے ہیں تو کام چلتا ہے۔ میری ٹانگ کا درد بالکل نہیں گیا۔ تخفیف ہے۔ ایک ہفتہ ہوا کہ درد میں شدت ہوگئی تھی۔ تین دن شدت رہی۔ کچھ کام نہیں کر سکا۔ اب بہت تخفیف ہے۔ کسی قدر کسک باقی ہے

ایک جلد سفرنامہ پنجاب کی ہدیتہً آج آپ کی خدمت میں روانہ کی ہے۔ اس نذر کے قبول فرمانے سے مجھ کو عزت اور میرے دل کو خوشی بخشیے۔ والسلام

علیگڈھ ۲۴ رجولائی ۱۸۸۴ء　　　　خاکسار سید احمد

نو روزہ نبوی خدا آپ کو اور تمام امت محمدیہ کو مبارک کرے۔ آمین۔

(۱۴)

مجی و مکرمی

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ جس جوشِ محبت سے آپ نے وہ عنایت نامہ لکھا ہے اُس کا دل سے شکر گذار ہوں۔ سول اسٹیشن میں مطلق بیماری نہیں ہے اور شہر میں بھی نہایت کم ہے۔ گو ہم نیچری ہوں مگر ہم کو خدا پر مولویوں سے زیادہ بھروسہ ہے میں تفسیر لکھنے میں بہت زیادہ مشغول ہوں اور نہایت مشکل مشکل مقام لکھ چکا ہوں۔ آپ دیوبند میں کب تک قیام کریں گے؟ والسلام

خاکسار سید احمد

علیگڈھ ۱۶ اگست ۱۸۸۴ء

(۴۲)

مجی و مکرمی مخدومی مولوی محمد ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ مشعر مبارک باد نوروز نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام پہنچا۔ خدا آپ کو بھی مبارک کرے اور تمام مسلمانوں کو مبارک ہو۔ در حقیقت اسلام کا اور مسلمانوں کا یہی نوروز ہے۔ آپ کو بہت سے ایسے نوروز خوشی و خرمی و مبارکبادی کے ساتھ (نصیب) ہوتے رہیں۔

میں خود چند روز سے آپ کے حالات دریافت کرتا تھا اور متامل تھا کہ خط کہاں بھیجوں خدا کا شکر ہے کہ کسی دوست کے ذریعہ سے آپ کا حال معلوم ہوا۔ جس کا مجھ کو بہت افسوس تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ آپ لاہور سے دیوبند چلے گئے ہیں مگر طبیعت ایسی شکست ہو گئی تھی کہ خط لکھنے میں بھی سستی ہو گئی۔ بہرحال آپ کی خیر و عافیت سے دل خوش ہوا۔

ان دنوں میں مسودہ خطبات احمدیہ صاف ہو رہا ہے۔ اگر اس سے غفلت اور زیادہ کی جاتی تو ضائع (ہو) جاتا۔ ایک مہینے سے کم میں اس سے فراغت ہو جاوے گی۔ بعد تفسیر پر متوجہ ہوں گا۔

جس وقت آپ کا دل چاہے علیگڑھ تشریف لائیے۔ آپ کے تشریف لانے اور ملاقات سے نہایت خوشی ہوگی۔ والسلام

علیگڈھ ۵ جولائی ۱۸۹۶ء　　　　خاکسار سید احمد

(۴۳)

مجی و مکرمی

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کی صحت و سلامتی سے خوشی ہوئی۔ مگر ناکامی امتحان کا سخت افسوس ہے۔

میں ان دنوں میں کسی قدر زیادہ علیل ہو گیا تھا۔ اب فضل الٰہی سے بالکل صحت ہے۔

میں نے تفسیر لکھنی شروع کر دی ہے۔ سورہ انفال کی پہلی گیارہ آیتیں جو نہایت مشکل و دقت طلب تھیں ان کی تفسیر تو چھپ بھی چکی ہے۔ دو تین روز کے عرصہ میں تح اوراق خطبات جس قدر چھپے ہیں خدمت میں روانہ کروں گا۔

اس وقت آپ کے سامنے دو قسم کے امتحان ہیں منقابلہ و بی۔ اے۔ ان میں سے جس میں آپ کو زیادہ کامیابی کی امید ہو تو کلاً علی اللہ اس کو اختیار کیجئے۔ والسلام

علیگڈھ ۲۷ اگست ۱۸۸۶ء　　　　خاکسار سید احمد

(۴۴)

مجی مکرمی شفیق من

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کو مخدومی جناب مولوی سید محمد صاحب سے میری بیماری کے شدائد سن کر زیادہ تردد ہوا۔ یہ صرف آپ کی محبت کا باعث ہے مگر درحقیقت میری طبیعت اس درجہ پر علیل نہ تھی جس درجہ پر دوستوں نے اپنی محبت سے خیال کیا تھا۔ لوگوں کو شبہ ہوا کہ مجھ کو دل کی بیماری شروع ہو گئی، اور یہی بات ان بزرگوں کے زیادہ تر تردد و گھبراہٹ

کی ہوئی۔ مگر انھوں نے یہ خیال نہ کیا کہ خدا نے میرا دل ہی ایسا نہیں بنایا جس میں کوئی بیماری ہو یا ہو سکے۔

بہرحال بیماری زیادہ تھی یا کم۔ خدا کا شکر ہے کہ اب بالکل صحت ہے۔ تفسیر کا لکھنا شروع کر دیا ہے۔ سورہ انفال کی جس طرح تفسیر لکھی ہے۔ امید ہے کہ آپ پسند فرماویں گے۔ دو تین دن میں کہ فہرست مطبوعہ درست ہو جاویں آپ کی خدمت میں روانہ کروں گا۔ خدا تعالیٰ (سے) آپ کی صحت و کامیابی (کی) ہمیشہ آرزو ہے۔ والسلام

علیگڑھ ۶ ستمبر ۱۸۸۶ء
خاکسار سید احمد

(۴۵)

مجی و مکرمی

میں ۱۳ دسمبر روز دوشنبہ کو نو بجے یہاں سے روانہ ہوں گا اور قریب پانچ بجے کے دیوبند اسٹیشن پر پہنچوں گا۔ وہاں آپ سے ملنے کی نہایت خوشی ہوگی۔ والسلام

علیگڑھ ۱۱ دسمبر ۱۸۸۶ء
خاکسار سید احمد

(۴۶)

مجی و مکرمی

عنایت نامہ پہنچا۔ میری طبیعت فضل الٰہی سے اب اچھی ہے۔ تفسیر کا کام ابھی شروع نہیں ہوا ہے اور نہ اگست میں شروع ہوگا۔ موسم معتدل ہو جائے تب شروع کروں گا۔

جو مسلمان طالب علم پنجاب سینٹ کی یونیورسٹی سے خارج ہوا ہے جب تک کہ وہ صفائی حاصل نہ کرے کسی یونیورسٹی کالج میں داخل نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی یونیورسٹی اُس کو امتحان میں بیٹھنے کی اجازت دے سکتی ہے اور نہ ایسے لوگ جو مسلمانوں کو اس طرح بدنام کریں کسی ہمدردی کے قابل ہیں۔

ہم اپنے کالج میں ایسے بدنام شخصوں کو کسی طرح داخل نہیں کر سکتے۔ اور اس کا نتیجہ بجز کالج کی بدنامی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ والسلام

علیگڑھ ۲۷ جولائی ۱۸۸۷ء
خاکسار سید احمد

(۴۷)

مجی مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ منشی محمد رمضان صاحب کی علالتِ طبع (کا حال معلوم ہو کر) افسوس ہوا۔ خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ اب اُن کو صحت کامل ہو گئی ہوگی۔ آپ اُن کی خیر و عافیت سے جلد تر مجھ کو مطلع فرماویں۔ میں اب دو ہفتہ نہایت تین ہفتہ کے لیے نینی تال جاتا ہوں۔ آپ منشی محمد رمضان صاحب کی خیر و عافیت کا خط مندرجہ ذیل نشان پر بمقام نینی تال روانہ فرماویں

No: 198 Edwinistones, Naini Tal.

تصانیف کا چھپنا ختم ہو گیا۔ آپ خاطر جمع رکھیں کہ بعد واپسی نینی تال تمام ترہمت تفسیر پر ہوگی۔ اب سوائے تفسیر کے میرے

پاس کوئی کام نہیں ہے۔

منشی محمد رمضان صاحب کو میرا بہت بہت سلام پہنچے۔ والسلام

خاکسار سید احمد

علیگڈھ۔ ۲۳ ستمبر ۱۸۸۷ء

(۴۸)

مجبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کی خیر و عافیت سے طمانیت اور مکرمی منشی محمد رمضان صاحب کی صحت سے نہایت خوشی ہوئی۔

میں اب تک نینی تال میں ہوں ۱۸ اکتوبر کو روانہ ہوں گا اور ۱۹ اکتوبر کو انشاء اللہ تعالیٰ علیگڈھ پہنچ جاؤں گا۔ مجھ کو معلوم نہیں ہے کہ آپ لاہور میں کیوں رہتے ہیں اور وہاں قیام کرنے کا کیا سبب ہے۔ میری نہایت آرزو ہے کہ کچھ مدت تک آپ میرے پاس رہیں۔ آپ کی ملاقات اور یکجائی رہنے سے میرے دل کو نہایت خوشی ہوگی۔ اور تفسیر کے اختتام میں بھی نہایت مدد پہنچے گی۔

فراغت کامل حاصل ہونے میں ذرا سی بات باقی ہے۔ یعنی ۱۵ نومبر کو بمقام کلکتہ پبلک سروس کمیشن کا اجلاس ہوگا اور غالباً آخر نومبر تک ختم ہو جاوے گا۔ شروع دسمبر میں میں علیگڈھ آ جاؤں گا۔ اگر کچھ ہرج اور کوئی امر مانع نہ ہو تو آپ بھی دسمبر میں علیگڈھ آ جاویں اور کم از کم جاڑے بھر میرے پاس رہیں۔ اگر میری یہ درخواست آپ منظور فرماویں تو مجھ کو نہایت خوشی اور بے انتہا احسان مندی ہوگی۔ بہت سی باتیں لکھی جاویں گی اور بہت سے کام پورے ہو جاویں گے۔ اخیر دسمبر میں دو چار دن کے لیے لکھنؤ چلنا ہوگا وہ تماشا بھی دیکھ لیجئے گا۔ والسلام

خاکسار سید احمد

نینی تال ۱۴ اکتوبر ۱۸۸۷ء

(۴۹)

مجبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ مع نصف نصف دو قطعہ نوٹ تعدادی چالیس روپے پہنچا۔ منشی رمضان کی علالت طبع سے نہایت رنج ہے۔ خدا اُن کو جلد صحت بخشے۔ میں نے ابھی اُن کے نام بھی خط لکھا ہے۔ آپ اُن کی صحت مزاج سے بمقام علیگڈھ مجھ کو مطلع فرماویں۔ آپ نے حالت بیماری میں اُن سے روپے کیوں لیے۔ اُن کو تکلیف نہ ہو۔ اگر نامناسب ہو تو واپس کر دو کہ پھر مناسب وقت (پر) دے دیں گے۔

میں کل یہاں سے روانہ ہوں گا اور ۱۹ اکتوبر کو علیگڈھ پہنچوں گا۔ اس سے پہلے جو خط میں نے لکھا ہے امید ہے کہ اس کا جواب علیگڈھ میں ملے گا۔ والسلام

خاکسار سید احمد

نینی تال۔ ۱۶ اکتوبر ۱۸۸۷ء

(۵۰)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ اور تار پہنچا، منشی محمد رمضان صاحب کی نسبت جو نہایت تردد تھا رفع ہوا۔ اللہ تعالیٰ اُن کو صحت کامل عطا فرمائے۔ آپ کا حال نسبت ناکامی امتحانات مقابلہ پہلے سے معلوم تھا۔ جس کی نسبت نہایت افسوس ہے جدید امر جو معلوم ہوا وہ مترجمی کا ہے۔ میں ہرگز آپ کو رائے نہیں دیتا کہ آپ بغیر اس کے کہ دوسری جگہ کوئی سہارے کی توقع ہو تعلق مترجمی کو ترک کریں۔ خصوصاً صرف علیگڑھ میں آنے اور چند روز رہنے اور ملنے کے خیال سے۔

اس تعلق کو ترک کرنا بڑی غلطی ہے۔ ہرگز ایسا مت کرنا۔ میں نے جو آپ کے یہاں آنے اور چند روز رہنے کو لکھا تھا اس خیال پر مبنی تھا کہ آپ محض سینے تعلق وہاں پڑے ہیں۔ روزگار اس زمانہ میں ملنا نہایت دشوار ہو گیا ہے۔ تمہارے والد کیا کوشش کر سکتے تھے۔ روزگار کے بھی قیود اس قسم کے ہیں کہ کوشش چل نہیں سکتی۔ اگر آپ کہیں تو میں بعض احباب حیدرآباد کو آپ کے حالات اور آپ کی لیاقت وغیرہ سے اطلاع دوں کہ اگر کوئی موقع ہو اور آپ سے لائق آدمی کی اُن میں سے کسی کو ضرورت ہو تو آپ کا خیال رکھیں۔ اگرچہ حالات حیدرآباد کے بالکل دوسرے ہو گئے ہیں۔ لیکن اُن لوگوں کو بہ مجبوری بعض اوقات ایسے آدمی کی جیسے کہ آپ ہیں ضرورت پیش آ جاتی ہے۔ ہاں سب سے زیادہ موثر کرنل مارشل ہیں۔ مگر مجھ کو اُن سے واقفیت کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ عزیز مرزا بی۔ اسے جس نے کالج کے تمام احسانوں کو فراموش کیا۔ اور پچھلے فساد کا سبب اول سرغنہ اور اخباروں میں آرٹیکل لکھنے والا تھا اتفاق سے حیدرآباد چلا گیا۔ مولوی مہدی حسن کو لائق آدمی کی ضرورت تھی انہوں نے اُس کو کسی کام پر اور معلوم نہیں کس قدر تنخواہ پر نوکر رکھ لیا۔ میں نے کہا کہ میں خوش ہوں اگر وہ نوکر ہو جائے۔ جو اُس نے بدی اور کالج کی احسان فراموشی اُس نے کی۔ یہ اُس کا خبث طینت تھا۔ اگر میں بھی اُس کی بُرائی چاہوں تو مجھ میں اور اُس میں کیا فرق ہے۔ ابھی چند روز ہوئے مولوی مہدی حسن مجھ سے ملنے آئے تھے۔ میں نے اُس کی لیاقت و قابلیت کی بہت تعریف کی۔ درحقیقت اُس میں بہت عمدہ لیاقت ہے۔ اب یہ اُس کا کام ہے کہ اُس لیاقت کو نیکی اور نیک کاموں میں صرف کرے یا بدی اور بد کاموں میں۔

اس واقعہ کے لکھنے سے میرا یہ مطلب ہے کہ گو حیدرآباد کے حالات کیسے ہی تبدیل ہو گئے ہوں مگر بعض وقت اُن لوگوں کو بہ مجبوری کسی لائق آدمی کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ پس اگر آپ کے حالات سے بھی مولوی مہدی علی۔ مولوی مشتاق حسین اور مولوی مہدی حسن کو اطلاع رہے گی تو بہ وقتِ ضرورت وہ ضرور اس کا خیال رکھیں گے۔ باقی امور جو متعلق بُعد مسافت اور وہاں کے سوشل برتاؤ سے متعلق ہیں۔ اُن پر آپ بخوبی غور کر کے اور اپنی حالت و مزاج و طبیعت پر خیال کر کے فیصلہ کر سکتے ہیں۔ بہرحال اگر آپ پسند کریں گے تو میں آپ کے حالات سے اُن تینوں صاحبوں کو مفصل اطلاع دوں گا۔

مناسب ہے کہ میں اپنی رائے سے بھی آپ کو اطلاع دوں۔ وہ یہ ہے کہ میں چیف کورٹ کی مترجمی کو اگر اُس میں ڈیڑھ سو دو سو روپیہ مل جاتے ہیں۔ تو میں حیدرآباد کے کسی سررشتہ سرکاری یا دیگر قسم کی نوکری پر جس کی تنخواہ چار سو پانسو

تک بھی ہو زیادہ ترجیح دیتا ہوں۔ یہ میری خاص رائے اور طبیعت ہے۔

میں آپ کو مکرر رائے دیتا ہوں کہ علیگڈھ آنے کے خیال سے آپ مترجمی کے تعلق کو ترک نہ کیجیے والسلام

خاکسار سید احمد

علیگڈھ ۵ نومبر ۱۸۸۶ء

بقیہ نصف نوٹ چالیس روپے کے پہنچ گئے فقط

تفسیر جس قدر چھپ چکی ہے اُس کے بعد سے کام بند ہے۔ میری طبیعت اکثر نادرست رہتی ہے پوری صحت نہیں ہوئی گو کوئی خاص بیماری نہیں ہے۔ نہ کام کرنے سے مجبور ہوں۔ فقط

(۵۱)

مجبی و مکرمی و اد شفیقی مولوی ممتاز علی صاحب

میں نے جو خط منشی محمد رمضان مرحوم کے بیٹے کی بابت بجواب آپ کے عنایت نامہ کے بھیجا تھا۔ وہ آپ کو پہنچا یا نہیں اور اُس کی بابت کیا ٹھیرا۔

میں یہاں سے ۲۰ اکتوبر کو روانہ ہوں گا اور سیدھا دہلی جاؤں گا۔ اور اخیر اکتوبر تک علیگڈھ واپس آؤں گا۔

امید کہ اپنی خیر و عافیت سے اور جو امر طے ہوا ہو اُس سے مطلع فرمائیے۔ والسلام

خاکسار سید احمد

نینی تال ۱۰ اکتوبر ۱۸۸۵ء

(۵۲)

مجبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ فہرست ممبران موجودہ اجلاس اول اب تک میرے پاس نہیں پہنچی۔ امید کہ خان بہادر بیچ دیں گے ماہ فروری میں مولوی مہدی علی خان بہادر ہمراہ سر آسمان جاہ براہ الہ آباد و کلکتہ جاویں گے۔ یا وہ مجھ سے ملنے علیگڈھ آویں گے یا میں اُن سے ملنے الہ آباد جاؤں گا اور کیا عجب ہے کہ صورت اخیر میں سر آسمان جاہ سے بھی ملاقات ہو۔ میں تمہارا تذکرہ دونو صاحبوں سے کروں گا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے۔

مولوی مشتاق حسین صاحب کو صحت ہو گئی ہے۔ وہ بمبئی سے حیدر آباد گئے ہیں۔ مگر نہایت ضعیف و کمزور ہیں۔ امید ہے کہ تندرست جلد ہو جاویں گے۔

میرے پاس امام غزالی کا کوئی مجموعہ نہیں ہے۔ صرف رسالہ تفرقہ ہے جو علیحدہ چھپا ہوا ہے اور رسالہ تہافۃ الفلاسفہ ہے۔ جو مجموعہ وہاں ہے اطلاع فرمایئے کہ اُس میں کیا کیا کتابیں ہیں۔ شاید مجھ کو بھی کسی کتاب کی نقل درکار ہو۔

ان دنوں میں میں مدرستہ العلوم کے لیے ٹرسٹیوں کا قانون بنانے میں مصروف ہوں۔ خواہش ہے کہ اُس کے لیے بھی باضابطہ ٹرسٹی مقرر کیے جاویں اور گورنمنٹ کی جانب سے ایک خاص ایکٹ مختص المقام اُس کے لیے صادر ہو۔ یہ کام سب سے مقدم ہے دو تین ہفتہ میں انجام ہوگا۔

اس کے بعد ظاہراً تفسیر کی طرف توجہ (کرنے) کی فرصت ملے گی۔
کوڈ تعلیم جو سر رشتہ تعلیم سے جاری ہوا ہے۔ اُس کی ایک جلد انگریزی اور ایک جلد اردو خرید کر کے فی الفور روانہ کر دو۔ والسلام

علیگڈھ ۲۲ر جنوری ۱۸۶۹ء　　　　خاکسار سید احمد

(۵۳)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا خط پہنچا، انگریزی و اردو کوڈ تعلیم پنجاب بھی پہنچا۔
علیگڈھ میں مولوی مہدی علی صاحب کے آنے کی کوئی تاریخ معلوم نہیں، جب وہ کلکتہ سے روانہ ہونے کا انتظام کریں گے اُس وقت کوئی تاریخ محقق ہوگی۔ ابھی تو وہ حیدر آباد سے روانہ ہی نہیں ہوئے۔ میرا الہ آباد جانا نہیں ہو سکتا۔
امام غزالی کے مجموعہ میں سے اُن اوراق کو جن میں مسئلہ رویت باری مسئلہ استوا علی العرش۔ اور بعض متفرق نصائح ہیں میرے لیے نقل (کروا دو) اور بعد مقابلہ و صحت میرے پاس بھیجدو۔
قانون ٹرسٹی سے ابھی فرصت نہیں ہوئی جس وقت فرصت ہوئی اور کام تفسیر شروع ہوا آپ کو فی الفور اطلاع دوں گا۔ والسلام

علیگڈھ ۱۲ر فروری ۱۸۶۹ء　　　　خاکسار سید احمد

(۵۴)

مجی و مکرمی منشی محمد ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ ممنون ہوا۔ میری دانست میں ابھی رخصت لینے میں تامل چاہیئے۔ اگر نظام معہ سر آسمان جاہ و مہدی علی وغیرہ کے نیل گری پہاڑ پر گئے تو میری دانست میں اُس وقت تک کہ سب لوگ حیدر آباد واپس آویں۔ حیدر آباد جانا مناسب نہ ہوگا ہاں اگر اس درمیان میں مہدی علی کی خواہش تمہارے وہاں جانے کی مجھے معلوم ہوئی تو میں فی الفور تم کو اطلاع دوں گا۔ اور کیا عجب ہے کہ اس معاملہ (میں) وہ خود مجھ کو کچھ لکھیں۔
شہر بغداد کا نام زوراء بھی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ امام غزالی کا کوئی رسالہ زوراء بھی ہے۔ زیادہ اس سے معلوم نہیں۔ غالباً شہر بغداد کا حال اُس میں ہو۔ یا یہ کہ زمانۂ قیام بغداد میں کسی مضمون پہ لکھا ہو۔
سوائے تفسیر کبیر کے اور کوئی کتاب امام رازی کی میرے پاس نہیں ہے۔ تفسیر آیہ نور کی نقل جو آپ نے کی ہے اُس کا شکریہ۔ آرٹیکل آپ کا جب آوے گا نہایت خوشی سے اخبار میں چھاپوں گا۔
رسالہ روحیہ کی نسبت میں نے خط حیدر آباد لکھا ہے۔ تفہیمات الٰہیہ میرے پاس ہے۔ بمشکل ایک کتاب ملی تھی اُس کی نقل نہایت جلدی میں لے لی ہے۔ وہ اصل کتاب ہی غلط تھی اور نقل شاید اور غلط ہو۔ والسلام

علیگڈھ ۳ر اپریل ۱۸۶۹ء　　　　خاکسار سید احمد

(۵۵)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب (بٹالوی) نے مجھ کو اطلاع دی ہے کہ امام غزالی کی جس قدر کتابیں اُن کے پاس تھیں
آپ نے نقل کے لیے لے لی ہیں۔ آپ مہربانی سے اطلاع فرماویں کہ کون کون سی کتابیں آپ نے اُن سے لی (ہیں) اُن کے نام
بہ صحت پورے پورے طور پر لکھ بھیجو اور تحریر فرماؤ کہ اُن کی نقل و مقابلہ و صحت کی کیا تدبیر کی گئی (ہے) والسلام

علیگڈھ ۲۴ ؍ اپریل ۱۸۸۹ء
خاکسار سید احمد

(۵۶)

مجی و مکرمی مولوی محمد ممتاز علی صاحب

افسوس ہے آپ نے اس وقت تک اپنی اسپیچ نسبت رزولیوشن نمبر ۷ جو ایجوکیشنل کانگریس کے اجلاس میں بوقت
پیشی اس رزولیوشن کے کی تھی نہیں بھیجی۔ اور نہ گورنمنٹ پنجاب کا رزولیوشن نمبر ۱۴۴ مورخہ ۲۵ ؍ جولائی ۱۸۸۸ء۔ اس سبب
سے نہایت ہرج ہوا ہے۔ اور رپورٹ کا چھپنا بند ہو گیا ہے۔ اب بواپسی ڈاک اپنی اسپیچ لکھ کر ارسال فرماویں۔ اگر اس کے
بعد اسپیچ نہ چھپی تو نہایت شرم کی بات ہے۔

امید کہ فی الفور چند سطریں لکھ کر روانہ کرو۔ والسلام

علیگڈھ ۷ ؍ جون ۱۸۸۹ء
خاکسار سید احمد

(۵۷)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مخدومی محمد برکت علی خاں صاحب کی رائے پہنچ گئی ہے اگر ممکن ہو تو نواب نوازش علی
خاں صاحب سے بھی جواب حاصل کرنا چاہیے چشتی صاحب سے اور محمد برکت علی خاں صاحب سے اگر صفائی ہو جاوے چشم ما روشن
چشتی صاحب مولوی سمیع اللہ خاں کے اختلاف سے اگر فائدہ اُٹھاویں تو اس میں چارہ کیا ہے۔

تہذیب الاخلاق اگر آپ لاہور میں اپنے اہتمام سے جاری کریں (تو) نہایت بہتر ہے۔ میں باقاعدہ مضمون
لکھنے کا وعدہ نہیں کرتا: میرا شوق اس طرف سے ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ اس لیے مضمون برجستہ لکھے جانے مشکل ہیں مگر پھر بھی جب
دل چاہے گا کوئی مضمون لکھ بھیجوں گا۔ مگر مجھ پر بھروسہ مت کرو۔ یہ بھی غور کرو کہ بسبب ملازمت کے تم مجاز پرچہ نکالنے کے
ہو یا نہیں: یہ بھی سمجھ لو کہ اول نقصان ہے اور برابر رہنا یا فائدہ بعد کو ہے۔ غرض کہ سب باتیں سوچ کر کام کرو۔

منشی محمد رمضان مرحوم کی بابت آپ نے غلطی کی ہے۔ منشی محمد رمضان مرحوم نے مجھ کو سو روپے نہیں دیے تھے
صرف ساٹھ روپے دیے تھے۔ حساب میں ساٹھ روپے مندرج ہیں۔ پس اگر یہ صحیح ہے تو آپ کو بیس روپے منشی فضل ال

واپس دینے لازم ہیں اس خط کا جواب آنے پر میں منشی فضل الٰہی کو خط لکھوں گا۔
جو من کا چھپا ہوا قرآن مع نجوم الفرقان میرے پاس بھیج دو۔ شروع ماہ آئندہ میں اٹھائیس روپے بھیج دوں گا۔ والسلا

علیگڑھ ۱۰ رجون ۱۸۸۹ء — خاکسار سید احمد

(۵۸)

قبلہ و کعبہ من

بعد از آداب نیاز مندانہ آنکہ اسپیچ و نقل ریزولیوشن مطلوبہ ارسالِ خدمت (کیے) جاتے ہیں۔ مجھ سے پہلے تقاضہ نہ ہو
تھا۔ اس واسطے نہ بھیجے گئے۔ تاخیر معاف ہو۔ والسلام از لاہور
مفصل خط عقب میں بھیجوں گا۔

۱۰ رجون ۱۸۸۹ء — حضور کا تابعدار، ممتاز علی

(مولوی ممتاز علی کے اس خط پر سر سید نے اس کا جواب لکھ کر واپس بھیج دیا تھا۔ لہٰذا
یہ دونوں خط اکٹھے یہاں درج کیے جاتے ہیں۔ خط نمبر ۵۹ اسی خط کا جواب ہے)

(۵۹)

مجی

رزولیوشن گورنمنٹ پنجاب کی نقل انگریزی میں بھیجنی چاہیئے کہ بغیر اس کے درخواست گورنمنٹوں میں نہیں دی جا سکتی۔ والسلا

علیگڑھ ۱۲ رجون ۱۸۸۹ء — خاکسار سید احمد

(۶۰)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

دوستانِ پنجاب نے سوائے سردار محمد حیات خاں کے اور کسی نے نسبت مسودہ قانون ٹرسٹیان بسبب سہل انگاری کے
جواب نہیں بھیجا۔ حالانکہ جواب جلد آنے کی نہایت ضرورت ہے۔
آپ بمجرد پہنچنے اس خط کے خان بہادر محمد برکت علی خاں صاحب (کے پاس) جاویں اور فی الفور اُن سے جواب لکھا کر بھیج دیں
علاوہ ان کے نواب نوازش علی خاں صاحب۔ فقیر جمال الدین صاحب۔ نواب عبدالمجید خاں صاحب بھی ممبر ہیں اُن
کے پاس بھی کاغذات اور خط بھیجے گئے تھے) اُن سے بھی اگر ممکن ہو جواب لکھا کر بھیج دو۔ جواب (جلد) بھیجو تاکہ انتظار نہ رہے۔ والسلام

علیگڑھ ۱۷ رجون ۱۸۸۹ء — خاکسار سید احمد

(۶۱)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ میں نے تفسیر کے خریداروں کا حساب دیکھا۔ منشی محمد رمضان مرحوم نے پہلی دفعہ یکمشت ساٹھ روپے دیے تھے۔ دو دفعہ کرکے نہیں دیے۔ ضرور اس کے بعد چالیس روپے اور آئے ہوں گے اور اُن کی تحریر سے پایا جاتا ہے۔ غالباً اس حساب میں جس کا آپ نے نشان دیا ہے۔ چالیس روپے آتے تھے۔ پس سو روپے کا وصول ہونا صحیح ہے، پس اب آپ کوئی روپیہ واپس نہ فرمایئے اور جس مضمون کا خط آپ کہیں میں لکھ بھیجوں۔ محمد برکت علی خاں صاحب اس وقت تک لاہور پہنچ گئے ہوں گے۔ میں نے ان کی خدمت میں نیاز نامہ لکھا ہے۔ آپ بھی اُن کو یاد دلایئے کہ نواب نوازش علی خاں صاحب نواب عبدالمجید خاں صاحب اور فقیر سید جمال الدین سے نسبت مسودہ قانون ٹرسٹیان بات چیت کرکے رائے بھجوا دیں۔ والسلام

علیگڈھ ۱۹ر جولائی ۱۸۸۹ء خاکسار سید احمد

(۶۲)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا، آپ نے جو مبارکباد دی ہے۔ اس کا شکر کرتا ہوں۔

غزالی کی کتابوں کی تلاش میں جس قدر ہو سکے کوشش کرو۔ سہ شنبہ حال کے اخبار میں بہت لمبی فہرست چھپی ہے اس کو ملاحظہ کرو۔

مجھے نہایت خوشی ہوئی کہ آپ نے المنقذ من الضلال کا ترجمہ کیا ہے۔ میں اس ترجمہ کو نہایت خوشی سے پڑھوں گا جب تم بھیجو گے۔

قیمت تفسیر بقدر سو روپیہ کے طلب کرنا صحیح نہیں ہے۔ اُس کا حساب یہ ہے کہ فی روپیہ تین جزو کے حساب سے قیمت لی جاوے۔ علاوہ قیمت جلد بندی کے۔ یہ مناسب قیمت ہے۔ مجھے یاد نہیں کہ منشی محمد رمضان نے کس قدر روپیہ میرے پاس بھیجا (تھا) حساب دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ اگر انہوں نے پورا سو روپیہ بھیج دیا ہو۔ تو چار جلدوں کی قیمت بشرح مذکور وضع کر جس قدر روپیہ باقی رہے۔ وہ مجھ سے واپس لو۔ کیونکہ معاہدہ یہی ہے کہ بحساب فی روپیہ تین جزو کے قیمت لی جاوے گی۔ سو روپے علی الحساب پیشگی لیے گئے تھے۔

مولوی مہدی علی صاحب میرے پاس آئے تھے اور میں نے تمہارا سب حال اور جو محبت مجھے تم سے ہے اور سب سے زیادہ تمہاری لیاقت اور سعادت مندی اور نیکی کا ان سے ذکر کیا۔ وہ نہایت خوشی سے اپنے دفتر میں تم کو جگہ دیں گے۔ اس بات کو انہوں نے بھی پسند کیا کہ آپ چند روز کی رخصت لے کر حیدرآباد (دکن) جاویں۔ ان سے ملیں۔ دونوں میں واقفیت ہو۔ اور جو امر طے پاتا ہو وہ (طے) ہو جاوے۔ مگر یہ بات کہ آپ وہاں رہنا پسند کریں گے اور یہ کہ جو تنخواہ وہ تجویز کریں آپ اُس کو کافی سمجھیں گے۔ یہ اُس وقت ہی ہو سکے گا جب آپ وہاں جاویں۔ اور سب امور طے ہوں۔

محمد برکت علی و منشی محرم علی چشتی کی بابت جو آپ نے لکھا ہے مجھے درحقیقت نہایت افسوس ہے کہ میں نے

وہ خط برکت علی خاں صاحب کے پاس کیوں بھیج دیا۔ اگر اُس میں برکت علی خاں صاحب کا ذکر نہ ہوتا جس سے مجھے فی الجملہ تردد ہو گیا تھا کہ کیا واقعہ گذرا تو میں اُس خط کو ہرگز نہ بھیجتا، اتنا مجھے یقین کامل ہے کہ منشی محرم علی چشتی صاحب نے جو خط مجھ کو بھیجا تھا اُس کا انگریزی لفافہ جس شخص کے ہاتھ کا لکھا (ہوا) تھا کچھ شبہ نہیں کہ دوسرے خط کا لفافہ بھی اُسی شخص کے ہاتھ کا تھا۔ میری رائے بالکل آپ سے متفق ہے بلکہ میرے نزدیک قسم لینی بھی واہیات ہے۔ ایک شخص جب مجمع میں کہتا ہے کہ میں نے نہیں لکھا (تو) اُس کے قول کو تسلیم کرنا چاہیئے گو اُس نے جھوٹ کہا ہو۔ شرعاً بھی اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب بجز قیاس و گمان کے کہ وہ خط محرم علی چشتی کا ہے کوئی ثبوت یا شہادت نہیں ملی تو اس صورت میں اُس کا انکار کافی ہے اور قابل تسلیم ہے۔

قطع (نظر) اس معاملہ کے اوقاف کا حساب جناب خانصاحب (کو) چھپوانا اور مشتہر کرنا ضرور ہے۔ محرم علی کے معاملہ سے قطع نظر کر کے حساب کا علانیہ مشتہر کرنا اور روئداد انجمن اسلامیہ میں چھاپنا واجبات سے ہے۔ مگر شرائط صلح میں اس شرط کا (اندراج) کہ خانصاحب حساب دیں نامناسب ہے، خانصاحب قبل کسی صلح کے اور بغیر کسی کے کہے سُنے جس قدر جلد ممکن ہو ایک اجلاس انجمن اسلامیہ کا مقرر کریں اور کل حساب پیش کر کے ممبروں سے منظوری حاصل کریں۔ یہ امر خود انجمن کا فرض ہے۔ کسی صلح کی شرط پر اس کا قرار دینا ناواجب ہے۔ میں نہایت خوش ہوں گا اگر یہ جھگڑا طے ہو جاوے۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ ہمارے دوست منشی محرم علی چشتی صاحب کی طینت ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ اپنی باتوں سے باز نہیں آنے کے۔ نہایت افسوس کی بات ہے۔

حیدرآباد کی نسبت جو تمہارا ارادہ ہو اُس سے اطلاع دو۔ کیونکہ میں آپ کو اطلاع دوں گا کہ کونسا زمانہ وہاں جانے کا آپ کے لیے مناسب ہو۔ والسلام

علیگڈھ ۲۰ر جولائی ۱۸۸۹ء — خاکسار سید احمد

(۶۳)

مجبی و کرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ منشی فضل الٰہی صاحب کے نام کا خط ملفوف ہے۔ اُن کو دے دیجیئے۔ میں ۱۵ر اگست کو یہاں نہیں ہونے کا اور دو ہفتہ تک علیگڈھ سے غیر حاضر رہوں گا۔ آپ کے عہدہ سے علیحدہ ہونے کا افسوس ہے۔ میں نے آج ہی ایک خط مولوی مہدی علی صاحب کو آپ کی بابت لکھا ہے اُس کا جو جواب آوے گا۔ اُس سے آپ کو مطلع کروں گا میں نے اُن کو یہ بھی لکھا ہے کہ اگر تمہاری مرضی ہو تو وہ وہاں آویں (اور) تم سے ملیں۔ اُن کو دیکھو اُس کے بعد جو (مناسب) ہو وہ کرو۔

امید ہے کہ دس بارہ دن میں جواب آوے۔ والسلام

علیگڈھ ۴ر اگست ۱۸۸۹ء — خاکسار سید احمد

(۶۴)

مجی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

میں ان دنوں میں الہ آباد میں ہوں۔ آخر ماہ تک یہاں رہوں گا۔ میں نے مسائل خاص امام غزالی پر ایک خاص طرز سے ریویو لکھنے شروع کر دیے ہیں جو سرمور گزٹ میں چھپیں گے۔ ترجمہ رسالہ المنقذ من الضلال بصیغہ رجسٹری میرے پاس بھیجدو۔ تم گوالیار میں کب تک رہو گے۔

حیدر آباد سے جواب آیا۔ میں نے پڑھ کر نہایت افسوس کیا اور تم بھی نہایت افسوس کرو گے۔

الہ آباد۔ بمکان آنریبل جسٹس سید محمود، ۱۷ر ستمبر ۱۸۸۹ء — خاکسار سید احمد

(۶۵)

مجی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کے دو عنایت نامے اور قرآن مجید و ترجمہ المنقذ پہنچے۔ آپ کا شکر کرتا ہوں۔ قرآن مجید کی قیمت میں بھول گیا کہ آپ نے کیا لکھی تھی۔ دوبارہ ارقام فرمائیے۔

آپ کے ترددات کا مجھے نہایت افسوس ہے اور زیادہ تر افسوس اس بات کا ہے کہ آپ کو ایسے زمانہ میں تردد ہوا ہے جس زمانہ میں ہمارے دوستوں کو بھی نہایت تردد ہو رہا ہے خدا سب کے ترددات کو رفع کرے۔ ترجمہ المنقذ کو میں کسی وقت دیکھوں گا۔ نومبر و دسمبر میں تو فرصت نہیں ملنے کی اور اس کے بعد فرصت ہو جائے گی۔ دسمبر کی تعطیل میں امید ہے کہ ضرور آؤ گے۔

میں نے خط لکھنے میں اس لیے دیر کی کہ تمھارا خط لاہور سے آجاوے۔ لیکن اب یہ خط دیوبند بھیجتا ہوں جیسا کہ تم نے لکھا ہے۔ مگر (تم) مترجمی کی اسامی پر لاہور اب تک کیوں نہیں گئے۔ والسلام

علیگڑھ، ۷ر نومبر ۱۸۸۹ء — خاکسار سید احمد

(۶۶)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا محبت نامہ مورخہ ۱۲ر فروری کو پڑھ کر مجھے تعجب (ہوا) کہ تم کو بھی میری طرف سے یہ خیال گذرا کہ میں کہیں تمھاری طرف سے آشفتہ خاطر تو نہیں ہو گیا۔ توبہ کرو اور استغفار کرو کہ ایسا غلط۔ بیجا۔ ناممکن خیال تمھارے دل میں کیوں آیا بلکہ خود تم کو معذرت تحریر جوابات کے تاخیر کی لکھنے کو تھا۔ تمھارے خط ڈھونڈ رہا تھا۔ کہاں پڑے ہوتے ہیں وہ دستیاب نہیں ہوتے۔ ابتدائے جلسہ ایجوکیشنل کانگرس کے انتظامات میں اور قانون ٹرسٹیان کی روئداد لکھنے میں سرگردانی رہی۔ ہر دفعہ بعد اختتام جلسہ الہ آباد و لکھنؤ چلا گیا۔ ایک مہینے سے زیادہ سفر میں گذر گیا۔ تمام کام ابتر ہو گئے۔ خطوط کا ایک انبار میز پر ہے اور روئداد اجلاس قانون ٹرسٹیان اور علاوہ اس کے اردو و انگریزی قانون ٹرسٹیان اور کاغذات محمڈن ایجوکیشنل کانگرس چھپوا رہا ہوں الہ آباد یونیورسٹی میں ایک معاملہ پیش ہو گیا ہے اور بعض مکروہات پیش ہیں جن کے سبب سے ایک دم کی فرصت نہیں تھی۔ ایسے خلفشار

میں تمھارے خطوط کا جواب رہ گیا۔

آپ کی ہمشیرہ کی شادی سے خوشی ہوئی۔ منشی احمد شفیع کو بھی کوئی خط نہیں لکھا۔ یہ سب اسباب جمع ہو گئے تھے۔ پس آپ میرا عذر قبول فرماویں گے اور قصور عدم تحریر جوابات کو معاف کریں گے۔

خطوط سابق میں اگر کوئی امر جواب طلب آپ نے لکھا ہو تو پھر دوبارہ اُس کو تحریر فرمائیے۔ قرآن مجید معہ معجم القرآن جو آپ نے بھیجی تھی پہنچ گئی تھی، اُس کی قیمت مجھے یاد نہیں رہی۔ میں دیکھتا ہوں کہ میرے حافظہ میں بہت فتور ہو گیا ہے۔ بات یاد نہیں رہتی اگر کوئی چیز کہیں رکھ دیتا ہوں تو بھول جاتا ہوں کہ کہاں رکھی ہے۔ بہرحال میرے حال پر خیال فرما کر میرا عذر قبول و قصور معاف فرماویں۔

قانون ٹرسٹیان جو انگریزی میں چھپ گیا ہے معہ ایک اسپیچ کے (جو) میں نے یونیورسٹی الہ آباد میں کی تھی آپ کے پاس بھیجتا ہوں اور جس قدر کاغذات اور چھپیں گے وہ بھی بھیجوں گا۔ والسلام

علیگڈھ ۲۴ فروری ۱۸۹۰ء خاکسار سید احمد

(۶۷)

مجبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

تحافۃ الفلاسفہ کہیں گئی ہوئی ہے یا تو قاضی سید رضا حسین صاحب نے منگائی ہے یا جناب خلیفہ صاحب پٹیالہ نے یا مولوی شبلی صاحب کے پاس ہو۔ . . پہلے دونو صاحبوں کے نام خط لکھے ہیں اور مولوی شبلی گھر گئے ہوتے ہیں جس وقت پتہ لگا فی الفور بھیجوں گا۔

مسودہ اصحاب کہف چھپنے کو گیا ہوا ہے موجود نہیں ہے۔ ایک اور رسالہ نسبت ذوالقرنین کے لکھ دیا ہے۔ وہ بھی آجکل میں چھپنے کو جاوے گا۔ چار قصے جو سورہ کہف میں ہیں۔ نہایت غور طلب ہیں۔ چاروں کو لکھنا منظور ہے۔ جو ایک جزو تفسیر کے ہو جاویں گے۔ والسلام

علیگڈھ ۴ جون ۱۸۹۰ء خاکسار سید احمد

(۶۸)

مجبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مضمون جو آپ نے بھیجا تھا وہ اخبار میں چھاپنے کو دے دیا۔ صرف ایک سطر کو جس میں مولوی محمد حسین آزاد کی بیماری کا ذکر تھا کاٹ دیا ہے۔ اُس کی کچھ ضرورت نہ تھی۔

قصہ اصحاب کہف چھپ رہا ہے۔ کل کاپیاں تحریر ہو گئی تھیں۔ ہفتہ عشرہ میں آجاوے گا۔

قصہ ذوالقرنین چھپ رہا ہے۔ اخبار میں جو چھپا ہے وہ پورا نہیں ہے رسالہ میں پورا چھاپا گیا ہے۔

کتاب تحافۃ الفلاسفہ مل گئی ہے اگر خواہش ہو تو بھیج دوں۔ مگر جلد فراغت کر کے واپس کرنا۔ والسلام

علیگڈھ ۲۶ جون ۱۸۹۰ء خاکسار سید احمد

(۶۹)

مجی و کرمی

مجموعہ تہافتہ الفلاسفہ مرسل خدمت ہے جب فارغ ہو تو بذریعہ رجسٹری واپس بھیجنا۔ مشکوٰۃ الانوار مجھ کو اب تک نہیں ملی ہے۔ وہ بھیج دو تاکہ امام غزالی کے مجموعہ کے ساتھ رہے۔

بشارات پر جو کچھ مجھ کو لکھنا ہے تفسیر میں لکھوں گا۔

آپ کی کچہری میں کبھی تعطیل بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ والسلام

علیگڈھ ۳۰ رجون ۱۸۹۰ء سید احمد

(۷۰)

مجی و کرمی مولوی ممتاز علی صاحب

مجموعہ تہافۃ الفلاسفہ۔ رسالہ مشکوٰۃ الانوار غزالی اور عنایت نامہ پہنچا۔ ممنون ہوا۔ جو کہ میں غزالی کی جس قدر کتابیں ملیں اچھی ہوں یا بری جمع کرنی چاہتا ہوں پس کتاب مکاشفۃ القلوب غزالی جو آپ کو دستیاب ہوئی ہے ضرور بھیج دیجئے میرے پاس نہیں ہے۔

آپ کی میعاد ملازمت جو ۱۵ اگست کو ختم ہو جاوے گی۔ اس کا کسی قدر افسوس ہوا۔ مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ نوکری خود آپ کو ناگوار تھی۔ مجھ کو اس بات کی (بڑی خواہش ہے کہ) آپ اور میں چند روز ایک جگہ رہیں۔ نہایت ضرورت ہے ایسا موقع ضرور نکالنا چاہیے۔ تفسیر قرآن میں متعدد مقامات ایسے ہیں جن میں انگریزی کتابوں اور توریت کی شرحوں وغیرہ میں سے بہت کچھ دیکھنا ہے۔ میرے پاس کوئی دوست لائق انگریزی داں نہیں۔

علاوہ اس کے ایک ایسے سمجھدار آدمی کی ضرورت ہے جو ان انگریزی کتابوں کو دیکھ کر یہ بھی سمجھ سکتا ہو کہ کیا امر مطلوب ہے اور کن مضامین کی مجھے اطلاع کرنی چاہیے پس اگر ایسا موقع ہو کہ میں اور آپ ہفتہ دو ہفتہ ایک جگہ رہ سکیں تو سب کام آسان ہو جاویں اور شاید تفسیر بھی ختم ہو سکے والسلام

علیگڈھ ۳ اگست ۱۸۹۰ء خاکسار سید احمد

(۷۱)

مجی و کرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ جو خبر آپ نے سنی کسی قدر اس کی اصلیت ہے۔ مگر جو آپ نے سنا اس میں بہت مبالغہ تھا۔ ایک شخص کو میں نے پیش کیا جو بی۔ اے تھا۔ مگر گورنمنٹ نے دوسرے کو جو ایم۔ اے تھا منتخب کیا۔ اب وہ شخص منتخب شدہ کاپیٹیشن کامعہ دیگر امیدواران امتحان دے گا نتیجہ جو ہو۔

حیدرآباد میں آپ کے لیے پہلے بھی لکھا تھا۔ پھر دوبارہ لکھنے کو موجود ہوں۔ مولوی مہدی علی کی حالت اچھی نہیں ہے۔ شاید زائد ایک سال سے ایک شخص بھی اُن کی تحریر سے مقرر نہیں ہوا۔ بہرحال مجھے کچھ تامل نہیں ہے اور مہدی علی سے بھی جو

کچھ ہو سکے گا وہ دریغ نہ کرے گا۔

تحافۃ الفلاسفہ پہنچ گئی ہے۔ والسلام

علیگڑھ ۱۳ اگست ۱۸۹۰ء　　　　خاکسار سید احمد

(۷۲)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

خیر المقال اور مکاشفۃ القلوب پہنچی۔ سب کام چھوڑ کر خیر المقال کو اول سے آخر تک پڑھا۔ جزاک اللہ۔ نہایت عمدہ طور پر اور متانت۔ سمجھ اور خوبی اور صفائی (اور) قابل فہم عبارت میں (آپ نے) اُس ترجمہ کو حواشی سے زیب و زینت دی ہے۔ اگر میرے ناپاک نام سے جابجا اس کتاب کو گندہ نہ کرتے تو غالباً زیادہ مفید ہوتی۔ افسوس کہ شاید میرا نام اس کی اشاعت کا مانع ہو جس کا مجھے افسوس ہے۔

ایک مسئلہ اُس میں آپ نے لکھا ہے اُس میں مجھ کو شبہ ہے۔ اور میرا یقین اُس کے برخلاف ہے۔ شاید غلط ہو۔ لیکن اگر غلط ہو تو بھی میں اس غلطی سے خوش ہوں۔ آپ نے حاشیہ صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے کہ "خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین کرنا ضرور ہے مگر کیا اس یقین کے لیے ایسے قطعی دلائل مل سکتے ہیں جیسے اس دعوے کے ثبوت کے لیے کہ مثلث کے دو ضلع مل کر تیسرے ضلع سے بڑے ہوتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں ایسا ہی ثبوت بلکہ اس سے بھی زیادہ خدا کے وجود پر ہے۔ بلکہ ایسا جیسے کہ دو اور دو چار۔ پہلا ثبوت ایک مہندس کے لائق ہے اور دوسرا عالم۔ مہندس۔ محاسب اور جاہل سب کے لائق۔ مگر ثبوت وجود شے ایک چیز ہے (مثلاً میں لفظ شے بولا ہوں۔ خدا پر شے کا اطلاق نہیں ہو سکتا) اور علم اُس شے کی ماہیت و حقیقت کا دوسری چیز ہے۔ اس لیے خدا کی صفات کا ثبوت بطور قیاس لازمی کے ہے۔ اور اُس کے وجود کا ثبوت برہان قطعی سے۔ والسلام

علیگڑھ ۲ فروری ۱۸۹۱ء　　　　خاکسار سید احمد

(۷۳)

مجی و مکرمی

عنایت نامہ پہنچا۔ مولوی مہدی علی غالباً حیدرآباد پہنچ گئے ہوں گے۔ میں نے ایک نسخہ خیر المقال کا معہ اپنے خط کے جس میں تمہارا خط بھی جو میرے نام پر ملفوف ہے بھیج دیا ہے۔ اُن کا حال اس وقت چوں مدہ بحساب اندر ہے۔ باوجود اس علم کے میں نے اُن کو لکھا ہے۔

بھائی ممتاز علی تم نے جو ریویو لکھنے کی فرمائش کی ہے۔ میں کیا لکھوں۔ اول تم نے اُس کتاب کی پیشانی مثل میرے اعمال نامہ کے سیاہ کر دی ہے۔ پھر جابجا مجھ کو فخر الاسلام لکھ دیا ہے۔ کاش حرف ناء کو حذف کر کے لکھتے۔ ایسی حالت میں میرا قلم تو خود تم نے توڑ دیا۔ میں لکھوں تو کیا لکھوں۔ مگر میرا دل اُس کا ریویو خود اپنے پہ آپ لکھ رہا ہے۔ جس متانت اور خوبی سے (تم نے) وہ کتاب لکھی ہے۔ میرا دل اُس خوبی کی داد دے رہا ہے۔

تفسیر کی جلد پنجم جس قدر چھپی ہے روانہ کی ہے۔ بنظر اصلاح اُس کو دیکھو۔ قصۂ لوط میری دانست میں منجملہ اُن مشکلات کے تھا جن مقاماتِ قرآن مجید کو میں مشکل سمجھتا ہوں۔ مگر میرا یہ یقین ہے کہ جو تفسیر علمائے اسلام نے کی ہے وہ تو یقینی خدا کی مرضی کے موافق نہیں ہے۔ جو میں نے لکھا ہے ممکن ہے کہ وہ بھی ویسی ہو۔ مگر ہر شخص اپنے یقین پر مجبور ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۴، فروری ۱۸۹۱ء　　　　خاکسار سید احمد

خیال ہے کہ شاید میں چند روز کے لیے حیدر آباد (دکن) جاؤں۔ اگر ایسا ہوا تو کیا تم بھی چلوگے۔ فقط

(۷۴)

مولوی سید ممتاز علی صاحب نے سر سید کو ایک خط لکھا تھا۔ سر سید نے اُسی خط پر اپنے قلم سے ضروری باتوں کا جواب دے کر واپس کر دیا۔ یہ خط اسی صورت سے شائع کیا جاتا ہے۔ اصل خط مولوی ممتاز علی صاحب کا ہے۔ درمیان میں کہیں کہیں اُس کا جواب سر سید کی طرف سے ہے۔ جس کی نشان دہی اُن کا نام لکھ کر کر دی گئی ہے۔

مولانا و مرشدنا

بعد لوازمِ عبودیت آنکہ نامہ عالی پہنچا۔ مشکور و ممنون فرمایا۔ علیگڈھ گزٹ میں جو انتخاب میرے بعض حواشی سے کیا ہے اُس کا بھی شکر کرتا ہوں۔ امام غزالی صاحب ایک ایسے مصنف ہیں جن کی تصنیف کو نئے اور پرانے خیالات کے رنگ سب پسند کرتے ہیں لیکن کتاب کا حضور کے نام اہداء ہونا ضرور مانع اشاعت ہوگا مگر ہونے دیجئے۔ کیا میں چار کوڑی کی طمع کے لیے اپنے کانشنس پر جبر کر کے یہ خیال کر سکتا تھا کہ ان خیالات کا قدر شناس اور ان خیالات کا اصل موجد بجز حضور کے اور کوئی ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا حضور مجھے ایماناً کوئی ایسا شخص بتا سکتے ہیں کہ حضور کے نام کی بجائے اُس کے نام اُس کا اہداء ہونا زیادہ مناسب ہوتا۔

(کسی کے نام اہداء کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ سید احمد)

میں نہایت مشکور ہوں کہ حضور نے پھر جناب مولوی مہدی علی صاحب کو (میرے متعلق) تحریر کیا ہے۔ کیا مناسب ہے اور حضور اجازت دیتے ہیں کہ میں اپنا حال کسی قدر مشرح بلا واسطہ اُن کی خدمت میں تحریر کروں۔

(میں ابھی الہ آباد سے واپس آیا ہوں۔ آپ ضرور اپنا مفصل حال مولوی مہدی علی کو لکھیں۔ سید احمد)

حضور اگر حیدر آباد تشریف لے جاویں تو میں ضرور ان شاء اللہ ہمرکاب ہوں گا۔ بشرطیکہ دس پندرہ روز قبل حضور مجھے آگاہ فرماویں۔

(میں ان شاء اللہ تعالیٰ عشرہ اخیر مارچ میں حیدر آباد (دکن) جاؤں گا۔ متعاقب تاریخ روانگی سے مطلع کروں گا۔
سید احمد)

تفسیر کو پڑھا اور خوب لطف اٹھایا۔ دوسرے خط میں اس کی نسبت کسی قدر زیادہ تفصیل سے لکھوں گا۔ والسلام مع الاکرام

از لاہور ۱۴ر فروری ۱۸۹۱ء   خاکسار ممتاز علی

(۷۵)

عزیزی و محبی

اگر مباحث جدید مندرجہ تفسیر کو آپ نے پسند کیا ہے تو مجھے نہایت خوشی ہے۔ مگر وہ مباحث بہت کچھ نکتہ چینی کے قابل ہیں۔ والسلام

علیگڈھ ۱۸ر فروری ۱۸۹۱ء   خاکسار سید احمد

(۷۶)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

ہمارا جانا حیدر آباد کا ٹھہر گیا۔ میں بسبب ضرورت اجلاس کونسل کے مارچ کے عشرہ دوم میں الہ آباد جاؤں گا اور وہیں ٹھیرا رہوں گا اور الہ آباد ہی سے ۲۷ر مارچ کو روانہ حیدر آباد ہوں گا۔ جو دوست کہ ساتھ چلنے والے ہیں۔ وہ تاریخ روانگی سے ایک دن پہلے الہ آباد میں مل جاویں گے۔

ہم چاہتے ہیں کہ ایسی گاڑی ریزرو کریں۔ جس میں نصف گاڑی سیکنڈ کلاس کی ہو اور نصف فرسٹ کلاس کی۔ اور سب دوست ساتھ کے ساتھ آرام سے جاویں اور واپس آویں۔

بس آپ سے یہ سوال ہے کہ آپ نہایت پختہ طور پر فرماویں کہ حیدر آباد چلیں گے یا نہیں۔ اگر چلنا ہو تو پختہ وعدہ ہو۔ تاکہ ہم اسی حساب سے گاڑی کا بندوبست کریں۔ اور نیز اگر آپ چلیں تو آپ کو چھبیسویں ۲۶ مارچ تک الہ آباد میں پہنچ جانا لازم ہوگا۔ والسلام

علیگڈھ ۲۴ر فروری ۱۸۹۱ء   خاکسار سید احمد

(۷۷)

محبی مکرمی

روانگی حیدر آباد کے فیصلہ میں ایک خط کے جواب کا انتظار ہے۔ پس جب تک کہ میرا تار یا خط تمہارے پاس نہ پہنچے۔ لاہور سے بقصد حیدر آباد روانہ مت ہونا۔ میں الہ آباد سے تمہارے نام تار یا خط جیسا موقع ہو بھیجوں گا۔ والسلام

علیگڈھ ۱۲ر مارچ ۱۸۹۱ء   خاکسار سید احمد

(۷۸)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

حیدر آباد (دکن) کا جانا بالفعل بلحاظ موسم ملتوی ہو گیا۔ اور یہ قرار پایا کہ ماہ جولائی جو سب سے عمدہ موسم حیدر آباد

میں ہوتا ہے آنا مناسب ہوگا۔
میں الہ آباد آیا ہوا تھا۔ آج یہاں سے روانہ علیگڈھ ہوتا ہوں۔ والسلام

خاکسار سید احمد
الہ آباد ۲۷ مارچ ۱۸۹۱ء

(۷۹)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب
آپ کو شاید میں نے لکھ بھیجا ہے کہ حیدرآباد کا جانا جولائی تک ملتوی ہوگیا۔ دس قطعہ اشتہار انعامی خدمت عالی میں مرسل ہیں۔ جن لوگوں کو مناسب سمجھیں تقسیم کر دیں۔ والسلام

خاکسار سید احمد
علیگڈھ ۲۸ مارچ ۱۸۹۱ء

(۸۰)

عزیزی محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب
تمہارا خط شملہ سے آیا۔ اس بات کے معلوم ہونے سے کہ تمہاری طبیعت درست ہوتی جاتی ہے نہایت خوشی ہوئی ہے۔ خدا تعالیٰ تم کو صحیح و تندرست بصحت و قوت کامل زندہ رکھے۔ ہفتہ میں ایک دفعہ اپنی صحت کا خط ضرور لکھ بھیجا کرو تاکہ طمانیت ہوتی رہے۔ ہر وقت تمہاری طرف خیال لگا رہتا ہے۔ والسلام

خاکسار سید احمد
علیگڈھ ۶ جولائی ۱۸۹۱ء

(۸۱)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب
آپ کا عنایت نامہ آیا۔ آپ کے مزاج کی صحت سے نہایت خوشی ہوئی۔ زندہ باشی و خوش باشی۔ گرانی سر طاقت زیادہ آنے سے سب جاتی رہے گی۔ کوئی مقام تردد نہیں ہے اگرچہ میں ڈاکٹر نہیں ہوں۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ اگست ستمبر و نصف اکتوبر تک تم پہاڑ پر سے مت اترو شملہ پر رہو یا مسوری پر۔ میں سنتا ہوں کہ مسوری (کی) آب و ہوا شملہ سے اچھی ہے۔ تمہارے لیے سب سے عمدہ علاج یہی ہے کہ ہلکی غذا کھاؤ۔ پہاڑ پر رہو اور کسی قدر پیادہ پھرا کرو۔ دماغی کام کوئی نہ کرو نہ کتاب پڑھو۔ ایسے کھیل کھیلو جن سے دماغ پر کچھ قوت نہ پڑے۔ میں ان دنوں میں الہ آباد آیا ہوا ہوں۔ اور ارادہ یہ ہے کہ بعد عشرہ محرم حیدرآباد جاؤں۔ بہت سے بہت ایک ہفتہ اس سفر میں لگے گا۔ جب میں علیگڈھ آجاؤں تو تم میرے پاس چلے آؤ۔ یعنی نصف اکتوبر یا شروع نومبر میں تم علیگڈھ آؤ اور کئی ہفتہ تک میرے پاس رہو۔ خدا ان سب خیالوں کو پورا کرے اور (میں) تم کو بہت موٹا تازہ تندرست دیکھ کر خوش ہوں۔ والسلام

خاکسار سید احمد
الہ آباد ۲۷ جولائی ۱۸۹۱ء

(۸۴)

مجی وکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ گو کہ بعض حالات رنجدہ اس میں لکھے ہیں۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اب آپ کو کسی قدر صحت ہے اور نیز خدا نے گھوڑے پر سے گرنے کے صدمہ سے بچا لیا۔

جب مجھے آپ کے دوبارہ بیمار ہونے اور سہارن پور جانے کی خبر ملی تو مجھے نہایت رنج و تردد ہوا۔ زیادہ خیال اس بات کا تھا کہ میں کیا کروں اور کیا لکھوں۔ کسی طرف رائے قرار نہیں پاتی تھی۔ قبل ورود مرض یقین تھا کہ آپ علیگڈھ میں آ کر ایک مدت تک رہیں گے اس یقین نے اور بیماری کے عود کرنے کی خبر نے گھبرا کر دیا تھا۔ اخیر رائے یہ قرار پائی کہ بعد جلسہ کانفرنس میں ایک دن کے لیے سہارن پور آ کر تم سے ملوں اور اصل حالات اور تمہاری مرضی اور خوشی دریافت کروں۔ یہ میرے خیالات تھے کہ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مولوی سید عبداللہ صاحب سے تو آپ کا دور کا رشتہ ہے۔ مگر مجھ سے اور آپ سے روحانی رشتہ ہے۔ جو تمام رشتوں سے زیادہ اقرب ہے۔ پس جو کچھ مجھ سے آپ کی خدمت تیمارداری ہو سکے گی میں اس کو اسی طرح ادا کروں گا جو روحانی رشتہ کا مقتضا ہے۔

میرا خیال ہے کہ تم کو کچھ بیماری نہیں ہے۔ دل پر بسبب کمزوری کے کچھ خیالات جم گئے ہیں جو ملول اور افسردہ کرتے ہیں اور طاقت آنے نہیں دیتے۔ اس کا سب سے بڑا علاج دل کا خوش رکھنا ہے۔

امید ہے کہ میرے پاس رہنے سے تمہارا دل خوش رہے گا اور سب توہمات دور ہو جاویں گے۔ میری کوٹھی ظاہرا خوش فضا ہے۔ ہمیشہ دو کمرے عمدہ معہ تمام ضروریاتِ متعلقہ کے خالی رہتے ہیں۔ سب چیز تمہارے آرام کی موجود ہے خانساماں جو ہوشیار آدمی ہے موجود ہے۔ گائے میرے ہاں موجود ہے۔ ہر وقت تازہ دودھ موجود رہے۔ تازہ انڈا موجود رہتا ہے ——— خانساماں نہایت عمدہ سوپ جس قسم کا چاہو بناتا ہے۔ وقت معین پر جیسی مرضی ہو کھانا تیار موجود ملے گا۔ دو وقتہ ہوا خوری کو گاڑی جوڑی موجود ہے کرایہ پر منگانے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ بعض میرے نہایت دلی دوست خصوصاً مولوی زین العابدین میرے مکان کے نہایت متصل رہتے ہیں۔ آپ ان سے مل کر نہایت خوش ہوں گے اور آپ کا دل خوش رہے گا۔ مولوی محمد شبلی صاحب بھی اسی طرح قریب رہتے ہیں۔ مدرسہ میرے مکان سے نہایت قریب ہے غرضکہ ہر طرح دل بہلا رہنے کا موقع ہے۔ دو خدمت گاروں کا آپ کے ساتھ آنا مناسب ہے۔ ان کو اپنی خوراک کا انتظام کرنا ہرگز ضرور نہیں ہے۔ جس طرح میرے خدمت گار رہتے ہیں اسی طرح وہ بھی رہیں گے۔ غرضکہ آپ علیگڈھ کو بلا تکلف اپنا گھر سمجھیں گے اور کسی قسم کا خیال دل میں نہ لاویں گے۔ میں علیگڈھ میں موجود ہوں یا بسبب ضرورتوں کے الہ آباد یا اور کہیں جاؤں۔ آپ کے آرام اور آسائش اور تمام چیزوں کے مہیا ہونے میں کچھ بھی فرق نہیں ہونے کا۔

یہاں سول سرجن موجود ہے۔ مجھ سے ملاقات بھی ہے۔ چند ہفتہ سے یہاں آیا ہے ظاہرا خوش مزاج بھی ہے۔ اور یقین ہے کہ اپنے فن میں دستگاہ رکھتا ہوگا۔ علاوہ اس کے سنتا ہوں کہ اسسٹنٹ سول سرجن جو یہاں ہے وہ بھی ہوشیار ہے۔

ایک آرام یہ ہے کہ مدرسہ میں ہندوستانی ڈاکٹر ہے اور سب دوائیں موجود رہتی ہیں اور نہایت ہی آسانی سے ان کو دوائیں طیار ہو کر مل سکتی ہیں قیمت اُن کی مسے دی جاتی ہے۔ جو مدرسہ میں بحساب شفا خانہ جمع ہو جاتی ہے۔ میں بھی اسی طرح کرتا ہوں، اور سوائے بورڈروں کے کالج افسر بھی جب دوا لیتے ہیں اسی طرح کرتے ہیں۔

اس وقت صرف اس قدر دقت ہے کہ بسبب جلسہ کانفرنس اور سالانہ جلسہ ٹرسٹیان کے بہت سے لوگ آنے والے ہیں مدد و انگریز بھی آویں گے۔ جو میری کوٹھی میں دو دن ٹھیریں گے۔ میں بھی اپنی کوٹھی کو چھوڑ دوں گا اور چار پانچ دن مدرسہ کے احاطہ میں ڈیرہ میں رہوں گا۔ پس اگر آپ قبل اختتام جلسہ کانفرنس تشریف لاویں تو چار پانچ دن میرے ساتھ ڈیرہ میں رہنا ہوگا۔ اور بجز ڈیرہ میں رہنے کے آپ کے اور کسی اوقات میں اور غذا میں کچھ فرق نہیں ہونے کا۔ سب بدستور مہیا و موجود ہوگی۔ پس اگر چار پانچ دن ڈیرہ میں رہنے سے آپ اپنی طبیعت پر کچھ ہرج نہ تصور فرماویں تو آپ فی الفور یہاں چلے آویں۔ اور اگر ڈیرہ میں رہنا طبیعت پر کچھ ہرج ڈالے تو آپ ۳۰ یا ۳۱ دسمبر کو یعنی بعد اختتام جلسہ تشریف لاویں۔ اُس وقت تک جو مہمان کوٹھی میں ٹھیریں گے چلے جاویں گے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ ڈیرہ میں رہنے اور کانفرنس کے جلسہ کے قریب رہنے سے آپ کی طبیعت بہلی رہے گی۔ اگر آدمیوں کی کثرت سے پریشان نہ ہو یا چار پانچ دن ڈیرہ میں رہنے سے کچھ تکلیف نہ ہو تو فی الفور جواب لکھیں والسلام

علیگڑھ ۱۸ دسمبر ۱۸۹۱ء خاکسار سید احمد

یہ بھی ممکن ہے کہ اگر ڈیرہ میں رہنے سے طبیعت پر کچھ ہرج ہو تو چار پانچ دن کے لیے آپ ایک پختہ بورڈنگ ہوس میں جو میرے ڈیرہ کے قریب ہو قیام فرماویں۔ فقط۔

(۸۳)

مجی و مکرمی مولوی محمد ممتاز علی صاحب

میں لکھنؤ سے واپس آگیا۔ آج آپ کا خط ملا۔ آپ کی لڑکی کی علالت سے افسوس ہوا۔ شکر ہے کہ (اب) آرام ہے امید ہے کہ صحت ہو جاوے گی۔ اور آپ جلد تشریف لاویں گے۔

مولوی شبلی صاحب سے آپ کا سلام کہا۔ انہوں نے سلام کا تو جواب نہیں دیا مگر یہ پوچھا کہ کب آویں گے۔

مولوی زین العابدین اس وقت نہیں ہیں۔ اُن کا سلام امانت ہے۔ والسلام

علیگڑھ ۱۱ مارچ ۱۸۹۲ء خاکسار سید احمد

(۸۴)

مجی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ چند احباب نے باہم مل کر یہ ارادہ کیا ہے کہ بعض کتابیں جو اُن کے نزدیک اس زمانہ رواج علوم جدیدہ میں اسلام کے مناسب ہیں اور جن سے انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا۔ انگریزی میں ترجمہ ہو کر

شل دستور مشنریوں کے شائع ہوں اور بعض کتابیں انگریزی سے اردو میں ترجمہ ہو کر شائع ہوں اس کمیٹی احباب کا میں بھی ممبر ہوں اور اُس کے اخراجات کا باہم کچھ بندوبست ہے۔

میں تو اس بات کو مناسب سمجھتا ہوں کہ بالفعل تم اس کمیٹی کا کام کرو۔ پچاس ساٹھ روپیہ مہینہ تم کو مل سکے گا۔ اور بدستور تم میرے ساتھ جس طرح اب رہتے ہو رہو گے۔ کوئی تکلیف اور کوئی خرچ زائد تم پر نہ پڑے گا۔ اگر بالفرض الہ آباد میں گورنمنٹ دفتر مترجمی مل جاوے۔ بہ نسبت اُس کے یہاں تم کو زیادہ آرام رہے گا۔ کام بھی وقت بے وقت (جیسی) اپنی خوشی ہو کر سکو گے۔ صحت بھی تمھاری درست رہے گی۔ اور جب تمھاری صحت یقین کے طور پر بالکل درست رہے اور تم کو خواہش سرکاری ملازمت کی (بھی) ہو تو میں جہاں تک مجھ سے ممکن ہے اس میں کوشش کروں گا کہ ہائی کورٹ الہ آباد میں مترجمی یا مثل خوانی مل جاوے جس میں چند سال کام کرنے کے بعد منصف بھی ہو سکتے ہو۔

یہ سب باتیں میں نے اس لیے لکھی ہیں کہ اگر تم اس تجویز کو پسند کرو تو یہ رقعہ تم اپنے والد کے پاس بھیج دو۔ اور اُن کی مرضی اور رائے سے لو۔ والسلام

۲۳ اپریل ۱۸۹۲ء   خاکسار سید احمد

(۸۵)

مجی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

بعد انتظار بسیار آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کی خیر و عافیت سے خوشی ہوئی۔ ایسی کمیٹی جس کا ذکر ہوا۔ گورنمنٹ نظام کی طرف سے قائم نہیں ہو سکتی۔ باقی رہی احباب حیدر آباد کی شرکت۔ وہ اس سے بھی زیادہ غیر مستقل ہو گی جتنی کہ یہاں کے احباب کی شرکت سے ہے۔

میں نے وہ امر صرف اس خیال سے پیش کیا تھا کہ سر دست خالی بیٹھے رہنے سے کچھ مشغلہ ہو جاوے۔ کیونکہ خالی بیٹھے رہنا میرے نزدیک تمھارے لیے مفید نہیں ہے۔ بہر حال شملہ کی آب و ہوا بلاشبہ تم کو مفید ہو گی۔ مولوی الطاف حسین غالباً شملہ پہنچ گئے ہوں گے۔ میرے نام تو اُن کا کوئی خط نہیں آیا۔ انبالہ سے تمھارے نام ایک کارڈ آیا تھا وہ میں نے دیوبند فارورڈ کر دیا تھا اور نیز چند منی آرڈر۔ تعجب ہے کہ آپ کے پاس نہیں پہنچا۔

مولوی شبلی کے پاس سے کوئی خط نہیں آیا۔

عزیزی زبیر کا حال بدستور ہے۔ نہ کمی ہے نہ زیادتی۔ وہ عنقریب مینی تال جانے والا ہے۔

آپ کی تحریر کے مطابق خطبات احمدیہ کی جلد مرسل ہے۔ مگر تعجب ہے کہ میری ناپاک کتاب اُس مقدس کتب خانہ میں کیونکر رکھی جاوے گی۔

امید ہے کہ آپ اپنے حالات سے مطلع فرماویں گے۔ والسلام

علیگڑھ ۹ رمئی ۱۸۹۲ء   خاکسار سید احمد

(۸۶)

مجی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

جب تم علیگڈھ میں ہمارے پاس نہ رہے اور شملہ چلے گئے تو پھر کیوں ہمارا حال پوچھتے ہو۔ ہم بھی نہیں بتلاتے۔ مولوی زین العابدین اور کپتان صاحب کو کچھ لکھنا ہو تو خود اُن کو لکھو ہم تمھارا پیغام کسی تک نہ پہنچادیں گے۔ جب ہماری تمھاری کُٹی ہوگئی تو پھر کیا رہا۔ والسلام

علیگڈھ ۱۵ جون ۱۸۹۲ء خاکسار سید احمد

(۸۷)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی

میں الہ آباد میں ہوں۔ دو ایک روز میں علیگڈھ جاؤں گا۔ آپ کا خط یہاں پہنچا۔ آپ کی خیر و عافیت سے دل خوش ہوا۔ خدا کرے کہ صاحب ڈپٹی کمشنر آپ کی مرضی کے لائق کوئی عہدہ دے دیں۔ خالی اور بے کام رہنے سے طبیعت کلفت ہو جاتی ہے

افسوس ہے کہ محمد زبیر کا انتقال ہو گیا جس کا سخت صدمہ حاجی اسمٰعیل خاں کو ہوا ہے۔

سید حامد دہلی گئے۔ زین العابدین کی طبیعت کسی قدر میں نے سنا کہ علیل ہو گئی ہے۔

ان دنوں میں کوئی خاص شغل میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ یوں ہی اوقات ضائع ہوتی ہے۔ اپنے حالات اور اپنی خیریت مزاج سے برابر مطلع کرتے رہو کہ تعلق خاطر رہتا ہے۔ والسلام

الہ آباد ۱۸ اگست ۱۸۹۲ء خاکسار سید احمد

(۸۸)

مجی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ زمینداری کا جو کام (لتم) کرنا چاہتے ہو اُس میں میری رائے آپ کے والد کی رائے سے متفق ہے۔ تمھاری طبیعت۔ تمھارے قوا۔ تمھاری نیکی و سچائی اس کام کے مناسب نہیں ہے۔ جس قدر بکھیڑے و مشکلات زمینداری کے کام میں (پیش) آجاتے ہیں وہ اُسی وقت معلوم ہوتے ہیں جب کام کیا جاتا ہے۔ پہلے سے اندازہ نہیں ہو سکتا۔ کارندوں پر کام چھوڑنا خود کام کو خراب کرنا ہے۔ کارندوں کی بد دیانتی کا علاج نہایت مشکل ہے۔ ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ دو ہزار پانسو بیگہ زمین اس قدر ہے کہ کسی حال میں وہ رہے شاید اُس کی آمدنی گذارہ کے لیے کافی ہو مگر کسی قدر تنگی سے۔ مطالعہ کتب کا بھی موقع مل سکتا ہے مگر زمین کی آمدنی پر بھروسا نہیں ہو سکتا۔

نوکری ایسی چیز ہے جس کی آمدنی معین ہے۔ مگر الہ آباد کی نوکری سے جو فرض کرو کہ سَو روپیہ تک ہو جاوے گی میری دانست میں نہایت مشکل سے گذارہ ہوگا۔ اگر معہ اہل خانہ الہ آباد میں رہے تو اور بھی مشکل ہوگی۔ مکان کا کرایہ جو وہاں بہت گراں ہے۔ سواری کا خرچ۔ اپنا و گھر کا خرچ۔ ان سب اخراجات کو کافی نہیں ہونے کا تمھارے خط پر جہاں میں نے سرخ حلقہ کر دیا ہے

اُس سے مجھ کو کلی اتفاق ہے۔ ایسے امورات میں جو تم نے پوچھیں ہیں خود تمھاری رائے کو جس کو تمھارا دل قبول کرے سب سے زیادہ با وقعت ہونی چاہیئے۔ پس دونوں امر کی بھلائی بُرائی (میں نے) تمھارے سامنے پیش کی ہے۔ مگر تصفیہ وہ کرو جو حقیقت (میں) تمھارا دل چاہتا ہو۔ کیونکہ تم کو اپنے دل سے کام پڑے گا نہ دوسرے کے خیال سے۔ والسلام

علیگڈھ ۲۵ اگست ۱۸۹۲ء　　　　خاکسار سید احمد

(۸۹)

محبی و مکرمی مولوی محمد ممتاز علی صاحب

میں بریلی گیا ہوا تھا۔ بسبب اجلاس کونسل۔ وہاں سے فارغ ہو کر الٰہ آباد آیا اور دو تین دن میں علیگڈھ جاؤں گا اور وہاں پہنچ کر تم کو علی گڈھ میں بلاؤں گا۔ بعض ضروری صلاح کے لیے اور اُسی وقت حیدرآباد لکھوں گا۔ بعض اسباب سے ابھی تک لکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ کونسل میں ہر دفعہ جانے سے تکلیف ہوتی تھی۔ خرچ زائد پڑ جاتا تھا۔ اور مصیبت بھی اور کسی قدر کالج کے کاموں (میں) حرج پڑتا تھا، اس لیے میں نے کونسل کی ممبری سے استعفا دے دیا۔

سکوت علمائے دیو بند کا اس تفسیر پر غنیمت ہے۔ جب آپ علیگڈھ آویں گے آپ کو اختیار ہوگا کہ تفسیر کی جلدیں دیو بند بھیج دیں مجھے کچھ عذر نہ ہو گا۔

سید محمود کا خیال زمانہ رخصت میں ولایت جانے کا ہے۔ مگر ابھی پختہ طور پہ کوئی امر طے نہیں ہوا ہے۔ راس صاحب اُن کے بڑے دوست ہیں۔ صرف اُن سے ملنے کو جانا اور ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ اُن کے پاس رہنا چاہتے ہیں۔ اس کے سوا اور کوئی مقصد ولایت جانے سے نہیں ہے۔ والسلام

الٰہ آباد۔ ۶ اپریل ۱۸۹۳ء　　　　خاکسار سید احمد

(۹۰)

مخدومی مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

ممبر مینیجنگ کمیٹی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

میں آپ کی خدمت میں روئداد ہفتم محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس روانہ کرتا ہوں۔ اُس کے آخر میں قواعد کارروائی کانفرنس کے بھی مطبوعہ موجود ہیں۔ اُس کی دفعہ دو سے معلوم ہوگا کہ ہر سال ایک کمیٹی مقرر کی جاتی ہے جو آئندہ اجلاس کے لیے متعدد کارروائیاں کرتی ہے منجملہ اُن کے کارروائیوں کے اُسی کمیٹی کی رائے پر منحصر ہے کہ اس بات کو تجویز کرے کہ آئندہ اجلاس کانفرنس کا کس مقام پر ہو۔ پس آپ مہربانی سے بشمولہ دیگر ممبران مینیجنگ کمیٹی مذکور اور نیز بمشورہ اُس مقام کے رئیسوں کے جہاں آپ کے نزدیک اجلاس کا ہونا مناسب ہو جس قدر جلد ممکن ہو مجھ کو اس بات سے اطلاع دیجئے کہ آپ کی رائے میں آئندہ اجلاس کانفرنس کا کس شہر میں ہونا مناسب ہے۔ والسلام

علیگڈھ، ۸ مئی ۱۸۹۳ء　　　　خاکسار سید احمد
سکرٹری محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس۔

(۹۱)

مجی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

مدت دراز کے بعد آپ کا عنایت نامہ پہنچا - آپ کی خیریت اور صحت سے خوشی ہوئی - میں بھی فضل الٰہی سے اچھا ہوں۔ سالانہ کاروبار مدرسہ کے بسبب ان دنوں کام کی بہت کثرت ہے - سید محمود بھی خدا کی عنایت سے اچھی طرح صحیح و تندرست ہیں - مولانا حالی بھی یہاں تشریف رکھتے ہیں - مولوی مہدی علی صاحب بھی یہاں رونق افروز ہیں - آپ بھی چند روز کو تشریف لائیے تو بہتر ہے - والسلام

علیگڈھ ۲۰ راگست ۱۸۹۳ء خاکسار سید احمد

(۹۲)

مجی و مکرمی مولوی محمد ممتاز علی صاحب

آپ کا محبت نامہ پہنچا، آپ کی خیر و عافیت سے خوشی ہوئی - خانہ نشینی بھی جس کا دوسرا نام قناعت ہے اگر ہو سکے تو اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے بشرطیکہ انسان خالی خولی بے فائدہ عمر نہ گنوائے - بہتری قوم کی نسبت جو کام اُس سے ہو سکے وہ کرتا رہے - بس اب فرمایئے کہ اگر خانہ نشینی اختیار کی ہے تو قومی بھلائی کا کیا کام اختیار کیا ہے۔

ان دنوں میں میں نے بھی کچھ نہیں کیا - ابن حزم پر ریویو بھی ناتمام رہا - اُس کے مسودے خدا جانے کہاں رکھ دیئے ہیں جو دستیاب نہیں ہوتے۔

سید محمود کی طبیعت فضل الٰہی سے بالکل اچھی ہے - مولوی زین العابدین کا حال بدستور ہے - نہ ساون ہرے نہ بھادوں سوکھے۔

مولانا حالی اب تک علیگڈھ میں ہیں۔

نئی بات یہ ہے کہ حاجی محمد اسماعیل خاں صاحب نے جو میری بیف (لائف) منشی سراج الدین سے لکھوائی تھی - وہ مسودہ اُنہوں نے مولوی الطاف حسین صاحب کو دے دیا - اب مولوی الطاف حسین بطور خود میری بیف (لائف) لکھیں گے اور خود ہی چھپوائیں گے اور جو چاہیں گے کریں گے - میں بھی اس پر راضی ہوگیا ہوں کہ مولوی الطاف حسین جو لکھیں چھاپی جاوے۔ الا مولوی سراج الدین نے جو کچھ لکھا تھا وہ چھاپہ ہونے کے قابل نہ تھا - بعض واقعات اُس میں صحیح نہ تھے اور طرز بیان درست نہ تھا - بیف (لائف) ایک مدح نامہ نہیں ہوتی بلکہ ایسی ہونی چاہیئے کہ اُس شخص کی بھلائی بُرائی سب کا نمونہ ہو۔ اور الفاظ مدح و ذم اُس سے زائد معنوں پر دلالت کرنے والے نہ ہوں جو درحقیقت اُس میں ہو - میری نسبت لکھ دینا کہ بہت ذی علم و فاضل اکمل ہیں کیسی غلط بات ہے۔

آپ سے ملنے کو نہایت دل چاہتا ہے - جس وقت موقع ہو ضرور تشریف لایئے - والسلام

علیگڈھ ۲۲ ستمبر ۱۸۹۳ء خاکسار سید احمد

(۹۳)

عزیزی و مکرمی

دو ہفتے سے میری طبیعت بھی علیل ہے۔ مگر اب افاقہ ہے۔ کسی قدر سست اور مضمحل ہے۔ میں نے سنا کہ آپ کی طبیعت بھی علیل ہو گئی تھی۔ شکر ہے آپ کو اب صحت ہے۔ آپ کی ملاقات کی توقع رہتی ہے مگر افسوس ہے جو ایسا امور ہوتے کہ اب تک ملاقات نہیں ہوئی۔ امید ہے کہ جلد تر ملاقات ہوگی والسلام

علیگڈھ ۲۲، اکتوبر ۱۸۹۳ء خاکسار سید احمد

(۹۴)

مخدومی مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا خط ماتم زدہ پہنچا، جس کو پڑھ کر نہایت سخت افسوس ہوا۔ آپ کے بھائی کا انتقال بلاشبہ سخت صدمہ ہے جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً آپ کے والد ماجد کو اس پیرانہ سالی میں ایسا صدمہ عظیم ہے جو برداشت ہی نہیں ہو سکتا مگر ایسے مواقع پر بجز صبر کے اور کیا علاج ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

اس صدمہ جانکاہ سے آپ کا اجلاس کانفرنس میں نہ شریک ہونا نہایت افسوس ہے آپ کا رزولیوشن کاٹ دیا گیا۔ لیکن وہاں بیٹھے رہنے اور ہر دم رنج میں پڑے رہنے سے کیا فائدہ ہے؟ والسلام

علیگڈھ ۱۸، دسمبر ۱۸۹۳ء خاکسار سید احمد

(۹۵)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت (نامہ) اور سو روپیہ عطیہ جو مسجد کی تعمیر میں صرف ہوں گے (پہنچا) مسجد کی تعمیر شروع ہے اور کام تعمیر جاری ہے۔ اس بات کے معلوم ہونے سے کہ آپ بھی ہمارے ساتھ پنجاب تشریف لے چلیں گے۔ نہایت خوشی ہوئی ہے۔ اخبار سے آپ کو ہماری روانگی کا حال بخوبی معلوم ہو گیا ہے۔ پس آپ فرمائیے کہ آپ یہاں آویں گے اور ہمارے ساتھ چلیں گے یا کسی اسٹیشن سے ساتھ ہولیں گے اور کس اسٹیشن سے۔ والسلام

۳، مارچ ۱۸۹۴ء خاکسار سید احمد۔ علیگڈھ

(۹۶)

بنام سر سید

قبلہ و کعبہ من بعد آداب آنکہ

میں حسب الارشاد علیگڈھ میں حاضر خدمت ہوں گا۔ ۱۲، کو یا ۱۴، کو بہرحال بذریعہ نیاز نامہ اُس تاریخ سے اطلاع دوں گا۔ مستقل ارادہ یہی ہے کہ ۱۳، اپریل تک خدمت میں پہنچ جاؤں۔

تہذیب الاخلاق کے نمبر اول میں اگر گنجائش ہو تو ایک مضمون بھیجوں۔ جواب سے مطلع فرمایئے۔ والسلام مع الاکرام

۱۱ اپریل ۱۸۹۴ء خاکسار ممتاز علی

بنام مولوی ممتاز علی

(۹۷)

مجبی و مکرمی

نہایت خوشی ہے کہ آپ ۱۳ تک ضرور یہاں آجاویں گے۔ تہذیب الاخلاق کے نمبر اول میں جگہ نہیں رہی - آپ مضمون ضرور بھیجیں۔ آئندہ نمبر میں مندرج ہوگا۔ والسلام

علیگڑھ ۱۲ اپریل ۱۸۹۴ء خاکسار سید احمد

(۹۸)

مجبی و کرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ اور نوٹ تعدادی پینتیس ۳۵ روپے پہنچے اور وہ روپیہ حسب تفصیل ذیل جمع کیا گیا۔

بابت اخراجات سفر پنجاب پندرہ روپے پانچ آنے

بابت چندہ تہذیب الاخلاق اٹھارہ روپے

چندہ تعمیر مسجد ایک روپیہ گیارہ آنے

اب کے آپ کا آنا اور نہ آنا دونوں برابر ہو گئے۔ اول تو علیگڈھ میں کوئی موقع بات چیت کا آپ سے نہیں ملا۔ بعد اس کے تمام وقت پنجاب کے سفر میں صرف ہوا۔ اور دفعتاً آپ کا پنجاب سے آنا ہوا۔ پس میں چاہتا ہوں کہ آپ جون کے ماہ میں جبکہ بارش ہو جاوے اور موسم ٹھنڈا ہو جاوے، تو آویں اور چند روز رہیں تاکہ اطمینان سے بات چیت ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ کے صاحبزادے کی طبیعت اچھی ہو گئی۔ والسلام

۱۱ مئی ۱۸۹۴ء خاکسار سید احمد۔ علیگڈھ

(۹۹)

مجبی و کرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ اطلاع فرمایئے کہ آپ کس دن یہاں پہنچیں گے۔ کانفرنس کے اجلاس میں آپ کا تشریف لانا ضرور ہے۔ گو کہ آپ کے کسی کاروبار کا حرج ہو۔ مگر تشریف آوری نہایت ضرور ہے۔ والسلام

۲۰ دسمبر ۱۸۹۴ء خاکسار سید احمد۔ علیگڈھ

(۱۰۰)

مجبی و کرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ تفسیر کا کام ابھی تک شروع نہیں ہوا۔ رپورٹ سال تمام و بجٹ مرتب کر چکنے کے بعد شروع

کر دوں گا۔ جو مضامین تفسیر کے آپ نے پسند کیے۔ وہ باعث میرے اعزاز کا ہے۔ حیدرآباد کی جو خبریں آپ نے سنی ہیں سب غلط ہیں۔ میں صرف نواب سالار جنگ کی ملاقات کو گیا (تھا) اور چلا آیا ۲۵۰ روپیہ ماہانہ کالج کا جو اضافہ ہوا تھا اس کی منظوری حضور نظام سے ابھی تک نہیں پہنچی تھی۔ میرے جانے پر اُس کی منظوری ہوگئی۔ وہ گیا ہے۔

تصانیف احمدیہ سال تصنیف کی ترتیب سے چھپی ہیں۔ رسالہ طعام اہل کتاب چھپ رہا ہے اس کے بعد تصانیف احمدیہ چھپنی شروع ہوگی۔

اس سفر میں مجھ کو بہت تکلیف ہوئی۔ میں بیمار ہوگیا تھا ابھی تک ایک شکستگی یا بیماری کا باقی ہے۔ بڑا فکر یہ ہے کہ سٹریچی ہال کا چندہ پورا ہونے کے ۸۰ نام باقی ہیں۔ اُس کا پورا ہونا نہایت مشکل معلوم ہوتا ہے۔ دن رات یہی فکر ہے۔ دو یورپین پروفیسر کالج کے لیے کیمبرج سے بلائے گئے ہیں۔ امید ہے کہ اکتوبر تک آجاویں گے یہ بھی امید ہے کہ آپ بفضلہ صحیح و تندرست اور ہم نیاز مند عاجز کے حال پر مہربان ہیں۔ والسلام

۱۰ر اگست ۱۸۸۸ء علیگڑھ   خاکسار سید احمد

(۱۰۱)

مجی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

چند روز ہوئے آپ کا عنایت نامہ پہنچا تھا۔ میں حسابات دیکھنے اور جانچنے میں مصروف تھا۔ اس لیے تحریر جواب میں توقف ہوا۔ آپ کی اہل خانہ کی علالت سے نہایت افسوس ہے۔ بخار نے طول علالت پکڑ لی ہے۔ خدا تعالیٰ صحت کامل عطا فرماوے۔ زبیر مرحوم کی حالت دوسری تھی اُس کا ریہ ماؤف ہوگیا تھا۔ آپ کے اہل خانہ کی حالت دوسری ہے۔ اُن کو تپ کہنہ ہے۔ خدا چاہے تو جاتی رہے گی۔ شام بہاری لال (نے) جو بسبب جعل سازی تصرف کیا۔ وہ زر کثیر کا ہے۔ میں اُس کی رپورٹ تیار کر رہا ہوں۔ آپکے گھر میں آرام ہوجاوے۔ تب دو ایک روز کے لیے یہاں تشریف لادیں۔ تب مفصل حالات سنیئے گا۔ والسلام

علیگڑھ ۲۸ر ستمبر ۱۸۹۵ء   خاکسار سید احمد

(۱۰۲)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۵ جنوری پہنچا۔ آپ کے اہلِ خانہ کے انتقال سے نہایت افسوس ہوا اور کچھ شک نہیں کہ آپ کے دل کو بہت صدمہ پہنچا ہوگا۔ جس کے ساتھ میں بھی ہمدردی کرتا ہوں۔ مگر تقدیر الٰہی سے کچھ چارہ نہیں صغیر السن بچوں کی ایسی حالت میں پرورش نہایت مشکل ہوتی ہے۔ مگر خدا کوئی نہ کوئی تدبیر نکال دیتا ہے۔ مگر تم اگر اس غم میں زیادہ پڑے رہوگے تو تمہاری صحت کو نہایت صدمہ پہنچے گا۔ پہلے ہی سے تمہاری طبیعت کی ایسی حالت ہے کہ اُس کی حفاظت اور نگرانی مشکل ہوتی ہے اور اگر اس غم میں تم پڑے رہے تو لاعلاج امر ہوجاوے گا۔ جو خدا کی مرضی ہے اُس پر آدمی کو صبر کرنا

لازم ہے اور جو شخص صبر نہیں کرتا وہ تقدیر سے تو لڑ نہیں سکتا۔ پھر ہار کر صبر کرنا پڑتا ہے، بہر حال خدا تعالیٰ تم کو صبر اور صبر کرنے کی طاقت دے۔

میری طبیعت بھی بعد مراجعت شاہجہان پور علیل ہو گئی تھی۔ مگر اب فضل الٰہی سے اچھی طرح اور قریب صحت ہے۔ والسلام

خاکسار سید احمد

علیگڈھ ۲۷ جنوری ۱۸۹۶ء

(۱۰۳)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ درحقیقت بیوی کا انتقال ہو جانا درحالیکہ چھوٹے بچے ہوں اور اُن کی پرورش کرنی پڑے۔ انسان کے لیے سخت مشکل ہے۔ خدا تمام مشکلات میں تمھاری مدد کرے۔ اس کے انتظام کی دو صورتیں جو تم نے لکھی ہیں اس میں سے پہلی صورت کا تصفیہ خود آپ ہی کو کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ ایسے تعلقات پر مبنی ہے جن کا تصفیہ دوسرا شخص نہیں کر سکتا۔ دوسرا امر کہ اتا وغیرہ رکھ کر بچوں کی پرورش کی جاوے۔ شاید قصبات میں معیوب ہو۔ مگر شہروں میں کوئی معیوب نہیں ہے۔ مگر اتا وغیرہ سے اُس طرح پر پرورش نہیں ہو سکتی جس طرح کوئی عزیز قریب پرورش کر سکتا ہے۔ مجھے اس میں بھی کلام ہے کہ زوجۂ ثانی بھی زوجۂ اول کی اولاد کو مثل اپنی اولاد کے پرورش کرے۔ غرضکہ ہر طرح پر مشکل ہے اور بعد غور کامل تمام حالات کے جو خدا دل میں ڈالے۔ اُس طرح عمل کرنا چاہیئے۔ تعجب ہے کہ تفسیر جلد پنجم آپ کے پاس نہیں پہنچی۔ اس بات سے اطلاع فرمائیے کہ اور جلدیں جو آپکے پاس پہنچی ہیں وہ مجلد ہیں یا غیر مجلد اور امید ہے کہ جلد ششم آپکے پاس پہنچ گئی ہو گی۔ آپ نے اخیر خط میں لکھا ہے کہ مجلد تفسیر بھیجی جائے۔ مگر مجھ کو شبہ ہے کہ آپ نے بجائے جلد ششم کے جلد پنجم لکھ دی ہے۔ اب مکرر ارقام فرمایئے کہ جلد ششم آپکے پاس پہنچ گئی یا نہیں اور درحقیقت جلد پنجم ہی آپ نے مانگی ہے۔

آپ کی ملاقات کو بے انتہا دل چاہتا ہے مگر آپ نہایت جھمیلے میں پھنس گئے ہیں۔ والسلام

خاکسار سید احمد

علیگڈھ ۱۶ اپریل ۱۸۹۶ء

(۱۰۴)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۸ اپریل پہنچا۔ آج دفتری بسبب کسی بیماری کے نہیں آیا۔ وہ آوے تو جس قدر جلدیں آپکے پاس تفسیر کی نہیں ہیں وہ سب روانہ کر دوں گا۔

پرچہ تہذیب الاخلاق کو جاری ہوئے تیسرا برس ہے۔ اس کا سال یکم شوال سے شروع ہوتا ہے، اس سال کے دو پرچے اور مقدمہ مولوی کرامت حسین صاحب کا ویلیو پی ایبل آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔ تہذیب الاخلاق کا ایک سال کا چندہ ویلیو پی ایبل میں شامل ہے۔ تہذیب الاخلاق کے پرچے پچھلے دو سال کے بترتیب موجود ہیں۔ اگر آپ چاہیں گے تو وہ بھی مل سکیں گے

آپ نے بسبب مکروہات زمانہ علمی امور سے بالکل کنارہ کشی کر لی ہے۔ اور اس سبب سے آپ کو معلوم نہیں کہ تفسیر کی جلد ششم بھی چھپ کر تیار ہوگئی ہے۔ اور جلد ہفتم کا مسودہ بھی تیار ہے۔ مکروہات زمانہ ہر شخص کو پیش آتے ہیں۔ اُن کو برداشت کرنا چاہیئے اور جو علمی اور قومی کام ہیں۔ اُن سے دست بردار نہیں ہونا چاہیے۔ والسلام

علیگڑھ ۲۰ اپریل ۱۸۹۶ء — خاکسار سید احمد

(۱۰۵)

مجی و مشفقی

اس وقت آپ کا عنایت نامہ پایا۔ جو امر آپ نے لکھا ہے یعنی بالعرض ناکامی امتحان انٹرنس میں۔ یہ امر فی نفسہ تو ولایت جانے کے لیے اور وہاں تعلیم پانے کے لیے مارج نہیں ہے۔ مگر میں جو آپ کا ولایت جانا چاہتا ہوں اور صلاح دیتا ہوں۔ وہ دوسرے امر پر مبنی ہے۔ انڈین سول سروس کے قواعد آپ نے دیکھے۔ ہم اُس میں اس قدر اور اضافہ چاہتے ہیں کہ جو ان کم عمر لڑکا ولایت میں جا کر اپنی تعلیم کی تکمیل بغرض حصول عہدہ انڈین سول سروس کرنا چاہے تو گورنمنٹ اُس سے وعدہ کرے (کہ) بعد واپسی انگلینڈ و تحصیل علم اُس کو عہدہ انڈین سول سروس دیا جاوے گا۔

اس میں نہایت بحث ہے کہ گورنمنٹ ایسا وعدہ کرے گی یا نہیں۔ یہاں کے احباب سے گفتگو کے بعد یہ ٹھیرا کہ لفٹنٹ گورنر اگر ایسا وعدہ کرنا چاہیں (تو) قواعد انڈین سول سروس (میں) کوئی ایسا امر نہیں ہے جو مانع ہو لفٹنٹ گورنروں کو بلا شبہ خیال ہے کہ ایسا وعدہ وہ کر سکتے ہیں یا نہیں۔ جب تک کہ اس امر کی نسبت کوئی معاملہ نہ پیش ہو طے نہیں ہو سکتا۔ اس امر کی بھی ایک درخواست حمید اللہ خاں کی روانہ ہوئی ہے کہ میں ولایت جا کر اپنی تعلیم کامل کرنی چاہتا ہوں۔ مجھ سے وعدہ ہو کہ بعد واپسی عہدہ انڈین سول سروس دیا جاوے گا اور ایک درخواست سید نبی اللہ برادر زادہ مولوی فرید الدین خان بہادر کی اسی مضمون کی بھیجوائی ہے۔ اگر لفٹنٹ گورنر بہادر ان درخواستوں کو اس بنا پر

(خط نامکمل ہے باقی حصہ دستیاب نہیں ہوا)

---

(۱۰۶)

<u>بنام نواب محسن الملک</u>

لوڈر سال-۱۹- بالی گنج- کلکتہ

عزیزم و مکرم من

عنایت نامہ پہنچا۔ ترقی تنخواہ خدا مبارک کرے۔ بڑھتی دولت ہو۔ آپ کی بڑھتی دولت ہونے میں تین خوشیاں ہوتی ہیں۔ ایک آپ کی ذات کے خیال سے۔ دوسرے ایسے عزیز دوست یگانہ کے خیال سے۔ تیسرے مدرسۃ العلوم کی بڑھتی دولت ہونے سے۔ یہ تینوں مبارک (بادیاں) آپ کو اور خود اپنے آپ کو اور اپنی قوم کو۔ اگر کم بخت سمجھے دیتا ہوں۔

خدا قبول کرے۔

میں ایک قانون خاص مسلمانوں کے فائدے کے لیے بنا رہا ہوں اور دیگر ممبران کونسل کو اپنے ساتھ شریک کرنا چاہتا ہوں۔ اگر وہ منظور ہو گیا تو مسلمانوں کے لیے ایک رحمت ہوگا۔

آپ کی رخصت کی وسعت کافی ہو گئی۔ امید ہے کہ قبل روانگی اور بھی خط آوے گا۔ میں بھی آپ کا جلد جانا چاہتا ہوں شاید نواب بشیر الدولہ بہادر نقشہ دیکھ کر کچھ اور مدد کریں۔ والسلام

کلکتہ۔ ۱۰ جنوری ۱۸۷۹ء خاکسار سید احمد

میرے پاس آئندہ سے جو خط بھیجا جاوے اُس پتہ و نشان سے بھیجا جاوے جو عنوان خط پر چھپا ہوا ہے فقط

(۱۰۷)

Doder Hall
19, Baligan j
Calcutta

عزیز و کرم من

عنایت نامہ پہنچا۔ اگر آپ یہاں تشریف لاویں تو نہایت خوشی ہو گی۔ مکان بدل دیا گیا ہے اور آپ کے رہنے کی جگہ دل میں اور ہماری آنکھوں میں جگہ ہے۔ جب تک آپ چاہیں ٹھہریں۔ ہمارے مکان کا پتہ اوپر لکھا ہوا ہے۔

آپ کا مشتاق

سید احمد

۱۳ جنوری ۱۸۷۹ء

کلکتہ۔ دوور ہال ۹
بالی گنج

(۱۰۸)

عزیزی و مکرمی

کاغذات واپس ہیں۔ نوٹوں کا امانت رہنے دینا مناسب ہے۔ واپسی مناسب نہیں۔ تحریرات سابق کا انتظار چاہیے۔

آج کے خط میں میں نے مولوی حیدری علی صاحب کو نصف نوٹوں کی آپ کے پاس آنے کی اطلاع دی ہے۔ اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جب تک آپ کی درخواست عذرداری پر کوئی تجویز ہو اُس وقت تک نوٹ امانت رہیں گے اور نواب عزالدولہ بہادر کو جواب بھی دیا جاوے گا۔ تاکہ تصفیہ اُس درخواست کے متعلق جب ہو۔ والسلام

شملہ پارک ہوٹل ۲۳ مئی ۱۸۷۹ء خاکسار سید احمد

(۱۰۹)

عزیزی مکرمی نواب وقار الملک بہادر

رسالہ انگریزی رسالہ مذہبی تعلیم کے دو نسخے صاحب کلکٹر طلب فرماتے ہیں امید کہ فی الفور دو نسخے

میرے پاس بھیجا دیے جاویں۔ والسلام

علیگڈھ یکم اگست ۱۸۹۳ء   خاکسار سید احمد

(۱۱۰)

عزیزی و کرمی نواب وقار الملک بہادر

روئداد اجلاس سال گذشتہ بجنسہٖ میٹنگ کنفرم ہو گئی۔ جو ممبر کہ اجلاس میں موجود نہیں ہوتے اُن کو روئداد کے کنفرم ہونے پر رائے دینے کا کچھ اختیار نہیں ہے، صرف ممبران موجودہ اجلاس کی رائے سے کنفرم ہوتی ہے۔ آپ نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ وہ روئداد ٹھیک طور پر مرتب نہیں ہوئی تھی۔ یہ آپ کی رائے صحیح نہیں ہے۔ اس پر بحث کرنا ایک نہایت طول طویل بات ہے۔ اگر آپ سے کبھی ملاقات ہوگی تو زبانی آپ کو سمجھا دوں گا کہ آپ کی رائے میں غلطی ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۱۱ر مارچ ۱۸۹۵ء   خاکسار سید احمد

(۱۱۱)

مخدومی کرمی نواب وقار الملک مولوی محمد مشتاق حسین صاحب ٹرسٹی

میں آپ کی خدمت میں اپنی تجویز جس میں اس بات کی ضرورت ظاہر کی گئی ہے کہ ٹرسٹیوں کے خالی عہدے فی الفور حسب اختیار دفعہ ۴۰ قانون ٹرسٹیان کے معمور کر دیے جاویں بھیجتا ہوں۔ اس میں اُن لوگوں کے نام بھی مندرج ہیں جن کو میں نے حسب اختیار دفعہ ۴۰ مقرر کیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اُن لوگوں کو جن کو میں نے مقرر کیا ہے پسند کرتے ہیں۔ امید ہے کہ اس کے جواب سے آپ مجھ کو معزز فرماویں گے والسلام

۲۲ر جنوری ۱۸۹۷ء   سید احمد

بیف (الف) آنریری سکرٹری ٹرسٹیان مدرسۃ العلوم علیگڈھ

(۱۱۲)

عزیزی و کرمی نواب وقار الملک

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۳ر جون اور نصف قطعہ نوٹ تعدادی پچاس روپیہ کا پہنچا۔ نصف ثانی بھی عنایت ہو۔ باقی حالات جو آپ نے دریافت کیے ہیں وہ متعاقب آپ کو تحریر کروں گا۔ والسلام

علیگڈھ ۲۴ر جون ۱۸۹۶ء   خاکسار سید احمد

(۱۱۳)

عزیزی و کرمی نواب وقار الملک بہادر

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۸ر جولائی پہنچا۔ اور جو خط آپ نے برہر کے نام لکھا تھا سو وہ بھی میں نے منگا کر دیکھا۔ جو روپیہ کہ آپ کا جمع تھا بمقدار ما صہ ۱۲۵ ۱ر ۲ پ کلاوجن کو میں نے یورڈنگ ہوس میں بھیج دیا۔ اُس کے ساتھ جو ہر کچھ تری کرنا چاہیئے تھا جو

آپ نے لکھا، لیکن دو امر کی آپ کو اطلاع نہیں ہے۔

اوّل یہ کہ جس طالب علم پر کچھ روپیہ باقی ہوتا ہے اُس کو سرٹیفیکیٹ امتحان یونیورسٹی میں جانے کا نہیں دیا جاتا۔ یعنی جب تک وہ باقیات ادا نہ کر دے۔ اُس وقت تک یونیورسٹی کے امتحان میں نہیں بھیجا جاتا۔ پس اگر زر مذکورہ بالا میں سے محمود حسن کے ذمہ کی باقی نہ سیاہہ کی جاتی تو وہ انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں نہیں جا سکتا تھا۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جس طالب علم پر باقی حد مناسب سے زیادہ ہو جاتی ہے اُس کی حاضری بروقت تعلیم نہیں لکھی جاتی۔ یونیورسٹی نے یہ قاعدہ بنا دیا ہے کہ اگر کوئی طالب علم سال بھر میں اس قدر لکچروں میں حاضر نہ ہو تو اُس کو یونیورسٹی کے امتحان دینے کا حق نہیں ہے۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ اگر کوئی طالب علم بسبب باقی دار ہونے کے اس قدر ایام تک لکچروں سے غیر حاضر تصور کیا جائے جس کے سبب تعداد لکچروں کی جو یونیورسٹی نے مقرر کی ہے پوری نہ ہو تو وہ طالب علم یونیورسٹی کے امتحان میں نہیں بھیجا جاتا۔ آپ کے حساب سے محمود حسن کو مبلغ ۴۵؎ زیادہ پہنچ گئے ہیں۔ اُس کے واپس کرنے کی تین صورتیں ہیں۔

اوّل یہ کہ مبلغ ۴۵؎ جو اُس نے زیادہ پائے ہیں وہ دے دے۔ تاکہ آپ کے کھاتہ میں جمع ہو جاویں۔ شاید ایسا ہونا مشکل ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ محمود حسن کے کھاتہ میں مبلغ ۴۵؎ خرچ میں بابت واپسی رقم زائد کے ڈال دیئے جاویں۔ اور آپ کے کھاتہ میں جمع کر دیئے جاویں۔ یہ امر ممکن ہے مگر محمود حسن اُسی وقت سے باقی دار تصور ہوگا۔ اور بموجب قواعد مذکورہ بالا کے اُس کے ساتھ عملدرآمد ہوگا۔ اور کیا عجب ہے کہ یونیورسٹی کے آئندہ امتحان میں جانے کے لیے کوئی ہرج پیش آوے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ ساڑھے چار ماہ تک آپ کے کھاتہ میں سے اُس کو کچھ نہ دیا جاوے۔ اور ساڑھے چار ماہ تک اپنے کل اخراجات وہ خود ادا کرے۔ لیکن اگر وہ ادا نہ کرے گا اور باقی دار ہو جاوے گا تو اُن ہی قواعد کی اُس کی نسبت تعمیل ہوگی جو اوپر مذکور ہوئے۔

پس آپ ان تینوں باتوں میں سے جو پسند فرماویں اُس کو لکھ بھیجیں۔ اُس کے مطابق تعمیل کی جاوے گی والسلام۔

علیگڈھ ۳۱ر جولائی ۱۸۹۷ء خاکسار سید احمد

(۱۱۴)

مخدومی مکرمی نواب وقار الملک بہادر

مسجد کی تعمیر کے لیے دو برس کی مدت کے واسطے یعنی من ابتدائے اکتوبر ۱۸۹۵ء لغایت ستمبر ۱۸۹۷ء چندہ کیا گیا تھا۔ آپ نے از راہ عنایت پانچ روپیہ ماہواری کا چندہ دینا منظور فرمایا تھا اور لغایت جنوری ۱۸۹۷ء آپ نے عنایت بھی فرما دیا ہے۔

مسجد کی تعمیر کی یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ اُس کی چھت کی ڈاٹیں لگ گئی ہیں مگر اُن ڈاٹوں پر چکہ نہ لگنے اور استرکاری نہ ہونے کے سبب چھت ٹپکتی ہے اور ڈاٹیں خراب ہوتی ہیں۔

اور آپ کو ابتدائے فروری غایت ستمبر ۱۸۹۷ء (۸) ماہ کی بابت مبلغ چالیس روپے چندہ دینا ہے پس اگر تمام چندہ دینے والے بقیہ ایام کا چندہ یکمشت عنایت کر دیں تو تمام ضروریات مسجد کی جن کے پورا کرنے کی اشد ضرورت ہے تکمیل ہو جائے

والسلام۔

خاکسار

۷ راگست ۱۸۹۷ء

سید احمد

بنام مولوی عنایت رسول

(۱۱۵)

جناب مولانا مخدوم و مکرم من مولوی عنایت رسول صاحب

آپ کا نوازش نامہ مورخہ ۸ راکتوبر ۱۸۹۵ء میرے پاس پہنچا۔ میرے افتخار کا باعث ہوا اس بات کے دریافت ہونے سے کہ آپ کا مصمم ارادہ علیگڈھ تشریف لانے کا ہے نہایت خوشی ہوئی درحقیقت آپ سے ملاقات کیے ہوئے بہت عرصہ ہوا ہے۔ رات کے وقت آگ کمرہ میں روشن رہنے کی آپ کچھ فکر نہ فرماویں۔ میرے پاس ایک بہت بڑی انگیٹھی تیار ہے۔ کوئیلے بھی بہت کثرت سے ملتے ہیں۔ غرضکہ جس طرح آپ کو آرام ہوگا حتی المقدور بذات خود میں آپ کی خدمت ادا کروں گا۔

واقعاتِ معراج کے اختلافات جو آپ نے لکھے ہیں اُن کے تعین کی مجکو چنداں ضرورت نہیں تھی۔ صرف اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت تھی کہ معراج زمانہ نبوت میں کس رات کو ہوئی۔ چنانچہ اس کو میں نے بیان کیا ہے۔

آپ کے یہاں تشریف لانے سے ہر قسم کے فوائد ہوں گے۔ نہ صرف مجکو بلکہ اور چند دوستوں کو جو آپ کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔

۲۵ راکتوبر کو کالج کھل جاوے گا اور امید ہے کہ اُس وقت تک مولوی شبلی صاحب بھی تشریف لے آویں گے۔ اگر ایسی صورت ہو کہ آپ کا اور مولوی شبلی صاحب کا ساتھ آنا ہو تو شاید آپ کو راستہ میں آرام ملے۔ ورنہ آپ غازی پور سے مجھے کو اطلاع کیجئے گا۔ میں ایک آدمی غازی پور بھیج دوں گا کہ آپ کے ساتھ رہے گا اور راہ میں آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونے کی۔ والسلام

خدا تعالیٰ آپ کو زمانہ دراز تک زندہ اور سلامت رکھے۔

علیگڈھ ۱۰ راکتوبر ۱۸۹۵ء

خاکسار سید احمد

(۱۱۶)

جناب مولانا مخدوم و مکرم من مولوی عنایت رسول صاحب

آپ کا نوازشنامہ پہنچا، ممنون عنایت ہوا۔ جو ثبت کہ مقام نینوہ سے نکلے ہیں اُن کا حال بدرست ہو تہذیب الاخلاق میں چھاپوں گا۔ طوفان کا حال اور ابتدائے کائنات (کا) حال اینٹوں پر (کندہ) کیا ہوا برآمد ہوا ہے۔ طوفان کا حال آئندہ تہذیب الاخلاق میں چھاپا ہوگا۔

اس وقت اُن (لوگوں) کا (حال) دریافت کرنا منظور ہے جن کو یہودی نبی یا پیغمبر مانتے تھے اور اُن کا جن کو پیغمبر

آپ نے لکھا، لیکن دو امر کی آپ کو اطلاع نہیں ہے۔

اول یہ کہ جس طالب علم پر کچھ روپیہ باقی ہوتا ہے اُس کو سرٹیفکیٹ امتحان یونیورسٹی میں جانے کا نہیں دیا جاتا۔ یعنی جب تک وہ باقیات ادا نہ کر دے۔ اُس وقت تک یونیورسٹی کے امتحان میں نہیں بھیجا جاتا۔ پس اگر زر مذکورہ بالا میں سے محمود حسن کے ذمہ کچھ باقی نہ بیان کی جاتی تو وہ انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں نہیں جا سکتا تھا۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جس طالب علم پر باقی حدِ مناسب سے زیادہ ہو جاتی ہے اُس کی حاضری بوقت تعلیم نہیں لکھی جاتی۔ یونیورسٹی نے یہ قاعدہ بنا دیا ہے کہ اگر کوئی طالب علم سال بھر میں اس قدر لکچروں میں حاضر نہ ہو تو اُس کو یونیورسٹی کے امتحان دینے کا حق نہیں ہے۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ اگر کوئی طالب علم بسبب باقی دار ہونے کے اس قدر ایام تک لکچروں سے غیر حاضر تصور کیا جائے جس کے سبب تعداد لکچروں کی جو یونیورسٹی نے مقرر کی ہے پوری نہ ہو تو وہ طالب علم یونیورسٹی کے امتحان میں نہیں بھیجا جاتا۔ آپ کے حساب سے محمود حسن کو صہ ۴۵ زیادہ پہنچ گئے ہیں۔ اُس کے واپس کرنے کی تین صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ صہ ۴۵ جو اُس نے زیادہ پائے ہیں وہ دے دے تاکہ آپ کے کھاتہ میں جمع ہو جاویں۔ شاید ایسا ہونا مشکل ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ محمود حسن کے کھاتہ میں صہ ۴۵ خرچ میں بابت واپسی رقم زائد کے ڈال دیئے جاویں۔ اور آپ کے کھاتہ میں جمع کر دیئے جاویں۔ یہ امر ممکن ہے مگر محمود حسن اُسی وقت سے باقی دار تصور ہوگا۔ اور بموجب قواعد مذکورہ بالا کے اُس کے ساتھ عملدرآمد ہوگا۔ اور کیا عجب ہے کہ یونیورسٹی کے آئندہ امتحان میں جانے کے لیے کوئی ہرج پیش آوے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ ساڑھے چار ماہ تک آپ کے کھاتہ میں سے اُس کو کچھ نہ دیا جاوے۔ اور ساڑھے چار ماہ تک اپنے کل اخراجات وہ خود ادا کرے۔ لیکن اگر وہ ادا نہ کرے گا اور باقی دار ہو جاوے گا تو اُن ہی قواعد کی اُس کی نسبت تعمیل ہوگی جو اوپر مذکور ہوئے۔

پس آپ ان تینوں باتوں میں سے جو پسند فرماویں اُس کو لکھ بھیجیں۔ اُس کے مطابق تعمیل کی جاوے گی والسلام۔

علیگڈھ ۲۱ جولائی ۱۸۹۷ء — خاکسار سید احمد

(۱۱۴)

مخدومی مکرمی نواب وقار الملک بہادر

مسجد کی تعمیر کے لیے دو برس کی مدت کے واسطے یعنی من ابتدائے اکتوبر ۱۸۹۵ء لغایت ستمبر ۱۸۹۷ء چندہ کیا گیا تھا۔ آپ نے از راہِ عنایت پانچ روپیہ ماہواری کا چندہ دینا منظور فرمایا تھا اور لغایت جنوری ۱۸۹۷ء آپ نے عنایت بھی فرما دیا ہے۔

مسجد کی تعمیر کی یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ اُس کی چھت کی ڈاٹیں لگ گئی ہیں مگر اُن ڈاٹوں پر چکہ نہ لگنے اور استرکاری نہ ہونے کے سبب سے چھت ٹپکتی ہے اور ڈاٹیں خراب ہوتی ہیں۔

اور آپ کو ابتداسے فروری غایت ستمبر ۱۸۹۷ء (۸) ماہ کی بابت مبلغ چالیس روپے چندہ دینا ہے۔ پس اگر تمام چندہ دینے والے بقیہ ایام کا چندہ یکمشت عنایت کر دیں تو تمام ضروریات مسجد کی جن کے پورا کرنے کی اشد ضرورت ہے تکمیل ہو جائے

والسلام۔ خاکسار

۷ راگست ۱۸۹۷ء سید احمد

بنام مولوی عنایت رسول

(۱۱۵)

جناب مولانا مخدوم و مکرم من مولوی عنایت رسول صاحب

آپ کا نوازش نامہ مورخہ ۸ راکتوبر ۱۸۹۵ء میرے پاس پہنچا۔ میرے افتخار کا باعث ہوا اس بات کے دریافت ہونے سے کہ آپ کا مصمم ارادہ علیگڈھ تشریف لانے کا ہے نہایت خوشی ہوئی درحقیقت آپ سے ملاقات کیے ہوئے بہت عرصہ ہوا ہے۔ رات کے وقت آگ کمرہ میں روشن رہنے کی آپ کچھ فکر نہ فرماویں۔ میرے پاس ایک بہت بڑی انگیٹھی تیار ہے۔ کوئیلے بھی بہت کثرت سے ملتے ہیں۔ غرضکہ جس طرح آپ کو آرام ہو گا حتی المقدور بذات خود میں آپ کی خدمت ادا کروں گا۔

واقعات معراج کے اختلافات جو آپ نے لکھے ہیں اُن کے نقل کی مجکو چنداں ضرورت نہیں تھی۔ صرف اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت تھی کہ معراج زمانہ نبوت میں کس رات کو ہوئی۔ چنانچہ اس کو میں نے بیان کیا ہے۔

آپ کے یہاں تشریف لانے سے ہر قسم کے فوائد ہوں گے۔ نہ صرف مجکو بلکہ اور چند دوستوں کو جو آپ کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔

۲۵ راکتوبر کو کالج کھل جاوے گا اور امید ہے کہ اُس وقت تک مولوی شبلی صاحب بھی تشریف لے آویں گے۔ اگر ایسی صورت ہو کہ آپ کا اور مولوی شبلی صاحب کا ساتھ آنا ہو تو شاید آپ کو راستہ میں آرام ملے۔ ورنہ آپ غازی پور سے مجکو اطلاع کیجیے گا۔ میں ایک آدمی غازی پور بھیج دوں گا کہ آپ کے ساتھ رہے گا اور راہ میں آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونے کی۔ والسلام

خدا تعالیٰ آپ کو زمانہ دراز تک زندہ اور سلامت رکھے۔

علیگڈھ ۱۰ راکتوبر ۱۸۹۵ء خاکسار سید احمد

(۱۱۶)

جناب مولانا مخدوم و مکرم من مولوی عنایت رسول صاحب

آپ کا نوازشنامہ پہنچا، ممنون عنایت ہوا۔ جو بُت کہ مقام نینوہ سے نکلے ہیں اُن کا حال بدرست ہو (تہذیب الاخلاق) میں چھاپوں گا۔ طوفان کا حال اور ابتدا سے کائنات (کا) حال اینٹوں پر (کندہ) کیا ہوا برآمد ہوا ہے۔ طوفان کا حال آئندہ تہذیب الاخلاق میں چھاپہ ہو گا۔

اس وقت اُن (لوگوں) کا (حال) دریافت کرنا منظور ہے جن کو یہودی نبی یا پیغمبر مانتے تھے اور اُن کا جن کو پیغمبر

نہیں مانتے بلکہ لوک مانتے ہیں۔ اگرچہ آپ کو تکلیف ہوگی۔ مگر از راہ عنایت فہرست انبیاء و ملوک علی مذہب الیہود تحریر فرما کر عنایت فرمایئے ہر نبی یا ملوک کے نام کے ساتھ توریت یا دیگر کتب عہد عتیق کا حوالہ بھی ہو۔ جہاں اُس نبی یا ملک کا نام آیا ہو۔ اگر متعدد جگہ اُس کا نام ہو تو صرف ایک مقام کا حوالہ کافی ہوگا۔ والتسلیم

علیگڈھ ۱۲ نومبر ۱۸۹۵ء　　　خاکسار سید احمد

بنام سید محمد امام جامع مسجد دہلی

(۱۱۷)

برادر صاحب شفیق و عنایت فرمائے من

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ حالات مندرجہ سے اطلاع ہوئی۔ آپ جو تہذیب الاخلاق طلب فرماتے ہیں۔ کیا اس کے سبب سے زیادہ بدگمانی آپ کی طرف نہ ہوگی۔ جب آپ نے رسالہ راہ سنت تلاش کرکے بھیجا اُسی وقت میں (نے) نہایت شکر گذاری سے رسید لکھی تعجب ہے کہ نہیں پہنچی۔ میں کل اپنی تصانیف کا مجموعہ معہ تفسیر قرآن جو چھپ رہی ہے۔ آپ کو نذر کروں گا والسلام

شملہ۔ پارک ہوٹل۔ ۴ ارجون ۱۸۷۹ء　　　خاکسار سید احمد

(۱۱۸)

برادر صاحب عزیز و شفیق من

میں تو ہمیشہ سے جانتا تھا کہ تم کو عقل بہت کم ہے۔ مگر شبہ رہتا تھا۔ اب کی دفعہ جو میں دہلی آیا اور تم ملنے نہیں آئے۔ معلوم ہوا کہ تھا ہو گئے ہو۔ اُس پر یقین ہوگیا اس بات کا جس میں شبہ تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تمھارا مزاج بھی عورتوں کا سا ہے۔

بہر حال تمھاری عقل نادانی ہے۔ میں شاید کل دلّی آؤں گا۔ امید ہے کہ تم مجھ سے آن کر ملوگے۔ مجھے افسوس ہوا کہ تم پہلی دفعہ ملنے کو نہیں آئے۔ والسلام

علیگڈھ ۳۰ رجون ۱۸۸۳ء　　　خاکسار سید احمد

(۱۱۹)

برادر صاحب عزیز و شفیق من

آپ کا عنایت نامہ معہ کتب مرسلہ پہنچا۔ یہ کتابیں دونوں جلدیں آپ کی میرے پاس امانت رہیں گے۔ جب آپ انشاء اللہ تعالیٰ مع الخیر مکہ معظمہ سے واپس تشریف لاویں گے تو یہ جلدیں معہ آئندہ جلدوں کے جو اس عرصہ میں طیار ہو جاویں گی۔ آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔ والسلام

علیگڈھ ۲۵ رمارچ ۱۸۸۵ء　　　خاکسار سید احمد

(۱۲۰)

برادر صاحب شفیق و عنایت فرمائے من

آپ کا عنایت نامہ پہنچا جس سے نہایت خوشی ہوئی۔ یہ تو آپ کی غلط فہمی ہے کہ میں نے تصانیف بھیجنا موقوف کرا

تھا، بلکہ ہمیشہ جب کوئی حصہ تیار ہوا بھیج چکا ہوں۔ البتہ بعض دفعہ چھپنے میں تاخیر ہو جاتی رہی ہے۔ بہرحال آپ یہ خیال اپنے دل سے دور کر دیجئے۔

جلد اول و دوم تفسیر مجلد جو آپ نے بھیج دی تھی۔ بدستور امانت رکھی ہوئی تھی۔ وہ دونوں مرسل ہیں۔ جلد سوم تفسیر تمام چھپ چکی ہے۔ چنانچہ وہ جلد اور جلد چہارم جس قدر چھپی ہے اور جلد اول و دوم تصانیف جو تمام و کمال چھپ چکی ہیں۔ روانہ خدمت کرتا ہوں۔ آئندہ جس قدر چھپتی جاویں گی روانہ خدمت کرتا رہوں گا۔

سید احمد آپ کے فرزند سے مل کر میں بہت خوش ہوں گا۔ مگر بالفعل میں الہ آباد۔ کلکتہ و بعدہٗ لکھنو جاتا ہوں۔ غرضکہ تمام ماہ نومبر و دسمبر گردش میں گذرے گا۔ جنوری میں البتہ موقع ملنے کا علیگڈھ میں خواہ دہلی میں میسر آوے گا۔

مطبع مجتبائی دہلی میں قدوری چھاپہ ہوئی تھی۔ اگر وہاں دستیاب ہو تو نسخے اُس چھاپہ کے خرید کر میرے پاس روانہ فرماویں اور قیمت سے اطلاع دیں۔

دو رسالے مسمی بہ راہ نجات و حقیقۃ الصلوٰۃ مدت ہوئی کہ میں نے دیکھے تھے اور میں خیال کرتا ہوں کہ دونوں رسالے اردو زبان میں مولوی رفیع الدین صاحب یا مولوی عبدالقادر صاحب کی تصنیف تھے۔ بالفعل جو رسالے از نام راہ نجات و حقیقۃ الصلوٰۃ متعدد چھاپہ خانوں میں چھپے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ دونوں وہ رسالہ نہیں ہیں جو میں نے دیکھے تھے۔ آپ بتا سکتے ہیں کہ اس نام کے رسالے آیا درحقیقت مولوی رفیع الدین صاحب یا مولوی عبدالقادر صاحب کی تصنیف سے تھے یا مجھے غلط خیالی ہے۔ اور اگر تھے تو وہ وہی ہیں جو چھاپہ ہوئے ہیں یا اور کوئی ہیں؟ اور اگر اور ہیں تو وہ دستیاب ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ والسلام

علیگڈھ ۱۳ اکتوبر ۱۸۸۷ء — خاکسار سید احمد

(۱۲۱)

برادر صاحب عزیز و شفیق من

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ درحقیقت اوراق جلد چہارم سہواً بند ہونے رہ گئے تھے۔ وہ آج روانہ خدمت ہوتے ہیں۔

رسالہ راہ نجات کے بالفعل دو نسخے میرے پاس روانہ فرما دیجئے۔ جن کے اخیر میں شاہ رفیع الدین صاحب کا نام چھپا ہے اور سوداگر سے دریافت کیجئے کہ اگر سو دو سو نسخے یکمشت نقد قیمت پر لیے جاویں تو اُن کی کیا قیمت ہو گی۔

قدوری کی نسبت آپ نے کچھ نہیں لکھا۔

دو رسالہ حقیقت الصلوٰۃ بھی بھیج دیجئے۔ تاکہ میں دیکھوں کہ وہ کون سا رسالہ ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۳ نومبر ۱۸۸۷ء — خاکسار سید احمد

(۱۲۲)

برادر صاحب عزیز و شفیق من امام المسلمین

جو ایسوسی ایشن برخلاف ہندوؤں کے ہم نے قائم کی ہے، اس میں تمہارا شریک ہونا نہایت ضرور اور مناسب ہے۔

مقدار چندہ کتنا دینے کی ہے۔ صرف بارہ روپے سال دینے ہوں گے۔ پس منظوری ممبری سے اطلاع دو کہ تمہارا نام ممبروں میں مندرج ہو۔ بارہ روپے بھیج دو۔

علاوہ اس کے تم خود جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب کے پاس جاؤ اور میری طرف سے بعد سلام وعلیک یہ پیغام دو کہ مسلمانوں کی دینی بھلائی کو تو بلاشبہ جناب ممدوح مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں مگر مسلمانوں کی دنیاوی بھلائی کو بلاشبہ جناب ممدوح سے میں بہت زیادہ بہتر سمجھتا ہوں اور بنظر مسلمانوں کی بھلائی کے میں نہایت ضرور و مناسب سمجھتا ہوں کہ جناب ممدوح کا نام نامی ایسوسی ایشن کے ممبروں میں داخل کیا جاوے۔

پس تم جناب ممدوح کا دستخطی یا مہری خط اس مضمون سے میرے نام بھیج دو اور کہ وہ بھی ممبر ہونا پسند کرتے ہیں۔ ان کا نام فہرست ممبران میں شامل کیا جاوے۔ زرِ چندہ کی بابت ان کو تکلیف دینا ضرور نہیں ہے اس کی نسبت کچھ کیا جاوے گا۔ جلد جواب بھیجو۔ والسلام

۲۵ اگست ۱۸۸۸ء — خاکسار سید احمد نینی تال بزس کیمل

(۱۲۳)

برادر صاحب عزیز و شفیق من سید محمد صاحب امام مسجد جامع

مجھے کتاب چار باب شاہ ولی اللہ صاحب کی ضرورت ہے۔ یہ کتاب چھاپہ بھی ہوئی تھی۔ آپ مہربانی سے اس کو تلاش کر کے ایک نسخہ میرے پاس بھیج دیں۔ اگر بہ قیمت میسر آوے خرید فرمالیں۔ ورنہ کہیں سے مستعار دستیاب کر کے ارسال فرمائیں۔ غالباً میں بروز پنجشنبہ وقت شب دو ایک روز کے پیسے دہلی آؤں گا۔ والسلام

علیگڈھ ۱۶ جون ۱۸۹۰ء — خاکسار سید احمد

(۱۲۴)

بنام اکبر الہ آبادی

مخدومی مکرمی منشی سید اکبر حسین خان بہادر

آپ کا نوازش نامہ پہنچا۔ آپ نے جو کامیابی حیدر آباد کی مبارکباد دی ہے۔ اس کا دل سے شکر گذار ہوں۔ یہ مبارک بادی درحقیقت قوم کو مبارکبادی ہے۔ جس میں آپ بھی شامل ہیں۔ پس میں آپ کو بھی مبارک بادی دیتا ہوں۔

آپ نے نہایت عمدہ مادۂ تاریخ فیاضی نظام کا نکالا ہے، جو بے مثل ہے۔ اس پر چند مصرعے نہیں بلکہ چند اشعار لگا دیجیے جن میں کسی قدر حال قوم کی حالت کا اور ضرورت تعلیم کا اور ڈیپوٹیشن کے نظام پاس جانے کا بھی ذکر ہو تاکہ اس حال کے معلوم ہونے سے مادۂ تاریخ کی خوبی اور عمدگی ظاہر ہو۔

اگرچہ اس میں آپ کو تکلیف ہوگی مگر آپ کی یادگار بھی اس کے ساتھ ہی رہے گی والسلام

علیگڈھ ۱۵ اکتوبر ۱۸۹۱ء — خاکسار سید احمد

(۱۲۵)

مخدومی مکرمی خان بہادر منشی سید اکبر حسین صاحب

آپ کا عنایت نامہ معہ روئداد دوم جلسہ پراونشل کمیٹی پہنچا۔ آپ کی عنایت کا میں دل سے شکر ادا کرتا ہوں۔ جن لوگوں نے جلسہ میں تائید کی ان کا بھی میں شکر گزار ہوں۔ پچھلے جلسہ کی روئداد اخبار میں چھاپنے کو بھیج دی ہے۔ غالباً شنبہ کے اخبار میں چھپ جاوے گی۔ آج جو روئداد پہنچی ہے اُس کو بھی اخبار میں چھپواؤں گا۔ چھاپہ خانہ میں ان دنوں کام کی زیادہ کثرت ہو گئی تھی۔ کل ۱۳ فروری کو علیگڈھ میں ایک اجلاس ہو گا اُس میں جو میں اسپیچ کروں گا اُس سے بالتفصیل تمام تجویزیں جو جشن سالہ کی یادگار میں کرنی ہیں معلوم ہوں گی۔ اُس کے پڑھنے کے بعد ایک اور میٹنگ کرنی چاہیئے۔ اور آپ کو اور دیگر روسائے آگرہ کو شامل ہو کر اُن تمام امورات کو انجام دینا ضرور ہو گا۔ میں نے اپنی اسپیچ چھپوا لی ہے۔ اور کل آپ کی خدمت میں روانہ کروں گا۔

میں نے چھاپہ خانہ میں حکم دے دیا ہے کہ آپ کے نام ایک اخبار سوسائٹی کا بلاقیمت برابر جاتا رہے۔ کیونکہ اُس میں جو حالات مبارکباد کے متعلق چھپتے ہیں اُس کی آپ کو اطلاع ہوتی رہے۔

آپ نے جو عنایت کی ہے اُس کا دوبارہ شکر ادا کرتا ہوں۔

کل کی تاریخ دو قطعہ اسپیچ روانہ کروں گا۔ تاکہ دوسرا قطعہ آپ اور لوگوں کو دیکھنے کو دے سکیں۔ والسلام

علیگڈھ، ۱۲ فروری ۱۸۹۷ء خاکسار سید احمد

(۱۲۶)

مخدومی مکرمی منشی سید اکبر حسین خان بہادر

عنایت نامہ مورخہ ۲ مئی پہنچا۔ ممنون عنایت ہوا۔ آپ کی ترقی سے گو کہ بالفعل بطور قائم مقام ہے نہایت خوشی ہوئی۔ کوئی مسلمان سمال کانہ کورٹ جج نہ تھا۔ آپ کے باعث سے مسلمان سروس کو فخر ہو گا۔

میری التماس طیاری ساز پر جو آپ نے توجہ فرمائی اُس کا بھی شکر قبول ہو۔ میں بادامی ساز چاہتا ہوں۔ پرزہ پیتل کے ہوں۔ گلٹ ضرور نہیں۔ امید ہے کہ آپ اُس کی طیاری کا حکم بھیج دیں گے۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علیگڈھ ۴ مئی ۱۸۹۲ء

(۱۲۷)

جناب منصف صاحب مخدوم و مکرم من سید اکبر حسین صاحب

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۷ جولائی معہ مبلغ دوسو روپیہ ازچندہ مدرستہ العلوم متعلق بلڈنگ فنڈ پہنچا۔ یہ عریضہ بطور رسید بعد چسپانید گی ٹکٹ اسٹامپ روانہ خدمت ہے امید ہے کہ فہرست اسمائے چندہ دہندگان بغرض چھاپہ

اخبار مرحمت فرمادیں۔ والسلام

خاکسار سید احمد
سکرٹری کمیٹی مدرسۃ العلوم

علیگڈھ ۲۰ جولائی ۱۸۹۲ء

(۱۲۸)

مخدومی مکرمی جناب منشی سید اکبر حسین صاحب

اس بات کے دریافت ہونے سے کہ آپ سب جج غازی پور کے ہو گئے نہایت خوشی ہوئی۔ اگرچہ آپ کے یہاں سے جانے کا افسوس ہے۔ مگر آپ کی ترقی سے اور اس بات سے کہ انشاءاللہ تعالیٰ مدت تک ایک سب جج مسلمان حکومت کرتا رہے گا نہایت خوشی ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو کامیاب و خوش و خرم رکھے۔ اور جہاں آپ ہوں خدا آپکے ساتھ ہو۔ والسلام

علیگڈھ ۲۸ مارچ ۱۸۸۸ء

خاکسار سید احمد

بنامِ سرسیّد

غازی پور۔ ۱۲/ مارچ

عالی جناب

جیسا کہ میں اپنے پہلے خط میں عرض کر چکا ہوں۔ میں نے غازی پور کے مسلمانوں کو اس پر آمادہ کر لیا ہے کہ ایک انجمن یہاں قائم ہو اور ایک جلسۂ عام ہو اور چندہ وصول کیا جائے۔ یہ بھی امید ہے کہ کئی ہزار مسلمان جمع ہو سکیں۔ کیونکہ مولوی امانت اللہ صاحب کے اس ضلع میں بہت مرید ہیں اور مولانا نے امداد کا وعدہ کیا ہے۔

میں نے کل صاحب کلکٹر بہادر (مسٹر آر۔ ای ہیلن) سے بھی اس کا ذکر کیا تھا اور اپنا ارادہ شرکت کا ظاہر کیا۔ صاحب ممدوح نے فرمایا کہ جیسے ضلع بلیا میں بلوہ عظیم ہوا ہے گورنمنٹ کی اجازت کے بغیر سرکاری ملازمان کی شرکت ایسے جلسہ میں قرینِ مصلحت نہیں۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ سید صاحب گورنمنٹ سے اجازت حاصل کر لیں اور امید قوی ہے کہ گورنمنٹ ضرور اجازت دے گی کیونکہ اغراض نہایت پسندیدہ ہیں۔

لہٰذا اس وقت تمام کارروائی بظاہر ملتوی کر کے آنجناب سے عرض ہے کہ اگر خلافِ مصلحت نہ ہو تو گورنمنٹ سے اجازت حاصل کر لی جائے۔ گمان غالب یہ ہے کہ جو اسباب یہاں مانع ہیں اور اضلاع میں بھی ہوں اور اکثر مسلمان عہدیدار ملازم سرکار ان میں بہ ظاہر شرکت اور سعی بلیغ نہ کر سکیں۔

اس کی بھی ہدایت ملنی چاہیے کہ جلسہ عام میں اہلِ ہنود افسرانِ ضلع کو بھی شامل کیا جائے یا نہیں اور چندہ صرف مسلمانوں سے لیا جائے یا ہر ایک قوم کے لوگوں سے۔ آنجناب کو معلوم ہوگا کہ اکثر اضلاع میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں اتفاقِ باہمی ہے۔

خاکسار فہیم بیگ چغتائی

(۲)

۱۵/ مارچ ۹۷ء

مخدوم و مکرم مطاع و معظم جناب مولانا آنریبل سرسید احمد خاں صاحب بہادر نجم الہند دام اقبالہٗ

حضورِ عالی۔ دستخط مسلمان کے کاغذات مطبوعہ اور پنسل کے ہوئے ۶۵۰ عدد آج بذریعہ سواری گاڑی روانہ کی جاتی ہیں جن کی بلٹی ہمراہ عریضہ ہذا روانہ کی جاتی ہے۔ خاکسار نے آگرہ میں دستخط کرانے کا کام شروع کر دیا ہے۔ حضور نے جو حکم دیا تھا کہ دستخط کرانے کے متعلق جو تمہاری رائے ہے اس کو لکھ کر بھیج دینا چنانچہ حسب الحکم ملاحظہ عالی کے لیے مرسل ہے۔

اگر مثل ان قواعد کی چھپوا کر اُن لوگوں کے پاس بھیج دی جائیں جو دستخط کراتے ہیں تو بہت بہتر معلوم ہوتا ہے۔ آیندہ جو رائے عالی ہو۔ فقط زیادہ حدِ ادب۔

عریضہ خاکسار

عاصی محمد قائد علی خاں صوفی مہتمم مطبع مفید عام آگرہ

(۳)

دہلی - ۱۶ ارمارچ ۱۸۹۷ء

جناب حضرت من دام مجدکم - تسلیم

روئداد جلسہ منعقدہ ۱۴ ارمارچ ۹۷ء (ارسال خدمت ہے) اس کے ملاحظہ سے جملہ کارروائی یہاں کی واضح رائے عالی ہوگی۔ تاریخ ۲۸ راس لیے قرار دی گئی ہے کہ بسبب ہونے جلسہ ندوہ کے کہ جو بمقام میرٹھ ہونے والا ہے اکثر صاحبان دہلی مارچ ۲۱ ر و ۲۲ رتک واپس نہیں ہوں گے لہذا مناسب سمجھا گیا کہ تاریخ میں تبدیلی کر دی جائے) تاریخ ۲۸ رکو کہ جو اتوار کا دن ہوگا جلسہ دہلی کا قرار دیا جاوے اور گذارش ہے کہ جناب بھی ضرور تشریف لاویں اور نواب محسن الملک بہادر تو وعدہ فرما چکے ہیں اور غریب خانہ پر رونق افروز ہو کر اس نیاز مند کی عزت افزائی فرماویں اور جہاں تک ممکن ہو علی گڈھ سے جس قدر صاحب تشریف لا سکیں لانا چاہیے خصوصاً نواب حاجی محمد اسمٰعیل خانصاحب و خان بہادر زین العابدین صاحب و صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب کا تشریف لانا ضروری ہے۔ زیادہ نیاز جواب سے معزز فرمائیے۔

آپ کا نیاز مند

محمد الٰہی بخش عفی عنہ

(۴)

۲۳ رمارچ ۹۷ء - جالندھر

مائی ڈیر سید احمد

نوازش نامہ ۲۳ رکا آج مجھ کو مل گیا۔ بہت اچھا (میں کمرہ) بنوالوں گا اور ایک ہزار تک کی لاگت کا بنواؤں گا طول اس کا ۱۳ ۔ انچ رکھوں گا۔ اُس کاریگر کو بھی ہمراہ دہلی لاؤں گا۔ تاکہ جو اور ہدایات آپ (کمرہ) کی تیاری کے واسطے دیں وہ خود سن لے۔ جو روپیہ کمرہ کی تیاری کے واسطے وہاں پہنچا ہو یا پہنچے جس قدر ممکن ہو وہ بھیج دینا۔ میں انشاء اللہ اول تو ۲۶ رکی رات کو ورنہ ۲۷ رکی صبح کو دلی پہونچ جاؤں گا۔ لاہور میں ہر چند تاکید لکھی ہے مگر ابھی تک کاغذوں کے چھپوانے کی اور اس قسم کے سائز اور تقطیع کے کاغذوں کے ملنے کی اطلاع نہیں آئی۔ جتنے کاغذ آپ نے مجھ کو بھیجے تھے، وہ حسب ذیل اضلاع میں دستخطوں کے واسطے بھیجے گئے ہیں اور دستخط ہو رہے ہیں۔

جالندھر ——— ۲۵ ——— دو ورقہ

راولپنڈی ——— ۲۱ ——— ″

ملتان ——— ۱۳ ——— ″

مظفر گڑھ	۵	دو درقہ
سیالکوٹ	۱۰	"
فیروز پور	۵	"
لدھیانہ	۱۰	"

اب میرے پاس کوئی کاغذ باقی نہیں۔ اگر جناب مزید کاغذ بالا بالا اور بھیج سکیں تو نہایت مناسب ہوگا۔ سندھ میں۔ خان بہادر قادر داد خاں صاحب سی آئی ای وزیر ریاست خیرپور سندھ ۲۵۔ خان بہادر شمس شاہ صاحب پریذیڈنٹ جوبلی کمیٹی بلوچستان مقام کوئٹہ ۲۵۔ خان بہادر عبدالحکیم خاں صاحب اسسٹنٹ برٹش ایجنسی چترال ۲۰۔ خان بہادر رحیم شاہ صاحب کاکا (خیسل) ایجنسی سورت ملاکنڈ ۱۰۔ منشی غفنفر علی صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر انبالہ ۲۰۔ تو بہت مناسب ہوگا۔ دلی۔ کرنال۔ رہتک۔ گورگاؤں۔ حصار اضلاع میں امید ہے کہ میرے (احباب کو آپ نے) کاغذات واسطے دستخطوں کے بھیج دیئے ہوں گے۔ زیادہ نیاز

آپ کا عقیدت مند

محمد عمر حیات

(۵)

حامداً و مصلیاً

بعالی جناب معلی الالقاب آنریبل سرسید احمد خاں صاحب کے سی ایس آئی صدر انجمن و پریسیڈنٹ کمیٹی تہنیت جشن شصت سالہ سلطنت قیصرہ ہند دام اجلالکم بعد تسلیم کے عرض پرداز ہے ایک ہفتہ ہوا کہ جناب آنریبل نواب سید امیر حسن خاں صاحب بہادر سی۔ آئی۔ ای سیکرٹری سنٹرل نیشنل محمڈن ایسوسی ایشن کلکتہ نے برانچ محمڈن ایسوسی ایشن کے سیکرٹری یعنی اس جانب کے پاس آپ کا افتخار نامہ معہ ہدایت نامہ اور کاغذات واسطے دستخط معزز اہل اسلام ہند کے بھیج دیا تھا۔ چنانچہ حقیر حسب ہدایت حضور کے معزز و عمائد اہل اسلام کا چن چن کرکے دستخط کرا کے خدمت شریف میں ترسیل کرتا ہے اور بقیہ انشاء اللہ تعالیٰ عقب سے ترسیل خدمت عالی جناب کے کروں گا۔

آنریبل نواب صاحب موصوف ایسے ایسے کاموں کو اپنا خادم اور نیز قوم کا خادم ——— سمجھ کر میرے پاس بھیج دیا کرتے ہیں اور میں اس کو نہایت اخلاص و کہنہ خاطر سے انجام دیا کرتا ہوں امیدوار ہوں کہ عالی جناب معلی القاب بھی کار لائقہ سے سرفراز فرمایا کیجئے گا۔

داناپور کا برانچ محمڈن ایسوسی ایشن اور جگہ سے اس امر میں ممتاز ہے کہ یہاں کے اہل اسلام زیادہ تر اسلامی پولیٹکل و اخلاقی کاموں میں اپنے اصلی جوش کے ساتھ بکمال رعایت فرمانبرداری و اطاعت قیصرہ ہند دام سلطنتہا کے سرگرم رہتے ہیں۔

والسلام والانجام۔ مورخہ ۱۵ اپریل ۱۸۹۷ء الملتمس

خادم قوم کریم بخش سیکرٹری برانچ محمڈن ایسوسی ایشن داناپور

(۶)

پرتاب گڈھ ۲۱ راپریل ۹۷ء

عالی مخدوم - بعد آداب عرض ہے کہ ڈائمنڈ جوبلی کے متعلق جو تحریرات منشی محمد عبدالغفار خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر کے پاس آتی ہیں ان کو میں بھی دیکھتا ہوں - یہاں کے مسلمان ایڈریس پر دستخط کرنے کے واسطے تیار ہیں مگر دقت اس امر میں پیش آتی ہے کہ جناب کا ارشاد ہے کہ مجلد کتاب میں ایڈریس معہ دستخطوں کے بھیجا جائے - اور ہم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ جس کاغذ پر دستخط ہونے چاہئیں وہ کس تقطیع کا ہے اور خانہ پُری اس کی کس طرح ہونی چاہیے - لہٰذا آپ برائے بندہ نوازی مطلع فرمایئے کہ کس تقطیع کا اور کس رنگ کا کاغذ استعمال کیا جائے اور کیا کیا امور اس میں درج کیے جائیں بعد آنے جواب کے کاغذات دستخط شدہ ارسالِ خدمت عالی کیئے جا سکتے ہیں - زیادہ تسلیم

خاکسار شیخ کفایت اللہ پرتاب گڈھ اودھ

(۷)

کلکتہ ۲۲ رائڈ اسٹریٹ ۵ رمارچ

مکرمی و معظمی

ہفتہ گذشتہ میں جواب عالی نامہ بھیج چکا ہوں - ہماری ایسوسی ایشن کی برانچوں میں لوکل کمیٹیاں قائم ہوتی ہیں - البتہ ہوگلی و بھاگلپور میں تو قائم ہو چکیں اور اضلاع میں بھی قائم ہوں گی - لیکن مسٹر ابوالفضل عبدالرحمٰن (کو مزید سعی) کرنے میں میں ان کو جگا تا رہتا ہوں - گمان غالب ہے کہ بنگالہ کی طرف سے میں خود جاؤں - ہمارے سید صاحب کی بھی بہت خواہش ہے کہ میں جاؤں -

سرور جنگ کی معزولی کی مجھے تو دل سے خوشی ہوئی - انھوں نے بہت سے ہمارے دوستوں کو ضرر پہونچایا تھا ان کے اور وہ خاص مولوی خدا بخش خاں صاحب بھی اب بہت پریشان ہیں - شاید زیادہ روز تک وہاں نہیں رہیں -

ہمارے دوست و سرپرست انریبل جسٹس اوکنلی صاحب (بہادر) کی ایک فرمائش مجھ پر ہوئی ہے - اگر آپ کی عنایت سے وہ کتابیں مل جائیں تو میں آپ کا بہت بہت ممنون ہوں گا وہ اسباب بغاوت یا وجوہات تفاوت کا رسالہ جو انریبل سید صاحب نے یا اور کسی صاحب نے بعد بغاوت ۱۸۵۷ء تصنیف کی تھیں چاہتے ہیں اگر آپ کی عنایت سے مجھے مفت یا قیمتاً مل جائے تو جلد بھیج دیجیے اور کلیات شاہ نعمت اللہ ولی کی بھی فرمائش ہے یہ رسالہ بھی اگر مل جائے تو ضرور بھیج دیجیے - زیادہ والسلام

آپ کا نیازمند سید امیر حسین عفی عنہٗ

بروز جمعہ

(۸)

کلکتہ ۲۴ رانڈا اسٹریٹ
۸ رجون (غالباً ۱۸۹۷ء)

بحضور قبلہ و کعبہ من دام ظلکم
بعد آداب عرض ہے سرفراز نامہ ورود ہوا۔ میرا ارادہ مصمم تھا کہ یہاں سے ۱۵ رجون کو روانہ ہو کر (علیگڑھ میں حضور
(سے ملاقات) کر کے شملہ جاؤں لیکن چند مقدمات ایسے سنگین میرے کچہری میں دائر ہو گئے کہ بغیر انفصال ان کے ممکن نہیں
کہ میں یہاں سے روانہ ہو سکوں۔ ۱۶ رجون تک مقدمات کی تاریخ ہے اور ۱۷ رکو میں یکسر شملہ جاؤں گا اور انشاء اللہ
سے معاودت کے وقت ضرور دو ایک روز علی گڈھ میں رہ کر حضور کی قدمبوسی حاصل کروں گا اور مقامات کالج کو دیکھوں گا۔
شملہ سے حضور کو تار دوں گا غالباً ایک ہفتہ سے زیادہ شملہ میں نہ رہوں گا زیادہ حد ادب

عریضہ از کلکتہ سید امیر حسین

(۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پرتابگڈھ ۴ رجون ۹۷ء

(حضور) عالی مخدوم مدظلہ۔ بعد آداب نیازمندانہ عرض ہے کہ مدراس وغیرہ میں جو کمیٹیاں مسلمانوں
در بارہ تہنیت سلطان روم کے ہوئی ہیں ان کا اثر ہندوستان کے حکام اور محکوم پر مختلف طریقوں سے جو ہو سکتا ہے۔ وہ
سے مخفی نہ ہوگا۔ اگر آپ کی صائب رائے اس امر کی اجازت دے کہ علاوہ اُس ایڈریس کے جو مسلمانوں کی طرف سے
کے اور گورنر جنرل کے ذریعے سے حضور میں جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کے بھیجی جاوے گی ایک دوسرا ایڈریس مسلمانوں
ت سے بذریعہ سلطان روم حضور میں جناب قیصرہ ہند بالقابہ کے روانہ کیا جاوے جو مسلمان رعایائے ہند کے ساتھ
ب ملکہ معظمہ کو ہے تو لوگوں کو اس دوسرے ایڈریس کے بھیجنے کے واسطے آمادہ کیا جائے۔
اس دوسرے ایڈریس کے بھیجنے کے واسطے زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف سلطان روم اور شاہ ایران
ت تار دے دیا جاوے کہ مسلمانوں کو آج کل دو خوشیاں نصیب ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ ملکہ معظمہ کی ڈائمنڈ جوبلی ہے دوسرے
سلطان المعظم کو بفضلہ تعالیٰ فتح حاصل ہوئی ہے لہٰذا مسلمانانِ ہندوستان چاہتے ہیں کہ اپنے حکام ہمدرد بادشاہ ہم مذہب
ن کے ذریعے سے اظہار اپنی احسان مندی کا حضور میں ملکہ معظمہ کے کریں لہٰذا حضور ہم لوگوں کی طرف سے مبارکباد
ڈائمنڈ جوبلی کا اظہار خدمت میں جناب ملکہ معظمہ کے فرما دیں اور اگر مناسب ہو تو ایسا ہی اظہار بذریعہ شاہ ایران کیا جائے

عریضہ خاکسار محمد عبد السلام عفی عنہ ساکن کوچہ حکیماں آگرہ

حال وارد پرتاب گڈھ (اودھ) ۴ رجون ۹۷ء

(۱۰)

جناب مخدومی و معظمی

۱۷ فروری ۹۷ء کو ایک کمیٹی واسطے جشن حکومت شصت سالہ حضور قیصرۂ ہند بارہ بنکی میں منعقد ہوئی۔ راجہ صاحب بہادر جہانگیر آباد (راجہ تصدق رسول خاں صاحب بہادر) پریسیڈنٹ مقرر ہوئے اور سید محمد حسن صاحب ڈپٹی کلکٹر وائس پریسیڈنٹ اور خاکسار سیکرٹری جس قدر کاغذات روانہ فرمائے ہوں جلد مرحمت فرمائیں تاکہ دستخط کرا دیے جائیں۔ یہاں سے قریب چار ہزار دستخط محرری اہلِ اسلام کے مل سکیں۔

کمتر عزیز الدین ڈپٹی کلکٹر بارہ بنکی

دی آنریری سکرٹری مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ

(۱۱)

بلند شہر ۲۴ فروری ۹۷ء

جناب سرسید صاحب قبلہ مدظلہم

آداب بصد نیاز۔ آپ کے ارشاد و ہدایت کے مطابق ایک جلسہ مسلمانان ضلع بلند شہر کا کل ۲۳ فروری ۱۸۹۷ء کو تین بجے دن کے ٹاؤن ہال بلند شہر میں منعقد کیا گیا جس میں اس ضلع کے تمام سربر آوردہ مسلمان شریک تھے اور پانچ یورو پین صاحبان (بھی شریک تھے) میجسٹریٹ ضلع اس جلسہ کے پریسیڈنٹ قرار پائے۔ میں نے جلسہ کو ایڈریس کیا اور اغراض و مقاصد جلسہ اور اُن تمام تجاویز سے جو جنرل کمیٹی نے قرار دی ہیں آگاہ کیا (وہاں) ایک کمیٹی مقرر ہوئی جس کے پریسیڈنٹ آغا سید حسن شاہ صاحب آنریری میجسٹریٹ بلند شہر و خان بہادر مولوی عبدالحامد صاحب ڈپٹی کلکٹر، وائس پریسیڈنٹ اور آپ کا نیاز مند سکریٹری اور مولوی غفور الحسن صاحب وکیل جائنٹ سیکریٹری مقرر کر دیئے گئے۔ تمام تجاویز جنرل کمیٹی سے اس کے (حوالے کر دی گئی ہیں) اور فہرست چندہ کھولی گئی ہے۔

مفصّل روئداد کمیٹی عقب سے روانہ خدمت عالی کروں گا۔

آپ کا نیاز مند

محمد مطیع اللہ ڈپٹی کلکٹر بلند شہر

نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین

موہا ملیشر عزیزہ من سلامت!

رات حکمت اللہ بخیریت یہاں پہنچ گئے۔ آج ہی تار پر میں نے بھائی مظہر اللہ کو اطلاع کر دی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ وہ صرف چار پانچ روز رہنا چاہتے ہیں۔ اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ فائدہ کیا بلکہ یہ خوف ہے کہ ابھی تو گرمی سے سردی میں آئے ابھی سردی سے پھر گرمی میں جاویں گے تو کچھ طبیعت خراب نہ ہو جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہاں کچھ ایسی سردی نہیں ہے جو یہاں سے جانے میں کچھ نقصان ہو اور میں صرف دیکھنے کے لیے آیا ہوں۔

اور سب طرح بعنایت الٰہی خیریت ہے۔ محمد احمد کا وہ تار شادی کا حیدرآباد ہی کے پتہ سے آیا تھا۔ مولوی ابوالحسن صاحب نے اس کو کھولا نہیں۔ میرا پتہ لفافے پر لکھ کر واپس کر دیا۔ تب تار والوں نے اسی دن وہ تار میرے پاس یہاں بھیج دیا اور اسی وقت میں نے حیدرآباد کو تار دیا۔ اس طرح تم کو ایک دن کے بعد اطلاع ہوئی ہوگی۔ ورنہ اسی دن اطلاع ہو جاتی۔

ہم نے یہاں مرغیاں پالی ہیں اور اب پانچ مرغیاں انڈے دیتی ہیں۔ بازار سے انڈے مول کو منگانے نہیں پڑتے۔ ہمارے نوکروں نے کہا کہ مرغیوں کو انڈوں پر بٹھلاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں جب بہت سی مرغیاں ہو جاویں گی تو پھر ان سے بکریاں خریدیں گے۔ پھر بھینس مول لیں گے پھر اسی طرح ہاتھی۔ مگر چھ ہفتے میں یہ سب کام ہونے کا نہیں۔ لہٰذا اب تو انڈوں پر اکتفا کرو۔ یہ غنیمت ہے کہ انڈے ہی کھانے میں آویں۔ والسلام

خاکسار

مشتاق حسین

(۲)

حیدرآباد دکن

۲۰ اکتوبر جمعہ - عزیزہ من سلامت

کئی دن سے میں نے خط نہیں لکھا۔ جناب سید احمد خان بہادر یہاں ہیں تو جس قدر فرصت ملتی ہے ان کے پاس رہنا ہوتا ہے خط لکھنے تک کی فرصت نہیں۔ یہاں پیر کے دن عید ہوگی۔ محمد احمد کے خطوط آتے ہیں۔ وہ بخیریت ہیں۔ جناب والدہ صاحبہ نے مجھ کو لکھا ہے کہ محمد احمد اب کی مرتبہ تعطیل میں امروہہ آویں گے یا حیدرآباد میں اس کو تمہاری خوشی پر چھوڑتا ہوں۔ لیکن میرا آنا دسمبر میں نہ ہو سکے گا۔ رہن چھٹانے کیلئے میں بھی کوشش تو بہت کروں گا اور جس قدر جلد ہو سکے گا رہن چھٹالی جاوے گی۔ میں اس وقت آنا چاہتا ہوں جب تم سب کو وہاں سے اپنے ساتھ لا سکوں۔ ننھی کو، عزیزہ کو، اشتیاق کو دعا اور ننھی کو دعائیں ایک معمولی اور ایک خوشامد

کی کہ کبھی کبھی خط لکھتی ہیں۔

نیاز محمد بخیریت ہے آج استاد مظہر علی اور ان کے بھتیجے یہاں سے امروہہ کو روانہ ہوئے۔ چار مہینہ کی رخصت لے کر۔ والسلام

خاکسار مشتاق حسین

حافظ جی چوتھا روز ہے جو یہاں پہنچ گئے۔ خالہ صاحبہ کی طبیعت اب کیسی ہے ؟

(۳)

عزیزہ من سلامت :

رات محمد احمد بخیریت تمام پہنچے۔ آرام سے سوئے۔ کل تمام دن بھی وہ اچھے رہے۔ آج بھی اچھے ہیں۔ ابھی چند روز تک ان کو مدرسہ جانے اور پڑھنے کی اجازت نہ ہوگی۔ آج وہ کہتے تھے کہ مجھ کو پہلے بھوک نہیں لگتی تھی مگر آج بھوک لگی اور خشکہ اور شوربا ان کو دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا دوا کچھ مت دو۔ دوائی کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف پیروں کی پھنسیوں پر ڈاکٹر نے پھائے لگا دیئے ہیں۔

محمد احمد کہتے تھے کہ بوا ڈرتی تھیں کہ میرے اوپر الزام عائد ہوگا حالاں کہ میں نے بلانے میں کچھ جھگڑا نہیں کیا تھا۔ لیکن میں کیا ایسا بھولا نہ تھا جو بے گناہوں پر الزام لگاتا۔ خیر خدا نے کیا کہ وہ اچھے ہوگئے۔ اب بتلاؤ کہ بقر عید میں بھی ان کو بلاؤ گی یا نہیں حیفظ؟ کی بیماری کا بہت افسوس ہے۔ امراؤ میاں اور بھائی زین الدین دعول پور میں ہیں۔ خط آتے ہیں۔ سب بہت اچھی طرح ہیں۔ دو ایک روز میں علی گڑھ آنے والے ہیں۔ جو جو چیزیں منگائی ہیں وہ سب عبداللہ کے ہاتھ پہنچیں گی۔ اور اس لیے عبداللہ کے آنے میں شاید ایک دو روز کام ہرج ہو جاوے۔ میں نے سنا ہے امروہہ میں چوروں کی بہت کثرت ہے ذرا خوب ہوشیار رہنا چاہیے اور چھوٹی بی صندوقچیوں میں کوئی چیز مت رکھنا۔ والسلام۔

خاکسار

مشتاق حسین۔ علی گڈھ۔ ۶ ستمبر

از طرف محمد احمد تسلیم۔

(۴)

حیدرآباد۔ ۱۷ شوال سہ شنبہ

عزیزہ من سلامت

بعد سلام شوق کے واضح ہو عید کے دن کا لکھا ہوا خط آپ کی امی جان صاحبہ کا پہنچا۔ جس میں انہوں نے رقم فرمایا تھا کہ اب ہم آنے کے لیے تیار ہیں۔ اس خط کے آنے سے یہاں ہمارے گھر میں ایک عید اور ہوگئی۔ فوراً سب انتظام کیا گیا۔ بھائی فیاض رسول روانگی کے لیے تیار ہوئے کیونکہ معلوم تھا کہ اگر ساتھ میں اور کسی کا آنا بھی نہ ہو تو بھی بھائی فیاض رسول اور حافظ جی ساتھ کے لیے کافی ہوں گے اور باقی ایک دو نوکر ساتھ ہوگا۔ خوشی خوشی بھائی مظہر اللہ صاحب کو تار دیا کہ اب فیاض رسول روانہ ہوتے ہیں۔ بوا کا خط آگیا ہے۔ اُس تار میں میں نے لکھا کہ نبی کو بھی آنے کی اجازت دی جاوے۔ حکمت اللہ کے واسطے بھی لکھا۔ بھائی مظہر اللہ اور بھائی اخلاق رسول صاحب سے بھی توقع کی کہ وہ بھی ساتھ آویں۔ مگر جواب یہ آیا کہ عید کے بعد آنا ہوگا۔ یہ سنتے ہی ہم کو تو محرم ہوگیا

کل نعمی کا خط پھر آیا ہے۔ اس میں پھر لکھا ہے کہ چلنے کے لیے سب تیار ہیں۔ لہٰذا میں نے پھر کل تار دیا ہے دیکھیے اس کا کیا جواب آتا ہے۔ اگر جناب والدہ صاحبہ حقیقت میں تیار ہیں تو مجھ کو تار کے ذریعہ سے اطلاع کر دو۔ خط کا جواب آنے میں تو بہت دیر ہوتی ہے۔ میں بہت جلد بھائی فیاض رسول صاحب کو یہاں سے روانہ کروں گا اور وہ بالکل تیار ہیں۔ راستہ کا تمام انتظام ان کو سمجھا دیا گیا ہے اور گاڑی جبکہ پوری ہوتی اور بار بار ہر جگہ بدلی نہ جاوے گی تو اسباب کا علیحدہ بھیجنا بے سود ہوگا۔ بلکہ چوری کا بھی ڈر ہے۔ اور برسات میں خراب ہونے کا بھی۔ صرف اس قدر کرنا کافی ہوگا کہ چھوٹی چھوٹی پٹلیاں اور صندوقچیاں بہت کثرت سے الگ الگ ساتھ نہ ہوں۔ اس میں چیز جاتی رہتی ہے۔ سب صندوقوں میں بند ہو اور صندوق جتنے بھی ہو جائیں سب گاڑی میں رکھ لیے جاویں گے۔ سارا اسباب حفاظت کے ساتھ ساتھ ہی ساتھ آ جاوے گا۔ اور اب جب ارادہ کر لیا ہے تو پورا بھی ہونا چاہیے۔

میں بیان نہیں کر سکتا کہ مجھ کو تمہارے سب کے یہاں نہ ہونے سے کس قدر سخت تکلیف ہے اور روز روز دیر ہونے سے کس قدر رنج ہوتا ہے۔ مجھ کو حقیقت میں اکثر وقت بیٹھے بیٹھے یہ خیال آتا ہے کہ وہ مجھ سے کون سی ایسی خطا ہوئی ہے جو سب لوگوں نے ایک ساتھ مجھ سے محبت کرنا ترک کر دیا ہے۔ والسلام

خاکسار

مشتاق حسین

(۵)

عزیزہ من سلامت

اطمینان رکھو کہ یہاں سب طرح خیریت ہے۔ فیاض رسول بھی اچھی طرح ہیں۔ نیاز محمد و علی حسین سب اچھے ہیں۔ میں جو تمہارے بلانے کو لکھتا تھا کچھ اپنے ہی آرام کے لیے (نہیں) بلکہ تمہارے بھی بھلے کو لکھتا تھا۔

خدا معلوم وہاں کیسی گرمی ہوگی۔ یہاں تو برآمدہ میں ٹاٹ کے پردے لٹکا کر اور اپنا وہ سفید کمبل دُہرا کر کے رات کو سوتا ہوں۔ دن کو بانات کا انگرکھا پہننا ہوتا ہے۔ یقین تو ہے کہ یہ سُن کر تمہارا بھی جی للچاتا ہوگا۔

آج جمعہ سے چوتھا روزہ ہے۔ تراویح ہمارے مکان ہی پر ہوتی ہیں۔ ایک حافظ صاحب پڑھتے ہیں مگر گھر سے علیحدہ رہ کر رمضان کا بھی کچھ لطف نہیں۔

آج تین سو روپے کے منی آرڈر میں نے بھائی مظہر اللہ صاحب کے نام روانہ کیے ہیں۔ امید ہے کہ وہاں بھی سب طرح خیریت ہوگی۔ محمد احمد کا ابھی علی گڑھ سے کوئی خط نہیں آیا۔ سب کو دعا و سلام۔

خاکسار

مشتاق حسین

(۶)

مہابلیشر ۱۱ رمضان ۱۳۱۲ھ

عزیزہ من سلامت

خدا کا شکر ہے کہ میں اب بہت اچھا ہوں اور خدا نے چاہا تو تھوڑے سے روزے بھی رکھوں گا۔ یہاں اگر سب

زیادہ فائدہ پیدل پھرنے سے ہوا۔ اب میں دو میل تک اچھی طرح پھر لیتا ہوں اور تھکتا بھی نہیں۔ مگر ابھی تک یہ حال ہے کہ اگر کوئی ثقیل چیز کھاؤں رتو ہضم میں نقصان ہو جاتا ہے لیکن یہاں رہنے کا ابھی ڈیڑھ مہینہ ہے۔ اُمید ہے کہ اس میں اچھی طرح طبیعت سنبھل جاوے گی۔

اب کی دفعہ محمد احمد کا خط یقین ہے کہ وہاں پیرس کو پہنچا ہوگا۔ ولایت کی ڈاک بہت جلد آئی تھی۔ سب کو دعا وسلام۔

خاکسار مشتاق حسین

(۷)

نور چشمی مشتاق فاطمہ

کل میں صبح جو پیدل پھرنے کو گیا تو بعض سڑکوں کی ایک سی صورت ہونے کی وجہ سے گھر کا راستہ بھول گیا، اور ڈیڑھ گھنٹہ تک چلنا پڑا۔ چار میل سے بھی زیادہ چلا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اچھا رہا کچھ تھکا نہیں۔ ایک خدا کا شکر تھا کہ بادل تھے دھوپ کی کچھ تکلیف نہیں ہوئی۔

تمہارا دوسرا خط مجھ کو پہنچ گیا ہے۔ مجھ کو اس بات سے بہت افسوس ہے کہ حیدر آباد میں گرمی بہت ہے۔

عزیز فاطمہ کو دعا۔ حنیف و جمیل احمد کو آداب و تسلیمات۔

زمانہ ہی اُلٹا ہے اس لیے میں نے بھی عزیز کو دعا لکھی اور دونوں بچوں کو آداب و تسلیمات۔

ہاں یہ تو بتلاؤ کہ اس برف کا کل سے کچھ کام بھی چلا۔ والسلام خاکسار

مشتاق حسین

(۸)

عزیزہ من سلامت!

بعد سلام شوق کے واضح ہو آپ کا خط پہنچا۔ اطمینان ہوا۔ نفی کے بھی خطوط آئے اور خوشی ہوئی۔ میں تو جیا سے اول دن سے کہتا تھا کہ تم الگ مت ہو۔ اب بھی جیا کو کہو کہ وہ یہیں رہے یعنی کھانا یہیں کھایا کریں اور ان کا جی ہو تو جب چاہے ہو آویں غضب کی بات ہوگی کہ میری تنخواہ تو بارہ سو روپیہ ہو اور جیا ہی کو تکلیف۔ ایسی ایسی میں نالائق ہوؤں کہ ہم جیا پر سے قربان کر کے پھینک دیں۔ جیا سے کہو کہ وہ کسی بات کا اپنے دل میں خیال نہ کریں۔ جیا کے غلاموں کو۔ جیا کی باندیوں کو سب کچھ ہوگا اور ریا لائق بہو ہمیشہ خوار رہے گی۔ بہو نے یہ سوچا ہوگا کہ میاں حیدر آباد سے دنیا بھر کی نعمتیں لاتے ہوں گے وہ اکیلی مجھ ہی کو ملیں گی۔ ان کی آنکھوں میں تیل کا ملیدہ۔

محمد احمد اس تعطیل میں علی گڑھ ہی میں رہیں گے۔ اُن کا امتحان جو تعطیل کے بعد قرار پایا تو اب اُن کو تمام تعطیل پڑھنا چاہیئے ورنہ امتحان خراب ہو گیا تو برس دن تک مصیبت ہوگی۔ تم بھی ان کو یہی صلاح دو کہ وہ تعطیل میں علی گڑھ رہیں۔ امتحان کے بعد پھر چھٹی ہوگی۔ اُس میں امروہہ آسکیں گے اور یوں دو ایک روز کے لیے کبھی بیچ میں بھی امروہہ آسکیں گے۔ اس کی کچھ ممانعت

نہیں ہے۔ والسلام　　　　خاکسار : مشتاق حسین ۲۲ محرم

(۱۰)

حیدرآباد ۱۸ جمادی الاخریٰ

عزیزہ من سلامت

بعد سلام شوق کے واضح ہو۔ آپ کا خط آج آیا۔ خوشی ہوئی کہ سہارن پور بھی آپ نے دیکھا اور وہاں کی بولیاں سُنیں۔ زیادہ خوشی یہ ہے کہ چھپنی سے امروہہ آئیں۔ یہ تو میں پہلے سے چاہتا تھا مجھ کو تمہارے جانے کا کچھ رنج نہیں۔ اصل یہ ہے کہ دفعتاً جب میں نے سُنا کہ تم بریلی کو گئیں اور وہاں سے سہارن پور کا ارادہ ہے تو مجھ کو بہت ہی فکر ہوئی کہ راستہ میں خدا خیریت سے رکھے اور یہ کچھ معلوم نہیں ہوا تھا کہ ساتھ کون ہے۔ خیر اب اپنے جی سے رنج دور کر دو۔ راستہ میں یقین ہے کہ محمد احمد کو دیکھا ہوگا۔ مگر ان کی خیریت تم نے اپنے خط میں نہیں لکھی۔ باقی خیریت ہے۔

بھائی تصدق حسین صاحب شاید شنبہ کو یہاں سے امروہہ جانے والے ہیں۔ یعنی پرسوں۔　　والسلام

خاکسار۔ مشتاق حسین

(۱۱)

عزیزہ من سلامت !

بعد سلام شوق کے واضح ہو کہ مجھ کو اس بات کی ضرورت پیش آئی ہے کہ ڈیڑھ سو روپیہ بھائی فیاض رسول کے پاس بھیجوں میرے پاس اس وقت یہاں روپیہ نہیں ہے۔ کیونکہ ابھی پانسو روپیہ قرضہ دے چکا ہوں اور سو روپیہ محمد احمد کے اخراجات کے لیے علی گڑھ کو بھیجے ہیں۔ بعدہٗ میں نے بھائی مظہر اللہ صاحب کو لکھا ہے کہ وہ ڈیڑھ سو روپیہ میرے حساب میں وہاں دے دیں جناب والدہ صاحبہ سے اطلاع کر دینا کہ ذرا خرچ کرتے وقت اس کا لحاظ فرمائیں۔

امید ہے کہ دودھ پلائی کا بندوبست ضرور ہوگا کیونکہ جو اصلی آرام کی اور ضرورت کی بات ہے وہ صرف یہی ہے اور باقی غیر و عافیت۔ والسلام　　　　خاکسار۔ مشتاق حسین

دودھ پلائی کا ضرور بندوبست کروا دو اس کا خرچ تم معمولی خرچ سے الگ لے سکتی ہو۔ اُمید ہے کہ تم بھی ضرور اس میں کوشش کروگی۔ تاکہ جناب والدہ صاحبہ اس خرچ کو فضول نہ سمجھیں وہ بیشک روپیہ خرچ کرنے میں بہت سخی ہیں مگر ضروری اور غیر ضروری کاموں میں تمیز نہیں فرمایا کرتیں۔　　　　مُشتاق حسین

ہاں میں نے پہلے بھی تم سے پُوچھا مگر تم اُس کے جواب کو بھول گئیں۔ اب ضرور یاد کر کے اطلاع دو کہ مسجد والے حاجی صاحب کو ہمارے ہاں سے کچھ مہینہ کے طور سے جاتا ہے یا نہیں ؟

مُشتاق حسین

(۱۳)

عزیزۂ من سلامت

بعد سلام شوق کے واضح ہو۔ آپ کے خطوط برابر آتے ہیں اور اطمینان ہوتا ہے۔ فرخ کی نسبت نفی کا ایک خط آیا ہے۔ اس کا جواب دوسرے کاغذ پر ہے۔ وہ ان کو دے دو۔ میں نے بھائی منظر اللہ صاحب کو لکھ بھیجا ہے کہ سوا سو روپیہ مہینہ کے حساب سے گھر میں خرچ دیا کریں۔ میں نے سوچا کہ یہ بھی کے دن کی بات ہے۔ کیونکہ جس قدر جلد مجھ سے ہو سکے گا۔ میں اب کی مرتبہ تم سب کو حیدر آباد بلاتا ہوں۔ دو ہفتہ کی رخصت لے کر آؤں گا۔ ریل کا ایسا بندوبست کروں گا کہ مراد آباد سے جو سوار ہو تو حیدر آباد میں اترو۔ راستہ میں کہیں اترنا نہ پڑے گا اور گاڑی میں پیشاب پاخانہ اور لیٹنے بیٹھنے کا خوب آرام ہو گا۔

مجھ کو اطلاع دو کہ تم سب آنے کے لیے تیار ہو۔ اور آیا ممکن ہے کہ برسات ہی میں تمہارے لانے کا بندوبست کیا جائے حکیم احمد سعید صاحب سے معلوم ہوا کہ دائیاں یہاں اچھی موجود ہیں۔ پس اب دو تین عورتوں کا بندوبست کرو۔ دو دو تین تین روپیہ مہینہ دیا کرو۔ بہت مل جاویں گی۔ اگر کوئی سینے پرونے والی ملے۔ تو پانچ چھ روپیہ تک بھی مضائقہ نہیں ہے۔ امروہہ میں کوئی نہ ملے تو مراد آباد یا رام پور سے کسی کو بلاؤ۔ مگر ایسے آدمی کا ہونا ضرور ہے۔ والسلام خاکسار

۱۵ رجب ۱۷ جون۔ مشتاق حسین از حیدر آباد دکن

محمد احمد بھی یقین ہے کہ جلد ہی وہاں پہنچتے ہوں گے۔ بھائی فیاض رسول اور بھائی تصدق حسین صاحب بخیریت ہیں

(۱۴)

حیدر آباد ۲۶ اگست

جناب والدہ صاحبہ معظمہ و مکرمہ ام سلامت

تسلیم۔ مجھ کو درحقیقت بہت افسوس ہے کہ میرے کل کے خط کا آپ کو رنج ہوا ہو گا۔ افسوس اس لیے زیادہ ہے کہ میری تمام تر کوشش اور نجات اس میں ہے کہ میں آپ کو خوش رکھوں۔ بجائے اس کے ایسا موقع پیش آتا ہے کہ آپ کو میری تحریر سے رنج ہوتا ہے۔

بات یہ ہے کہ التوا کے لیے اگر کوئی وجہ ہوتی تو بھی مضائقہ نہ تھا اور آپ نے صاف صاف تحریر فرمایا کہ ہمشیرہ عزیزہ کی شادی کا ابھی کوئی وقت مقرر نہیں۔ اور اس لیے اس کے انتظار میں رہنا نہیں ہو سکتا۔ میں نے خوش ہو کر سب قسم کی تیاری شروع کی تار اس لیے دیا تھا کہ احتیاطاً یہ جواب آ جاوے تو بھائی فیاض رسول صاحب کو روانہ کیا جائے۔ جواب آیا تو یہ آیا کہ عید بعد چلیں گے اور کل خط آیا تو اس میں کوئی وجہ تاخیر درج نہیں۔ جب کوئی سبب ایسا نہیں ہے جس کے لحاظ سے روانگی ملتوی ہو تو آیا مجھ کو رنج دینے کی وجہ ہے یا نہیں۔

آپ یاد فرمائیے کہ جس وقت سے میں گورکھپور کو روانہ ہوا اور آپ علی گڑھ سے امروہہ آئیں۔ اس کے بعد سے کبھی ایسا موقع ہوا ہے جو میں نے یہ سمجھا ہو کہ گھر کے لوگ پاس ہیں۔ اس عرصہ میں میرا امروہہ آنا اور چند روز رہنا بالکل ایک مسافرت کا اور پردیسی کا

سا آنا اور رہنا ہوا ہے۔ آپ کو غور کرنا تھا کہ آخر میں بھی آدمی ہوں میرا دل چاہتا ہوگا یا نہیں کہ سب گھر کے لوگ میرے پاس ہوں اور ہنسی خوشی سے رہیں۔ ایک آدمی جبکہ تمام دن محنت کرکے تھکتا ہے تو ضرور اس کی یہ خوشی ہوتی ہے کہ بال بچوں میں جی بہلا وے۔ انسان کو بہت سے ایسے مواقع پیش آتے ہیں جبکہ اس کو مختلف قسم کے رنج ہوتے ہیں اس کی روح کو تکلیف ہوتی ہے مگر جب وہ اپنے بال بچوں میں آتا ہے تو جی بہل جاتا ہے میں بھی آخر انسان ہوں یا نہیں۔ مجھ کو بھی ایسے مواقع پیش آتے ہوں گے یا نہیں۔ پھر کبھی تمہارے دل پر اس کا اثر ہوا ؟

پھر ایک اور بات بھی ہے کہ آدمی جب زیادہ راحت میں ہوتا ہے۔ تب ہی اس کو گھر یاد آیا کرتا ہے۔ تاکہ وہ اپنے کنبہ میت اس راحت کا لطف حاصل کرے۔ کیا فائدہ ہے مجھ کو اس بارہ سو روپیہ تنخواہ اور ایک معزز عہدے سے اس دنیا میں جب کہ میرا حال یہ ہو کہ صبح سے شام تک محنت کی اور رات کو منہ سر لپیٹ کر پڑ رہا نہ کسی سے ہنسنے کا نہ بولنے کا۔ کیا آدمی روپیہ سے راحت حاصل کر سکتا ہے۔ بے شک تم ماں ہو اور جس قدر محبت تم کو ہے اس کا ہزارواں حصہ بھی کسی کو نہ ہوگی۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کبھی بھی تمہارے دل پر اس عرصہ میں یہ خیال آیا۔ موقع تو یہ تھا کہ ان باتوں کا خیال آپ کو خود ہوتا۔ آپ خود تقاضا فرماتیں کہ ہم جلد حیدرآباد آتے ہیں۔ جلد بلاؤ۔ جلد بلاؤ۔ وہ سب گیا۔ نوبت یہ پہنچی کہ میں منتیں کرتا ہوں۔ خوشامدیں کرتا ہوں۔ دعائیں مانگتا ہوں اور کسی کے دل پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ یہ تک خیال نہیں آتا کہ ایک شخص جو اس طرح پر اصرار کرتا ہے۔ یہ آدمی ہے یا پتھر ہے اس کے دل بھی ہے یا نہیں۔ اس سے کبھی کچھ رشتہ، کچھ تعلق بھی تھا یا نہ تھا۔ اب بتلاؤ کہ مجھ کو رنج ہونا چاہیے یا نہیں ؟ زیادہ حد ادب۔

خاکسار : مشتاق حسین

(۱۴)

حیدرآباد۔ ۱۲ شوال۔ ۲۵ اگست

جناب والدہ صاحبہ معظمہ ام سلامت

تسلیم۔ اگرچہ افسوس اور تکلیف پہلے سے بھی ہے لیکن اب جس روز سے تار کا جواب آیا اور معلوم ہوا ہے کہ ارادہ پھر ملتوی ہوا ہے تو میرے دل پر اتنا سخت رنج گزرا ہے جسے میں بیان نہیں کر سکتا لوگ جو مجھ سے ملنے آتے ہیں کہ کیوں طبیعت کا کیا حال ہے اور مجھ کو ان سے کہنا پڑتا ہے کہ جی اچھا نہیں ہے۔ بخار ہے اور حقیقت میں سب کیفیت بخار کی سی ہے اور اگر دل پر یہی صدمہ رہا تو مجھ کو اندیشہ ہے کہ کسی سخت بیماری میں میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ افسوس ہے کہ یہ سارا رنج اور ساری خرابی ساس بہو کے شامل رہنے سے ہے۔ آپ کا اپنا دل حقیقت میں اس وقت یہاں آنے کو نہیں چاہتا۔ مگر بہو کی مروت مجبور کرتی ہے کہ انکار بھی نہیں ہو سکتا۔ اب وعدہ ہے کہ بقرعید بعد آویں گے۔ اس طرح آنے کو تو قیامت بھی بقرعید بعد ہی آوے گی۔ مجھ کو تو اب ایسے آنے کی بھی کچھ خوشی نہیں رہی۔ اب میں بھی اس جنون کو اپنے دماغ سے کم کرنا چاہتا ہوں۔ جس نے بیماری کے قریب پہنچا دیا۔ جب ایک دفعہ دل ٹوٹ گیا تو پھر اس کا سمجھا لینا اور ایک خیال سے ہٹا لینا کچھ مشکل نہیں ہے شاید چند روز میں میری طبیعت کا یہ حال ہو سکے گا جبکہ مجھ کو ان باتوں کا خیال تک بھی نہ آوے۔ ان چار پانچ دن ہی میں بہت طبیعت کا رنگ بدل گیا ہے۔ زیادہ حد ادب۔

خاکسار : مشتاق حسین

(۱۵)

حیدر آباد ۱۵ ذی الحجہ

جناب والدہ صاحبہ معظمہ ام سلامت۔ تسلیم۔

نوازش نامہ پہنچا۔ معزز زمایا۔ یہ اچھا ہوگا کہ بھاری بھاری اسباب پہلے سے روانہ کر دیا جاویگا۔ نوکروں کی تنخواہ کی نسبت میں بھائی مظہر اللہ صاحب اور بھائی فیاض رسول کو لکھ چکا ہوں۔ اگر نہیں مل سکتے تو مجبوری ہے۔ جانے دو۔ میرا مطلب صرف یہ تھا کہ وطن کے جس قدر آدمی پاس ہوں بہتر ہے۔ البتہ اس کی سب سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے کہ اصیلیں وغیرہ اس قدر ساتھ ہوں جو گھر میں یہاں کی عورتوں کی ضرورت نہ پڑے۔ بڑی ہی چور اور بدمعاش ہوتی ہیں۔

جیا کو ساتھ لانا بھی مناسب ہے وہ دیوانی ہے اگر وہاں رہنے کا قصد کرے۔ دیکھو ہمارے سب کے ہوتے ہوئے اس کے اوپر وہاں کیا کیا آفت گزر گئی ہے۔ یہاں سے اس کو سوچنا چاہیے کہ اکیلے پن کی حالت میں کیا ہوگا۔ بیٹے کی مفارقت کا اگر خیال ہو تو غور کرنا چاہیے کہ آخر محمد احمد بھی تو اس تھوڑی سی عمر میں سب سے علیحدہ ہیں اور علیحدگی گوارا کرنی پڑتی ہے۔

آج تک کسی خط میں کسی نے یہ یقین سے نہ لکھا کہ کس کس کا آنا قرار پایا۔ والسلام خاکسار

مشتاق حسین ۱۵ ذی الحجہ

(۱۶)

نور چشمی مشتاق فاطمہ

تمہارا خط پہنچا۔ خوشی ہوئی۔ ہمیشہ اسی طرح اپنی اور سب کی عافیت سے اطلاع دیتی رہا کرو۔

دلاور خاں گلبرگہ پہنچ گئے۔ میرا بھی ارادہ کسی دن اُن سے ملنے کے لیے گلبرگہ جانے کا ہے۔ والدعا۔

خاکسار۔ مشتاق حسین

اپنی پوا سے کہہ دینا کہ اُن کا خط نہیں پہنچا۔

مشتاق حسین

(۱۷)

عزیزہ من سلامت!

الحمد للہ کہ یہاں سب طرح پر خیریت ہے۔ اطمینان رکھو ہم سب اچھے ہیں۔ بھائی فیاض رسول اور بھائی تصدق حسین صاحب کو میں نے اپنے ہی پاس بُلا لیا ہے۔ بھائی تصدق حسین صاحب بارش شروع ہونے پر یہاں سے روانہ ہوں گے۔

میں جس روز سے یہاں پہنچا تھا اُسی روز یہاں دھانوں کی کھیتیاں کاٹی جا رہی تھیں یعنی جیٹھ کے مہینے میں دھان کٹ رہے تھے اور آموں کی خوب بہار تھی۔ دیکھو ایک ایسا بھی ملک ہے اور اب تم خود ہی اس کو دیکھ لوگی۔ والسلام

خاکسار مشتاق حسین۔ ۱۲ رجب

سب کو دعا و سلام
تمہارے خطوط ہر روز پہنچتے ہیں۔ یقین ہے کہ محمد احمد بھی عنقریب امروہہ آنے والے ہوں گے۔

(۱۸)

عزیزۂ من سلامت!

الحمدللہ کہ یہاں سب طرح خیریت ہے۔ اپنی امی جان سے عرض کرو کہ میں نے خرچ بھیج دیا ہے وہ اس میں سے پچاس روپیہ زیادہ لے لیں اور جب ضرورت ہو لے لیا کریں۔ کچھ مجھ سے پوچھنے کی حاجت نہیں ہے جو کچھ درکار ہوگا ضرورت ہی کے لیے درکار ہوگا۔ والسلام

فیاض رسول بخیریت ہیں اور نیاز محمد، علی حسین سب اچھے ہیں — خاکسار

مشتاق حسین از حیدرآباد

(۱۹)

حیدرآباد۔ ۱۸ر رجب۔

عزیزۂ من سلامت۔

بھائی انتظام علی خاں صاحب کا تو سخت صدمہ پہنچا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب تک چار پانچ دن خبر کو سنے ہو چکے اور گو کہ خبروں نے بہت دنوں سے مایوس کر دیا تھا، مگر آج تک حواس درست نہیں ہیں۔ افسوس اور ہزار افسوس

تم اپنی خیریت سے اطلاع دو۔ والسلام — خاکسار

مشتاق حسین

(۲۰)

حیدرآباد۔ ۲۴ر رجب۔ یکم جون

عزیزہ من سلامت۔

الحمدللہ کہ یہاں سب خیریت ہے۔ تمہارا خط عرصہ سے نہیں آیا۔ والسلام۔ خاکسار

مشتاق حسین

* یہاں اب شب کو اس قدر سردی پڑتی ہے کہ باہر میدان میں مشکل سے سویا جاتا ہے۔ آج صبح بانات کے انگرکھے کی حاجت تھی۔

مشتاق حسین

(۲۱)

عزیزۂ من سلامت۔

تمہارا خط آیا۔ جی خوش ہوا۔ ننھی کے بچے کو دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ اب بتلاؤ کہ تم سب کب تک وہاں سے حیدرآباد

آ سکتی ہو تاکہ میں غور کروں کہ مجھ کو فرصت اور رخصت مل سکے گی یا نہیں۔ نیاز محمد کو بہتر ہے جو محمد احمد کے پاس متعین کیا جاوے مجھ کو کچھ عذر نہیں ہے۔ والسلام

خاکسار

مشتاق حسین ۴ جنوری۔ حیدرآباد

(۲۲)

عزیزہ من سلامت۔

میں جمعرات کے دن بخیریت شام یہاں پہنچا۔ مولوی مہدی علی صاحب کے ہاں ٹھہرا ہوں، اور ایک بہت خوبصورت کوٹھی کا بندوبست رہنے کے واسطے کر رہا ہوں، جس کو دیکھ کر تم بھی خوش ہو جاؤ گی۔ میرا تقرر آج پھر اسی پہلے عہدے پر جو نواب بشیر الدولہ بہادر کے محکمے کا عہدہ ہے ہو گیا اور میں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ خدا کا بڑا شکر ہے۔ محمد احمد کے خطوط میرے پاس آتے ہیں اور میں امید کرتا ہوں تمہارے پاس وہ خط بھیجتے ہوں گے۔ اب سے تین ہفتہ بعد وہ امروہہ آویں گے۔ میں نے علی گڑھ کو لکھ بھیجا ہے۔ خرچ میں عنقریب روانہ کروں گا، اور اس کے بعد پھر برابر خرچ لگاتار لگا رہے گا۔ سب کو دعا و سلام پہنچے۔ نیاز محمد بخیریت ہے۔ والسلام

بھائی تصدق حسین، فیاض رسول، حکیم احمد سعید سب بخیریت ہیں۔

حیدرآباد دکن۔ ۷ مئی

خاکسار

مشتاق حسین

(۲۳)

مہابلیشر۔ ۹ رمضان

نورچشمی مشتاق فاطمہ سلمہا اللہ تعالےٰ

کل شام تمہارا خط پہنچا جس کا مجھ کو ہر روز انتظار رہتا تھا۔ یہ کہنا تو مناسب نہیں کہ خوشی ہوئی اگرچہ ہوئی تو۔ مگر کہتا ہوں چاہیے کہ اطمینان ہوا مجھ کو پہلے بھی یہ اطمینان تھا کہ تم خدا کے فضل و کرم سے بہت صابر و شاکر بیٹی ہو۔ تاہم خط جب تک نہیں آیا تب تک ایک قسم کی فکر رہی۔ مگر اب کامل اطمینان ہو گیا اور خدا سے صرف یہ دعا ہے کہ اس کا بہت اچھا بدلہ تم کو ملے۔ میں تو تم سب کو مہابلیشر میں بلوا لیتا۔ مکان کافی ہے۔ مگر تمہاری رستے کی تکلیف کے لحاظ سے ایسا ارادہ نہیں کر سکا۔ میں بخیریت ہوں۔ سب کو دعا و سلام۔

خاکسار۔ مشتاق حسین

(۲۴)

مہابلیشر

نورچشمی عزیزہ فاطمہ سلمہا اللہ تعالےٰ

دعاؤں کے بعد واضح ہو تمہارا خط آیا۔ مبارک فاطمہ نہ سہی زبیدہ خاتون سہی۔ یہ بھی اچھا نام ہے۔ مگر ابھی کیا ہے۔ ابھی خوب غور کر لو۔ یہ بچی جینے کے لیے پیدا ہوئی ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ فرصت سے نام تجویز ہو سکے گا۔ والدعا۔

باقی سب خیریت ہے۔ والسلام　　　　　　　　خاکسار　مشتاق حسین

(۲۵)

بھیرالون۔ ۱۱ مئی ۱۹۱۵ء

برخورداری سلمہا اللہ تعالیٰ

نیاز محمد کا خط آج پہونچا۔ جس سے تمہاری خیریت معلوم ہو کر اطمینان ہوا۔ میرا خط اور تمہارا جو تا صابری یقین ہے کہ آج تم کو ملا ہوگا۔

ایک خاص بات ہے جس ضرورت سے یہ خط مجھ کو اپنے قلم سے لکھنا پڑا ہے۔ تم کو معلوم ہے کہ مسودہ وقف میں ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ مشتاق حسین کے بعد فلاں شخص متولی مقرر ہوگا اگر اس وقت تک مشتاق احمد نابالغ ہوں۔

اس کے متعلق میں نے اب تک برابر سوچا ہے اور اپنی رائے کا اظہار کسی سے نہیں کیا۔ اور اب میں اس کے متعلق اظہار رائے کرتا ہوں۔ میرے نزدیک عزیز القدر محمد صبغت اللہ اس کام کے لیے بہت موزوں اور موجودہ اشخاص میں سب سے بہتر ہیں مگر اس مسئلے کو تمہارے مشورے سے طے کرنا چاہتا ہوں۔ تم اپنی رائے سے بواپسی ڈاک اطلاع دو۔ والسلام۔　　خاکسار

مشتاق حسین

(۲۶)

عزیزۂ من سلامت۔

سید احمد خاں بہادر حیدر آباد آتے ہیں۔ ایک مہینے تک یہاں رہیں گے۔ میں ان کے لینے کے واسطے بمبئی کو آیا ہوں۔ کل صبح حیدر آباد سے چلا تھا۔ آج گیارہ بجے یہاں پہنچا۔ سید صاحب کل علی گڑھ سے یہاں آویں گے۔ یہاں سے ہم سب ساتھ ساتھ حیدر آباد کو جاویں گے۔ مولوی سید مہدی علی اور میں دونوں حیدر آباد سے آئے ہیں۔ باقی سب خیریت ہے۔ تم اپنے خطوط حیدر آباد ہی کو بھیجو۔

بمبئی۔ ۲۲ ستمبر جمعہ　　　　　　　　خاکسار۔ مشتاق حسین

(۲۷)

عزیزۂ من سلامت۔

محمد احمد نے آج تار پر مجھ کو لکھا ہے کہ میں امتحان میں پاس ہو گیا یعنی پورا اترا۔ بہت خوشی ہوئی۔ ان سے وعدہ تھا کہ جب وہ امتحان میں پورے اتریں تو ان کی سواری کے لیے گھوڑا دیا جاوے گا۔ اب اس وعدے کو پورا کرنا ہوگا۔ تم کو بھی اس خبر سے ویسی خوشی ہوئی ہوگی جیسی اسے اس وقت ہوئی ہوگی۔ جب محمد احمد علی گڑھ سے آ کر تم سے ملے ہوں گے۔ اور اگر حقیقت میں اس سے کچھ خوشی ہوئی ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے۔ اس خوشی میں کچھ خرچ کر دو تو ہم بھی جانیں۔ مدرسہ علی گڑھ میں بہت سے غریب طالب علم ہیں ان کے واسطے کچھ نقد روپیہ نیاز محمد کے ہاتھ بھیج دینا مناسب ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ماں اور دادی ایسے کاموں میں کس قدر نام کرنے کو پسند کرتی ہیں۔ والسلام　　　　　　　　خاکسار

مشتاق حسین

اپنی مامی جان کو اطلاع دو آج میں نے پانچ سو روپیہ کے منی آرڈر بھیج دیئے ہیں لیکن خرچ سمجھ سمجھ کر کرنا چاہیے۔ فضول باتیں تو بے فائدہ ہیں۔ البتہ جو دینا ہے وہ دیا جاوے اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ایک دودھ پلائی بچے کے واسطے رکھی جاوے اور اس کا خرچ اپنے ذمہ لو۔ اس میں ہرگز کوتاہی مت کرنا۔ والسلام خاکسار

مشتاق حسین ۲۸ صفر

(۲۸)

عزیزہ من سلامت

میں یہاں سے خدا نے چاہا تو منگل کے دن شام کو سوار ہوں گا اور بدھ کے روز صبح ہی صبح امروہہ پہنچوں گا۔ آج میں نے بھائی منظر اللہ صاحب کو خط لکھا ہے اور پالکی مراد آباد کو منگائی ہے تاکہ رات میں آرام سے سفر کر سکوں۔ والسلام

محمد احمد وغیرہ بخیریت ہیں۔ خاکسار۔ مشتاق حسین علی گڑھ۔ ۲۲ اپریل

(۲۹)

عزیزہ من سلامت

آج حیدرآباد سے تار برقی آیا ہے کہ وہاں میری بحالی کا حکم ہو گیا۔ امید ہے کہ چار پانچ روز میں یہ حکم میرے پاس پہنچے گا۔ اب حیدرآباد کا جانا یقینی ہو گیا اور میں تم کو مبارک باد دیتا ہوں کہ تم کو بھی اب حیدرآباد چلنا ہوگا۔ اس کا ابھی کسی سے زیادہ ذکر مت کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ ابھی زیادہ مشہور نہ ہو۔ ایک ہفتہ بعد میں بھی امروہہ آؤں گا۔ اور صرف ایک دن یا دو دن رہنا ہوگا۔ والسلام۔ خاکسار۔ مشتاق حسین علی گڑھ۔ ۱۹ اپریل

محمد احمد۔ احمد الدین صبغت اللہ عبدالقدیر سب بخیریت ہیں۔

(۳۰)

عزیزہ من سلامت

ننھی کی طبیعت شاید اچھی نہیں۔ جو اُن کا خط کئی دن سے نہیں آیا۔ تم بھی کسی وقت اپنی جان پر مصیبت بھر کر کوئی چھوٹا سا خط لکھ دو۔ میں آج شب میں یہاں سے واپس روانہ ہوتا ہوں۔ اب تک تو ہر روز حیدرآباد سے دور ہوتا جاتا ہوں۔ اور اب ہر روز نزدیک ہوتا جاؤں گا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اب [illegible] سے ایک مہینہ میں میں حیدرآباد ہی پہنچ جاؤں گا۔ والسلام۔

خاکسار۔ مشتاق حسین

اس وقت تم سے خط لکھنے کی [illegible] ہے۔

(۳۱)

حیدرآباد ۲۰ رمضان۔ جناب والدہ صاحبہ مخدومہ معظمہ ام سلامت

تسلیم۔ آخر کار معلوم ہو گیا کہ آپ کا ارادہ آنے کا نہیں ہے۔ یہ کا صرف حیلہ معلوم ہوتا ہے۔ بہتر ہے جیسی آپ کی مرضی

مجھ کو بھی اس میں عذر نہیں۔ اور اگر عذر ہو بھی تو چارہ ہی کیا ہے۔ اس عرصہ میں حیدرآباد میں رہنے کی مدت بھی ختم ہو جاوے گی اور اپنی جگہ تعلق داری گلبرگہ پر جانا ہو گا۔ پھر وہ جاڑے کا زمانہ میرے دورہ کا ہو گا۔ پانچ چھ مہینہ میں دورہ ختم ہو گا اور اس وقت گرمی زیادہ ہو گی۔ سفر ممکن نہ ہو گا۔ اس کے بعد برسات کا موسم شروع ہو گا۔ غرض ابھی ایک برس کے لیے تو فراغت ہے۔ پھر اس عرصہ میں دیکھیئے کون مرے اور کون جیئے زندگی باقی رہے گی تو اب اگلے سال دیکھا جاوے گا۔ زیادہ حد ادب

اس وقت تو یہ جھگڑا جس سے آپ کو بہت تکلیف تھی آپ کے حسب منشا ختم ہو گیا۔ خدا مبارک کرے۔

خاکسار مشتاق حسین

(۴۲)

عزیزہ من سلامت۔

میں بخیریت ہوں۔ فیاض رسول صاحب اب وہاں پہنچنے والے ہیں۔ یہ تو اطلاع دو کہ ہمشیرہ صاحبہ مسیحاً اور حافظ صاحب کے گھر میں سے بھی آویں گی اور کون کون آوے گا۔ آج تک مجھ کو یہ نہ معلوم ہوا۔

صوفی خدا بخش نے مجھ کو خط لکھا ہے ان کو ایک روپیہ میری طرف سے دے دیجیئے۔ اور اپنی خیر و عافیت سے اطلاع دو۔

والسلام خاکسار مشتاق حسین

(۴۳)

عزیزہ من سلامت،

اطمینان رکھو کہ میں خیریت سے ہوں اور بھائی فیاض رسول و بھائی تصدق حسین اور نیاز محمد علی حسین سب اچھی طرح ہیں میں کل شام ارال میں آیا ہوں۔ یہ ایک بستی حیدرآباد سے دس کوس (کے) فاصلے پر ہے۔ یہاں مولوی مہدی علی صاحب تبدیل آب و ہوا کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ میں بھی ان سے ملنے آیا ہوں۔ آج جمعہ کا دن کچہریوں میں تعطیل ہے۔ کل پھر حیدرآباد جاؤں گا۔ تمہارا وہ خط بھی پہنچا جس میں تم نے لکھا ہے کہ حیدرآباد سے خطوط آنے لگے اور اطمینان ہو گیا کہ امروہہ کے خطوط بھی حیدرآباد پہنچتے ہیں۔ والسلام — محمد احمد کے خطوط بھی آتے ہیں۔ والسلام

ننھی کو۔ عزیز کو۔ اشتیاق فاطمہ کو دعا۔ بوا کو اور سب کو سلام۔ خاکسار

از ارال متصل حیدرآباد دکن ۲۶ مئی مشتاق حسین

(۴۴)

عزیزہ من سلامت

تمہارے خطوط برابر پہنچتے ہیں اور ان سے بہت خوشی ہوتی ہے۔ اطمینان کے ساتھ اپنے خطوط بھیجے جاؤ۔

خرچ کی طرف سے شاید تکلیف ہو گی۔ دو روز سے روپیہ ڈاک خانے کو بھیجا جاتا ہے۔ منی آرڈر نہیں ہوتا۔ آج بھی نیاز محمد پھر آئے کہ کوئی تعطیل ہے۔ کل انشاء اللہ تعالےٰ چار سو روپیہ کا منی آرڈر بھائی مظہر اللہ صاحب کے نام پہنچے گا۔ والسلام

خاکسار۔ مشتاق حسین حیدرآباد دکن ۲۴ مئی۔ چہارشنبہ

محمد احمد بھی ہر روز خط بھیجتے ہیں۔ اُن کا بھی میں شکرگزار ہوں۔ ماں بیٹوں نئے دونوں نے میرے ساتھ بڑی مہربانی کی ہے۔

(۲۵)

۳ مئی چہارشنبہ عزیزہ من سلامت

آج میں گلبرگہ میں ہوں صبح یہاں آیا ہوں۔ دن بھر رہوں گا۔ رات کو بھی رہوں گا۔ کل صبح سوار ہو کر شام کو انشاء اللہ حیدرآباد پہنچوں گا۔ نیاز محمد۔ علی حسین سب بخیریت ہیں۔ گلبرگہ حیدرآباد کی عملداری میں ہے۔ یہاں بہت سے دوست ہیں۔ اس لیے یہاں سے جانا ہوا۔ کل میں حیدرآباد سے تار پہنچنے کی اطلاع دوں گا۔ والسلام

خاکسار

مشتاق حسین

(۲۶)

حیدرآباد۔ ۲۵ شعبان۔ یکم جولائی

عزیزہ من سلامت

یہاں بعنایت الہٰی سب طرح خیریت ہے۔ اطمینان رکھو یقین ہے کہ محمد احمد علی گڑھ کو روانہ ہوئے ہوں گے۔ کہو یہاں آنے کی نسبت کیا ارادہ ہے۔ حکیم احمد سعید صاحب نے لکھا تھا کہ کنوار میں آنے کا ارادہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ساون میں یہاں آنا چاہیئے تاکہ بھادوں کی گرمی سے بچو۔ اور یہاں کا عمدہ موسم دیکھو۔ اگرچہ آج کل بھی نہایت عمدہ موسم ہے۔ آخر معلوم نہیں کہ دیر سے فائدہ کیا ہوگا۔ بھائی تصدق حسین صاحب کی شادی سے تو شاید قبل از رمضان فراغت ہوتی ہوگی۔ کوئی خط نہیں آیا۔ والسلام۔

خاکسار: مشتاق حسین

(۲۷)

عزیزہ من سلامت۔

میں بخیریت ہوں اور بہت خیریت سے ہوں۔ محمد احمد کے خطوط بھی آتے ہیں۔ یقین ہے کہ تمہارے پاس بھی جاتے ہوں گے اپنی خیریت کے خطوط بھیجتی رہو۔ میں جس روز سے امروہہ سے روانہ ہوا ہوں۔ کوئی خط مجھ کو نہیں ملا۔ ابھی میں علیحدہ مکان میں نہیں گیا بھائی تصدق حسین صاحب و فیاض رسول و نیاز محمد بخیریت ہیں۔ سب کو دعا و سلام۔ امروز فردا میں کچھ خرچ میں روانہ کرنا چاہتا ہوں۔ والسلام۔

خاکسار: مشتاق حسین

حیدرآباد دکن ۱۵ مئی۔

(۲۸)

مہابلیشر۔ ۲۶ رمضان

عزیزہ من سلامت

خدا کے فضل سے یہاں سب طرح خیریت ہے۔ اب رمضان تو ختم ہونے آیا۔ مگر اس کے بعد کا بھی جو مہینہ آتا ہے، وہ

بھی سب ایک ایک دن گن گن کر کٹے گا۔ برسات شروع ہوتے ہی خدا نے چاہا تو میں حیدر آباد آؤں گا۔ تمہلے بعد عید چلیں گے۔ نھی۔ عزیزہ اشتیاق جمال۔ آپا سب کو دعا سلام پہنچے۔ بھائی زین الدین کے مکان کا کیا ہوا۔ اور وہ بھائی مظہر اللہ کے پاس بھی اسی قسم کا پیام ان کے مالک مکان سے آیا ہے کہ کرایہ بڑھایئے۔ یہ دوسرا رقعہ باہر مولوی نور حسین صاحب کے پاس بھیج دیجئے گا

والسلام خاکسار : مشتاق حسین

(۳۹)

عزیزۂ من سلامت۔

بعد سلام مسنون کے واضح ہو یہاں بعنایت الہٰی سب طرح خیریت ہے۔ اطمینان رکھو۔ محمد احمد کو دعا۔ نھی۔ عزیزہ اشتیاق کو مظہر کو ان کی چھوٹی بہن نور کو سلام۔ نیاز محمد اچھی طرح ہے۔ والسلام خاکسار

مشتاق حسین حیدر آباد دکن ۱۴ شعبان

آج شب برات ہے تم یہاں ہوتیں تو ہم کو بھی حلوے کھانے کو مل جاتے۔

(۴۰)

عزیزۂ من سلامت

کل نھی کا خط آیا۔ اور آج آپ کا خط آیا۔ محمد احمد کے حالات معلوم ہونے سے خوشی ہوئی۔ امید ہے کہ اب دن بدن ان میں سمجھ زیادہ آتی جاوے گی۔ اور تین برس کے بعد وہ اس قابل ہو جاویں گے کہ ولایت کو جا سکیں۔ یہاں سب طرح خیریت ہے نیاز محمد۔ فیاض رسول۔ علی حسین سب اچھے ہیں۔ بھائی تصدق حسین معلوم نہیں وہاں پہنچے یا نہیں۔ آج دسواں روزہ ہے کچھ معلوم نہیں ہوا کہ رمضان ہے یا معمولی دن ہیں۔ اس قدر موسم عمدہ ہے کہ واہ جی واہ۔ سب کو سلام اور دعا۔ نھی مشتاق فاطمہ کو بہت بہت دعا۔ عزیز مشتاق مظہر وغیرہ سب کو دعا۔ جناب والدہ صاحبہ کو تسلیمات۔ خاکسار

مشتاق حسین ۱۰ رمضان

(۴۱)

عزیزۂ من سلامت

تمہارے خطوط برابر پہنچتے ہیں۔ اطمینان رکھو۔ یہاں بھی سب طرح خیریت ہے۔ بھائی فیاض رسول صاحب اور بھائی تصدق حسین صاحب اور نیاز محمد بخیریت ہیں۔ خرچ ابھی تک میں نہیں بھیج سکا۔ کل چار سو روپیہ روانہ ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

والسلام۔ خاکسار : مشتاق حسین حیدر آباد دکن ۳ رجب

(۴۲)

عزیزۂ من سلامت

تمہارا خط پہنچا۔ بابت خرچ کے لیے اس سے پہلے بھائی مظہر اللہ صاحب کو لکھ چکا ہوں۔ یقین ہے کہ انہوں نے خرچ

دے دیا ہوگا۔ ایک ہزار روپیہ جو میں نے یہاں سے بھیجے تھے چونکہ وہ رقم اکٹھی تھی لہٰذا ڈھائی میں طے دی گئی ہوگی۔ اگر یہ ارادہ نہ کیا جاتا تو خرچ کی کچھ تکلیف نہ ہوتی ہوتی۔ محمد احمد اور امراؤ میاں اور سب لڑکے بخیریت ہیں۔ خط آج صبح پہنچا اور مٹھائی بھی پہنچی۔ بوا کو سلام۔ ننھی عزیزہ۔ اشتیاق کو دعا۔ والسلام خاکسار

مشتاق حسین بلی گڑھ۔ ۸ اپریل

(۴۳)

امروہہ۔ ضلع مراد آباد

مکان مشتاق حسین عزیزہ من سلامت۔

الحمدللہ کہ یہاں خیریت ہے۔ آپ کے دو خط کل بہت دنوں کے بعد آئے۔ میں اور سب اچھے ہیں۔ اطمینان رکھو۔ محمد احمد کو دعا۔ والسلام خاکسار مشتاق حسین

محمد احمد سے کہنا کہ نواب بشیر الدولہ بہادر مدراس میں تھے وہاں سے آ گئے ہیں۔ اوّل سرکار نے تم کو پوچھا کہ کہاں ہیں اور کیسے ہیں۔ پس ایک عرضی انگریزی میں لکھ کر سیدھی سرکار میں بھیجو۔ عمدہ کاغذ اور عمدہ لفافہ ہو۔ ۵ شعبان

(۴۴)

عزیزہ من سلامت

کل میں نے ایک خط الٰہ آباد سے بھیجا ہے آج پھر اپنی خیریت سے اطلاع دیتا ہوں۔ نیاز محمد اور علی حسین میرے ساتھ ہیں اور خیریت سے ہیں۔ کل الٰہ آباد تک گرمی کا موسم معلوم ہوتا تھا۔ لیکن آج جبل پور کے بعد سے موسم ٹھنڈا ہے۔ بادل آ رہے ہیں۔ برسات کی سی کیفیت ہے۔ خوب خوشی سے سفر ہو رہا ہے۔ والسلام خاکسار

مشتاق حسین از بھاگل پور

(۴۵)

عزیزہ من سلامت

بعد سلام مسنون کے واضح ہو آپ کے خطوط پہنچے۔ اطمینان ہوا۔ یہاں نواب صاحب کے رنج کے علاوہ اور سب طرح خیریت ہے۔ میں بہت اچھا ہوں۔ اُدھر لوگ اسنے یہ کہتے کہتے کہ آتی ہیں آتی ہیں ایکا ایکی یہ حکم لگا دیا کہ ابھی بہت دنوں تک آنا نہ ہوگا دوسری طرف یہ حال ہے کہ میرا آنا اب سے برس دن تک بھی مشکل ہی معلوم ہوتا ہے۔ والسلام۔ خاکسار

مشتاق حسین ۱۶ ربیع الثانی

(۴۶)

عزیزہ من سلامت۔

خدا کا شکر ہے کہ یہاں سب طرح خیریت ہے۔ بھائی تصدق حسین صاحب اور فیاض رسول صاحب اور نیاز محمد حکیم جی

وہ بہت اچھی طرح سے ہیں۔ اطمینان رکھو۔ رلت محمد احمد کا خط بھی آیا تھا۔ وہ بھی اچھی طرح ہیں۔ یہاں اس وقت اس سے آدھی گرمی بھی نہیں ہے جتنی کہ امروہہ میں میرے چلتے وقت تھی۔ آپ کا ایک خط پرسوں پہنچا ہے اور نہایت خوشی ہوئی ہے جو مبارکباد آپ نے مجھ کو دی وہی میں آپ کو دیتا ہوں۔ والسلام خاکسار

مشتاق حسین حیدر آباد ۱۷ مئی

(۴۷)

عزیزۂ من سلامت

یہاں بہمہ وجوہ سب خیریت ہے۔ معلوم نہیں کہ بھائی تصدق حسین صاحب وہاں پہنچے یا نہیں یا کہاں ہیں۔ محمد احمد تو یقین ہے کہ امروہہ آنے ہوں گے۔ آخر تم ماں بیٹوں میں سے کسی نے نہ لکھا کہ علی گڑھ میں ایک دوسرے سے ملے تھے یا نہیں۔ نہ لکھا پر نہ لکھا۔ والسلام خاکسار : مشتاق حسین

(۴۸)

حیدرآباد عزیزۂ من سلامت

بعد سلام کے واضح ہو یہاں خیریت ہے۔ اطمینان فرمائیے۔ اب بتلاؤ کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ بھائی تصدق حسین صاحب کی شادی سے تو یقین ہے کہ قبل از رمضان فراغت ہوئی ہوگی۔ اب رمضان کا انتظار ہوگا۔ پھر اس کے بعد عید ہے۔ پھر خیر سے بقرعید ہے۔ پھر محرم ہے۔ معلوم نہیں کس کس چیز کا انتظار آپ لوگوں کو وہاں روکے گا۔ والسلام

۲۸ شعبان - ۴ جولائی خاکسار، مشتاق حسین

(۴۹)

عزیزۂ من سلامت۔

بعد سلام شوق کے واضح ہو یہاں خیریت ہے۔ اطمینان رکھو اور اپنی خیریت سے اطلاع دو۔ یقین ہے کہ میاں تصدق حسین صاحب وہاں پہنچ گئے ہوں گے۔ بھائی انتظام علی خاں صاحب کا چہلم بھی قریب ہے۔ اب اطلاع دیجئے کہ حافظ صاحب کی شادی اور آپ کا وہاں سے چلنا کب تک ہوگا۔ خاکسار مشتاق حسین ۶ شعبان

اب نہ آنا بڑا ہی غضب ہوگا۔ سرکار نے پھر وعدہ کیا ہے کہ کل اخراجات سرکار سے ملیں گے۔

مشتاق حسین

(۵۰)

عزیزۂ من سلامت

بعد سلام شوق کے واضح ہو نواب کے نام کا خط ان کو دے دو۔ ہماری نوکری میں اور اس آدمی میں جو کہ قید ہو کر کالے پانی کو بھیجا جاوے اور وہاں سے گھر کو ہنڈویاں بھیجتا رہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ اس کا نام رنج کی قید ہے اور اس کا نام خوشی کی نوکری

باقی خیریت ہے۔ والسلام　　　　　　　　خاکسار: مشتاق حسین

(۵۱)

عزیزہ من

تمام لمبا راستہ ختم ہو گیا اور خدا کا شکر ہے کہ ہم سب اس سفر میں تندرست رہے۔ یہاں سے دو پہر کا راستہ گلبرگہ ہے جہاں شوکت حسین ہیں۔ کل صبح میں وہاں پہنچوں گا اور ایک دن اور ایک رات وہاں رہوں گا۔ پرسوں پنج شنبہ کے دن صبح روانہ ہو کر عصر کے وقت خدا نے چاہا تو حیدر آباد پہنچوں گا۔ آج جہاں سے خط لکھ رہا ہوں اس مقام کا نام ڈرن ہے اور چار پہر یہاں قیام کیا گیا ہے اب رات کو ایک بجے یہاں سے گلبرگہ کو روانہ ہوں گا۔ ممکن ہے کہ تم نے خطوط بھیجنے شروع کیے ہوں گے۔ اگر تم ہر روز ایک خط لکھا کرو تو وہ جو میں نے تمہارے روپیوں میں سے پانچ روپیہ نعتی کے واسطے لے لیے ہیں وہ پانچ روپیہ تمہاری تنخواہ میں خطوں کے لکھنے کے واسطے اور بڑھا دوں۔ دیکھو مان تو بہت سستا سودا ہے۔ معلوم نہیں تمہاری سمجھ میں بھی آوے گا یا نہیں۔ امروہہ میں تو اگر اشتہار دیں کہ ایک چھوٹا سا خط روزانہ لکھنے کی تنخواہ پانچ روپیہ ہے تو ہزاروں آدمی دوڑ پڑیں گے۔ والسلام

خاکسار: مشتاق حسین

ڈرن - ۲ مئی سہ شنبہ

(۵۲)

برادر عزیز القدر محمود الحسن صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ

جناب سید صاحب و قبلہ کا یہ خط میرے پاس قبل شام آیا ہے وہ بھی میں بجنسہٖ آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ بعد ملاحظہ وہ واپس کیجئے اور جس بات کو تم اپنے لیے سہولت کا موجب سمجھو اس سے مراد آباد پہنچ کر مجھ کو اطلاع کر دینا۔ اس وقت تم اپنا حساب کتاب سب مدرسہ بند ہوتے وقت تک کا صاف کر کے اس کی نقل بھی اپنے ساتھ مراد آباد لیتے آنا۔

اور علاوہ صور سہ گانہ مندرجہ نوازش نامہ جناب سید صاحب و قبلہ ایک چوتھی صورت یہ بھی ہے کہ پینتالیس روپے فاضل کو پانچ روپے ماہوار کے حساب سے مجرا کر دیا جاوے یعنی آئندہ نو مہینے تک بجائے دس روپے کے تم کالج سے پانچ روپے لیتے رہو مگر یہ جھگڑا ہے۔ بہتر تو یہی ہوگا کہ تم حساب کر کے اپنے والد ماجد کے ساتھ کر کے رقم فاضل کالج کو مجرا دینا اور اپنا دس روپیہ حسب ضابطہ پورا لیتے رہنا۔ بہرحال جیسا مناسب معلوم ہو ویسا کرنا۔

اور میں نے سید صاحب کو آج یہی جواب لکھا دیا ہے کہ محمود الحسن کے مراد آباد پہنچنے کے بعد میں اس کا جواب دوں گا۔

بالفعل آپ کا نوازش نامہ میں نے برادر موصوف کے پاس بھیج دیا ہے۔ والسلام

یہ اس لیے لکھتا ہوں کہ اس خط و کتابت سے جو محض حساب کی درستگی کے واسطے ہے تم کوئی خیال اپنے دل میں نہ لاؤ گے۔

والسلام　　　　　　　　مشتاق حسین

مسوری ۲۰ اگست ۱۸۹۶ء

(۵۳)

نورچشمی عزیزہ فاطمہ سلمہا اللہ تعالےٰ

تمہارا ۲۲ رمضان کا خط آیا۔ باہر جو جھگڑا لوگوں میں ہوتا ہے۔ یہ بہت اندیشہ کی بات ہے۔ مذہبی جھگڑے میں زیادہ رنج کا اندیشہ ہوتا ہے۔ میں نے سید بشیر علی صاحب کو لکھا ہے کہ اگر ممکن ہو تو وہ میرے پاس چلے آویں۔ وہ یہاں آنا چاہیں تو پچیس روپیہ ان کو خرچ کے لیے بھیج دیجیے۔

رمضان کے جلدی جلدی چلے جانے کا تو مجھ کو افسوس ہے کہ ابھی تک ایک روزہ بھی لوگوں نے نہیں رکھنے دیا۔ جمیل احمد کا انگریزی کا سبق نور الحسن سے ہوتا رہتا ہے۔ میں بہت اچھی طرح ہوں۔ اور اب میرے وہاں آنے میں کوئی چار ہفتے باقی ہیں۔ والسلام

تمہارے خط میں دو جگہ غلطی ہے۔ میں اس لیے صحیح کیے دیتا ہوں کہ تم کو معلوم ہو جائے۔

غلط	صحیح
آبد حسین	عابد حسین
نماز اسر کا وقت	نماز عصر کا وقت۔

سب کو دعا و سلام۔ میونجیل احمد کی طرف سے تو اطمینان ہو گیا۔ م

اس سے خوشی ہوئی کہ تمہاری بوا نے اچار بہت ساڈلوایا ہے۔ ہم نے بھی غریبانہ تھوڑا سا اناس کا مربا پرسوں سے ڈلوایا اور کل سے اُس کا کھانا شروع کیا ہے۔ کریلوں کا اور بینگنوں کا بھی الگ الگ اچار ڈلوایا جاتا تو اچھا تھا۔ م

(۵۴)

نورچشمی مشتاق فاطمہ سلمہا اللہ تعالےٰ

تمہارے خطوں کا جواب میں علیحدہ نہیں لکھ سکا۔ لیکن گزشتہ تین دن میں جو ہر روز میں نے ایک خط جناب والدہ صاحبہ کو لکھا۔ اُس سے سب حال معلوم ہوا ہوگا۔ میں سب طرح بخیریت ہوں۔

بڑی آپا صاحبہ نے جو اپنا روپیہ طلب کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید محمد ابراہیم کی شادی قریب ہے۔ نہایت گول گول معاملہ ہے۔ کوئی صاف نہیں کہتا کہ بات کیا ہے اور سواریوں کا آنا کیوں اس طرح رک گیا جس طرح دوڑتی ہوئی بہلی کی دھری ٹوٹ جاتی ہے اور ایکا ایکی بہلی دھم سے زمین پر گر کر ٹھہر جاتی ہے۔ اب لوگوں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ کوئی بات کھل کے مت کہو۔ عید بعد کا وعدہ یہ ہے اور یہ نہیں کہا جاتا کہ عید کے کتنے دنوں بعد۔ مہینہ بھر بعد۔ چھ مہینہ بعد۔ برس دن بعد۔ کتنے دنوں بعد۔ نہایت جان عذاب میں ہے۔ نہ توقف کی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ نہ روانگی کا وقت معلوم ہوتا ہے۔ والسلام خاکسار

مشتاق حسین

بوا نے تمہاری ایسی عقلمندی برتی ہے جس کا کچھ کہا نہیں جاتا۔ انہوں نے دیکھا کہ بڑا اچنے کے لیے ایک پرانے وقتوں کی مامی جان موجود ہیں۔ پھر مجھ کو کوئی بات کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ مامی جان کا دم سلامت چاہیے۔ آپ ہی نہ ہوگا۔ ان کا یہ لکھنا تھا

نہیں ہے کہ میں تو تیار ہوں۔ ان کا کام یہ بھی تھا کہ جس طرح میں تقاضہ کرتا ہوں اس سے زیادہ وہ ہر وقت اپنی مامی جان کو یہاں آنے کی پٹی پڑھایا کریں۔ جب رات دن ایک ہی بات ان سے کہی جاتی تو آخر کب تک ان کا دل نہ پسیجتا۔ آخر تو ان کی مامی جان اور میری مادر مشفقہ ہیں۔ غرضیکہ الزام تمہاری بوا پر ہی ہے۔ اور اگر حقیقت میں بھی یہ بات ہے کہ اُن کا دل آنے کو بہت چاہتا ہے تو بھی ان پر یہ الزام ہے کہ وہ کچھ زیادہ عقلمند نہیں ہیں جو اپنی مامی جان کو اس وقت تک راضی نہ کر سکیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ ان کا بھی نہیں ہے کہ ایک آدمی کی خاطر سارے کنبہ کی مفارقت اختیار کریں۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ مامی جان خود سب کی سپرد ہو رہی ہیں تو انہوں نے صرف یہ کہنا کافی سمجھا کہ مجھ کو عذر نہیں۔ میں چلنے کو تیار ہوں حالانکہ عذر نہ ہونا اور چلنے کے لیے تیار ہونا اور بات ہے۔ اور دل سے ایک بات کا عشق ہونا یہ اور بات ہے۔

مشتاق حسین

نیاز محمد کا خط کل آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ تم اجازت دو تو میں اپنے گھر کے لوگوں کو علی گڑھ بلاؤں۔ منشی حیدر حسن صاحب کے مکان کے پاس ایک مکان لے لوں گا۔ محب اللہ بھی اس کے گھر کے لوگوں کو بلا دے گا۔ دونوں کا ساتھ ہو جاوے گا۔ میں تو خدا سے چاہتا ہوں کہ سب لوگ اپنے گھر کے لوگوں کو اپنے ساتھ رکھیں۔ میں کوئی پرانے وقت کا آدمی نہیں کہ اللہ ہو کے بارہ کے پردوں کا چھوڑنا گوارا نہ کرتا ہوں۔ لہٰذا میں نے کل ہی لکھ بھیجا کہ بہت خوشی سے ایسی اجازت دیتا ہوں۔ اُمید ہے کہ نیاز محمد ایسا ارادہ کریں گے۔ لیکن ننھی تم جیا کو روکنا کہ وہ علی گڑھ جا کر عذاب میں نہ پڑے۔ امروہہ میں تو یہ بھی تھا کہ لڑائی ہوئی دوسرے کسی گھر میں جا بیٹھیں۔ علی گڑھ میں لڑائی ہوگی تو قیامت ہی آجائے گی۔ جیا کو تم اپنے ساتھ حیدرآباد لانا یہاں کی آب و ہوا جیا کے مزاج کے بہت موافق آوے گی اور ہماری جیا ابھی سو برس اور جئیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ والدعا

خاکسار

مشتاق حسین

(۵۵)

عرض عالی میرسانم

فدوی اس وقت جامین صاحب کے پاس جاتا ہے لہٰذا حاضر نہیں ہو سکا۔ کل شام کو نواب کرم الدولہ بہادر نے مجھ کو بلا کر فرمایا تھا کہ ہمارے کسی علاقہ دار کی (جن کا نام اس وقت مجھ کو یاد نہیں) دو چھوکریاں مفرور ہو گئیں۔ کچھ لباس وغیرہ بھی ان کے پاس ہے وہ چھوکریاں محمد شکور جمعدار یار زاق علی بیگ کے پاس پہنچی ہیں محمد شکور جمعدار سے دریافت کرایا گیا۔ تو انہوں نے کہلا بھیجا ہے کہ وہ چھوکریاں نواب بشیر الدولہ بہادر کے علاقہ میں پہنچ گئی ہیں۔ پس نواب کرم الدولہ بہادر نے فرمایا تھا کہ اپنی سرکار میں عرض کرنا کہ چونکہ وہ چھوکریاں ہمارے علاقہ کے کسی صاحب کی ہیں۔ لہٰذا ان کو مہربانی سے واپس فرما دیں۔

چونکہ آج حاضر نہیں ہو سکا لہٰذا بذریعہ عرضداشت کے عرض کیا گیا۔ دوپہر کو آج وہ پھر مجھے بلا کر دریافت فرما دیں گے کہ ان چھوکریوں کا کیا ہوا۔ لہٰذا اُمید ہے کہ سرکار اُن کی حقیقت سے مطلع فرما دیں گے۔ زیادہ حد ادب۔

مورخہ ۱۹، ۱۲۹۵ھ عرضی فدوی مشتاق احمد

(۵۶)

عرضی نواز وقار الملک۔

بخدمت نواب افتخار الملک

بخدمت خداوند نعمت افتخار الملک دام اقبالہٗ

عنایت نامہ یافتم جواب آں حضرت بندہ نواز جواب نیاز نامہ سربلند نہ فرمودہ بدانند فہمیدہ بدام کہ بندہ اکنون از نعمت دولت بخشیدہ کامیاب بدنہ فرمایند پس خاموش شدم۔ اکنون نہ بدست آوردن فرمان والا مطمئن شدہ ام امروز تکلیف داران خالی از بے ادبی نیست۔ وا گزارش می گردانم و ہم فردا بر وقت پسند فرمودۂ والا از ملاقات والا۔

فدوی مشتاق حسین

مورخہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ

(۵۷)

بعرض عالی میرساند

بتاریخ ۲۵ مہر محتاج خانہ بمقام کپل جاگیر سرکار حسب قواعد محتاج خانجات جاری شد تعداد محتاجان بتاریخ ۲۵ مہر ۸۰ بود و بتاریخ ۲۶ مہر ۴۳ مہر ۵ معذور ۸۰ ۵ نیم کارگزار ۲۶ ۔ نرخ جوار فی روپیہ ۴۴ آثار بود واست در ہر دو روز بارش شد عملدار صاحب کپل درکاروبار محتاج خانہ بتوجہ تمام سرگرم ہستند و علی الیقین دارم کہ انتظام ایں محتاج خانہ بدرستی خواہد شد۔

از محتاج خانجات موجود محتاج خانہ کنگ گری ضلع لنگسگور راہ ہم ہنوز نہ دیدہ ام و محتاج خانہ کپل ہم در ہماں نزدیکی جاری شدہ دست دہد خواہم کہ یک مرتبہ دیگر از بلدہ برآمدہ بالتخصیص ایں ہر دو محتاج خانجات معائنہ کنم و در اثنائے راہ محتاج خانہ گلبرگہ و دیگر رانبز۔ فردا از جناب صدر المہام صاحب عرض خود ہم نمود۔

(۵۸)

بعز عرض بندگان عالی متعالی دام اقبالہم میرساند

بہترین موقع تو وہ ہوتا جب کہ اس درخواست کو سید عبدالکریم صاحب جمالی ہم سب کی طرف سے خود اس وقت سرکار عالی میں پیش کرتے جبکہ وہ مدراس پہنچے ہوتے۔ جیسا کہ ان کا ارادہ تھا۔ لیکن چونکہ بعض سخت موانع کی وجہ سے ان کو اپنا سفر ملتوی کرنا پڑا۔ لیکن ہم سرکار کے نیاز مند بہت ادب کے ساتھ اسی درخواست کے پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آئندہ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس جو امسال رنگون میں ہونا قرار پایا ہے۔ سرکار براہ خاوندی اس کی پریسیڈنٹی قبول فرما کر اپنی تمام درماندہ قوم کو عزت بخشیں۔ یہ کانفرنس آخر ہفتہ دسمبر ۱۹۰۹ء کو منعقد ہونے والی ہے۔ رنگون کو زیادہ تر اس لیے اس جلسہ کے لیے امسال منتخب کیا گیا ہے کہ وہاں مسلمان بڑے بڑے تاجر زیادہ ہیں اور علاوہ یکمشت نقد امداد کے اگر وہ لوگ اس پر آمادہ ہو جائیں کہ کالج کو محمڈن یونیورسٹی بنانے کی غرض سے کوئی معین رقم سالانہ اپنے کاروبار ہائے تجارت میں سے نکالیں تو بہت

جلد انشاء اللہ ایک معقول سالانہ مدد کالج کو ملنے لگے گی۔ اور اس کی مدد سے کالج کا تعلیمی سامان بہت ترقی کر جاوے گا اور ہم اُس موقع کے بہت قریب پہنچ جاویں گے جس کے بعد ہم محمڈن یونیورسٹی بننے کی تعبیر جس کو اب تک ہم بطور خواب دیکھتے رہے ہیں عالم بیداری میں بھی دیکھ سکیں گے مگر اس قسم کی کامیابی اسی وقت ممکن ہے جبکہ کوئی بہت زبردست اثر اس کے لیے کام میں لایا جاوے اور اس کی بھی اور صرف یہی ایک صورت ہے کہ سرکار اس تکلیف فرمائی کو براہِ نوازش شاہانہ منظور فرمائیں

اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ سرکار کی اس منظوری کی اطلاع ابھی سے عام طور پر مشتہر ہو جائے۔ سرکار کی رونق افروزی رنگون کی خبر تمام اقطاع ہندوستان سے مسلمانوں کو رنگون کھینچ لانے میں مقناطیسی اثر کا کام دے گی اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے جو قومی محبت سرکار کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے۔ اس کا اثر بجلی کی طرح تمام جلسہ کے دلوں میں سرایت کرنے کا اور پھر اس کے بعد ایک ایسے دولتمند ملک میں جو اثر ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔

الغرض ہر اعتبار سے رنگون کی کانفرنس سرکار کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے بے نظیر ثابت ہوگی۔ زیادہ حد ادب آفتاب دولت واقبال تابندہ باد۔

عرضی

فدویان مشتاق حسین آنریری سیکرٹری و آفتاب احمد خاں جائنٹ آنریری سیکرٹری آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس از علی گڑھ۔

مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۹ء

(۵۹)

بنام احسان الحسن

علی گڑھ ۳۰ اگست ۱۹۱۱ء

برخوردار من احسان الحسن سلمہ اللہ تعالیٰ

ملفوفہ رقعے جن کے نام کے ہیں ان کو دیجیے اور جواب لے کر بھیجیے۔ حضور نظام کے انتقال کی خبر کل جب سے سنی ہے ہوش و حواس باختہ ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور ریاست کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

منشی فضل کریم صاحب سے میں نے جنوبی حویلی کا انتظام طے تو کیا، لیکن وہ نہتا معلوم نہیں ہوتا کچھ تو خود ان لوگوں کے مزاج اور کچھ منشی صاحب کی طبیعت۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو تکلیف دوں۔ مشکل یہ ہے کہ فاطمہ اسی گھر میں ہے۔ اگر وہاں کوئی اصلی تکلیف خرچ وغیرہ کی ہو تو اس کا اثر فاطمہ غریب پر بھی پہنچے گا۔ اور تکلیف تو میں اس گھر والوں کے واسطے بھی گوارا نہیں کرتا، صرف یہ چاہتا ہوں کہ جو ضرور ہے وہ ضرور خرچ ہو اور حساب درستی سے اور اصلی طور پر رہے۔

آپ وہاں کی ضروریات پر خود توجہ کیجیے اور تکلیف نہ ہونے دیجیے۔ اگر خرچ کی میرے پاس سے آنے کی ضرورت ہو تو مجھ کو لکھیے کہ ایک ہفتہ کے واسطے کس قدر خرچ کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد تو ہر مہینے کے لیے خرچ پہنچ جاوے گا۔ منشی عبدالحی صاحب کے پاس اگر کچھ روپیہ ہوگا تو وہ آپ کو دیں گے اور منشی فضل کریم صاحب کے پاس بھی خرچ ہو کر کچھ

بچے کو۔ والسلام

بچوں کو بہت بہت دعا   خاکسار مشتاق حسین

دعا کہتی ہیں۔ حکیم شمس الاسلام مرحوم کے انتقال کے بعد سے وہ برابر کسی نہ کسی شکایت میں علیل جاری ہیں۔ آج کل پھوڑے پھنسیوں سے ان کو بہت تکلیف ہے۔ یہ سب اس رنج کو ضبط کرنے کی وجہ سے ہے۔

بچے کی طرف سے بہت بہت آداب۔

(۶۰)

از امروہہ

۲۳ اگست سنہ ۱۹۰۱ء

بعالی خدمت جناب آنریبل سید محمد محمود صاحب بہادر پریذیڈنٹ
سیلیکٹ کمیٹی قانونی۔ مدرسۃ العلوم

جناب مخدومی۔ تسلیم۔

مجھ کو معلوم ہوا ہے اور غالباً جناب کو بھی معلوم ہے کہ ممبران سیلیکٹ کمیٹی قانونی مدرسۃ العلوم میں سے بعض کی یہ رائے ہے کہ سیلیکٹ کمیٹی کی رودادیں بھی چھاپی جاویں اور ٹرسٹیوں کے پاس بھیجی جاویں اور خود جناب کی بھی ایک وقت میں یہی رائے تھی۔ اس موقع پر میں یہ عرض کر دینے کی اجازت چاہتا ہوں کہ ان رودادوں میں بہت زیادہ طوالت ہوگئی ہے اور بعض اس قسم کے بیانات بھی ان میں آگئے ہیں جن پر میں شروع سے عذر کرتا رہا ہوں کہ وہ امور رودادوں میں درج نہ ہونے چاہئیں تھے۔ اگر مجھ کو کوئی موقعہ بھی رودادوں کے چھاپنے یا نہ چھاپنے کے متعلق اپنی رائے دینے کا ملتا تو میں بھی عرض کرتا کہ ان رودادوں کے چھاپنے سے ان کا نہ چھاپنا بہتر ہے اور ان میں جو مباحث قانونی وغیرہ اس قابل ہیں کہ ٹرسٹیوں کے نوٹس میں ان کا لایا جانا مناسب اور ضرور ہے ان کو آخر رپورٹ سیلیکٹ کمیٹی میں درج کرنا کافی ہوگا اور جناب کو معلوم ہوگا کہ یہی میں پہلے سے عرض بھی کرتا رہا تھا۔ لیکن چونکہ اس کے بعد رودادوں میں کچھ ایسے مضامین بھی داخل ہوئے ہیں کہ جن میں میری ذات خاص بھی حملوں سے محفوظ نہیں رہی ہے۔ تو اب مجھ کو کوئی موقعہ رودادوں کے چھاپنے کے برخلاف عذر کرنے کا باقی نہیں رہا ہے اور میرے لیے صرف اسی قدر کافی ہے کہ جو کچھ مجھ کو اس قسم کے متعلق عرض کرنا ہوگا وہ میں ٹرسٹیوں کے سامنے اس وقت پیش کروں گا جب سیلیکٹ کمیٹی کے اجلاس ہوں گے۔ اور میں اپنے اس حق کو محفوظ کرتا ہوں۔ مہربانی سے میری یہ گزارش سیلیکٹ کمیٹی کے اجلاس میں پیش کر دی جاوے اور روداد میں اس کو داخل فرما لیا جاوے۔ والتسلیم   خاکسار

مشتاق حسین

(۶۱)

امروہہ۔ ۹ اکتوبر سنہ ۱۹۰۱ء ـــــ بعالی خدمت جناب آنریبل سید محمد محمود صاحب بہادر پریذیڈنٹ سیلیکٹ کمیٹی

قانونی۔ مدرسۃ العلوم

جناب عالی!

عرصہ سے میں اپنی یہ تحریک خدمت میں پیش کرنے کو تھا اور جس قدر زمانہ گزرتا گیا اس کی واجبیت اور بھی صاف طور پر ثابت ہوتی گئی ہے کہ مجھ کو سلیکٹ کمیٹی کی سیکرٹری شپ سے معافی بخشی جاوے اور مرزا عابد علی بیگ صاحب بہادر خواہ جناب سید محمد احمد صاحب بہادر اس عہدے پر مقرر کیے جاویں۔ پوزیشن وہاں تک ٹھیک ہوتی ہے جہاں تک کہ کوئی شخص اس پوزیشن کے مناسب کام بھی کرے اور یہ ایک ظاہر بات ہے اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ میری بہ نسبت حضرات ممدوحین نے آپ کی خدمت میں بہت زیادہ عرصہ تک حاضر رہ کر سلیکٹ کمیٹی کی خدمات کو انجام دیا ہے اور دے رہے ہیں اور میں آیندہ بھی اس بات کی امید نہیں کر سکتا کہ اس کام کی ضرورت سے میں سیتاپور کا قیام ترک کر کے مقیم ہو سکوں گا۔ پس مہربانی سے میری یہ درخواست سلیکٹ کمیٹی بھی منظور فرماوے اور ۲۷ اکتوبر کو جو اجلاس ٹرسٹیان منعقد ہونے والا ہے۔ اس میں میری یہ گزارش پیش کر دیجاوے۔ بحیثیت ایک ممبر سلیکٹ کمیٹی کے اگر میرا نام شامل رکھا جاوے تو اس کو میں اپنی عزت سمجھوں گا اور بالفعل اس سے زیادہ کوئی استحقاق سلیکٹ کمیٹی میں میرا نہیں ہے۔ والتسلیم۔

خاکسار

مشتاق حسین

سابق ٹرسٹی سلیکٹ کمیٹی

(۶۲)

بخدمت سرکار عالی متعالی حضرت ظل سبحانی مدظلہ العالی برسانید

اخباروں سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت عالی ظل سبحانی کا ورود میمنت آمود کلکتہ میں ۲۲ دسمبر کو ہوگا۔ اور دو جنوری تک کلکتہ میں رونق افروزی رہے گی۔ اور یہی وہ زمانہ ہے جس میں امسال میں ابتدا ۲۶ لغایت ۳۰ دسمبر محمڈن اینگلو اورنٹل ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس کلکتہ میں پہلے سے قرار پا چکا ہے۔ جس میں فدوی بھی مدعو ہے۔ لیکن ایک ایسے وقت میں جب کہ حضرت ظل سبحانی کلکتہ میں رونق افروز ہوں مجھ سے یک غلام کا کلکتہ آنا اسی وقت اچھا معلوم ہوتا ہے جب کہ غلام کو حضرت ظل سبحانی کے حضور انور میں غلامانہ آداب بجالانے کی عزت بھی حاصل ہو والا غلا۔ پس غلام کا سفر کلکتہ صرف حضرت ظل سبحانی کے ایما پر منحصر ہوگا اور اگر ایسا کوئی ایما نہ ہو تو غلام اس سے صرف یہی سمجھے گا کہ حضرات ظل سبحانی نے ایسی اجازت خلاف مصلحت تصور فرمائی ہے اور اس حالت میں فدوی اپنا کلکتہ آنا اور جلسہ کانفرنس میں شریک ہونا موقوف رکھے گا۔

آفتاب دولت و اقبال تاباں و درخشاں باد۔

عرضی

فدوی مشتاق حسین وقار الملک

از امروہہ ہفتہ رجب ۱۳۱۷ نبوی ہجری صلعم

(۶۳)

بنام افسر الملک بہادر

بمبئی - مکان انجمن اسلام - آخری کیمپ

جناب نواب افسر الملک بہادر سلامت -

تسلیم - امید ہے کہ یہ عرضداشت آپ مہربانی سے حضور انور خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ میں پیش کر دیں گے - میں اس وقت میں حج بیت اللہ کا عازم ہوں اور پرسوں صبح قرنطینہ میں چلا جاؤں گا جو مقام حرہ پر ماتون کس سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے اور پھر ادھر سے ادھر جہاز پر سوار ہو جاؤں گا - قرنطینہ میں داخل ہونے کے بعد پھر کسی دوسرے کو آنے کی اجازت نہیں - لہٰذا اگر میری خوش قسمتی سے عرضداشت پر کوئی حکم اسی عرصہ میں جاری ہو جاوے تو امید ہے کہ اس سے بھی احقر کو جواب جلد مشرف افزون فرماویں - والسلام

خاکسار

مشتاق حسین وقار الملک

اگر اس سرزمین مقدس کو روانہ ہونے سے قبل حضرت پیر و مرشد کی دولت قدم بوسی سے جو کہ کچھ مرادات دنیوی ہیں مشرف ہو سکوں -

واجب بود بعرض رسانیدہ اند صاحب

آفتاب دولت و اقبال تاباں بود

عرضی

فدوی مشتاق حسین - وقار الملک

(۶۴)

بنام مولانا ایچ ایم ملک

علی گڈھ ۲۱ دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء

صبا بہ گلشن احباب گر ہمی گزری

اذا لقیت حبیبی فقل لہ خبری

بعالیخدمت جناب مخدومنا و معظمنا مولانا ایچ ایم ملک صاحب بالقابہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - جیسا کہ میں آج کے تار میں عرض کر چکا ہوں مجھ کو بہت ہی سخت افسوس ہے کہ اس سال میں کانفرنس و لیگ کے اجلاس میں شریک نہیں ہو سکتا ہوں - میری مفصل رام کہانی ۱۲ ماہ حال کے علی گڈھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں جناب عالی اور دیگر بزرگان قوم ملاحظہ فرمادیں گے - مجھ کو اپنی اس مجبورانہ غیر حاضری کا جو میری مسلسل علالت کی وجہ سے ہوئی افسوس نہیں ہے بلکہ صدمہ ہے - ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ جلسہ ناگپور میں جو فخر قوم بزرگ پریذیڈنٹ کی کرسی کو عزت بخشنے والے ہیں ان کی

پریذیڈنسی کی تحریک کی عزت اجلاس کے سامنے خود یہ خادم حاصل کرنے والا تھا جس سے قدرت کے زبردست ہاتھ نے مجھ کو محروم کر دیا ہے اور خدا ہی اپنی مصلحتوں کو بہتر سمجھتا ہے۔ اور اب اپنے معزز دوست آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں بہادر سے میں نے درخواست کی ہے کہ اس خدمت کو مہربانی سے وہ انجام دیں اور امید ہے کہ صاحب صدر جلسہ براہ الطاف اس کی اجازت دیں گے۔

نواب علاؤالدین علائی

بنام میر امام الدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا امام یا دوست!

کہیے فائز المرام ہوئے۔ جنازہ سوار کیونکر پہنچے راہ میں کیا بیتی۔ قطع منزل مطلے ارضی کیوں کر ہوا۔ فرمایئے ولادت باسعادت کا رنگ کیا ہے۔ کچھ آپ نے پایا۔ کچھ آپ کے گھر جایا۔ یہ سب سوال ہیں ان کا جواب بصراحت بھیجیے۔

یہاں کا حال سنیے کہ آپ کا جانا اور جاڑے کا جانا برابر رہے۔ وہ گرمی وہ آفت تموز ہے کہ توبہ توبہ بھنے جاتے ہیں، جلے جاتے ہیں۔ حکیم جی صاحب اور منشی جی صاحب دو بیچارے قطبین ہیں۔ بیٹھے رہتے ہیں۔ حکیم صاحب تو اکثر خموش اور منشی جی خویشتن فراموش۔ اونگھ رہے ہیں۔ میں جیسا جانتے ہو اس سے بدتر۔ وہی کاوش وہی کاہش وہی ناسازی۔ آپ کا ذکر دو چار بار یہاں ہوا بدگو بھی تمہاری خوبی تقدیر سے خوشگوار ہو گئے۔ نواب صاحب کو بھی تمہاری جانب مائل دیدن پایا۔ کیا عجب کہ آپ کو یہ امور ملحوظ ہوں اور جلد آپ آویں۔ چار کتاب آپ ضرور تلاش کر کر نواب صاحب کے لیے بھیجیں۔ شاہنامہ چھاپ بمبئی۔ دبستان مذاہب منطبع یا غیر منطبع۔ قاموس چھاپہ۔ برہان قاطع۔ وہ دونوں ادب میں۔ یہ دونوں لغت عربی و فارسی کی۔ جلد خرید فرما کر ڈاک میں ارسال کرو اور قیمت سے مطلع فرماؤ۔ باقی جو خبریں ہوں ان میں دریغ حرام ہے۔ والسلام

حررہ علائی

از لوہارو۔ ۱۴ رمئی ۱۸۵۹ء

(۲)

بھائی امام۔ سلام علیکم۔

میں کم بخت اس وقت گھر آیا تھا۔ تب ٹھیک دوپہر کو یہ مصیبت پڑی کہ خود لکھنا پڑا۔ کل والی تحریر کافی تھی کہ تم کو میری زندگی کی خبر دیوے۔ آج خامہ فرسائی عبث ہے اور تقاضائے بصرفہ جاہل دنیا کی شامت اعمال ہے۔ واضح ہو کہ تمہارے آنے کی خبر یہاں جلد سنی گئی ہے بلکہ نواب صاحب نے رات کو میر صاحب سے تقاضا کہا کہ تم کو بلوائیں۔ انہوں نے اپنا عجز اور میرے نیاز تم سے ظاہر کیے حکم شد کہ امام جی آج کے آٹھویں روز ضرور یہاں معہ اہل و عیال داخل ہوں۔ واللہ موجب آزردگی خاطر ہے۔ آپ کی سوتیلی ساس یہاں میرے پاس بیٹھی خط لکھوا رہی ہیں آؤ آؤ آؤ آؤ آؤ آؤ آؤ آؤ آؤ جہاں تک سمجھے جاؤ یہی آؤ یہی آؤ۔

بھائی۔ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ شاہنامہ بمبئی اور قاموس و برہان بمبئی اور دبستان مذاہب خواہ مطبع و خواہ قلمی جو اور جس قدر داموں کو ملے جلد خرید لاؤ۔ تم پر اعتبار ہے حاجت پرسش قیمت نہیں قیمت کی یہ صورت کہ افضال حسین کے پاس جاؤ اور یہ خط دکھادو۔ منشی صاحب فوراً اپنے نواب صاحب پر عنایت کرکر قیمت تم کو دے دیویں گے۔

اچھا بھائی۔ یہ تیرے نواب کے ہر کام تمام ہوئے۔ اب اپنا پیام ہے۔ ایک نہایت چھوٹی سی سلاپچی آفتابہ اور نہایت چھوٹے چھوٹے دیگچے بہار اور تھالی جوڑ یعنی یہ سب کھلونے تماشے کے برتن پاندان۔ روغندان۔ ادگالدان۔ خاصدان۔ یہ سب کھلونے برتن اور ایک جیتی تحفہ میرے لڑکے کے لیے ضرور روپے والی سیاہ ہمراہ لانا اور خدا توفیق دے تو جانماز اور سیتل پائی بھی لیتے آنا۔ بھائی یہ میری فرمائش ہے اور میں نہایت نیازمندانہ اشتیا ہوں۔ اچھے میرے امام یہ سب چیزیں خرید لا اور لے بھائی جلد آ۔ والسلام

باقی یہاں اب تک کسی سے کوئی ہوتا نہیں۔ لُو چلتی ہے۔ جان جلتی ہے۔ آسمان پر خون چڑھا ہے۔ ادہو ہو۔ اس وقت کس بلا کی گرمی ہے۔ بھینا مضمون گم شد۔ ڈرتا ہوں۔ ڈاک نہ چلی جاوے۔ فقط

از لوہارو علاؤ الدین

مرقوم ۳۰ مئی سنہ ۱۸۵۹ء

(۳)

امام جی!

آج صبح کی ڈاک نے عرضی نواب صاحب کو اور مہربانی نامہ مجکو دیا۔ اور بنگام ہاشت شیخ کمپنا کالی کے ساتھ آئے ظاہر تو آدمی ہیں باطن لا یعلم الا ہو۔ نواب صاحب کے نام عرضی پڑھی گئی۔ میں نے جواب طلب کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ لکھے کون سردار سنگھ و سندر لعل و اقبال صاحب رخصتی ہیں۔ بالفعل نہ کاغذ۔ نہ قلم۔ دفتر بند ہے۔ اور فی الواقع سچ ہے۔ ہائے سچ ہے کہ وہ اندھیر ہے جس کی حد ہی نہیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔ لڑکا بشدت بیمار ہے۔ سوا اس کے کہ تم جلد آؤ اور کیا لکھوں۔ یہ بھی نواب صاحب ہی کہتے ہیں۔ بلکہ زیادہ تر بتاکید کہتے ہیں۔ آتے ہوئے سیتل پائی اور جانماز ضرور لانا اور نیز ایک جوڑا عود صلیب یعنی نزو مالہ لکڑی جو عطاروں کے ہاں ملتی ہے، ضرور لیتے آنا۔ لڑکے کے گلے میں ڈالی جاوے گی۔ نواب صاحب کو التفات باطنی آپ سے ہے۔ اگر آپ اب دریغ کریں تو دور از مروی ہے سو کام چھوڑ دو۔ اور چلے آؤ۔ اے بھائی امام! کیا دلی میں تخم بشر نہیں آدمی نام کو نہیں ملتا۔ ایک عورت ضعیفہ پارسا شریفہ مجکو درکار ہے کہ وہ علاج وغیرہ بچوں کا جانتی ہو۔ جتنی تنخواہ پر آسکے لیتے آنا۔ مگر شرط یہ ہے کہ سینا اور رنگیری وغیرہ ہر قسم کا کام جانتی ہو۔ وزیر جان اگر قناعت کرے اور پردہ پوشانہ تا دادری چلی آوے اور اپنے کو مغلانی یا سیدانی ظاہر کرے تو کہلا بھیجو کہ دادری تک چلی آوے۔ وہاں سے بذریعہ آدمی مخفی مجھ کو اطلاع دے بلا لوں گا۔ فقط والسلام

علاؤ الدین

پھر یہ بھی کہتا ہوں کہ اب کا خط اپنے روانہ ہونے کا لکھنا فقط - زیادہ - زیادہ
بنشتہ دو پہر جمعہ ۲، جون ۱۸۵۹ء

(۴)

کیستم بیدے ستم زدہ خستہ - دل شکستہ غم زدہ سلامٌ علیکم وقلبی لدیکم
میرا مذہب یہ نہیں کہ آپ کسی دوست کا عموماً مہربانی نامہ آدے اور جواب نگار نہ ہوں آپ کا عنایت مشحون صحیفہ دوسری کا لکھا ہوا آٹھویں کو میرے پاس پہنچا تھا۔ اس کا جواب اسی روز میں نے لکھ کر بھیج دیا۔ اب یقین ہے کہ وہ شرف انعوزل خط حالی ہوا ہو۔ اسی وقت مجکو دوازدہم جون دسویں کا خط پہنچا کہ جس کا یہ جواب ہے - خدا کرے یہ آپ کو جلد ملے۔ میں آپ کو مجملاً اتنا کہتا ہوں کہ میرے ہوش وحواس بجا نہیں۔ ہائے ہائے میرا طاہر سخت بیمار ہے۔ اور مجکو افضال حق سے تو شاید اُمید ہوگی مگر شومئی طالع نارسا سے یاس تمام ہے۔ کوئی دوا نہیں کہ نہیں کی اور کوئی عمل وتدبیر نہیں جس نے نفع دیا ہو۔ آہ آہ آہ

مائیم بعالمے کہ دل شاد نداریم
ناشاد دلے چوں دل خود یاد نداریم

یہ نشتر جو میرے جگر میں ہے۔ یہ الماس جو میرے سینے میں ہے بیان نہیں ہو سکتا کہ کیا ہے۔ مجکو صرف آپ سے اب یہ جلد کہنا ہے کہ جس قدر ہو سکے جلد چلے آؤ اور گاڑی کا فکر اگر نہ کرو خدا مالک ہے۔ اشیائے مطلوب میں صرف دو چیزیں ضرور ہیں۔ سیتل پائی صدر میں آپ کو خیمہ فروشوں ورلٹکوں کی دوکان میں ملے گی۔ ایک ڈبیہ اور ایک لوٹہ مسی کہ سرپوش دار اور بڑا ہو مگر خوش وضع وضو کے قابل تیمم کے لائق۔ آٹھ سات دستہ کاغذ انگریزی سفید مشق کے لیے انگریزی ۴ یا ۶ ردستے کا۔ بس اور باقی سب بھور دحمل ہے۔ کچھ نہ لائیے۔ مگر ہاں اور جو کچھ چیز لائق خیر نالائق کے پاؤ اس میں مجاز ہو۔

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسباب جہاں
آنچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست

دہرٌ فلا نقلٌ لہا لفظاً طلقتہا ۔ لاشیی منہا مقبولٌ

شیخ اچھا ہے دواسازی کرتا ہے۔ بس سوتی جانماز باریک ہو۔ متاع نیک ہر دوکان کہ باشد خواہ از دہلی خواہ از آگرہ۔

اس وقت نواب صاحب آگئے ہیں اور میر صاحب بھی بوڑھیا کی راہ میں رخصت بسر چلے آتے ہیں۔ میں دل طاہر کے پاس چھوڑ کر خود بخود دانہ پزیرہ جاتا ہوں۔ اور کپتان بیمار ہیں درد صدر و قضا۔ ان کے مکان میں فرد کش ہونا کون مانع ہوتا ہے۔

والعاقبۃ بالخیر

علاؤ الدین پریشان خاطر

دوازدہم جون از لوہارو ۱۸۵۹ء بقلم آمد

روز یک شنبہ دم طلوع خورشید

(۵)

امام صاحب!

آج مہربانی نامہ رقم زدہ سولھویں[۱۶] پہنچا۔ پہلے کا جواب صرف بہ انتظار اس کے کہ آپ روانہ ہوگئے ہوں گے۔ نہیں لکھا تھا۔ اب معلوم ہوا کہ آپ نہیں چلے۔ بھائی صاحب مسلان جی اگر چار روپیہ پر راضی ہوں اور کھانا۔ تو بیشک لیتے آئیے مگر عفیفہ و پارسا متدین و دلسوز۔ نہ کوئی عورت بیہودہ وخراب۔ شرط یہ ہے کہ اگر میرے قبائل نجیب آباد جاویں تو ان کو ہمراہ جانا ہوگا اور یہاں آنے کے بعد قبل از چھ مہینے یا برس دن کے رخصت ان کو دشوار ہے۔ یہ نہ ہو کہ آتے ہی ان کا فکر لاحق ہو۔ ایسے موئی پختگی ضرور ہے۔ خواہ عورت جوان ہو خواہ ضعیفہ ولیکن کارجامہ دوزی و شگوفہ سازی خوب جانتی ہو۔ دواسیل کھانا پکانے والی ضرور ہیں مگر دو دو روپیہ ماہوار اور کھانا ان کو ملے گا۔ ۱۲

کل نواب صاحب قبلہ کے حضور آپ کا اور منشی اقبال حسین کا ذکر آیا۔ آپ کو تو انہوں نے اس دیر کرنے پر دلیا جانا جیسا نہ جانتے ہوں۔ یہ امر مجھکو شاق ہوا۔ خیر اب بھی کچھ نہیں گیا۔ خدا ہدایت دے کہ جلد عازم ہو۔ اور منشی جی کے باب میں مجھ سے فرمایا کہ لکھ کر جلد بلالے۔ یہاں کار تحریر مقدمہ پیش ہے اور رخصت بھی اس روز تمام ہو جائے گی۔ جس دن یہ خط آپ کو پہنچے گا۔ سچ کہا کہ بہہ جہت ایک مہینا گھر رہنے کا اور دس روز رخصت راہ کے تھے۔ سو ان کو گئے ہوئے ۲۱ جون تک پینتیس[۳۵] دن ہوں گے۔ پانچ روز کی راہ چالیس دن ہوگئے — میں نے التماس کیا کہ میں نہیں بلا سکتا۔ شاید اعتبار نہ کریں خداوند نے تھانہ دار کو حکم دیا کہ بلاؤ۔ خدا داند انہوں نے لکھا یا نہیں۔ بغرضکہ اب زیادہ تحریرات عبث ہیں۔ آنا ہے تو اس خط کو پڑھ کر دونو صاحب ایک سواری میں اور ایک گاڑی میں متعلقین و اسباب کو لے کر چلے آؤ۔ کرایہ میں دوں گا۔ قصہ تمام ہوا۔

اور مجھکو کیا پوچھ کر خوشی ہو گی۔ جس سے میرا مدار زندگی تھا۔ جو میرا شغل خاطر اور یادگار بعد مردن تھا وہ مرگیا اور مجھ کو دنیا سے بے خبر کر گیا۔ کسر ظہری و انشق قلبی۔ طاہر کا مرنا وہ گراں موت و مرگ سخت ہے کہ میں نے اکل معاملات کو ترک کر دیا ہے اور یہاں ایسا تنہا اور بے خبر ہوں کہ سوائے اندوہ کوئی مونس نہیں بس زیادہ کیا کہوں۔

رقیمہ علاؤ الدین ماتم زدہ

نبشتہ نہم جون ۱۸۵۹ء از لوہارو

(۶)

نحمدہ و نستعین و نومن بہ و نتوکل علیہ

سلامٌ علیکم و قلبی لدیکم اماسنا و امام الخلق خلفا تبارک اللہ بخیر و العیش و حفظ اللہ ملک اوقات الکرثۃ والفراغ۔

درست ہے آپ کا ارشاد میرے بیان کا مصدق۔ اور میرا حال آپ کے تغافل سے مانا واقعی میرا وہ نیاز نامہ جو ہنگام ورود آپ کے میں نے بھیجا تھا اور آپ کا وہ خط جس کے انتظار جواب میں آپ اور اپنے کی پانچ طلبگاری ہیں میں ہوں پہنچا تھا پہنچا۔ سبحان اللہ ایک منع طرفین کا باعث شکوہ ہوا۔ کل ظہر کے بعد گنہگار خداوند نعمت کی بزم میں حاضر ہوا کہ راہ میں میر غوغا صاحب نے مجکو آپ کا خط نامزد پھوپھی صاحبہ آپ کی دیا۔ اجمالی اشارہ میں نے اپنی طرف پایا۔ بس اب وہ تردد و انتظار رفع ہوا۔

حضرت۔ بندہ اچھا ہوں۔ زندہ ہوں۔ دریغولا از بس مورد مراحم جمیل خداوند نعمت ہوں۔ جو الطاف کہ مزاج پاس رکھتے ہیں وہ مجکو گھول کر پلائے جاتے ہیں۔ نواب صاحب بہادر نے کل عصر کو یہ فرمایا کہ میں آپ سے تقاضا کروں اور آپ ایک آدمی معقول ہوشیار دوا سازو ہاں سے نوکر رکھ کر بھیج دیویں۔ بہتیا۔ یہ شخص شیخ مینا کے عوض ہوگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ غیر از دوا سازی کہاں بھی کبھی جاتا ہو۔ گتے سے دماغ زیادہ رکھے۔ تمام رات بھونکتا ہو۔ اُس شخص کو پانچ روپیہ مہینا ملے گا۔ اور اگر شیخ مردود کی مانند مساوات ہم سے کرے گا تو البتہ سلوک بالائی دریغ نہیں —— امام کی جان کی قسم نواب صاحب نے چار مرتبہ آٹھ پہر میں تقاضا فرمایا۔ تب میں نے لکھا۔ سو اگر ایسا آدمی جلد بھیج دو تو نواب صاحب منت کش اور میں آپ کا سپاس گزار ہوں رگا، اچھے میرے امام! ایسا آدمی اگر یہاں آوے تو ہمارا بھی شغل خطیر ہو جاوے۔ کیا تو ہماری خوشی نہیں چاہتا۔ خدا نے والدہ ماجدہ تمہاری کی صحت میرے خط کے وصول پر منحصر رکھی ہے۔ لو دیکھو یہ کرامت۔ خط پہنچا اور وہاں تم کو ان کی صحت سے خوشی ہو گئی۔ افسوس ہے کہ صرف مجکو دعویٰ اتحاد از بس تھا۔ اپنے احباب سے آپ دہلی میں مل لیے الا میں باقی رہا۔ اتنی دور تم کو بلا کر تعب میں ڈالوں۔ دل نہیں چاہتا مگر شوق نہیں مانتا کہ یہ آنکھ اس کو دیکھے جو آنکھ تم کو دیکھ چکی اور تم کو خود نہ دیکھا ہو۔ آپ کی بے غرضی و قناعت میں خوب جانتا ہوں۔ کچھ اس طلب میں میری مجال نہیں کہ اور مطمح نظر ہو۔ سوا اس کے کہ تم کو دیکھ لوں۔ موسم بھی اچھا ہے۔ دل بھی لوگوں کے فراغ سے ہیں۔ کیا عجب ہے کہ اگر اب نہ ملو تو پھر علاؤالدین کو نادمت نہ پاؤ۔ لو آؤ مل جاؤ۔

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

میر صاحب نے دو سو لفافے مجھے دیے۔ دو ہزار شکر میں نے ادا کیا۔ کیا آپ کے والد ماجد مجھ کو بھول گئے۔ میرا سلام نیاز زیادہ کیجئے اور دعائے خیر میرے واسطے طلب کیجئے۔ بچوں کو دعا کہہ دینا۔ خصوص رقیہ کو بہت پیار کرنا۔ اللّٰھم اذقھا حفظہ عصمتہ و طہارا منی کے اسوہ میرا پھر تقاضا یہ ہے کہ تم یہاں ایک بار مل جاؤ۔ والسلام علیکم و قلبی لدیکم۔

مرقوم ۳ اگست سنہ ۱۸۶۰ء لوہارو۔ علاؤالدین

(۷)

یکم رمضان روز شنبہ

بھئی جماعت کے امام کل شام کو بڑا ابر غلیظ تھا۔ فاقہ مست لوگ آسمان کے اور لوہارو کے مطالع و آفاق کو دیکھ رہے ہیں۔ خصوصاً بانیان مردود کی مسجد جدید البنا ربمال الربا[1] پر عالم سوار ہے۔ مرائی رویت سے تسنائی کہ ناگاہ حجاب مرتفع رفع ہوئے چاند دکھائی دیا فشہد منہم الشہر فصاموا الیوم کلہم۔ پہلے رمضان کی زبان پر پہلا روزہ موںہہ پر لوگ پھرتے ہیں۔ ہائے ہائے خجلت نگرکہ درحساتم نیافتند چز روزہ درست بعصیاں کشودہ یہ اپنا حال ہے۔

تمہارا خط آیا ہوا دھرا ہے۔ یہاں کے معاملات روزنئے کہ یہ ایک عالم ہے۔ اس کا نفاق بے بقا آزردگار بھیا میرے دادا کا سالا ہے۔ لہٰ علتہ الاسنی۔ اس عالم کا ظلم و ستم دریا ازل وابد ہے۔ میں اس عالم کا محرم اسرار ہوں کہ نفلے مردہ دیر لاعن بندہ حق پسند پروردگار ہوں۔ وو جانے کے بنیے کے چیڈ پنڈ ہزار روپے مار کر کھا گیا۔ اوائل وقت میں قرآن اس سے[2] اٹھایا اولاد کی قسم کھائی۔ مسجد میں لے گیا۔ حلف کیا۔ بعد عہد و پیمان روپے لے کر بچا گیا۔ اب کہتا ہے۔ اس کے تصفیہ کو معتمد وو جانہ آیا تھا۔ کام سرکار سے تھا مگر مہمان گنہگار بنا۔ آج بے نیل مرام وہ گیا۔ قلم اٹھائی خط لکھا۔ سنو میاں امام۔ تم امین تمہارا باپ دادا امین۔ جو شک لائے کافر۔ مگر یقینی کاہل سخے نیش۔ بھلا کب گھر سے چلو۔ کب مسجد سے چلو۔ مولوی نذیر حسین صاحب کے پاس کیوں جاؤ۔ شہاب الدین خاں کو اب منع کر آؤ۔ وہ خط کسی اور کو کیوں دکھائیں۔ آپ نمرود بزم میں پڑھ کر مزے اٹھائیں۔ اچھا نہ کہا ہو تو اب کہہ آؤ۔ ہائے افسوس۔ دستور بخواہ رہے جھپٹ کر چلے نہ آئے۔ واللہ آتے تو تم کو میں نہ کہتا کہ کیا ہو۔ ہاں اگر وہ سفہا اس جرم رکیک پر امامت میں خرابی کرتے تو ہاں یقینی پکار کر کہتا کہ یہ لوگ پاجی ہیں۔ اور اب بھی لعنت محمد یہ اگر بعتبار دولت ان کو شریف تصور کروں۔ یہ نظر نہیں کہ وہاں کا نقصان یہاں سرانجام دنیا برابر کر دینا مشکل ہے۔ مگر واللہ میں کب راضی کہ منصب قدیم یوں رائگاں جانے دو۔ سنو۔ اگر اپنا قائم مقام کسی کو گردان سکو۔ اپنا نائب کسی کو جان سکو۔ تو پھر کیوں نہیں آتے۔ بخدا سخت آرزو سے لقا ہے۔

کریم الرحمن خاں حافظ داود کے مکان پر رہتے ہیں۔ شاید آنے کو ہیں۔ ان کی معیت میں آرام سواری ہے۔

حکیم کا حال پوچھتے ہو۔ اسی عورت کو لیے پڑے ہیں جس کا بہ نکاح بھی گھر رکھنا اپنی شریعت میں حرام ہے۔ ان بچوں کو جو کچھ نسبت اپنے سے نہیں رکھتے پالتے ہیں۔ تربیت فرماتے ہیں۔ گڑگو کا ڈی سو روپے لگائے۔ خورسند و خوشدل فرض خدا ادا کیے پھرتے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ اس حماقت کا کیا نام ہے۔ مگر واللہ دوست صادق و یار موافق ہے۔ حکیم باحکیم حکیم۔ کپتان نے رمضان کی بڑی تیاری کی۔ حکم شدید ہے بلکہ امر شداد و فرعون وما امر فرعون برشید۔ مسجد قلعہ میں جماعت نہ ہو۔ کوئی شخص تراویح و فرض یہاں نہیں پڑھتا۔ رئیس بے حمیت مالک پر غفلت۔ جابر۔ کا فرمسجد میں اللہ اکبر نہیں آسمان سے صدائے النواب ابتر آتی ہے۔

(۸)

[1] کذا بجائے "بمال الربا"۔ [2] کذا بجائے "اس نے"۔

یرحمک اللہ یا امام الفقاک۔ اللہ بدالایام

تم اصغر کے عنایت نامہ کا جواب تعویقاً اس لیے لکھا گیا کہ عاصی حصار گیا تھا۔ وہاں صاحب کمشنر بہادر جدید سے ملا۔ لطف بے حد و مروکرم بے سود و حد پر بہت فرمایا۔ آج واپس پھر مجبور، بہت حزیں ہوں۔ تب نوبت جواب نگاری آئی۔ افسوس افسوس اچھا حافظ و امین قرآن مرگیا۔ اللّٰھم اغفر وارحمہ انا بھم لاحقون۔ مجھے گو وداد نہ تھا۔ مگر آگہی ہے دل کڑھا۔ خدا اس کو برکت کلامی سے اور مجھے برکت افسوس سے بخشے۔

ہمیا لفظ اللہ صرف ایک موٹے کاغذ پر ہو۔ کہ جس کو لیٹی مکانے سے نم پہنچے اور حرف نہ ہٹے۔ نہ وصلی۔ البتہ خوشخط ہو۔ پاکیزہ رقم ہو۔ شکل پان یا بصورت دل تا کہ محاذی سجدہ رہے۔ دوسرے جانماز سیتل پائی جیسی ملے۔ ایک مردانہ قد کے لائق۔ تیسرے یہ بات کہ ہم سے کب ملوگے اور کیوں مسابلہ کرتے ہو۔ آیا میرا دیکھنا طفیلاً تھا کہ اوروں کو دیکھ کر سیر ہو چکے دیا خالصاً۔ بہرحال اپنا دل چاہتا ہے۔ آپ اگر نہ چاہیں۔

پیام آپ کا پھوپھی سے آپ کی کہہ دیا۔ جواب بہت بکھیڑا ہے۔ جس کو عورات کا راگ کہتے ہیں۔ خلاصہ سرانجام دعا ہے۔ میں نے یہ چھانٹ لیا ہے کہ وہ تم کو دعا دیتی ہیں اور ویسے تمہاری مزاج و خیر طلب ہیں۔

اب میر صاحب کچھ کہتے ہیں وہ لکھنا فرض ہے۔ میر صاحب نے کپتان صاحب کا پرچہ پڑھ کر تمہارے اہل و عیال کی مرض سے رنج پایا۔ دعا سے صحت کرتے ہیں اور تاکید کہ جلد حال انکا اور اپنے مزاج کا لکھ بھیجو اور چھلے انگوٹھی کل سپاہی کے ہاتھ بھیج دیئے۔ مرزا علی محمد سے لینا اور دو ازے تمہارے گھر کی تیار نہیں ہیں۔ بروقت تیاری پہنچے گی۔

گاڑی جس وقت کوئی آتی جاتی ہوگی تو چارپائی وغیرہ اسباب بھیج دوں گا۔ دس روپے جو سید محمد کو متفرق آپ نے دیے وہ شتر سوار کر دیئے۔ وہاں سے علی محمد بیگ سے لے لینا اور تفصیل کرنے کے روپے کی بھیج دو کہ کتنے لیے گئے۔ یہاں سے روانہ کروں گا۔ فقط از جانب میر صاحب تا اپنے۔

رقیمہ علاؤ الدین

مورخہ ۱۲ ستمبر آخری چار شنبہ

از لوہارو

(۹)

یا امام یا محمد۔ سلام علیکم و علیکم السلام

اس خط کا جواب کیا۔ سوا اس کے کہ اللہ خوش رکھے میرے خبردار کو۔ میر صاحب کو پرچہ دے دیا۔ اور زبانی بہت کچھ کہا خداوند جواب کیا دیا۔ میں بعید دعی از ذہن میر صاحب خوش گو و آہستہ[1] بیاں۔ ایسی غائیں شائیں کی کہ خداوند تعالیٰ سمجھا ہوگا۔ اب وہی تمہارے مطلب کا جواب دیں گے۔

---

[1] آہستہ [ترم]

یہاں کی یہ خبر ہے کہ مردان و آل مردان کا حشرات الارض کی مانند زور ہے۔ بڑا جو دمشقی ملعون ہے۔ اب نہایت ستم پیشگی کرتا ہے۔ یہاں سوائے خداوند کے اور کسی کا زور و زر نہیں۔ بیچارگی کا مالک وہی ہے۔ میرا یہ مدعا ہے کہ اگر کوئی عمل معنوی اعدا کا یا ہلاکت اعدا کا مجرب ہاتھ آوے تو مع شروط و ترکیب لکھ بھیجو۔ احسان ہوگا۔ اور گویا امداد مستحق و اعانت بحق میں اجر پاؤ گے۔ اپنے والد ماجد کو نیاز کہہ دینا اور طلب دعائے خیر فرمانا۔ گھر میں بچوں کو دعا اور رکہ کو بھی سلام۔ یہاں سردی ظلم ہے اور ظلم نہایت گرم۔ اناج کو مہنگا کیا ہے کمینے دمشقی نے۔ اپنا بکواتا ہے۔ غربا کو ستاتا ہے۔ لعنۃ اللہ و غضب اللہ علیہ عاقبت بخیر باد

علاؤالدین قریب الہلاک

نگاشتہ ۱۱ نومبر سنہ ۱۸۶۰ء لوہارو

بنام صدرالدین آزردہ یا بنام غالب

(۱۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الملک العلام۔ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا خیر الانام وآلہ العظام۔ اما بعد فہذا کتاب الفراعۃ والارتسام من المسکین علاؤالدین المستہام۔ الی حضرت المخدوم المطاع رفیع الشان۔ منیع المکان۔ مصدر اصناف الکرم منبع انواع النعم۔ المحترم بالاحترام والمحتشم بالاحتشام۔ الساعی فی طاعات اللہ الغفار باحترام۔ والوافی حمایات الخلق من الاشرار بالاحتدام۔ الی دنی قمی حرسہ اللہ رباطا ودلبنہ من الانقطاع والانسحال۔ وحفظ اللہ صرا طشرکتہ من الاندراس والزوال۔ فی جواب الصحیفۃ الشریفۃ والمنیفۃ الانیقۃ التی وصلت الی الاملیلۃ البارحۃ الشعرۃ من العافیۃ الی صلۃ فی العناصر اللطیفۃ التی تسل بالجنان واللسان لیلاً ونہاراً من حضرت المنان۔ المنبۃ فی استحسانکم الرکنۃ المرسولۃ والتفحص للاخریٰ مثلہا۔ باسرع الزمان۔ وعن الحکم الشریف ببذل الحزم فی التنسیق والاقتناع والانتظام الانقطاع۔ فالحمد للہ علی فرح قلبکم باستحسان الرکنۃ۔ بارک اللہ فی ارتیاشہا۔ ایہا المخدوم ان الخادم سیاع فی تفحص مثلہا۔ وان لم یوجد اثر العرس فی بادی النظر فی انقطاعنا واصلاحنا۔ ولکن اصرف ہمتی فی استحصالہا موفوراً والرجاء ان یکون سعی مشکوراً۔ فاما انتظام الانقطاع بعون القوی العزیز حاصلۃ باحسن الطریق والانخاف من افتراء الکذاب والتلفیق۔ والمرجوان یلدع قلبکم من باب التنسیق واللہ ولی التوفیق وبہ نستعین والحمد للہ رب العلمین۔ والباقی بالامن والخیر والعافیۃ۔

حرر یوم الخمیس الثانی عشر من شہر ذی الحجۃ فی سنۃ ثانیتین وثمانین بعد الالف مہر گستر و آسمان منزلت قبلہ گاہا۔ این تخمین بر دریافت کہ بنگارش تازی نامہ خامہ بر داشتم و بپایہ رہبری آموزگار و محک و اصلاح اوستادی دریں راہ علم برافراشتم خطایم بگردن عفو و کرم سہو مرا بہ پذیر کامرانی و روزگار ہمعنان و چاکر باد۔

علاؤالدین لوپرنش آمین

(۱۱)

یا محمد یا امام بسلامۃ علیکم و قلبی لدیکم ایدہ

۱۶ اگست بوراں سے روانہ ہوا۔ وہ عنایت نامہ ۱۹ کو یہاں پہنچا۔ خط کو یونہی لیے چلا گیا۔ اور حضرت قبلہ و کعبہ نواب صاحب کو وہ خط دکھا دیا۔ ان کے ماموں صاحب کے رشتے پر خود طعنہ زنی اور تیزان کو بھی لاحن عایہ کیا۔ اجازت بخشی کہ آپ

جاویں اور وہ حویلی جو برائے نام مرزا علی محمد بیگ کی حویلی کہلاتی ہے ۔ اپنا مسکن اختیار فرماویں ۔ چنانچہ یہ پرچہ بھیجتا ہوں ، مرزا صاحب کر دے دو ۔ حکم نامہ ہے ۔ تعمیل سعادت تجہیل خرافت ہے تکلیف مت اٹھاؤ اور وہاں مکان میں جا رہو ۔ کیا خوب شیخ کے عوض آدمی ۔ واللہ ڈھور ڈنگر سے بھی سوا ۔ تو ذرا جانے سے بلو ۔ تاکہ کوئی بات آوے ۔

اُستانی جی اگر خود تنہا بلا اطفال آنا قبول فرماویں تو سواری وزاد کی تدبیر ہو سکتی ہے ۔ بہن میری بہر تجدید علم قرآن مجید کیا چاہتی ہے ۔ سبحان اللہ اگر قدرت ہوتو ہم فال علی الخیر کیوں بنے ۔ صاحب خیر دعا علی خیر کیوں نہ ہوں ۔ پیشتر لکھ چکا ہوں کہ جب خدا تعالیٰ نے دو چار روز میں کچھ مرحمت فرما دے گا حاضر کروں گا ۔ اور نیز کہیں میں ہوں جس وقت کسی کو ماہ بدر پایا بھیجا رہے نواب صاحب ، اُن سے کفن بھی طلب کرنا حرام جانتا ہوں ، چہ جائے آنکہ کسی کے لیے کچھ چاہوں ۔ نواب صاحب اس کے واسطے بھی نہیں چاہیئے جس کو خدا دیا چاہتا ہے ۔

کیوں امام ایک اللہ محکم خط نسخ جلی میں پان کی شکل کاغذ پر لکھا ہوا درکار ہے ۔ اجر جمیل پاؤ گے اگر کسی سے کاغذ پان کی شکل پر لکھوا بھیجو ۔

حصیر عمدہ بسعد رست جا ملا نہ ملے تو ڈھونڈ کر بھیج دو ۔ کرم و احسان

علاؤالدین

۱۹ راگست سنہ ۱۸۶۱ء

(۱۲)

۱۴ ار محرم سنہ ۱۲۸۰ ہجری ۔ ۲ ر جولائی سنہ ۱۸۶۳ء از لوہارو ۔ علاؤالدین خستہ جگر ۔

میرے امام ! خداوند تعالیٰ تمام مصائب و آفات سے تم کو محفوظ اور تمتعیات سے محفوظ رکھے ۔ مجھے اپنے صدمات و اضطرار میں کیا آزار خود کم ہے کہ تمہارا حال سن کر اور بھی نہ مر جاؤں ۔ مجھے اپنے پروردگار کی قسم کہ میں اس وقت اس معاملہ پر رضامند ہوں اگر قسام ازل پسند کرے ۔ مجھے تحمل صعوبات دشوار اس قدر کثرت لذت آثار سے آسان ہو گیا ہے کہ اگر شکل کو دنیا میں جانتا بھی ہوں ۔ ہاں مرگ کہ جو میرے لیے باہمہ آسانی سخت جانی سے مشکل ہونا آسان ہے ۔ اگر تم میری راحت سے اپنے آرام کو بدلنا چاہو اور میسر آجائے تو واللہ تمہارے لئے راحت تو چاہوں ۔ الّا نہ اپنی راحت کہ عین زحمت ہے ۔

افسوس میں جیسا مجھے سمجھانے والے بہت ہیں تم کو اس توحش پر کچھ سمجھاتا اگر بیدردی کی تراوش پند و اندار کی تعلیم سے اور اس کی کیفیات جو مجھ کو حاصل ہو گئی میں عنان گیر رہیں ۔ حق جانب شماست ۔ ہائے کدھر جانے کا قصد کرتے ہو ۔ بہر کجا کہ رسید آسمان در آنجا ہست ۔ علم موہوم پر عقل کے نزدیک مجہول اور عقلمند مظنون امر پر نتائج کی ترتیب کو نامعقول کہتا ہے ۔ ۔ با وثوق و اعتماد الطاف الٰہی پر سو وہ نہ موقوف مکانی نہ خود عیانی لطف نہالی ہے کہ ہر عہد کے ساتھ عموماً خصوصیت رکھتا ہے ۔ دلی و آگرہ و اصفہان و انگلینڈ و چین و بطحا سب میں مشترک ساری ۔ ارے بھائی لطف باری ہے نہ معاذ اللہ جانداری ہے ۔ وہاں خدائی ہے نہ

بادشاہی ہے۔ گویند سنگ لعل شود در مقام صبر آرے شود ولیکن بخون جگر شود۔ یہ باتیں جانے دو۔ مجھ سے یہ بات سن کر مان لو کہ عربی رجب اور انگریزی دسمبر اور ہندی کاتک تک حرکت و جنبش نہ کرو۔ میں نے خواہی تقریباً خواہی تعلیماً خواہی استخباراً خواہی اصطباراً یہ مدت اپنی نیل و ناکامی کی منتہی و مبتدی سوچ لیا ہے۔ یا دولت آرزو ملے۔ یا دولت سعادت صبر در رزق حاصل ہو۔ بس ایسی مجنونانہ حرکت نہ کرنا۔ اور دنیائی تکالیف سے گزر کر نیری ہمتی سفر نہ خریدنا۔ اے بھائی جمعیت و جاہ نہیں نہ سہی۔ آوارہ وطنی میں آرام بینونت و خوابگاہ کہاں۔ زنہار زنہار آہستہ کہ رہ بردم تیغیست قدم را۔

مجھے پیوستہ اپنا حال لکھتے رہو۔ اور مجھ سے ملنے میں آیس نہ ہو۔ واللہ میں دیدار ظاہری اور معانقۂ صوری کو میزانِ اعتبار میں تولتا ہی نہیں۔ سینہ گنجینۂ محبت تست ؎

دل میں اپنے ثبت ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

میرا بھائی میرا امین بلکہ ایک معنی کر کے مجھ سے ہزار مرتبہ بہتر ہے۔ سعید ہے۔ حلیم ہے۔ طایع ور ہے۔ خود سر ہے۔ امیر زادہ کپتان کا داماد ہے۔ خیر یہ ہنسی کی بات تھی۔ بات یہ ہے کہ میری جان یہ ہے میرا جہان یہ ہے۔ واللہ ثم باللہ میں ہرگز نہیں [چاہوں گا] کہ میں ہوں اور علی حسین نہ ہو۔ الٰہی دنیا میں بے علی حسین نہ رہوں۔ ان سے ملتے ہو خوب کرتے ہو۔ ملا سے دو چار گھڑی جا کر دیں دل بہلا آیا کرو۔ ڈگری کی بابت وہ اس فکر میں ہے کہ کوئی صورتِ فیصل نکلے اور عجب نہیں اسی کی سعی کو تقدیر نے ازل میں اس کا سبب اور میرا رفع تعب رکھا ہو۔ کوئی شاہ نسل بن پڑے۔ اور یہ مرحلہ طے پائے۔ ذرا اس کے راز جوئی کر مشورت نیک اس کو دینا اور کوئی حصہ کوشش کا تم بھی اپنی جانب لینا۔ بھائی سے سوا میرا چارہ گر کیا۔ اور تم سے زیادہ غم خوار کہاں سے لاؤں۔

تو بھائی یہ تازہ ثمر سیادت تم کو اور مبارک۔ افزائش اولاد و سعادت ہے۔ برکات الٰہی اسی سے مراد رکھتے ہیں۔ خدا تعالےٰ اخلاقِ داؤدی سے اس کو مزین کرے۔ مگر نام بوڑھا ہے۔ کوئی جوان کلمہ مہر خاں اور تجویز کرو۔

میر صاحب کو آپ کا پرچہ دیا۔ مبارک باد دیتے ہیں۔ اور مسرت اندوز ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ دونوں تمہارے کنار عاطفت میں اتنی عمر پائیں کہ تم ان کے پوتوں کی ان کے سامنے تہنیت سنو۔ میں تو کیوں اُس وقت تک اپنے جینے کی ہوس کروں۔ مگر تمہارے احباب تم کو اتحاف تہنیت فرمائیں۔ والسلام بچوں کو پیار کرنا اور میرے لیے اور میری اولاد کے لیے دعائے فلاحِ دارین نہ بھولنا۔

علاؤالدین از لوہارو
سلخ جمعہ بین الظہرین

(۱۳)

بنام نواب مرزا تحصیلدار جہانگیر آباد

علاؤالدین نوازا:۔ ہائے بھول ہی گیا تھا۔ شکر خدا کہ یاد آیا۔ بھائی میرا آدمی عبداللہ نوکری چھوڑ کر چل دیا۔ کیا کہوں کہ کیسا ہرج عظیم ہے۔ خدا کے لیے آپ جلد ایک معقول و معتبر آدمی کہ جس کو میں اپنے کپڑے اسباب بے اندیشہ و وسواس حوالہ کردوں ہوشیار و فہیم آدمی خدمت گار ضرور بھیج دیجئے۔ پانچ روپیہ مہینا اور روٹی دوں گا۔ یہ آدمی رات دن ساتھ بیٹھے رہنے کے یا کپڑے پہنانے کے اور کچھ کام نہیں کرے گا۔ مگر اس کو نئی اجبار سلیقہ و شعور رفو و درخت میں بھی ہو۔ اور جوان آدمی میرا ہم عمر ہو۔ نہ یہ کہ بصورت شیخ و خطیب مجھ کو ہر بار صورت اس کی دیکھنی مورث تپس و صداع ہو۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ کچھ بیندیا آدمی نہ ہو محنت سفر و سواری اسپ کا متحمل ہو۔ آپ بذریعہ مہربانی نامہ اس کو جلد روانہ کر دیں کہ میں آدمی نہ ہونے سے جانور ہو گیا ہوں۔ فقط

علاؤالدین

(۱۴)

روز شنبہ از لوہارو رقیمہ علاؤالدین

اما سیدنا۔ سیدالقوم امام الخلق سمی الرسول علیہ الصلوٰۃ وعلیک السلام۔

مقدمہ کلام مبتدائی سلام و پیام۔ آپ کے آئین میں شکایت ہے زہے ڈھٹائی کہ اپنی بے پروائی کا عذر تو نہ کرو اور گلہ نازا پر کو آمادہ ہو جاؤ۔ میرے حضرت! اگر آپ کو مکارہ دنیائی سے فرصت کم تو مجھے بھی علائق و آلائش غم ہائے سے وقت نہیں تم کو اگر معاش میں پریشانی ہے تو واللہ مجھے تلاش سے پشیمانی ہے۔ اگر آپ ناسوتی ہیں تو میں لاہوتی نہیں۔ میرے بھائی ایک ہی مجلس ہے جس میں میں اور تم محبوس ہیں۔ ایک ہی زنداں ہے جس میں میں اور تم معذور ہیں۔

ہر یکے را بہر کارے ساختند مہر او اندر دلش انداختند

بھائی میں ایک تار ہوں مجھے نہ چھیڑو۔ ورنہ ہزار ارغنون غم کی صدا سنو گے۔ ادھر سے گزرتا ہوں اور تم کو اپنا سا دیوانہ جان کر معذور رکھتا ہوں۔ مجھے داور حقیقی کی قسم۔ وہ داور جو میرا باپ اور ما اور خداوند و خداوند ہے۔ ارے کیسا خداوند خالق ہے۔ پروردگار ہے کہ امام میرا دل دوست اور حقیقی یار ہے۔ کافر ہوں جو مجھ کو تجھ پر بھائی وہ اعتماد نہ ہو جیسا شاید اپنی جان پر آپ۔ اس میں شائبہ ریب نہیں کہ اگر تم امام مسجد بزرگ اور میں مغل لشکری نہ ہوتا تو اپنے کو تمہارا تم کو اپنا عاشق و مفتون کہہ دیتا۔ وہاں ادب مانع یہاں پیشہ عناں گیر۔ چلو یہ بس ہے کہ مجھے اپنا دوست یکتا تصور فرماؤ۔ اور اپنے میں مجھ میں گمان دوئی نہ لاؤ۔ اللہ بری من المشرکین۔

سید محمد کا حال پوچھتے ہو وہ اب تک میری ہی رائے پر لوہارو میں زحمت انگن ہے اور یہ وہ انجمن ہے کہ آدمی یہاں کا دشمن اور صاحب قدرت یہاں کا مردم خوار دشمن ہے۔ سید محمد کو اور اس کے باوا صاحب کو جو تمام قد بہشتی تمام رُخ

جنتی ہیں۔ استداد بیکاری شدید و امید داری نے گھبرا دیا ہے۔ مگر میں نے مصلحت نہ دیکھ کر کہ اس کو پاس آشنا کیجیے رد کا ہے اور عنقریب افضال الٰہی سے توقع ہے کہ جو چاہتا ہوں اس کے لیے اچھی صورت نکلے اور جو صورت نکلے وہ اچھی ہو۔ ہماؤند نعمت نے جو مراسم پرورش اس سے رکھتے ہیں۔ نمانے جو نوازش میں اس کے لیے خود ستار ہوں۔ اس میں اگر ہنوز زیاں نہیں تو حضرت کرالیفا بھی نہیں۔ گر پھر کہتا ہوں کہ این دیر آمدن درست آمدنست۔

حکیم محمد حسن خان کی نسبت بعض تکالیف سنبہہ محصل کے ہاتھ سے بخدا میری تکلیف ہے کہ تمہارا وہ عزیز دوست ہے۔ ایسے وقت میں آپ نے بھائی علی حسن خاں میرزا کو کیفیت لکھ بھیجی ہے۔ وہ میرا نیز بھائی اور آپ کا مخلص دوست ہے۔ حکیم صاحب کو لیے ہوئے کرمٹی آجاؤ۔ وہیں دوجانے کا صغیر و کبیر وہی علی حسین خاں خوش تدبیر اسی لحظہ نواب دوجانہ اور ان کے بھائی سے ملوا دے گا اور رفع تکالیف ہو جائے گا۔ میں خط آنکھوں سے لکھ دوں اگر اس شکل سے سود مند تر ہو۔ یہ لوگ باہر کے ہیں۔ مذاق سے بے بہرہ معنوی اخلاق سے بے نصیب۔ کیا عجب مجھے بے اتفاقی سے شاکی اور حکیم صاحب کو اس سے بھی زیادہ ملول کریں۔ اگر یہ تدبیر بہتر ہے تو بہتر۔ والا نہ فرماؤ میں دس نامۂ تعارف و کتاب سفارش لکھ بھیجوں۔ حکیم وزیر الدین خاں یکتا دل گرم پوچھتے ہیں۔ اپنی والدہ کو میرا سلام کہنا اور بچوں کو پیار کرنا۔ والسلام علیکم و علیٰ اہل بیت

علاؤ الدین

۹ بجے رات کے

شمس العلما مولانا شبلی نعمانی

الاخ المعظم

چونکہ مجھ کو آپ کو بات دینی ہے۔ اس لیے عبارت کے ساتھ کاغذ بھی مختصر اختیار کیا ہے۔ جس کی امید آپ کو یقیناً پہلے سے نہ ہوگی۔

ندوۃ العلما اگر تین چار برس صرف چل جائے تو آپ دیکھیں گے کہ وہ کیا چیز بن جاتی ہے۔ سننا شرط ہے۔ کسی کو اثر نہ ہو۔ یہ ممکن ہے؟

یہ بھی کچھ بات ہے ہم ساتھ ہوا اور ہم میں رہے حقیقت یہ ہے کہ میں اور آپ مل کر کوئی تصنیف کریں تو بہت کام کی ہو۔ مگر افسوس ہے کہ آپ کو ملنا منظور نہیں۔

مولوی سید مہدی علی صاحب سخت بیمار ہیں۔ خدا شفا دے وہ قومی دلچسپی کے ایک بڑے رکن ہیں۔ کیوں؟ اب تو مختصر نویسی کی شکایت نہ کیجیے گا؟

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم
چنانکہ حرف عصا گفت موسیٰ اندر طور

والسلام — نعمانی

۱۱ مئی ۱۸۹۲ء

(۲)

کارڈ پہنچا۔ بہتر جو ارشاد

؎ مجھے تو خو ہے کہ جو کچھ کہو بجا کہیے

۵ جلدیں الفاروق حسب ارشاد روانہ کی جاتی ہیں۔ لیکن روانگی کا محصول آپ کے ذمہ۔ بلٹی بیرنگ جائے گی۔

شبلی۔ اعظم گڑھ ۲۰ اگست

(۳)

جناب من۔

خط پہنچا۔ اگرچہ میں اس وقت ایسے اشغال میں مصروف ہوں کہ جمعیت خاطر مفقود ہے۔ تاہم تعمیل ارشاد سے چارہ

نہ تھا۔

اشعار جو ڈھونڈ کر نکالے ہیں۔ نطاقی کے ہیں۔ شاید بعض الفاظ قابل تبدیل ہوں لیکن مجموعی طور سے نہایت عمدہ ہیں۔ ان میں جتنے اشعار پسند ہوں رکھ لیں۔

کتابہ کی عبارت کا خاص عنوان میرے خیال میں نہیں ہے۔ اور قبروں کے کتابے دیکھنے چاہئیں۔ البتہ عبارت فارسی میں لکھ دیتا ہوں۔ بسم اللہ شاید لکھنے کا دستور ہے۔

میں یہاں ۱۰ اکتوبر تک رہوں گا۔

سفرنامہ پر اگر آپ مختصر سا ریویو فاضلانہ لکھیں تو لکھ کر تہذیب الاخلاق میں بھیج دیجیے۔ زیادہ مقصد اس کا اشتہار ہو جانا ہے، جو اس طریقہ سے اچھی طرح سے ہوگا۔

بیاد آورا اے تازہ کبک دری — کہ چوں بر سر خاک من بگذری
گیا۔ بینی از خاکم انگیختہ — سیاں سودہ بالیں فرو ریختہ
تہی دست بر شوشۂ خاک من — بیاد آوری گوہر پاک من
فشانی تو بر من سرشکی ز دور — نشانم من از آسماں پرتو نور
در ودم رسانی۔ رسانم درود — بیائی۔ بنایم ز گنبد فرود
مرا زندہ پندار چوں خویشتن — من آیم بہ جاں گر تو آئی بہ تن
مداں خالی از ہم نشینی مرا — کہ بینم ترا۔ گرنہ بینی مرا
لب از خفتۂ چند خامش مکن — فرو خفتگاں را فرامش مکن

عبارت لوح

سنگ تربت سید ۔۔ ۔۔ کہ بتاریخ شانزدہم از سنہ ۱۳۱۱ھ ہنگام دمیدن آفتاب در عمر چہار و بست سال در عارضۂ ضیق النفس۔ سر بخاک نہاد۔ وچوں از باغ جوانی ہنوز برنخوردہ بود۔ و در مرحلۂ زندگانی ہمیں قدمے چند بر پردہ بود۔ پدر و مادر و برادرانش را جہاں تیرہ و روز ماتم نشاند کہ کار باندازۂ شکیب و توانائی نماند خدائش بیامرزاد۔ و در پہلوئے رحمت خویش جا دہاد۔ والسلام

شبلی اعظم گڈھ
۱۱ ستمبر سنہ ۱۸۹۳ء

(۴)

جناب من۔

تسلیم۔ میں کل یہاں پہنچا۔ آپ کا نامہ والا مجھ کو مصر میں اس شام کو ملا جس کی صبح کو میں مصر سے ہندوستان روانہ ہوا

عربی لغت کے متعلق تو کچھ نہ کر سکا۔ البتہ مختار الصحاح کا ایک نسخہ لیتا آیا ہوں،

عورتوں کے متعلق آپ کے سوالات امتحان میں مجھ کو امید ہے کہ سو میں سے ، سو نمبر حاصل کر سکوں۔ آپ جب چاہیں کاغذات امتحان بھیج دیں۔

اورنٹیل کانفرنس میں جو اس سے پہلے اسٹاک ہالم مقام یورپ منعقد ہوئی تھی۔ اس میں مصر سے جو سفارت گئی تھی۔ اس کے ایک معزز ممبر نے عورتوں کے متعلق ایک رسالہ کانفرنس میں پیش کیا تھا اگرچہ مضامین کے لحاظ سے چنداں قابل قدر نہیں لیکن عبارت وزور تحریر بالکل قدما کا سا ہے۔ بہر نوع اس کا بھی ایک نسخہ حضور والا کے لیے لایا ہوں۔ دونوں کتابیں دو تین روز میں ارسال خدمت کروں گا۔

ترکی میں تعلق شاید اس کی اب آپ کو ضرورت نہیں اور بیشک ضرورت نہیں۔ تاہم اگر آپ اس کے متعلق گفتگو کرنی چاہیں تو پوری طرح کر سکتا ہوں لیکن نتیجہ یہ ہے کہ یہ خیال بے فائدہ ہے۔

خیر یہ سب تو میں نے آپ کی نسبت لکھا اب میری اغراض بھی سنیے۔ آپ نوکر ہوئے۔ بخدا مجھے بے انتہا خوشی ہوئی میں دل سے دعا کرتا تھا۔ لیکن یہ فرمایئے کہ آپ ہمارے کام کے رہے یا نہیں۔ یعنی سرکاری کام سے کچھ فرصت بھی ہوتی ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں ہوتی اور آپ صرف اوروں کی طرح سرکاری کارخانوں کے ایک پرزہ بن گئے ہیں ، تو چنداں خوشی نہیں۔

میں ایک سلسلہ تالیف مشترکہ چھیڑنا چاہتا ہوں۔ جس میں آپ کو ایک مقدریہ پارٹ لینا تھا لیکن معلوم نہیں کہ، آپ کی حالت سے یہ توقع ہو سکتی ہے یا نہیں، جواب لکھیے اور جلد لکھیے۔

والسلام

سیاح المصر والروم

۱۲ راکتوبر ۱۸۹۲ء .... نامعلوم

ہم لوگوں میں بدگمانی اور غلط خبروں کے مشہور کرنے کی عادت نہایت افسوس کے قابل ہے۔ میں نے کانفرنس کے لیے نہ کوئی رسالہ لکھا تھا نہ پیش کرنے کا ذکر تھا۔ نہ کسی نے ناپسند کیا۔ مختصری تقریر میں میں نے قرآن مجید کے اعجاز کے متعلق جو ضمنی ذکر کر دیا تھا۔ جلسہ کے بعد متعدد علماء مصر تھے کہ میں اس کو قلم بند کر کے روئداد کے ساتھ شامل کروں۔ میں نے جواب دیا کہ یہ نہایت مفصل مضمون ہے اور ایسے مختصر طور پر اس کا شائع ہونا اس کے لطف کو مٹا دینا ہے۔

الغزالی کے لکھنے کا ارادہ بہت مذبذب ہے۔ تین خیالی تصنیفیں سامنے ہیں قرآن مجید کا اعجاز۔ فارسی یا عربی شاعری کی ہسٹری۔ الغزالی۔ ان میں اب تک فیصلہ نہیں ہوتا۔ جس دن فیصلہ ہو جائے گا۔ لکھنا شروع کر دوں گا۔ اگر آپ اپنے قوی دلائل یا کسی اور طریقہ سے کسی کو مرجح ثابت کریں تو بہت بڑا احسان ہوگا۔

(۵)

... راگست ۱۸۹۸ء جناب من

تسلیم ! میں اس وقت زیر رخصت ہوں اور ندوہ میں کام کر رہا ہوں۔ میں نے تمام پہلوؤں پر غور کر کے یہ

ضروری سمجھا ہے کہ آپ ندوہ کے ارکان انتظامی میں شامل ہوں۔ مولوی محمد علی صاحب اور اور ارکان کی بھی یہی رائے ہے اس لیے آپ اس کے جواب میں اپنی منظوری ظاہر کر کے ہم لوگوں کی دلجمعی فرمائیں۔ والتسلیم

شبلی نعمانی ندوۃ العلماء

کان پور

(۶)

جناب من:

کل اخبار میں پڑھ کر معلوم ہوا کہ مشکوئے معلیٰ میں فرزند با اقبال تولد ہوا چونکہ میں اپنے تئیں زمرۂ نیاز مندان میں سمجھتا ہوں اگر آپ کچھ ہی سمجھیں اور کیسی ہی بے اعتنائی کریں، اس لیے درحقیقت مجھ کو نہایت خوشی ہوئی۔ اور غایت صمیم قلب سے (آپ کو) مبارک باد دیتا ہوں۔ والسلام شبلی نعمانی

۲۷ رمضان المبارک

(۷)

مکرمی:

مسٹر ظفر کی وجہ سے بڑا دھوکا ہوا۔ انہوں نے کتاب کے اسی قدر اجزا ترجمہ کیے تھے کہ اور کاموں میں مصروف ہو گئے وہ نہایت متلون الطبع آدمی ہیں۔ مجھ کو سخت افسوس ہے کہ رپورٹ میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ لوگ مجھ کو کیا کہیں گے۔ انہوں نے اپنا ذاتی مطبع بھی کر لیا ہے۔ ایک دن کہتے تھے کہ میں اپنے ہی مطبع میں چھپواؤں گا۔ لیکن یہ بھی ایک بات ہے۔ کتاب تیار ہی نہیں اور نہ ایک مدت تک امید ہے۔ مقاصد الامین کی نسبت ایک مدت ہوئی میں نے آپ کو اطلاع دی تھی، کہ مجھ کو ملی ہی نہیں بلکہ سروری سید حسین صاحب بلگرامی نے ڈاک رساں سے دستخط کر کے لے لی ہیں میں نے ان سے، پوچھا تو انہوں نے کہا کہ کتاب میرے ہی نام آئی تھی۔ میں نے پھر کہا۔ لیکن انہوں نے نہ مانا۔ اُن ہی کو لکھیے۔ لیکن وہ دو تین روز میں رخصت سے کر پہاڑ پر جاتے ہیں۔ والسلام شبلی

۳۰ مارچ ۱۹۰۵ء

(۸)

مکرم و معظم ما۔

السلام علیکم: صاحبزادہ کے یہاں آنے سے مجھ کو گوناگوں خوشی ہوئی۔ اولاً تو مدت کی نیازمندی کے ثبوت دینے کا موقع ملے گا۔

دوسرے ندوہ کی تعلیم و تربیت کی نسبت آپ کا ذاتی تجربہ ہو جائے گا جو ندوہ کے لیے بھی مفید ہوگا۔ نگرانی تعلیم میں خود کرونگا اور بالکل اپنا عزیز سمجھوں گا۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ بورڈنگ میں مطلق جگہ نہیں۔ ذرا سا مکان ہے اور اس وقت ۹۲ بورڈر اس میں ہیں۔ ذرا ذرا سے

حجروں میں پانچ پانچ لڑکے رہتے ہیں۔ میں نے چار لڑکے اپنے مکان میں رکھے ہیں تین مولوی بدرالحسن منصف شہر کے گھر پر رہتے ہیں اگر کھانا بورڈنگ میں کھاتے ہیں، چار لڑکے ہیڈ ماسٹر کے گھر پر رہتے ہیں۔ اس لیے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ رہنے کا کیا بندوبست کیا جائے۔ فرض کیجئے کہ مدرسہ کے قریب کوئی مکان مل سکے تو کیا آپ اس میں رہنا پسند فرمائیں گے۔

یہ مشکل حل ہو جائے تو اور سب باتیں حسب دلخواہ ہو جائیں گی۔ میں کل دلّی جاتا ہوں وہاں سے علی گڑھ آؤں گا اور آپ کی زیارت ہوگی۔

کیا آپ پسند فرمائیں گے کہ صاحبزادہ منشی احتشام علی صاحب کی کوٹھی پر رہے جہاں کہ منشی وحید علی صاحب کی نگرانی اور خبر گیری حاصل ہو سکے گی۔ والسلام

شبلی ندوہ

۱۰ر فروری سنہ ۱۹۱۰ء

(۹)

جناب مکرم و معظم

سلام مسنون۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ندوہ کی حالت بہت افسوسناک ہو گئی اور اس کا یہاں تک اثر ہوا کہ گورنمنٹ نے اس پر نوٹس لیا۔ اور بھوپال سے ماہانہ جو مقرر تھا وہ اس شرط پر روک لیا گیا کہ حالت موجودہ کی اصلاح کی جائے اس بنا پر بعض معزز بزرگوں نے یہ تجویز سوچی کہ دہلی میں ایک عام جلسہ مسلمانوں کا کیا جائے جس میں قوم کے پیش رو اصحاب جمع ہوں اور معاملات کو سلجھانے کی تدبیر نکالیں۔ جناب حکیم اجمل خاں صاحب اور دیگر معززین دہلی اور باہر کے معزز حضرات نے اس کے لیے دعوت کے خطوط اور اعلان بھیجے ہیں۔

چونکہ یہ ایک نہایت اہم مذہبی اور قومی معاملہ ہے، اس لیے آپ سے استدعا ہے کہ صرف چند سطریں اس مضمون کی تحریر فرما دیں کہ مسلمانوں کو دہلی کے مجوزہ جلسہ میں شریک ہونا اس وقت ضروری ہے تاکہ ندوہ کے معاملات سدھ دراہ ہونے کی کوئی ایسی شکل پیدا ہو جس پر فریقین اور عام مسلمان اتفاق کر سکیں یا یہ کہ قوم غلبۂ آرا سے کوئی مناسب تدبیر اختیار کر کے۔ آپ کے ہاتھ کی صرف دو تین سطریں کافی ہوں گی اور یہ ایک بڑی قومی خدمت ہوگی۔

شبلی نعمانی

۱۸ اپریل سنہ ۱۹۱۴ء

مخدوم و مکرم!

میں بھی اس درخواست میں شریک ہوں۔

اجمل

۱۸ر اپریل

(۱۰)

جناب مخدوم و مکرم

بعد سلام و محبت

اس غرض سے کہ گورنمنٹ۔ ندوۃ العلماء کے مقاصد سے کافی طور سے واقف ہو سکے ایک یادداشت طیار کی گئی۔ اس کا انگریزی میں ترجمہ ہو کر ارکان کے دستخط سے گورنمنٹ کے پاس بھیجا جائے گا۔ اس لیے اس کا مسودہ آپ کی خدمت میں ارسال ہے۔ آپ کی دانست میں جہاں کوئی امر مناسب نہ ہو اس کی اصلاح فرما دیں۔ یا اگر آپ کی رائے میں اس کا پیرایہ بالکل بدلنے کے قابل ہو تو آپ کو تبدیل کا بھی اختیار ہے۔ والسلام

از دفتر
ندوۃ العلماء

محمد علی ناظم ندوۃ العلماء
بقلم شبلی نعمانی

نواب محسن الملک

دفتر آنریری سکریٹری ایم۔ اے۔ او کالج
علی گڑھ۔ مورخہ ۹ ؍ مئی ۱۹۰۱ء

جناب من!

آپ کی طبیعت کیسی رہتی ہے۔ بہت کم خط آپ کے آتے ہیں۔

آپ نے سن لیا ہوگا کہ سید محمود نے کل سیتا پور میں انتقال کیا۔ نہایت افسوس اور رنج کا مقام ہے۔ گو کیسی ہی حالت تھی۔ پھر بھی ان کی جان قیمتی تھی۔ اللہ ان کو غریق رحمت کرے۔

یہ فرمایئے کہ قانون ٹرسٹیاں جو ناتمام ہے۔ اس کی پریسیڈنسی آپ قبول کریں گے اور اس کام کو پورا کر دینے کا ارادہ فرمائیں گے۔ مجھے تو امید ہے کہ آپ ضرور اسے منظور کریں گے۔ براہ مہربانی اجازت دیجیے تاکہ اس کام کو ختم کرنے کا انتظام کیا جائے [1]

مہدی علی
(محسن الملک)

(۲)

دفتر آنریری سیکریٹری ٹرسٹیان مدرستہ العلوم علی گڑھ
۱۲ ؍ ستمبر ۱۹۰۱ء
بخدمت جناب نواب وقار الملک بہادر
ٹرسٹی ایم اے۔ او کالج۔ علی گڑھ

جناب من:

۱۔ میرا تقرر عہدۂ آنریری سیکریٹری ٹرسٹیان مدرستہ العلوم علی گڑھ پر ۱۳ ؍ جنوری ۱۸۹۹ء کو جب کہ سالانہ اجلاس ٹرسٹیاں کا منعقد ہوا تھا۔

---

[1] نواب محسن الملک کے اس خط سے (جو بہت ہی مشکل سے پڑھا گیا) معلوم ہوتا ہے کہ سرسید کے فرزند سید محمود کی وفات ۸ ؍ مئی کو ہوئی۔ لیکن خط پر سنہ نہیں لکھا تھا، بڑی تلاش کے بعد پتہ لگا کہ سید محمود کا انتقال ۸ ؍ مئی ۱۹۰۱ء کو ہوا، اور اس کے دوسرے دن یعنی ۹ ؍ مئی کو نواب محسن الملک نے یہ خط لکھا۔ اگرچہ خط سے پتہ نہیں لگتا کہ یہ خط کس کے نام ہے؟ مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط نواب وقار الملک کو لکھا گیا تھا۔

عمل میں آیا تھا۔ اور موجب دفعہ ۴۷ قواعد و قوانین ٹرسٹیان کے ہر ایک سیکرٹری اور جوائنٹ سیکرٹری اور اسسٹنٹ سیکرٹری کا تقرر صرف تین سال کے لیے ہوتا ہے اور اس کے بعد دوبارہ منتخب ہو سکتا ہے۔

(۲) چونکہ اس بڑی ذمہ داری اور بڑے مشکل عہدہ کے کام (کو) انجام دینے کی طاقت میں نے اپنے میں نہ پائی اس لئے ۲۶ اگست ۱۹۰۰ء کو میں نے اپنا استعفیٰ ابجٹ میٹنگ میں پیش کیا۔ مگر ٹرسٹیوں کے اصرار سے میں نے اس کو واپس لیا۔ اور تا ختم ہونے میعاد تقرر کے میں نے جس طرح ہو سکا اس بوجھ کو اٹھانا منظور کیا۔

(۳) چونکہ ۳۰ جنوری ۱۹۰۲ء کو میرے عہدہ کی میعاد سہ سالہ ختم ہو گئی اس لئے میں آپ کو اس بات سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں آئندہ اس عہدہ آنریری سیکرٹری کے قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوں۔ اور نہ آئندہ اس بارگراں کو اپنے اوپر رکھنا منظور کر سکتا ہوں اور سان ٹرسٹیوں کی خدمت میں جو براہ مہربانی اپنے حسن ظن سے مجھے اس خدمت کے لائق سمجھتے ہیں اور دوبارہ اس عہدہ کو میرے لیے تجویز کریں کمال ادب ملتمس ہوں کہ وہ مجھے معاف فرماویں اور میرے دوبارہ تقرر کا خیال چھوڑ دیں۔

۴۔ چونکہ نومبر کے مہینہ میں سالانہ اجلاس کا جو جنوری ۱۹۰۲ء کی کسی تاریخ کو منعقد ہوگا۔ ایجنڈا جاری ہوگا اسلئے ضرور ہے کہ جو سیکرٹری آئندہ کے لیے تجویز کیا جائے اس کا نام اس میں درج کیا جائے اور موجب دفعہ ۵۴ قواعد و قوانین ٹرسٹیان کے آنریری سیکرٹری کا تقرر ٹرسٹیوں کے اختیار میں ہے۔

(۵) میں نہایت ادب اور عاجزی سے ملتمس ہوں کہ آپ اس ضروری معاملہ پر غور فرما کر اور دیگر ٹرسٹیوں سے مشورہ کر کے یکم نومبر سے اول جس کو سیکرٹری کرنا منظور ہو اس کا نام اجنڈا میں مندرج کرنے کے لیے پیش کیجئے تاکہ سالانہ اجلاس پر اس کا فیصلہ ہو جائے

(۶) میں پھر نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ میرے دوبارہ انتخاب کا خیال نہ کیا جائے اس لیے کہ میں اس بارگراں کے اٹھانے کے لائق نہیں ہوں اور نہ آئندہ میں اسے اٹھا سکتا ہوں اور نہ اب میں آنریری سیکرٹری کا عہدہ قبول کر سکتا ہوں۔

آپ کا خادم

محسن الملک

آنریری سیکرٹری ٹرسٹیان مدرستہ العلوم علی گڑھ

(۳)

علی گڑھ ۲۰ ستمبر ۱۹۰۱ء

جناب مخدوم مکرم بندہ نواب وقار الملک بہادر

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۱ و ۱۵ ستمبر کا جواب بیماری کی وجہ سے نہ لکھ سکا۔ بخار آ گیا تھا اور طبیعت نہایت خراب تھی۔ اب بھی اگرچہ اچھا نہیں ہوں۔ مگر بخار پہلے سے کم ہے۔

پریسیڈنٹ صاحب نے انگریزی کا چھپائی کا مسودہ اب تک میرے پاس نہیں بھیجا صرف اردو کا بھیجا تھا۔ اب میں نے انگریزی کا بھی ان سے طلب کیا ہے جس وقت آیا آپ کی خدمت میں روانہ کر دوں گا۔

اب تک صرف سات ووٹ آئے ہیں اور جن میں اختلاف ہے وہ میں چھپنے کے لیے دینا چاہتا ہوں۔ مگر وقت پر جب بہت سے ووٹ آئیں گے اور لمبی لمبی تحریریں ہوں گی تو ان کا چھاپنا مشکل ہوگا۔ پانچ دن کی مہلت میں اگر تحریریں زیادہ ہوں تو چھپنا مشکل ہے۔ آئندہ کے لیے اس کا تصفیہ آپ ہی کریں اور آپ خود قانون بناتے ہیں کم سے کم پندرہ دن کی مہلت ضرور رکھیں۔ میں تو بفضلہ تعالیٰ اس جھگڑے قصے سے جس میں میری طبیعت کو خلجان ہوتا ہے آزاد ہو جاؤں گا۔ ہاں آپ جو مدد مجھ سے لیں گے وہ دل سے خادمانہ کرتا رہوں گا۔ مگر آپ کو خوب معلوم ہے کہ میں کیا کام کر سکتا ہوں اور کیا نہیں۔ دفتر کا کام۔ قاعدے کی پابندی اور صیغہ جات متعلقہ کی نگرانی نہ مجھ سے ہوئی نہ ہو سکتی ہے نہ ہوگی۔ ہاں بھیک مانگنے کا کام اور باہر جا کر لوگوں کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دینا مجھ سے ہو سکے گا اور غالباً یہی کام آپ مجھ سے لیں گے اور یہ خیال آپ چھوڑ دیں کہ میں ٹرسٹیوں کے اصرار پر پھر سیکریٹری رہنا قبول کروں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھ سے یہ کام ہو نہیں سکتا اور میں خوب جانتا ہوں کہ مجھ سے اچھی طرح انجام نہیں ہوا۔ موجودہ حالت میں اس کام کا انجام دینا مجھ سے ناممکن ہے اور ضوابط و قواعد کی پابندی اور بغیر کسی مددگار کے دفتر کا کل کام کرنا اور ہر صیغہ کی نگرانی رکھنا مجھ سے ناممکن ہے۔ علاوہ بریں اس گرمی اور برسات میں یہاں رہنے سے میری صحت بالکل بگڑ گئی۔ میں سوائے جاڑے کے دنوں کے یہاں رہ نہیں سکتا۔ اور ابھی میں قوم کا ایسا فدائی نہیں ہوا ہوں کہ جان بھی نذر کر دوں۔ میں عنقریب ضابطہ کا نوٹس ٹرسٹیوں کو جاری کرنے والا ہوں کہ وہ ابھی سے دوسرے سیکرٹری کا (نام) پیش کریں اس لیے نومبر میں سالانہ اجلاس کا اجنڈا جاری ہونا ضرور ہے۔ کوئی پولیس بھیج کر مجھے اس عہدے سے نہ نکالے میں خود انھیں چھوڑ دوں گا۔ ان عہدوں میں کسی قسم کی پیچیدگی ہے نہ دقت۔ نہ سبیت نہ تکلیف۔ نہ لڑائی نہ جھگڑا۔ نہ اس کے لیے علی گڑھ میں ہمیشہ رہنا لازمی ہے۔ آپ کو لکھنؤ سے فارغ ہونے کے بعد کہاں اتنی مہلت ملے گی کہ سیتا پور میں کام کرنے کے لیے جا سکیں۔ اور اگر گئے بھی تو تین چار دن سے زیادہ آپ وہاں نہیں رہ سکتے۔ اور قانون کا کام اگر اس سال ہو جائے تو میں اس کو معجزہ اور کرامت سمجھوں گا۔

والسلام
محسن الملک

(۴)

علی گڑھ۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۰۱ء

جناب مخدوم مکرم بندہ نواب وقار الملک بہادر

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۴ ستمبر پہونچا۔ جو اجلاس کونسل آف ٹرسٹیاں کا ۲۲ اپریل کو ہوا تھا مجھے یاد نہیں پڑتا کہ اس میں چٹھی ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۰ء پیش کی گئی ہو۔

چونکہ یہ چٹھی بجٹ کی منظوری کے بعد آئی تھی اس لیے اس وقت سے پیشتر وہ چٹھی ٹرسٹیوں کی خدمت میں نہیں بھیجی گئی۔ اب کہ وقت دوسرے بجٹ کے تیار کرنے کا آیا اور آمدنی اور اخراجات پر غور کرنے اور رائے دینے کا اس لیے وہ چٹھی ٹرسٹیوں کی خدمت میں بھیجی گئی۔ اور فنانس کمیٹی کے اجلاس میں یہ چٹھی پیش کر دی گئی تھی۔ والسلام

مہدی علی
(محسن الملک)

(۵)

علی گڈھ۔ ۱۲ر دسمبر سنہ ۱۹۰۱ء

جناب نواب وقار الملک بہادر

میں نے برسر سے دریافت کیا معلوم ہوا کہ جو دو روپیہ اسکول بورڈروں سے لیے جاتے ہیں۔ اوس کی آمدنی اور خرچ کا حساب علیحدہ نہیں رکھا جاتا۔ جس قدر لڑکے سکول کے ہیں فی لڑکا دو روپیہ آمدنی سمجھ لینا چاہیے۔ یہ حساب کا طریقہ بہت ہی مجمل اور مہمل تھا۔ اب جو آپ نے تحریک کی ہے اوس کی منظوری کے بعد ایسے قواعد بنا دیجیے کہ آئندہ یہ دقت نہ رہے۔ بورڈنگ ہوس کا حساب سرسید مرحوم کے زمانہ سے ایسے طریقے پر چلا آتا ہے کہ تفصیل وار ہر صیغہ کی آمدنی اور خرچ کی کیفیت معلوم نہیں ہوتی۔ اب دو برس سے بورڈنگ ہوس کا بجٹ خرچ چھپتا ہے گر اوس سے پوری تفصیل معلوم نہیں ہوتی۔ اب کی مرتبہ چند صیغوں خوراک اور ورزش جسمانی اور کالج میگزین وغیرہ کی کسی قدر تفصیل بھی کرائی گئی ہے۔ جس سے کسی قدر روشنی آمدنی و خرچ پر پڑتی ہے گر درحقیقت اس کے لیے ایک صریح اور صاف قواعد بنانے کی ضرورت ہے۔ والسلام۔

آج مجھے پھر بخار ہے۔

مارلیسن صاحب کا مضمون پولٹیکل ایسوسی ایشن پر علی گڈھ اخبار میں چھپ گیا ہے۔ آپ اوس کو غور سے ملاحظہ فرما دیں۔ اور جن مشکلات کا انہوں نے ذکر کیا ہے۔ اوس کا سرسری اندازہ کریں۔ میرے نزدیک اون کا مضمون جہاں تک کہ متعلق مشکلات اور دقتوں کے ہے بہت غور کرنے کے لائق ہے۔ اور جو کچھ انہوں نے ملازمت کی نسبت لکھا ہے اوس سے مجھے اتفاق نہیں ہے۔ میں آیندہ اخبار میں اوس پر ریمارک لکھوں گا۔ ہندو اور مسلمانوں میں ملازمت کی تقسیم کا صحیح اصول وہی ہے جو کالون صاحب نے ایک موقع پر بیان کیا تھا کہ "برابر برابر ملنی چاہیے"۔

کیا آپ لکھنو کے جلسہ میں بالا بالا تشریف لے جاویں گے۔ میں اوس سے پہلے آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ تو آنہ سکیں گے۔ اگر میری طبیعت اچھی رہی تو میں ہی اودھر تک آنے کی کوشش کروں گا۔ جس کام کو لوگ آسان سمجھ رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ بھی میری طرح اس کو مشکل سمجھتے ہیں۔ خدا کرے کہ وہ جلسہ صراط مستقیم اختیار کرے اور کوئی ایسی تجویز نہ کر بیٹھے جس سے مسلمانوں کی حالت بدتر ہو جائے۔

مبلغ دو روپیہ ماہانہ جو اسکول بورڈرز سے لیا جاتا ہے۔ میرے زمانہ سے پہلے کا ہے اور غالباً سرسید مرحوم کے وقت سے چلا آتا ہے چونکہ اس وقت نہ مسٹر مارلیسن یہاں موجود ہیں اور نہ ٹیٹنگ صاحب۔ اس لیے اس کی صراحت میں نہیں کر سکتا کہ کب سے یہ لیا جاتا ہے۔ اور جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ آخر مارچ سنہ ۱۹۰۱ء تک کس قدر رقم وصول ہوئی اوس کو میں نے برسر سے دریافت کیا ہے گر وہ بامرسی گئے تھے۔ اس لیے اب تک انہوں نے جواب نہیں دیا۔ آج آ گئے ہیں اون سے پوچھا ہے۔ غالباً کل تک وہ جواب دے دیں۔

آپ کی رائے کہ سب پر اکٹروں کی تعداد محدود نہ کی جائے بلکہ بدرجہ اوسط ایک خاص تعداد پر بورڈروں کے ایک سب پراکٹر ہے۔ نہایت مناسب ہے۔ غالباً ہر ایک ٹرسٹی اس کو پسند کرے گا۔ سب پراکٹروں کے تقرر میں کمیٹی دینیات کو دخل ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اگرچہ دیکھنے میں بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ مگر بجائے دخل کے لفظ "مشورہ" کا استعمال کیا جائے تو مناسب ہوگا۔ والسلام

آپ کا یہ فرمانا کہ میں یہ سوالات مخالفت کی نظر سے نہیں کرتا غیر ضروری ہے۔ مجھ سے بڑھ کر کون جانتا ہے کہ یہ وہ اختلاف ہے جس کو رحمت کہتے ہیں اور مجھ سے بڑھ کر کوئی اس کی قدر نہیں جانتا۔ والسلام۔ مہدی علی

(محسن الملک)

(۶)

علی گڑھ۔ ۲۳ ستمبر ۱۹۰۱ء

جناب من!

دفعہ ۳۴ قواعد و قوانین ٹرسٹیاں کی شق ۳ میں جو آپ نے تجویز کی ہے کہ اگر کسی تحریک مندرجہ اجنڈا سے کسی ٹرسٹی نے اختلاف کیا ہے اور کوئی ترمیم تجویز کی ہے تو یہ ترمیم اور اوس کی وجوہ کی نقل بجنسہ ٹرسٹیوں کے پاس بھیجی جائے گی۔ اس سے کیا آپ کی مُراد ہے کہ جو تحریک منظور نہ ہوئی ہو خواہ ترمیم تجویز کی گئی ہو یا نہیں اور وجہ لکھی گئی ہو یا نہیں۔ وہ سب ٹرسٹیوں کے پاس بھیجی جائے؟ یا صرف وہی تجویز جس میں اختلاف کیا گیا ہو اور اوس کی ترمیم کی گئی ہو اور اوس کی وجہ لکھی گئی ہو؟ مثلاً کسی ٹرسٹی نے کسی ٹرسٹی کی تجویز پر یہ لکھا ہو۔

نیا پیرا پراکسی کا قاعدہ جو ووٹ دینے کے لیے دفعہ ۳۲ میں قرار دیا گیا ہے۔ کیا اوس کی رو سے یہ طریقہ جائز ہے کہ کوئی ٹرسٹی اپنی طرف سے کسی کو ووٹ دینے کا اختیار دے اور کوئی تحریری ووٹ سیکرٹری کے پاس نہ بھیجے۔ اور جس شخص کو ٹرسٹی پراکسی کا اختیار دے اور وہ جلسہ میں بذریعہ پراکسی کے دوسرے کی طرف سے رائے دے وہ جائز اور باقاعدہ سمجھی جائے۔ دفعہ ۳۲ کا مضمون مجمل ہے اور اوس سے اس طریقہ کی اجازت ظاہر نہیں ہوتی۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اون تحریری ووٹوں کیلئے ہے جو سیکرٹری کے پاس بھیجے جاتے ہیں مگر اس کے لیے ایسے ووٹوں کا میعاد معینہ دفعہ مذکور کے اندر آنا ضرور ہے۔ ازراہِ مہربانی میرے اس سوال کا جواب دینے کی تکلیف گوارہ فرمائیے۔

والسلام ——— مہدی علی

(محسن الملک)

(۷)

دفتر آنریری سیکرٹری مدرسۃ العلوم

علی گڈھ ۸ اکتوبر ۱۹۰۱ء

بخدمت جناب نواب وقار الملک مولوی محمد مشتاق حسین صاحب۔ ٹرسٹی۔

جناب من!

۱۴ ستمبر ۱۹۰۱ء کو ٹرسٹیوں کا ایک خاص جلسہ ہوا تھا اور مفصلہ ذیل تار مبارکباد کا جلسہ کی منظوری اور اجازت سے از طرف آنریری سیکرٹری خدمت میں آنریبل جسٹس ڈی ٹوڈش صاحب بالقابہ کے بھیجا گیا تھا۔ اس کے جواب میں جو چٹھی جناب ممدوح کی طرف سے آئی ہے وہ آپ کے ملاحظہ کے لیے بھیجی جاتی ہے۔

محسن الملک
آنریری سیکرٹری

(۸)

علی گڈھ - ۲۰ نومبر ۱۹۰۱ء

جناب مخدومی

میں عریضہ روانہ کرنے کو تھا کہ آپ کا عنایت نامہ امروہہ سے بھیجا ہوا پہونچا - لاٹوش صاحب سے میں نے اپنے استعفا کا سبب ان کے پوچھنے پر صاف صاف کہا - معلوم ہوا کہ وہ کسی ٹرسٹی کو پولٹیکل معاملات میں شریک ہونے کے مانع نہیں ہیں - البتہ کالج کو اوس سے تعلق نہ ہونا چاہیے - میری نسبت ان کی جو خواہش تھی اگرچہ مجھ پر ظاہر کی تھی مگر غالباً سید محمود صاحب کے ملنے پر اونہوں نے میری طرف سے اوس کا اظہار پسند نہیں کیا اور اس معاملہ کو بالکل ٹرسٹیوں پر چھوڑ دیا اور ایک چھٹی پریسیڈنٹ صاحب کے نام بھیجی ہے کہ وہ ٹرسٹیوں میں گشت کرائی جاوے - اوس کا مضمون ہے کہ سیکرٹری کا انتخاب ٹرسٹیوں کو خود کرنا چاہیے وہ اس معاملہ میں آزاد ہیں - وہ چھٹی (امید ہے) کہ آپ کے ملاحظہ میں بھی پیش ہوگی -

مجھے اپنے استعفا کے اصرار میں مشکل پڑتی اگر لاٹوش صاحب اپنی اُس خواہش پر قائم رہتے جو پرسوں ملاقات میں مجھ سے کی تھی الحمد للہ کہ میں اُدھر سے بچ گیا - اور اس جنجال میں پھنسنے پر مجبور نہ ہوا - اب اجنڈا جاری کیا جاتا ہے - جس میں میں صاف صاف لکھتا ہوں کہ مجھے سیکرٹری ہونا منظور نہیں ہے اور آپ کا نام پیش کر دوں گا اور سید محمود صاحب نے بھی باضابطہ تحریک پیش کی ہے کہ آپ سیکرٹری کیے جاویں اور اور بھی کئی ٹرسٹیوں کے خطوط باضابطہ آپ کے انتخاب کے لیے آئے ہیں اور گویا یہ امر طے ہو گیا کہ آپ منتخب ہوں گے - والحمد للہ علیٰ ذالک -

میرے گھر میں طبیعت بہت خراب ہو گئی ہے - ذیابیطس کا زور ہے اور اب اوس کے نمایاں آثار ظاہر ہونے لگے ہیں - اون کو ایک مہینہ سے بخار آتا ہے ۱۰۰ درجہ سے کم نہیں ہوتا اور ۱۰۴ درجہ تک ہو جاتا ہے - اس سے جو مجھے پریشانی ہوگی - اس کا اندازہ آپ کر سکتے ہیں -

مہدی علی
(محسن الملک)

(۹)

۱۸ فروری ۱۹۰۳ء

جناب من!

میں دہلی سے واپس آیا - وہاں بہت تکلیف اٹھائی - بیمار ہوا - پریشان رہا نہ دربار میں شریک ہوا - نہ کسی تقریب میں گیا - صرف کانفرنس کے بکھیڑوں میں مبتلا رہا - کانفرنس کا انتظام ایسا خراب رہا کہ بیان نہیں ہو سکتا - مہمان نہایت ناراض گئے اور بہت تکلیف پائی - دہلی کے (لوگوں) نے بہت بے پروائی کی اور عدم قابلیت انتظام کے (جوہر) ثابت کر دکھائے - رئیسوں میں سے بھی کوئی شریک نہ ہوا - روپیہ بھی امید سے بہت کم ملا اور حکام انگریزی سرسید کی وجہ سے شریک ہوئے - مگر یہ تو ہمارے درد کی دوا نہیں ہے - میرے گھر کے لوگ بھی گئے تھے - سخت بیمار ہو گئے اور تپ لرزہ میں مبتلا رہے اور جب سے یہاں آئے ہیں دنبل اور پھوڑے نکلنے سے نہایت

تکلیف میں ہیں۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ ذیابیطس کا سبب ہے اور کاربنکل کی قسم کے ہیں۔ اللہ رحم کرے۔

پیشکار صاحب سے بھی ملنا ہوا اور ریذیڈنٹ صاحب سے بھی۔ (قلعہ) میں ہی گارڈن پارٹی تھی۔ خدا جانے کس غلطی سے میرے نام بھی کارڈ آیا اور میں گیا۔ دور سے سلام ہو گیا اور بس خوب ہوا کہ آپ نہ آئے ورنہ نہایت تکلیف اور زحمت ہوتی اور مہینوں اس کا اثر اٹھانا پڑتا۔

یہ فرمائیے کہ ۲۶ جنوری کے سالانہ جلسہ میں آپ تشریف لاویں گے یا نہیں اگرچہ کوئی خاص کام ایسا نہیں ہے کہ آپکے بلانے پر اصرار کروں، مگر اس بہانہ سے ملاقات ہو جاوے گی۔ فقط۔

مہدی علی

(محسن الملک)

(۱۰)

حیدرآباد دکن[1]

روحی فداک

بعد ایسی خاوندانہ اور مربیانہ اور مالکانہ مہربانیوں کے اگر میں خدا بھی آئندہ اس بات کا نام لوں تو میں شریف نہیں ہوں۔ خداوند تعالےٰ کی یہ کیا کم مہربانی ہے کہ سرکار سا مالک اور آقا اور مربی مجھے دیا۔ مجھے اب کچھ رنج نہیں ہے۔ نہ اب اس رنج کا نام لوں گا۔ نہ میرے دل میں اب کچھ باقی ہے۔ مجھے سرکار سے غرض ہے نہ کسی اور سے ۔ شعر

نہ می گویم دریں گلشن گل و باغ و بہار از من

بہار از یار و باغ از یار و گل از یار و یار از من

اب سرکار کسی بات کا خیال نہ فرمائیں۔ اس لیے کہ میں نے سب رنج اپنے دل سے دور کر دئیے۔ اللہ سرکار کو سلامت باکرامت رکھے کہ ہم غریبوں پر ایسی مہربانی فرماتے ہیں اور اتنا خیال رکھتے ہیں۔

مہدی علی

(محسن الملک)

(۱۱)

جناب مخدوم مکرم بندہ نواب وقار الملک بہادر

آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ میں نے اختلافات و ترمیمات کی نقلیں کرا کے اور چھپوا کر سب ٹرسٹیوں کے پاس بھیج دی ہیں۔ میں نے کوئی علیحدہ یادداشت لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ کیونکہ اتنی طول طویل تحریروں کو کون پڑھے گا اور کون سمجھے گا۔ جو لوگ دلچسپی رکھتے ہیں اون کے لیے اون اختلافات سے واقف ہونا کافی ہے جو ٹرسٹیوں نے کیے ہیں۔ میں کہاں تک ہر ایک کی نسبت یادداشت لکھتا

---

[1] اس خط پر کوئی تاریخ نہیں ہے۔ نہ یہ پتہ ہے کہ خط کس کے نام ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عریضہ نواب محسن الملک نے ریاست حیدرآباد کے مدار المہام سر آسمان جاہ کے نام بھیجا ہوگا۔ حیدرآباد میں نواب محسن الملک معتمد فنانس تھے۔

کروں۔ البتہ جو اعتراض اور غلطیاں میری نکالی گئی ہیں۔ اون پر کچھ لکھنا چاہیئے تھا۔ مگر میں اون کو قبول کرتا ہوں اور اس کا یہی جواب ہے کہ اسی وجہ سے کہ میں اپنے کام کو انجام نہیں دے سکا اور نہ دے سکتا ہوں میں نے خود اپنے آپ کو اس عہدہ کے ناقابل سمجھ کر آیندہ کیلئے معذوری ظاہر کی ہے۔ جو ہوا اوس کی تلافی میں نہیں کر سکتا اور وہ ٹرسٹیوں کے نزدیک ضروری اور اہم تھیں۔ مناسب ہوگا کہ ملامت کا ووٹ جلسہ میں آنریری سیکرٹری کی نسبت پاس کر دیا جائے۔

آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ جن ٹرسٹیوں کو اختلاف اپنی پہلی رائے سے ہو وہ پھر اپنے دوسرے ووٹ لکھ دیں کہ فلاں شخص کو اجلاس میں اس ووٹ کے پیش کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ یہ آپ کی رائے درست ہے میں مطابق اوس کے کل اون ۱۸۱ ٹرسٹیوں کو جن کے پاس ووٹ آنے ہیں آپ کے مشورہ کے موافق خط بھیج دوں گا۔

میں نے ٹرسٹیوں کے نام جو نوٹس اپنے متعلق جاری کیا ہے اوس کی یہ ضرورت پیش آئی تھی کہ بعض ٹرسٹیوں نے مجھے خانگی خط لکھے اور خواہش کی کہ میں اپنا ارادہ ترک کروں۔ اور پھر اپنے لیے دوسری آفر کے قبول کرنے پر آمادہ رہوں۔ چونکہ یہ خیال کہ میں اپنے ارادہ میں پورا ثابت قدم نہیں ہوں اور لوگوں کو بھی ہو۔ اس لیے میں نے پہلے سے نوٹس دینا مناسب سمجھا اور اجنڈا جاری کرنے کا وقت بھی نزدیک ہے۔ کیونکہ بعد ۱۵ نومبر کے میں شاید دسمبر تک علی گڑھ میں نہ رہوں۔ اس لیے میں نے ٹرسٹیوں سے درخواست کرنا مناسب سمجھا کہ وہ نام پیش کریں اور میں تو اپنی تجویز سے جو بحیثیت ٹرسٹی کے مجھے حاصل ہے ضرور نام پیش کروں گا اور جو کچھ میری رائے میں کالج کے لیے مفید ہے اور جس کا تقرر کالج کو فائدہ پہونچا دے گا۔ اوس کا نام پیش کروں گا۔

میں اگرچہ کالج کے سیکرٹری کا عہدہ چھوڑتا ہوں مگر کالج کو نہیں چھوڑتا۔ اور اس لیے مجھ پر فرض ہے کہ جس شخص کو میں بلالحاظ ذاتی خیالات کے کالج کے لیے مفید سمجھوں اوس کے سیکرٹری ہونے پر جہاں تک جائز طور سے ہو سکے کوشش کروں۔ اکثر ٹرسٹیوں سے مجھے اُمید ہے کہ وہ اس میں میرے ساتھ اتفاق کریں گے اور جس کا نام میں پیش کرنے والا ہوں اوس کو پسند کریں گے۔

مسلمانوں کو سرکاری عہدوں کے ملنے کے متعلق میں سید صاحب مرحوم کی پچھلی تحریریں ڈھونڈ رہا ہوں عنقریب جو میری رائے ہے اوس پر مضمون لکھوں گا۔ مگر آج کل میں اپنے خانگی معاملات سے اس قدر پریشان ہوں کہ میں کوئی اچھا مضمون لکھ نہیں سکتا۔ دماغ افکار اور ترددات سے اس قدر پریشان ہو رہا ہے کہ کوئی خیال اچھی طرح جس کے لیے اطمینان خاطر ضروری ہے) قلمبند کر نہیں سکتا۔ بہرحال برا بھلا جو کچھ ہوگا وہ لکھوں گا۔

مہدی علی
(محسن الملک)

(۱۲)

جناب من!

میں اپنی اسپیچ لکھتا ہوں۔ میں خود اوسے آپ کے پاس بھیجنے کے لیے ارادہ کرتا تھا خوب ہوا کہ آپ نے خود دیکھنے کے لیے مانگ لی۔ اگر آپ میری اسپیچ میں کم و بیش کرنا چاہیں تو خوشی سے کر دیجیے۔ یا جو نامناسب اور نازیبا بات) ہو اسے مجھے بتا دیجیے۔ یہ بات کہ جو کچھ کہا تھا وہ بجنسہ لکھا جاوے مشکل ہے خصوصاً مجھ جیسے آدمی کو۔ اس لیے میں آپ کو استادی کا پورا حق دیتا ہوں۔ اصلاح کر دیجیے۔

مہدی علی

(۱۳)

جناب من :

کانفرنس نہایت خوبی سے ختم ہوا۔[1] دو ہزار سے زیادہ ممبر اور وزیٹر پہنچے آٹھ ہزار روپیہ سے زیادہ ممبری اور وزیٹری کی فیس کے آئے۔ مدراس کے مسلمانوں نے (اس کام میں بڑا حصہ لیا۔ اور وہ بہت مفید ثابت ہوئے) انگریزوں اور ہندوؤں پر بڑا اچھا اثر ہوا۔ انگریزی اخباروں نے خوب تعریفی آرٹیکل لکھے۔ گورنر صاحب بھی آئے اور خوش گئے۔ میں مدراس میل کا آخری آرٹیکل آپ کے ملاحظہ کے لیے بھیجتا ہوں۔

میں یہاں آیا بمبئی، بڑودہ، احمد آباد، سورت ہوتا ہوا اور اگر چندہ ملا تو وصول کرتا ہوا قریب ۱۵ جنوری کے علی گڑھ پہنچوں گا۔

مہدی علی

(۱۴)

۷ رمئی

جناب من !

مجھ سے اور آفتاب احمد خاں صاحب سے بہت دیر تک سیکرٹری کے عہدہ کے متعلق گفتگو ہوئی وہ مجھ سے متفق ہیں کہ صرف سر سید میموریل فنڈ کا پریسیڈنٹ رہوں اور سیکرٹری کا عہدہ چھوڑ دوں اور اسی کے ساتھ اون کی بھی میری طرح یہی رائے ہے کہ آپ اس عہدہ کو قبول کریں۔ آپ کو اس میں دو مشکلات ہیں۔ ایک یہاں آکر رہنا۔ وہ آپ کو قوم کی خاطر اختیار کرنا اور کچھ خرچ گوارا فرمانا ضرور ہے۔ دوسرے اور قومی خدمتوں سے کالج کے فائدہ کے خیال سے باز رہنا۔ یہ بڑا مشکل اور پیچیدہ مسئلہ ہے۔ مگر جہاں تک (غور) کیا گیا۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ آپ (یا کوئی اور شخص اپنے آپ کو) یا قوم کو اور اس طرح سے فائدہ پہونچا سکے نہ کوئی مدد دینے والا ہے نہ کام میں شریک ہونے والا ہے۔ کوئی اتنا بھی نہیں ہے کہ اپنے خیالات کو اچھی طرح انگریزی میں ظاہر کر سکے اور کوئی اخبار تک اپنا ایسا نہیں ہے کہ اپنے مطالب کو عمدہ لفظوں میں لکھ سکے تو کیا امید ہے کہ کوئی شخص قوم کی خدمت اوس قسم کی کر سکتا ہے جس کا آپ کو خیال ہے۔ اس حالت میں کالج کو مدد نہ دینا اور اوس سے علیحدہ ہو جانا دانشمندی نہیں ہے بلکہ نقد را بہ امید نسیہ گذاشتن ہے۔ اس لیے آپ خوب غور کیجئے اور اپنی رائے سے مطلع فرمائیے۔ اگر آپ نے سیکرٹری کے عہدہ کو قبول نہ کیا اور میرا چھوڑ دینا تو یقینی ہے ایسی حالت میں دوسرا شخص سیکرٹری کے لائق معلوم نہیں ہوتا اور کالج جو ایک ضروری اور عمدہ ذریعہ قوم کی فلاح کا ہے۔ نقصان سے محفوظ نہ رہے گا۔ اس مضمون پر زیادہ لکھنا فضول ہے کیونکہ آپ پر کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ جواب اس کا جلد دیجئے اور ابھی اسے صیغہ راز میں رکھیئے۔ فقط۔

مہدی علی

(محسن الملک)

---

[1] ہوئی چاہیے مگر اصل میں یہی ہے

(۱۵)

۱۱ اگست

جناب من! آپ کے دو عنایت نامے پہونچے۔ میں بیمار ہو گیا تھا اور غیر معمولی حالت پیدا ہو گئی تھی۔ دور روز تک شام کو دوران سر ہوتا اور غشی کی کیفیت طاری ہوتی اور ہذیان بکنے لگتا۔ بے خبری کی حالت میں مارنے کو اوٹھتا۔ ڈاکٹر نے خود ایک روز یہ حالت دیکھا اور کہا کہ صرف گرمی اور دماغ پر حرارت کے اثر ہونے کا سبب ہے مگر تیسرے روز خوب بارش ہوئی اور یہ حالت جاتی رہی علی حسن اور عباس بھائی بھی یہ کیفیت سن کر آئے تھے اور ایک روز رہ کر علی حسن وہاں چلے گئے۔

آپ نے جو کچھ سیکرٹری شپ کے رلیے، لکھا اس سے معاملہ صاف ہو گیا۔ آپ کو خود کب خواہش تھی اور کسی بھی آدمی کو جو کہ درحقیقت کام کرنا چاہے اور صرف قوم کے خیال سے تکلیف اوٹھانا منظور کرے، کب خواہش ہو گی کہ وہ کوئی عہدہ لینا پسند کرے۔ جس میں ہر سو (اس پر) خود غرضی کا الزام لگایا جاوے اور پھر ایک گروہ ایک فریق سمجھا جاوے اور مخالفت کا ذریعہ مہیا کرے۔ آپ خاموش رہیئے۔ لیکن اگر قوم آپ سے کسی اور طرح بہ نیت کہے تو باشبہ اپنے اوپر یہ مصیبت چند روز کے لیے گوارا کرنا چاہیے۔

اب رہا آپ کا اکتوبر میں پولیٹیکل جلسہ میں شریک ہونا۔ یہ پیچیدہ مسئلہ ہے جب آپ وعدہ کر چکے ہیں تو شریک ہونا ضروری ہے۔ مگر وہی دن انتخاب سیکرٹری کے ہوں گے اور بعد اس کے کہ آپ پولیٹیکل جلسہ کے ایک نامی ممبر ہوں مشکل ہو گا کہ اسی وقت آپ کا انتخاب کیا جاوے اور گورنمنٹ اوسے بدگمانی کی نظر سے نہ دیکھے۔ یا اگر ٹرسٹی جو ایک حالت دیکھ چکے ہیں اس تجربے سے گو ان کی کیسی ہی دلی خواہش ہو بالائی دباؤ یا خیالی خوف سے اس کی نسبت اپنی رائے منظوری کی دیں۔ آپ کے الگ ہونے سے ضرور دقت پڑ جائے گی اور معاملہ زیادہ پیچیدہ ہو جاوے گا اور لوگوں کو مخالفت کرنے کے لیے اچھا موقع مل جاوے گا۔

(خط کا آخری حصہ نہیں ملا)

(۱۶)

۱۲ اگست۔

جناب من!

عنایت نامہ متعلق بورڈنگ ہوس کے پہنچا۔ اس معاملہ میں دو امر غور طلب ہیں ایک یہ کہ اس کا نام میکڈانل بورڈنگ ہوس رکھا جاوے۔ دوسرے یہ کہ کس نقشہ کا اور کہاں بنایا جاوے۔ امر اول کے لیے سب سے پہلے ہز آنر کی منظوری ہونی چاہیئے۔ بغیر اون کی منظوری کے نام نہیں رکھا جاتا اور اس کے لئے اجنڈا جاری کرنا اور جلسہ وغیرہ ہونا کچھ ضرور نہیں۔ دوسرے بورڈنگ ہوس کا نقشہ لوہ اسٹیمیٹ چھاپ کر سب ٹرسٹیوں کے پاس بھیجنا۔ ایسا نہ کبھی ہوا نہ ہو سکتا ہے نہ اس طرح پر کام چل سکتا ہے۔ بھلا جو ٹرسٹی دور رہتے ہیں اور جو کچھ جانتے نہیں وہ کیا رائے دیں گے۔ ہاں یہ مناسب ہو گا کہ جو ٹرسٹی اجلاس میں موجود ہوں اون کے سامنے نقشہ اور اسٹیمیٹ پیش کیا جاوے اور موقع بھی اون کو دکھا دیا جاوے۔

آپ براہ مہربانی دوبارہ غور کر کے پھر اپنی آخری رائے سے اطلاع دیجیئے۔ کہ ہز آنر کے نام پر بورڈنگ ہوس بنانے کی درخواست

ہز آنر سے کی جاوے یا اجلاس بجٹ پر ملتوی رکھی جاوے اور چونکہ اجلاس اکتوبر کے آخر میں ہوگا اوس وقت ہز آنر سے پوچھنے کا وقت نہ رہیگا۔

مہدی علی

ایک ضروری معاملہ پر توجہ فرمائیے۔ اب کی مرتبہ کانفرنس کی کہیں سے دعوت نہیں آئی نا امید ہے۔ آپ کیا حامد علی خان صاحب کو آمادہ کرسکتے ہیں کہ لکھنؤ میں کانفرنس کے بلانے کا وہ انتظام کریں۔

مہدی علی

(محسن الملک)

(۱۷)

۱۲ ستمبر

جناب من

میں نے عذر کرکے اپنے استعفے کے متعلق لاٹوش صاحب کو لکھا تھا۔ اس لیے اون کو اصل وجہ معلوم نہ ہوئی مگر اب معلوم ہوگئی ہوگی۔

آپ نے ترمیم قانون ایک سال کے لیے ملتوی کردی اچھا نہ ہوا۔ اور آپ کے آنے کی توقع بھی نہ رہی (میرا) مرض قدرے (کم ہے)

آپ کی اپیل کا چھپنا عموماً ناپسند کیا جاتا ہے اور سب میرے سے کہتے ہیں کہ آپ کو کیوں نہ روکا۔

مرا گزیند بدر داں بزن دستے بہ داماں نش

مرا دستے دگر بودے گریباں پارہ میکردم

اور اس کے دو سبب ہیں اول تو یہ کہ وہ بہت سخت تھے۔ دوسرے یہ کہ میرے بعد آپ پر نظر تھی اور اب آپ مجھ سے بھی بڑھ گئے (اس کا سب کو بہت افسوس ہے۔ فقط)

مہدی علی

(۱۸)

علی گڑھ۔ ۱۲ اکتوبر

آپ (کا) مکان ملا نہیں۔ کوٹھی میں (ٹھہر گیا) (میں اپنے) ارادہ پر قائم رہوں گا اور سیکرٹری شپ کا بار آپ کی گردن پر پڑے گا مجھے آپ اپنا بڑا مددگار اور سپورٹر پاویں گے۔ ہم آپ مل کر خوب کام کریں گے اور دنیا کو دکھا دیں گے کہ دو مختلف الخیال مختلف الطبیعت مادہ، مختلف الرائے (اشخاص) مل کر قومی کام کیسے اتحاد اور اتفاق اور مل جل کر چلاتے ہیں۔ فقط۔

مہدی علی

(۱۹)

جناب مخدومی و کرمی نواب وقار الملک بہادر

آپ کا ووٹ پہونچا۔ بہت کوشش کروں گا کہ میعاد کے اندر چھپ جائے اور وقت پر اُمید ہے کہ ٹرسٹیوں کی خدمت میں روانہ

ہو جائے گا ۔

میں نے اپنے استعفا کا نوٹس جاری کر دیا۔ درحقیقت میری قدرت سے خارج ہے کہ میں اب اس عہدے کا کام کر سکوں۔ مجھ میں وہ قابلیت ہی نہیں ہے کہ جس کی اس عہدہ کو ضرورت ہے۔ اس عہدہ پر رہ کر آئندہ میں اپنی رسوائی اور فضیحت کرانی نہیں چاہتا۔ اور کون انسان تجربہ کے بعد اوس ذمہ داری کے کام کو اپنے ذمہ رکھے جس کو پورا کرنے کی اوس میں قدرت نہ ہو اور میری طبیعت بھی اچھی نہیں رہتی۔ ابھی اجنڈا کے کاغذات مرتب کرتے ہیں۔ علیل بیماری کی حالت میں جو مجھے تکلیف ہوتی ہے (وہ ناقابل بیان ہے) میں تو نہیں سمجھتا کہ کوئی ٹرسٹی بھی سوائے آپ کے دوسرے کو تجویز کرے مگر میں آپ کو پھر یقین دلاتا ہوں اور صدق دل سے کہتا ہوں کہ جس کام کے لائق میں ہوں اگر وہ آپ مجھ سے لینا چاہیں تو میں برابر کرتا رہوں گا اور آپ کی سیکرٹری شپ کو اپنی ہی سیکرٹری شپ سمجھوں گا۔ اگرچہ آپ نے مجھی مدد چاہیے نہ نہیں زن ... جیسا کام آپ کو کرنا چاہیے تھا وہ آپ نے نہیں کیا۔ مگر جیسا وقتاً فوقتاً آپ نے لکھا کچھ خانگی اور کچھ ذاتی اور کچھ اپوزیشن کے وجوہ ایسے ہی کہ آپ یہاں نہ رہ سکے اور خود جو آپ کرنا چاہتے تھے نہ کر سکے۔ مگر پھر بھی جو مدد آپ نے دی اوس کا میں دل سے مشکور رہوں۔ اور یہ آپ کا لکھنا بالکل صحیح ہے کہ جہاں تک میری اور آپ کی ذات کا تعلق ہے ہم دونوں میں کالج کے معاملات میں کسی بڑے اختلاف کا ہونا ناشاذ و نادر ہے اور مجھے خوب معلوم ہے کہ آپ بھی سیکرٹری شپ کو دل سے پسند نہیں کرتے۔ اور اوس کی مشکلات سے بچنا چاہتے ہیں صرف ایک قوم کا خیال انکار کا مانع ہے۔ ورنہ کانٹوں کے بستر پر لیٹنا کون پسند کرے گا اور اب تو سیکرٹری شپ درحقیقت کانٹوں کا بچھونا ہے ۔

مولوی نذیر احمد صاحب نے ٹرسٹی شپ سے استعفا نہیں دیا۔ جیسی کہ اون کی عادت ہے کبھی کبھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ میں روپیہ دینے کے عذاب میں کیوں پڑوں۔ میں ٹرسٹی شپ ہی چھوڑتا ہوں۔ کانفرنس میں جب اون کو تکلیف دی جاتی ہے۔ تب بھی وہ ایسا ہی کہا کرتے ہیں ۔

مجھ کو افسوس ہوا کہ آپ نے ابھی سے مدراس جانے سے انکار کر دیا۔ چونکہ آپ جس بات کو طے کر لیتے ہیں پھر نہیں مانتے مجھے اس معاملہ میں کچھ کہنا فضول ہے مگر یہ تو فرمائیے کہ سال آئندہ جب آپ ہی آنریری سیکرٹری کانفرنس کے بھی ہوں گے۔ کیونکر جلسے کا کریں گے : میرے گھر میں آداب کہتی ہیں اور میرا آداب بھی اپنے محل میں کہہ دیجئے۔ یہ تو فرمائیے کہ قانونی کمیٹی میں کیا ہو رہا ہے اور آپ کب پھر سیتاپور تشریف لے جائیں گے۔ محمد احمد صاحب جس سے ملتے ہیں کہتے ہیں کہ کالج کی حالت بہت خراب ہے اور کالج برباد ہو رہا ہے کمشنر بریلی اور سر دفترین لفٹنٹ گورنر بنگال سے بھی انہوں نے یہی فرمایا۔ حقیقت میں کیسے اچھے اسسٹنٹ ہم کو ملے ہیں ۔

یہ تو فرمائیے کہ اسسٹنٹ سیکرٹری کا عہدہ بھی وہ بدل سکتے ہیں یا قانون میں ان کے نام مندرج ہو جانے سے لائف اسسٹنٹ سیکرٹری ہیں۔ پہلی صورت میں اسسٹنٹ سیکرٹری کے عہدہ پر بھی ٹرسٹیوں کو کسی شخص کا نامزد کرنا ہوگا۔ مگر اس جائنٹ سیکرٹری رہے گا کیا ہے

مہدی علی

(۲۰)

جناب من! اس وقت دو بڑے مشکل سوال اس مسئلہ کے متعلق حل کرنے کے لائق ہیں۔ ایک یہ

لائق انگریزی خواں اور انگریزی داں کہاں ملیں گے۔ اور دوسرے روپیہ کیونکر جمع ہوگا۔ کسی قسم کی کوئی مجلس قائم کی جائے۔ آنریری اور بغیر ذمہ دار آدمیوں کے بھروسہ پر چل نہیں سکتی۔ اور کم سے کم خرچ ماہانہ اتنا ہونا چاہیے جو مارلسین صاحب نے تجویز کیا ہے۔ بظاہر امید موہوم نہیں ہوتی کہ پانسو روپیہ ماہوار مستقل طور پر مسلمان اس کام کے لیے دے سکیں اور ڈیفنس ایسوسی ایشن میں یہی دقت پیش آئی جس نے اس کام میں خرچ کیا اوس کو ایک بڑا بھاری حصہ گرہ سے دینا پڑا۔ آنریری ممبروں کا انبار بہت جمع ہو سکتا ہے۔ مگر روپیہ کا فراہم ہونا مشکل ہے۔ اور اس سے بڑھ کر مشکل لائق انگریزی داں کی ہے۔ بہرحال آپ کی ذات ایک ایسی ہے جس پر بھروسہ ہو سکتا ہے کہ جلدی میں اور بغیر سوچے سمجھے کوئی کام نہ ہوگا۔ میں جہاں تک غور کرتا ہوں پبلک ایجی ٹیشن نہایت مضر ہے نہ اوس کا اثر گورنمنٹ پر ہوگا نہ اوس میں کامیابی ہوگی۔ بیگ صاحب کی تجویز کو ضروری اصلاح کے ساتھ جاری کرنا زیادہ قرین مصلحت ہے۔ گو اوس میں بھی مشکلات ہیں اور علم اور قلم اور روپیہ کی مدد ملنا بہت دشوار ہے۔ مگر اگر منتخب اور لائق آدمی ممبر کیے جاویں اور ایک خاص انتظامی مجلس کام کرنے کے لیے علیحدہ مقرر کی جاوے اور ایک خاص عملہ کام چلانے کے لیے رکھا جاوے تو اوس کی وقعت بہ نسبت پبلک میٹنگ کے گورنمنٹ کی نظر میں بھی زیادہ ہوگی اور نہایت معتدل اور دور اندیشی کے ساتھ گورنمنٹ میں درخواستیں پیش ہو سکیں گی۔ بہرحال مجھے اطمینان ہے کہ آپ اس اہم اور نازک اور پیچیدہ مسئلہ کے عالمہ اور ماعلیہ پر غور کر کے کوئی عمدہ اور مفید تجویز قرار دیں گے۔

بعد خط لکھنے کے برسر کی باضابطہ رپورٹ آئی وہ بجنسہ آپ کے ملاحظہ کے لیے بھیجتا ہوں میرے نزدیک آئندہ کے لیے اصلاح کر دیجیے اور پچھلی باتوں پر صلوٰۃ بھیجیے یہ میں پرائیویٹ طور پر لکھتا ہوں۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے کیونکہ ہر شخص کی طبیعت آپ کی سی نہیں ہے بعض طبیعتیں ایسی ہیں کہ ذرہ سی بات کو پکڑ کر اپنے دل کا غبار نکالتے ہیں اور بورڈنگ ہوس کے انتظام پر جو اب تک ہوتا چلا آیا (سب ہے) زیادہ لکھنا پرنسپل پر الزام لگانے کا موقع دے گا۔ مگر یہ میری خانگی رائے ہے جو میں آپ کو لکھتا ہوں۔ آپ خود جو مناسب سمجھیں گے کریں گے۔ والسلام۔ دیکھیے آپ کو کوئی ایسا خادم نہ ملے گا جو بخار اور بیماری کی حالت میں (اتنا لمبا اور طول طویل خط لکھے)

مہدی علی

عبدالحلیم شرر

(۱)

۶ر اگست ۱۸۹۶ء

2 Arnold Villas
Slough
(England)

عزیزہ ام مسنناد عمرہا۔

دعا۔ اس ہفتہ میں جو ڈاک آئی اس سے جناب دادا صاحب قبلہ کے انتقال کی خبر سن کر انتہا سے زیادہ صدمہ ہوا۔ واقعی عجیب بات ہے کہ گویا پھوپھی صاحبہ کے انتقال ہی کے لیے زندہ تھے۔ اور یقیناً ان کو پھوپھی صاحبہ کی بیماری اور انتقال کا ایسا صدمہ ہوا ہوگا کہ اس ضعیفی کے عالم میں اس کے متحمل نہ ہو سکے۔ بہت بزرگ تھے اور صرف برکت ہی برکت ہے۔ درحقیقت مجھے ان کے انتقال سے بڑا سخت صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تمھاری بیماری کے حالات سن کے میں اور پریشان ہو جاتا ہوں۔ شاید مجھے خط لکھنے سے تمھاری طبیعت پر کچھ بار پڑتا ہو اور بیماری (میں) اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض اوقات ذرا سا کام کرنے میں بھی طبیعت بگڑ جاتی ہے۔ اگر ایسا اندیشہ ہو تو ہرگز نہ لکھو۔ میں ہفتہ وار جس طرح خط تمھارے نام روانہ کرتا ہوں برابر بھیجے جاؤں گا۔ سب سے مقدم تم کو اپنی طبیعت کا خیال کرنا چاہیے اور بخصوص آنکھوں کے دکھنے میں تو پڑھنا لکھنا دونوں کاموں سے احتراز کرنا چاہیے۔

فاروق کی شرارتوں کے متعلق یہاں سے میں اور کیا کر سکتا ہوں بجز اس کے کہ والد صاحب قبلہ کو لکھ بھیجا ہے کہ اس کو بھی لے جا کر اپنے ساتھ رکھیں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ عورتوں میں رہ کے لڑکے کیوں خراب ہو جاتے ہیں۔ یہاں لڑکے عورتوں کے پاس ایسے اچھے اور نیک رہتے ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ مسز ٹاملز کے دونوں بچے صرف ماں اور نانی اور خالاؤں میں رہتے ہیں مگر ایسے اچھے اور نیک ہیں کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔ ایک ہمارے یہاں ہے کہ عورتوں کے ساتھ رہ کے لڑکے ایسے خراب ہوتے ہیں کہ آخر ہر طرف سے ہاتے ہاتے مچ جاتی ہے۔

یہ سن کے اطمینان ہوا کہ تمھاری باجی بہت اچھی ہیں اور خیریت سے ہیں۔ صفیہ بہت پیاری باتیں کرتی ہے۔ مگر تم نے اس کے کان تو نہیں چھید ڈالے۔ اگرچہ میں نے منع کر دیا تھا مگر کوئی میرے کہنے کا خیال کیوں کرنے لگا۔ خواہ مخواہ غریب کو تکلیف دی ہوگی۔ میں حقیقت میں کانوں میں پچاس پچاس سوراخ کر دینے کے بالکل خلاف ہوں۔ بہت سے بہت ہو تو اتنا کافی ہے کہ ایک سوراخ ناک میں اور ایک دونوں لوؤں میں۔ یقین ہے کہ یہ خط تم لکھنؤ میں آ کے پاؤ گی۔ اس لیے کہ ۲۵ر صفر کو تم لکھنؤ میں آؤ گی۔ والدعا۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۲)

۲۹ دسمبر ۱۸۹۵ء پنجشنبہ   Slough (England.)

عزیزہ ام فاطمہ و محسنہ زاد عمرہا

دعا۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اب کی ہفتہ کو نہ تمہارا کوئی خط آیا اور نہ عزیز کا۔ حالانکہ مجھے ہر ہفتہ کی ڈاک میں تمہارے خطوں کا انتظار رہتا ہے اور اگر گھر کا کوئی خط نہیں ملتا تو نہایت ہی تکلیف ہوتی ہے۔

تم نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ مکان کا نقشہ روانہ کر دگی۔ وہ نقشہ در کنار خط ہی غائب ہو گیا۔

میں الحمدللہ خیریت سے ہوں۔ کل یہاں انگریزوں کی کرسمس تھی جس کو تم لوگ "بڑا دن" کہتے ہو۔ ہر جگہ بڑی خوشی تھی۔ ایک دوسرے کو مبارکباد دیتا تھا۔ بچے کھلونے لئے ہوئے خوش خوش پھرتے تھے۔ عورتیں تھیں اور بچے کیا بوڑھے تک طرح طرح کے کھیل کھیل رہے تھے۔

کل رات سے برف پڑنا شروع ہو گئی۔ اس سے پہلے نہ کبھی برف میرے سامنے پڑی تھی اور نہ میں نے برف پڑتی کبھی دیکھی تھی۔ آج رات کو خوب برف پڑی۔ اس وقت تک جبکہ دن کے بارہ بجے ہیں برابر برف پڑ رہی ہے۔ آسمان سے سفید سفید روئی سی یا بھوسی سی گرتی ہے اور زمین پر گرتی جاتی ہے۔ تمام در و دیوار چھتیں اور سڑکیں سفید ہو رہی ہیں اور ہر جگہ برف کا فرش بچھا ہوا ہے اسی برف کی وجہ سے سردی بھی خوب زوروں پر ہے۔ میرے کمرے میں آگ روشن ہے۔ دروازے بند ہیں۔ مگر یہ عالم ہے کہ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوئے جاتے ہیں اور صرف ٹھنڈے نہیں بلکہ سردی کی شدت سے چہرے اور ہاتھوں پر چیونٹیاں سی کاٹ رہی ہیں۔ مگر آگ بڑی خوبصورت اور اچھی معلوم ہوتی ہے۔

صفیہ کے ٹیکے لگوائے یا نہیں، محسنہ! تم اپنی باجی سے پوچھ کے مجھے لکھو کہ اُن کا مزاج کیسا ہے اور یہ بتاؤ کہ آیا ہر مہینہ میں کتنا خرچ اُن کو بھیجا کرتے ہیں؟ میری تنخواہ جو وہاں ملتی ہے وہ کیا ہوتی ہے اور کیونکر صرف ہوتی ہے؟ لکھنؤ میں انہوں نے کوئی آدمی نوکر رکھا یا نہیں؟ ایک خدمت گار کی سخت ضرورت ہے۔ اگر نہ رکھا ہو تو اب رکھ لیں۔ اُن سے کہو کہ بیکار اور خواہ مخواہ تکلیف اٹھانے سے کوئی فائدہ نہیں، اُن کو آرام سے رہنا چاہئے اور بچوں کی اچھی طرح خبرگیری کرتی رہیں۔ اور سب سے مقدم یہ امر ہے کہ بچوں کو پاک صاف رکھیں۔ روز نہلوائیں، کپڑے روز بدلوائیں، اُن کو کوئی میلے کپڑے پہنے نہ دیکھے۔

ان باتوں کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہئے۔ اور اُن سے کہو کہ ہر ہفتہ میں اپنا اور بچوں کا حال لکھوا کر بھیج دیا کریں۔

یہ بھی بتائیں کہ گھر کا انتظام کیونکر ہے اور کون کرتا ہے۔

اماں کا حال بھی لکھو کہ کیا کرتی ہیں اور کیسی ہیں؟ والدعا۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۳)

۹ جنوری ۱۸۹۶ء پنجشنبہ   Slough (England.)

عزیزہ ام فاطمہ و محسنہ طول عمرہا

دعا۔ تمہارے خط مجھے دو مہینے سے نہیں ملے جس کی وجہ سے بہت تعلق خاطر رہتا ہے۔ اپنے حالات سے

ہر ہفتہ میں اطلاع دے دیا کرو۔ میں ہر ہفتہ میں تم کو برابر خطوط روانہ کر دیا کرتا ہوں۔ شاید اس وقت تک کوئی ہفتہ میرے خطوں سے خالی نہ گیا ہوگا ماموں کا کوئی خط آیا؟ اور وہ اب کہاں ہیں؟ کچھ ان کے حالات لکھو۔

میں اچھا ہوں کوئی شکایت نہیں۔ موسم یہاں روزانہ بدلتا رہتا ہے۔ کل کا دن گرم تھا۔ اور آج ایسی سردی ہے کہ آگ کے پاس بیٹھے ہیں اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوئے جاتے ہیں۔ برف ایک دن گر کے موقوف ہوگئی۔ اس کے بعد سے آج تک پھر نہیں گری۔ آج پندرہ بیس دن کے بعد آفتاب نکلا ہے۔ مگر عجیب بات ہے کہ جس روز آفتاب نکلتا ہے اس روز سردی سب دنوں سے زیادہ ہوتی ہے۔

اماں کو۔ نانی اماں کو۔ خالہ کو۔ بھابی کو۔ چچا کو اور سب کو آداب کہہ دینا۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۴)

۳۰ رجب ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۸۹۶ء
روز پنج شنبہ

2 Arnold Villas
Slough England.

عزیزہ ام حسنہ سلمہا۔

دعا، تمہارا خط اس گذشتہ ڈاک میں ملا، اور سب حالات معلوم ہوئے۔ فاروق کے پڑھانے کے بارہ میں میں نے جو کچھ تم کو لکھا ہے اس پر حتی الامکان عمل ہونا چاہیے میں اس امر میں پیشتر تم کو بہت تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ اس کی خوشی پر نہ چھوڑنا چاہیے۔ اگر ایسا ہی ہوا تو کچھ نہ ہوگا۔ اور کچھ نہیں تو اتنا کرو کہ کٹرہ کے سکول میں بھرتی کرا دو اور پنوجی اور طوطارام سے کہہ دو وہ نگرانی کرتے رہیں گے۔ اور گھر میں تم دیکھ لیا کرو۔ یا کسی انگریزی دان کو نوکر رکھ دو کہ وہ کچھ تھوڑا پڑھاتا رہے۔

منّن یقین ہے کہ اپنی سسرال جا چکی ہوں گی۔ اس کی کوئی شکایت نہیں اور نہ تم کو کسی بات پر ناراض ہونا چاہیے۔ مگر عزیز کی یہ حماقت تھی کہ انھوں نے لکھا۔ یہ رشتہ بُرا ہوتا ہے۔ ایسی باتیں کبھی کبھی زبانی کہہ دی جایا کرتی ہیں۔ ایسے جملے خطوط میں کہیں نہیں لکھے جاتے ہیں اور اس پر اگر وہ بگڑے تو انہوں نے اور زیادہ حماقت کی۔ عزیز کے لکھنے پر ان کو بگڑنا نہ چاہیے تھا۔ باقی رہا یہ کہ باہر سوتے اور گھر میں جگہ نہ دی ہوتی۔ یہی باتیں ہیں ان کا خیال بھی نہ کرنا چاہیے۔ مگر افسوس کہ وہاں کے لوگوں میں ایسی ایسی ذرا سی باتوں پر بننے بگڑنے کا بہت مادہ ہے۔ باقی رہا فاطمہ کا جانا۔ یہ ضروری تھا۔ اور اماں کو یا کسی اور کو اس میں کسی قسم کا عذر نہ ہونا چاہیے تھا۔ اور اچھا کیا کہ کسی قسم کا عذر نہیں کیا۔ اور اب اس کی شکایت بھی نہ کرنا چاہیے عزیز نے درحقیقت حماقت کی کہ خط کے ذریعہ سے یہ امر ظاہر کیا کہ منّن کے روانہ کرنے میں یہاں لوگوں کو کسی قسم کا عذر ہے۔ علاوہ بریں جب طلبی کا خط ضیاءالدین نے بھیجا تھا تو اس کی شکایت ظہیرالدین سے کرنے کے کیا معنے۔ تمام معاملات ضیاءالدین کے ہاتھ میں ہیں اور خود ظہیرالدین کسی امر میں دخل نہیں دیتے تو تم ہی بتاؤ کہ ان کو خط لکھنے کا کیا نتیجہ تھا۔

ابا کو مکان کے بارہ میں میں نے لکھ بھیجا ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ وہ ہزار روپیہ سے زیادہ رقم کہاں سے دیں گے۔

ماموں صاحب قبلہ کی بیماری اور سفر کا حال معلوم ہوا۔ بھیکم پور میں بھی عزیزی کی تحریر سے معلوم ہوا کہ بیکار ہیں اور عبدالشکور خاں صاحب سے ملتے بھی نہیں ہیں۔ اگر ایسا ہے تو مجھے خیال ہے کہ نوری کے لئے پریشان ہوگی۔ مگر سب پر مقدم صحت ہے اور افسوس ہے کہ ان کی طبیعت کبھی اچھی نہیں رہتی۔

تمھارا خط اگر ہر ہفتہ میں مجھ کو ملتا رہے گا تو نہایت اطمینان رہے گا۔ اور اپنی باجی سے پوچھ کے جو باتیں وہ کہا کریں تم مجھے لکھ بھیجا کرو۔ یہ مجھے معلوم ہے کہ تم کو الحمدللہ کوئی فکر نہیں ہے اور بھابھی اور ماموں تمھاری تکلیف کا کبھی مداوا نہ ہوں گے۔ مگر میں نے یہ خرچ اس لئے بھیج دیا کہ تم اگر مناسب دیکھو تو ٹکٹ سے لئے رکھ لو۔ یا اپنے اور کسی کام میں لاؤ۔ میں جانتا ہوں کہ میرے بھیجنے میں اور تمھارے لینے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ بڑی خرابی یہ ہے کہ تم بھی بیمار ہو۔ اور تم کو بھی دوران سر کی شکایت پیدا ہوئی۔ تم مجھے خط لکھنے میں اپنی صحت کا بھی خیال کر لیا کرو۔ اگر دوران سر کی زیادہ شکایت ہو تو تم ہرگز نہ لکھنا۔ اس لئے کہ دماغ کے لئے پڑھنے لکھنے سے زیادہ کوئی چیز مضر نہیں ہے تعجب کی بات ہے کہ سات جلاب ہوئے اور طبیعت صاف نہیں ہے۔

میری طرف سے سب کی خدمت میں آداب کہہ دینا۔ صفیہ کیا کچھ باتیں کرتی ہے۔ فاروق کی تعلیم کا ضرور خیال رکھو۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۵)

۱۲ رمضان ۱۳۱۳ھ
۲۷ فروری ۱۸۹۶ء

2 - Arnold Villas
Slough

عزیزہ ام سلما

دعا۔ اس ہفتہ میں ہندوستان کی ڈاک آئی ہی نہیں اور وجہ یہ ہوئی کہ نہر سویز جس میں سے ہوکے ہندوستان کے جہاز یہاں آنے میں اس میں دو جہاز لڑ گئے۔ اور ایک جہاز کنارے پر ہٹ کے خشکی پہ جم گیا۔ اس کی وجہ سے راستہ رک گیا۔ اور وہ جہاز ابھی تک یہاں نہیں پہونچا جس میں ہندوستان کی ڈاک آتی ہے۔ غالباً پرسوں یعنی ہفتہ کے دن ڈاک آئے گی۔ مطلب یہ کہ تمھارا جو خط مجھے گذشتہ اتوار کو ملتا ابھی تک مجھے نہیں ملا۔ اور میں یہ خط کسی خط کے جواب میں نہیں لکھ رہا ہوں۔ بلکہ صرف ہفتہ میں ناغہ ہونے کے خیال سے تم کو مطلع کر دیتا ہوں کہ میں خیریت سے ہوں۔

فی الحال یہاں سات آٹھ روز سے بڑی قیامت کی سردی ہے ہاتھ پاؤں بالکل ٹھٹھرے جاتے ہیں۔ ہر وقت آگ کے پاس بیٹھا رہتا ہوں اور اس پر بھی کسی طرح چین نہیں آتا۔ رات تو رات۔ دن دوپہر کو پانی جم جاتا ہے۔ ابھی مسٹر ناکس کے برتن میں دوپہر کو پانی جم کے برف ہو گیا۔ راستوں میں اور سڑکوں پہ جہاں جہاں تھوڑا بہت پانی ہے سب جما ہوا ہے۔ اور گو آفتاب نکلتا ہے مگر اس کی گرمی گلانے کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ ہر جگہ سڑکوں پہ خشک برف پڑی ہوئی ہے اور آٹھ آٹھ دن پڑی رہتی ہے۔ کسی طرح گھلتی نہیں۔

کل رات کو میں ۹ بجے باہر سڑک پر نکلا۔ کوئی آدھ ہی گھنٹہ باہر رہا تھا کہ ہاتھوں کا یہ حال ہو گیا کہ بالکل سُن ہو گئے اور انگلیوں کے اندر ہڈی میں درد ہونے لگا۔ میں نے جب یہ حال دیکھا تو جلدی سے کمرے میں آکے ہاتھ سینکنے لگا۔ مسز فاکس دوڑی ہوئی آئیں اور کہا کہ ہاتھوں کو آگ میں نہ سینکو۔ اس سے انگلیوں میں درد رہ جائے گا۔ اور پھر کسی طرح نہ جائے گا۔ وہ دوڑ کے گرم پانی لائیں اور اس میں میں نے کچھ دیر ہاتھ رکھے تو جا کے تسکین ہوئی۔ اس سے تم اندازہ کر سکتی ہو کہ یہاں کیسی سردی ہوتی ہے۔ والدعا۔ باقی حال اور تمھارے خطوں کا جواب آئندہ ہفتہ کو لکھوں گا۔

راقم، محمد عبدالحلیم شرر

(۶)

۲۶ مارچ ۱۸۹۶ء

2 Arnold villas.

عزیزہ ام محسنہ

دعا باد۔ تمھارا خط مورخہ ۱۴ رمضان مجھے گذشتہ میل میں ۲۳ مارچ کو وصول ہوا۔ حالات مندرجہ معلوم ہوئے۔ میں اسلیے بہت خوش ہوں کہ تم ہفتہ وار خط بھیجتی رہتی ہو۔ اور کوئی ڈاک تمھارے خطوں سے خالی نہیں جاتی۔ جب تک تم لکھنؤ میں ہو اس وقت تو تم لکھتی ہی ہو۔ مگر تم مہونہ جا کے بھی برابر خط لکھتی رہنا۔ اور میں تم کو برابر وہاں جواب روانہ کیا کروں گا۔ صرف تمھاری وجہ سے مجھے اتنی دور رہنا ناگوار نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ میں ہفتہ وار تمھارے ذریعہ سے گھر کے سب لوگوں کو گویا دیکھ لیا کرتا ہوں۔ اور اگرچہ خط کا جواب قریب قریب دو مہینہ کے بعد آتا ہے مگر ہفتہ وار خطوں کا سلسلہ جاری رہنے سے یہ دُوری گراں نہیں گذرتی۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں وہیں بیٹھا ہوا ہوں۔ مہونہ جا کے خط لکھنا موقوف نہ کر دینا۔

چچا صاحب قبلہ کی دھڑکن کی شکایت سُن کے نہایت تشویش ہوئی۔ خدا کرے ان کو جلدی صحت ہو جائے۔

صفیہ کے ٹیکے لگانے کے لئے اسی سبب سے میں جلدی کرتا تھا۔ مگر غفلت اور سستی میں پڑے رہنے کی وجہ سے اتنی دیر ہو گئی۔ اور دیر کرنے اور ٹالنے کا حال بھی تمھاری باجی کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ ٹیکہ لگانا ہمیشہ کمسنی میں اچھا ہوتا ہے۔ مٹی کھانے کی یہ بہت بری عادت ہے۔ اس کو چھڑانا چاہیئے۔

میرے امتحان کو کیا پوچھتی ہو۔ روپیہ داخل کیا جائے تو شروع ہو۔ اور شروع ہونے کے بعد سے پورے تین برس اُس میں محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ اگرچہ کوئی سخت محنت نہیں ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ پورے تین سال تک شرکت کی جائے۔ جس کو اگر میں شروع کروں گا تو پھر تین سال تک رہنا ضروری ہو جائے گا۔ والد روپیہ کا بندوبست کر رہے ہیں۔ خیر یہ اچھا ہوا کہ انھوں نے چھ سو روپیہ مکان کے لئے گھر روانہ کر دیئے یقین ہے کہ اتنے روپیہ میں مکان بن جائے گا۔

مکان کا نقشہ روانہ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ عزیزہ فاطمہ نے ایک نقشہ بھیجا تھا جس سے اس کی صورت میری سمجھ میں آگئی۔ اب کچھ ضرورت نہیں کہ تم نقشہ بنوا کے روانہ کرو۔

صدیق کے ہاتھ کا لکھا ہُوا کوئی خط میرے پاس نہیں آیا۔ نہ انگریزی میں اور نہ اردو میں۔ بلکہ آپا نے مجھے لکھا تھا کہ صدیق خط لکھنے وسے میں اور ایک جیبی گھڑی مانگتے ہیں۔ میں نے لکھا کہ میں گھڑی تو بھیج دوں گا۔ مگر جب اس کا خط آئے گا۔

فاروق کے بارہ میں میں نے لکھا ہے۔ خدا جانے انھوں نے کیا انتظام کیا۔ اس لئے کہ جب تک اس کے پڑھنے کی طرف خاص توجہ نہ کی جائے گی۔ مجھے اطمینان نہ ہوگا۔ یہ سن کے شاید تم کو تعجب ہوگا کہ یہاں انگلستان میں تمام شہروں اور چھوٹے چھوٹے گاؤں تک میں لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کے لئے قانون کی رو سے لازمی ہے اگر کوئی اپنے لڑکوں کو نہ پڑھائے یا لڑکیوں کو اسکول میں نہ بھیجے تو ان کو حاکم اور عدالت کے وہاں سے سزا ہو جاتی ہے۔ اسکول کے ماسٹر اور لڑکیوں کے اسکولوں کی ماسٹرنیاں اپنے حلقہ میں اگر کسی لڑکے یا لڑکی کو دیکھتے ہیں کہ وہ اسکول میں نہیں آتے تو سرکار میں اطلاع کرتے ہیں۔ جہاں سے ماں باپ کو سزا ہو جاتی ہے۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج یہاں کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مزدور یا مزدورنی یا گھسیارا بھی نہیں ہے جو پڑھا لکھا نہ ہو۔ یہ ذرا اپنی باجی کو سنا دو اور کہو کہ ہندوستان میں بھی کوشش ہو رہی ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے جبریہ تعلیم ہو جائے۔ اگر جبر اور تشدد سے پہلے ہی وہ اپنے لڑکوں کی تعلیم کی فکر رکھیں تو اچھا ہو۔ والدعا۔

راقم محمد عبدالحلیم شررؔ

(۷)

۱۰ر اپریل ۱۸۹۶ء جمعہ — لندن

عزیزم محسنہ طولِ عمرہا۔

دعا ہا۔ اس ہفتہ کو جو خط میں نے روانہ کیا تھا وہ یہاں ڈاک خانہ میں تعطیل ہونے کی وجہ سے ڈاک میں نہ جا سکا۔ اور شاید تم کو بڑا تعجب معلوم ہوا ہوگا کہ خلاف معمول تم کو ایک ہفتہ میں میرا خط نہیں ملا۔ تم کو پہلا اور یہ پچھلا دونوں خط ایک ساتھ ملیں گے۔

ان دنوں میں نے تین ہفتہ کے لیے سلو کو چھوڑ کے خاص شہر لندن میں قیام کیا ہے۔ ذرا تبدیلِ آب و ہوا بھی ہو گئی اور لندن میں کچھ دنوں رہنے کی مجھے ضرورت بھی تھی۔ مگر تم اپنے خطوط اسی معمولی پتہ پر روانہ کرتی رہو۔

میرے پاس اس وقت گذشتہ ہفتہ کا تمھارا خط نہیں ہے۔ لہٰذا میں تمھارا جواب نہیں لکھتا ہوں۔ مجھے یاد نہیں کہ تمھارے خط میں کیا لکھا ہے جس کا جواب مجھے دینا چاہیئے۔ آئندہ ہفتہ میں مفصل خط روانہ کروں گا۔ والدعا۔

راقم، محمد عبدالحلیم شررؔ

(۸)

۲۴ر اپریل ۱۸۹۶ء — ۲۔ آرنلڈ ولا

عزیزہ ام محسنہ طولِ عمرہا

تمھارا خط گذشتہ ڈاک میں مجھے ملا اور مجھے افسوس ہے کہ اس سے پہلی ڈاک میں میں تم کو کوئی خط نہیں لکھ

سکا۔ وجہ یہ ہوئی کہ میں یہاں لندن میں تھا اور ایک دوست نے جو یہاں سے باہر سات آٹھ کوس پر رہتے ہیں انہوں نے میری دعوت کی تھی اور میں ان سے ملنے کے لیئے اور ان کے وہاں کھانا کھانے کے لیئے ڈاک کے روانہ چلا گیا۔ اور شام تک وہیں رہا۔ آنے کے بعد خیال آیا کہ ڈاک کا وقت نکل گیا۔ آج تک مجھے کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ ڈاک کے روز میں نے تم کو خط نہ لکھا ہو ——— ایک دفعہ اور ایسا ہوا تھا۔ مگر اس روز یہ نہیں ہوا بلکہ یہ ہوا تھا کہ میں نے خط لکھ بھیجا اور ڈاک خانہ میں معلوم ہوا کہ وقت گزر چکا اور اب ڈاک نہیں جا سکتی۔ لیکن گزشتہ ہفتہ میں مجھے خط لکھنے ہی کی نوبت نہیں آئی۔

تم کو عزیزہ کے خطوں سے کیا تعلق۔ تم برابر ہفتہ وار خط لکھتی رہو۔ عزیزہ جب چاہیں اپنا خط لکھ سکتے ہیں۔ میں نے ان کے خطوں کا جواب بھی ہمیشہ دے دیا ہے پھر ان کو تمہیں خط لکھنے سے منع کرنے کی کیا وجہ ہے۔ تم جس طرح لکھتی ہو اسی طرح برابر لکھتی رہو۔

ماموں صاحب قبلہ کے گھر آنے کی خبر سن کر بڑی خوشی ہوئی۔ اگرچہ تم کہو گی انہیں کیا۔ مگر دو وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ تمہاری خوشی سے مجھ کو خوشی ہے۔ اور دوسری یہ کہ منّن کے علاج کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔ اگرچہ اسی ہفتہ میں منّن نے مجھے جو خط لکھا ہے اس میں وہ لکھتی ہیں کہ ایک ہفتہ سے ان کی طبیعت اچھی ہے اور بخار نہیں ہے۔ مگر تاہم ماموں صاحب قبلہ کی توجہ سے ان کی طبیعت کی طرف سے پورا اطمینان ہو جانے گا۔ افسوس ہے کہ ماموں صاحب گھر میں زیادہ نہیں رہ سکتے۔

ابا اس وقت وہاں نہ پہونچ سکے۔ یہ بھی افسوس کی بات ہے۔ اگر وہ بھی وہاں ہوتے تو بڑا اطمینان ہو جاتا۔ مکان تو یقین ہے کہ اب جس قدر بننا تھا بن چکا ہوگا۔ یہ بتاؤ کہ اماں کا وہاں کب اٹھ کے جانے کا ارادہ ہے۔ میں نے عزیزہ کو لکھ دیا تھا کہ اس میں نل لگوا دیں۔ خدا جانے اس کا انہوں نے انتظام کیا یا نہیں۔

میں لندن میں ابھی ایک ہفتہ اور ہوں۔ کل کا ہفتہ گزار کے دوسرے ہفتہ کو یعنی ۱۷ مئی کو سلوین واپس جاؤں گا۔ یہاں کے رہنے سے یہ فائدہ ہوا کہ نواب ولی الدین خاں کو روز پڑھانے کا موقع ملتا ہے۔ اس لئے کہ آج کل وہ بھی یہاں ہیں اور ان کے سکول میں چھٹی ہونے کی وجہ سے وہ مسٹر لاڈر کے گھر میں رہتے ہیں۔ اگرچہ میرے مکان سے ان کا مکان کوئی تین چار میل ہے میں خاص شہر کے صدر مقام میں رہتا ہوں اور وہ ایک کونے پر ہیں۔ لیکن سواری یہاں اس قدر آسان ہے کہ صبح تڑکے سے بارہ بجے رات تک ہر وقت ہم جا سکتے ہیں۔ ایک تو ریل ہے جو مکانوں کے نیچے زمین کے اندر جاتی ہے اور ہر پانچ منٹ کے بعد ایک ٹرین چھوٹتی ہے۔ دوسری ایک اور گاڑی ہے جس کو یہاں "بس" کہتے ہیں تین پیسہ میں وہاں تک پہونچا دیتی ہے سے تو گھوڑوں کی لگر اس پر چالیس آدمی تک بیٹھ سکتے ہیں

موسم یہاں اب اچھا ہے۔ جاڑا نکل گیا۔ گرمیاں یا بہار کا موسم ہے۔ آفتاب روز نکلتا ہے۔ دوسرے تیسرے بارش بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن تاہم اتنی سردی ہے جتنی تمہارے وہاں جاڑوں میں ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے کسی قدر زیادہ۔ اس لیئے کہ اب اس وقت تم کو خط لکھ رہا ہوں اور چونکہ آگ بجھ گئی ہے لہٰذا ہاتھ پاؤں ٹھنڈے برف ہو گئے ہیں۔ بغیر بڑا بھاری لبادہ (جس کو یہاں اوورکوٹ کہتے ہیں) اوڑھے گھر سے باہر نہیں نکلا جاتا۔ نہ دن کو نہ رات کو۔ آج کل اکثر رات کو میلی میلی چاندنی

ہوتی ہے۔ اس لیے کہ چاند ہر وقت دھوئیں میں ڈوبا نظر آتا ہے۔ مگر یہاں کے لوگ اس چاندنی کو بھی غنیمت سمجھتے ہیں اور راتوں کو اسی چاندنی میں مرد عورت بوڑھے بچے شہر کے تمام لوگ سیر کرنے ہوئے کوسوں دور چلے جاتے ہیں۔ والدعا۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۹)

مورخہ ۲ رمئی ۱۸۹۶ء انگلستان

عزیزہ ام محسنہ خانمہ طول عمرہا

دعا۔ آج کی ڈاک میں تمہارا کوئی خط نہیں آیا۔ یہاں خیریت ہے۔ مجھے ہر ہفتہ تمہارے خط کا انتظار رہتا ہے۔ لہٰذا حتی الامکان پابندی کے ساتھ خط لکھتی رہا کرو۔ اور شاید میرا خط تم کو ہر دوشنبہ یا اتوار کو مل جایا کرتا ہوگا۔ میں الحمدللہ کہ بہت اچھا ہوں کوئی شکایت نہیں۔ پہلے سردی بہت زیادہ چمک گئی تھی۔ چنانچہ دو دن تک برابر برف گری۔ مگر اس کے بعد پھر ویسے ہی گرم دن شروع ہو گئے۔ ادھر دو روز سے ایسا موسم ہے کہ یہاں کے لوگوں کو گرمی کی شکایت ہے۔

فاروق کے پڑھانے کا کچھ انتظام کیا گیا یا نہیں؟ آبا نے تھوڑا بہت پڑھایا تھا اگر تم لوگ بھی کچھ گھنٹہ دو گھنٹہ محنت کیا کرو تو اچھا ہو۔ مگر بچوں کے پڑھانے میں بڑی محنت پڑتی ہے۔

مجھے یہ سنکر بڑی خوشی ہوئی کہ صدیق امتحان میں پاس ہو گیا جس کی مجھے بالکل امید نہ تھی خصوصاً اس آخر زمانہ میں جب اس کا لکھنؤ جانے کا حال سنا تو بالکل مایوسی ہوگئی تھی۔ لیکن غنیمت ہے کہ وہ پاس ہوگیا اور آئندہ سال انشاء اللہ اب سے اچھا رہے گا کیونکہ پورے برس تک اُسے محنت کرنے کا موقع ملے گا۔

آج مجھے اس وقت لندن جانا ہے اور جلدی میں ہوں۔ لہٰذا خط کو ختم کرتا ہوں۔ انشاء اللہ آئندہ ہفتہ میں زیادہ مفصل حالات لکھوں گا۔ والدعا

راقم محمد عبدالحلیم شرر

(۱۰)

۱۴ رمئی ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محسنہ زاد عمرہا۔

تمہارا ۷ ذی قعدہ کا خط مجھے گذشتہ ڈاک میں ملا۔ تمہارے اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ میرا خط تم کو ایک ڈاک میں نہیں ملا۔ یہ تو وہ ڈاک تھی جو میں نے روانہ کی مگر ڈاکخانہ میں تعطیل ہونے کی وجہ سے پڑی رہ گئی اور غالباً اسی وجہ سے ناغہ ہوگیا ہوگا۔ لیکن اس کے بعد کئی ہفتہ ناغہ گئے ہیں جن کے متعلق میں تم سے معذرت کر چکا ہوں۔

خرچ نہ بھیجنے کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ شاید وہاں حیدر آباد میں تنخواہ کے ملنے میں دیر ہوئی ہوگی۔ کبھی کبھی وہاں ایسا ہو جاتا ہے اور باقی یہ خواہ مخواہ کا وہم ہے کہ صدیق نے چیک نکل آئی ہوگی۔ ایسے وہموں کے پیدا کر لینے کا مادہ بھی عورتوں

میں خوب ہوتا ہے۔

تم جانتی ہو کہ وہاں کے مزدور پڑھ جائیں گے تو ان کے دماغ ہو جائیں گے اور پھر وہ زمین پر قدم نہ رکھیں گے۔ حقیقت میں صرف اسی بات کی ہندوستان میں ضرورت ہے۔ اگر ہر شخص کو اپنی قدر معلوم ہو جائے تو پھر سارا ملک ترقی کرنے لگے۔ وہاں کی شامت تو یہی ہے کہ سوا چند خاص لوگوں کے جو اپنے آپ کو شریف خیال کرتے ہیں باقی سب لوگ پاجی سمجھے جاتے ہیں اور وہیں کے شریفوں نے ان کو یہاں تک ذلیل کیا کہ آخر وہ خود اپنی نظر میں ذلیل ہو گئے۔ اور رفتہ رفتہ جانور سے بدتر ہو گئے۔ یہاں تعلیم کا یہ نتیجہ ہو گیا ہے کہ درحقیقت خدمت گار اور آقا میں کوئی فرق نہیں رہا۔ خدمت گار روپیہ کے معاوضہ میں کام تو کر دیتا ہے مگر اپنی عزت اتنی ہی خیال کرتا ہے جتنی کہ آقا کے دل میں اپنی عزت ہو گی۔ اب ہمارے یہاں ایک پیشی خدمت جس کا نام ہے "اینی" یہ کوئی سولہ سترہ برس کی لڑکی ہے۔ اور تمام کام وہ چاہے کسی قسم کے ہوں اور کیسے ہی سخت ہوں بلاعذر کرتی ہے۔ لیکن یہ مجال نہیں کہ کسی کام کے لئے حکم کے ساتھ اور سختی سے کہا جائے۔ جب اس سے کسی کام کو کہا جاتا ہے خواہ میں کہوں یا مسز نائٹ کہیں۔ یوں کہیں گے کہ "مہربانی کرکے یہ کام کر لاؤ۔" فرض اور واجب ہے کہ "پلیز" کا لفظ کہا جائے جس کے معنے مہربانی کے ہیں۔ اور اگر نہ کہئیں تو وہ اپنی یہ نوکری چھوڑ دے گی۔ یہ بات کچھ "اینی" ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ یہاں کے تمام نوکروں اور مزدوروں کا یہی خاصہ ہے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ہر ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ سلطنت ہماری ہے اور بادشاہ تو صرف زبردستی کے لئے ایک بت بنا رکھا ہے۔ مگر یہاں بادشاہ کی یہ بھی تو مجال نہیں کہ کسی امر میں ذرا تامل کر سکے۔ ہندوستان کی اصل ذلت کا سبب یہی ہے کہ وہاں کے لوگ خود آپس میں ایک دوسرے کو ذلیل سمجھتے ہیں اور ذلیل کرتے ہیں۔

سب سے زیادہ لطف کی یہ بات ہے کہ جو انگریز ہندوستان میں کچھ دنوں رہ کے اور وہاں نوکری کرکے آتے ہیں۔ یہاں آکے ان کو نہ تو کوئی خدمت گار کام کا ملتا ہے اور نہ کوئی اپنے گھر میں ان کا رکھنا پسند کرتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ وہ سب کے سب ہندوستان کے خدمت گاروں پر حکومت اور سختی کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں اور پھر یہاں کے خدمت گاروں سے بھی ویسا ہی برتاؤ کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہو جاتا ہے کہ راہ چلتا ان کو ذلیل کرتا ہے اور ہر ادنیٰ مزدور اور خدمت گار ان کو اپنے پاس نہیں بیٹھنے دیتا

والدعا

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

جناب چچا صاحب کی بیماری کا حال سن کے بڑی فکر ہوئی۔ ان کو دستوں کا آنا بہت برا ہے۔ خدا ان کو جلدی صحت

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

آج کوئی بارھواں دن ہے میں نے تمباکو کا استعمال بالکل چھوڑ دیا۔ یہ تو تم جانتی ہو کہ وہاں حقہ کا کس قدر عادی تھا۔ یہاں آنے کے بعد حقہ کی جگہ حسب معمول چرٹ پینے لگا تھا۔ ادھر کچھ ایسا برا معلوم ہوا کہ بالکل چھوڑ دیا۔ اور آج بارھواں دن ہے کہ چرٹ کی صورت نہیں دیکھی ہے۔ زکام ہوا۔ کھانسی ہوئی پیٹ میں درد ہوا قبض ہوا۔ سب کچھ ہوا اور سب مرحلے طے ہو گئے۔ مگر ایک

خرابی باقی ہے اور وہ یہ کہ کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ تمھیں خط لکھتے لکھتے اکتا سا جاتا ہوں اور یہ حقیقت میں بڑی خرابی کی بات ہے۔ دیکھو کب تک یہ باتیں رہتی ہیں۔ مگر یہ تو عہد کر لیا ہے کہ اب تمباکو کو نہ چھوڑوں گا۔ میں نہیں کہہ سکتا گذشتہ دس بارہ دن کیسے کٹے ہیں؟ گذشتہ ہفتہ کو میرا خط اسی وجہ سے بالکل مختصر اور خراب تھا۔

محمد عبدالحلیم شررؔ

(۱۱)

۲۱ رمئی ۱۸۹۶ء

Slough.
(England)

عزیزہ ام محسنہ

دعا۔ تمہارا خط مورخہ ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ ملا۔ حالات مندرجہ معلوم ہوئے۔ فاروق اور صفیہ کی صحت کا حال دریافت کر کے اطمینان ہوا۔ خیر غنیمت ہے کہ پتو جی کے ذریعہ سے حیدر آباد کا حال معلوم ہوا اور صحت اور خیر و عافیت صدیق کی معلوم ہوگئی ورنہ شاید اور زیادہ تشویش ہوتی۔

یقین ہے کہ تم سب لوگ اب مہونہ جا چکے ہو گے۔ اس لیے کہ تمہاری تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ تمھاری ممانی صاحبہ کا اصرار ہے کہ آم کھانے کے لیے مہونہ چلو۔ اچھی بات ہے مہونہ چلی جاؤ۔ مگر اپنی باجی سے کہہ دو کہ بچوں کو زیادہ آم نہ کھلاویں ورنہ وہ بیچارے بیمار ہو جائیں گے۔

ہاں مہونہ سے تم مجھے یقین ہے کہ برابر خط لکھتی رہو گی۔ اور میں تو تمھارے لکھنے کے مطابق لکھنؤ ہی خط روانہ کیا کروں گا۔

راقم عبدالحلیم شررؔ

(۱۲)

۵ رجون ۱۸۹۶ء

Slough
ENGLAND

عزیزہ ام محسنہ

دعا۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ گذشتہ ڈاک میں تمہارا کوئی خط نہ ملنے کے بعد مجھے کیسی تشویش اور پریشانی ہوئی ہوگی۔ باوجود بڑی پابندیوں کے دو ڈاکیں میرے خطوں سے خالی گئیں مگر ایسا اتفاق کبھی نہیں ہوا کہ تمھارا کوئی خط کسی ڈاک میں نہ ملا ہو اور خصوصیت زیادہ تر اس خیال سے کہ تم نے چند روز ہوئے ایک خط میں لکھا تھا کہ جب تک تم کو کوئی ایسی ہی مجبوری نہ ہو یا کوئی سخت بیماری (خدانخواستہ) نہ ہو اس وقت تک تم خط لکھنے سے کبھی باز نہ رہو گی۔ اب اس مرتبہ خط کے نہ ملنے سے خیالات ہر طرف جاتے ہیں۔ مگر کوئی خاص بات سمجھ میں نہیں آتی۔ امید ہے کہ آئندہ ڈاک میں تمھارا خط ضرور ملے گا۔ اور معلوم ہو جائے گا کہ اس خط نہ آنے کا باعث کوئی معمولی بات ہی تھی۔

میں اچھا ہوں اور یقین ہے کہ تمھارے وہاں سب لوگ خیریت سے ہیں۔ والدعا

راقم۔ محمد عبدالحلیم شررؔ

(۱۳)

2. Arnold villa
Slough
(England)

۲۴ جون ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محمد سلمہا

دعا! تمہارا خط مجھے تین ہفتہ کے بعد گزشتہ ڈاک میں ملا۔ پہلے ہفتہ میں برخلاف معمول کے خط نہ آنے کے خیال سے نہایت ہی پریشانی رہی۔ اور زیادہ تر اس وجہ سے کہ خود تم نے کئی ہفتہ ہوئے لکھا تھا کہ جب تک خدانخواستہ تم کو کوئی سخت بیماری کا عذر نہ ہو اس وقت تک تم خط نہ ناغہ کرو گی۔ لیکن دوسرے ہفتہ میں جب منّن کا خط آیا تو اس سے معلوم ہوا کہ یکبارگی تمہارا میرٹھ جانا ہو گیا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ اسی وجہ سے غالباً تم خط نہ بھیج سکی ہو گی۔

میں یہاں خیریت سے ہوں۔ گذشتہ ہفتہ میں میں خود کوئی خط نہ روانہ کر سکا اور وجہ یہ ہوئی کہ آج کل نواب وقارالامرا بہادر کے بڑے صاحبزادے یہاں لندن میں آئے ہوئے ہیں۔ ان کی وجہ سے مجھے بہت کم فرصت رہتی ہے۔ اکثر ان کے پاس لندن جانا پڑتا ہے۔

ڈاک کے زمانہ میں تین دن تک ان کے پاس لندن ہی میں رہا۔ اور خود ان کے دو تین ضروری کام تھے جن کی وجہ سے انہوں نے آنے نہ دیا۔

آج کل یہاں موسم بہت اچھا ہے۔ سردی نام کو نہیں۔ گرمیوں کا موسم ہے اور بہار کا زمانہ ہے۔ ہر جگہ پھول کھلے ہوئے ہیں۔ اور لوگ تفریح کے لیے مل کر چھوٹے چھوٹے گاؤں میں جاتے ہیں۔ یہاں ایک دریا ہے جس کا نام ہے ٹیمس۔ اس کے اندر ہر وقت ہزارہا کشتیوں پر عورتیں سوار ہو کے خود ہی چلاتی ہوئی سیریں کرتی پھرتی ہیں۔

فاروق اور صفیہ کا آم کی فصل میں میرٹھ میں رہنا تو بہت اچھا ہے۔ مگر ان سے کہہ دینا کہ زیادہ آم نہ کھا جائیں اور بچوں کو بھی زیادہ کھلانے سے بچائیں کہ میرا کچھ لکھنا فضول ہے۔ ہاں کوئی بات کہوں وہ وقت پر تم کو معلوم ہی نہیں ہو سکتی۔ تم نے جب یہ خط لکھا ہے اس وقت تک آموں کی فصل تمام ہو چکی ہو گی۔ لہٰذا میرے کہنے کا کیا فائدہ۔ یہاں آم کا نام تو لوگوں نے سنا ہے۔ لیکن صورت آج تک میں نے نہیں دیکھی۔ اور خربوزہ کا نام بھی کوئی نہیں جانتا۔ اس ملک میں ایک چھوٹا پھل ہوتا ہے جس کو "اسٹابری" کہتے ہیں۔ آج کل اسٹابری کی فصل ہے۔ لوگ اس کو شکر اور رابڑی میں ملا کے کھاتے ہیں۔ حقیقت میں بڑے مزے کی ہوتی ہیں۔ میں تو یہاں سے تمہارے لیے بھیجنے کی کوشش کرتا۔ لیکن یہ اتنا نازک پھل ہے کہ آج کا ٹوٹا ہوا کل کام کا نہیں رہتا۔ وہاں تک کیا پہونچے گا۔

مولانی صاحبہ کی شکایت ہمیشہ چلی جاتی ہے اور ہمیشہ انتہا سے زیادہ دُبلی رہتی ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ حکیم عبدالحی صاحب کے علاج سے ان کو کوئی مستقل فائدہ نہیں ہوا۔

مجھے زکام ہو گیا تھا اور کھانسی بھی تھی۔ مگر اب بالکل اچھا ہوں۔ مجھے تو یہاں کی آب و ہوا ہر جگہ سے زیادہ موافق آئی۔ میں یہاں آ کر کسی قدر موٹا ہو گیا ہوں۔

ایسے دوست نہیں ہیں جن کی وجہ سے خط لکھنا چھوڑ دوں۔ تم کو خط برابر لکھتا رہوں گا۔
پھوپھی صاحبہ کے انتقال کا حال سن کر بڑا صدمہ ہوا۔ والدعا

راقم الحروف۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۱۴)

۲، جولائی ۱۸۹۶ء

2 Arnold Villas
Slough
England

عزیزم ام محسنہ طول عمرہا

دعا! مہینہ سے تمہارے خط برابر آ رہے ہیں۔ مگر میں مجبوراً تم کو لکھنؤ ہی کے پتہ سے خط لکھے جاتا ہوں اور وجہ یہ ہے کہ تم محرم میں لکھنؤ واپس آنے کو لکھتی ہو جس حساب سے یقین ہے کہ تم اب لکھنؤ میں آ چکی ہوگی۔ اس لئے کہ آج محرم کی ۲۲ ہے۔

تمہاری باجی کی بیماری کا حال معلوم ہوا۔ اگرچہ وہاں حکیم عبدالحی صاحب کی موجودگی کی وجہ سے فی الحال ان کا مہونہ میں ہونا بمقابلہ لکھنؤ میں ہونے کے زیادہ قابلِ اطمینان ہے مگر ہاں والدہ صاحبہ لکھنؤ میں زیادہ پریشان ہوں گی۔ اور خاصتہً اس وجہ سے کہ ناصر بھی اناؤ چلی گئیں۔ بچے سب مہونہ چلے آئے وہ اکیلی وہاں بہت پریشان اور تنہائی میں گھبراتی ہوں گی۔ اور مجھے یقین ہے کہ اسی خیال سے سب لوگ اب تک لکھنؤ واپس آ چکے ہوں گے آم تم سب نے اچھی طرح کھائے ہوں گے۔ یہاں آم کیا معنے وہاں کا کوئی پھل نہیں ہوتا۔ یہاں دو قسم کے میوے ہیں۔ ایک تو "اسٹرابری" اور ایک "چیری" دونوں بہت اچھے ہیں۔ تم جانتی ہو میں تو کسی چیز کے کھانے کا زیادہ شائق نہیں ہوں۔ مگر یہاں مسز نائس ہر کھانے کے ساتھ لاکے ضرور رکھ دیا کرتی ہیں۔ جس کی وجہ سے روز تھوڑے سے بہت کھا ہی لینا پڑتے ہیں۔

پیارے نے بڑا غضب کیا کہ غریب آدمی کو مار ڈالنے کے قریب پہونچا دیا۔ اسی وجہ سے تو مسلمان خراب ہیں۔ اگر وہ عدالت میں چلا جاتا اور خبر کر دیتا تو سب عزت و آبرو خاک میں مل جاتی۔ اپنے گھر میں ہر شخص آزاد ہے جو چاہے کہے کسی کو برا ماننے سے مطلب۔ اور اگر ایسا ہی ناگوار ہوا تھا تو دو چار تھپڑ مار دیے ہوتے۔ مسلمانوں کی شامت یہ ہے کہ حکومت ہاتھ سے چلی گئی اور وہ آج تک ویسے ہی اکڑے ہوئے ہیں۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ہر جگہ اور ہر مرتبہ ذلیل ہوتے ہیں۔ یہاں انگلستان میں ایک ادنیٰ سے ادنیٰ فرد اپنی اور ملکہ وکٹوریہ کی عزت میں فرق نہیں سمجھتا۔ سارے لوگ ایک قوم اور عدالت کے سامنے برابر خیال کئے جاتے ہیں۔ اور صرف اسی وجہ سے ساری قوم ترقی کر رہی ہے اور اقبال روز بروز چمکتا جاتا ہے۔

مکان خوب بنا ہوگا۔ اس لئے کہ والد کے لکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روپیہ دو ہزار سے زیادہ لگ گیا۔ اب خدا کرے اماں اس میں جا کے خوش ہوں۔ والدعا۔

راقم الحروف۔ محمد عبدالحلیم شرر

آج کل یہاں دن بہت بڑا ہوتا ہے۔ اب تم دیکھو کہ تین بجے آفتاب نکل آتا ہے اور رات کو ساڑھے نو بجے غروب ہوتا ہے۔ نو بجے تک اچھا خاصہ دن رہتا ہے! اٹھارہ گھنٹہ کا دن اور صرف چھ گھنٹہ کی رات ہوتی ہے۔

محمد عبدالحلیم شرر

(۱۵)

2 Arnol Villas
Slough
England

۹ جولائی ۱۹۲۶ء

عزیزہ امۃ المحسنہ طول عمرہا

دعا۔ تمہارا ۲۴ جون کا خط مجھے ۷ جولائی کو وصول ہوا۔ حالات مندرجہ معلوم ہوئے۔ تم نے بہت اچھا کیا کہ مہوبہ چلی گئیں۔ اگرچہ اچھا ہوا کہ اب انھوں نے بلایا اور جناب بھائی صاحب نے تم کو خوشی کے ساتھ رخصت کر دیا۔ تاہم میرا یہ خیال ہے کہ تم کو ان کے بلانے کی بھی پروا نہ کرنا چاہیے۔ تمہارا گھر ہے۔ اپنے گھر جانے میں کوئی کسی کے بلانے کا منتظر نہیں رہتا ہے۔ آخر جاوید دل کی بیوی تم سے کیوں خفا ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کو اس سے کیا تعلق۔ اور آخر ان کو خفا ہونے کا کیا حق ہے۔ اور سب کے علاوہ تم کو اس کی ذرا بھی پروا نہ کرنا چاہیے۔ اگر خفا ہیں تو اپنے گھر خوش رہیں۔ تم اپنی پریشانیوں کا صاف صاف حال مجھے لکھو۔ اس سے پہلے خط میں تم نے کچھ لکھنے کا وعدہ کیا تھا مگر لکھا کچھ نہیں آخر تمہاری سسرال کے لوگ تم کو کیا ستاتے ہیں اور تم کو ان کی وجہ سے کیا پریشانی ہے۔ جناب ماموں صاحب قبلہ کی بیماری کا حال سن کے طبیعت بہت پریشان ہوئی۔ خدا جانے کیا ہے کہ وہ ہمیشہ بیمار رہتے ہیں اور ان کی طبیعت کبھی اصلاح پذیر نہیں ہوتی۔ اللہ کرے اب کے تمھارے آنے سے بالکل اچھے ہو گئے ہوں۔

تمہاری ممانی کی بیماری کا حال سن کے بڑی تشویش ہوئی۔ تم لکھتی ہو کہ اکثر یہ گمان ہوتا ہے کہ اب دم نکل گیا۔ یہ صرف ضعف کی وجہ سے ہے۔ میرے سامنے تو ان کو درد کی شکایت نہ تھی۔ خدا جانے کیا سبب ہے کہ ایسا سخت درد ہوتا ہے و علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ میرے خیال میں اب بہتر ہوگا کہ چند روز کے لیے ان کو لکھنؤ لے جا کے ڈاکٹری علاج کیا جائے یا کسی دوسرے حکیم ہی کا علاج ہو۔ اتنے دنوں تک جب بیماری ٹھہر گئی تو اب علاج کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ اور اس میں یہ فائدہ ہوگا کہ تبدیل آب و ہوا بھی ہو جائے گی۔ یہاں تو سو علاجوں کا ایک علاج یہ سمجھا جاتا ہے کہ آب و ہوا بدل دی جاتی ہے اور اس سے میں نے ہمیشہ دیکھا کہ فوراً فائدہ ہوتا۔

یہ سن کے بڑا اطمینان ہوا کہ تمہاری باجی کی طبیعت اب اچھی ہے اور فاروق اور صفیہ بھی اچھے ہیں۔ یہ مجھے نہیں معلوم ہوا کہ وہ لکھنؤ کب تک جائیں گی۔ اور کب سے نئے مکان میں رہنا شروع کریں گی۔ افسوس ہے کہ فاروق کے پڑھنے کا وہ کچھ خیال نہیں کرتیں۔ تم نے لکھا تھا کہ تم اس کو پڑھا دیا کرتی ہو مگر یہ نہیں لکھا کہ اب وہ کیا پڑھتا ہے اور کچھ اردو پڑھنے لگا یا نہیں۔

میں نے تمہارا پتہ نہیں بدلا۔ اسی خیال سے کہ تم جلد لکھنؤ واپس آ جاؤ گی میں برابر لکھنؤ ہی کے پتہ پر خط روانہ کئے جاتا ہوں لکھنؤ میں کوئی لینے والا نہیں ہے ورنہ بہ آسانی یہ ہو سکتا ہے کہ میرے خطوط پر مہوبہ کا پتہ لکھ کے ڈاک خانہ میں واپس کر دیے جائیں۔ دوسرے دن بغیر کسی زحمت کے تم کو مل جایا کریں۔ فی الحال یہ خرابی ہوتی ہے کہ تم کو کوئی لکھنؤ سے لے جا کے خط دے تو ملے۔

یہاں کا موسم آج کل بہت اچھا ہے۔ بلکہ اس ہفتہ بھر بڑی گرمی رہی۔ مگر تمہارے وہاں کی سی گرمی نہیں۔ موسم اعتدال پر آ گیا

وہاں ہوتا ہے ایسا ان دنوں یہاں ہے۔ رات ذرا سی اور دن پہاڑ ہوتا ہے۔ کاٹے نہیں کٹتا۔ دن ہی ہوتا ہے جب سوتے ہیں اور دن ہی ہوتا ہے جب اٹھتے ہیں۔ یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ رات کب ہوئی اور کب ہوئی تھی۔

تمہارا خط مجھے ٹھیک وقت پر مل گیا۔ اگرچہ تم کو بھیجنے میں دیر ہو گئی تھی۔ مگر اسی دن کی ڈاک میں روانہ ہو گیا۔ افسوس کی بات ہے۔ اور وجہ یہ ہو گی کہ خطوط آتے ہی کم ہوں گے۔

تمہارے وہاں لوگ چاند دیکھا کرتے ہیں۔ یہاں کبھی اس کی خبر ہی نہیں ہوتی کہ کب چاند ہوا اور آج کونسی تاریخ ہے۔ تاریخ رمضان یہاں ہندوستانی مہینوں کا بھی پتہ نہیں چلتا۔

گذشتہ ہفتہ میں ایک رات لندن میں کچھ ایسا سوتا پڑا کہ مجھے دوسرے دن بخار آ گیا اور تین دن تک طبیعت بہت خراب رہی۔ آخر میں نے مسز نائلز کی رائے سے مسہل لے لیا۔ تین دن تک برابر صبح کو مسہل پیا۔ اور وہ تین دست آ جایا کئے۔ اب طبیعت بہت صاف ہو گئی اور بالکل اچھا ہوں۔ والدعا

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۱۶)

۱۷ جولائی ۱۸۹۶ء

Slough.
ENGLAND

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا

دعا۔ تعجب ہے کہ گذشتہ ہفتہ میں تمہارا کوئی خط نہیں ملا۔ ہفتہ بھر تشویش رہی۔ اور معلوم نہیں کہ اس ہفتہ کی ڈاک میں بھی تمہارا خط ہے یا نہیں؟

مجھے آج ڈاک میں دیر ہو گئی ہے۔ دیکھوں یہ خط تم کو پہونچتا ہے یا نہیں۔ یہاں ہر طرح خیریت ہے اور تمہاری اور وہاں سب لوگوں کی خیریت سننے کا مشتاق ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اب تم اور سب لوگ لکھنؤ میں آ گئے ہوں گے۔

نواب سلطان الملک بہادر کل لندن سے روانہ ہو گئے اور انھیں کی وجہ سے بالکل موقع نہیں ملا کہ میں تم کو وقت پر خط لکھ سکتا۔ جلدی ہے اور زیادہ لکھنے کا موقع نہیں ہے۔ لہٰذا اتنا ہی لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ والسلام۔

راقم محمد عبدالحلیم شرر

(۱۷)

۱۴ اگست ۱۸۹۶ء

Slough
(England)

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا۔

دعا۔ اس ہفتہ میں تمہارا کوئی خط نہیں آیا۔ جس کے متعلق تم مجھے پہلے ہی لکھ چکی تھیں مجھے یقین ہے کہ تمہاری آنکھیں اچھی ہو گئی ہوں گی اور آجکل صدیق اور والد صاحب قبلہ سب لکھنؤ میں ہوں گے۔ صدیق نے اگلے ہفتہ میں ایک خط حیدرآباد سے بھیجا تھا اور لکھا تھا کہ خط لکھنے کے دوسرے دن وہ آپا کے ساتھ لکھنؤ روانہ ہوں گے اور لکھنؤ پہونچ کے وہاں کے حالات لکھنے

کا وعدہ کیا تھا۔ ابّا کو میں نے حیدر آباد میں لکھا ہے کہ فاروق کو اپنے ساتھ حیدر آباد ہی میں رکھیں۔ وہ خط حیدر آباد میں ہی پڑا رہے گا اور اُن کو نہ پہونچے گا۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ بہت مناسب ہو اگر فاروق کو لیتے جائیں۔

مجھے کل رات کو بڑی چوٹ آگئی۔ اور بات یہ ہوئی کہ رات کو بائیسکل پہ سوار جاتا تھا ایک موڑ پہ مجھے مڑنا تھا۔ میں اُدھر مڑا۔ اور اتفاق سے اُدھر سے اُسی وقت ایک گاڑی آگئی میں نے ہزار روکا مگر بائسکل گاڑی پہ جا پڑی۔ اور میرا منہ زور سے گاڑی سے جا لڑا۔ بائیں طرف کے کان میں ایک بہت گہرا زخم ہو گیا۔ میں اُسی وقت واپس آ کر ڈاکٹر کے پاس گیا۔ ڈاکٹر نے یہ خیال کر کے کہ زخم کا منہ بڑا ہے اور ذرا بھی ٹھہرا تو ورم بہت پھیل جائے گا اور پھر اُس کا نشان کبھی نہ جائے گا۔ دو ٹانکے ملا کے باندھ دیا۔ اب تو بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ کسی قسم کی تکلیف نہیں ہے۔ ایک خفیف سی سوزش ہے اور ڈاکٹر کا بیان بھی یہی ہے کہ دو دن میں اچھا ہو جائے گا۔ بہرحال کوئی تشویش کی بات نہیں ہے۔ مگر خدا نے بڑا فضل کیا اگر بائیسکل ذرا بھی اور آگے بڑھتی تو میں گھوڑے کے نیچے اور پھر پہیوں کے نیچے جا پڑتا۔

باقی سب خیریت ہے انشاء اللہ آئندہ ہفتہ مفصل حالات لکھوں گا۔ والدعا۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شررؔ

(۱۸)

Slough (England) ۱۸ ستمبر ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا

دعا۔ گھر میں جانے کے لئے کسی خاص خوشی کی ضرورت بھی نہ تھی اور اچھا ہوا کہ یوں ہی اطمینان کے ساتھ اب اماں اپنے گھر میں رہیں گی۔

ماموں نے بہت خون نکلوایا۔ تین پاؤ خون بہت ہوا۔ اور غضب یہ کہ اتنا خون نکلنے کے بعد بھی خون کا رنگ نہیں بدلا۔ جب طبیعت صاف نہیں ہوئی تھی تو چند روز لکھنؤ میں ٹھہرنا چاہیئے تھا اُن کی طبیعت علی گڈھ کی اصطلاح میں کبھی صاف نہیں رہتی اور ایسی حالت میں ضرورت ہے کہ ہر سال کم از کم دو مہینہ گھر میں ٹھہر کے اپنی طبیعت کو درست کر لیا کریں۔

یہ تعجب ہے کہ میرے خط سے ایک ہفتہ ناغہ ہو گیا۔ میں تو برابر ہر ہفتہ کو خط لکھ کے بھیج دیا کرتا ہوں۔ اور مجھے یاد نہیں کہ میں نے ادھر کوئی ہفتہ ناغہ کیا ہو۔ اکثر ایسا ہو جاتا ہے کہ اس ہفتہ کا خط دوسرے ہفتہ کی ڈاک میں چلا جاتا۔ اور اگر ایسا ہوا ہو تو یقین ہے کہ اس کے بعد کی ڈاک میں تم کو اکٹھے میرے دو خط ملتے ہوں گے۔

میاں لطیف الدین کے انتقال کی خبر سن کر مجھے بڑا افسوس ہوا۔ اور یقین ہے کہ ماجد رسول کو بڑا صدمہ ہوا ہوگا۔

میں اچھا ہوں لیکن آجکل موسم بدل رہا ہے۔ جاڑا شروع ہوتا ہے اور گرمیوں کا خاتمہ ہے پانی روز برستا ہے۔ جس کی وجہ سے رطوبت بہت زیادہ رہتی ہے۔ انھیں تغیرات کی وجہ سے اس ہفتہ بھر طبیعت ٹھیک نہیں رہی۔ والدعا

اس خط میں تم نے اپنی باجی کا کچھ حال نہیں لکھا۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شررؔ

(۱۹)

۲۴ ستمبر ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا

دعاہا۔ تمھارا خط آیا جس میں تم نے اپنی اور تمام گھر کی اور والدہ صاحبہ کی پریشانی میرے منہ کے زخم کے متعلق ظاہر کی ہے۔ اب اُس کی کوئی شکایت نہیں۔ چونکہ فوراً چوٹ لگتے ہی ڈاکٹر صاحب سے مدد لی گئی۔ لہٰذا زخم دو ہفتے میں بالکل اچھا ہوگیا۔ مگر خرابی یہ ہے کہ اُس کا نشان باقی ہے اور اُمید نہیں کہ یہ نشان مٹے۔ اب میں بہت اچھا ہوں۔ اب جاڑا شروع ہوگیا ہے اور دو تین روز سے بڑے غضب کی سردی ہے۔

باقی سب خیریت ہے۔ لہٰذا خط کو یہیں پر ختم کیے دیتا ہوں۔ والدعا۔

راقم محمد عبدالحلیم شررؔ

(۲۰)

عزیزہ ام[1]

یہ خط میں نے اگلے ہفتہ کو لکھا تھا۔ مگر افسوس کہ ڈاک میں دیر ہو جانے سے پڑا رہ گیا۔ تم کو شاید اور سارے گھر کو برابر دو ہفتہ خط نہ ملنے سے بڑی تشویش ہوئی ہوگی۔ اب انشاء اللہ آگے انتظام رہے گا اور کسی ہفتہ میں خط ناغہ نہ ہوگا۔

محمد عبدالحلیم شررؔ

(۲۱)

۵ اکتوبر ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا

دعاہا۔ تمھارا ۱۵ ستمبر کا خط مجھے گذشتہ ڈاک میں ملا۔ حالات مندرجہ معلوم ہوئے۔ اب تمھاری تحریر سے معلوم ہوا کہ ابا، فاروق اور صدیق دونوں کو حیدرآباد لے گئے۔ یہ اچھا ہوا۔ وہاں غالباً دونوں اچھے رہیں گے۔ مگر میرے خیال میں یہ اچھی تدبیر تھی کہ فاروق مغنی کے پاس رہتا۔ جیسا کہ میں تم کو گذشتہ خط میں لکھ چکا ہوں۔

تمھاری باجی کی ایک آنکھ کا حال سن کے بڑی تشویش ہوئی۔ اُن سے کہو کہ جہاں تک بن پڑے علاج کی مستعدی سے کوشش کریں۔ غفلت میں ڈال دینے کا نتیجہ بہت خراب ہوتا ہے۔ اور آنکھوں کا معاملہ بہت نازک ہے۔ مجھے اُن کی اس بیماری کا حال سن کے بڑی فکر ہوئی۔ وہ دوا کاسٹک لوشن جو میں نے بتائی وہ صرف معمولی اوقات میں کام دینے کے

---

[1] اس خط پہ کوئی تاریخ لکھی ہوئی نہیں ہے لیکن یہ خط مولوی صاحب نے غالباً انگلینڈ سے ۱۸۹۶ء میں لکھا ہے۔

یہ اچھی ہے۔ لیکن جب معاملہ طول کھینچ جاتے۔ تو بغیر ڈاکٹر کے مشورہ کے کوئی دوا استعمال نہ کرنا چاہیے۔ یہ مجھے یقین ہے کہ لکھنؤ یا اچھا علاج اُن سے نہ کیا جا سکے گا۔ اس لئے کہ کوئی شخص توجہ سے خبرگیری کرنے والا نہیں ہے۔ مگر بہتر ہوگا کہ چند روز کے لیے نانو جی یا اور وہاں بھائی ظہیر الدین صاحب کی توجہ سے اچھا علاج ہو سکے گا۔ بہرحال غافل نہ رہنا چاہیے اور تم نے ایسا لکھا ہے کہ مجھے اُن کی آنکھ کی طرف سے بڑی فکر پیدا ہو گئی ہے۔ والدعا

راقم: محمد عبدالحلیم شررؔ

(۲۲)

Slough.
ENGLAND

۱۵ر اکتوبر ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا

دعا۔ تمہارا خط اس ہفتہ میں آیا تھا جس سے تمام حالات وہاں کے معلوم ہوئے اور اطمینان ہوا۔ میں الحمدللہ کہ خیریت سے ہوں اور کسی قسم کی تکلیف نہیں۔ موسم بدلتا جاتا ہے اب سردی زیادہ ہونے لگی ہے۔ بارش قریب قریب روزانہ ہوتی ہے، مگر اس پہ بھی موسم کا تغیر جاری ہے۔ دن بھر میں دو دو حالتیں بدل جاتی ہیں۔ کسی وقت قیامت کی سردی اور کسی وقت گرمی۔

آج کا خط حیدرآباد سے آیا وہ لکھتے ہیں کہ فاروق ان کے ساتھ بہت خوش ہے۔ اور ہر وقت اسی اطمینان میں ہے کہ وہاں اُس کا گھر کے مقابلہ میں زیادہ جی لگتا ہے۔ چونکہ زیادہ فرصت نہیں لہٰذا ختم کرتا ہوں والدعا۔

راقم محمد عبدالحلیم شرر

(۲۳)

23rd October 96

2 Arnold Villas
Slough
England

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا

دعا۔ تعجب ہے کہ گذشتہ ہفتہ میں تمہارا خط نہیں آیا۔ امید ہے کہ تم خیریت سے ہو گی۔ میں اچھا ہوں۔ اور میری طلبی کے لئے حیدرآباد سے تار آگیا۔ لہٰذا دو ایک ہفتہ میں یہاں سے روانہ ہوتا ہوں۔ اب اس خط کے دیکھنے کے بعد تم مجھے کوئی خط نہ لکھو۔ اس لیے کہ مجھے نہیں ملے گا۔ میں تم کو حسب معمول برابر خط بھیجا کروں گا۔ ابھی میری روانگی کا دن مقرر نہیں ہوا۔ اور نہ یہ معلوم ہوا ہے کہ کس جہاز پر چلوں گا۔ غالباً آئندہ ہفتہ تک معلوم ہو جائے گا۔

والدعا

محمد عبدالحلیم شررؔ

(۲۴)

۳۰، اکتوبر ۱۸۹۶ء

2 Arnold Villas
Slough
ENGLAND

عزیزہ ام محسنہ

دعا۔ اب تمھیں کوئی خط یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ میں ۴، نومبر کو یعنی آج کے چوتھے دن یہاں سے ہندوستان کو روانہ ہوں گا۔ لہٰذا اس کے بعد تم میرے خط کا انتظار نہ کرنا اب میں اگر درمیان میں موقع نہ ملا تو حیدرآباد پہونچ کے خط لکھوں گا۔ باقی خیریت ہے۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۲۵)

۱۲، نومبر ۱۸۹۶ء

از مقام جبرالٹر۔ ملک اسپین

عزیزہ ام محسنہ طولعمرہا

دعا۔ میں لندن سے ۶، تاریخ روانہ ہو کے لیورپول نام ایک شہر میں گیا اور وہاں سے جہاز پر سوار ہو کے آٹھویں تاریخ ہندوستان کو روانہ ہوا اور یقین ہے کہ دسمبر کی ۴ یا ۵ کو بمبئی پہنچ جاؤں گا۔ گذشتہ دو دن جہاز بہت خراب حالت میں رہا اور سمندر میں غضب کا تلاطم تھا۔ لیکن اب آج صبح کو ہم جبرالٹر پہونچ گئے اور یہاں سے ۵ گھنٹے کے بعد روانہ ہوں گے۔ تم کو اطلاعاً لکھ دیا گیا کہ اطمینان رہے۔ والدعا

راقم محمد عبدالحلیم شرر

(۲۶)

حیدرآباد دکن۔ کینٹ
مکان مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی

۷، جنوری ۱۹۰۲ء روز سہ شنبہ

عزیزہ ام محسنہ طولعمرہا دعا

تمھارا خط آیا۔ پرسوں وہ خط مجھے ملا تھا۔ مگر مجھے جواب لکھنے میں اس لیے دیر ہوئی کہ تین روز سے کئی صاحب میرے پاس مہمان ٹھہرے ہوئے ہیں اور اُن کی وجہ سے مجھے خط لکھنے کا موقع نہیں ملا۔ میں اب بالکل اچھا ہوں۔ مگر پرسوں سے زکام ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے حرارت بھی ہے باقی اور کسی قسم کی شکایت نہیں۔ مجھے افسوس اور بڑی فکر ہے کہ اب کی مرتبہ تمھاری تنخواہ ابھی تک روانہ نہیں ہو سکی۔ جیسا کہ میں پرسوں ایک کارڈ لکھ چکا ہوں۔ اس مہینے میں میری تنخواہ رکوا دی گئی ہو غالباً اسی مہینے میں

لے گی - اُسی وقت خرچ روانہ کروں گا۔ مسرت و تکلیف سے جس طرح بسر ہو بسر کرو۔ اس لئے کہ میں بالکل مجبور ہوں۔ اگرچہ سب لوگ اطمینان دلاتے ہیں (مگر) مجھے اب اپنی نوکری رہتی نہیں معلوم ہوتی۔ جس کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ تلاش روزگار میں کہیں اور جاؤں گا۔ میں بھی اب حیدر آباد کے رہنے سے اُکتا گیا ہوں اور کوشش کروں گا کہ قریب ہی آگے رہوں۔ لیکن ہاں یہ ہوگا کہ تھوڑے میں ہم سب کو صبر و شکر کے ساتھ بسر کرنا ہوگا۔

میں نے اس زمانہ میں زکیہ و صفیہ کے خیال سے اور نیز اس سانحہ جانکاہ کی وجہ سے ارادہ کیا تھا کہ جس طرح بنے چلا آؤں۔ مگر کامیابی نہ ہوئی اور یہ جھگڑے پیدا ہو گئے۔ جن کی وجہ سے اب بغیر تصفیہ ہوئے واپس آنا غیر ممکن ہے۔

اس سانحہ کا تم لوگوں کو جس قدر صدمہ ہو کم ہے۔ درحقیقت میری زندگی بیکار ہوگئی اور اب مجھے کسی چیز میں لطف نہیں آتا۔ نوکری اور جو کچھ ذلتیں مارے مارے پھرنے کی اُٹھائی جاتی ہیں سب بیکار ہیں۔ باقی رہا بے حیائی یا عزت کا خیال جیسا کہ تم لکھتی ہو بالکل لغو ہے۔ کوئی اختیاری معاملہ نہیں اور نہ انسان کا ایسے امور میں کچھ بس چل سکتا ہے۔ جب تک خدا کو منظور ہے ہر شخص کو دنیا میں رہنا اور بُری بھلی طرح جیسا اُسے منظور ہو زندگی بسر کرنا ضروری ہے۔

پرلیس وغیرہ جو بند ہو گیا جانے دو۔ میری واپسی کے بعد دیکھا جائے گا! والدعا

راقم الحروف

محمد عبدالحلیم شرر

(۲۷)

جام باغ - محبوب پورہ   ۲۵ جون ۱۹۱۸ء

عزیزہ محسنہ سلمہا

دعا! مجھے خود اس کا افسوس ہے کہ حیدر آباد آتے وقت مہونہ جانے کی نوبت نہ آئی۔ یہ تو میرا خیال کبھی نہ تھا کہ تم نے کسی قسم کی کمی کی۔ مجبوری کو کیا کروں۔ مگر اصل سبب یہ ہوا کہ اول تو مجھے فرصت ہی کم تھی۔ دوسرے مجھ میں چلنے کی طاقت کم ہوگئی ہے اور بہلی پر آنے سے مجھے پیدل آنا آسان معلوم ہوتا ہے۔ انھیں خیالات کی بنا پر نہ آسکا۔ تمھاری مجبوریاں بھی ظاہر ہیں۔ خیر اگر زندگی باقی ہے تو آؤں گا اور ضرور ملاقات ہوگی۔ تھوڑے ہی دنوں کے لئے آیا ہوں۔ سلمٰی سلمہا کے متعلق جو کچھ پوچھو گی اس میں اپنی سمجھ کے مطابق مشورہ دوں گا۔ مہونے کے حالات سے بمقابل میرے تم زیادہ ہوشیار ہو اور واقف بھی ہو۔ مگر مجھے اپنی رائے بتانے میں کوئی عذر نہیں۔

یہاں سب اچھے ہیں اور خیریت سے ہیں۔ صدیق واپس گئے۔ دو چار روز بعد لکھنؤ پہونچیں گے۔ عذرا اچھی ہے اماں بھی ویسی ہی ہیں۔ والدہ عذرا بھی اچھی ہیں۔ میں البتہ آتے ہی آدھے سر کے درد میں مبتلا ہو گیا تھا۔ جس کی بڑی تکلیف تھی۔ اب خدا خدا کر کے دماغ کام کرنے کے قابل ہوا ہے۔ اور اس وجہ سے تمھارے خط کا جواب دیر میں دے رہا ہوں۔ والدعا۔

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۲۸)

محبوب پورہ - جام باغ
حیدر آباد، دکن
۱۱ر جولائی ۱۸ء

برادر مکرم السلام علیکم

تمھارا کارڈ مورخہ ۶ر جولائی اور تینوں عطر پہنچے۔ میں نے تو کہا تھا کہ وی۔ پی بھیجو مگر تم نے محبت و یک جہتی کے خیال سے پیڈ بھیج دیا۔ فی الحال یہاں پینے کے تمباکو کی سخت تکلیف ہے۔ مہینے میں دس سیر تمباکو دوسرا چھوٹی شاہزادی کے ہاں کا جو ذرا کڑوا ہو بھجوا دیا کرو تو بڑا آرام ملے انتصار کی خیریت معلوم ہونے سے تسلی ہوئی مگر حکیمن کو پریشان نہ رہنا چاہیے۔ اُن کی پریشانی سے انتصار کو تکلیف ہو گی۔ یہاں سے دس روپے حکیمن کو بھیج دیے گئے ہیں۔ عزیز الدین کے موقوف ہو جانے سے صدمہ ہوا۔ یہاں سب خیریت ہے۔

تین ہی چار روز میں مکان بدل دوں گا۔ آج رات کو قصر شاہی میں ڈنر ہے۔ اور اس میں بھی بلایا گیا ہوں۔ یہاں ۲۹ر کا چاند ہوا۔ منگل کی رویت باوجود ابر کے مانی گئی اور چہار شنبہ کو عید ہوئی۔

(محمد عبدالحلیم شرر)

(۲۹)

محبوب پورہ - جام باغ
حیدر آباد، دکن
۱۴ر شوال ۳۶ھ
(جولائی ۱۹۱۸ء)

برادر عزیز سلمہ- السلام علیکم

۱۷ر جولائی کا خط ملا اور تمباکو بھی وصول ہو گیا۔ یہاں تو عید بدھ کو ہوئی۔ محمد افضل صاحب کو میں کیسے بلا سکتا ہوں۔ بلکہ یہاں کوئی جگہ خالی نہیں موجود ہے۔ اگر آئندہ ضرورت پیش آئی تو انھیں لکھوں گا۔ اُن کا خط بہت اچھا ہے مگر زود نویس نہیں ہیں۔ اور یہاں عموماً ضرورت زود نویس کی ہے۔

اُنھوں نے جو قطعات لکھے ہیں۔ یہ بیشک اچھے ہوں گے۔ لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے کہ اُن کو یہاں آنے کی زحمت دی جائے۔ یہاں کی حالت آج کل نہایت نازک اور متوحشانہ ہو رہی ہے میں ریاض حسن کو لکھ رہا ہوں کہ مطبع کو بند نہ رہنا چاہیے۔ والسلام۔

خاکسار محمد عبدالحلیم شرر

(۳۰)

از حیدر آباد ۱۹ر اگست ۱۸ء

برادر عزیز سلمہ۔ السلام علیکم! اپنی خیریت سے اطلاع دو۔ اب تو پیٹ میں درد نہیں ہے۔ دو تین روز سے جبڑا بند

ہونے کی تکلیف ہے۔ کچھ کھایا نہیں جاتا۔ وہ ایک روز میں جاتا رہے گا۔ مطبع کا کیا حال ہے۔ کوئی پریس میں ملا یا نہیں۔ مہدی کی حالت یہاں اچھی نہیں اور سچ یہ ہے کہ اُن کو لا کے میں بہت پچھتایا۔ اُن کو دفتر میں کسی جگہ پر مقرر کر دیا جس کی وجہ سے معہ سو روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔ مگر وہ ہر ایک کے سامنے یہی ڈکٹرا روتے پھرتے ہیں کہ میں بڑا شریف ہوں اور کبھی ایسی بے عزتی نہیں ہوئی اور روز جانے کی خبر اُڑتی ہے۔ اُن کی بیوی کی البتہ کوئی شکایت نہیں۔ اگر یہی حالت ہے تو اگر خود نہ گئے تو میں مجبور ہو کے نکال دوں گا۔ والسلام

خاکسار
محمد عبدالحلیم شرر

اور حالات صدیق کے خط سے معلوم ہوں گے۔

بنام حکیم عبدالحی صاحب

(۳۱)

۲۰ر اگست ۱۹۱۸ء اشیشن روڈ۔ حیدر آباد دکن

السلام علیکم۔ میرے متعلق کل حکم ہو گیا کہ حسبِ معمول وظیفہ سار اچھ سو روپیہ ماہوار پر میں اپنے وطن لکھنؤ میں بیٹھ کے تاریخ اسلام لکھوں۔ لہٰذا میں اگر جمعرات ۲۲ر اگست کو نہ روانہ ہو سکا تو بروز شنبہ ۲۴ر اگست کو ضرور مع زنانے کے یہاں سے روانہ ہوں گا۔ ہوئی تو خوشی کی بات ہے کہ میں وہاں بیٹھ کے دونوں کام کر سکوں گا۔ اور مطبع کی حالت بھی شاید زیادہ سنبھل جائے۔ روانگی اور پہونچنے کے وقت سے تم کو پہلے وقت بذریعہ تار اطلاع دوں گا۔

بہتر ہوتا کہ تم حکیمن اور انتصار کو میرے پہونچنے سے پہلے لکھنؤ میں بلا لو۔

جو عرضداشت حکیمن کی جانب سے میں نے بھیجنے کو لکھی تھی اسے یقین ہے کہ تم نے روانہ کر دیا ہو گا اور اگر نہ بھیجا ہو تو فوراً بھیج دو۔ والسلام

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

بنام محمد صدیق حسن

(۳۲)

اشیشن روڈ۔ حیدر آباد دکن یکم ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ
چہار شنبہ (ستمبر ۱۹۱۸ء)

برخوردار من سلمہٗ

دعا۔ کل میں نے جو خط تم کو بھیجا ہے وہ حضور کا حکم ملنے کے بعد بھیجا تھا۔ اس کے بعد کل شام کو باضابطہ فرمان پولیٹیکل سیکرٹری کے دفتر سے مل گیا۔ اس میں میری روانگی سے پہلے چند امور کے اجرا پانے کی ضرورت ہے۔ ان کی تکمیل ایک روز میں

نہیں ہوسکتی۔ فقط آج کا دن کارروائی کے لئے ملا ہے۔ اور آج چہارشنبہ ہے۔ کل پنجشنبہ ہے اور پرسوں جمعہ کی تعطیل ہے۔ لہذا جو کچھ ہوسکتا ہے ہفتہ کے روز ہوسکتا ہے۔ اس لئے میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ بجائے پنجشنبہ یا جمعہ کے اتوار کا دن گزار کے رات کو یعنی دوشنبہ کی شب کو یہاں سے روانہ ہوں گی۔ اس سے پیشتر روانگی غیر ممکن ہے۔

دوسرے بادی النظر میں یہاں سے لکھنؤ تک رزرو کمپارٹمنٹ کا انتظام غیر ممکن ہے۔ ٹریفک منیجر کو بھی لکھا ہے۔ مگر کامیابی کی امید نہیں اور ایسی صورت میں میں بجائے میل کے تھرڈ کلاس ایکسپریس میں جھانسی تک اور وہاں سے سیکنڈ میں لکھنؤ تک آؤں گا۔

اس زمانے میں تم کو روزانہ یا دوسرے روز خطوط بھیجتا رہوں گا۔ ان سے تم کو میرے ارادوں کا حال معلوم ہوتا رہے گا۔

میرے لئے علاوہ وظیفہ کے دو سال کے لئے پانچ سو روپیہ ماہوار یعنی جملہ چھ سو روپیہ کی منظوری دو سال کے لئے ہوئی ہے جیسا کہ پہلے میں دو سال کے لئے بلایا گیا تھا۔ مگر کل کے فرمان میں لکھا گیا ہے کہ اب وہ سال یکم ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ سے محسوب ہوں گے یعنی یکم ذی الحجہ سے دو سال تک مجھ کو چھ سو روپیہ ماہوار گھر بیٹھے ملتے رہیں گے۔ والدعا

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

یکم ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

بنام محمد صدیق حسن۔ دفتر دلگداز۔ لکھنؤ

(۳۴۳)

بنام سید محمد جامع صاحب کانپور

دلگداز

کٹرہ بزن بیگ خاں۔ لکھنؤ ۲۹ اپریل ۱۹۲۱ء

برادر مکرم و محترم۔ تسلیم

رشید سلمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق گو نہ مطمئن ہوگیا تھا کہ ہومیوپیتھک علاج سے فوری اور نمایاں افاقہ ہوا۔ اگرچہ آپ کی تحریر سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ مگر ان کی حالت ابھی تک قابل اطمینان اور خطرے سے باہر نہیں نظر آتی۔ دماغی حالت کا درست نہ ہونا اور فالج کا اندیشہ ایسی باتیں ہیں جو نہایت ہی پریشان کرتی ہیں۔ حکیم عبدالمجید صاحب مجھ سے بار بار کہہ رہے تھے کہ "خدا کے لئے لکھیئے کہ سر رو کی فصد لے لیں۔ فوراً نمایاں افاقہ شروع ہو جائے گا۔" مگر مجھے مناسب نہ معلوم ہوا کہ بغیر خود طبیب کے موجود ہونے کے ایسے خطرناک مرض کا علاج دور سے بتایا جائے۔ ارادہ ہوا تھا کہ ان کو ایک روز کے لئے لے آؤں۔ مگر خیال کیا کہ سول سرجن اور مستند ڈاکٹروں کے سامنے ان کی کون سنے گا۔ مگر متعدد تجربوں کے باعث میری بھی یہ رائے تھی کہ ابتدا میں اگر فصد لے لی جاتی تو یہ خطرناک صورت نہ پیدا ہوتی۔ اور اب تو معلوم ہوتا ہے کہ پیچیدگیاں بڑھ گئی ہیں۔ بہرحال خدا سے دعا ہے کہ ان کو صحت عطا کرے۔

میں نے تو خود دیکھا تھا کہ اگرچہ استوائے سفر سخت مضر ہے مگر آپ مجبور رہیں۔ ایسی حالت میں کوئی جانے کا مشورہ نہ دیتا۔ بہرحال اب خدا کرے رشید سلمۂ جلد تر اچھے ہوں اور مجھے آپ کے اور بچوں سلمہم اور ان کی والدہ سلمہا کے دیکھنے کا موقع ملے۔ رشید احمد سلمۂ کے حالاتِ صحت سے ضرور اطلاع دیتے رہیے۔

میں بھی آج کل پریشان ہوں۔ داروغہ محفوظ علی صاحب ایک بچپن کے پرانے دوست تھے۔ کل بیچارے کا انتقال ہوگیا۔

والسلام۔

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۳۴)

دلگداز پریس۔ کٹرہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۸۔ محرم ۱۳۴۱ھ دوشنبہ
(اگست ۱۹۲۲ء)

برخوردار من سلمہ دعائے ترقی عمر و اقبال

مژدہ تازہ یہ ہے کہ رات کو ۲ بج کر ۲۰ منٹ پر اختر سلمہ کا بھائی پیدا ہوا ہے۔ اور صد شکر کہ کوئی زیادہ زحمت اور تردد کی نوبت نہیں آئی۔ ابھی تک کوئی تاریخی نام خیال میں نہیں آیا۔ ایک نام ہے "مظہر الاسلام" جو اختر الاسلام کی جوڑ کا ہے۔ مگر اس میں کل ۱۳۲۸ء آتے ہیں ۱۳ اور بڑھائے جائیں تو پورے ۱۳۴۱ھ ہوتے ہیں۔ اگر "آزاد" کا لقب بھی اس میں سے قرار دے دیا جائے تو یہ کمی پوری ہو سکتی ہے کیونکہ آزاد کے عدد ۱۳ ہیں۔ ایک اور نام ہے جس میں پورے ۱۳۴۱ھ آتے ہیں۔ وہ نام "محمد منظور احمد" ہے۔ تم کو ان میں سے جو نام پسند ہو رکھ دیا جائے۔ تاریخی نام رکھنے کے ساتھ یہ وضع نہیں نبھ سکتی کہ ناموں کا قافیہ بھی ملتا رہے میں تو محمد منظور احمد کو پسند کرتا ہوں۔

ایک دوسرا امر مشورہ طلب یہ ہے کہ عذرا کے متعلق قاضی صاحب اور خود رشید ——— کے یہاں تو اُن کی بے پروائی سے قطع تعلق ہوگیا۔ ادھر اُدھر فکر کی جاتی ہے اور سخت تردد ہے۔

اختر کی والدہ کی طبیعت تمہارے جانے کے بعد اچھی نہیں رہی۔ قلب نہایت کمزور ہے اور ایک دورہ سا ہوتا ہے جس میں ٹھنڈا پسینہ اس قدر آتا ہے کہ پانی برستے میں بھی سارا کُرتا پسینہ سے تربتر ہوگیا۔ اور ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی کمزوری اور سستی یہاں تک بڑھتی ہے کہ غشی کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ کل میں نے حکیم عبدالمعید صاحب کو بلایا تھا انھوں نے ایک نسخہ لکھ دیا۔ جو کل سہ پہر سے پلایا گیا۔ مگر ابھی تک کوئی نمایاں افاقہ نہیں نظر آتا یقین ہے کہ دو ایک روز میں ضرور فائدہ ہوگا۔ والدعا

خاکسار
محمد عبدالحلیم شرر

(۳۵)

دلگداز۔ کٹرہ بزن بیگ خان
لکھنؤ

۱۱ر محرم الحرام سنہ ۴۱ھ
(اگست سنہ ۱۹۲۲ء)

لخت جگرم سلمہ اللہ تعالےٰ

دعا۔ کارڈ مورخہ ۲۹ر اگست ملا۔ پرسوں میں خیریت کا خط بھیج چکا ہوں۔ بیشک والدہ اختر پہ ضعف قلب اور ناتوانی کا سخت حملہ تھا۔ مگر دو ہی تین نسخوں میں شکایت جاتی رہی۔

آجکل تو سب سے بڑی پریشانی حکیم سید حسن کی بیماری کی ہے۔ اس وقت تک حکیم سید عبدالمعید کا علاج رہا۔ آج مہونے سے ننھے آئے ہیں اور سنتا ہوں ڈاکٹر انصاری کے لانے کو گئے ہیں۔

سید کا ورم تو اعضائے اسفل اور ٹانگ دونوں میں کم ہوگیا۔ کمزوری کی تکلیف بدستور ہے۔

والدہ اختر سلمہ کی طرف سے اطمینان رکھو۔ اختر کو دعا۔ والدعا۔

خاکسار محمد عبدالحلیم شرر

(۳۶)

دلگداز۔ کٹرہ بزن بیگ خان
لکھنؤ

۲ر ربیع الثانی سنہ ۴۹ھ چہارشنبہ
م۔ ۲۲ر اکتوبر سنہ ۲۲ء

برخوردارمن سلمہ اللہ تعالےٰ

تمھارا ۱۷ر نومبر کا خط مجھے آج ۲۲ر کو ملا۔ مولوی عبدالحق صاحب نے مجھے جو خط لکھا ہے اس میں بھی نہ انکار کیا ہے نہ پوری امید دلائی ہے۔ آجائیں تو اچھا ہو۔ مدت سے ملاقات بھی نہیں ہوئی۔

ابھی تک روپیہ مجھے ملا تو نہیں لیکن عنقریب ملنے کی امید ہے باقی اسطرف سے کارروائی مکمل کر دی ہے۔ نذیر حسین سلمہ نے فنانس کا مراسلہ موصولہ محاسبی کا نشان و تاریخ لکھا تھا۔ اسی کے حوالے سے میں نے صدر محاسب صاحب کو لکھا ہے کہ رقم منظور شدہ بذریعہ بنگال بینک حسب معمول سابق ایصال کرائیں اور اس کا ثمن مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کے دفتر فنانس دفتر معتمدی تصانیف دفتر نظامت تالیف و ترجمہ کو بھی دے دیا ہے۔

احسن سلمہٗ مع زکیہ اور بچوں کے ۱۵ نومبر کو یہاں آگئے۔ اسی تاریخ میں وہ اور والدہ عذرا کان پور میں مولوی جامع صاحب کے یہاں کی تقریب میں شریک ہونے کو گئے تھے اور سولھویں کی شام کو واپس آئے۔

ننھے کی والدہ اور بہنیں مہونے سے پرسوں شام کو آگئیں۔ میں نے یہ انتظام کیا ہے کہ بیٹھکے کے مکان اور شفا خانہ والے مکان میں راستہ کر کے ان کی صفائی کرا دی اور اس میں زنانہ کر دیا۔ یہ دونوں مکان زیادہ وسیع ہول سے اور شاید کم تکلیف ہو۔ پنڈت لالتا پرشاد کا نیا مکان ننھے کے لئے لے لیا ہے۔ ان کی والدہ وغیرہ اسی میں اتری ہیں۔ چوتو جی کے مکان

ہیں اور راورست نزاکتوں کے مکان میں مہمانوں کے ٹھہرنے کا انتظام کیا ہے۔ تم یہاں آکر جو مناسب دیکھنا کرنا۔ خیال یہ ہے کہ اپنا زنانہ مکان خالی کرا کے اور خوب صاف کر کے اس میں محفل نکاح اور سامان وعوت ہو۔ آئندہ جو تمہاری رائے اور تجویز ہو۔ تم کو کم از کم پندرہ روز کے لئے آنا چاہیئے۔ بغیر اس کے نہ کام چلے گا۔ اور نہ اس سے پہلے تم کو فرصت ہو سکے گی۔

نتھے کی اچکن کے لئے ابھی تک انتظام نہیں ہوا۔ اب یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے جامہ وار کا ایک تھان جو مردانہ وضع کا نفیس ہو اپنے ساتھ لیتے آؤ۔ یہاں میں تم کو اس کی قیمت دے دوں گا۔ میں ۲۰ دسمبر کو تمہارا منتظر رہوں گا۔ ۲۰ سے پہلے روانہ ہو سکو تو اچھا ہے۔ تاریخ عقد میں کوئی رد و بدل نہیں ہوا۔ ۱۹ ربیع الثانی ۹ دسمبر کو ٹھیک دس بجے صبح کے عقد ہو گا۔

والسلام۔

خاکسار

محمد عبدالحلیم شررؔ

(۳۷)

دفتر دلگداز۔ کٹرہ بزن بیگ خان
لکھنؤ

۱۵ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ
سہ شنبہ (جنوری ۱۹۲۴ء)

برخوردار من سلمہٗ

کئی ہفتوں سے تمہارا خط نہیں آیا۔ بمبئی سے واپس آکر تم نے کوئی اطلاع نہیں دی۔ وہ صاحب جو اورنگ آباد سے یہاں آئے اور واپس جانے والے ہیں آج تک نہیں آئے۔ اور نہ یہ معلوم ہے کہ کہاں ہیں اور کب جانے والے ہیں۔ تم نے جن چیزوں کو مانگا ہے۔ تیار رکھی ہیں۔ مگر ان کا پتہ نہیں۔

یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ مولوی عبدالحق صاحب کو کوئی باورچی ملا یا نہیں۔ جستجو سے مجھے اتنا معلوم ہوا کہ اگر کوشش کی جائے تو اچھا باورچی بھی ہفتہ عشرے کے اندر مل جائے گا۔ مگر یہ بتاؤ کہ تنخواہ کہاں تک دی جا سکتی ہے۔ اچھا باورچی تیس روپیہ سے کم مشکل سے ملے گا۔ معمولی درجے پر اور اوسط درجے کا بیس یا پچیس پر۔ جب وہ فرمائیں مجھے خبر دو کہ پوری کوشش کی جائے

فی الحال مقبول حسین صاحب وصل مولوی محمد سبحان اللہ خاں صاحب کی نوکری چھوڑ کے میرے یہاں دلگداز پریس میں آنے کو تیار ہیں۔ کام یہ کہ مطبع کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے کر اسے ترقی دیں گے۔ اور جب ترقی دیں کے بغیر کسی تنخواہ کے اور جتنی ترقی دیں اسی کے مناسب ماہوار کے مستحق ہوں گے۔ میں نے کہا میرا پریس مردہ پریس ہے۔ اس پر اپنی زندگی کیوں خراب کیجئے۔ مگر وہ مستعد ہیں۔ لیکن یہ ایسی بات ہے جس کا وجود میں آنا امکان سے باہر معلوم ہوتا ہے) اس کے علاوہ ان کی خواہش یہ ہے کہ میں تم کو اور مولوی محمد عبدالحق صاحب کو خطوط بھیج کر خواہش کروں کہ انجمن کے کام میں ان سے مدد لیں۔ میرے خیال میں وہ بڑے مستعد دوڑنے والے اور غیر معمولی درجے کے کارگزار آدمی ہیں۔ اگر مولوی صاحب ان سے کام لیں گے تو بے نتیجہ نہ رہے گا۔ اس کے علاوہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک وسیع و مستند لغت اردو دس سال کی محنت میں تیار کیا ہے جس میں ترتیب کا کام صرف باقی ہے مواد سب جمع ہو گیا ہے۔ اگر لغت کی ترتیب میں بھی ان سے کام لیا جائے

تو وہ نااہل نہ رہیں گے۔ بہرحال مولوی صاحب سے تذکرہ کرو۔ میں بھی انھیں بلا واسطہ لکھتا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ چالاک اور چلبلے بنے ہوئے ہیں اگر انسان ہوشیار رہے تو ان سے غیر معمولی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ماہوار کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ جب میں کام کو ترقی دے کے فائدہ پہنچاؤں گا اسی نسبت سے دی جائے۔ غرض اس بارے میں تمھاری اور مولوی عبدالحق صاحب کی جو رائے ہو اس سے اطلاع دو۔ فقط۔ والدعا

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شررؔ

(۳۸)

دلگدازہ۔ کنڑہ بزن بیگ خاں ۱۰ رجب ۱۳۴۴ھ سہ شنبہ

لکھنؤ (فروری ۱۹۲۶ء)

دعا۔ بہت دنوں سے تمھارا کوئی خط نہیں آیا۔ نہ خیریت معلوم ہوئی۔ جن صاحب کو تم نے بھیجا تھا اور ان کے ہاتھ کچھ چیزیں منگوائی تھیں میں منتظر رہا اور وہ نہیں آئے۔ پھر سنا کہ وہ اورنگ آباد پہونچ گئے اور سنا کہ یہاں آئے اور کسی سے ملاقات نہ ہوئی۔ بادی النظر میں یہ دشوار معلوم ہوتا ہے اور شاید وہ سہ پہر کو آئے ہوں یا مغرب کے وقت آئے ہوں۔ اور بغیر کسی سے کہے سنے کسی کا موجود نہ ہونا اس کے بے خبر کہے چلے گئے ہوں۔ اس کا افسوس تھا کہ تم نے جو چیزیں مانگی تھیں نہ جا سکیں۔

اب میں نے کل ایک پارسل ڈاکخانہ کا جس میں چار سیر کے قریب پٹری حلوا سوہن۔ چوزی اور بادام کی لوزات ہیں روانہ کر رہا ہے۔ اور آج بیس سیر کا ریلوے پارسل علیٰحدہ روانہ کیا ہے جس میں چار گوبھی کے پھول۔ مٹر کی پھلیاں۔ دو فیض آبادی بنڈے بڑے بڑے جو وزن میں تین سیر ہیں۔ ماش اور بڑیاں ہیں۔ رسید سے اطلاع دینا۔

یقین ہے کہ اختر سلمہ اچھا ہوگا۔ اب کس درجے میں ہے اور کیا پڑھتا ہے۔ آقا قمر علی صاحب کے جانے کے بعد سے افتخار کی تعلیم بھی میں نے اپنے ہاتھ میں لے لی ہے جس سے امید ہے کہ نکل جائے گا اور اچھا رہے گا۔ فارسی کی دوسری کتاب بھی ختم ہوگئی۔ دو تین روز میں تیسری شروع کرے گا۔ فارسی میں ایک گونہ استعداد پیدا ہوگئی ہے اور ایک اور مولوی صاحب مولوی محمد ظہیر آتے ہیں۔ وہ قرآن پڑھاتے ہیں۔ بائیسواں پارہ پڑھتا ہے۔ اور رمضان سے پہلے قرآن ختم ہو جائے گا۔ ساتھ ہی ساتھ مولوی ظہیر کے کہنے سے اسے میزان الصرف کی پوری آخر تک کی گردان زبانی یاد کرا دی ہے۔ اور اب منشعب کے ابواب شروع کریں گے۔

قرآن ختم ہونے پر میں عربی شروع کرا دوں گا۔ جس کے لئے میں نے مصری مدارس کا کورس منگوا لیا ہے۔ اس کے علاوہ روز مدرسے میں جاتا ہے جہاں اردو پڑھتا ہے۔ مولوی صاحب یعنی وہاں کے ہیڈ ماسٹر کو پانچ روپیہ مہینہ دیتا ہوں۔ گھر پر آ کے حساب اور املا کی خاص طور پر تعلیم دیتے ہیں۔ چنانچہ اس کا خط بھی درست ہوتا جاتا ہے اور حساب جمع۔ تفریق۔ ضرب۔ تقسیم سکھا دیے۔ بیس تک پہاڑے یاد کرا دیے۔ اور اب جمع مرکب شروع کرائی ہے۔ یہ چیزیں تقریباً آٹھ ماہ سے خوب پابندی کے ساتھ چل رہی ہیں۔ اگر یہ تعلیم تین سال بھی جم کے ہوگئی تو نکلنے کے قابل ہو جائے گا۔ انگلش کی نسبت ارادہ ہے کہ جب عمر نو سال کی پوری ہو جائے گی تو گھر میں میں خود شروع کرا دوں گا۔ اور اپنی مدد کے لیے کوئی ماسٹر مقرر کر دوں گا۔ ابھی اس کی عمر سات سال ۴ مہینے کی ہے۔ ایک برس اور آٹھ ماہ میں

نرسال کا ہوجائیگا۔ اس مدت میں اگر پرائیویٹ تعلیم اچھی اور مسلسل جاری رہے تو عام مدارس کے لڑکوں سے وہ اچھا ہوجائے گا۔

عذرا کل جھوسنے گئی ہیں اور ننھے خلیل آباد میں ہیں۔ زاہد کا مقدمہ تو جوڈیشل میں ختم ہوگیا۔ مگر ابھی فیصلہ نہیں سنایا گیا ہے وزیر حسن اور ایک دوسرے انگریز جج کے متحدہ اجلاس پر تھا۔

مولوی محمد عبدالحق صاحب امید ہے کہ اچھے ہوں گے۔ دلگداز میں ایک مختصر سا ریویو "اردو" پر کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں جن کے مضامین لکھتا رہا۔ جس سے یہ ہوا کہ دسمبر ۲۳ء تک کے پرچے مکمل ہوگئے۔ جنوری اور فروری ۲۴ء کے بھی اسی سلسلے میں لکھنے کے بعد ناول نا رانہ لکھنا شروع کر دوں گا۔ ایک ارادہ ہے کہ روم کا عہد قدیم اور آغاز سیحیت کا ایک تاریخی ناول لکھوں۔ جس کا مواد گبن وغیرہ سے لیا ہے۔

اپنی خیریت سے جلد اطلاع دو۔ سلیمن سلمہا اور بچوں کو دعا۔

(عبدالحلیم شرر)

(۳۹)

دلگداز پریس۔ کٹرہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۱۷ر شعبان ۴۲ھ روز چہار شنبہ
(مارچ ۱۹۲۴ء)

برخوردار من سلمہ

دعا۔ تمھارا خط آیا۔ "ہسٹری آف میڈیسن" کی قیمت تھیکر اسپنک نے بھی یہی ۱۲/ بتائی ہے۔ تارا پور والا نے کوئی کمی یا تخفیف نہیں کی۔ ہمایوں نامہ آج میں روانہ کرتا ہوں۔ شکنتلا کا ترجمہ پہونچا اور اصل کتاب بھی آئی۔ منشی فضل حسین صاحب پھر نہیں آئے۔ ورنہ میں نے ایک ان کے حوالے کر دیا ہوتا دشواری یہ ہے کہ میں کل جمعرات کو حکیم عبدالمعید صاحب کے ساتھ دہلی جانے والا ہوں۔ سات آٹھ روز میں واپسی ہوگی۔ اب اسوقت تک کیلئے خطوط کا سلسلہ ملتوی رہے گا مولوی عبدالحق صاحب نے بھی اس کتاب کے خاص اہتمام سے چھپوانے اور جدید ڈرامیٹک تصویریں داخل کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ ہندو آرٹسٹوں نے اس ڈراما کے متعلق تصویریں تو بہت بنائی ہیں۔ مگر اصلیت سے سب دور ہوگئے ہیں۔ مولوی عبدالحق صاحب نے جو تجویزیں بتائیں وہ بہت بکار آمد ہیں اور اگر ان پر عمل ہو سکا تو اردو ڈراما بلحاظ چھپائی کی نوعیت کا پہلا اور سب سے اعلیٰ ہوگا۔ ضرورت ہے کہ ہر سین کی تصویر جدا ہو۔

مولوی عبدالحق صاحب مجھ سے وعدے تو بہت کر گئے ہیں اور یقیناً وہ ان وعدوں کے پورا کرنے کی کوشش بھی کریں گے لیکن ان کا پورا ہونا ان کے اختیار کی چیز نہیں ہے۔

جامع صاحب کے اضطراب کا یہ حال ہے کہ علاج شروع کرنے سے آٹھ ہی دس روز بعد صرف ایک دست پر ڈھال پن پیدا ہونے سے گھبرا کے حکیم عبدالحبیب صاحب کا علاج شروع کر دیا۔ حکیم عبدالحبیب صاحب سل اور دق کی راستے قائم کر چکے تھے لہذا ان سے رجوع کرنے کا کوئی نتیجہ ہی نہ تھا۔ چنانچہ ان کا علاج شروع ہونے کے تیسرے دن اتفاقاً مجھ سے ان کی ملاقات ہو گئی۔ تو میں نے پوچھا کہ آپ نے تو سل تجویز کی ہے کہا ہاں میری رائے یہی ہے اور علاج میں صرف دفع الوقتی کرنے اور طبیعت پر

مثلاً انتعاش حرارت کی کوشش کرتا ہوں۔ آٹھ روز ان کے علاج نے بالکل ناطاقت کرکے حالت ابتر کردی، اب ایک ہومیوپیتھک بنگالی ڈاکٹر کا علاج ہو رہا ہے۔ وہ ڈاکٹر چیف کورٹ میں نوکر اور پرائیویٹ علاج کرتے ہیں۔ اور مولوی جامع صاحب کا بیان ہے کہ ان کے علاج سے دست صرف دو میں آجاتے ہیں اور اجابت ٹھیک ہوتی ہے۔ حرارت ۹۸ - ۹۹ کے قریب رہتی ہے اور ۱۰۰ سے نہیں تجاوز کرتی ـــــ کچھ قوت بھی نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں نے بہت سے تھائیس کے مریض اچھے کئے ہیں اور ہمارے یہاں سل لاعلاج مرض نہیں ہے۔

اختر سے قلم کے لئے کہہ دوں گا۔ وہ سنتا تا تو نہیں، مگر افتخار، اختر اور ضیا کی لڑائیوں نے ناک میں دم کر دیا ہے۔ ایک استاد سے پڑھ ہی نہیں سکتے۔ زکیہ تینوں سے خفا ہوگئیں اور ماسٹر صاحب (کو) بلا کے کہا میرے لڑکے کو یہاں آکے پڑھا جایا کیجئے۔ ماسٹر صاحب نے مجھ سے کہا اگر الگ وہاں پڑھاؤں گا تو پوری تنخواہ صرف لوں گا۔ حالاں کہ میں نے یہ کہہ دیا تھا کہ آپ اس کو بھی پڑھائیے۔ چھ ماہ بعد جب پاس ہو جائے گا۔ تو [1] روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو اکٹھا معاوضہ ادا کر دوں گا۔ لیکن تجربہ یہ ہے کہ ماسٹر صاحب تینوں کو بمشکل پورے دو گھنٹے ہی پڑھاتے ہیں۔ لہٰذا مناسب یہ نظر آتا ہے کہ ہر لڑکے کے لئے جداگانہ ماسٹر مقرر کر دیا جائے۔ بلکہ اسکول بھی بدل دیا جائے۔ کیونکہ ایک ساتھ رہ کر سب خراب ہوتے ہیں۔

بہرحال دہلی سے واپس آکر کوئی انتظام کروں گا۔ والدعا

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۴۰)

دلگداز۔ کٹرہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۲۹ر ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ
(جولائی ۱۹۲۴ء)

برخوردار من سلمہٗ

دعا۔ تمہارا خط مورخہ ۳۰ر جولائی ۲۹ر اگست کو ملا۔ ان دنوں تمہارا کوئی خط نہ آنے سے سخت تردد تھا۔ یہ خط پاکر بخوبی اطمینان ہوگیا۔ میری حالت یہ ہے کہ روز بروز کمزوری بڑھتی جاتی ہے۔ جو پرہیز ضروری ہے ہو نہیں سکتا۔ مگر جب دو چار دانے نکل آتے ہیں اور خطرناک صورت پیدا کرتے ہیں تو سختی سے پرہیز کرنا پڑتا ہے اور وہ ضعف و ناطاقتی کو بڑھا دیتا ہے۔ ابھی حال میں غالباً آم کھانے سے چند دانے داڑھی کے اندر اور پیشانی پر نکل آئے تھے۔ جب کسی طرح نہ اچھے ہوئے تو مجبوراً ڈاکٹر عبدالحمید کے مشورے سے پرہیز شروع کیا۔ اس بارہ روز کے پرہیز میں ان دانوں میں صحت کے آثار نمایاں ہوئے اور جب خشک ہوگئے تو میں نے پھر دوبارہ آم کھائے۔ پیشانی پر پھر ایک دانہ نکلا اور اس نے اس قدر زور کیا کہ داہنی طرف کا نصف چہرہ متورم ہوگیا۔ آنکھ کے پپوٹے اوپر اور نیچے کے بہت سوج گئے۔ آنکھ بند ہونے کے قریب پہنچ گئی۔ پھر وہی سختی

---

[1] یہاں اصل خط میں ایسا دھبہ پڑ گیا ہے کہ رقم پڑھی نہیں جاتی۔

پرہیز میں شروع کر دی - اب کل سے ورم اترا اور وہ دانہ روبہ اصلاح ہوتا ہے - داہنا ہاتھ شانے کے پاس سے اکھڑا ہوا سا ہے - کوئی چیز ہاتھ بڑھا کے اٹھانی دشوار ہے - ہزار تدبیریں کیں لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا - غنیمت یہ ہے کہ لکھنے میں مطلق تکلیف نہیں ہوتی -

تمھارے دیکھنے کو جی چاہتا ہے! اور تمھاری معذوریاں بڑھتی جاتی ہیں - کام کی یہی صورت ہے تو کبھی برابر کے درجے مددگار کا ہونا ضروری ہے - خود پریس کے کام کے لئے کہیں باہر جانے کی ضرورت پیش آئے گی تو کیا کرو گے - تم نہیں آتے تو میں ہی دو دن کے لئے چلا آتا بلکہ افسوس کہ میں نہیں آ سکتا - مولوی عبدالحق صاحب نے اس زمانے میں زور دار وعدے کے ساتھ مجھے وہاں جانے کا وعدہ کیا تھا - خدا جانے وہ کس زمانے پر محمول ہے - اور سائر اور نہیں وہ اتنی کوشش فرماتے کہ مجھے کبھی کبھی وہاں آ کر دو ایک ہفتہ رہنے اور خصوصاً خلد آباد کے کسی بنگلے میں قیام کی اجازت مل جاتی تو خوب ہوتا -

اب میں نے تاریخ اسلام کا آگے کا حصہ لکھنا شروع کر دیا - حضرت معاویہ کا عہد لکھ رہا ہوں - ارادہ ہے کہ ایک جلد مرتب ہونے کے بعد صاف کر کے بندگان خسروی کے ملاحظہ میں بھیج دوں - چاہیں لیں یا واپس کر دیں -

عذرا یہیں ہیں - ان کی ایک بہن پیدا ہوئی ہے - کوئی مانوس نام (نہ) ملا - تو میں نے تاریخی نام "سعید عالم خاتون" رکھ دیا - جس سے ۱۳۴۳ھ نکلتے ہیں ظفر الاسلام کی صحت سے اطلاع دو - ان دنوں یہاں بھی چیچک کا زور تھا - فیاض کو اور شبراتی کو نکلی - مگر اچھے ہو گئے - والدعا

خاکسار - محمد عبدالحلیم شرر

اختر یقین ہے بالکل اچھا ہو گا -

(۴۱)

دلگداز پریس - لکھنؤ

۱۹ شوال ۱۳۴۳ھ روز چہار شنبہ
(اپریل ۱۹۲۵ء)

برخوردار من سلمہٗ

دعا - چھ پنسیری خریوزے آج روانہ کئے گئے ہیں - جو چار چھابوں میں ہیں - پرسوں میں تم کو اطلاع دے دی تھی - امید ہے کہ اس خط کے پہنچنے پر اور بلٹی ملتے ہی تم نے منگوا لئے ہوں گے - بلٹی اس خط میں ملفوف ہے -

آج تتے کے مقدمہ کی پیشی ہے - سراج اور سب لوگ لڑکے اور بوڑھے عدالت مجسٹریٹی میں گئے ہوئے ہیں - کل بھی پیشی ہے اور اب اس کے بعد صفائی طلب ہو گی -

ابھی ابھی مولوی وحید الدین صاحب سلیم تشریف لائے تھے، جو تھوڑی دیر بیٹھ کے چلے گئے - اور میں ان کی کوئی خاطر مدارات نہ کر سکا کیونکہ گھر میں کوئی نہیں ہے - فقط دو ناول نذر کر دیئے - ایک طاہرہ اور دوسرا مینا بازار، وہ تم سے مل کے آئے ہیں - اور تمھاری مستعدی و کارگزاری کے بڑے مداح ہیں - کہتے تھے پہلے انھیں آپ کے پریس سے کبھی تعلق نہیں

رہا ہے۔ مگر اس کام کو انہوں نے ایسی خوبی سے انجام دے دیا ہے اور دے رہے ہیں کہ جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ والدعا

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شررؔ

(۴۲)

دفتر دلگداز۔ کنزہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۳ ذی الحجہ ۴۳ھ
(جون ۱۹۲۵ء)

برخوردار من۔ دعا

میری حالت وصحت اب اچھی نہیں رہتی، ہاتھ کے درد کے علاوہ ذیابیطس کا بھی ان دنوں زور ہوگیا ہے کئی دانے چہرے پر نکل آئے جو اچھے ہونے کو نہیں آتے۔ میں نے آج سے پھر پورا پرہیز شروع کیا ہے، روٹی اور چاول ترک کر دیئے۔
تمھارے لیئے کل یا پرسوں ۵۰ آم سفیدے اور ایک ڈھیری دسہری کی روانہ ہوگی۔ اور ملتی بعد میں آئے گی۔ شیشن پر آدمی بھیج کر منگوا لینا۔ والدعا

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شررؔ

(۴۳)

دلگداز۔ کنزہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۵ شوال ۴۴ھ
(اپریل ۱۹۲۶ء)

برخوردار من سلمہٗ

دعا۔ کل تمھیں کارڈ بھیج چکا ہوں۔ مگر رات کو تمہارا جو کارڈ آیا، جو اختر کے نام ہے اس میں تم نے لکھا ہے کہ دوسرے تھان سے میں اپنی شروانی بنا لوں۔ اور لڑکوں کے لیے تم اور تھان روانہ کروگے۔ اس کی مطلق ضرورت نہیں۔ لڑکوں کی شروانیاں بن گئیں۔ اور گرمیوں کا موسم آ گیا۔ اب کسی تھان کے میرے لیے بھیجنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ میرے پاس بقدر ضرورت کافی شروانیاں موجود ہیں لہذا تم اب اس کی مطلق کوشش نہ کرنا۔ فقط والدعا

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شررؔ

(۴۴)

دلگداز پریس۔ کنزہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۱۵ شوال ۱۳۴۴ھ روز چہار شنبہ ۱ اپریل ۱۹۲۶ء

لخت جگرم سلمہٗ

دعائے ترقی وعمر واقبال۔ تمہارا خط پرسوں ملا تھا اور اسی دن مولوی عبدالحق صاحب کی رپورٹ دمواز نہ انجمن ترقی اردو پہنچے۔ ان پر مختصر نوٹ لکھ کے اور دستخط کر کے میں نے کل واپس کر دیئے ہیں۔ مولوی صاحب مجھ سے وعدہ کر گئے تھے کہ جس روز حیدرآباد جائیں گے

تو مجھے تار دے دیں گے کہ میں تار پاتے ہی بارگاہ خسروی میں ایک عرضداشت صرف اس مضمون کی کہ مجھے حیدرآباد میں کبھی کبھی آنے اور ٹھہرنے کی اجازت عطا ہو، مولوی احمد حسین امین جنگ بہادر کی معرفت روانہ کر دوں۔ چنانچہ آج میں نے وہ عرضداشت روانہ کر دی۔ مولوی صاحب تشریف رکھتے ہوں یا جب آئیں ان سے کہہ دینا۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ کوشش کر کے منظور کرا دیں گے۔ اور مجھے طبقات ابن سعد کا ترجمہ دلوانے کا بھی وعدہ کر گئے ہیں۔ اگر یہ وعدہ یاد رہا تو وہ بھی یاد ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ اس عرضداشت کے ملاحظہ کرنے پر حضور کو میری کارروائی بھی یاد آ جائے گی۔ تم ایک قلم مجھے دے گئے تھے اور میں اس وقت تک اسی سے لکھتا اور میں اب فاؤنٹین پن سے لکھنے کا عادی ہو گیا ہوں۔ مگر یہ تمہارا والا قلم موٹا پڑ گیا ہے جس کا لکھا ہوا مجھے اچھا نہیں لگتا۔ تم نے جو قلم لڑکوں کے نام بھیجے ہیں ان میں سے افتخار اور ضیا کے قلم تو ہیں مگر اختر کا قلم آنے کے دوسرے ہی دن ٹوٹ گیا۔ وہ کہیں گیا تھا۔ خر نے خدا جانے کھول لینے کے لیے کیا کیا کہ ٹوٹ گیا۔ ضیا کے قلم سے میں نے کل اور آج لکھا۔ تم تو اس کی تعریف کرتے ہو اور بے شک اس کا نب میرے مذاق میں اچھا ہے مگر خرابی یہ ہے کہ بار بار اور جلد جلد روشنائی بھرنا پڑتی ہے۔ پرانے قلم میں روشنائی تین چار روز چلتی ہے مگر اس قلم میں چار ہی پانچ سطریں لکھنے سے روشنائی ختم ہو جاتی ہے۔ ارادہ ہے کہ کسی دن آپ کے وہاں سے ایک نیا قلم لے آؤں۔ تم چونکہ اس کے مصر ہو کہ کسی کارخانے اور میکر کے قلم کا پرزہ نہیں زیادہ چلنے والا اور اچھا ہوتا ہے اور گراں قیمت کے قلم لینے سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔

جمیل کا معاملہ نہایت نازک اور افسوسناک ہو گیا۔ جس کو اس کی بے عقلی اور بدمزاجی نے بڑھا دیا۔ یہاں کر جی علاج کرتے تھے اور آخر تک علاج کرنے پر تیار تھے۔ اس میں گیارہ انجکشنوں کے بعد میں گیا۔ وہ بھی پہونچا۔ تمہارا خط گھر میں پڑھا تھا کہ جمیل کی لڑکی سن رہی تھی۔ اس نے جمیل سے جا کر کہہ دیا اور ان سے عزیزہ تک پہنچ گیا۔ عزیزہ آج کل ناراض ہیں اور یہاں نہیں آتے۔ عذرا کی ماں سے خفا ہیں۔ انہوں نے شاید ان کی لگائی بجھائی کی عادت پر ان کو برا بھلا کہا۔ ان کو خبر ہو گئی اور خفا ہو گئے۔ بہرحال ایسی حالت میں جمیل کو وہاں ہرگز نہ رکھنا چاہیے۔ تم بندوبست کر کے اسے لکھنؤ پہنچا دو واحد فوراً روانہ کر دو۔ اس لئے کہ اب اس کا زیادہ قیام تمہارے اور تمہارے احباب اور ملازمین پر برا اثر ڈالے گا۔ اور وہاں اسے تکلیف بھی ہوگی۔ ماں سے لڑنا اس کے لئے کوئی نئی بات نہیں۔ بارہا ایسی حرکتیں کر چکا ہے میں نے سنا ہے کہ عزیزہ کی بیوی اس کا حال سن کر بہت روئی اور واقعی رونے ہی کی بات ہے۔

میری حالت یہ ہے کہ حکیم عبدالمعید کے علاج نے دماغ کو ایسا فائدہ پہنچا دیا کہ اب بالکل پہلے کی طرح لکھتا پڑھتا ہوں۔ بجز اس کے کہ دماغ جلدی تھک جاتا ہے اور کوئی شکایت نہیں۔ مگر بہرا پن بڑھتا جاتا ہے جو یقیناً والد اور والدہ مرحومین کا ورثہ ہے۔ نظر کی خیرگی تو مرتضیٰ خاں کا سرمہ بالالتزام لگانے سے کم ہوتی معلوم ہوتی ہے۔ مگر ثقل سماعت دور ہونے کی کوئی تدبیر بن نہیں پڑتی۔ ریاض اور محسن کے چیچک نکل آئی تھی اور اگرچہ بڑے دانے تھے مگر چوتھے روز مر گئے اور دونوں کھیلتے کودتے ہیں اچھے ہو گئے۔ ابھی کچھ پپڑیاں باقی ہیں۔ اس لیے نہلائے نہیں گئے۔ افتخار اختر اور ضیا اسی طرح سکول میں جاتے اور ماسٹر صاحب سے پڑھتے ہیں۔ مگر تینوں میں ایسی رقابت ہے کہ بجائے نفع کے ـــــ ضرر پہنچتا ہے۔ خصوصاً افتخار کی یہ حالت ہے کہ اپنی نک

طبیعت سے جب بگڑ جاتا ہے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے سیدھا نہیں کرسکتی۔ نہ ماسٹر صاحب کا زور چلتا ہے نہ میرا۔ سوچتا ہوں کہ ماسٹر کو جدا کر دوں۔ اب امتحان کا زمانہ آیا ہے۔ اس کا نتیجہ دیکھنے کے بعد ارادہ ہے کہ تینوں لڑکوں کو سکول میں داخل کرا دوں اور انہی ماسٹر کو پرائیویٹ تعلیم پر رکھوں۔ باقی خیریت ہے۔ والدعا

محمد عبدالحلیم شررؔ

(۴۵)

دلگداز۔ لکھنؤ

۴ رمئی ۲۶ء سہ شنبہ

برخوردار من سلمہٗ

دعا۔ خربوزے اب کے جاتے رہے اور اچھے نہیں ہیں اور شاید فصل ہفتہ ہی بھر میں ختم ہو جائے۔ لہذا ۸ اسیر خربوزے دو چھابوں میں احتیاط سے روانہ کئے جاتے ہیں۔ یہ کل چہار شنبہ ۵ رمئی یا پرسوں پنجشنبہ ۶ رمئی کو روانہ ہوں گے آدمی بھیج کر دریافت کرتے رہنا اور جیسے ہی پہونچیں منگوا لو۔ بلٹی شاید بعد میں پہونچے والدعا

محمد عبدالحلیم شررؔ

خدا کرے مولوی صاحب حیدرآباد سے واپس آ گئے ہوں۔

(۴۶)

دلگداز پریس، لکھنؤ

۲۱ رمئی ۲۶ء

برخوردار من سلمہٗ

دعائے ترقی عمر و اقبال۔ کل تمہارا تار ملا تھا۔ جس کا مختصر جواب کل ہی چلا گیا آج ۷ ر کے لکھے ہوئے خط اور کارڈ ملے کارڈ کو جیسے کسی نے پانی میں دھو ڈالا ہے۔ غور سے دو چار الفاظ پڑھے۔

میں اس زمانے میں بہت اچھا ہو گیا تھا۔ دماغ پوری طرح کام دینے لگا تھا۔ چنانچہ دس بارہ روز کے اندر دلگداز کے دو پرچے طیار کر دیے اور بھی بہت کچھ لکھا گیا۔ یکایک دس بارہ روز ہوئے پھر پیٹ میں درد پیدا ہوا۔ ابتداً اس کا تعلق صرف امعاد سے معلوم ہوتا تھا مگر بعد کو وہ موضع چھوڑ کر درد کبد میں ہونے لگا۔ اور وہاں سے بڑھ کر داہنے پہلو اور اسی جانب پشت پہ ہوتا تھا۔ یہ درد ایسا شدید اور جاں گداز تھا کہ کسی پہلو پہ قرار نہ آتا تھا۔ دن تو یار احباب کی باتوں میں بھلا برا کٹ جاتا مگر رات کسی طرح کاٹے نہ کٹتی۔ نہ آنکھ لگتی اور نہ کسی پہلو پہ قرار آتا۔ ابتداً حکیم عبدالمعید صاحب کا علاج رہا۔ انھوں نے دو دو گھنٹے کی تجویز کیا اور جب تین راتیں اس حالت میں گذر گئیں ہر ایک ایک دوسرے سے سخت تر اور ناقابل برداشت تر ہوتیں تو انہوں نے اپنے بھائی (شفاء الملک) کو بھی شریک کر لیا۔ لیکن جب دو راتیں اسی حال میں پہلے سے زیادہ تکلیف دہ گذریں تو حکیم عبدالحفیظ صاحب کو دکھا کر ان کا علاج شروع کیا گیا۔ دو دن ان کا علاج ہوا مگر حالت اور زیادہ ابتر ہوتی گئی اور ساعت بساعت درد کے تعیس ہونے سے ناتوانی بڑھتی ہی جاتی تھی۔ آخر ایک صبح کو میں نے سید احمد حسین صاحب کو بلا بھیجا۔ جنھیں ابھی تک میری بیماری کی خبر

نہ تھی۔ وہ آئے اور اسی وقت جا کے ڈاکٹر عبدالمجید صاحب کو اپنے ساتھ لے آئے۔ انہوں نے اپنے نسخے پیٹ سینکنے کے لکھے جن سے معلوم ہوا کہ درد کبد کے پاس سے ہٹ کر فم معدہ پر یعنی کوڑی کے نیچے ہونے لگا۔ یہ درد مختلف پہلے ہی سے تھا لیکن آتی زیادہ تھی کہ معلوم ہوتا کہ سارے پیٹ کے ریاح سمٹ کر فم معدہ پر جمع ہو گئے اور ہٹنے کا نام نہیں لیتے۔ اس کی وجہ سے بڑی سخت تکلیف تھی اور بڑی خرابی یہ کہ پانی یا غذا کی قسم سے کوئی چیز بھی معدہ میں جاتی تو پہلے فم معدہ پر درد شدید ہوتا اور اس کے بعد وہ درد معدہ میں اتر کے دیر تک تکلیف دیتا۔ حکیم صاحب نے مُسہل تجویز کیا تھا مگر میں نے غیر عادی ہونے کی وجہ سے نہیں قبول کیا تھا۔ اس رات کو حکیم صاحب حسب معمول ۱۱ بجے رات تک بیٹھے رہے۔ جب تک وہ رہتے تکلیف بہلی رہی لیکن ان کے جاتے ہی ہجوم ریاح نے اس درجہ پریشان کیا کہ مجھے مجبوراً خود اپنے سے مُسہل لینا پڑا۔ اس سے بڑی تسکین ہوئی۔ اور بہت سے مادّے کے نکل جانے کے باعث چین پڑا اور آنکھ لگ گئی۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد آنکھ کھلی تو اس وقت درد تھا اور نہایت ہی تکلیف تھی۔ جمعہ کو ڈاکٹر عبدالحی صاحب تشریف لائے اور ایک مسہل لکھا اور ایک پینے کی دوا۔ زیادہ سینکنے کی تاکید کی اور غذا مطلقاً ترک کر کے صرف اتنا بتایا کہ روٹی بھاڑ کے اس کا پانی پیو۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ خلو سے معدہ میں بھی درد ہونے لگتا ہے۔ لیکن آج اس کی بھی ضرورت نہیں ہوئی۔ تاہم ابھی تک نان پاؤ بھر سینکے ہوئے توس کے اور کسی چیز کے کھانے کی اجازت نہیں ہے اور نہ کھانے کے قابل ہوں کیوں کہ پیٹ بالکل صاف نہیں معلوم ہوتا۔ جا بجا کوئی چیز گڑ گڑ تی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

نواب امین جنگ بہادر کے الفاظ بہت امید افزا ہیں۔ ان کی اور میری کوشش چاہے اب بیکار ہی جائے مگر ان کے یہ الفاظ مجھے سب سے زیادہ مسرت بخشنے والے اور مطمئن کرنے والے ہیں۔ اگر مولینا پھر کبھی ان کو خط لکھیں تو میری جانب سے ان کے اس حسن خلق اور دلی ہمدردی کا شکریہ ادا کر دیں۔

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۷۴)

دلگداز پریس۔ کٹرہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۱۷ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ شنبہ
(جون ۱۹۲۶ء)

برخوردار من سلمہٗ۔ دعا۔

تم یقینی ہے کہ اب اورنگ آباد آ گئے ہو گے۔ تم نے یہ نہیں بتایا کہ اب کہ تم نے موٹر کتنے کو لی۔ کے سلنڈر اور کتنی سیٹوں کی ہے۔ اس زمانے میں تو سنتا ہوں کہ اطراف میں بھی سخت مان سون ہے اس وجہ سے تم کو پہاڑوں کا سفر کرنے میں بڑی تکلیف ہوئی ہوگی۔ اپنی خیریت سے جلد ہی اطلاع دو۔ اختر و افتخار و ریاض اچھے ہیں۔ مگر عذرا کی لڑکی کوکب سخت بیمار ہو گئی۔ شدید پیچش ہے منٹ منٹ پر دست آتے ہیں اور ڈھیروں آؤں اور خون گرتا ہے۔ بخار ۱۰۲ ڈگری ہے اور ساتھ ہی جو پیتی ہے گر جاتا ہے آج مرض میں کمی محسوس ہوئی ہے مگر حد سے زیادہ کمزور اور نڈھال ہو گئی ہے۔ خدا رحم کرے۔

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۴۸)

۷۸۶

دلگداز پریس
کٹرہ بزن بیگ خاں

۷ر جولائی ۱۹۳۶ء[1]

برخوردار من سلمہٗ

دعا۔ پرسوں تمہیں خط لکھا تھا۔ لیکن کل مجھے پہلے ہی کا سا دماغی دورہ پھر ہوا جو قریباً دس بارہ منٹ میں ختم ہو گیا۔ لیکن کل دن کو اور رات بھر تمام قویٰ میں بے حد کمزوری رہی اور آج بھی دماغی کام کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ سب سے زیادہ خرابی یہ ہے کہ اس دورے کے بعد سے نظر میں اور زیادہ خیرگی محسوس ہوتی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ معذوری کب تک رہے گی؟ والدعا
خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۴۹)

دلگداز پریس۔ کٹرہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۱۲ر محرم ۱۳۴۵ھ سہ شنبہ
(جولائی ۱۹۲۶ء)

برخوردار من سلمہ

دعا۔ ۱۱ر جولائی کا کارڈ ملا۔ اچھا ہوں۔ اُس دورے کا اثر دو روز تک رہا۔ مگر اُس کے بعد کبھی دوبارہ بہت ہی خفیف دورے کا دھوکا ہی دورہ ہوا۔

حکیم صاحب اور ڈاکٹر اور احباب سب منع کرتے ہیں کہ لکھنا پڑھنا بالکل چھوڑ دوں۔ لیکن آخر کیا کروں اور کس طرح زندگی گذاروں۔

اب کی اتنا غنیمت ہے کہ اگر لکھنا پڑھنا چاہوں تو ہو سکتا ہے۔ پہلی مرتبہ کی طرح کی معذوری نہیں ہے کہ کچھ کر ہی نہ سکوں۔ ابراہیم کل پہنچ گئے۔ آج حکیم صاحب کے لئے فوراً انھیں آرٹ سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب (سے) ملوا دیا۔ ۲۱ کو سکول کھلے گا۔ میرے لئے خرابی یہ ہے کہ اب دلگداز نکالنا ہے جون کے پرچے نکل گئے تم بھی گئے مگر شاید تمھیں چولھا بھجوا بھول گیا۔

(۵۰)

دلگداز پریس۔ کٹرہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۲۱ر صفر ۱۳۴۵ھ روز سہ شنبہ
(اگست ۱۹۲۶ء)

لخت جگرم سلمہٗ۔ تمھارے کارڈ جو اختر سلمہٗ کے نام آتے ہیں ان سے تمہاری خیریت اور تمھاری مصروفیت وعدیم الفرصتی

---

[1] اصل خط پر تاریخ ۷ر جولائی ۱۹۳۶ء پڑی ہوئی ہے۔ مگر یہ سہو ہے۔ کیونکہ مولوی عبدالحلیم شرر کا انتقال دسمبر ۱۹۲۶ء میں ہو گیا تھا۔ غالباً مولوی صاحب ۲۶ء لکھنا چاہتے ہوں گے مگر قلم سے ۳۶ء لکھا گیا اس لیے اس خط کو ۱۹۲۶ء ہی کے خطوط میں رکھا گیا ہے۔

کا حال معلوم ہوا۔ اور یہ بھی کہ میرے خط کا جواب تم (سنے) ابھی تک کیوں نہ دیا۔ ان دنوں اینٹھر میں ہیضہ کی اس قدر شدت ہوئی کہ مدرسے بند کر دیئے گئے۔ چنانچہ آٹھ روز ہوئے باجی صاحبہ بہو کو لیے ہوئے اپنا مدرسہ بند کر کے یہاں چلی آئیں۔ کل تک یہاں اچھی رہیں۔ مگر گذشتہ شب کو ۲ بجے ایک دست آیا۔ جس کے بعد پیہم دست آنے لگے۔ تین ہی دستوں میں پاخانے تک جانے کے قابل نہیں رہیں۔ صبح کو میں نے دیکھا تو آنکھیں گڑھے میں گھس گئی ہیں اور برد اطراف ہے۔ بعدازاں ہاتھ پاؤں میں تشنج بھی شروع ہوگیا حکیم عبدالمعید صاحب کا فوراً علاج شروع کر دیا گیا ہے۔ اور تدابیر مستعدی کے ساتھ ہو رہی ہیں۔ خدا جلد صحت دے۔ باقی حال کل لکھوں گا۔ فقط۔

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۵۱)

دفتر دلگداز۔ لکھنو

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ سہ شنبہ
(اکتوبر ۱۹۲۶ء)

لخت جگرم سلمہ دعا

تم نے میرا لکھا ہوا مسودہ "ابوالحسن اشعری" کی لائف (مجھ سے) لے کر کہیں رکھا تھا اس کو تمھارے پاس ہو تو بھیج دو اور یہاں رکھا ہو تو بتاؤ۔ میں آج کل مسلم اکاڈمی کے لئے ایک بڑا دو سو صفحہ کا لکچر تیار کر رہا ہوں۔ جو فرقہ معتزلہ کی تاریخ اور اس کے عروج و زوال پر ہے اس کے لئے کتابوں کی ورق گردانی کرنے میں اس کے لیے تیار ہوگیا ہوں کہ اس لائف کو ایک ہفتہ میں تیار کر دوں۔ لہٰذا یاد کر کے اور کوشش کر کے اس کا پتہ دو تاکہ ایک اچھی سی کتاب تیار ہو جائے۔ والدعا

جواب فوراً دو!

خاکسار
محمد عبدالحلیم شرر

میرزا یگانہ

لکھنؤ

۵ جون ۱۹۴۹ء

پیارے عزیز سلامت رہو۔

بھئی اب تو میں پھر واپس چلا۔ اگرچہ ہاتھ پاؤں کمزور ہو چکے ہیں۔ بات یہ ہے کہ تمہاری والدہ پر بہت سختیاں گزر رہی ہیں۔ میری پنشن وہی پندرہ روپے۔ لڑکے نوکر تو ہیں مگر افسوس کی بات ہے کہ بہت کم توجہ کرتے ہیں۔ ۔ ۔

میرے واپس جانے کا بڑا سبب یہ ہے کہ کرایہ مکان دو سال -/240 Rs کا سخت تقاضا ہو رہا ہے۔ ۲۱ جولائی تک مہلت مانگی ہے۔ جا تو رہا ہوں مگر نہیں معلوم کہ وہاں یہ رقم کیوں کر فراہم کر سکوں گا۔ حالات بالکل بدل گئے ہیں۔

غالباً ۱۰ جون تک روانہ ہو جاؤں گا۔ مجھی کو دعائیں۔

یگانہ

(۲)

میرزا یگانہ چنگیزی
سلطان بہادر روڈ منصور نگر۔ لکھنؤ
۲۴ مئی ۱۹۵۲ء

(یگانہ)
جزائے خیر دے اللہ اس دیرینہ دشمن کو
بلائے زندگی لپٹی ہے اب تک نیم بسمل سے!

حضرت سیدی و مولائی دامت الطافکم

بعد ادائے مراسم تسلیم گزارش خدمت عالی یہ ہے کہ والا نامہ مورخہ ۲ فروری ۵۲ء جو مجھے کراچی میں ملا تھا میرے سامنے ہے۔ خدا کا شکر ہے میں اس کا جواب دینے اور لکھنؤ تک پہونچنے کے لیے زندہ رہ سکا۔ کیا عرض کروں میں وہاں کس روحانی ایذا میں مبتلا تھا کہیں وہاں کی خاک دامن گیر نہ ہو جائے۔ وہاں اور یہاں بہتیرے اصحاب کو حیرت ہے کہ کیونکر گورنمنٹ آف انڈیا اور یوپی گورنمنٹ سے مجھے یہاں دوبارہ مستقل سکونت کی اجازت مل گئی۔ بات یہ ہے کہ عارضی پرمٹ سے کہ چند دنوں کے لیے وہاں گیا تھا فقط اپنے لڑکوں کو دیکھنے کے لیے۔ درمیان میں ایسے واقعات پیش آگئے کہ پرمٹ کی مدت گزر گئی اور اس طرح پاکستان سے واپس آنا بظاہر ناممکن نظر آتا تھا۔ مگر خدا بھلا کرے دو شریف النفس ہندوؤں کا جنھوں نے نہایت محنت اور ہمدردی کے ساتھ مجھے پرمٹ دلا کر تین گھنٹے کے اندر کراچی سے دہلی پہونچا دیا اور وہاں سے پھر لکھنؤ آگیا۔ اب میں بڑی خوشی سے مرنے کو تیار ہوں۔ حالات ہی ایسے ہیں۔ سینہ نہایت کمزور ہے۔ تنفس کا مرض تو برسوں سے تھا۔ مگر چھ سات مہینے پاکستان میں سختیاں اٹھا کر اور بڑھ گیا۔ علاج تو کر رہا ہوں مگر طاقت

گھسٹتی ہی جا رہی ہے۔ اب زیادہ دور تک چل نہیں سکتا۔

(۳)

سلطان بہادر روڈ۔ منصور نگر لکھنؤ ۱۴ر جون ۱۹۵۲ء

دوا کا پارسل پہونچا اور خط بھی ملا۔ افسوس ہے لالہ رتن پنڈت آپ کی ان بن ہو گئی۔

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

یہ دیکھ کر رنج ہوتا ہے کہ تمہاری مالی حالت پریشانی کا باعث ہے۔ خیر زمانہ پر نہ سہی دل پر اختیار رہے۔

معلوم ہوا ہے کہ ریاست میں کوئی مضمون میرے متعلق شائع ہوا ہے۔ وہ پرچہ کسی طرح حاصل کر کے مجھے بھیج دو۔ خدا تمہیں خوش رکھے۔

میرزا یگانہ

بھائی میرے مسودات جو کچھ بھی ہیں منتشر پڑے ہیں مگر اب ان کا میرے پاس رہنا بیکار ہے۔ تم کہو تو ایک بکس میں بند کر کے بھیج دوں۔

(۴)

سلطان بہادر روڈ۔ منصور نگر۔ لکھنؤ

۲۹ر اکتوبر ۱۹۵۲ء

پیارے عزیز۔ سلامت رہو۔

دوا کا پارسل مل گیا۔ اور خط بھی۔ امید ہے اب تمہارا مزاج بخیر ہوگا۔ بیمار پڑنا تو اب میرا کام ہے تمہیں بیمار پڑنے کی کیا ضرورت۔ مشاعرے میں میرا آنا مشتبہ ہے۔ اگر طبیعت بحال رہی تو چلا آؤں گا۔ زیادہ شوق دید۔

رباعی

اللہ کا شکر ہے کہ سالا تو کون ؟ قرآن پہ حاشیہ چڑھانے والا تو کون ؟

قرآن کو ہم سمجھیں گے خود قرآن سے ہٹ سامنے سے چھوڑ اجالا تو کون ؟

حاشیہ چڑھا کر اندھیرا ڈال دیتا ہے کم بخت۔

میرزا یگانہ

(۵)

لکھنؤ

۱۵ر فروری ۱۹۵۳ء

عزیزی خوش رہو۔

میں تو اپنی علالت کے سبب کیا کہوں کس حال میں ہوں۔ طاقت گھٹتی جا رہی ہے۔ کشمکش حیات جاری ہے۔

یگانہ

(۶)

سلطان بہادر روڈ۔ منصور نگر لکھنؤ
۱۲ مئی ۱۹۵۳ء

پیارے عزیز خوش رہو آباد رہو۔

دیکھو تو سہی میں اب تک جی رہا ہوں۔ رنجیدہ تو میں ہوا نہیں۔ البتہ ناتوانی اور سخت جانی کے ہاتھوں تکلیفیں اٹھا رہا ہوں۔ کہتے ہیں مصیبت کبھی تنہا نہیں آتی۔ اور سو مصیبتوں کی ایک مصیبت ہے وجہ معاش کی تنگی۔ خدا کی پناہ۔

MAIDRCO نے مجھے کچھ یوں ہی سا سہارا تو ضرور دیا۔ مگر جو شیشی آپ نے بھیجی تھی وہ بس کچھ دن کی تھی۔ کم سے کم ۳۲ دن کے لیے کچھ شیشیاں بھیج دو۔ تمہاری والدہ محترمہ اب آگئی ہیں تو ان کے لیے دو بوتلیں تیل کی بھیج دو۔ بچی کو اور بچہ کو دعائیں۔ درگا داس سلمٰہ کو دعائیں۔

میرزا یگانہ

(۷)

لکھنؤ
۲۹ اگست ۵۳ء

پیارے عزیز سلامت رہو۔

آخر اہل محلہ نے مجھے گھر سے نکل جانے پر مجبور کیا۔ گرہستی کا سارا سامان اور اپنی بیش قیمت کتابیں۔ آیات وجدانی کی قریباً پچاس جلدیں۔ برتن باسن۔ اٹنگ پلنگ میز کرسیاں سب چھوٹ گیا۔ یاروں نے سب لوٹ لیا۔ نہایت قیمتی مسودات میرے لکھے ہوئے نہ معلوم کن ہاتھوں میں پڑیں گے۔

میں اپنی علالت سے سخت ایذا میں ہوں۔ تھوڑی دور چلتا ہوں تو ہانپنے لگتا ہوں نہایت غیر مستقل اور تکلیف کی حالت میں۔ مکان کوئی ملتا نہیں۔ خدا جانے کہاں جاؤں گا۔

(۸)

پہلا مکان۔ شاہ گنج لکھنؤ
۲۹ ستمبر ۵۳ء

عزیز من سلامت رہو۔

آپ کے کئی خط ملے۔ میرا مزاج ناساز ہے۔ گھر ہی میں تھوڑی دور چلتا ہوں تو سانس پھولنے لگتی ہے۔ میرے پاس اب نہ کوئی بیاض رہی نہ کوئی مجموعۂ کلام۔ تمام گرہستی کا سامان لوٹ لیا گیا۔ نہایت قیمتی کتابیں اور میرے قلمی مسودات لٹ گئے میرے پاس کوئی کتاب نہیں۔ دن رات لیٹا رہتا ہوں۔ کھانسی کی شدت رہتی ہے۔ سینہ کمزور ہے۔ پاؤں کمزور رہتے۔ پاؤں روز بروز کمزور رہتے جاتے ہیں۔

زیادہ کیا لکھوں۔ خدا تم کو خوش رکھے۔

میرزا یگانہ

(۹)

میرزا یگانہ چنگیزی۔ پیلا مکان شاہ گنج لکھنؤ
۱۷ دسمبر ۱۹۵۳ء

پیارے عزیز۔ خوش رہو۔ تمہارا خط پاکر ذرا سکون ہوا۔ خدا کرے جلد سے جلد تمہیں صحت نصیب ہو۔ تم نے آج حضرت کیفی کا ذکر کیا۔ کیا کہوں زندگی گزر گئی اور کبھی اتنا موقع نہ ملا کہ اون کے پاس بیٹھتا اور دل کھول کر باتیں کرتا۔ وہ خاصان ادب میں ہیں بڑے نکتہ شناس ہم سب کے محبوب لیڈر۔ افسوس تو یہ ہے کہ پارسال میں کشاں کشاں دہلی گیا اور مشاعرہ میں شریک بھی ہوا اور وہ بھی مشاعرہ میں تشریف لائے تھے مگر اپنی ناسازیٔ مزاج نے مجھے اتنا موقع نہ دیا کہ اون سے مل سکوں۔ اونھیں میری پنشن کے بارہ میں جو اطلاع ملی ہے وہ ایک حد تک صحیح ہے مگر لائف پنشن نہیں ہے فقط ایک سال کے لئے الاؤنس منظور ہوا ہے۔ سو روپیہ ماہوار۔ چونکہ یہ معمولی سی بات تھی اس لئے میں نے اب تک کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ گورنمنٹ کی یہ مہربانی یقیناً قابل تشکر ہے مگر یہ نہیں معلوم یہ الاؤنس ملے گا کب؟ الٰہ آباد کے اکاؤنٹنٹ جنرل صاحب چھان بین کر رہے ہیں۔

مسٹر محروم کو میرا بہت بہت سلام کہو۔ میں اپنی طبیعت کا حال کیا لکھوں گا۔

جو دم غنیمت ہے کیا جانیے کل کیا ہو!

یگانہ

(۱۰)

لکھنؤ
۳ جولائی ۱۹۵۵ء

حضرت سیدی و مولائی دامت الطافکم

تسلیمات۔ والا نامہ مورخہ ۱۵ جون مجھے ۳۰ جون کو ملا۔ یہ امر میرے لئے کس قدر باعث تسکین ہے کہ آپ نے اس ۱۹۵۵ء تک مجھے یاد رکھا۔ میں کیا عرض کروں کس حال میں ہوں۔ گو ادھر دو ہفتہ سے کسی قدر بہتر حالت میں ہوں اور وہ یہ کہ پڑا رہتا ہوں تو غنیمت ہے مگر اٹھ کر جہاں دس پانچ قدم چلا ہانپنے لگتا ہوں۔ کئی سال سے دمہ کا مریض ہوں۔ کئی بار موت قریب آکر پلٹ گئی۔ مر رہا ہوں مگر مر نہیں چکتا۔

مین پوری کے ایک مشاعرے میں میں نے ایک شعر پڑھا تھا اور آپ سامنے ہی بیٹھے تھے غالباً یاد ہوگا۔

عمر گھٹنے کے لیے ہے وقت کٹنے کے لیے   مفت دن گننے کو ہم پکڑے گئے بیگار میں

اب اپنا شعر فال مطابق حال یعنی جگ بیتی سے آپ بیتی بن گیا۔ اب معلوم ہوا کہ دن کٹنا کسے کہتے ہیں صبح ہوتی ہے چلئے

پی لیتا ہوں اور دوپہر کو ایک روٹی کھالیتا ہوں صبح سے شام شام سے صبح ہوتی ہے اور میں یوں ہی پڑا رہتا ہوں۔ کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اب تو کوئی کتاب بھی پاس نہیں سالا گھر، مکان بہادر سوڈ والوں نے لوٹ لیا۔ افسوس ہے زندگی بھر کا سرمایہ یعنی میرے قلمی مسودات بھی لٹ گئے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ دعا فرمائیں کہ اب جلد چھٹکارا ہو۔

یگانہ

(۱۱)

لکھنؤ

۹ اگست ۵۴ء

پیارے حیدر بیگ سلامت رہو۔

تمہارا خط مورخہ یکم اگست سامنے ہے۔ میں کوئی پندرہ دن سے ناسازیٔ مزاج کے سبب بے چین ہوں۔ اور یہ تو ہونا ہی ہے کبھی ہوئی بات ہے۔ خیر ادھر کی فکر چھوڑو۔ اپنے کام کی طرف دھیان رکھو۔ خدا تمہیں کامیاب کرے۔

میں اپنا کام کر چکا۔ کبھی کبھی یگانہ صفت، سقراط صفت انسان بھی پیدا ہو جاتے ہیں جن سے قوم بھی ہار جاتی ہے۔ بات کا جواب دے نہیں سکتی تو تشدد پر اتر آتی ہے۔ یہی ہوتا رہے گا۔

رباعی

کرنا[1] جو کچھ تھا کر چکے اپنے حساب　　بھرنا جو کچھ تھا بھر چکے اپنے حساب

اب دل ہی نہیں تو موت کا ڈر کیسا؟　　مرنا برحق ہے مر چکے اپنے حساب

یہ رباعی پچیس تیس سال قبل کی ہے اور اب لفظاً بلفظ حسب حال ہے۔

یگانہ

(۱۲)

بیلا مکان، شاہ گنج، لکھنؤ

۱۹ دسمبر ۵۴ء

پیارے عزیز سلامت رہو۔

کتنے دن ہو گئے۔ تمہارا کوئی خط نہیں آیا۔ عرش ملسیانی سے بھی تمہاری خیریت دریافت کی۔ وہاں سے بھی کوئی جواب نہ ملا۔

ایک مہینہ بیس دن سے نہایت سختیوں میں گزار رہا ہوں۔ ڈاکٹری علاج چھوڑ کر اب یونانی علاج کر رہا ہوں۔ فقط دل کی تسلی کے لیے گھڑی بھر میں دل دماغ کی حالت کچھ سے کچھ ہو جایا کرتی ہے

---

[1] جو کہ کھینچ کر پڑھنا چاہیے۔

گورنمنٹ آف انڈیا میں میرے الاؤنس کی تجدید کی کارروائی پیش کی تھی۔ ذرا دریافت کرو کیا فیصلہ ہوا۔ خدا تمہیں خوش رکھے۔
جوش کو گذشتہ تین مہینے میں کوئی تین خط لکھ چکا ہوں کچھ جواب نہیں ملا۔

یگانہ

(۱۳)

پیلا مکان۔ شاہ گنج لکھنؤ
۶ مئی ۱۹۵۵ء

عزیز من سلامت رہو۔

تمہارا کارڈ مورخہ ۸ مئی پہونچا۔ میں نے کون سی رباعی تمہیں بھیجی تھی کچھ یاد نہیں۔ اوس کا مطلع لکھ بھیجو۔
ماہنامہ ساقی کراچی میں میرے خطوط کی پہلی قسط شائع ہونے کی مجھے کوئی اطلاع نہیں۔ قریباً اٹھارہ سال سے شاہد احمد صاحب سے کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی۔ مگر یہ اون کی مہربانی ہے جو اس خاکسار کو یاد کیا۔
ساقی کے جس پرچے میں یہ خطوط شائع ہوئے ہیں وہ مجھے بھی بھیج دو۔ دیکھ کر واپس کر دوں گا۔

میرزا یگانہ

(۱۴)

پھروہی
پیلا مکان شاہ گنج لکھنؤ
۹ ستمبر ۱۹۵۵ء

پیارے عزیز۔ سلامت رہو۔

وہاں پر وفیسر مسعود حسن کے باغ میں چھپر ڈال کر ایک مہینہ چوبیس دن رہا۔ مگر برسات کا زور بندھا تو بھری زمین پر نہ تھا آب گل میں پڑا تھا اور مرض کی شدت نے اور زیادہ پریشان کیا۔ آخر مجبور ہو کر ۴ اگست کو پھر یہاں چلا آیا۔ کیا کہوں صبح سے شام اور شام سے صبح کیوں کر ہوتی ہے۔ دن میں کئی بار حالت خراب ہو جاتی ہے۔
وہ تو چالیس برس کا ساتھ چھوڑ کر ۹ ستمبر کو کراچی روانہ ہو گئیں۔ اب میں ہوں اور تمہاری توجہ۔ جلد ایک نوکر مہیا کر و پچیس روپیہ ماہوار خشک — تیمار داری کرنے والا کوئی نہیں۔ ان کو تو خیر ایک آدھ آدمی خبر گیری کر لیتے ہیں مگر ہر وقت کون خبر لے؟ حالت نازک ہوتی جاری ہے۔

یگانہ

(۱۵)

پیلا مکان شاہ گنج لکھنؤ: ۱۱ ستمبر ۱۹۵۵ء

آغا جان — سلامت رہو — کیا کہوں مر رہا ہوں۔ ہر تمبر سے چوتھے مرتبہ لکھتا ہوں۔ مگر مرنہیں چکتا۔ کئی دن سے تمہارے خط کا انتظار کر رہا ہوں ——— کچھ خیر خبر؟

میرزا یگانہ

(۱۶)

پیلا مکان شاہ گنج لکھنؤ
۲۳ ستمبر ۱۹۵۵ء

جانِ پدر۔ سلامت رہو۔

تمہارا خط مورخہ ۱۵ ستمبر ملا اور اس سے پہلے بھی اک خط ملا۔ شمّہ کی طرف خیال کرنا بیکار ہے۔ اون کی مالی حالت درست نہیں ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"آپ کا خط ملا۔ پڑھ کر کس درجہ صدمہ ہوا کیا کہوں۔ میری زندگی شرمندگی بن کر رہ گئی ہے۔ آپ مجھے باپ سے زیادہ عزیز ہیں اور میری ناخلف برداری کی حد یہ ہے کہ مدتوں سے آپ کی پریشانیوں کو دیکھ رہا ہوں مگر تماشائی کی حیثیت سے۔ کبھی کوئی خدمت نہیں کی۔ ہمدردی بھی ظاہر ہوئی تو زبانی، جو اور رہنے کے کام کی نہ بچھانے کے۔ میں اپنی نظروں میں اس درجہ کبھی ذلیل نہ ہوا تھا جتنا اب ہوں

• ناقدرشناسی کی انتہا ہو چکی ہے۔ ہندوستان کا شاعر اعظم مفلوک الحالی میں جھونپڑی میں آخری وقت بسر کر رہا ہے۔ قوم تو خیر مجھ ایسے احسان ناشناس کو یقیناً شرم آنی چاہیے۔"

جھونپڑی ڈال کر رہنے کا واقعہ یوں ہے کہ تمہاری اماں نے مجھے اتنا عاجز کیا کہ میں تنگ ہو کر پروفیسر مسعود حسن صاحب کے باغ میں اک مجرے میں دا آگے چھپر ڈال کر جا کر ٹھہر گیا۔ ۱۴ جون کو حسن بانو یہاں سے روانہ ہوگئیں اور ۱۵ جون کو میں مسعود صاحب کے ہاں چلا گیا۔ آخر جولائی سے بارش کی شدت ہونے لگی اور یہاں طبیعت کا یہ حال کہ دو قدم چل نہیں سکتا۔ پیٹ میں سانس نہیں سماتی۔ گھڑی گھڑی نڈھال ہو کر پلنگ پر کروٹیں بدلتا رہتا ہوں۔ ایک بڈھا نوکر مل گیا تھا جو خبرگیری کرتا تھا۔ مگر جب وہ کھانے پینے کے لیے باہر چلا جاتا تو پھر میں اکیلا رہ جاتا پھر خدا یاد آتا۔ آس پاس کوئی نہیں۔ جب حالت زیادہ خراب ہوگئی تو پھر میں یہیں پہلے مکان میں واپس آگیا۔ نثار حسین صاحب نے مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ خدا اونھیں خوش رکھے۔ مگر تمہاری اماں میری اس چند روزہ زندگی سے اتنی بیزار ہیں کہ میرا ساتھ رہنا اونھیں گوارا ہی نہیں تم یہاں کیوں آئے۔ میرے ٹھکانے پر کیوں آئے۔ جب جانتے تھے کہ میں یہاں رہتی ہوں تو کیوں آئے۔ کرایہ کے مکان سے میں شہنشاہ حسین وکیل کے مکان میں مولانا ناصر حسین صاحب کے مکان کے سامنے رہتا تھا۔ وہاں سے دوبارہ مجھے اکیلا چھوڑ کر چلی آئیں۔

خیر اب شہر میں سجاد حسین کی بیوی کراچی جانے لگیں تو تمہاری اماں بھی اٹھ کھڑی ہوئیں اور ہمیشہ کے لیے مجھے تنہا چھوڑ گئیں خدا معلوم اون پر کیا گزری۔ سرحد پر روک لی گئیں۔ قانون کی حدوں میں جو کچھ بھی ہو۔

میرا خیال ہے نومبر میں تمھیں خود ایک سو روپیہ بھیج سکوں گا اور ایک سو ہاشم صاحب سے دلوا دوں گا۔

اس سن میں ایسے مریض کو اس طرح مارنا چاہا کہ پانی دینے والا بھی نہ ہو۔ بار بار فرماتی تھیں کہ اب مزہ مل جائے گا تنہائی کا۔

نہایت کرب و ایذا میں ہوں کیا کہوں۔

یگانہ

(۱۷)

پیلا مکان۔ شاہ گنج لکھنؤ۔ ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۵ء ——— جانِ پدر۔ سلامت رہو ——— تمہارا خط دیکھا جو تم نے اپنے خالو جان کو بھیجا ہے

مجھے بھی تمہارے خطوں میں جواب جو نہ دے سکا۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ چار سطریں لکھنے کے لیے اب مجھے کتنی کوشش کرنا پڑتی ہے۔ پلنگ پر اٹھ کے بیٹھنا، پھر بستہ اٹھانا، بستہ کھولنا، کاغذ نکالنا، لفافہ، ٹکٹ نکالنا۔ قلم نکالنا۔ روشنائی بھرنا، پھر لکھنا، ٹکٹ لگانا اور ڈاک میں بھیجنے کی فکر، اب کیونکر سمجھاؤں کہ یہ سب کیسی منزلیں طے کرنا پڑتی ہیں۔ ایک ایسے شخص کو جس کی سانس قابو میں نہیں ذرا سی جنبش میں ہانپنے لگتا ہوں۔ خط کا جواب نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ ۲۴ ستمبر کے بعد ہاشم صاحب کا کوئی خط نہیں آیا۔ آیا تو کل آیا جس سے پایا جاتا ہے کہ وہ غالباً ۱۶ اکتوبر تک بمبئی پہونچیں گے۔ وہ آئیں تو پھر میں ان سے تمہارے بارے میں گفتگو کروں۔ میں اپنا حال کیا لکھوں کیونکر سمجھاؤں۔ کوئی میرے پاس نہیں۔ خدا ذکیہ بیگم اور بھائی مختار حسین کو خوش رکھے کہ مجھے سنبھالے ہوئے ہیں بقدر امکان۔ مگر بیمار کے پاس جو زندگی کے دن گن رہا ہو کوئی تیمار دار نہیں تو رات کیوں کر؟

میرزا یگانہ

(۱۸)

پیلا مکان۔ شاہ گنج لکھنؤ (انڈیا)

۲۶ اکتوبر ۱۹۵۵ء آغا جان، سلامت رہو۔

۱۵ اکتوبر کو میں نے ایک ضروری خط تمہیں لکھا ہے جس کا جواب اب تک نہیں آیا۔
شہریار میرزا سے رقم تعیس وصول ہوگئی یا نہیں۔ جلد اطلاع دو۔

میرزا یگانہ

وہ جان ادب، خاصۂ خاصان ادب
ساتھ اپنے یگانہ لے گئے شان ادب

مرزا کا قدم غلط نہ پڑتے دیکھا ناحق کبھی یاروں سے نہ لڑتے دیکھا
سیدھے سے آدمی تھے بالکل سیدھے جھکتے کبھی دیکھا نہ اکڑتے دیکھا

(۱۹)

موجودہ پتہ — معرفت کوٹھی ادبستان
دین دیال روڈ ——— لکھنؤ

پیارے عزیز۔ خوش رہو

اکیلا رہ گیا ہوں۔ یہاں جھونپڑی ڈال کے پڑا ہوں۔ دنیا بڑی بے وفا ہے، ادھر کئی دن سے طبیعت زیادہ نڈھال ہے۔ موسم بھی برسات کا۔ کیا بات ہے کیوں اپنے دنوں سے بے خبر ہو۔ کیسے ہو صحت کا کیا حال ہے؟

غالباً ۱۹۵۵ء یگانہ

(۲۰)

۱۰ دسمبر ۱۹۵۲ء

رباعی

(ایک راوی کے بیان کا خلاصہ)

کھایا ہوگا نہ باپ دادا نے کبھی
سیروں پی جائیں دہی ہوکر کڑھی (دہ کیسا دہی ہوگا)
مل جائے جو رامپور والے کا اُلش
اک لقمہ میں چٹ جائے پھپھوندی منڈی

MAN MOHAN TALKH

(۲۱)

۱۹۵۲ء

یگانہ آرٹ

(۱)

کہنے کو تو کعبہ بھی خدا کا گھر ہے، دیکھا تو وہی اینٹ ہے یا پتھر ہے
حق کا مرکز ہے حق شناسوں کیلئے یہ سینۂ بے کینہ عجب مندر ہے

(۲)

کافر کوئی اپنا ہے نہ دیں دار اپنا اچھا نہ سہی کوئی خریدار اپنا
ٹیکا ہے نہ گھٹا ہے یہاں ماتھے پر سیرت اپنی سہے اور کردار اپنا

MAN MOHAN TALKH. 105 NEW RAJINDRANAGAR
SHANKAR ROAD NEW DELHI

(۲۲)

۱۹۵۴ء

یگانہ آرٹ

اتنا سادہ تو کوئی انساں بنے
محفل میں قدم رکھتے ہی ناداں بنے

گھبرے لطف کہ تقاضا دیتے ہی نہیں
بیٹھے ہیں جو کھوئے ہوئے انجان بنے

میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی

عزیزی سی موہن تلخ زاو لطفی ۱۰۵۔ نیو مارکیٹ
شنکر روڈ۔ راجندر نگر نیو دہلی

(۲۳)

رباعی

سنہ ۱۹۵۵ء

ناکامیوں سے حوصلہ ہوتا نہیں پست
بدنام سہی بھلا ہیں اپنے میں مست
لکھی تھی میرزا یگانہ کے لیے
باطن کی فتح اور ظاہر کی شکست

یگانہ

شاہ دگیر

بنام قمر زمانی بیگم

۱۵، نومبر [illegible]

کیسی معصوم بن رہی ہیں آپ!
جان گویا کسی کی لی ہی نہیں

سرکار! میرا عرض ہے!

دوسرا محبت نامہ ملا، شرمندہ ہوں، کیا جواب دوں، جس نے آپ کو ذلیل کیا۔ خدا اسے ذلیل کرے۔ آہ! میں توبے درد ہوں، دردمند دل میرے پاس کہاں؟ ہوتا تو آپ کو شکایت کیوں ہوتی؟ ہاں! سچ ہے

اس دل سے مجھے لاگ ہے بے مہر تو میں ہوں
تم شانِ وفا، کانِ وفا، جانِ وفا ہو

خدا آپ کو بایں مہر و محبت سلامت باکرامت رکھے کیا کروں اپنی کم بخت طبیعت سے مجبور ہوں۔

نازک مزاج میں بھی ہوں گو نازنیں نہیں

آپ نے جس خلوص و محبت سے مجھے بلایا اور میں بدتمیز چلا آیا، اس کے شایان وہ حجاب نہ تھا جو برتا گیا۔ آپ کو بے تکلف ہو کر ملنا تھا کیونکہ دو ٹوٹے ہوئے دلوں میں کوئی بیگانگی اور پردہ نہیں ہوتا۔ میں ایسا بدنظر بھی نہ تھا کہ کوئی گستاخی حسن کی سرکار میں مجھ سے سرزد ہوتی، پھر!

مشتاق سے شرم ایسی؟ عاشق سے حجاب ایسا؟

اس سے پہلے میں نے آپ سے باادب عرض کیا تھا کہ یہ حجاب باقی نہ رکھیے جو میری بدقسمتی سے قبول نہ ہوا اور میری التجا شاہانہ لب و لہجہ میں نامنظور کر دی گئی، ٹھکرا دی گئی،

ہائے ؎

بات کی تم نے یوں کہ کی ہی نہیں
لطف کیا جب نظر ملی ہی نہیں

اس بیگانگی کی ادا کا مجھ پر فوری اثر ہوا اور میں نے سمجھا آپ کو مجھ پر اعتبار نہیں، بس یہ خیال مجھ دیوانہ سر کے لیے تھا جس نے مجھے اس قدر جلد جدائی پر مجبور کر دیا۔

تم سے قسمت میں مری صورتِ قفلِ ابجد
تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا

اس پر آپ نے یہ قیامت کی کہ چلتے وقت نہ اپنے ہاتھ سے دوڑ کر پکڑا، نہ زبان سے روکا۔ ؎

کمند ناز پہ اک امتحاں نیا نہ ہوا

ورنہ ممکن نہ تھا کہ ایک قدم بھی میں چل سکتا۔ میں تو مرنے کے ارادہ سے گیا تھا اور صبح تک زندہ نہ رہ سکتا، لیکن افسوس!

کبھی یاس ہوتی نہ اپنی امید

تغافل سے تیرے مگر ہو گئی

اور کیوں نہ ہوتی؟ جب دعوت نامہ کا زیب عنوان یہ تمام شعر تھا ؎

میری تقدیر میں دگیر رہنا ہی مقدر ہے

نہ نکلی آج تک حسرت میں وہ حسرت بھرا دل ہو

اب تو خوش ہو میں!

وہ وہ تمھارا ہی کہا ہو گیا۔

آپ مہذب اور تعلیم یافتہ لوگوں کو بُرا کہیں اور میں شرم ناروا کو: ہائے اس ظالم سے خدا سمجھے! شرم جو تیرا بُرا دونوں کا ارماں رہ گیا۔

اُف! شوق دل سنانے کا کس قدر ارماں تھا، لیکن اب معلوم ہوا یہ میری غلطی تھی ؎

شوق دل تم سے کیا بیاں کرتا

کہنے سننے کی بات تھی ہی نہیں

آپ دیکھتیں تو میں دکھاتا!

کس قدر جلوے تڑپتے ہیں مرے سینے میں

اور اسی وقت آپ کو میرے دل دردمند کا حال معلوم ہو سکتا، اب میں تو بے درد ہوں،

آپ باور کریں تو عرض کروں کہ شوقِ دل سنانے سے زیادہ آپ کے "درد دل" سننے کا اشتیاق مجھے کشاں کشاں وطن لے گیا اور پھر ایسے زمانہ میں جبکہ کوئی گھر سے نہیں نکلتا، لیکن آہ! اپنی شوریدہ طالعی کو کیا کروں؟

لے بیا آرزو کہ خاک شدہ!

آپ کو نہیں معلوم کہ میں آپ کی صحبت سے کس طرح اٹھا اور اٹھنے کے بعد کیا گذر گئی؟

یہ کیفیت تھی:

درد کی طرح آئے، گر پڑے آنسو کی طرح!

وہ رات، آہ! وہ دگیر رات، میرے لیے قیامت تھی، جس بے چینی اور الم سے... صبح ہوئی ہے لوح دل پر اس کا نقش ثبت ہے، نہیں

خیر ... میں کیونکر زندہ رہا ؟ اور پھر صبح ہوتے ہی لوگوں نے دیکھا
کہ ایک زندہ جنازہ ریل میں سفر کر رہا ہے ....

کاش میں زندہ واپس نہ آتا !!

کیا کہوں کس قدر مجروح اور دلگیر واپس آیا ہوں ؟ آپ کبھی بکھیں تو دکھاؤں ؎

لاکھ زخموں پہ بھی اک گوشہ سلامت دل میں ہے
یہ جگہ کس کے لئے خالی بھری محفل میں ہے

کس کے پیچھے کی ضمیر جس طرف راجع ہوتی ہے اس کا فیصلہ کرنا آپ ہی پر منحصر ہے !

تمہیں پر فیصلہ چھوڑا تمہیں کہہ دو خدا لگتی

میری طبیعت اور آپ کی طبیعت میں بس اتنا ہی تو فرق ہے۔ آپ فرماتی ہیں چند روز قلق ہونے کے بعد طبیعت سنبھل جائے گی اور مجھ وفادوست کی طبیعت کا یہ حال ہے کہ اب حشر تک سنبھلنے والی نہیں ؎

آندھی کی طرح آئی طبیعت جدھر آئی

خیر، یہ تو ہذیاناتِ محبت تھے جو بے ساختہ زبانِ قلم سے نکل گئے۔ اب میں اپنی بے ادبی، دل شکنی اور گستاخی کی باادب آپ سے معافی چاہتا ہوں، خدا کے لیے معاف کر دینا .... ورنہ مرجاؤں گا !

چاہتا ہوں کہ جب تک حیات مستعار باقی ہے۔ آپ سے خط و کتابت ترک نہ ہو، فرصت ہو اور جی چاہے تو کبھی کبھی یاد فرماتی رہیئے۔

آپ کا قصوروار
"دل گیر"

(۲)

ہوالقادر

۲۲ نومبر ۱۹۱۶ء

سرکار!

گرچہ تقدیر سے ہم آپ کے شامل نہ رہے
ایسے نظروں سے گرے خط کے بھی قابل نہ رہے

اللہ اللہ! اس قدر تغافل، آپ نے میرے ۱۵ نومبر کے خط کے جواب کو اب تک لاجواب رکھا!

کیا وہ اسی قابل تھا؟

خدا کے لیے جواب فوراً دیجیے ورنہ مرجاؤں گا۔

اتنا معلوم ہو جائے کہ وہ خط آپ تک پہونچ گیا ؟

بس تسلی ہو جائے گی ؎

یہ جانتا ہوں کہ تم اور پاسخ مکتوب!
مگر ستم زدہ ہوں ذوقِ خامہ فرسا کا

آپ کا دل گرفتہ

(۳)

مزار ولی
۱۴ر دسمبر ۱۹

اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ
اس قدر دشمنِ اربابِ وفا ہو جانا

حضور اقدس! ہدیہ محبت قبول ہو۔

اس سے قبل دو خط ارسالِ خدمت کر چکا ہوں، میری بدقسمتی کہ دونوں لاجواب رہے کس منہ سے شکایت کروں کہ خود قصوروار ہوں ؎

تم سے بے جا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلہ
اس میں کچھ شائبہ خوبیٔ تقدیر بھی تھا

ہاں! عفو قصور کا طالب ہوں ؎

لطف مجرم پہ یہ مانا کوئی دستور نہیں
ہاں تیری بندہ نوازی سے مگر دور نہیں
تم ہو مختار مدارا کے، کرو یا نہ کرو
اپنے قابو میں تو اب یہ دلِ مجبور نہیں

خدا شاہد ہے، آپ کی خاموشی سے میری حالت تباہ ہے جس کے صرف دو ہی علاج ہیں ؎

دل وہی چارہ ہے یا ترکِ محبت لیکن
اس پہ راضی نہیں تم، یہ مجھے منظور نہیں

اُف رے مایوسی!

ہائے اگر آپ کے تغافل و استغنا کی یہی شان قائم رہی تو یاد رفرمایئے ؎
جان دے دے کوئی الفت میں تو کچھ دور نہیں

خدا کے لئے، جواب دے کر میری حالت سنبھالو، اتنا ہی لکھ دو کہ خطوط مل گئے، جرمِ محبت معاف کر دیا گیا — اور — اور یہ بھی نہ کر سکو تو ؎

تمنا کو تم اپنی منع کر دو
ہماری جان کے پیچھے پڑی ہے

بس اب گریہ مجبور آگے کچھ نہیں لکھنے دیتا، جبراً ختم کرتا ہوں، گو منتظرِ لطف و نگاہِ مرحمت کا امیدوار ہوں ؎

تری نگاہ کو اللہ دل نواز کرے

بدستور مجبور
"دل گرفتہ"

(۴)

لکھنؤ ۲۶ر دسمبر ۱۶ء

سرکار

تحفۂ نیاز! آپ کا روح نامہ مجھے ۲۴ر دسمبر کو ملا تھا جس کا جواب اسی روز لکھ کر شور ڈاک میں ڈالا تھا۔ غالباً ملاحظہ کیا اس سے گذرا ہوگا۔

میں کل ۲۵ر دسمبر کو لکھنؤ پہونچا، اور بڑے دن کی تعطیل ڈاک خانہ میں نہ ہوتی تو کل ہی یہ خط پوسٹ کر دیتا۔

آج سب سے پہلے یہ خط لکھ رہا ہوں اور اپنے خط کے جواب کا نہایت شوق اور بے صبری سے منتظر ہوں۔

خدا کے لیے جلد روانہ فرمایئے، میں یہاں ۳۱ر دسمبر تک جواب کے انتظار میں قیام کروں گا۔

اپنا پتہ میں نے پہلے خط میں لکھ دیا ہے، اب پھر لکھتا ہوں۔ ممکن ہے کہ میرا پہلا خط نہ ملا ہو۔ اس لیے مختصراً پھر لکھتا ہوں کہ میں پہلی اور دوسری جنوری کو صرف آستان بوسی کے لیے بریلی آنا چاہتا ہوں اور میں ضرور آؤں گا۔

اگر آپ چند منٹ کے لیے مجھ سے مل سکتی ہوں تو اس کی تدبیر بتایئے اور مجھے مفصل جلد لکھیئے، ورنہ میں یہ کروں گا کہ بریلی حاضر ہو کے کسی جگہ مقیم ہوں اور آپ کے بھائی صاحب سے ملنے کے لیے در دولت پر آؤں اور طواف خانہ کر کے ناکام و نامراد لوٹ آؤں۔

اب جلانا یا مارنا صرف آپ کے اختیار میں ہے۔

اگر درِ دولت کی حاضری میں کچھ رسوائی کا اندیشہ غالب ہو تو فوراً مطلع فرمایئے۔ ورنہ میں ضرور چوکھٹ کو سلام کرنے آؤں گا۔

میرا پتہ :- دفتر دلگداز۔ کٹرہ بزن بیگ خاں، لکھنؤ

معرفت مولانا مولوی محمد عبدالحلیم کا شرر

بجز اشتیاق قدمبوسی اور کیا لکھوں۔

منتظرِ جواب

آپ کا "دل"

(۵)

بریلی ۴ر جنوری ۱۷ء

ہائے!

کیا ہی دلگیر چلے ہیں دل مہجور سے ہم
لئے تھے تیری زیارت کو بہت دور سے ہم

آہ! بے تابی سے، تمام دن انتظار میں گذرا، پھر بھی آپ کا خط نہ ملا۔

تھک تھک کے گر پڑی نگہ انتظار آج

لو، مایوس جاتے ہیں، خدا حافظ! پھر نہ آئیں گے۔
اچھا، رخصت — اور — ہمیشہ کے لیے
چلتے وقت فقیروں کی یہ دعا قبول ہو جائے ؎

"سلامت رہے نوجوانی کسی کی
بلا سے نہ ہو زندگانی کسی کی"

دنیا سے جانے والا
"بدنصیب"

(۶)

بمبئی ۲۰ر جنوری ۱۹۱۳ء — ل قمر

چھانتا ہوں، کوبکو کی خاک اس اُمید میں!
کوئی، ہنس دیتا مرا حالِ پریشاں دیکھ کر

حضور! وطن چھوڑا، لکھنؤ آیا، لکھنؤ سے ٹھوکریں کھاتے کھاتے یہاں تک پہونچ گیا ہوں ؏
آگے تقدیر کی رسائی ہے!

ہائے، یہ آپ نے کیا ستم کیا کہ میرے دونوں خطوں کو اب تک لاجواب رکھا! لیکن ....

قیامت کی کشش ہے تیرے اندازِ تغافل میں
دلِ ناکام ہے محوِ ادائے بے رخی اب تک

آپ کی تلاش یہاں لے آئی ہے ؎

ملے گا کھوج نہ کب تک یہ دیکھنا ہمیں — ہم اپنی جان لڑا دیں گے جستجو کے لیے
(اُدھر دیکھئے)

میرے حاضر ہونے کی کیا غرض ہے؟ آہ! بس یہ ؎

تمھیں دکھانے کو لایا ہوں چاک پیراہن — تمھارا تارِ نظر چاہیئے، رفو کے لیے

اگر ممکن ہو اور جی بھی چاہے تو صرف اتنی تمنا ہے ؎

کبھی تو سامنے آجاؤ نقشِ آرزو بن کر
کبھی تو امتحانِ خوبیٔ تقدیر ہو جائے

اگر ایسا کر سکو تو ؏

تصدق تم پہ جانِ عاشقِ دلگیر ہو جائے

میں اس خط کے جواب کے انتظار میں یہاں ۴ر جنوری تک ٹھہرا ہوا ہوں، اس پتہ سے فوراً جواب دیجیے :-
بریلی۔ عقب کوتوالی۔ بہ مکان سید واجد حسین صاحب انسپکٹر پولیس پنشنر

. . . .

آج دس بجے دن کو صادق حسن صاحب سے ملنے حاضر ہوں گا، خدا کرے میرے آنے کی اطلاع آپ کو فوراً ہو جائے اور میں آپ کے نازک ہاتھوں کا بنایا ہوا پان کھا سکوں۔

کل ۳۰ر جنوری کو، دس بجے دن کے پھر حاضر ہوں گا اور اس وقت تک میرے آنے کی اطلاع آپ کو اس خط کے ذریعہ ہو چکی ہوگی، اپنے ہاتھوں، دلگیر ہاتھوں کے بنائے ہوئے پان ضرور کھلا دیجئے گا، یاد رکھیے!

پرسوں، ۴ر جنوری کو بھی اسی وقت حاضری دوں گا اور خط کا جواب اس روز تک نہ ملا (خدا ایسا نہ کرے) تو دل شکستہ مایوس وطن واپس چلا جاؤں گا . . . . . اتنا خیال رہے کہ وہاں ایسے ناکام و نامراد پہونچ کر زندہ نہ رہ سکوں گا!!

ٹکڑے ہوں گے بس جگر کے گھر کو ویراں دیکھ کر

ہاں، خوب یاد آیا، اگر ممکن ہو تو اس کا جواب کسی معتبر آدمی کے ہاتھ (دستی) بھیج دیجیے کہ جلد مل جائے ورنہ فوراً بذریعہ ڈاک ارسال فرما کر جلا لیجیے۔

کاش! آنکھوں نے جو خواب دلی میں دیکھا تھا اس کی تعبیر بریلی میں ملے۔ آمین۔

دیکھیے آتی ہے وہ کون مبارک ساعت
آپ دیکھیں گی ہمیں، آپ کو ہم دیکھیں گے

اس تمنا کے ساتھ آنے والا
آپ کا "دل"

(۷)

بریلی ۳۰ر جنوری ۱۷ء

خسرو غریب است و گدا افتادہ در شہر شما
باشد کہ از بہر خدا سوئے غریباں بنگری

بندہ نواز! کل یہاں پہونچ کر مفصل خط لکھ چکا ہوں، یقین ہے کہ ملا ہوگا۔ خط لکھنے کے بعد در دولت پر حاضر ہوا تھا، آستاں بوسی کے بعد واپس آیا۔ آج بھی گیا تھا اور کئی گھنٹے بیٹھنے کے بعد ابھی جائے قیام پر واپس آیا ہوں، اس وقت جو دل کی حالت ہے کیا عرض کروں؟

آئے ہوش کھو کے تیری جلوہ گاہ سے
ہائے اس طرح سے تو نہ جاتے تو اچھا ہوتا۔

حضورِ یار گئے بھی تو کب یہ حسرت
سلام کر نہ سکے ہم سوال ہو نہ سکا

آج، ہاں آج، پورا یقین تھا کہ خط کا جواب مجھے مل جائے گا، لیکن نہ ملا - اب کہ چار بج چکے ہیں اور تیسری ڈیلیوری کا وقت بھی نکل گیا میں جواب ملنے سے مایوس ہوں، آہ! کیا شرطِ وفا یہی ہے؟

براہ کرم اس خط کو ملاحظہ فرماتے ہی فوراً جواب لکھیے کہ کل شام تک مجھ کو مل جائے اور دل پر جو کوفت اور صدمہ ہے وہ دور ہو۔

خدا نخواستہ اگر کل بھی جواب اور خطوط کی رسید نہ ملی تو میں تباہ ہو جاؤں گا اور شاید میری تباہی ابھی آپ کو منظور نہ ہو۔

بہر تقدیر کل رات تک جواب کا انتظار کر کے واپس چلا جاؤں گا اور پھر کون کہہ سکتا ہے کہ گھر زندہ پہنچوں!

کل ۱۴ جنوری کو، ۱۲ بجے دن کے آخری مرتبہ حاضر ہو کر اس چوکھٹے کو چوموں گا جس سے قسمت نے وابستہ کر دیا ہے

آہ! بڑی حسرت یہ ہے کہ آپ کا کوئی زبانی پیام بھی نہ ملا، جس کی آپ سے (پوری) توقع تھی۔

کیا جس کو "دل دے دیا کرتے ہیں" اس کو بھول جاتے ہیں؟

ظالم، یہ محبت کا تو دستور نہیں ہے

اور کیا لکھوں؟ بخدا دل بھر آتا ہے ....

تم پہ فدا ہو جانے والا
حسرت نصیب "دل"

(۸)

ارضِ تاج ۱۲؍ فروری سنہ ۱۸ء

جانِ دلگیر!

میں یہ القاب لکھتے ہوئے ڈرتا تھا مگر اب آپ نے تجویز فرما دیا تو آئندہ یہی لکھا کروں گا، قربان جاؤں اس سے پیارا اور دلفریب القاب آپ کے لیے ہو نہیں سکتا، یہ معلوم ہوتا ہے میری روح ان دو لفظوں میں کھنچ کر آ گئی ہے۔

خدا کرے آپ ہی "جانِ دلگیر" ثابت ہوں۔

وقت پر مسیحا نامہ ملا، جی اُٹھا، ورنہ دو دن بعد کچھ نہ تھا،

زہر تک پاس کے رکھ چھوڑا تھا کھانے کے لئے

شکریہ ادا کر کے اس احسان کو بے وقعت نہیں کرنا چاہتا۔

عاشق نواز، دلگیر نواز، میں ہوں یا تم؟

تمہیں پر فیصلہ ٹھہرا تمہیں کہہ دو خدا لگتی

آپ کا خط دیر سے پہنچے یا نہ پہنچے کہ اب کبھی شکایت نہ کروں گا چاہے اس کے انتظار میں دم ہی کیوں نہ نکل جائے؛

جس میں تم خوش ہو جو تمہاری خوشی

کیونکہ نیاز کے ذکر میں آپ نے اندر آنے کہنے نے مار ڈالا ، اُف!

یہ بے پناہ تیر!!

نہ کہو ، اچھا نہ کہو ، لیکن بیگانی بھی نہ کرو ـــ جان دلگیر کہنے والی کوئی ہستی دنیا میں ہوتی تو یہی دلگیر نہ ہوتا......

معاف کیجیے ، مجھے دہلی نہ بلوائیے ، وہاں کی والدہ سے میں بہت ڈرتا ہوں ، اس لئے دہلی نہ آؤں گا ۔

میں آپ کی خاطر سے دہلی اور بریلی گیا تو کیا آپ میرے لئے آگرہ نہ آئیں گی؟ آئیے جب آگرہ آئیے ، شاید وصل یہیں مقدر رہو ۔

ہائے اللہ یہ کیا لکھ گیا ؎ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

آما اور بتا دیجئے کہ بغیر آپ کے صبر کیونکر کروں؟ ہائے ؎

کچھ صبر کیے سے بن نہ آیا یوں ہی تو بہت دنوں بسر کی

خدا نالوں کی داد دینے کا وقت جلد لائے ، کہیئے آمین!

میں نے وہ خط قصداً بھیجا تھا جس سے یہ معلوم کرنا مقصود تھا کہ آپ کو دخل غیر کہاں تک پسند ہے؟ الحمدللہ کہ جواب حسب منشا ملا ، اس ادا شناسی پر مرحبا! آئندہ ایسی غلطی نہ ہوگی ۔

اچھا ، یہ تو فرمائیے ، اگر آپ نقاد کی ادارت اپنے ہاتھ میں لیں تو میں مرحوم کو زندہ کرنے کا سامان کروں؟ دیکھیے کسی عنوان انکار نہ کیجیے گا ۔ ورنہ ؎

دل ٹوٹ جائے گا کسی امیدوار کا

صرف اسی تمنا کے ساتھ رخصت ہوتا ہوں کہ جواب اور رسید فوراً ارسال فرمائیے اور زیادہ منتظر نہ رکھیے ۔

آپ کا حسرت نصیب

دلگیر

(۹)

اپنی تاج ۸ مارچ ۱۹۲۳ء

تمنائے دلگیر

افتتاحیہ ور مسیحا نامہ ملا ، کس زبان سے شکریہ ادا کروں؟

اس قدر اضطراب کیوں؟ ہائے انھیں اداؤں پر جان دیتا ہوں ؎

وعدہ نہ وفا کرنا پھر اس پہ یہ تاکیدیں

تا حشر ٹھہر جاؤ کیوں جان نکلتی ہے

"اس نقاب کا مستحق اب سوائے تیرے اور کون ہو سکتا ہے؟ ہائے اسی کا تو یقین نہیں۔ دل جلوں کا ایسا نصیب کہاں؟

آپ ڈریں نہیں، میری زندگی، اگر وہ زندگی کہی جا سکے پہلے سے خراب ہے خراب رہے گی اور اسے خراب ہی رہنا چاہیے، خود میری تیرہ بختی کا اثر مجھے تباہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ آہ یہی کیا اور میری آیندہ زندگی کیا؟

مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

اس کا انصاف آپ کے ہاتھ ہے کہ میری پرشوق نگاہوں نے آپ کو ڈھونڈھا یا آپ نے مجھ کو تلاش کیا؟ میں ۱۹۰۹ء سے دلگیر ہوں، ۱۹ برس میں آج تک کسی پر نظر ڈالی ہو تو کافر۔ اگر تیر خود کلیجہ پر آ کر پڑے تو زخمی ہونا ہی چاہیے۔ آپ کے یہ دلدوز نشتر کہ مجھے احساس ہوا کہ میں دلگیر ہوں، اچھا دلگیر رہوں گا۔

اور مجھے دلگیر ہی رہنا چاہیے۔

آہ! پُرحسرت نگاہیں، کبھی پرشوق نگاہیں نہیں بن سکتیں!!

"آخر اس محبت میں دھرا کیا ہے؟" اسے پڑھ کر مجھے اپنی ذات سے نفرت ہو گئی ــــ بے شک میں محبت کرنے کے قابل نہیں۔ یہ جو کچھ تھا، میری ریاکاری تھی۔ فریب دہی تھی، معاف کیجیے آئندہ یہ خطا مجھ سے نہ ہوگی۔

خدا مجھے اس دن کو نہ دکھے کہ میں آپ کی مٹی خراب کروں، آہ! یہ مٹی خراب ہونے کے لیے نہیں خراب کرنے کے لئے اور اس نے خراب کر دیا۔

"آپ کو کیا ہے۔ اور کوئی سہی۔" آہ ــ اس نشتر کا زخم مدۃ العمر نہیں بھر سکتا۔ ہاں میں ایسا ہی ہرجائی ہوں، ایسا ہی فوجی ہوں۔

میری غلطی تھی، مجھے دھوکا ہوا کہ اپنے ریاکار اور ملوث دل کو آپ کی محبت کے لائق سمجھا اور یہ نہ سمجھا کہ

کہ عنقا را بلند است آشیانہ

میں آپ سے اظہارِ محبت کر کے پشیمان ہوں، شرمندہ ہوں اور اب چاہتا ہوں کہ آپ اسے از راہِ محبت واپس کر دیں کیونکہ آپ کو چاہنے کے لیے آپ ہی کا سا معصوم اور بے لوث دل چاہیے۔

میرے جذبات جھوٹے ہیں، میری محبت جھوٹی ہے، میرا دل جھوٹا ہے اور ہرگز اس قابل نہیں کہ آپ سے محبت کر سکے اس بدنصیب کی نادانی تھی کہ چھوٹا ہو کر اتنا بڑا دعویٰ کر بیٹھا جس کا وہ کسی طرح اہل نہ تھا۔

اچھا.... آپ مطمئن رہیں، اب میں کچھ نہ چاہوں گا ــ نہ دل ــ نہ انعام!

ہائے

آپ کو کیا خبر کہ یہاں تک خط میں نے کس حالت سے لکھا ہے؟ بتانا فضول ہے۔ سچ کہتا ہوں، باور کرو۔ اب میں اس حالت میں نہیں ہوں کہ آپ کی معرفی، جیسا جی چاہتا ہے، ناظرین نقاد سے کرا سکوں۔ خدا جانے فرطِ محبت میں زبانِ قلم

سے کیا مل جائے جو شاید آپ کو ناگوار ہو اس لیے بہتر ہے کہ آپ میری طرف سے بھی افتتاحیہ لکھ کر فوراً ارسال کریں کہ دونوں ساتھ ساتھ شائع ہو جائیں۔

اسے کسرِ نفسی نہ خیال فرمایئے گا، نفس الامر یہی ہے جو عرض کر رہا ہوں۔ میرا افتتاحیہ عمداً نہ آیا تو پرچہ اپریل کے پہلے ہفتہ میں شائع نہ ہو سکے گا۔ اس لیے بواپسی ڈاک مرحمت فرما کر ممنون کیجیے۔

افتتاحیہ کے متعلق میری خاموشی سے اس کی تعریف کا اندازہ کر لیجیے۔ کاش میں ایسا کہہ سکتا ؎

ہر بات تری فسانۂ حسن!

پہلے نمبر کے لیے اپنا ایک مضمون جلد بھیج دیجئے۔ اور

عکس رُخ موتیوں کے دانوں میں

دکھا دیئے تو سب سے پہلے جس کی طرف سے واسطے کی۔

وہ میں ہوں آپ کا
دلدادۂ تحریر
دلگیر

(۱۰)

۱۴ر مارچ ۱۹۱۷ء

خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو
ہم تو عاشق ہیں تمھارے نام کے

میری جان!

اپنی حالت کیا عرض کروں؟ ؎

جب سے ہوئے ہیں تیرے بیگانہ ہیں جہاں سے
اپنے خیال سے بھی نا آشنائیاں ہیں،

ہائے عجیب حالت ہے!

آپ کے خیال کے سوا کوئی مونسِ تنہائی نہیں، حافظ نے گویا میری زبان سے کہا ہے ؎

بہ آستیٔ خیال تو مے بہم بوسہ برآستان وصال تو نیست دست نیاز

ذرا اس شعر کی حسرت دیکھیے گا!

آہ ———

آپ کا اور میری حالت کا اندازہ اس شعر سے بخوبی ہو سکتا ہے ؎

منم آنکہ خدمتِ تو کنم و نمی توانم
توئی آں کہ چارۂ من نہ کنی توانی

سچ کہو، یہ شانِ بے نیازی کب تک دلگیر رکھے گی؟

نقاد کی اشاعت کے ساماں کے بعد، تعویقِ جواب سخت دل شکن ہے، جلد جلد جواب لکھتی رہیے اور میری طرف سے افتتاحیہ لکھ کر بواپسی ڈاک بھیج دیجیے کہ کتابت میں حرج نہ ہو اور نقاد مقررہ وقت پر شائع ہو جائے۔ آپ کا افتتاحیہ بلاک بنوا کر چھپوانے کا ارادہ ہے یقین کیجیے، مجھ میں لکھنے کی بالکل حالت نہیں ہے۔ کل سے حرارت زیادہ ہے۔

آپ کا
بیمار

(۱۱)

۱۷ مارچ ۱۹۱۷ء

قمر دلگیرا!

خوش رہو، میرے دونوں خطاب تک لاجواب رہے۔

میری طرف سے افتتاحیہ تو کیوں لکھتیں، مزاج پرسی تک نہ کی، اس ناخوشی کا کیا ٹھکانا ہے؟ خیر

گو نہیں پوچھتیں اپنا وہ مزاج
ہم تو کہتے ہیں دعا کرتے ہیں

تم سلامت رہو!

مرمرکے افتتاحیہ کی تقریب کی ہے، گویا آپ کا منہ چڑھایا ہے۔ بغرض حکّ و اصلاح بجنسہٖ بھیجتا ہوں، نظرثانی میں نہیں کی، دیکھ کر جلد واپس فرمائیے۔ دیر نہ ہو۔

پہلے نمبر کے لیے آپ کوئی مضمون بھی فوراً عنایت ہو کہ ضرورت ہے۔ آپ کا افتتاحیہ بلاک بننے اور چھپنے کے لیے بمبئی گیا ہوا ہے۔ نقاد دو جزو تک لکھا جا چکا، تیسرا جزو لکھنا باقی ہے۔ پرسوں سے چھپنا شروع ہو جائے گا۔ حیران ہوں اب کے نقاد خدا جانے کیا ہوگا؟

واللہ لوگ دیکھتے ہی مر جائیں گے!

وہ جن کی مسیحائی نے نقاد کو دوبارہ زندہ کرکے اس کی حیاتِ ثانیہ کو خدا جانے کس رنگ میں رنگ دیا ہے۔ دنیا کے علم و ادب میں یہ پہلی مثال ہے کہ ایک ادبی رسالہ کو ایسا قابل، ذہین اور غیر معمولی پاکیزہ مذاق ادب رکھنے والا نسوانی دماغ تہذیب و ترتیب کے لیے میسر آیا ہو۔

آپ ایک بار دیکھ تو لیں

ـــــــ

انشاءاللہ تعالیٰ حسب وعدہ اپریل کے پہلے ہفتہ میں نقاد آپ کے دستِ نازنین میں ہوگا اور یہی امتحانِ محنت ہے!
لیکن نقاد کے نظام ہستی کو برقرار رکھنے کے لیے ضرورت ہے کہ آپ جلد جلد خطوط لکھتی رہیں اور اپنے آملاءِ جمیلہ سے محروم نہ رکھیں ورنہ اب میری موت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔
مضمون بغیر اصلاح واپس کیا تو لڑوں گا، گو لڑنا نہیں آتا۔

صرف
آپ کا

(۱۴)

۱۸ مارچ (۱۹۱۷ء)

کیا لکھ دیا تھا خط میں ستمگر کہ پڑھتے ہی
بے چین کر دیا، دلِ خانہ خراب کو!

دلگیر قمر!
خدا خوش رکھے، مایوس ہو کر کل ۱۷ مارچ کو ایک مباحثہ اور بھیجا ہے جس میں افتتاح افتتاحیہ بھی ملفوف ہے۔ نظر کیمیا اثر سے دیکھ کر جلد واپس فرمائیے۔ آج صبح سے بہت بے تاب و پریشان تھا، خدا جانے کیوں قلب کے ٹکڑے اٹھے جاتے تھے کہ اسی حالت کرب و اضطراب میں محبت نامہ ملا جس کو پڑھ کر رو دیا، اب تک رو رہا ہوں اور جب تک یہ خط پیشِ نظر رہے گا روئے جاؤں گا۔ الاماں!
میں اور تم سے روٹھ جاؤں، میں اور تم سے خفا ہو جاؤں، تمام دنیا ملنے پر بھی ممکن نہیں! ارے توبہ! یہ آپ نے معافی کیوں چاہی، توبہ کیوں کی، جس سے میں تباہ ہو گیا، کھو گیا، کہیں کا نہ رہا ـــــ ہائے تم نے یہ فقرہ نہیں لکھا بلکہ ع
کاغذ پہ رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کے
خدا یہ مہر و محبت سلامت رکھے کہ دلگیر کی زندگی کا سہارا اب صرف تمہیں ہو۔
جانے دیجیے، مارچ کے لیے کچھ نہ لکھیے، اپریل ہی کے واسطے لکھیے، مگر جلد بھیج دیجیے کیونکہ دوسرے نمبر کی کتابت بھی اسی ماہ میں شروع ہو جائے گی۔
دو سطر کے ٹکڑے کو میں نے دل میں جگہ دی ہے۔ دیکھیے گا، کہاں رکھا ہے؟ اس دل کے ٹکڑے پر، جس سے آپ کے جذبات عیاں ہیں، دفتر کے دفتر نثار ہیں۔
چند سطریں گر عطرِ زندگی! ظالم، اس میں تو نے بڑے بڑے نازک خیالوں کا ست کھینچ لیا۔
نقاد کے پہلے نمبر میں بہت پاکیزہ مضامین ہیں۔ بڑی پیاری نازک خیالیاں ہیں مگر سچ کہتا ہوں سارے نقاد میں اس چاند کے ٹکڑے کا جواب نہیں ہے۔ لوگ دیکھیں گے تو مر جائیں گے

اسے دیکھ کر میرا جی چاہتا ہے، اب کبھی قلم ہاتھ میں نہ لوں۔
" ایک کلی کو اپنی آغوش میں لے لیا اور تھک کر گر پڑی"
آہ! ——— اس خیال کی حسرت کوئی میرے کلیجے سے پوچھے یا ——— آپ کے ——— دل ——— سے ——— !

پھر دل میں ہے کہ بریلی کی رنگین گلیوں کی خاک چھانوں، وہیں کہیں، تھک کر گر پڑوں اور خاک ہو جاؤں۔
لوگ اس "غبارِ رنگین" کو اٹھائیں اور دریا تک پہونچا دیں۔ فہو المراد!

میں تو انجامِ محبت کے لیے تیار ہوں
کیا کروں ہے بارِ خاطر تم کو آسانی مری

خاکسار
جاں نثار
دلگیر

(۱۴)

۲۴؍ مارچ سنہ

پیاری قمر

میری تباہی میں جو کسر رہ گئی تھی وہ اس خطاب نے پوری کر دی، اللہ تمھیں سلامت رکھے اور مجھے اس خطاب کا اہل ثابت کرے۔ کہو آمین!

میں شرمندہ ہوں کہ مجھ سے، آپ کی تعریف، آپ کی شان کے لائق نہ ہو سکی، اس پہ بھی آپ شرمندہ ہوں تو ظلم ہے کہ نہیں؟

اب جو کچھ ہو، یہ مجھے سوجھی خوب، اس پر میں ناز کر سکتا ہوں۔ اپنی خوش خطی کا حال مجھ سے پوچھیے جس کی نوک پلک دل میں پیوست ہے ——— آہ!

بس آپ چپ ہی رہیے اور کرنے دیجیے جو میرا دل چاہے۔

کل ۲۳؍ کو بمبئی سے بلاک کا تخمینہ آیا تھا جو آپ کے ملاحظہ کے لیے ارسال ہے، کل ہی تار دے دیا گیا کہ فوراً بلاک بنا کر زیادہ سے زیادہ ۱۲؍ تک روانہ کر دیا جائے۔ خدا کرے وقت پہ بلاک بن کر آ جائے ورنہ پرچہ کی اشاعت میں خواہ مخواہ دیر ہو گی جو مجھے کسی طرح منظور نہیں۔ نقاد پریس میں ہے اور چھپ رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ ۱۰؍ اپریل کو چھپ کر تیار ہو جائے گا۔ اس وقت تک بلاک بن کر آ گیا تو فوراً پرچہ روانہ ہو سکے گا۔ کہیے، آ جائے گا؟

اللہ کا شکر ہے کہ افتتاحِ افتتاحیہ آپ کو پسند آیا، یہ قدر دانی نہیں قدر افزائی ہے۔ اور وہ بھی نا اہل کی بہت:

ہے کہ آپ کے کلماتِ محبت اور جذبات قدر افزائی کا شکریہ میں ادا کرنا چاہوں بھی تو نہیں کر سکتا۔

تعریفِ محبت کا اہل بننے کی تدبیر مجھ سے پوچھی جاتی ہے، اسے سبحان اللہ! اس قدر ستم ظریفی!! اسے میں کیا بتاؤں! خود اپنے دل سے پوچھیے وہی سب بتا دے گا۔ اتنا میں بھی جانتا ہوں ؎

تم چاہو اگر ...... کیا نہ ہو نہیں سکتا
یاں ہو نہیں سکتا کہ وہاں ہو نہیں سکتا

آپ کو یہ باتیں اچھی معلوم نہ ہوں گی لیکن دیکھیے کس قدر پتہ کی کہہ رہا ہوں؟

یہ ارمان رہ گیا کہ میرے مختصر مضمون میں کسی جگہ آپ کا قلم نہ لگا۔ کاش ایسا ہوتا تو اس کی آبرو بڑھ جاتی مگر جب آپ کو میری آبرو بڑھانی منظور بھی ہو۔

اب بھی آرزو پوری کرنے کا موقع ہے۔

توبہ! میں آپ سے لڑ سکتا ہوں نہ

کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے ایسا ہو نہیں سکتا۔

مجھے خبر ہے کہ نقاد کیا ہوگا؟ خدا نظرِ بد سے بچائے اور آپ کی آغوشِ محبت میں جوان کرے! اُف!! مجھ کو دیکھو! استہ دیکھو، یہ تمنا دیکھو۔

اللہ آپ کے دل سے نکلی ہوئی دعائیں سن لے اور مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور سنے گا۔

ہائے تفصیل نہ لکھ کر آپ نے بہت بے چین کر دیا۔ خدا کے لیے صاف صاف لکھیے، مفصل لکھیے اور جلد لکھیے کہ اپنی داستانِ درد آپ کب سنائیں گی، کب سنیں گی۔ کہاں سنائیں گی، کہاں سنیں گی؟ سچ کہتا ہوں۔ اب مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔ خدا جانے کس کس طرح اپنے غمگین اور وحشی دل کو سمجھا رہا ہوں، بہلا رہا ہوں۔ پھسلا رہا ہوں۔ لیکن یہی بیگانگی دلا علمی قائم رہی تو چند مہینوں سے زیادہ نہیں جی سکتا۔ اس لئے چاہتا ہوں، آہ کس قدر چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی ہی میں آپ کی داستانِ درد سن لوں، اپنی غم بھری کہانی آپ کو سنا دوں اور پھر

تم پہ، ہاں تم پہ، نثار ہو جاؤں، مر جاؤں!

آہ! کیا کوئی تدبیر ایسی نہیں کہ ہم ہمیشہ کے لئے، مدت العمر نہ چھوٹنے کے لیے کبھی نہ بچھڑنے کے لیے، ایک دوسرے سے مل جائیں ———؟

اس سوال کے جواب پہ میری موت اور حیات منحصر ہے، خدا کے لیے سوچ سمجھ کر دینا، اور وہ بات لکھنا جو حقیقتاً تمہارے دل میں ہو۔

ہائے اللہ! کس قدر حسرت ہے کہ آپ کے سفر کے پروگرام (نظام) میں کبھی غریب دسبے کس آگرہ شامل نہیں ہوتا!!

پیاری! کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ بریلی میں وجہ بے اطمینانی کیا ہے؟ پیاری! کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ دہلی یا پھر

لکھنؤ جانے کا ارادہ کس لیے ہے؟
میں جواب اور مضمون کا بے صبری و شوق کے ساتھ منتظر ہوں۔ آپ
نقاد کا انتظار کیجئے۔
جو ۱۰ر ۱۱ر تک انشاء اللہ شائع ہو جائے گا۔
پرچہ تیار ہے، صرف بمبئی سے بلاک چھپ کر آنے کا انتظار ہے۔ آج پھر تار دیا ہے۔
خدا کے لیے، مختصر خط نہ لکھا کیجئے، یہ مجھ پر ایسا ظلم ہے جو کسی طرح بھی برداشت نہیں ہو سکتا۔
آخر میرے شوق کی کچھ تو رعایت ہونی چاہیئے ؎

گل نہیں تو گل کی نکہت ہی سہی

آپ کی طرح لکھنا نہیں آتا۔ ورنہ خدا جانے کیا لکھتا۔ جان نثار
دلگیر

(۱۴)

۲۸ر مارچ ۱۹۱۷ء

آپ کا محبت نامہ ۲۵ر مارچ کا لکھا ہوا آج مجھے ملا ہے۔ اس سے قبل ۲۴ مارچ کو ایک خط اور لکھ چکا ہوں، خدا جانے وہ بھی آپ کو ملا یا نہیں؟
مگر اب مل کے کیا ہو گا۔؟
اس خط کے آخری فقرے پڑھ کر دل پر بجلی گر پڑی اور میں اس قابل نہ رہ گیا کہ آپ کو کسی بات کا برا بھلا جواب دے سکوں۔
آپ کو میری قسم انکار نہ کیجئے "خدا مبارک کرے۔
میں بدنصیب رہ کر بھی زندگی کاٹ دوں گا، آپ اس کا غم نہ کریں۔ بے کس نقاد کے مر جانے کا البتہ افسوس ہو گا!
خیر اپنے ساتھ اس کا بھی صبر کر لوں گا۔ حسرت نصیب
دلگیر

(۱۵)

آگرہ ۱۴ر اپریل ۱۹۱۷ء

پیاری
جذبِ محبت دیکھئے، آج آپ کا (چاند سا) خط ملا اور آج ہی آپ کو نامہ دلگیر (نقاد) مل گیا ہو گا۔ کل جس وقت آپ کا خط پوسٹ ہوا ہے (1-3 . P.M) ٹھیک اسی وقت نقاد بھی ڈاک میں ڈالا گیا تھا۔ لکھئے کب ملا؟

میرے طویل خط کا مختصر و تشنہ جواب، میرے شوق کی بہ رعایت معکوس، داد قبول فرمائیے!

میرے سراپا آرزو سوال کو آپ نے اب تک لاجواب رکھا، آپ کی مرضی لاجواب ہی رکھیے۔ اس ادا پہ بھی جان نثار ہے ؎

مطلب کی کہہ نہ ایک عالم کیا بات ہے تیری گفتگو کی

آپ کسی طرح صبر نہیں ہو سکتا، ہائے اللہ کیا کروں؟ "کلی" نے اور آگ لگا دی۔ نقاد کچھ تو تفصیلی رائے لکھیے، کیسا نکلا؟ جو نقائص رہ گئے ہوں مطلع فرمائیے کہ دور کر دیے جائیں۔ میں چاہتا ہوں نقاد آپ کے خیالات کی تصویر مری بن کر نکلے۔ اس لیے ہمیشہ ٹوکتی رہیے۔

"حسن" کا منتظر ہوں۔ جلد آئیے۔

غزل اور کلی دیکھی، کیا بتاؤں پھر افسردہ دل پر کیا گذر گئی! ایک گھنٹہ سے کم نہیں رو دیا۔ اب بھی آنکھیں نم ہیں یہی ان کی داد ہے۔

غزل سراسر حال ہے، کس کس شعر کی داد دوں؟ خصوصاً مطلع اور ان اشعار نے تو کلیجہ نکال لیا ہے ؎

(۱) روح آئی الخ (۲) یہ نہ سمجھیں گے الخ (۳) آنکھ ملتی تھی الخ

"اے کلی"

اُف، اس دلگیر عنوان نے کہاں کا نہ رکھا! کلی کے پردہ میں مخاطب صحیح کون ہے؟

آہ! یہ میں نہیں جانتا مگر اتنا جانتا ہوں کہ جیسے کوئی مجھ پر گذری ہوئی پر بیتہ کی کہہ رہا ہے اور اس "شب دلگیر" کی یاد دلا رہا ہے جب چاند نظر کے سامنے آتے ہی چھپ گیا تھا، اوجھل ہو گیا تھا۔

آہ! میں اس چاندنی رات کے خواب کو اب تک نہیں بھولا جسے میں نے بیداری میں کبھی دیکھا تھا —

مضمون سر سے پا تک تخیل ہی تخیل ہے۔ کن کن نزاکتوں کی داد دی جائے؟ اگر قوت انتخاب مجروح ہے تو میرا قصور نہیں۔ میں وہ زبان کہاں سے لاؤں جس سے "لطافت جذبات" کی داد دوں۔ تاہم جہاں آپ کی نازک خیالی میری آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکی۔ اُسے تو بیان (رہی)، میں سے کچھ ظاہر کرتا ہوں۔ آپ بھی ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈال لیجئے:۔

۱۔ (اے گرہ رنگ و بو، اے عقدۂ بہار) اس خطاب پر شعرا کے ہزاروں دیوان نثار

۲۔ (اور تیری حس کی قائل ہوں کہ صبح تک تو میرے ہم نفس ہونے کا بھی بار نہ اٹھا سکی)

آپ نے کس قیامت کی چٹکی لی ہے۔ دل کا گذرا ہوا واقعہ یاد آ گیا۔ آہ کس قدر شرمندہ ہوں۔

۳۔ (جب چاند کی کرنیں ..... میری انگڑائیوں سے ایک مد و جزر کی کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔)

ہائے کتنی حسرت ہے، اس وقت جب یہ عالم کیف طاری تھا، میں موجود نہ تھا ورنہ میری جان نثاری سے ان اداؤں میں جان پڑ جاتی۔ بتائیے!

کیا میری قسمت میں کوئی ایسی رات نہیں ؟ !

۴ - (میری نیند میں تو اپنی آنکھیں کھول کر تباہ و برباد ہو جائے) کاش یہ موقعہ مجھے نصیب ہو۔

۵ - (تیرا تن نازنین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو ہمیشہ اسی خواب کے پاس رہے گی)

۶ - (میں تجھے مرقع میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خواب ہی دیکھ رہی ہوں)

۷ - (اے کلی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرے دامن میں رہے گی)

۸ - (سے میں تیاتے تصویر میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میری صورت کے لئے تڑپ رہا ہے، بے قرار ہے)

کیا ان جذبات لطیف و خیالاتِ نادرہ کی داد دی جا سکتی ہے؟ کیا ان دل کے ٹکڑوں کا کوئی مول ہو سکتا ہے۔ جن کے معاوضہ میں جان سی شے بھی حقیر ہے؟

سچ یہ ہے کہ نہ اس سے بہتر تمہید ہو سکتی ہے اور نہ خاتمہ، خاتمہ پر میں جس قدر ناز کروں کم ہے کہ اس کا مخاطب یا میں دلگیر کے دل کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

"ایک ننھا سا مزار"

آپ کی پیاری زبان سے سنتے ہی دل اچھل پڑا میں نے دیکھا کہ "وہ کلی" بھی اس کے ساتھ ہی ساتھ اچھل رہی تھی اور زبانِ حال سے گویا تھی ۔

"میں وہاں پہونچ گئی جہاں مجھے پہونچ جانا چاہیے تھا۔"

کیا میں اس چاند سی صورت کو دیکھ سکتا ہوں جس کے یاسمینی سینہ پر اس کلی نے ایک رات، پوری ایک چاندنی رات بسر کی ہے؟ کیا مجھے بھی یہ شرف و افتخار حاصل ہو سکتا ہے کہ ایک رات مل کر بسر کر لینے کے بعد میری خاک آرزو بھی آپ کے دامن رنگین میں رہے؟ خدا کے لئے ان سوالوں کا عملی جواب دیجئے ورنہ حسرت ہی میں تمام ہو جاؤں گا جو شاید آپ کو منظور نہ ہو۔

ایک جگہ آپ نے لکھا ہے۔ "اے پژمردہ کلی" "پژمردہ" کی جگہ "دلگیر" لکھ دیتیں تو میری آبرو یقیناً بڑھ جاتی۔ مگر ایسی قسمت کہاں؟

آپ ہنسیں گی اگر میں یہ کہوں کہ اپنے مضمون و غزل کی معرفی کے بیے خود ہی نوٹس لکھ دیجئے کیونکہ میں اپنی قابلیت کو اس فرض کی ادائیگی سے قاصر پاتا ہوں، کم از کم میری یہ خواہش تو پوری کرنی ہوگی۔

دیکھو! تمھیں ہماری قسم، انکار نہ کرنا۔

جواب فوراً آئے اور مفصل۔

کیونکہ کہوں
آپ کا
دلگیر

(۱۶)

۱۶ اپریل سنہ ۱۹۱۷ء

ماہِ التفات

روحی فداک۔ خدا جانے کیا بات ہے کہ آپ کے خط کا جواب ۱۴ کو لکھنے کے بعد خود بخود جی بھرا آتا ہے، روتا ہوں مگر تسکین نہیں ہوتی۔ ہائے یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ ؎

جان برباد کرم ہے، دل تباہ التفات

کل کی رات جس کی صبح کو یہ خط لکھ رہا ہوں، آنکھوں میں کٹ گئی، تاروں کو دیکھا مگر ہائے۔

"چاند" یہاں بھی نظر نہ آیا!

اپنی حسرت کی داد کس سے لوں؟

نہ معلوم کیوں؟ رات نیند نہ آئی، مر مر کے صبح ہوئی، بس وہی" افسردہ کلی" پیش نظر تھی جس نے آپ کے دھڑکتے ہوئے سینہ پر ایک رات بسر کی تھی۔ رہ رہ کے خیال آتا تھا۔

"مجھ سے تو وہ کلی ہی اچھی"

اس خیال سے کلیجہ میں ہُوک اٹھی، دل کی بے تابی بڑھی اور یہ نالے خود بخود موزوں ہو گئے۔ افسوس جن کی داد دینے والا بھی یہاں موجود نہیں آپ کے پاس اصلاح کی غرض سے بھیجتا ہوں۔ خدا کے لئے کہیں ان پر اپنا نازک قلم لگا دینا۔ آبرو بڑھ جائیگی۔

آہِ دلگیر

مرنے والے! یہ ترے دل میں خیال اچھا ہے ۔۔۔ جان جاتی ہے مگر کہتا ہے حال اچھا ہے!

اب ہے کیا ذکرِ شبِ ہجر جو دل پہ گذری ۔۔۔ پوچھنے والے سلامت رہیں، حال اچھا ہے

جی اُٹھے گا ابھی یہ ہجر میں مرنے والا ۔۔۔ آپ پوچھیں تو سہی اتنا کہ حال اچھا ہے

آپ آزردہ نہ ہوں، روئیں نہ تربت پہ مری ۔۔۔ آپ کی جان سے دور، اب مرا حال اچھا ہے

ہائے اس حال سے سب عمر ہوئی اپنی بسر ۔۔۔ یہ نہ پوچھا کبھی تم نے "تیرا حال اچھا ہے"

سن لیا جب کہ بُرا حال ہے تم نے پوچھا ۔۔۔ چارہ گر پوچھتے ہیں مجھ سے کہ حال اچھا ہے

ان کے جلوہ سے ہیں محرم ہماری آنکھیں! ۔۔۔ آہ! دلگیر، یہ نیرنگِ جمال اچھا ہے

وہی اچھا ہے کہ ہو جس میں "کسی" کی مرضی
ہجر اچھا ہے نہ دلگیر وصال اچھا ہے

ہائے، یقین کرو، اب میری وحشت بڑھتی جاتی ہے، کسی طرح ضبط اور صبر نہیں ہو سکتا۔ دل، دو آتیں چاہتا ہے،

ایک روزانہ خط، دوسرے قدمبوسی —

تمھیں میری جان کی قسم، سچ سچ بتاؤ، تمھارے قدموں میں جان دینے کے لیے کب تک صبر کروں؟ بس تاریخ مقرر کر دو نہیں تو مجھے خدا پر چھوڑ دو اور کرنے دو جو میرا دل چاہے — پیاری! جی چاہے تو اس کا ضرور کچھ انتظام کرو کہ تمھارا خط مجھے روزانہ مل جایا کرے ورنہ میں اپنے حواس میں نہ رہوں گا۔ پاگل ہو جاؤں گا۔

آپ کے مراسلات نے ایک نیا لٹریچر پیدا کر دیا ہے، باور فرمائیے۔ آپ کا خط نہیں ملتا تو میں کھویا کھویا سا رہتا ہوں ہائے کسی کام میں جی نہیں لگتا، خدا جانے یہ آپ نے کیا کر دیا ہے؟ سنو! اگر میری آرزوئیں پوری نہ کی گئیں اور صاف صاف جواب ہر بات کا نہ ملا تو بس پھر میں ہوں اور بریلی ہے اور در یار کے سجدے!

دیکھ لینا، نقاد کو چھوڑ کے بھاگ کھڑا ہوں گا، ان گلیوں کی خاک چھانوں گا جہاں "قمر منزل" ہے —

اور اپنی قمر کی جان نواز چوکھٹ پر جان دے کر دم لوں گا۔

پیاری! انھیں محض الفاظ نہ سمجھنا، دل کی حالت یوں ہی رہی تو یہ اک روز ہو کر رہے گا۔ خطوں کا جواب اور نقاد کی رسید، پیاری لکھ اور جلد لکھ۔

دیوان حسرت موہانی پر آپ ریویو کرنا چاہیں تو بھیج دوں۔ نقاد میں کچھ نقد کا سلسلہ بھی آپ کی طرف سے رہے تو مناسب ہوگا۔ دنیا ویسے ہی حیران ہے۔ یہ دیکھ کر اور آئینہ بن جائے گی۔

بیگم حسرت نے مجھ سے پوچھا:۔

"نقاد ایک خاتون کے ہاتھ میں"

" کے عنوان سے جو اشتہار شائع ہو رہا ہے اور جس کی تعریف بے حد کی ہے وہ کون ہیں؟ اگر کوئی امر مانع نہ ہو تو مفصل کیفیت سے اطلاع دیجیے۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ کسی چیز کی تعریف سن کر اس کے دیکھنے یا کم سے کم اس سے واقفیت بہم پہونچانے کی جستجو رہتی ہے۔"

میں نے ان کو لکھ دیا ہے ؎

"آہ نہیں رخصتِ افشائے راز   قصہ تو معلوم ہے سارا مجھے

اگر آپ ان کو دیکھنا چاہتی ہیں تو نقاد میں دیکھیے جو عنقریب حاضر خدمت ہوگا۔ ہاں اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ "وہ" ایک رکھتا ہوا جی اور ایک جان ناتواں ہے جس کے نالے نقاد میں دیکھیے گا۔"

آپ ہی بتائیں اور کیا لکھتا؟

جی نہیں چاہتا ختم کروں مگر سمع خراشی آخر کہاں تک؟

لیجیے آؤ آپ، اب جاتے ہیں ہم۔

ہلاک آرزو

دلگیر

(۱۷)

۱۷ اپریل ۱۹۱۶ء

تمنا کو تم اپنی منع کر دو
ہماری جان کے پیچھے پڑی ہے

جانِ دلگیر

آج، ہاں آج غالب توقع تھی، پوری امید تھی کہ آپ کا بھیجا نامہ ملے گا، لیکن آہ نہ ملا۔ کیا بتاؤں غم نصیب جی پر کیا گذر گئی۔ ہائے خدا کسی کو امیدوار نہ کرے!

جواب نہ سہی، کم سے کم نقاد کی رسید فوراً دینی تھی۔

پرسوں رات سے بُرا حال ہے، خبر نہیں کیوں؟ کل کی رات بھی جیسی گذری۔ الاماں بیان کر کے آپ کو افسردہ کرنا نہیں چاہتا ؎ ہاتھوں پہ ساری رات دل ناصبور تھا

اضطراب شب میں یہ شعر اور ہو گئے ہیں۔ بہ نظرِ اصلاح بھیجتا ہوں۔

یاد ہو ایام کہ مر مر کے کٹی ہجر کی شب ۔۔۔ جو گذر جائے کسی پہ وہی حال اچھا ہے
گو نہ آئے مری بالیں پہ دمِ نزع یہاں ۔۔۔ خیر پوچھا تو سہی تم نے کہ حال اچھا ہے
نہ خوشی جینے کی مجھ کو نہ ہے مرجانے کا غم ۔۔۔ آپ جس حال میں رکھیں وہی حال اچھا ہے
لکھی دلگیر نے خاطر سے تمنا کی یہ غزل ۔۔۔ اس کو جو حال پسند آئے وہ حال اچھا ہے

پہلے مقطع میں صرف آپ کے لیے یہ ترمیم کر دی ہے ؎

وہی اچھا ہے کہ ہو جس میں قمر کی مرضی ۔۔۔ ہجر اچھا ہے نہ دلگیر وصال اچھا ہے

رات تو یوں گذرتی ہے اور دن بھر وہ کلی دیکھتا رہتا ہوں جسے کاغذی پیراہن دے کر حیات ابدی بخش دی ہے۔ اس غریب کی دل گرفتگی و دلگیری دیکھ کر طبیعت بے قابو ہو جاتی ہے۔ بے اختیار رو دیتا ہوں۔ سارے آنسو "کلی" پر گرتے ہیں۔ جن کی نمی شاید اسے کبھی شگفتہ و شاداب کر سکے۔

کیا کوئی صورت ایسی نہیں کہ میں بریلی حاضر ہو کر اک نظر آپ کو دیکھ لوں؟ خدا کے لئے صاف صاف لکھو، بے چین ہوں۔ آ گئے تو آپ کیوں کہنے لگیں؟

کیا آپ کی کوئی تصویر ہے؟ ہو تو اسی کو بھیج دیجیے۔ غم غلط ہو جائے گا۔ اچھا یہ بھی نہ سہی، اپنا رومال ہی میرے آنسو پونچھنے کے لیے بھیج دیجیے (ابھی ابھی ایک ہچکی آئی، شاید آپ نے یاد کیا) ہائے ؎

آتا نہیں کوئی آنسو پونچھے ۔۔۔ کیا روؤں میں اپنا بے کسی کو

"حسن" کا بے صبری و شوق کے ساتھ منتظر ہوں۔ خدا جانے کس قیامت کا ہوگا؟

(کہہ دیجئے "کسے تجربہ") شاید میں اس آئینہ میں آپ کو دیکھ سکوں جس کی بڑی تمنا ہے۔ فرصت ہو اور جی بھی چاہے تو "نہندی" یا "اتری ہوئی مہندی" پر کچھ لکھ ڈالیے کہ یہ آپ کا حصہ ہے۔ جان دینے کے لئے میں حاضر ہوں ؎

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

دل سے تمہارا

دلگیر

(۱۸)

۲۰ر اپریل ۱۹۱۷ء

جانِ دلگیر

سلامت رہو۔ دعائے نیم شبی قبول ہوئی، وہ خط جس کے لیے بے تاب تھا، ملا، بوسہ دیا، آنکھوں سے لگایا، دل میں رکھا.

لاحول ولا قوۃ۔ آپ بھی اسے سچ سمجھ گئیں ــــ اب حضور را وہ تو (ادبی)

اپریل فول تھا۔

کیا میرے پریشان خطوں کا فائل رکھا جاتا ہے؟ للہ ان سب کو پھاڑ ڈالیے، جلا دیجئے، وہ مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ ان میں سے کتنے خط ایسے ہیں جن کا فائل رکھا جا سکے؟ قسم لو، ایک نہیں!

بے ہوش تو ضرور ہوں (اور خدا مجھے بے ہوش ہی رکھے) مگر اتنا ہوش ہے کہ میرے قلم سے آپ کی توہین نہیں ہوئی، یہ صرف کاتب نقاد کی عنایت ہے جس نے مجھے آپ سے شرمندہ کیا۔ میں نے اس طرح لکھا تھا:-

" لکھنے والی نے بڑے بڑے "نازک" خیالوں" کا ست کھینچ لیا۔"

کاتب نے علامات اوقاف اڑا کے ذم کا پہلو پیدا کر دیا۔ مجھے بھی صحت کے وقت اس کا خیال نہ رہا۔

میں سنا کرتا تھا "ماطلاں پیر و نقطہ نہ شوند"

یہ بات غلط ثابت ہوئی۔

بہرتقدیر، میری نیت آپ کی توہین کی ہرگز نہ تھی، نادانستہ جو توہین ہوگئی ہے اس کی باادب معافی چاہتا ہوں اور اس غلطی کی تصحیح کرنے کے لیے حاضر ہوں۔ جلد لکھیے کہ کن الفاظ میں معذرت کروں؟

جانداریتی کو آپ خود سے جدا دیکھنا چاہتی تھیں مگر یہ مجھ سے کسی طرح ممکن نہ تھا کہ میں اسے اپنی آغوش سے علیٰحدہ رکھوں۔ دل میں جگہ دی اور کہاں رکھتا؟

بے شک وہ اشتہار معلوم ہوتا ہے مگر اشتہار محبت

ایک ادیب اور سخت کافر نقاد نے اس کی نسبت مجھے لکھا:

"جانداریتی اسی نوٹ اور اسی جگہ کی مستحق تھی جو اس کو دی گئی۔ حقیقت میں نقاد ہو، تمہارے انتخاب کا کیا کہنا، خود

منتخب ہو، اُف اِکمال کر دیا۔"

آپ کا مضمون واقعی بلاک سے نہیں چھپا، اس بالغ نظری کی داد قبول فرمائیے۔ جب بلاک بننے میں دیر ہوئی تو میں نے لکھا کہ فوٹو زنکو سے چھاپ کے بھیج دیں۔ چنانچہ یہ اسی طریقہ سے چھپ کے آیا ہے۔ بلاک وقت پر بن جاتا تو اور چار چاند لگ جاتے، اس پر بھی پسند آیا، اپنے خلوص کی تعریف کیجیے۔

خوش ہوا کہ آپ نے مخلصانہ نقد و نظر سے مستفید فرمایا۔ اسی طرح آپ ٹوکتی رہیں تو نقاد ایک دن کچھ ہو جائے گا۔

مضامین کی نسبت آپ کی رائے درست ہے۔

نیاز کو آپ کی طرف سے مبارکباد لکھ دی۔

گلاب، آسکر وائلڈ کے مضمون کا ترجمہ ہے، خوب اندازہ کیا۔

گلستان جلی، لطیف سے لے کر اور شاعر کا انجام الہ آباد سے منگا کر روانہ کر دوں گا۔ صرف پبلشر صاحبان کی تحریک پر اپنی جانب سے اشتہار دے دیا ہے، کتابیں دونوں میرے پاس نہیں۔

نقاد کا سرورق اکٹھا (چند ماہ کے لیے) چھپ گیا ہے اس لیے مجبور ہوں، آئندہ سرورق پر نقاد عربی خط میں خوبصورت لکھواؤں گا۔

آپ "شاہ" کا لفظ نکلوا کر میری روحانیت مجھ سے چھیننا چاہتی ہیں۔ بہت اچھا میں اپنی روحانیت بھی (جسے جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں) آپ پر قربان کر دوں گا۔ جب تک موجودہ سرورق باقی ہے "شاہ" پر چیپی لگ جائے گی اور نئے سرورق پر صرف "دگیر" ہو گا آئندہ آپ کی خوشی ہوئی تو دگیر بھی نہ رہ صرف قمر ہی قمر۔ اعراب غلط ہے، صحت ہو جائے گی، اس محبت آمیز انتباہ کا دلی شکریہ!

محسن اب تک نہیں آیا۔ جلد بھیجیے۔ غزل بھی بعد اصلاح جلد آنی چاہیے۔

خوش خبری سننے کے لیے تیار رہوں، آہ! ایسی تقدیر کہاں؟

کل کی ڈاک سے یہ خط اور مضمون ملا۔ جسے بھیج رہا ہوں، شائع کرنے کی رائے ہو تو اپنے نوٹ کے ساتھ واپس فرمائیے۔

میرے سارے خط ابھی تک لاجواب ہیں۔ آہ۔

دگیر

(۱۹)

۲۵ اپریل (۱۹۱۷ء)

خط تجھ کو وہ لکھے جو تری یاد چھوڑ کر
دل محوِ شکرِ واپسیِ نامہ بر کرے

پیاری

بہت ستاتی ہو، خطوں کے جواب میں اتنی دیر، کل نہ مرا تو آج مر جاؤں گا! آپ یہ سن کر ہنسیے اور میں روؤں کہ ۲۳ اپریل

کہ جب آپ کا خط نہ ملا تو طبیعت میں الجھن پیدا ہوئی، دل کی وحشت بڑھی اور مجھ سے کسی عنوان ضبط نہ ہو سکا۔ سیدھا اسٹیشن پہونچا۔ ٹکٹ لیا اور روانہ ہو گیا۔ راستہ میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ قلب میں پنکھے لگے ہوئے ہیں۔ خیر، دیارِ محبوب کے شوق میں رات کٹ گئی، صبح ہوتے ہی بریلی میں تھا (یعنی ۲۴ ر کو) دن بھر اس پیارے شہر کی گلیوں کی خاک چھانتا پھرا۔ پہلے ذخیرہ گیا، پیمبر کے دروازہ کو بوسہ دیا، سجدہ کیا اور الٹے پاؤں واپس آیا۔ پھر اس تلاش میں ہر جگہ گیا کہ کسی طرح "قمر منزل" کا پتہ مل جائے تو وہیں پاؤں توڑ کے بیٹھ رہوں مگر تیرہ بختی ساتھ تھی، ناکامی ہوئی، آپ کا کھوج نہ لگا۔ آہ مجھے اس دل کی بیتابی نے مارا، یہ دل جسے پسند کرتا ہے، کہاں سے لاؤں اس آرامِ جان کو۔ اپنی دیوانگی و شوریدہ سری کی داد نہیں چاہتا۔ ہاں یہ سمجھ کر خوش ہوں ؎

مری ناکامیوں پر تم کو رحم آجائے گا آخر مری امید میری سعیِ لاحاصل سے نکلے گی

خیال تھا کہ وہاں پہونچ کر تسکین ہو جائے گی مگر کچھ سکون نہ ہوا۔ اختلاج اور بڑھا۔ اسی وحشت کا یہ نتیجہ اضطراری تھا کہ رات کی گاڑی سے واپس آیا۔ راستہ کی یادگار یہ شعر ہے جسے آپ بھی سن لیجئے ؎

پھر ترا تغافلِ جاں گسل نہ کرے کہیں تجھے منفعل کہ بہت ہی زار و شکستہ دل ترے در سے اہلِ وفا گئے

آج یہاں آکر بھی کوئی خط نہ پایا۔ اپنی دل شکستگی کس سے کہوں؟ خدا ہی اب بخیر کرے "حسن" کب تک آتا ہے، غزل کی اصلاح کون کرتا؟ رسید تک ندارد "تابید" کے مضمون کے متعلق کوئی رائے نہیں، نوٹ نہیں، رسید نہیں، اللہ رے استغنا!

آپ کے پوچھنے والوں نے تنگ کر رکھا ہے۔ کس کس کو جواب دوں؟ مسز سجاد حیدر کا خط آیا ہے جسے بجنسہٖ ارسال کرتا ہوں۔ ان کو خواہ براہِ راست جواب دے دیجیے۔ یا میری معرفت۔

آپ کو کیونکر یقین دلاؤں کہ خط جلد نہ ملنے سے میری حالت تباہ ہو جاتی ہے، اپنے ہوش میں نہیں رہتا، نقاد کے کام میں بھی دل نہیں لگتا۔ اس لیے جس طرح ممکن ہو جلد جلد یاد فرماتی رہیے اور مفصل، ورنہ آپ کا صبر آزما سکوت کسی دن میری جان لے لے گا!

ہائے اللہ! اخیر مئی کب آئے گی؟

بدستور دگیر

(۲۰)

آہ

یہ خانہ وہی ہے اور وہی سوزِ غمِ فرقت
مرے کس کام آیا آپ کا رشکِ قمر ہونا

آزردہ

دگیر

۲۰ راپریل ([illegible])

(۲۱)

۱۲ مئی ۱۹۱۶ء

اے عیسیٰ بیماراں از ہجر تو رنجورم
شاید نہ خبر داری از حالتِ بیماری

آنکھوں میں بسنے والی، دل میں سمانے والی!
تجھ پر سلام!!

ہائے خدا جانے آپ کیسی ہیں، کس حال میں ہیں کہ اب تک سواد خط سے آنکھیں کچھ نور نہیں ہوئیں ؎

گوش مہجور پیام و چشم محروم جمال
اک دل تس پر یہ ناامیدواری ہائے ہائے

کم سے کم اپنی خیریت تو لکھیے۔

یہ بدنصیب آنکھیں جس طرح آپ کے خط کو روزانہ ڈھونڈھتی ہیں۔ انھیں آنکھوں سے پوچھیے۔

آہ! میری حالت کون دیکھے؟ ؎

وہ بے کسی ہے کہ پرسانِ حال کوئی نہیں تھا ایک دل وہ تھا ہی جان نثار ہوا

خیر بیاری، تم سلامت رہو، میں ایک ارادہ کر چکا ہوں اور وہ جلد پورا ہوگا۔

جب سے مرنے کی جی میں ٹھانی ہے
کس قدر ہم کو شادمانی ہے!

جان سے بیزار
دگیر

(۲۲)

۱۳ مئی (۱۹۱۶ء)

سرکار

عتاب نامہ ملا۔ پڑھ کر اپنے حال میں نہ رہا، غصہ وہ بھی بیمار کا کیونکر برداشت کروں؟ آپ کی علالت سے جی نڈھال ہو گیا۔ آہ تیمارداری اور مزاج پرسی کیسے کروں؟ صرف دعا کرتا ہوں، خدا قبول کرے۔

علالت کی تفصیل نہ معلوم ہونے سے اور وحشت ہے

میں اور آپ کے مضمون میں کسی جگہ اصلاح دوں ؏

یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے

دگیر صرف اظہار شوق کے لیے کہہ دیا تھا۔ آپ کا مضمون بجنسہٖ لکھا گیا۔ بیگم حسرت کو اچھا جواب نہ دے سکنے پر شرمندہ ہوں آئندہ احتیاط رکھوں گا۔ غزل پسند آئی، حسنِ نظر کی داد قبول فرمایئے۔ میں نے اپنی غزل روک لی۔ اجازت ہوگی تو دوسرے نمبر میں شائع کر دوں گا ورنہ نہیں۔

میں اپنی تاویلات منفعل پر سخت نادم و پشیمان ہوں اور گذشتہ بے ادبیوں کی با ادب معافی چاہتا ہوں۔ اب ایسی خطائیں نہ ہوں گی۔

میں روحانیت کا زبانی وعدہ واپس لیتا ہوں اور غلط اظہارِ خیال پر منفعل ہوں۔

آئندہ "شاہ" نہ رہے گا۔

آہ میری شان، مجھ بے چارہ کی شان ہی کیا ہے؟

ناہید کا خط اور مضمون واپس ملا۔ جواب اور نوٹ کی تعریف کرنے کی قابلیت مجھ میں نہیں ہے۔

نذر سجاد کو آپ نے جواب لکھ دیا؟

کیا ۱۷، ۲۵، ۲۸ر اپریل اور ۶ر مئی کے خطوط آپ کو نہیں ملے؟ ممکن ہو تو خیریت روزانہ لکھتی رہیے۔

معتوب و شرمسار
دگیر

(۲۳)

۱۱ر مئی (۱۹۳۸ء)

مجھ سے خفا ہو جانے والی
کیا اب یہ خفگی دور نہ ہوگی؟

بے دل ہو تو آؤ مجھ سے دل لو
روٹھی ہو گلے لگاؤں جل لو

متواتر خطوں کا جواب نہیں، نہ سہی، خیریت تو لکھی ہوتی کہ صبر آتا۔ ۹ر مئی کو گیتان جلی بذریعہ رجسٹری روانہ کی ہے جی چاہے تو رسید دیجئے۔ شاعر کا انجام ابھی الٰہ آباد سے نہیں آیا، جس وقت آئے گا اسی وقت روانہ کر دوں گا۔ دیوانِ حسرت بھی اس کے ساتھ ہوگا۔ علی گڑھ سے ایک خاص نسخہ آپ کے لئے منگایا ہے۔

تیسرے نمبر کی کتابت "محسن" کی وجہ سے رکی ہوئی ہے۔ آپ بھیجیں تو شروع ہو۔ میں محسن کو اس نمبر کا عنوانِ ادبیت بنانا چاہتا ہوں۔ جس طرح ممکن ہو فوراً ارسال فرمایئے اور کوئی غزل بھی۔

اس طرف دیکھئے۔

"کل" کی تقریب لکھی ہے لیکن جب مجھے ہی پسند نہیں تو آپ کو کیا پسند آئے گی! میں کیسا ہوں؟ نہ پوچھئے، اتنے

مٹنے والے ولولوں کی کارفرمائی نہ پوچھ
یاس اور امید کی ہنگامہ آرائی نہ پوچھ
ہجر میں کیا کیا ہوں وقفِ ناشکیبائی نہ پوچھ
"کاؤ کاؤ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا، لانا ہے جوئے شیر کا"
اگر اس خط کا جواب اور محسن نہ آیا تو پھر تکلیف نہ دوں گا۔

اپنی جان سے خفا
دل گیر

(۲۴)

آگرہ ۱۲ مئی ۱۹۱۷ء

پیاری قمر

ابھی ابھی مسیحا نامہ ملا۔ مر رہا تھا جلا دیا تم نے۔

کل ہی مایوس ہو کر ایک خط ادریبلی بھیجا تھا۔ خدا جانے اب اس کا کیا حشر ہوگا؟ اس خط سے قبل ۹ مئی کو گیتان جلی بذریعہ رجسٹری (بریلی) روانہ کر چکا ہوں کل سے کو مل ہوگی۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ بریلی سے گیتان جلی اور میرا ۱۱ مئی کا خط منگالیں اگر ایسا نہ ہوا تو مجھے افسوس ہوگا۔

افسوس ہے کہ آپ آو مر مطلق نہ رہ سکیں۔ خدا اب اطمینان دے دتی کا نام نہ لیجیے، یہ نام سن کر خدا جانے میں کیوں کانپ جاتا ہوں! آپ کی بیگانگی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ نقاد کا کس کافر کو ہوش رہا۔ اب آپ کا خط آیا ہے تو نقاد کا کام بھی ہوگا۔ پرچہ لکھا ہوا کب کا تیار رکھا تھا اور آپ کا خط اس سے قبل مل جاتا تو اب تک چھپ کر آپ کے ہاتھ میں ہوتا۔
اس قدر پریشان تھا کہ نقاد چھپوانے کو جی نہ چاہا۔ جمعہ سے چھپنا شروع ہوگا اور ان شاء اللہ تعالیٰ ایک ہفتہ کے اندر تیار ہو جائے گا۔ اس تعویق کا ذمہ دار کون ہے؟ یقیناً میں نہیں۔
محسن کو بہت جلد پورا کر کے بھیج دیجیے کہ تیسرے نمبر کی کتابت اسی کے انتظار کی وجہ سے رکی ہوئی ہے۔ میں محسن کو اس نمبر کا عنوان اولین بنانا چاہتا ہوں۔ اپنی محبت کا واسطہ جلد بھیج دیجیے۔ ورنہ یہی لکھ دیجیے کہ اس کے لیے نقاد کے کتنے صفحے محفوظ رکھے جائیں کہ اس کے آگے کتابت شروع کرا دوں۔
میں اور آپ سے خفا۔ تمام دنیا ملنے پر بھی ممکن نہیں ؎

ہم سے عبث ہے گمانِ رنجشِ خاطر
خاک میں عشاق کی غبار نہیں ہے

آہ - آخر مئی سے اب جون ہو گیا، یوں ہی آج کل میں قیامت نہ آجائے ۔" ہم ایک جگہ بیٹھ کر باتیں کریں گے" کیا ہے کھاؤ تو قسم میرے لہو کی!

آہ! خدا جانے کیوں باور نہیں آتا ؟ خیر زندگی ہے تو یہ چند دن بھی گذر جائیں گے خدا اس خواب کی تعبیر پوری کرے کہو آمین

ہائے اللہ! یہ انیس دن کیسے کٹیں گے؟

مختلف اخبارات و رسائل نقاد پہ ریویو کر رہے ہیں۔ اس وقت تک سب سے اچھا ریویو گلچیں نے کیا ہے - (جو آج آپ کے خط کے ساتھ ہی مجھے ملا ہے اور جسے حضرت ریاض نکالتے ہیں) جسے میں نقاد میں نقل کروں گا۔

گلچیں نے آپ کی جانداریتی بھی اپنے دامن میں لی ہے یعنی ریویو کے ساتھ نقل کی ہے - اس کے بعد خطیب دہلی کا دلکش ریویو ہے جسے آپ کی رائے لینے کے بعد نقاد میں نقل کرنے کا ارادہ ہے۔

ستارہ صبح نے اپنی تازہ اشاعت میں نقاد پر تفصیلی نگاہ ڈالی ہے اور آپ پر بھی نظر انتقاد ہے جس کا جواب آپ کو نقاد کے ذریعہ سے دینا چاہیئے - اور جلد - ارشاد ہو تو ستارۂ صبح بھیج دوں - یہ بھی کہیئے گا کہ بذریعہ رجسٹری روانہ کروں یا معمولی طور پر۔

الناظر لکھنؤ نے آپ پر اور نقاد پر نہایت ناپاک نگاہ ڈالی ہے ، مئی کے پرچے میں خوب زہر اُگلا ہے ، بے نقط گالیاں دی ہیں - جن کا میری رائے میں سوائے اس کے کچھ جواب نہیں ہو سکتا ؎

"مہ نوری فشاند و سگ بانگ می زند"

آپ کو دیکھنا بھی نہ چاہیے - اس لیئے اُسے بھیجنے کا خیال بھی نہیں -

ہاں آپ کے دہلی گزٹ دہلی نے بہت کینہ حملہ مجھ پر اور آپ پر کیا تھا جذبات کی حد تک پہونچتا تھا مگر میں نے ان بھونکنے والوں کی کچھ پرواہ نہیں کی - آپ بھی قطعاً نظر انداز کر دیجیئے ؎

ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں

اور اخبارات نے جو ریویو کیئے وہ قابل ذکر نہیں۔ سب نے معمولی تعریف کی ہے۔

عام طور پر آپ کی نسائیت میں شک کیا جاتا ہے اور لوگ باور نہیں کرتے کہ یہ مضامین کوئی عورت لکھ سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اکثر پڑھے لکھے لوگ آپ کا پتہ ، نشان اور صحیح نام دریافت کرنے کے لیے بے چین ہیں - زیادہ تر یہی خیالات آپ کی نسبت ستارہ صبح نے بھی ظاہر کئے ہیں - اس لیے میں چاہتا ہوں کہ ان تمام شکوک و شبہات کا تسکین بخش جواب آپ کی طرف سے نقاد میں جلد شائع ہو جائے ورنہ آپ جانتی ہیں تمام دنیا دلگیر نہیں اور میں بدگمان طبیعتوں کو کس طرح یقین دلاؤں کہ آپ مرد نہیں عورت ہیں اور عورت بھی کیسی ؟

مجھ کو مجھ سے چھین لینے والی

حامد حسن قادری نے نقاد میں آپ پر بہت پاکیزہ نگاہ ڈالی ہے - جسے پڑھ کر میں خوش ہوں اور نقاد میں درج کرنے پر

مجبوراً آپ بھی اسے جلد دیکھ سکیں گی۔

انھوں نے آپ کی نسائیت میں شک کیا ہے اور عورت سے یہ خیالات منسوب کرنے میں وہ بھی متامل ہیں لیکن نہایت شریفانہ اور مہذب پیرایہ اختیار کیا ہے جس سے آپ کی تنقیص نہیں توصیف نکلتی ہے۔ بہرحال میری رائے ہے کہ ستارۂ صبح اور نادری کی رائے دیکھ کر آپ کو ایک مضمون لکھ دینا چاہیے۔ جس سے لوگوں کا اطمینان ہوجائے اور یہ بحث ہمیشہ کے لیے ختم۔

ہائے آپ کو خط لکھتا ہوں تو ختم کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ باتیں نکلتی ہی آتی ہیں۔ ایک آپ ہیں کہ چند سطروں سے زیادہ کبھی مجھے نہیں لکھتیں، وہ بھی مدت بعد، اچھا یہ صحبت ختم پھر ملیں گے۔

خدا کرے یہ خط آپ کو مل جائے اور جواب حسب وعدہ جلد آئے کہ مجھے پھر اظہار آرزو پر مجبور ہونا پڑے۔

سراپا شوق

دلگیر

(۲۵)

۲۳ مئی (۱۹۱۷ء)

خدا کا شکر ہے خط تو ملا، یہاں اس کی بھی امید نہ رہی تھی۔

آپ نامراد نہ رہیں گی میں تو یقیناً نامراد ہوں اور نامراد رہوں گا۔ ایسا ہی نظر آتا ہے۔ خیر اللہ کی مرضی۔

آخر مئی نوٹ کی تھی۔ اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ شوال کا پہلا ہفتہ بھی اک خواب ہے وہ بھی پریشان۔ میں اب بالکل مایوس ہوں اور کوئی امید نہیں رکھتا ؎

سب حسرتوں کا یاس نے کھٹکا مٹا دیا ــــ جن سے خلش تھی دل میں وہ کانٹے نکل گئے

مجھ گمنام خلائق اور رسوائے زمانہ کے حالات ہی کیا کہ آپ پوچھیں! آہ

میں تو رسوائے جہانِ آرزو ہوں یعنی حسرت ہوں

اور سوالات کا جواب زبانی دے سکتا ہوں لیکن اس زندگی میں آپ سے ملنے کی کوئی توقع اب مجھے نہیں ع،

کہ عنقا را بلند است آشیانہ

اپا زقدر خود بشناس کے مقولہ پر نظر ہوتی تو آج یہ صدمہ مجھے نہ ہوتا۔ اللہ رے آپ کی محبت کے طلسم جیسی کی سحرکاریاں! لیکن میں اس نامرادی ہی میں خوش ہوں۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔

بدنصیب

دلگیر

۲۶

۱۱ جون (۱۹۱۷ء)

پیاری قمر

خدا کی قسم آپ کی محبت دیکھ لی۔ یاں جان پر بنی ہوئی ہے اور آپ ہیں کہ جواب تک نہیں دیتیں؟

ظالم یہ محبت کا تو دستور نہیں ہے

میں اب بھی شکایت نہ کرتا اگر آپ وعدہ نہ کرتیں کہ جلد جلد جواب دیتی رہوں گی۔ آہ! قلق اس کا ہے
بننے گی دیکھ کر دنیا یہ ظالم کیا طریقہ ہے کہ سچے چاہنے والوں کو جھوٹا آسرا دینا!
ماہ مئی گذر گیا، جون بھی گزرا جا رہا ہے۔ ہائے پھر کون سا وقت آئے گا کہ
"ایک جگہ بیٹھ کر باتیں کریں گے"
شوال کے پہلے ہفتہ میں؟ آہ اس وقت تک کون زندہ رہے گا؟
سنتا ہوں رمضان المبارک میں مرنے والوں کو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔
اچھا رمضان شریف کی ۲۶ تاریخ ابھی سے نوٹ کر لیجئے۔
دیکھنا ہے کون سچا نکلتا ہے۔

مجھ سے تو آپ خفا ہیں ہی لیکن غریب نقاد سے خفگی کا سبب تو بتایئے، کیا ہے؟ دوسرے نمبر کی رسید تک نہیں دی، اس پر اظہار رائے کیا؟

حسن اب تک عنایت ہوتا ہے۔ منزل اب تک ملتی ہے اور مضامین کا کیا ذکر۔ آپ کی قسم تیسرے نمبر کی اشاعت محض آپ کے موعودہ مضمون کے انتظار کی وجہ سے رکی ہوئی ہے ورنہ اب تک وہ شائع ہو جاتا۔ تیسرا نمبر آپ سے خالی رہا تو کیا ہوگا آپ کو اتنا بھی خیال نہیں۔ اسی سے میں یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کہ مجھ بدنصیب کے ساتھ آپ نقاد سے بھی خفا ہیں۔ جواب میرا نہیں صرف آپ کا ہے۔

خدا کے لئے محسن یا اور کوئی مضمون جلد، بہت جلد بھیج دیجیے۔ ورنہ تمھاری جان کی قسم زہر کھا لوں گا۔ پھر نہ رونا!

دلگیر

(۲۷)

آگرہ ۴ جون ۱۹۱۳ء

سمجھا دے جا کے تو ہی انھیں اے نگاہِ یاس
اب کوسنے کا وقت نہیں ہے دعا کریں

میری جان

ترسنے والی آنکھوں کا شکریہ تو قبول ہو کہ ۳۰ مئی کا لکھا ہوا خط ۲ جون کو بلا "پیارے دلگیر" سے "دلگیر صاحب" ہوا۔ کیوں نہ آپ کی خفگی کا احساس کروں! ہائے کیوں کر عرض کروں کہ اس خطاب سے مجھے کتنا صدمہ ہوا؟

آپ تو مجھے بدنصیب دلگیر لکھا کیجئے۔ میری روح خوش ہوگی۔ دعائیں دوں گا۔

آپ مجھے پاگل سمجھئے۔ سچ کہتا ہوں ۱۲ مئی کے بعد سے اپنے ہوش میں نہیں ہوں، خدا جانے مجھے کسی نے کیا کہہ دیا

ہے ؟ اکثر بہکی بہکی باتیں کرتا ہوں ۔ لوگ دیوانہ سمجھتے ہیں ۔ اور حق بجانب ان کے ہے ۔ اپنے ہی شعر کا مصداق ہو رہا ہوں ؎

ہر بات پہ روتا ہے ہر بات پہ کڑھتا ہے
یہ دل بھی عجب دل ہے یہ جی بھی عجب جی ہے

سنو ، پیاری قمر سنو ، جوشِ دیوانگی میں وہ بات کہہ دیتا ہوں جو شاید اور کسی حالت میں نہ کہہ سکتا ۔ بات یہ ہے کہ آپ کو اس درجہ مہربان اور اس درجہ شفیق و غم گسار دیکھ کر مجھے کسی طرح یقین نہیں آتا کہ یہ خواب نہیں واقعہ ہے ۔

میں کم بخت ، ازلی نامراد ہوں اور اچھی طرح جانتا ہوں کہ ہمیشہ دلگیر رہنے کے لیے پیدا کیا گیا ہوں ۔ اس لیے " امید " بھی میرا دل توڑ دیتی ہے ۔ ہائے خود ہی کہا ہے اور بالکل سچ کہا ہے ؎

ٹوٹ جاتا ہے یہ اُمید سے آہ
نامرادوں کا جی بھی کیا جی ہے ؟

خدا نہ کرے کہ کسی سے امید قائم ہو اور پھر ٹوٹ جائے ۔ آہ ! ۔

آپ کی محبت دیکھ کر امید پیدا ہوئی اور اس کے پیدا ہونے ہی سے میں سمجھتا ہوں کہ نامراد رہوں گا ۔ نامرادی قسمت میں نہ ہوتی تو یہ اُمید بھی پیدا نہ ہوتی ۔ ہائے اپنے گذشتہ تجربہ سے ڈرتا ہوں ، اپنی قسمت سے خائف ہوں ۔ اور آپ کی دلگیر نوازیوں کے باوجود مایوس ہوں ۔ سمجھتا ہوں اور اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ اب کے یہ آرزو جان لینے ہی کے سبب پیدا ہوئی ہے اور میں جان دوں گا ؎

میں بھی جان دینے کو تیار ہوں دل کہتا ہے
جان بنتا ہے اگر عشق طرح داروں کا

ہائے آپ بھی کہتی ہوں کس دیوانہ سے پالا پڑا ہے ، لیکن یاد رکھیے ۔

ایسے دیوانے ریاض اور کہاں ، نازک طبع وہ اگر پھول بھی ماریں تو فریاد کریں

سچ یہ ہے کہ آپ کی عدیم النظیر قابلیت و فقید المثال محبت اور میری مسلمہ بے کمالی و بدقسمتی ہی نے مجھے اس بات کا اب کامل یقین دلا دیا ہے کہ آپ کے قدموں تک (اُف !) رسائی پانا محال ہی نہیں جنون ہے اور اس یقین کے بعد صرف ایک ارادہ میں نے کر لیا ہے جو وقت پر پورا ہوگا کبھی سن لینا ۔

ہائے اس وقت کے تصور سے میری روح کس قدر مسرور ہے ۔ آپ بھی دعا کریں ۔ خدا وہ وقت جلد لائے اور میری مشکل آسان ہو ۔

میں خود تباہ ہوں کسی کو تباہ کیا کروں گا ؟

جس کا دیوانہ ہوں ، حیف تک وہ خود سمجھانے نہ آئے میں کچھ نہیں سمجھ سکتا ۔ آہ ! زبانی کہانی سنانے کی عزت کیسے حاصل ہوتی ہے ؟ اسی حسرت میں جان نکلے گی !

کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک ؟ !

ماشاء اللہ! کیونکر اطمینان دلاؤں کہ میں مایوس نہیں ہوں، یہ اطمینان تو آپ ہی کے ہاتھ ہے، جن کی طرف سے خبر نہیں کیوں، مجھے مایوسی ہے۔ اتنی تمنا تھی کہ قدموں میں گر کر جان نکلتی لیکن آہ یہ تمنا بھی دل ہی میں رہتی معلوم ہوتی ہے!

اچھا نہ نکلے، جان تو نکلے گی یا یہ بھی نہیں۔

”خسی“ اب تک نہ آیا۔ تیسرا نمبر بغیر آپ کے حسن سے معرا رہے گا۔ خیر آپ کی مرضی! مرنے والا اب کس منہ سے شکایت کرے۔ خدا حافظ۔

جانثار
دگیر

(۲۸)

۱۵ر جون سنہ ۱۷ء

جانِ دگیر

اللہ کا شکر ہے آپ کا خط ملا، دل کا بار ہلکا ہوا۔

خدا آپ کا ”صاحب“ مجھے کرے۔ پھر کوئی شکایت نہ ہوگی۔ میں آپ کی طرف سے بے اعتباری کروں۔ قیامت تک ممکن نہیں۔ مجھ دیوانے کے پاس ہوشیاری و احتیاط کہاں؟

دے دیا دل ہائے نادانی مری

یہ صرف آپ کا خیال ہی خیال ہے۔

پھر آپ بھی یقین رکھیے کہ مجھ سے کبھی وہ بات نہیں ہو سکتی جو آپ کے نزدیک بری ہو۔

تم جس سے بدگمان ہو جس کا خیال ہے وہ آرزو نہیں ہے دلِ بے قرار کی

استغفر اللہ! میرے وہم و گمان میں بھی وہ بات نہ تھی جس کا آپ کو خیال ہوا

کدھر خیال گیا، کیا خیال کر بیٹھیں؟

ہائے آپ اب تک نہیں جانتیں کہ دگیر آپ سے کیا چاہتا ہے؟

جن وجوہ سے میں مایوس ہوں ان کو میری بدقسمتی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا! سچ ہے، خدا کی مرضی میں آپ کیا کر سکتی ہیں؟

کیا شمع کے نہیں ہیں ہوا خواہ اہلِ بزم ہو غم ہی جاں گداز تو غمخوار کیا کریں

کیسے ممکن ہے کہ مجھے وہ منظور نہ ہو جو آپ کو منظور ہے۔ اب تو جان بھی آپ کی بغیر مرضی کے نہیں دے سکتا۔

خدا جانے کیوں، اس وقت میں نے ٹال دیا تھا۔ لیکن اس سے مقصود آپ کو خفا کرنا نہ تھا۔ خیر اب آپ معمولی اور غیر معمولی باتیں شوق سے پوچھیے۔ میں ہر ایک بات کا جواب دوں گا۔ اور پھر میری تقدیر!

نہیں یہ بات تو نہیں کہ التفاتِ عشق آپ کو حاصل نہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ میں التفاتِ حسن کے قابل نہیں ہوں۔

مایوس ازل دگیر

(۲۹)

۲۲ر جون (۱۹۱۷ء)

پیاری قمر

خوش رہو - ۱۷ر جون کا خط پڑھ کر جی خوش ہو گیا - خدا تمہیں بایں مہر و محبت سلامت رکھے کہ مجھ مردہ دل کی تنہا آمد و اب تمہیں ہو۔

۱۵ر جون کا خط مل گیا - جس کا جواب اسی روز آپ کو لکھ چکا ہوں - کیا وہ آپ کو نہیں ملا ؟ غالباً [illegible] بعد مل گیا ہوگا۔ جو کچھ آپ نے اپنی نسبت لکھا - اس کی ضرورت تھی، خوشی ہے کہ آپ نے اسے میری خاطر سے لکھا۔ اور جیسا میں چاہتا تھا ویسا ہی لکھا۔

تحسین کے لئے آپ زیادہ منتظر نہ رکھیے - جلد بھیج دیجیے کہ جو تھے نمبر کا عنوان بنا سکوں - جواب کے ساتھ ہی مل گیا تو میری شکر گذاری کی انتہا نہ ہوگی۔

میں فکر نہیں کرتا، اچھا کچھ حکم دیجیے ؟

میں بہت خوشی سے حاضر ہوں گا - اور ہمیشہ کے لیے آپ کا بن سکا تو اس دلگیر ہستی پر ناز کروں گا۔

پہلی تحریروں کا جواب دے چکا ہوں اور اب آپ جو کچھ دریافت فرمانا چاہیں شوق سے پوچھیے - ہر ایک بات کا جواب آپ پائیں گی۔

خوش ہوں کہ نقاد اور نوٹ پسند آیا۔

آئندہ غلو سے کام نہ لوں گا - اس باضابطہ انتباہ کا شکریہ - ہمیشہ ٹوکتی رہیے - میں یہی بات آپ سے چاہتا ہوں۔

تیسرا پرچہ آپ کے مضمون کا منتظر تھا - اب یہ جلد شائع ہوگا - بخدا اگر اس میں آپ جلوہ گر نہ ہوتیں تو میرے ملال کی کوئی حد نہ تھی - بروقت دل نوازی نے جلا لیا۔

دیوان حسرت بھیجتا ہوں - رسید دیجیے اور تنقید لکھ ڈالیے - کوئی اور چیز بھی تنقید کے لیے جلد روانہ کروں گا۔

آپ جلد جلد لکھتی رہیے - پھر میں تعمیل ارشاد میں کوتاہی کروں تو جرم - کیا گیتانجلی آپ کو نہیں ملی ؟ اگر مل گئی ہو تو اس پر ریویو کر دیجیے - میں ممنون ہوں گا - اردو لٹریچر شکر گذار ہوگا۔

پوری کیفیت کا منتظر ہوں - دیکھئے یہ بے کلی کب دور ہوتی ہے ؟

بیگم حسرت نے مجھے لکھا کہ میں قمر زمانی بیگم سے ملنے آگرہ آتی ہوں - میں نے انھیں (بیگم حسرت) لکھا کہ وہ آگرہ میں نہیں ہیں - آج ہی خط آیا جس میں پوچھا ہے کہ ”وہ کب تک آگرہ تشریف لائیں گی؟ میں ان سے ملنے کی مشتاق ہوں“ آپ ہی فرمایئے کیا جواب لکھوں ؟

آپ کا غلام

دلگیر

(۴۰)

۲۳ جون ۱۵ء

پیاری قمر

مفصل خط لکھ چکا ہوں۔ نظر کیسا اثر سے گذرا ہوگا۔ محبت میں ڈوبا ہوا۔ جواب جلد چاہتا ہوں۔
آج دیوانِ حسرت بھیجتا ہوں۔ رسید فوراً دیجئے۔
محسن کا بے صبری سے منتظر ہوں۔ اگر جواب کے ساتھ نہ ملا تو مرجاؤں گا۔

تمہارا

دلگیر

(۴۱)

۱۹۱۶ء

جان کس بے قرار نے دی ہے　　خون کی بوند بوند بجلی ہے
وہ سلامت رہے قیامت تک!　　جان جس نے ہماری لے لی ہے
ٹوٹ جاتا ہے یہ امید سے آہ!　　نامرادوں کا جی بھی کیسا جی ہے
اس طرف کیا ہے نالۂ و فریاد　　اس طرف کیا ہے کس میری ہے
اپنا غم بھیج رو بہلنے کو!　　دل میں حسرت مری اکیلی ہے
مدتوں میرے دل کی بے تابی　　تیری شوخی کے ساتھ کھیلی ہے

طے ہوئے شکر سب منازلِ عشق　　دل دیا پہلے جان اب دی ہے
ان کے پیکاں کو دی ہے دل میں جگہ　　نوکِ نشتر جگر میں رکھ لی ہے
میرے ملنے کا اور ان کو خیال!　　کیفیت ایک خواب کی سی ہے
قلبِ مضطر کا حال کیوں پوچھا　　غمگساری نے جان لے لی ہے
یہ نہ آتا نہ جان یوں جاتی　　خط کے آنے نے جان لے لی ہے
حال پوچھو گے تم تو رو دوں گا　　کیا کروں میں بھرا ہوا جی ہے
تم بنا دو جو ہار کے قابل!　　اک فسردہ کلی یہی دل کی ہے

اس کو سننا پڑے گا حرف بحرف　　یہ فسانہ تو آپ کا ہی ہے

آسکے دگیر کو ہوا معلوم! دل گرفتوں کا دل بریلی ہے

دلگرفتہ ہے آگرہ دگیر دلستاں جاں ستاں بریلی ہے

ہے نا؟

دل چاہے تو اتنا بتا دیجئے کہ کون سا نالہ زیادہ پسند آیا

کیا جواب کا متوقع رہوں؟ آپ کا

"ناامید زیست"

(۴۲)

اردش تاج

۲۳ فروری ۱۹۱۵ء

"جانِ آرزو لکھوں یا آرزوئے جان"

آپ نے یہ لکھ کر خطاب کا خاتمہ کر دیا اب میں کیا لکھوں؟ اچھا بے خطاب ہی سہی خدا آپ کی وارفتگی کو قائم رکھے جس سے میری دلگرفتگی و دگیری وابستہ ہے۔

دیکھئے "جانِ قمر" لکھنے کی عزت کب حاصل ہوتی ہے؟

آشفتہ حالی کی "جان" دگیر سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا ہے؟ آپ ہی فرمائیے! اگر میں "جانِ قمر" ہو سکوں تو اپنی جان تک دے دینے کے لیے تیار ہوں۔

آپ بھی جینے کے لیے راضی ہیں۔ ہائے یہ شعر ؎

تو ہماری زندگی، پہ زندگی کی کیا امید تو ہماری جان لیکن کیا بھروسہ جان کا

آپ نے اس وقت لکھا جب میں ۱۹ فروری کو خط لکھنے کے بعد سے اس شعر کی پیہم تکرار کر رہا تھا۔ اور آپ کو لکھنے والا تھا ؎

دگیر جگر سوختہ کی جلد خبر لو
کیا ورنہ بھروسہ ہے چراغِ سحری کا

اس یکسانی خیال پہ مرحبا! واللہ، جذبِ محبت اتنا تو ہو۔

میں نے وہ فقرہ اور شعر (تاریخ محبت الخ) لکھ کر اپنا رازِ محبت آشکارا کر دیا تھا۔ اچھا، اب کے جواب جلد نہ دینا، خاموش ہو رہنا اور پھر تمہاری جان سے دور ہے

ہم دکھا دیں گے کہ یوں مرتے ہیں مرنے والے

بریلی کی شب ہائے دگیر میں چند موزوں نالے دل سے نکل گئے تھے، دیکھنے کی فرصت ہو اور رغبت ہو تو بھیج دوں؟

دو نالے، دل چاہے تو ابھی سن لو، آہ! ے

ہر بات پہ روتا ہے، ہر بات پہ کڑھتا ہے
یہ دل بھی عجب دل ہے، یہ جی بھی عجب جی ہے

آجکل یہی حالت ہے باور نہ آئے تو آکے دیکھ لو!
دوسرا نالہ شاید نہ سنا جائے۔ خیر دل تھام کر عرض کرتا ہوں ے

دم جب پہ نکلتا ہے، دل جس پہ تصدق ہے
وہ شکل بھی آنکھوں سے اب تک نہیں دیکھی ہے

کیا اس نالہ گیری کی داد آپ سے چاہوں؟

"دلگیر دلنواز کی دلگرفتہ"

ہائے، ترکیب الفاظ ہی تو ہے، یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دل میں چٹکیاں سی لے رہا ہے۔ میں ان خوبصورت اور چھبے، الفاظ کو اگر اس طرح ترکیب دے سکتا تو سچ کہتا ہوں تین تولوں سے کم نشہ نہ ہوتا۔

ہے یہ کہ ع — لکھ جاتی ہیں جو آپ، کوئی لکھ نہیں سکتا

آخر میں ان ہذیانات محبت کی باادب معافی چاہتا ہوں اور تمنائے قدم بوسی کے ساتھ رخصت ہوتا ہوں۔ اچھا خدا حافظ! فی امان اللہ!!

جلد یاد فرمائیگا اور مفصل! ورنہ یقین کیجئے مرجاؤں گا!

صرف تمہارا
دل گرفتہ
"دل"

(۳۴)

جانِ دل گیر

عالم خیال میں حد شرعی بھی جاری نہیں ہوتی چونکہ وہ ایک خیالی اور فرضی بات تھی اس لیے اپنی گستاخی اور بےادبی کی معافی بھی نہیں چاہتا ے گرمن آلودہ دامنم چہ عجب؟

ہمہ عالم گواہِ عصمت اوست

مطمئن رہیئے! آپ کی محبت کی یادگار "نقاد" اپریل کے پہلے ہفتہ میں آپ کے دستِ مبارک میں ہوگا۔ میں ہر قربانی کے لیے تیار ہوں لیکن "امتحانِ محبت" میں پورا اترا تو انعام کیا ملے گا؟ ابھی سے فیصلہ فرما دیجئے۔

خوش ہوں کہ آپ نے اس کی ادارت منظور فرمائی۔ اب پہلے پرچے کے لیے "افتتاحیہ" بواپسی مرحمت فرمائیے کہ آپ ہی کے مبارک نام سے بسم اللہ کی جائے ے

ہائے اُس نامہ کی خوش عنوانیاں ابتدا جس کی ہو تیرے نام سے

لوح پر آپ کا نام کس طرح اور کس عنوان سے ظاہر کروں ؟ صاف صاف لکھیئے اور جلد، میں تو یہ چاہتا ہوں اب نقاد صرف آپ ہی کے نام سے منسوب رہے کہ اس میں چار چاند لگ جائیں۔ لیکن کیا پورا نام ظاہر کر دیا جائے ؟ ہائے یہ مجھ سے نہ ہوگا۔

نقاد کے پرچے جواب سے پہلے پہنچیں گے۔ جو کل ۲۲ر فروری کو آپ کا خط ملتے ہی بذریعہ رجسٹری ارسال خدمت کر دیے گئے۔ یہ تعداد میں ۲۴ ہیں۔ صرف چار پرچے کم ہیں جو تلاش کرنے سے بھی نہیں ملے۔ تلاش ہنوز جاری ہے۔ مل جانے پر وہ بھی بھیج دیئے جائیں گے۔

اس خط کا جواب اور رسید فوراً دیجیے۔ قسمیں اپنی محبت کی قسم !

غلام ق۔ ذ
(غلام قمر زمانی)

(۳۴)

کہ کہا ہے کے عشق است و ہزار بدگمانی

" ہائے اللہ ! کتنے ارمان تھے ؟"

ارے معاذ اللہ !

آپ کی قسم کھاتے ہوئے ڈرتا ہوں ورنہ کہہ دیتا کہ آپ کی قسم، اس نشتر پر بے اختیار جان دینے کو جی چاہتا ہے۔

ہائے، رکھ رکھاؤ آتا تو ہو، ایک چھوٹا سا فقرہ اور عطر زندگی۔

آپ نے سارے خط میں جوانی کا زور رکھا یا ہے (اکثر جگہ آپ کی نزاکت خیال میری آنکھوں سے آنسو بن کر ٹپکی خدا جانے کیا بات ہے ؟ آپ کی تحریر سے دل پر چوٹ لگتی ہے) اور اس فقرہ میں تو آپ نے بڑے بڑے نازک خیالوں کا ست کھینچ لیا !

آپ کے نشتروں کا سوائے اس کے کہ دل میں رکھ لے اور کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ لیکن سوال یہ ہے :-

کیا یہ ارمان کبھی پورے ہوں گے ؟

خود ہی جواب عرض کرتا ہوں ؎

سہارا ڈھونڈتا ہوں زندگی کا جو تم چاہو تو کچھ مشکل نہیں ہے

اپنے نشتروں کے زخم سے انکار ہو تو میرا چھلنی دل دیکھیے۔ اُف !

قادر اندازی اتنی تو ہو !

خدا کے لیے، اتنا نہ بنایئے کہ میں شرمندہ بھی نہ ہو سکوں، اس آشفتہ بیان کی آپ تعریف کرتی ہیں جسے ابھی کاغذ قلم ہاتھ میں لینے کی بھی تمیز نہیں، ہاں آپ کے فیض قلم سے صرف اتنا سلیقہ آیا ہے کہ اوروں کے مذاق ادب کو تاڑ لیتا ہوں اور بس۔

بہرحال مجھ ہیچداں دگناہ منوانق کے لیئے آپ کا یہ گراں بہا فقرہ :-

" آپ ہی کے سر کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ یا اندازِ تحریر ہی تو تھا جس نے مجھے تباہ کر دیا۔ (جب تک زندہ ہوں، وجہ ناز و سبب افتخار رہے گا ۔

وہ اپنا خوبیٔ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

تری نگاہ جسے آشنائے راز کرے،

زندگی کی تصویر بذریعہ رجسٹری بھیجتا ہوں، غلامی میں قبول فرمایئے ۔ ع

یہ صورت ہے تب کی کہ میں بھی جوان تھا

" جانِ دلگیر کی قسم" اس ناز آفرین قسم پہ میری جان تک نثار، لیکن اب یہ گوارا نہیں ہو سکتا کہ آپ دلگیر نئے ہوتے نقاد کو دیکھیں۔ میں اب نقاد سے بہت بدگمان ہو چلا ہوں، بہت کھٹکنے لگا ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کمبخت پر پیار آ جائے اور غریب و لاچار دلگیر ناشاد و نامراد ہی رہے۔ مگر آپ نے قسم اس قدر سخت دلائی ہے کہ اب مجبور ہوں۔ فرمایئے کس پتہ سے بھیجوں؟

یہ اس لئے پوچھتا ہوں کہ پیچے احتیاطاً آپ تک پہونچ جائیں اور ضائع نہ ہوں۔ کیا اوجین جاتے ہوئے آگرہ میں ملنا ممکن نہیں ہے؟

پھر یہی کہوں گا۔ ع

جو تم چاہو تو کچھ مشکل نہیں ہے

" جہاں ممکن ہوا آپ سے ملوں گی، تو اب تو من جاؤ" کیا عرض کروں، اس فقرہ نے مجھ پہ کیا ستم ڈھایا ہائے ظالم!

ڈال کر باہیں گلے میں کر دیا پانی مجھے

سچ یہ ہے کہ آپ کا ہر فقرہ ریویو کے لیے مستقل عنوان چاہتا ہے اور میں لطف کو قائم رکھنا چاہتا ہوں۔ اس لیے جستہ جستہ داد دیتا رہوں گا۔

تکلیف کی بھی ایک ہی کہی، میری ساری راحتیں اور تمام خوشیاں آپ کی اس آرزو پر نثار کہ نقاد آپ کے مطالعہ میں رہے لیکن میں اس کی مطلا و مہذب جلدیں (جو خاص اہتمام سے آپ ہی کے لیے تیار کرائی گئی ہیں) بھیجوں گا نہیں، خود اپنے کانپتے ہوئے پرشوق ہاتھوں سے نذر کروں گا۔ (خدا وہ دن جلد لائے، آمین)

یہ میری تمنا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اسے آپ کو منظور کرنے میں عذر نہ ہوگا ہاں، ارشاد ہو تو اپنی زندگی کی تصویر آپ کا غم غلط کرنے کے لیے بذریعہ رجسٹری بھیج دوں، شاید لطف دے۔

یہاں تک تو آپ کے خط کا جواب ہوا، اب میری ایک بات کا آپ ہی تسکین بخش جواب دے کر چلا بیجئے اور وہ یہ ہے

کہ جب آپ کو میرے سب خطوط ۵ر جنوری کو مل گئے تھے تو اس کا جواب ۱۰ جنوری کو کیوں لکھا؟ کیا یہ خیال نہ تھا کہ کوئی تنگ آکر جان دے دے گا؟ ہاں نہ تھا!

ہائے ہ

تاریخ محبت کا فسانہ ہے یہ مصرعہ
دلگیر ہوا جب سے کہ میں دل نہیں رکھتا

صدقہ اس تخاطب کے! آپ مجھے اپنا دلگیر کہیئے۔ ہزار بار کہیئے ؎

اللہ رے اس لاتے اپنا غلام کہنا

ہائے یہ کیا کہا؟ "مگر میرے ہو کر رہنا۔ بے وفائی نہ کرنا" سچ کہتا ہوں۔ اس فقرہ نے مجھے بہت صدمہ دیا۔ کیا میری محبت کا یہی انعام ہے! بیوفائی ضمیر میں ہوتی تو آج دلگیر نہ ہوتے۔ خیر اس بے وفائی کا حال عنقریب آپ کو معلوم ہو جائے گا ؎

یاد آئے گی تمھیں میری وفا میرے بعد

"ورنہ مر جاؤں گی۔ مر مٹوں گی اور جان دے دوں گی" ہائے یہ تینوں نشتر دل میں اتر گئے۔ خدا ہی بے جواب جان بچے۔

میں اور آپ کو معاف کروں؟ للہ اتنا گنہگار نہ بنائیے کہ بخشا نہ جاؤں۔ میں آپ سے اپنی خطاؤں کی با ادب معافی چاہتا ہوں اپنی محبت کا صدقہ معاف کر دیجئے۔

آپ میرے دل سے نکلی ہوئی داد کو تحسین ناشناس سمجھ کر نہ قبول فرمائیے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کے زور قلم کا مقابلہ مجھ ناتواں سے دشوار ہے۔ میں اکثر دفتر کے دفتر لکھتا ہوں۔ اشعار کی بھرتی بھی اس میں ہوتی ہے لیکن سب بیکار لاطائل محض آپ کبھی لکھتی ہیں، وہ بھی مختصر اور شعر تو بہت ہی کم۔ مگر عبارت اتنی جامع، اتنی موثر اور اتنی دل نشین ہوتی ہے کہ میرا دل ہی جانتا ہے بلا تصنع عرض کرتا ہوں کہ آپ کا ایک سادہ فقرہ بھی شعر ہوتا ہے۔ جس کی داد دینے کے لیے آپ ہی کی زبان اور آپ ہی کا سحر آفریں قلم چاہیئے اور یہیں سے اپنا مرتبہ دیکھ لیجئے۔ اچھا خدا حافظ!

آپ کا دلگیر

قمر زمانی بیگم

بنام شاہ دلگیر (ایڈیٹر نقاد)

بریلی ۔ ۳۰ نومبر ۱۶ء

معاف فرمایئے گا آپ کی تحریروں کا جواب میں اس وقت تک نہیں دے سکی۔ میں اس زمانہ میں بہت بیمار ہوگئی تھی اور اب بھی بہت نقیہہ ہوں۔ میری اس بیماری کی وجہ خود اپنے دل سے پوچھ لیجئے۔ اس وقت اس سے زائد کچھ نہیں لکھ سکتی۔ آپ کی تحریریں مفصل جواب چاہتی ہیں انتظار کریں۔ اس سے زیادہ لکھنے کی تاب مجھ میں اس وقت نہیں۔

آپ کی
ق ۔ ز

(۲)

بریلی
۱ دسمبر ۱۶ء

کرتے ہیں جور و جفا مہر و وفا کہتے ہیں   یہ بھی کیا لوگ ہیں کیا کرتے ہیں کیا کہتے ہیں؟

دل گیر۔ اے سبحان اللہ۔ آپ دلگیر ہوکر بھی دل نواز بنتے ہیں۔ اور اس دل نوازی پر مجھ سے شرم و حجاب کی شکایت ہے۔ کاش آپ میری جگہ ہوتے اور میں آپ سے پوچھ سکتی۔ خیر

حد چاہیے سزا میں عقوبت کے واسطے
آخر گناہ گار ہوں کافر نہیں ہوں میں

چلیئے آپ سچے اور ہم جھوٹے۔ اقرار جرم اور پھر دلگیر کے سامنے۔ میں اس پر کیوں نہ ناز کروں۔ آپ کی بے مہری کی شکایت اور میرے لب سے ۔ توبہ توبہ کیونکر ممکن ہے۔ خوب کیا جو کچھ کیا۔ اگر قسمت میں ملنا لکھا ہے تو پوچھوں گی اور پوچھ لوں گی کہ قصور کس کا تھا اور گناہگار کون تھا؟ اپنی مجبوریوں کو کوستی ہوں کہ اطمینان سے خط تک لکھنا نصیب نہیں ہوتا۔ اول تو مجھ دلگرفتہ کے لیے میری بے تابیاں ہی کچھ کم نہ تھیں اوس پر رسوائی کا خوف اور گھر بھر کا ڈر۔ کیونکر لکھوں۔ صبر کرتی ہوں کبھی تو اس صبر کی داد ملے گی۔ دیکھیے کوشش کر رہی ہوں کہ آپ سے اخیر دسمبر تک دلی میں ملاقات کی صورت نکل آئے۔ موقع اچھا ہے۔ کانفرنس میں ہمارے یہاں کے لوگ سبھی جاتے ہیں۔ اگرچہ آپ وہاں جانے سے محروم رہ جائیں گے۔ اور پھر مجھ سے شکایت ہوگی۔ مگر قیامت تو یہ ہے کہ سوائے اس کے اور تدبیر بھی تو سمجھ میں نہیں آتی۔ آپ تشریف لائیے گا تو کنیز پر اور احسان ہوگا۔ آخر عیادت بھی تو فرض ہے۔ دیکھیے میں نے کس یقین سے سمجھ لیا کہ آپ ضرور تشریف لائیں گے۔

تم یہاں آکر تو دیکھو ہجر میں کیا حال ہے　　　دل کے ہاتھوں آج سو سو حشر ہیں ٹوٹے ہوئے

ماشاء اللہ۔ خدا نظر بد سے بچائے۔ کیا پیاری تحریر ہے اور کیسا بے ساختہ انداز۔ میں کیوں نہ رشک کروں۔ مگر میں کیوں رشک کرنے لگی۔ آخر آپ کی قابلیت میری اپنی قابلیت سہی۔

مجھ میں اتنا سما کہ تو نہ رہے　　　اور پھر کوئی گفتگو نہ رہے

خیر۔ دردِ دل کے ظاہر کرنے کے لیے میری ناقابلیت بھی بری نہیں۔ ٹوٹے پھوٹے الفاظ ہیں۔ دیکھیے جو اثر ہو۔

فریاد کی کوئی لَے نہیں ہے　　　نالہ پابندِ نَے نہیں ہے

میں پھر کہتی ہوں۔ کہ اگر میری شرم نے آپ کو دلگیر بنا دیا ہے تو بلا سے مجھ پر کچھ ہی گزرے میں حضور کے حکم کی تعمیل کروں گی اور ضرور کروں گی۔

خطاوار

ق۔ ز۔

یہاں تنہائی میں جی بہت گھبراتا ہے۔ کتابیں بھی ساتھ نہیں لا سکی۔ اگر زحمت نہ ہو تو نقاد کے سارے پرچے بھیج دیجیے۔ انھیں سے جی بہلاؤں گی۔ اور سچ پوچھیے تو وہی آپ کی یاد تازہ کرنے کا اچھا ذریعہ ہوگا۔ اس پر پتہ صرف نقاد کا ہونا چاہیے۔ میرے نام کی ضرورت نہیں

(۳)

جنوری ۱۹۱۴ء

مجھ سے روٹھ جانے والے۔

اللہ اللہ اس خفگی کا کچھ ٹھکانہ ہے۔ مجھے کیا خبر تھی کہ آپ اس قدر حساس ہیں خیر میں معافی چاہتی ہوں۔ اور آئندہ کے لیے توبہ کرتی ہوں۔ بہتر یہی ہے کہ آپ اس مسئلہ کو زیادہ نہ بڑھائیں۔ خودداریاں تو آپ ہی کی ہیں۔ مجھ غریب کو کیا حوصلہ کہ میں ان میں ٹھیس لگا سکوں۔ بگڑ جائیے۔ روٹھ جائیے۔ اچھا صاحب اپنی محبت کو واپس طلب کر لیجیے۔ کون ہے جو پرائے درد دکھ کا شریک ہو۔ میری قسمت میں تو ہمیشہ برائی لکھی ہے۔ آپ کیا کریں مجبور ہیں۔ ہائے اللہ کوئی اپنی ناز برداری کرنے والا نہیں قسمت ہی ایسی ہے اس پر آپ کا یہ اور ظلم کہ مجھ سے جواب افتتاحیہ کی فرمائش ہے۔ کیوں بناتے ہیں۔ آہ جس وقت سے آپ کا نامہ عتاب آیا ہے۔ میں اپنی زندگی سے سخت بیزار ہو گئی ہوں۔ میں نے ایک مضمون شروع کیا تھا وہ بھی رہ گیا۔ خدا کے لیے اس قدر نہ ستائیے کہ پھر آپ کو بھی رنج ہو۔

مارچ کے لیے تو اب مجھ سے کچھ نہ لکھا جائے گا۔ اپریل کے لیے لکھوں گی اگر آپ نے اس قابل بنا دیا اور اگر ایسی ہی کوئی تحریر یاد آگئی تو بس خیر صلاّ ہے۔ دو سطر کا ایک ٹکڑا پیش ہے کہیں رکھ دیجیے۔

ق۔ ز۔

ایک جاندار پتی

ایک زرد رنگ کی خشک سی خزاں دیدہ پتی ہوا سے اڑتی اور اڑتی گئی۔ روشوں کا چکر لگاتی ہوئی گھاس پر سے گزرتی ہوئی ایک شاخِ گل سے لپٹ گئی۔ ایک کلی کو اپنی آغوش میں لے لیا اور تھک کر گر پڑی۔ مجھے کتنی حیرت ہوئی جب قریب جا کر دیکھا کہ وہ تو ایک

تیری سیتا۔

(۴)

۸ر فروری سنہ ۱۵ء

میرے دونوں خط آپ کو مل گئے ہوں گے۔ صرف ایک کا جواب آپ نے دیا۔ یہ بھی غنیمت ہے۔ میں کیا کرتی اگر آپ ایک کا جواب بھی لطف نہ فرماتے۔ دل پر کیا گزرتی؟

مجھے معلوم مگر اس علم سے مجھے سوائے اس کے اور کوئی اندیشہ نہیں کہ کہیں آپ پھر عالم یاس و نامرادی میں جس کے آپ اس زمانہ عدو نے اخلاق میں تنہا مالک فرمان روا ہیں کسی ایسے عزم کا اعلان مجھ پر نہ کر دیں جس کا جواب میرے پاس سکوت اور صرف سکوت ہو۔ کیوں جاتے ہو؟ انشاء اللہ جس شخص کے دل پر اس وقت تک کچھ نہ گزری ہو مگر ایک ناگفتنی وہ مجھے یقین دلاتا ہے کہ یہ سب کچھ واقعہ ہے۔ خیر میں اس کے تسلیم کرنے کے لیے آمادہ ہوں اگر آئندہ کے لیے آپ میری محبت آزمائی سے باز آجانے کا وعدہ فرمائیں۔ میں سچ عرض کرتی ہوں کہ دلگیر صاحب آپ کی طرف سے میرا دل شکایتوں سے لبریز ہے اور یقیناً میں کسی نہ کسی دن اپنا دل ان کے بیان سے ہلکا کروں گی لیکن ابھی نہیں۔ ورنہ آپ کہیں گے کہ عجیب بداخلاق عورت ہے کہ خط و کتابت شروع ہوتے ہی بے تکلفی پر اتر آئی ——— میرے دوسرے خط میں شاید آپ نے کوئی بات ایسی نہیں پائی کہ جواب دینے کی تکلیف گوارا فرماتے۔ مارچ میں میرا بھوپال جانا یقینی ہے اور اگر آپ نے اجازت دی تو ایک وقت کے لیے آگرہ اتر کر تاج دیکھنا بھی ایسا ہی ہے۔

اور ہاں یہ کیا حرکت ہے کہ آپ نے دفتر نقاد کا چھپا ہوا فارم لے کر چھوٹا سا اتار دیا کیا آپ کوئی کاروباری خط لکھنے بیٹھے تھے!

آخر نقاد کی اس بے رنگی کا کیا سبب ہے؟ کیا آپ کی رنگینیاں اب اس سے بہتر کسی مصرف کی متلاشی ہیں؟
نہ آپنے مجھے کسی ایسے مسئلہ میں راز دار بنایا ہے نہ بنائیں گے۔ پھر میں غریب کیا کر سکتی ہوں اور کیا رائے دے سکتی ہوں۔ سوائے اس کے کہ نقاد اور صاحب نقاد کی خیر مانگوں۔

میں لیڈیز کانفرنس میں شرکت کی طیاریاں کر رہی ہوں اس لیے جلد مضمون بھیجنے کا وعدہ تو نہیں کرتی لیکن یہ ضرور یقین دلاتی ہوں کہ آپ چاہے خفا ہو جائیں لیکن اب نقاد کو ناراض نہ کروں گی۔
چونتے صفحہ پر کچھ خیالات پریشان جمع کر کے پیش کیے جاتے ہیں خدا کرے پسند آجائیں اور نقاد کے صفحات میں بار پا سکیں۔

آپ کی - ق - ب

(۵)

بریلی - ۱۸ر فروری سنہ ۱۵ء ——— کنیز نواز ——— عذر گناہ اور پھر وہ بھی میری زبان سے۔ مجھے شرمندہ اور آپ کو زیادہ دلگیر

بتا دے گا۔ آپ فرمائیں کہ معذرت کروں یا نہ کروں۔ نہ کروں گی اچھا نہ کروں گی صرف مجبوریوں کا اظہار کروں گی۔

مجھے درحقیقت آپ کے سب خط مل گئے ہیں۔ ایک آگرہ کا (ہاں اس قرار دل نے تڑپا دیا۔ کیا کہوں کہ یہاں کیا گزر گئی۔ اپنا نہیں میرا تو ہی دل ہے) دوسرا لکھنؤ کا اور تین وہ جو بریلی بھیجے گئے تھے۔ وہی بریلی جہاں میں نصیبوں جلی اپنی قسمت کو بیٹھی رو رہی ہوں کاش میں گردِ راہ ہو کر قدموں سے لپٹتی۔ نثار ہوتی۔ آنکھوں کا فرش بچھاتی۔ خدا کے لیے خفا نہ ہو جانا۔ واقعہ یہ ہے لکھنؤ اور آگرہ کے خط بھی مجھے اوس دن ملے جب آپ خیر سے بریلی تشریف لا چکے تھے اور مجھ بدنصیب کو خبر نہ تھی۔ آپ کے باقی خط مجھے اوس وقت ملے جب آپ واپس جا چکے تھے یہی وجہ تھی کہ میں اون تین خطوں کا فوراً جواب نہ دے سکی اور نہ ہی آپ سے ملنے کی کوئی تدبیر نکال سکی۔ آپ کے سر کی قسم جس وقت ۵ جنوری کو آپ کے تینوں خط ایک ساتھ ملے جو بریلی سے لکھے گئے تھے۔ سر پیٹ لیا۔ جی چاہتا تھا کہ کپڑے پھاڑ کر باہر نکل جاؤں اور اپنے دل گرفتہ دلگیر کو جس طرح بنے منا لاؤں۔ لیکن وقت نکل چکا تھا اور ہم سے روٹھ کر جانے والے جا چکے تھے

کام دورِ چرخ میں بگڑے ہوئے اکثر بنے ۔۔۔ تم سے جب بن کر بگڑ جائے تو پھر کیونکر بنے

مگر نہیں میں مایوس نہیں۔ میں مناؤں گی اور آپ من جائیں گے۔ ہمیں منانا آتا ہے۔ حضور قصہ یہ ہے کہ جن صاحب کے ذریعے خط منگواتی ہوں وہ میرے بہت دور کے عزیز ہیں۔ اور ان کا مکان بھی فاصلہ پر ہے۔ اون کو یقین دلا دیا گیا ہے کہ ق۔ ز کے خطوط وراصل ایک اور خاتون کے لیے ہوتے ہیں۔ مگر آپ نے ستم کر دیا خدا جانے آپ نے اون سے کیا کہا ہوگا اور وہ کیا سمجھے ہوں گے۔

اندازِ جنوں کون سا ہم میں نہیں مجنوں ۔۔۔ پر تیری طرح عشق کو رسوا نہیں کرتے۔

مجھ سے ضبط و تحمل سیکھیے۔ خیر۔ ہماری بدقسمتی سے اس زمانے میں وہ دہلی چلے گئے تھے اور خط کا لانے والا کوئی نہ تھا۔ ممکن تھا کہ وہ کسی طرح اون خطوط کو مجھ تک پہونچا دیتے مگر اون کے اور نیز میرے ایک عزیز کا انتقال ہو گیا تھا اس وجہ سے وہ ان پریشانیوں میں مبتلا رہے اور نہ بھجوا سکے۔ اب فرمائیے کہ اپنے کو کوسوں یا اپنی قسمت کو روؤں۔ میری قسم سچ سچ کہنا کیا آپ واقعی آئے تھے۔ یہ سب سچ سہی مگر خدا جانے کیوں یقین نہیں آتا۔ ہائے اللہ کتنے ارمان تھے۔ دیکھیے میں کوشش کر رہی ہوں۔ بنارس یا جہاں ممکن ہوا آپ سے ملوں گی۔ لو اب تو من جاؤ۔ ہاں اگر تکلیف نہ ہو تو نقاد کے پرچے مجھے بھجوا دیجئے۔ یہ نہ پوچھیئے کہ کیوں منگواتی ہوں۔

دلگیر دل نواز کی

دل گرفتہ

ق۔ ز۔

(۶)

بریلی ۱۹ فروری ۱۹۱۳ء

جانِ آرزو دلکھوں یا آرزوئے جان۔ اچھا دونوں سہی۔ اس وارفتگی کا برا ہو خدا جانے میں نے بے خودی میں آپ سے کیا خطاب کیا۔ جی چاہتا تھا۔ کہ آپ کو جان قمر لکھتی لیکن ڈرتی ہوں کہ آپ مجھ سے آشفتہ حال کی جان بن کر کیا کریں گے۔ آہ وہ جان جو ہر وقت مبتلائے رنج و ملال ہے۔

تو ہماری زندگی۔ پر زندگی کی کیا امید!
تو ہماری جان۔ لیکن کیا بھروسہ جان کا؟

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "جانِ دلگیر لکھنے والی کوئی ہستی دنیا میں ہوتی تو میں دلگیر نہ ہوتا" آپ کو میری قسم سچ کہیے کیا کوئی اور کسی بھی ایسی ہی ہستی جس کی طرف سے آپ یہ آرزو رکھتے ہیں۔ دیکھیے میں آپ کی طرف سے بدگمان ہو چلی ہوں۔ آپ اس کا جواب صاف صاف دیجیے ورنہ میں بگڑ جاؤں گی واللہ نہ مانوں گی۔ جبھی تو میں نے لکھا تھا کہ بیکسی ہو کر رہنا بے وفائی نہ کرنا۔

تحسین ناشناس نہیں تحسین قدر شناس سمجھ کر شکریہ ادا کرتی ہوں۔ مگر آپ کی تحسین میرے لئے شاید ہی کچھ معنی رکھتی ہو۔ اپنوں کے عیب بھی ہنر نظر آتے ہیں۔ ابھی تو نہیں لیکن امید کرتی تھی کہ شاید آئندہ کمال ہم نشیں مجھ میں یہ خوبی پیدا کر دے۔ تصویر دلگیری یہ نہ پوچھیے کہ اس دلدگیر سے جو دلگیر ہے میرا کیا حالت ہوئی۔ یہ آپ نے کیا لکھا کہ یہ تصویر جب کی ہے میں ابھی جوان تھا کیا اب آپ جوان نہیں جوانی تمام ہے فرقوں میں ہما جانے کا آنکھوں کی راہ سے کلیجے میں اتر آئے گا۔ سو یہ میرے دل اور کلیجہ سے پوچھیے۔ دیکھیے صاحب نقاد جلد جاری فرمائیں ورنہ میں لڑ وں گی۔ پتہ وہی ہے۔ مجھے یقیناً مل جائے گا۔

بہت اچھا دلی نہ آیئے گر (میں) آگرہ کیرانگ آ سکتی ہوں۔ خیر سے آپ جوش انشاء پردازی میں ہرزہ سرائی پر بھی اتر آتے ہیں۔ "شاید" ۔۔ "یہی مقصد ہو" "جیلو میٹر میں" یہ باتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ نقاد کی دوبارہ زندگی میری محبت کی یادگار ہے۔ اس لیے اوس یادگار کا واسطہ دلاتی ہوں کہ اوسے ضرور جاری فرمائیں۔ اپریل کے پہلے ہفتہ میں پرچہ میرے ہاتھوں میں ہونا چاہیے ساوہی امتحان محبت ہے۔ اونٹ کرنے میں آپ کے ساتھ ہوں۔ مجھے کچھ آئے یا نہ آئے لیکن آپ پر اعتماد ہے سنبھال لیجئے گا۔ آپ اگر مناسب سمجھیں تو اپنے نام کے ساتھ میرے نام کا بھی اعلان کر دیجئے۔ لیکن پتہ ظاہر نہ کر دیجئے گا۔ نقاد کے پرچے اس کے جواب کے ساتھ ساتھ آنے چاہئیں۔

کنیز
ف۔ ز۔

(۷)

بریلی ۳ رمارچ (سنہ ۱۹۱۳ء)

آرزوئی بیدلان۔

جان پر بننے کے لیے اس قدر اضطراب آخر کیوں؟ اس القاب کا مستحق اب سوائے آپ کے اور کون ہو سکتا ہے۔ لیکن ڈرتی ہوں کہ میری بدبختی کا اثر کہیں آپ کی آئندہ زندگی پر نہ پڑے۔ شکر ہے آج آپ نے اس محبت کا اقرار کر لیا جس کے کچھ بچے ہوئے جذبات میرے اوپر صرف ہو رہے ہیں میں چل بسی تو آپ کی پر شوق نگاہیں کسی اور کو ڈھونڈ لیں گی آخر اس محبت میں کیا دھرا ہے کیوں آپ میری مٹی خراب کرتے ہیں۔ آپ کو کیا ہے اور کوئی سہی۔ آہ۔

۔مجھے یہ سن کر نہایت مسرت ہوئی کہ آپ محض میری خاطر سے نقاد کی اشاعت کی زحمت گوارا فرما رہے ہیں۔ کس طرح شکریہ ادا کروں۔ آپ انعام طلب کرتے ہیں۔ مجھ غریب کے پاس کیا ہے۔ ایک دل تھا سو وہ بھی کب کا خون ہو کر آنکھوں سے بہہ گیا۔ آپ افتتاحیہ مضمون مجھ سے مانگتے ہیں۔ لیجیے حاضر ہے۔ خدا معلوم آپ اپنے نظریہ سے میری معرفی کس طرح کرینگے۔

نقاد کے پرچے ملے میں شکریہ ادا نہیں کرتی۔ باقی پرچے بھی تلاش کیجئے۔ مضامین اور بھی لکھ رہی ہوں۔
آپ کی
ق۔ ز

نقاد کی زندگی کا دوسرا دور
اور
میں!!

جب کوئی عزیز یا محبوب اپنے سے جدا ہوتا ہے تو رنج اس بات کا نہیں ہوتا کہ وہ جدا ہو گیا بلکہ تکلیف کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ خدا جانے کب ملے؟ اگر اعنیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس قدر مدت کے بعد وہ ضرور مل جائے گا تو یقیناً ہماری تکلیفیں بہت کچھ گھٹ جائیں۔

موت کا صدمہ اس خیال سے سخت صدمہ کہلاتا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے پھر کبھی نہ ملنے کے لیے ہماری چیز کو ہم سے چھین لیتا ہے۔ ذرا تنہائی میں کبھی اس پر غور کیجیے، کیسی سخت دحشت ہوتی ہے۔ چونکہ موت نام ہے ایک ابدی جدائی کا۔ ایسی مفارقت کا جس کی کوئی حد نہیں، ایسے قفلِ سکوت کا جو کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ اس لیے آدمی جتنا بھی تڑپے کم ہے۔

ان عاشقوں سے پوچھو کہ اگر ان کے محبوب کسی طرح پھر زندہ ہو کر دنیا میں آجائیں تو وہ کیا کچھ نہ کریں۔ ماؤں سے دریافت کرو، اگر ان کے لال جن کو خونِ جگر پلا پلا کر پالا تھا، پھر ان کی خالی گود میں آجائیں تو ان کی کیا حالت ہو، اس حالت کے سامنے دیوانگی تو ہوش میں داخل ہے۔

ہم کبھی ذرا فارغ ہو کر بیٹھتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ "کیوں جی اگر فلاں شخص کسی طرح زندہ ہو کر پھر ہمیں مل جائے تو کیا ہو" یہ جانتے ہیں کہ نہیں ملے گا۔ یہ یقین ہے کہ وہ زندہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن صرف اس خیال کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے ہم اپنی اس مسرتِ فکر سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور ہماری تمنائیں یہاں تک غزیب دینے لگتی ہیں کہ فوراً ذہن قدرتِ خداوندی کی طرف چلا جاتا ہے کہ اس کے اختیار میں تو سب کچھ ہے۔ ممکن ہے اس وقت کی دعا ہماری سن لے۔" لیکن سچ تو یہ ہے کہ خدا نے اپنے قانون کو کبھی نہیں توڑا اور میں آئندہ کے لیے بھی یہی حکم لگا دیتی اگر نقاد کی زندگی کا معجزہ میرے سامنے نہ ہوتا

نقاد فنا ہو چکا تھا، مٹ چکا تھا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ وہ پھر زندہ ہو جائیگا۔ کس کو یقین تھا کہ پھر اس کی صورت ہمیں نظر آئے گی۔ اس کی مسیحائی کی کس کو خبر تھی۔ لیکن نہیں۔

اے نقاد!

نہ تجھے کسی نے زندہ کیا اور نہ کسی کی مسیحائی نے اثر کیا۔ تو اپنی حیات کے لیے خود اپنی خاکستر کو کام میں لایا اور اب ہمارے سامنے اسی طرح نغمہ زن ہے۔

سچ بتا تو موسیقار تو نہیں؟

مجھ کو جس قدر محبت نقاد سے تھی اس کا علم صرف حضرت دلگیر کو ہو سکتا ہے یا پھر مجھے۔ اگر خود اپنی الفت کے اندازہ کرنے کا سلیقہ مجھ میں ہو اور اسی پیمانہ پر اس صدمہ کا کیجیے جو نقاد کے بند ہونے سے مجھ کو پہونچ سکتا تھا!

میں غالباً اس کے اظہار پر مجبور نہیں کی جا سکتی کہ مجھے نقاد سے کیوں محبت تھی؟ اور اس کے لیے کیوں اس قدر بے تاب تھی۔ لیکن آپ بغیر وجہ سنے کیوں نہ یقین کر لیں کہ مجھے اس سے الفت تھی اور میں اس کے لیے بے قرار بھی تھی۔

اس مدد دیسکات میں کیا کیا ہوا۔ کس طرح گزری۔ اس کو دلگیر سے سنیے۔ اگر وہ سنا سکیں اور مناسب سمجھیں۔ میں تو صرف حال کہتی ہوں کہ اب وہ پھر ہماری آغوش میں ہے۔ خدا کرے مآل بھی نیک ہو۔

ناظرین نقاد کو غالباً یہ معلوم کر کے سخت حیرت ہوگی کہ اب اس کی ترتیب و تہذیب میں میرا ہاتھ بھی شامل ہے۔ گو دماغ نہیں لیکن کیا عرض کروں جناب دلگیر کے اصرار سے میرے انکار کو مغلوب ہونا ہی پڑا اور سچ تو یہ ہے کہ میں اس مغلوبی سے ناخوش بھی نہیں ہوں!

ہندوستان کے حلقۂ علم و ادب میں اگر صنف عورت ہونا ہی سنگین جرم نہ ہوتا تو شاید آپ مجھ سے اس قدر اجنبی نہ ہوتے اور اس وقت صرف میرے نام کا اظہار ہی کافی ہوتا۔ مگر اپنے ہاں کی سوسائٹی اور اصولِ معاشرت کی مخالفت کرنا تنہا ایک جانِ ناتواں کا کام نہ تھا۔ خاموش رہی لیکن اب جبکہ میں نسبتاً آزاد ہوں۔ ان بندشوں کو قطع کرتی ہوں اور آپ کے سامنے اس حیثیت سے آنا چاہتی ہوں جس حیثیت سے مجھ کو اس سے قبل آجانا چاہیے تھا۔

میں سمجھتی ہوں کہ اس وقت قدرتاً آپ کے دل میں یہ سوال پیدا ہو رہے ہوں گے کہ "یہ کون ہے؟" "کیا ہے؟" اور شاید میں جواب بھی دے دیتی اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ سوسائٹی کی اخلاقی حالت اس قدر بلند ہوگئی ہے کہ وہ عورت کی ہر بات سننے کے لیے اپنے اندر کافی احساس ان ذمہ داریوں کا پاتے ہیں جن کا صرف احساس ہی ان دونوں طبقوں میں حدِ فاصل قائم کر سکتا ہے۔

میں اگر نقاد کی ترتیب میں حصہ لیتی ہوں تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ مجھے مرد بننا ہی پسند ہے۔ آپ کو اپنی جنس کی قدر ہو یا نہ ہو مگر میں تو اپنی نسائیت پر جان دیتی ہوں اور اس لیے اگر آپ کے سوالات کو تشنہ رکھتی ہوں تو یہ میری فطرت ہے خواہ آپ کی بے قراری میں اس سے اضافہ ہو یا سکون۔

اس قدر تمہید کے ساتھ اب میں اس باب کا افتتاح کرتی ہوں جو نقاد کی دوسری زندگی کا عنوان ہے اور التجا کرتی ہوں کہ خدا کے لیے اب اس کو فنا نہ ہونے دیجیے گا کہ اب اس میں ایک نسوانی عزت بھی شامل ہے جس کی توہین شاید آپ کو گوارا نہ ہو۔ اس خطاب میں خریداران نقاد بھی شامل ہیں جن کی کوشش پر اس کی زندگی کا ایک حد تک انحصار ہے اور مضامین نگار بھی جن کی اعانت پر اس کا حسن منحصر ہے۔

ق۔ ز

(۸)

بریلی ۵ مارچ سنہ ۱۷ء

قمر زمانی۔ بڑی مصیبت یہ ہے کہ آپ کے خطوط مجھے بہت دیر میں ملتے ہیں۔ جن صاحب کے ذریعے سے خطوط آتے

ہیں وہ اکثر باہر رہتے ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ بغیر ان کے مجھے مل جایا کریں اب آپ کا ۱۰ کا لفافہ مجھے آج ملا ہے اور ادھر قیامت یہ ہے کہ جہاں جواب میں ذرا دیر ہوئی آپ جدا برہم ہوتے ہیں اور مجھے الگ تکلیف ہوتی ہے کہ خط کیوں دیر سے ملا۔ آپ جواب کے منتظر ہوں گے۔ اس لیے آپ اپنی محبت کی بناء پر انتظار تو ضرور کیا کریں لیکن خدا کے لیے تاخیر کی شکایت نہ کیا کریں کہ میرا کلیجہ پھٹنے لگتا ہے اور علاج میرے بس کا نہیں۔

آپ کی یہ تحریر خلاف توقع نہیں اس لیے میرے لیے زیادہ خوشی کی بات بھی نہیں اگر آپ ایفاء محبت کا وعدہ کرتے ہیں تو کوئی بڑا کمال نہیں۔ کیونکہ میرے نزدیک یہ لازمۂ شرافت ہے اور میرے نزدیک تو دنیا میں عہد شکنی کا وجود ہی نہیں ہے جس کو زمانہ عہد شکنی کہتا ہے وہ فی الاصل عہد ہی نہیں ہوتا۔ ایک عہد کا حال تو اسی وقت معلوم ہو سکتا ہے یعنی عہد کو عہد اس وقت کہہ سکتے ہیں جب اس پر قائم رہنے کی طرف سے اطمینان ہو جائے۔ اس لیے میں تو اس اقرار کو بھی لغو جانتی ہوں کہنے کی ضرورت کیا۔ انسان کے عادات واطوار خود بتانے والے ہیں۔ دیکھیے آپ ہمیشہ خیال کو بلند رکھیے بعض دفعہ آپ بہت سبک باتیں کرنے لگتے ہیں اور مجھے سخت ایذا ہوتی ہے۔ اول تو پہلے آپ کا مجھ پر غصہ اور پھر میری تحریر پر آپ کا اعتراض کہ "نہیں اب محبت واپس نہ لوں گا۔ اب میں ناز نہیں نازبرداری کروں گا۔" خود ہی غور فرمائیے کہ یہ کیا ہے۔ کیسا ناز کیسی نازبرداری۔ یہ آپ کے ذہن میں خیال کہاں سے پیدا ہوا۔ میں آپ کو چاہتی ہوں اور سمجھتی ہوں کہ فرض پورا کرتی ہوں۔ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں تو یقین کیجیے کہ یہ آپ کا فرض تھا۔ پھر اس میں یہ نمائش کیسی۔ کس کا ناز اور کیسا نیاز۔ آپ کو معلوم ہے قوس قزح میں کتنے رنگ ہوتے ہیں سب الگ الگ لیکن بھلا کوئی یہ تو بتا دے کہ کون رنگ کہاں سے شروع ہوا ہے۔ آہ گھل مل جانا کوئی فطرت سے سیکھے۔ شیر و شکر دو جدا چیزیں ہیں لیکن لوٹ ہونے کے بعد دونوں کا مزہ الگ الگ معلوم ہو سکتا ہے۔ پھر اگر دودھ فخر کرے کہ لذت میری ہے یا شکر کہے کہ مزہ تو مجھ سے پیدا ہوا ہے۔ لغو ہے۔ اصل تو یہ ہے کہ دو دل کہ ایک ہو جانے میں جو حدت ہے وہ نری وحدت میں بھی نہیں۔ خیر یہ تو ایک فسانہ ہے۔ نہ موقع نہ ضرورت۔ لیکن اس قدر لکھ دینا ضروری سمجھا کہ آپ کو میری نسبت کچھ اندازہ تو ہو جائے آپ نے جس ٹکڑے کی اس قدر تعریف کی ہے وہ اس قابل تو نہ تھا لیکن اب آپ کی رائے نے اس کی وقعت البتہ بڑھا دی شکریہ مت پوچھیے میں اس زمانہ میں بہت پریشان رہی اور اب بھی ہوں۔ تاہم مضمون ضرور لکھوں گی۔ میں پہلے خط میں بھی لکھ چکی ہوں اور اب پھر کہتی ہوں کہ میرا قیام یہاں بہت کم رہے گا اور یہ ایک بڑا فکر ہے۔ اور یہاں میں زیادہ آزاد رہی لیکن دہلی یا لکھنو جا کر میں بہت پابند ہو جاؤں گی آج کل میرے متعلق ایک خاص مسئلہ پر غور ہو رہا ہے لیکن میں اب کسی طرح اس کی تحریک نہیں چاہتی۔ آپ ہی فرمائیں کیا کروں؟ سچ ہے۔ ایک عورت کے لیے انکار جتنا سہل ہے اسی قدر دشوار بھی ہے۔ آپ فکرمند نہ ہوں کیوں کہ دنیا میں کوئی کام میرے لیے اتنا سہل نہیں جتنا وہ جس کے لیے کوئی ارادہ کر چکی ہوں۔

آپ کی
قمر

(۹)

بریلی۔ یکم اپریل ۱۹۱۷ء ——— پیارے دل گیر ۲۲ اور ۲۸ دونوں تاریخ کے نامہائے محبت وصول ہوئے

پہلے معذرت تاخیر قبول کیجیے۔ اور پھر اس بات پر اظہار تاسف کہ آپ نے بھی کس قدر کمزور دل پایا ہے۔ دیکھیے خدا کے لیے ایسا نہ کیجیے ورنہ … ہمت ٹوٹ جائے آپ کو اس سے آخر بحث ہی کیا۔ میں اب پچھتاتی ہوں کہ کیوں لکھا۔ آپ اطمینان رکھیں کہ قمر سوائے آپ کے کسی کی نہیں ہو سکتی۔ میں آپ کو یہ خبر خوشی سناتی ہوں کہ وہ جھگڑا طے ہو گیا اور بالکل میری مرضی پر چھوڑ دیا گیا۔ اب آپ خود غور فرمائیے کہ میری خوشی کیا ہو سکتی ہے۔ آپ ذرا سی بات میں مایوس ہو گئے۔ ابھی تو زندگی پڑی ہے اور خدا جانے کیا کیا برداشت کرنا ہے۔ ذرا مرد بنے رہیے۔ مجھ کو تو آپ پر بڑا اعتماد ہے۔ اگلے خط میں مضمون کا انتظار کیجیے۔ نقاد کا سخت انتظار ہے۔

صرف آپ کی
قمر

(۱۰)

حافظ عزیز الدین نقشبندی — ۱۱ مئی ۱۳ء
بذریعہ پوسٹ ماسٹر — دہلی

پیارے دلگیر

خدا کی قسم اور آپ کے سر کی قسم کہ میں اس زمانہ میں سخت پریشان رہی۔ اپنی بیماری کی خبر پہلے دے چکی ہوں اور اب یہ سنیے کہ … سے ایک خاص ضرورت سے مجبور ہو کر بنارس گئی اور وہاں سے لکھنؤ ہوتی ہوئی اب دہلی آئی ہوں۔ ہاں وہی دہلی جہاں سب سے پہلے آزار مجھے لگا۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپ کے کون کون سے خطوط مجھے ملے ہیں اور کون کونسے نہیں۔ بہرحال معافی چاہتی ہوں۔ اور آئندہ کے لیے وعدہ کرتی ہوں کہ بہت جلد جواب دیتی رہوں گی۔ میرا پتہ نوٹ کر لیجیے۔ بڑی مشکل سے یہ تدبیر نکالی ہے۔ لفافے کے اوپر میرا نام نہ ہو۔ صرف حافظ عزیز الدین کا ہونا چاہیے۔ اس کے اندر جو دوسرا لفافہ ہو اس پر صرف ق۔ ز۔ ہونا چاہیے۔ اس کے بعد میں اور زیادہ محفوظ طریقہ بتاؤں گی۔ اس وقت عجلت میں ہوں۔ اس لیے پوری کیفیت عرض نہیں کر سکتی۔ جس کو اب پورا کروں گی۔ نقاد نے کیوں نہ دیا؟ آپ خفا تو نہیں ہو گئے؟ دیکھیے اس کا ضرور لحاظ رہے کہ بغیر میرے بلائے ہوئے آپ کبھی مجھ سے ملنے کی کوشش نہ فرمائیے گا۔ آپ کو کیا خبر کہ کس طرح آپ سے یہ خط و کتابت بھی کر لیتی ہوں۔ آپ مطمئن رہیں۔ ہم جدا ہیں پر ایک جگہ بیٹھ کر باتیں کرنے کی بھی کوشش جاری ہے اور اس میں بڑی حد تک کامیابی ہو چکی ہے۔ چند دن کی دیر اور ہے۔

نذر سجاد کو جواب میں نے دے دیا۔

آپ کی
قمر

(۱۱)

دہلی ۳۰ مئی ۱۳ء

دلگیر صاحب —— میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپ کو کیا خیال کروں؟ کبھی تو آپ کی طرف سے میری توقعات

اس قدر بلند قائم ہو جاتی ہیں کہ مجھے اپنی قسمت پر خود رشک آنے لگتا ہے اور کبھی ایسا رنگ بدلتے ہیں کہ اپنی جان سے بیزار ہو جاتی ہوں۔
خدا کے لیے تباہ نہ کیجئے اور مجھے دنیا میں کچھ کرنے دیجئے۔
اس سے زیادہ کیا لکھوں۔ آپ کے ۲ ہی کے خط نے تو مجھے بالکل بیکار کر دیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیونکر آپ کو سمجھاؤں۔ بہتر ہے آپ خط میں نہیں لکھتے نہ لکھیے۔ مگر زبانی تو کہیے گا یا یہ بھی نہیں!
خدا کے لیے اس کے جواب میں مجھے اطمینان دلائیے کہ آپ مایوس نہیں ہیں۔

آپ کی
ممتہ

(۱۴)

۷ر جون ۱۹۱۷ء

وہ آئے بھی اور اُٹھ کے چل بھی دیئے
یہ مدت بھی کیا مختصر ہو گئی

آداب عرض کرتی ہوں۔

خوب قدر بڑھائی۔ اچھا خیال کیا آپ نے، دردمند دل والے ایسے ہی تو ہوتے ہیں آخر پھر تکلیف فرمانے ہی کی کیا ضرورت ہے۔ ملازم کے ہاتھ ہی کہلوا دیا ہوتا کہ ہم نہیں آ سکتے۔ میں کیا کہوں مجھے کیسی شرم آئی اور میں نے کس قدر اپنے اوپر ملامت کی۔ کاش مجھے پہلے معلوم ہو جاتا کہ آپ ایسی رکھائی برتیں گے تو میں ہرگز گھر سے باہر قدم نہ رکھتی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے مجھے برقعہ اتارنے پر کیوں اس قدر مجبور کیا اور میرے انکار پر آپ کیوں بگڑ گئے اور چل دیئے۔
الٰہی توبہ! آجکل کے مہذب اور تعلیم یافتہ لوگ بھی کیسے بے درد ہوتے ہیں۔

خیر طبیعت کو ہو گا قلق چند روز
سنبھلتے سنبھلتے سنبھل جائے گی

میں پرسوں بریلی جا رہی ہوں اور کہہ نہیں سکتی کہ کب تک وہاں رہوں گی۔ اگر آپ کی شان کے خلاف نہ ہو تو اس پتہ پر خط کا جواب دیجئے۔ مجھے یہ تو بتلائیے کہ آخر بات کیا تھی۔ پتہ یہ ہے:

بانس بریلی محلہ ذخیرہ
معرفت صادق حسن صاحب

لفافے کے اندر میرے نام کا خط دوسرے لفافہ میں بند کر کے رکھیے گا۔ میرے خط کے لفافہ پر صرف ق۔ ز۔ ہونا چاہیے۔

آپ کی خطاوار
ق۔ ز۔

(۱۳)

۱۴ جون ۱۹۳۰ء

"پیارے دلگیر" لیجیے اب تو آپ خوش ہوئے۔ "صاحب" نہ کہنے کا آنا رنج۔

بت کہہ دیا تو منہ سے وہ اب بولتے نہیں
اتنی سی بات کا تمھیں اتنا ملال ہے

کیا آپ میرے صاحب نہیں ؟ میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں کہ آپ کی تکلیف ملال اور رنج نومیدی سے میرے اوپر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ میں تو لکھتے لکھتے تھک گئی ہوں۔ آپ نے میری باتوں کا جواب ٹال دیا۔ خیر میں جان گئی جو بات ہے۔ لیکن صدمہ اس بات کا ہے کہ آپ کے اندازِ تحریر سے کچھ بے اعتنائی سی پیدا تھی جس کو میں اس وقت تک ماننے کی کوشش کر رہی ہوں۔ خیر اگر آپ کی بے رخی آپ کے قابو کی نہیں تو خدا کی مرضی میں کیا کر سکتی ہوں۔ افسوس ہے کہ آپ کی محبت محتاط کی ہوشیاریاں ایک عورت کی سمجھ سے اسی طرح باہر ہیں جس طرح ایک عورت کی شیفتگی معصوم مرد، ہوشیار مرد کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتیں۔

یہ آپ یقین رکھیے کہ مجھ سے کبھی وہ بات نہیں ہو سکتی جو خود میرے نزدیک بری ہے۔ آپ کی مایوسیوں کا علاج میرے پاس سوائے اس کے اور کوئی نہیں تھا جو ظاہر کر چکی ہوں۔ اگر آپ کو وہ منظور نہیں تو جانے دیں۔ جب آپ معمولی باتوں کا جواب دینے سے گریز کرتے ہیں جو لازمی طور سے پوچھی جاتی ہیں تو پھر نتیجہ معلوم۔

جی ہاں حسن ہنوز نامکمل ہے اور شاید رہے گا کیونکہ تکمیل حسن کے لیے التفاتِ عشق ضروری ہے اور وہ مجھے حاصل نہیں۔

بدنصیب
قمر

(۱۴)

یکم جولائی ۱۹۳۰ء

حضرت دلگیر سلمہٗ

لیجیے چوتھے نمبر کے لیے مضمون حاضر ہے۔ اب تو کوئی شکایت نہ ہوگی۔ آپ دیکھیں گے کہ اس مضمون کا دوسرا رنگ ہے۔ پہلا تیسرا مضمون کاروباری لٹریچر تھا دوسرا مضمون نزاکت تخیل کا نمونہ تھا اور یہ صرف جذبات کا۔ آگے آگے دیکھتے جائیے کہ آپ کی جنس پریشان نہ کر دوں تو سہی میرے پچھلے خطوں کا جواب ہنوز واجب ہے۔

یکم جولائی
قمر

(اس کے ساتھ ایک مضمون بھیجا گیا)

(۱۵)

۹ ستمبر ۱۹۳۰ء۔ مجھے یقین ہے کہ آپ بہت برہم ہوں گے اور ہونا بھی چاہیے۔ لیکن جب آپ کو پورا حال معلوم ہوگا تو غالباً

آپ معاف فرما دیں گے۔ میرا سارا رمضان قریب قریب سفر میں کٹا اور شوال کا اتنا حصہ دیگر تقریبات میں جو میرے خاندان میں ہوئیں اور ہو رہی ہیں، میں پورا انتظام ڈاک کا کر گئی تھی لیکن میرے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی جب واپس آ کر معلوم ہوا کہ میرے نام کی ساری ڈاک تلف ہو گئی جس میں یقیناً آپ کے خطوط بھی ہوں گے۔ بعض خطوں کے چند پرزے ملے لیکن وہ آپ کے نہ تھے۔ قصہ یہ ہوا کہ جن خادمہ کے سپرد میں یہ کام کر گئی تھی اس نے احتیاط نہیں کی اور اوس کے نیچے نے کچھ خط پھاڑ ڈالے اور کچھ جلا دیئے۔ میں سوائے اس کے اور کیا کر سکتی تھی کہ خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتی۔ خدا کے لیے دلگیر صاحب معاف کر دیجئے۔ مجھے سخت الجھن رہے گی جب تک آپ معاف نہ کر دیں گے۔ میں نے ایک غزل روانہ کی تھی۔ معلوم نہیں پہونچی یا نہیں۔ آپ مفصل خط لکھیے کہ اس زمانہ میں کیا کیا ہوا تاکہ مجھے بھی تفصیل کے ساتھ جواب دینے کی ہمت ہو۔

جولائی کا پرچہ جلد شائع فرمائیے سخت انتظار ہے۔ (پتہ وہی ہے) خطاوار قمر

مولانا عبیداللہ سندھی

<u>بنام ڈاکٹر چوئتھ رام پریذیڈنٹ کانگرس کمیٹی سندھ</u>

از عبیداللہ سندھی۔ ۳۰ رجب ۱۳۵۶ھ

بخدمت شریف جناب ڈاکٹر چوئتھ رام صاحب پریذیڈنٹ کانگریس کمیٹی سندھ

ڈاکٹر اشرف کا بیان اخبارات میں دیکھا کہ محترم المقام جناب پنڈت جی پریذیڈنٹ انڈین نیشنل کانگریس نے انہیں میری واپسی کے لیے کوشش کرنے کا حکم دیا۔ اور ان کی دعوت پر علماء دارالعلوم دیوبند اور جمعیت العلماء نے میری واپسی کی تجاویز منظور کیں۔ پھر میری محبوب ملک سندھ کی کمیٹی نے آپ کی ہدایت پر کام کیا۔ پھر آپ نے مجھے کونسل کے مباحثہ کی اطلاع دہی سے یاد فرمایا۔ ان سب کوششوں کا میرے دل پر خاص اثر ہے۔ میری طرف سے سب بزرگ اور دوست اور بھائی بہت بہت شکریہ قبول فرماویں۔

(الف) آپ کا ارشاد تھا کہ تار میں جلدی مختصر خبر بھیج دوں۔ اس کی تعمیل نہ کر سکا۔ معافی چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس قسم کے مختصر بیان میری طرف سے گورنمنٹ کو مطمئن نہیں کر سکتے۔ میری دعویٰ ہے کہ کمیونسٹ ریویشن کو میں نے کبھی اپنا سیاسی عقیدہ و کریڈ نہیں بنایا اور نہ آئندہ میرے جیسے لوگوں سے یہ ممکن ہے۔ گورنمنٹ اپنی معلومات پر احتیاط سے نظر ثانی کرے گی تو وہ خود اس کی شہادت دے گی۔

(ب) میں نے کمیونسٹ تھرڈ انٹرنیشنل کی تھیوری اور پروگرام اور آرگنزیشن کا ماسکو میں سات مہینے سرکاری مہمان رہ کر مطالعہ کیا ہے۔ باوجودیکہ میں کوئی یورپین زبان نہیں جانتا۔ اپنے رفیقوں کی مدد سے جس میں نیشنلسٹ اور کمیونسٹ دونوں فریق تھے برابر صفحہ کا زبانی ترجمہ سُنا۔ سینکڑوں صفحہ کا انہوں نے اردو میں ترجمہ لکھ دیا۔ تاکہ میں بار بار مطالعہ کر سکوں میں نے پروفیسروں کے لکچر اپنی رفیقوں کی ترجمانی سے باقاعدہ سُنے۔ میں نے اعلیٰ ذمہ داری کے مالک افسروں سے مباحثے کیے۔ مگر میں نے کمیونسٹ نظریہ اپنے کریڈ کو نہیں بنایا۔ چونکہ ایک نادر موقع میسر آیا تھا۔ میں نے اس سے علمی فائدہ حاصل کرنے میں قصور نہیں کیا۔ چنانچہ ہماری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے رجسٹرار مجھے یورپ میں ملے تو چند سوالات کے بعد ان کی یہ رائے تھی کہ میں اس نظریہ کو ان کے پروفیسر سے زیادہ جانتا ہوں۔

(ج) جو لوگ میری علمی سائیکلوجی سے واقف ہیں وہ کبھی مان نہیں سکتے کہ میں کمیونسٹ کریڈ قبول کر سکتا ہوں۔ میں ۱۶ سال کی عمر میں اسکول سے فارغ ہوا چار سال محنت کر کے دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کی۔ سب کچھ پڑھنے کے بعد میرا اطمینان نہیں ہوا میرے استاد مولانا محمود حسن دیوبندی شیخ الہند نے مجھے شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفہ کی طرف توجہ دلائی۔ سات سال کی مسلسل محنت کے

بعد مجھے شاہ ولی اللہ کی اسلامی تشریح پر اطمینان ہوا۔ اس کے بعد ہر ایک مسلمان عالم کی ہر ایک بات ماننے کا قائل نہیں رہا۔ سندھ میں ایک مدرسہ بنا کر سات سال تک اپنی تحقیقات پڑھاتا رہا۔ اس کے بعد میں نے ساری توجہ قرآن کریم شاہ ولی اللہ کی فلاسفی سے حل کرنے میں صرف کر دی۔ آخر میں شیخ الہند سے شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کی سب سے اعلیٰ کتاب کا درس لیا۔

(۵) میری ننھیال کے پنجاب کے سکھ حکمرانوں سے دور کے تعلقات تھے۔ اس لیے پنجاب کی آزادی کے خواب میرے بچپن سے کھیل ہیں۔ اسلامی تعلیم جب مکمل کر چکا تو ان خیالات پر نظر ثانی کرنے سے وہی جذبہ دہلی کی آزادی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ شاہ ولی اللہ کی فلاسفی ایک خاص سیاسی اسکول کی رہنمائی کرتی ہے۔ ان کے سیاسی اسکول کے متبعین کی تاریخ سامنے رکھ کر میں نے اپنے لیے ایک پروگرام بھی بنا لیا۔ وہ اسلامی بھی تھا اور انقلابی بھی۔ مگر ہند سے باہر کے مسلمانوں سے اس کو کوئی تعلق نہ تھا۔ کچھ عرصہ بعد میں نے شیخ الہند سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے اس میں اصلاح کا مشورہ دے کر اسے اتحاد اسلام کی ایک کڑی بنا دیا۔ اس کے بعد میں جس طرح علمی تحقیقات میں شیخ الہند سے خاص تعلق رکھتا تھا، سیاسیات میں بھی ان کی اتباع میں داخل ہو گیا۔ انہوں نے مجھ پر پورا اعتبار کر کے اپنی خاص جماعت میں شامل کر لیا۔

(۵) بارہ سال میں شیخ الہند کے حکم سے سندھ میں کام کرتا رہا ہوں۔ میرا درجہ بڑھا کر چند سال انہوں نے مجھے دیوبند اپنے پاس رکھا۔ اور اپنے لوگوں سے تعارف کرا دیا۔ دو سال دہلی میں علی گڑھ پارٹی سے ملنے کے لیے چھوڑا۔ میرے استاد نے میرا تعارف ڈاکٹر انصاری سے کرایا اور ڈاکٹر صاحب نے مولانا محمد علی سے ملایا۔ اور مولانا نے ابوالکلام آزاد سے تعارف کرایا اس کے بعد مجھے کابل بھیج دیا۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت شیخ الہند نے ایک عرصہ سے مجھے اس کام کے لیے معین کر لیا تھا۔ جس قدر ضرورتیں مجھے کابل میں نظر آئیں گی۔ اُن امور کو وہ پہلے سے طیار کرتے رہے، فقط ایک خانہ میرے لئے خالی چھوڑ رکھا تھا۔ جسے پُر کرنے کے لیے مجھے حکم دیا۔ میں نے یہ حکم نہایت تنگ دلی سے قبول کیا۔ میرے لیے اپنی طبیعت کے موافق ہندوستان میں کام کا بڑا میدان تھا۔ اور میں اپنے آپ کو کابل سے بالکل غیر مناسب پاتا تھا۔ مگر اب شکر کرتا ہوں کہ اللہ نے اپنے بزرگ کا حکم ماننے کی توفیق دی۔

(۵) میں کابل میں حکومتِ افغانیہ کے ساتھ کام کرتا رہا۔ امیر حبیب اللہ خاں نے مجھے حکم دیا کہ میں ہندوستانی کام ہندوؤں کے ساتھ مل کر کروں۔ اب تک میں ایسے کام کی خود جرأت نہیں کر سکتا تھا، مگر اس حکم نے مشکل حل کر دی۔ ایسے معاملات میں امیر المسلمین کا حکم ماننا اس کام کو اسلامی فرض بنا دیتا ہے۔ اسی وقت سے میں نے کانگریس کی تائید شروع کی۔ بیرونی لوگوں سے اس کا تعارف کراتا رہا۔ کہ ہندوستانی حکومت کے لیے وہ پارلیمنٹ کا درجہ رکھتی ہے۔ میں سنہ ۱۹۰۱ء سے مسلسل اخبار پڑھنے والا ہوں۔ کانگریس کو اور تقسیم بنگال میں اس کی کامیابی کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ میرے دوست پروفیسر جیوت رام کرپلانی اچھی گواہی دے سکتے ہیں۔ میں اس رستہ پر تیزی سے بڑھتا گیا۔ آخر امیر امان اللہ خاں کے زمانہ میں میں نے کابل میں کانگریس کمیٹی بنائی۔ جسے ڈاکٹر انصاری نے گیا سیشن میں کانگریس سے الحاق منظور کرا دیا۔ جہاں تک میرا علم ہے برٹش ایمپائر سے باہر یہ کانگریس کی پہلی کمیٹی ہے۔ اسی سال ہم روس پہنچے وہاں میرا تعارف کانگریس کمیٹی کابل کے پریزیڈنٹ کے نام سے ہوا۔ اس زمانہ میں ڈاکٹر نور محمد حیدر آبادی میرے سیکرٹری تھے۔ کیا کوئی عقلمند تجویز کر سکتا ہے کہ میں اپنی نیشنل تحریک سے غداری کر کے اس انٹرنیشنل جماعت سے عزت کی امید کروں گا۔ جہاں نیشنلسٹ ہندوستانیوں کی

کافی تعداد موجود ہے۔ اس لیے بھی میرے لئے ناممکن تھا کہ کمیونسٹ کریڈ قبول کروں۔

(ز) کابل تک صحیح معنوں میں میں پین اسلامسٹ تھا۔ اسلام کے فائدہ کے لیے انڈین نیشنل کانگریس میں داخل ہوا۔ لیکن ترکی کی شکست کے بعد اتحاد اسلام کا کوئی مرکز نظر نہیں آتا تھا اور نہ ہی مستقبل قریب میں کسی پورے آزاد مرکز کی توقع کی جا سکتی تھی۔ اتحاد اسلام کے عوض روس کا لادینی انٹرنیشنلزم ہمارے نوجوانوں کے دلوں کو لبھا لیتا تھا۔ اس سے میں سخت حیران ہو گیا۔

(ح) اس کے بعد ہم ٹرکی میں رہے۔ جب سے ٹرکی نے اپنا اسلام اپنی قومیت کا جزو بنا لیا۔ اس کا میں نے اچھی طرح مطالعہ کیا۔ اسی طرح میرا یہ فیصلہ بھی قطعی ہو گیا ہے کہ مجھے اسلام کی حفاظت کے لیے ہندوستانی مسلمان کے اسلام کو نیشنل کانگریس کا جزو بنا دینا چاہئیے۔ میری تحقیق میں ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت خصوصاً ادنےٰ طبقہ کے لوگ میری طرح ہندوؤں کی اولاد ہیں۔ ان کا قدرتی وطن اور ملک ہند کے سوا دوسرا ملک نہیں ہو سکتا اور جو بزرگ باہر سے آئے مگر یہیں کے ہو رہے۔ وہ بھی ہماری طرح ہند سے باہر اپنا کوئی ہمدرد نہ پائیں گے۔ انہیں بھی اپنی ملکی طاقت کے زور پر اپنا مذہب چلانا چاہئیے۔

(ط) اس کے لیے کافی وقت صرف کر کے میں نے شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کی رہنمائی میں اسلامی تعلیمات پر نظر ثانی شروع کی۔ اس کو ایسا کر دیا کہ ہندوستانی قومیت کے ساتھ جمع ہو سکے۔ تاکہ تمام ہندوستانی قوموں سے مسلمانوں کی مذہبی جنگ ختم ہو جائے۔

میں نے اپنی قوم کی سائیکالوجی جانتے ہوئے اس پر اعتماد کیا ہے کہ جب ہم ہندوؤں پر ظلم کرنا چھوڑ دیں گے تو وہ کبھی ہم پر ظلم نہیں کریں گے۔ آج بھی مسلمانوں کے بعض بڑے بڑے لوگ ہندوؤں کے سیاسی غلبہ سے ڈر رہے ہیں۔ میرا جواب ان کے لیے یہ ہے کہ شاید وہ پہلے ہندوؤں پر زیادتی کر چکے ہیں اور اب بھی اسی قسم کے کام مذہب کے نام سے جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ضرور ڈرنا چاہیے۔ مگر جو مسلمان اس انقلاب سے پہلے کی تاریخ کی ذمہ داری اپنے اوپر نہیں لیتا۔ اس زمانہ کے کام اُس زمانہ کے لوگوں کی ذمہ داری پر مخصوص کر دیتا ہے اور آئندہ ہمارے پروگرام پر چلتا ہے اسے کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہو سکتا۔

(ی) اس قدر اصلاح کے بعد بھی ہندوستانی مسلمان کے لیے ایک زبردست خطرہ نمودار ہوتا ہے۔ ہماری کانگریس آزادی پسند ترقی کن جماعت ہے۔ آج اگر ہم قوم کی پرانی سائیکالوجی پر مطمئن ہیں جس میں سرمایہ داری بھی ہے، برہمنزم بھی ہے۔ اس صورت میں چھوٹے چھوٹے جھگڑے تو کافی دیر تک ہوتے رہیں گے مگر کسی بڑے انقلاب کا خوف نہیں۔ جو اسلام کو ختم کرنا چاہے۔ لیکن جس صورت میں کانگریس ترقی کرتی ہے اور سوشلسٹ پارٹی یا بالآخر کمیونسٹ پارٹی غلبہ حاصل کر لیتی ہے تو اس وقت ہمارا اسلامی وجود کانگریس میں محفوظ نہیں رہ سکتا۔

وہ مسلمانوں پر خاص ظلم نہ کرے بلکہ ہندو و مسلمان سے مساوی برتاؤ کرے اور ممکن ہے کہ ہندو اسے منظور بھی کرے۔ لیکن میرے جیسے مسلمان کے لیے اسلام کی یہ تخریب کسی طرح خوش آئند نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ایک مفکر کا یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اس وقت کانگریس کو چھوڑنے سے بہتر ہے کہ ابھی سے اپنا علیحدہ نظام قائم کریں۔

(ک) لیکن دوسرے ملکوں کے انقلاب کا مطالعہ کرنے کے بعد میری یہ رائے نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کامل غور و خوض کے بعد شاہ ولی اللہؒ کے فلسفہ کی روشنی میں میں نے ہندوستانی مسلمان کے اقتصادی اور سیاسی پروگرام کو اس درجہ منظم کر دیا ہے کہ نہ کوئی سوشلسٹ پارٹی

اور نہ کمیونسٹ پارٹی ہمارے اسلام کی اس پالیسی سے جنگ کرنا ضروری سمجھے گی۔

اس پر اعتماد اس لیے کیا جا سکتا ہے کہ کمیونسٹ انٹرنیشنل ہماری سکیم ماننے والے مسلمان کے ساتھ لڑنا ضروری نہیں جانتا۔ بلکہ بعض پروفیسر تو جلسوں میں کہتے رہے کہ اگر ایسی مذہبی جماعت منظم موجود ہوتی تو ہم اس مذہب کو قبول کر لیتے اور یہ کاشت کاروں کے مسائل کو حل کرنے کے لیے بے حد مفید ہوتا۔

(ل) محترم پریذیڈنٹ! میں نے آپ کا بہت سا وقت اپنی سرگزشت سنانے میں لے لیا۔ میرا خیال ہے کہ جب تک کوئی مفکر ہمیں خاص طور پر پہچاننے کی کوشش نہ کرے وہ ہمارے جوابات پر مطمئن نہیں ہوگا۔ آج کل ڈپلومیٹک میں جھوٹ سچ کا امتیاز نہیں کیا جاتا۔ گر ہم اپنی مذہبی تعلیمات کے اثر سے ایسے فیصلہ کن مسائل میں جھوٹ بولنا بہت بڑا جرم مانتے ہیں۔ کم از کم اس قدر صداقت کا اظہار تو ضروری ہے جس قدر ایک منصف کے سامنے شہادت دیتے ہوئے عام انسان سچ بولنا پسند کرتے ہیں۔

(م) اب میں آپ کے سوالات کا جواب لکھتا ہوں (۱) میرا سیاسی عقیدہ یا کریڈ اسلام کی اس تفسیر و شرح میں ہے جو شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفہ نے پیش کی ہے چونکہ میں اس سیاسی عقیدہ کو انڈین نیشنل کانگریس کی عام پالیسی عدم تشدد وغیرہ کے اندر کانگریس کی ایک پارٹی بنا کر آخر تک چلا سکتا ہوں۔ اس لیے دوسرے درجہ پر انڈین نیشنل کانگریس کریڈ میری کریڈ بن جاتی ہے۔

میرا یقین ہے کہ جس قدر حملے عام مذہبی تحریکوں پر یا خاص سلامی تحریک پر اس وقت ہو رہے ہیں۔ وہ بے بنیاد ہیں)

عبیداللہ سندھی

متفرق خطوط

مولانا حالیؔ

علی گڑھ مدرسۃ العلوم
۱۵ ر اگست ۱۸۹۴ء والا جناب۔

عنایت نامہ مع دو جلد تجویز تعلیم مذہبی کے پہنچا۔ اور میں نے کل اطمینان کی حالت میں اس کو پڑھا۔ سرکاری مدرسوں یا کالجوں میں تعلیم مذہبی شامل کرنے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ بظاہر خیال میں نہیں آتا۔ جو آپ نے تجویز فرمایا ہے اور جہاں تک کہ میں خیال کر سکتا ہوں گورنمنٹ کو اس کے منظور کرنے میں کچھ عذر نہ ہوگا۔ گورنمنٹ کو میرے نزدیک جب سے نیشنل کانگریس کا غلغلہ ہندوستان میں ہوا ہے، ہندوستانیوں کو مذہبی تعلیم دیئے جانے کا خیال ہو گیا ہے۔ اگر میرا یہ خیال صحیح ہے تو گورنمنٹ ایسی تجویز کو نہایت غنیمت سمجھے گی اور اس کو خوشی سے منظور کرے گی۔ لیکن جیسا کہ آپ نے خود آخر میں لکھا ہے مسلمانوں سے بہت ہی کم توقع ہے کہ وہ یہ دردسر گوارہ فرمادیں اور مذہبی تعلیم کے انتظام کے لیے کمیٹیاں مقرر کریں۔ اور ہر ایک کمیٹی اپنے فرائض پورے پورے ادا کریں۔ رہی یہ بات کہ اس اقلِ قلیل وقت میں جو مذہبی تعلیم دی جائے گی آیا وہ ان خرابیوں کا انسداد کر سکے گی یا نہیں جو انگریزی تعلیم سے متصور ہیں۔ اس کی مجھ کو ہرگز امید نہیں۔ لیکن بہرحال اگر آپ کی حسن سعی سے یہ تدبیر چل نکلے تو نہ ہونے سے ہونا بہتر ہے اور تعلیم مذہبی کے ساتھ نماز روزہ کی پابندی کا انتظام کرنا بھی نہایت ضرور ہے بلکہ اگر میرا خیال غلط نہ ہو تو صرف پانچ وقت کا التزام اس محدود مذہبی تعلیم سے زیادہ مفید ہے اور محمڈن کالج نے بھی اب تک جو کچھ مذہب کے متعلق کوئی عمدہ انتظام کیا ہے وہ صرف یہی ہے کہ یہاں کے طالب علموں کو نماز کی پابندی پر مجبور کیا جاتا ہے۔

اُمید ہے آپ مع متعلقین بخیریت ہوں گے۔ زیادہ نیاز

نیاز مند
الطاف حسین حالیؔ

داغ دہلوی

مسافر نواز نواب نامدار بااختیار دام الطافکم۔

تسلیم! میں کبھی رمضان المبارک میں اپنا عریضہ بارِ نظر نہ کرتا۔ مگر مجبوری یہی ہے یہ خوب جانتا ہوں اور سنتا ہوں کہ آپ کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوتا۔ شرط اسلام اور مومن کی پہچان یہی ہے۔ کیا مسافر نوازی ثواب نہ ہوگی۔ اب تک باریابی کی نوبت نہیں آئی۔ ہر روز ذکر خیر آتا ہے۔ ہفتہ میں ایک لفافہ کلام تازہ کا بھجوا دیتا ہوں۔ داور مرزا صاحب نے کئی بار عرض میری حضوری اور پرورش کے باب میں کی۔ ارشاد ہوا بیشک بیشک۔ خانساماں صاحب حج کو گئے۔ چلتے وقت بہت تسلی کر گئے کہ انشاء اللہ بہت جلد کامیاب ہو گے جس وقت میری طلب کے واسطے ارشاد ہوا تھا اس وقت ڈاکٹر میر احمد علی صاحب بھی تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ کی نسبت طلب داور مرزا صاحب سے یہ ارشاد ہوا تھا۔ پہلے برس دن سے زیادہ رہ کر چھ ہزار کا زیر بار ہو کر چلا گیا تھا۔ اب معاملہ اچھا نظر آتا ہے۔ اب روپیہ کہاں جو کچھ حال ہے وہ زبانی بھی عرض کر چکا ہوں کہ نہ مجھ کو اہل کاری کی ہوس نہ مصاحبت کی خواہش۔ دعاگو ہوں۔ سید باقر حسین صاحب نے جو روایت بیان کی میرا جی چھوٹ گیا کہ جب تک حضوری نہ ہوگی نواب مدارالمہام بہادر نہ ملیں گے۔ صاحب کیوں نہ ملیں گے۔ اس کا جواب ندارد ہر چند کہ میرا جی چھوٹا ہوا ہے کہ پیشگاہ نواب صاحب بہادر میں کئی عرضیاں بھیجیں جواب کیسا توجہ بھی نہ ہوئی۔ آپ کی خدمت میں کئی نیاز نامے روانہ کیے۔ البتہ بالواسطہ جواب باصواب ملا جس کی تعمیل کی گئی۔ اب فرمائیے کیا منظور ہے۔ کیا ہدایت ہے مجھ سے ایک دوست جلیل نے یہ کہا ہے کہ شاید بندگان عالی نواب مدارالمہام بہادر کی گزارش کی راہ دیکھتے ہیں کسی طرح ہو۔ ہو تو چکے کہ دو برس تو گزر چکے۔ انشاء اللہ ماہ شوال میں ملاقات ہوگی مگر خیال ہرگز نہ ضرور ہے۔ والسلام مع الاکرام۔

راقم و آثم داغ دہلوی

۱۰ رمضان ۱۳۰۸ھ ہجری

(۲)

هو المستعان

نواب صاحب۔ عالی مناصب۔ تسلیم۔

یہ تو میں جانتا ہوں کہ جب سلطنت کا کام ہو تو فرصت کہاں، مگر کیا کروں کہ آپ دریائے فیض اور میں تشنہ مراد۔ اگرچہ آپ کی تشریف آوری میں میرا فخر و آبرو ہے ہرج کار سرکار اور ضیق فرصت کا کیا علاج؛ مجھ کو حاضر ہونا ضرور اور عرض مطالب

ضرور تر، متفکر ہوں۔ کیا کروں۔ حیدر آباد داغ کا آنا اور جانا اور پھر آنا نہایت دشواری سے ہوا ہے جو مجبوری واپس لے گئی تھی مبادا کہ خیال قیام میں پریشانی زیادہ تر ہو۔ ڈر رہا ہوں۔ اندیشہ منداس سبب سے ہوں کہ ہنوز نا طلبیدہ ہوں۔ سائل طلبیدہ کی طبائع سے مبادا کوئی امر خلافِ ہدایت سامی ہو کر مضر ہو۔ آپ کا خلوص مشفقانہ کشاں کشاں لایا ہے۔ ہدایت مربیانہ سے اب بھی محروم نہ رہوں۔ شرف الملاقات بھی اسی قدر مختصر عرض کرتا جو تحفہ یہ ہذا میں ادا کیا گیا۔ میری شہرت کثیرہ باعث ملامت کبیر و صغیر ہوئی زیادہ کیا عرض کروں۔ دو برس سے سرکار عالی وقار کا امیدوار ہوں۔ کسی غرض سے نہیں رکھی اگرچہ کم و بیش رزق تو اکثر جگہ سے مقرر ہوتا تھا۔ چند اشخاص بلکہ بیسیوں احباب کے واسطے جو زمانہ قلیل میں آپ کی وجہ سے دستگیری دائمی ہوئی۔ یہ آفتاب نیک نامی ابدالدہر درخشاں رہے گا ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را　　　تو دانی حساب کم و بیش را

فقط: ملتمس

داغ دہلوی

تحریر ۱۵ شعبان ۱۳۰۸ھ ہجری

(۳)

چونکہ سال فصلی تمام ہوتا ہے۔ اس سے پہلے یہ رقم ملنی چاہیے۔ آپ کو نہ کار سرکار سے فرصت۔ نہ حمایت احباب سے نجات۔ واللہ کہ حالِ ناسازیٔ مزاج سن کر سخت ملال ہوا۔ خدا آپ کو دیرگاہ زندہ و سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین۔

ملتمس

داغ دہلوی

۱۰ صفر ۱۳۰۹ھ

(۴)

حکم جاری فرما دیجئے کہ مرض کی شدت ہے اور سخت ضرورت ہے۔ بطور یاد دہی ملتمس خدمت ہوا۔ زیادہ ایام جمعیت بکام باد۔

۱۰ آذر بوقتِ آٹھ ساعت شب

محبوب گنج

ملتمس

رنجور و سوگوار

داغ دہلوی

مولانا محمد علی جوہر

رام پور۔ ۱۵ مارچ

جناب والا، تمام عنایت نامے اور تار ملے۔ بے حد ممنون بندہ پروری ہوں یعنی کے قلب پر آپ کی محبت بھری تحریر کا بہت اثر ہوا اور وہ خود علی گڑھ آکر آپ کا شکریہ ادا کرے گا۔

میں آج ہی چلا آیا ہوتا مگر سرکار نامدار کا ارشاد ہے کہ آج لفٹننٹ گورنر صاحب کو جو بنکویٹ دیا جا رہا ہے اس میں شریک ہوں۔ کل گارڈن پارٹی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ علی گڑھ کے واقعات پر حکام سے گفتگو ہو۔ اس لیے مناسب یہی جانا کہ اتوار تک آنے میں التوا کیا جائے۔ اس دن چوتھا اجلاس کمیشن کا ہوگا اور میں شہادت دے سکوں گا۔ اس عرصہ میں اور شہادتیں بھی دی جا چکی ہوں گی۔ جن سے معلوم ہوگا کہ کن کن امور پر زیادہ زور دینا چاہیے۔

لیکن اگر حکم ہو تو میں کل صبح ہی کو علی گڑھ پہنچ جاؤں۔ کل ہی تار دیا تھا۔ اس کا جواب اب تک نہیں ملا ہے۔ اگر ضرورت معلوم ہوئی اور آپ نے یا جو کوئی بھی پریسیڈنٹ کمیشن ہو، اس نے تار دے دیا کہ ہفتہ ہی کو شہادت دو تو فوراً چلا آؤں گا۔

شہادت کو قلمبند آج شام کو کروں گا۔ مگر مصالحہ سب تیار ہے۔ اس عرصہ میں یہاں بھی ایک جلسہ ہوا تھا جس کی روئداد خدمت عالی میں ارسال ہو چکی ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس قدر عجلت اس کمیشن کے بیٹھنے میں کیوں ہوئی۔ اس کے فیصلہ پر تو طلبا کا آنا منحصر ہے نہیں کیونکہ سیکرٹری صاحب اور پرنسپل صاحب کے خطوط سے ایسا نہیں معلوم ہوتا۔ اتنی جلدی میں غور بھی نہ ہو سکے گا اور بر سرکار لوگ اس وقت آ بھی نہ سکیں گے۔ جو رائے رام پور کے جلسے نے دی ہے وہ قابلِ غور ہے، اور میں سمجھتا ہوں کہ کمیشن ایسٹر میں ضرور اجلاس کرے۔ خواہ کمیشن نیا ہی کیوں نہ بنانا پڑے۔

گہ اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

اس علی گڑھ نے اب تک اس قدر پریشان رکھا ہے کہ لیگ کا کام بہت کم ہو سکا۔ آخری پروف درست کر کے چھپنے کو دے دیے گئے۔ امید کہ ایک ہفتہ میں انگریزی کاپیاں دو ہزار تیار ہو جائیں گی۔ اردو کے مترجم صاحب نے اب تک ترجمہ کر کے نہیں دیا۔ انگریزی کاپیوں کی قیمت ٹیلیگراف پریس نے ہزار روپیہ رکھی ہے اور یہاں حافظ صاحب کے مطبع میں ۵۰۰ کاپیاں غالباً ۶ تاریخ میں تیار ہو جائیں اور شاید کانسٹی ٹیوشن کو بھی مرتب کر سکوں۔ سرکلر خط آج ہی چھاپنے کو بھیجتا ہوں۔ اس میں صرف روئداد میں دیر کا باعث اور کانسٹی ٹیوشن کے متعلق رائے مانگنا ہی ہوگا۔ مسودہ کانسٹیٹیوشن کیم تک بھیجنے کا وعدہ کیا جائے گا اور ممبران کمیٹی کو جلسہ سے تین دن قبل بلانا مناسب ہے تاکہ خود وہ سوچ کر آخری فیصلہ اپنا دے دیں ؎

یک من ز خیل آرزو دل بکہ مدعا دہم
تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

صرف آپ کی توقع پر یہ سب کام ہو رہا ہے۔ خدا آپ کی عمر، عمرِ خضر سے کم نہ کرے۔ آمین ثم آمین

آپ کا عزیز نیاز مند

محمد علی

اکبر الٰہ آبادی

بنام آرزو لکھنوی

الٰہ آباد ۲۳ جون ۱۹۱۰ء

حبیبی و کرمی آرزو سلمہٗ

مدت سے آپ کا کلام سُننے میں نہیں آیا۔ گلدستہ میں دیکھ نہیں سکتا۔ اگر نو تصنیف غزلیں بھیج دیجئے تو ممنون ہوں گا۔ مجھ کو گلہ یہ ہے کہ آپ نے ایفائے وعدہ کیوں نہ کیا۔ ضرورتِ وقت نے مجبور کیا ہوگا۔ بہرکیف لکھنؤ آؤں گا تو ملاقات ہوگی۔ اہلِ کمال کی طرف دل کھنچتا ہے۔

اکبر

مولوی عبدالحق سیکرٹری انجمن ترقی اردو

اورنگ آباد دکن

۳ جنوری ۱۹۳۲ء

مخدومی و محترمی زاد لطفہٗ

تسلیم! آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ جس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھ سے بہت غلطی ہوئی۔ میں اپنے قصور کا اعتراف کرتا ہوں اور اس پر نادم ہوں۔ انشاء اللہ اب اردو آپ کی خدمت میں برابر حاضر ہوتا رہے گا۔ آپ نے اُردو زبان کی جو خدمت کی ہے اس کی قدر نہ کرنا یا بھلا دینا ایک قسم کا کفرانِ نعمت ہے۔ اُمید ہے کہ آپ میری اس خطا کو معاف فرما دیں گے۔

میں آپ کی خدمت میں ایک مطبوعہ مسودہ اصلاحاتِ علمیہ کا بھیجتا ہوں براہ کرم اسے بنظرِ تنقید و اصلاح لاحظہ فرمائیے اور بلا تامل دل کھول کر اس پر نکتہ چینی کیجئے۔

میں نے اور چند احباب کی خدمت میں بھی یہ مسودہ بھیجا ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ طبع سے پہلے اہلِ نظر اسے دیکھ لیں۔ جو تنقیدیں وصول ہوں گی انہیں میں ایک مجلس میں فیصلہ کے لیے پیش کروں گا اور اس کے بعد طبع کا انتظام کیا جائے گا۔ آپ کو جو الفاظ قابلِ اعتراض معلوم ہوں ان کا اظہار فرما دیجئے۔ اور کوئی بہتر لفظ آپ بنا سکیں تو اسے بھی لکھ دیجئے میں بہت ممنون ہوں گا۔ اور جس کسی کو آپ اس قابل خیال فرمائیں تو ان سے بھی مشورہ کیجئے۔ یا جن صاحبوں کا آپ پتہ دیں گے اُن کے پاس بھی یہ مسودہ بھیج دیا جائے گا۔

مجھے اس امر کا افسوس ہے کہ جن جن صاحبوں سے میں نے یہ استدعا کی انہوں نے بہت کم اس طرف توجہ کی۔ مجھے امید ہے کہ جناب ضرور راسے بنظرِ امعان و تنقید ملاحظہ فرمائیں گے۔

آپ سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ اگر موقع ملا تو ضرور حاضر ہوں گا۔

نیاز مند عبدالحق

عماد الملک سید علی بلگرامی

پنج شنبہ
(تاریخ نہیں لکھی) سوا نو بجے شب

کرمی و مخدومی۔

میں بدل آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میر نثار علی صاحب کی قدردانی فرما کر ان کو ایک مدت کی مصیبت سے نجات دے دی۔ مجھے یہ مژدہ اسی وقت معلوم ہوا۔ اور میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ جو کچھ ملال مجھے اپنے شملہ جانے کا تھا، وہ بالکل رفع ہوگیا خدا آپ کو اس کا اجر دے گا۔ فقط

سید علی بلگرامی

سید حسین بلگرامی

۱۱ رمضان المبارک

مخدومی و کرمی!

عنایت نامہ پہنچا۔ الحمد للہ کہ لڑکوں نے فراغت پائی۔ سید ہاشم نے ڈگری بھی حاصل کی۔ تاریخ میں آنرز پائے۔

میں لڑکوں بالوں کو پانچگنی سے جاتا ہوں۔ جمعہ کو انشاء اللہ روانہ ہوں گے۔ زین العابدین اور ہاشم مئی کے مہینے میں وہیں آن کر مل جائیں گے۔ میں تو فقط چار پانچ روز کے واسطے جاتا ہوں۔ واپس جلد آؤں گا۔ مگر مئی کے مہینہ میں انشاء اللہ ایک مہینہ کی رخصت لوں گا۔ محمد احمد کا مطلق حال معلوم نہیں ہوتا۔ اس قدر معلوم ہے کہ بنگلور میں ہیں۔ مگر کام کیسا چلتا ہے اور عیال کا کیا حال ہے۔ کچھ نہیں معلوم۔

آپ کا مزاج کیسا رہتا ہے؟ سنا تھا کہ معدہ کی شکایت رہا کرتی ہے۔ سید حسین

(۲)

مخدومی کرمی!

میں نے اس وقت سنا ہے کہ میرے بھائی سید علی سے مارشل صاحب کی جگہ کے واسطے عرضی دلائی گئی ہے۔ یا انہوں

نے خود دی ہے۔ اس سے کچھ عجب نہیں ہے کہ عرضی دی ہو یا شاید ان سے دلائی گئی ہو۔ میں نے عرضی دینا مناسب نہیں سمجھا اور نہ مناسب سمجھتا ہوں۔ جناب نواب صاحب قبلہ اور اعلیٰ حضرت بندگانِ عالی جس کو مناسب سمجھیں گے مقرر فرمائیں گے۔ اس پر بھی اگر نواب صاحب حکم فرمائیں کہ درخواست پیش کرو تو مجھے عذر نہیں۔ اگر مناسب معلوم ہو تو یہ رقعہ میرا جناب نواب صاحب قبلہ کے ملاحظہ میں لا سکتے ہیں۔

سید حسین

مولوی سید ممتاز علی

بنام سرسید احمد خاں

قبلہ کعبہ من

بعد لوازم عبودیت آنکہ کتاب تہافتہ الفلاسفہ براہ عنایت ارسال فرمادیں۔ بہت جلد واپس کر دوں گا۔ انشاءاللہ اور انشاء اللہ کے وہ معنی نہیں جو مولوی صاحبان سمجھا کرتے ہیں۔

بہت عرصہ ہوا حضور کے واسطے مشکوٰۃ الانوار کی نقل لی تھی وہ بہت غلط تھی۔ اس کی تصحیح حتی المقدور کر لی گئی ہے۔ اگر اب تک حضور کو کہیں اور سے نہ ملی ہو تو میں بھیج دوں۔ والسلام مع الاکرام

بہتر ہو کہ حضور ایک رسالہ بشارات پر بھی تحریر فرما دیں۔

حضور کا خادم

ممتاز علی

(اس خط پر کوئی تاریخ نہیں ہے۔ مگر اس کا جو جواب سرسید نے دیا ہے اس پر ۳۰ جون ۱۸۹۰ء کی تاریخ پڑی ہوئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خط جون ۱۸۹۰ء کے آخری عشرہ کا لکھا ہوا ہے۔ اسماعیل)

(۲)

مولانا مرشد

بعد لوازم عبودیت آنکہ دفتر میں ۲۴ سے لغایت ۳۰ تعطیل ہے۔ اس واسطے میں نے درخواست ۲۰ مارچ سے رخصت کی دی تھی اور ۲۴ کو ارادہ روانگی کا تھا۔

افسوس کہ رجسٹرار صاحب نے رخصت تو منظور فرمائی مگر یکم اپریل سے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بلحاظ خاص حالات آفس ان کو چند در چند تغیر و تبدیل کرنے پڑتے ہیں جو بصورت یکم اپریل کی رخصت کے نہیں کرنے پڑیں گے۔

مجھے افسوس ہے کہ میں ہمرکاب خدمتِ عالی ہونے کی عزت حاصل نہ کر سکوں گا۔ مجھے خوف ہے کہ حضور نے ریل والوں سے کوئی انتظام نہ کر لیا ہو۔ اگر کر لیا ہو تو مجھے بذریعہ تار اطلاع فرمادیں کہ میں صاحب رجسٹرار سے دوبارہ عرض معروض کروں۔ ورنہ احقر ۳۰ تاریخ کو یہاں سے روانہ ہو کر حیدرآباد خدمت عالی میں پہنچے گا۔ زیادہ حد ادب

خاکسار ممتاز علی

۱۱ مارچ ۱۸۹۱ء در لاہور

انجمن خدام کعبہ

دفتر جمعیتِ اصلیہ دہلی نمبر ۲۳۷۴
تاریخ ۳ مارچ ۱۹۱۴ء

جناب قبلہ معظم دام مجدکم

بعد سلام نیاز اقتیام آنکہ خیریت نامہ شریف صدور لاکر باعثِ عزت ہوا۔ علالتِ مزاج والا کی خبر سے سخت صدمہ ہوا۔ خداوند کریم آپ کی ذات بابرکات کو سر ستمنداں پر قائم رکھے۔ ہر چند کہ حضور والا کو شرکتِ انجمن کی نہ ضرورت ہے نہ حاجت لیکن انجمن کو ضرور ذاتِ برکات پر فخر و اعتماد ہے آپ کا اسم گرامی ہی انجمن کے اعتبار کے واسطے کافی ہے۔ اگر ارشاد عالی ہو تو گاہ گاہ ہی کارروائی انجمن کی خدمتِ مبارک میں عرض کر دی جایا کرے۔ یا جو رائے عالی ہو۔ بہر حال انجمن کو شرکت حضور کی واقعی حاجت ہے اور نظرِ عاطفت ضرور چاہیے۔

یہ بھی عرض کروں گا کہ کیفیت مزاج سے مجھے معزز فرمایا جائے۔ اور میں ذاتِ گرامی کو انجمن کے واسطے پورا اعتماد سمجھتا ہوں اور ساتھ اس کے یقین دلانے کی جرأت کرتا ہوں کہ انشاء اللہ کوئی کارروائی انجمن کی طرف سے ایسی نہ ہوئی نہ آئندہ ہوگی جس پر حضور کو ناسف ہو۔ انجمن کے متعلق جو خیالات لوگوں کے ہیں وہ حضور پر روشن ہیں۔ ایسے وقت میں حضور جیسے محترم کی سرپرستی کی اشد ضرورت ہے۔ کاغذات انجمن کے آئندہ بنظر عدم تکلیف دہی پیش کیے جائیں گے۔ مگر حضور کی علیحدگی کسی طرح گوارہ نہیں ہو سکتی۔

رام پور میں چچا بہت بیمار ہیں۔ خدا رحم کرے۔ شوکت علی

مولانا حسرت موہانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کانپور۔ مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۵۰ء

مکرمی ۔ السلام علیکم!

کارڈ آپ کا ملا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ بیشک میرا ارادہ اس سال بذریعہ ہوائی جہاز سفر حج کا ہے۔ اورینٹ ائیرویز کے جہاز سے براہ کراچی جانا طے پایا ہے۔ خاص کر اس لیے کہ پاکستانی سکے میں سفر حج کی میزان ہندوستانی سکے کے مقابلے میں کم ہو جاتی ہے۔

میرا قصد یہاں سے ستمبر کے پہلے ہفتے میں کراچی چلے جانے کا اور وہاں سے ۱۱-۱۲-۱۴ تک بذریعہ ہوائی جہاز حجاز کے سفر کا ہے۔ اطلاعاً عرض کیا۔

میں جب جاؤں گا اور جس راستہ سے جاؤں گا۔ حج کے زمانہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آپ سے مکے میں ملاقات

ضرور ہوگی۔
نیاز مند فقیر حسرت موہانی

نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین

مجھے خیال ہے کہ غالباً عزیز القدر مولوی صبغت اللہ صاحب نے اس کا تذکرہ کیا ہوگا اور آپ کی منظوری حاصل ہوگئی ہوگی۔ اور مولوی صبغت اللہ صاحب اس وقت تین دن سے مراد آباد ہیں۔ ان سے زبانی دریافت کرنے کا اس عرصہ میں موقع نہیں ملا اور بہرحال جناب کی تحریری منظوری کی ضرورت ہے اور میں مشکور ہوں گا۔ اگر جناب اپنی منظوری اور رضامندی سے مجھ کو ممنون فرما دیں گے۔
مشتاق حسین (وقار الملک)

عبدالرحمٰن بجنوری (سہواردی)

بجواب عارض ہوں کہ مجھ کو برخوردار عزیز از جاں مولوی مشتاق احمد سلمہ کی تعلیم کے متعلق مذکورہ صدر خدمات کا بجالانا تہ دل سے منظور ہے۔

میں اپنے فرائض ایمان داری اور توجہ اور دلدہی سے انشاء اللہ تعالےٰ بجالاؤں گا۔ لہٰذا اپنی رضامندی کی یہ تحریری اطلاع دیتا ہوں۔
کمترین غلام غلامان
عبدالرحمٰن بجنوری (سہواردی)
بیرسٹر ایٹ لاء۔ بقلم خود

مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی

جناب والا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ سابق میں ایک عریضہ بطلب خیریت ارسال خدمت عالی ہوا تھا۔ جواب سے مشرف نہ ہوا۔ اب تو میں اس امر کے خیال سے شرم محسوس کرتا ہوں کہ علی گڑھ سے تشریف بری کے بعد میں بیگانہ سا ہو گیا۔ گر محض بخیال زحمت گرامی مراسلت کو ملتوی رکھتا ہوں۔ جب زیادہ زمانہ ہو جاتا ہے تو تقاضائے قلبی مجبور کر دیتا ہے۔

جواباً اگر خیریت و کیفیت مزاج عالی سے سرفراز کیا جاؤں تو عین شفقت بزرگانہ ہے۔

حبیب گنج ۵ مئی ۱۹۱۱ء
نیاز مند حبیب

(سر) شیخ عبدالقادر

شملہ ۱۲ ستمبر ۱۹۰۱ء ——— جناب کرمی و مخدومی نواب صاحب بہادر ——— السلام علیکم: آپ کے دونوں

عنایت نامے پیہم شرف صدور لائے۔ تقریر آپ کی آبزرور میں چھپ گئی ہے۔ آخیر کے حصہ میں میں نے کسی قدر اختصار کر دیا ہے معاف فرمائیے۔ اگر آبزرور کی کاپیاں جس میں وہ تقریر درج ہے آپ کو نہیں ملیں تو عنقریب مل جائیں گی۔

میں نے نواب محمد حیات خاں صاحب کو آپ کے دونوں خطوط کے پیغام دے دیئے تھے۔ وہ جواب میں سلام شوق عرض کرتے ہیں۔ اور یادآوری کے ممنون ہیں۔ مگر آپ نے جو رزولیشن پنجاب میں کسی کے سیکرٹری ہونے کی نسبت تحریر فرمایا ہے۔ اگر نواب محسن الملک صاحب استعفے پر مصر رہیں۔ اس کی توقع نہیں ہو سکتی۔ نواب محمد حیات خاں صاحب اپنے کاروبار میں اس قدر منہمک ہیں کہ ان کا چھٹکارا مشکل ہے۔ آپ کو معلوم ہے پنجاب کی کونسل کے ممبر ہیں۔ راولپنڈی میں آنریری ڈسٹرکٹ جج و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ہیں۔ دو تین ضلعوں میں زمینداری رکھتے ہیں۔ اور اور کئی جھگڑے ہیں جو وہ اپنے ذمہ لیے ہوئے ہیں وہ جب تک ان سب کو خیرباد نہ کہہ دیں علی گڑھ میں نہیں آ سکتے۔ اور اس قدر ایثار اس زمانہ میں کس سے ہو سکتا ہے۔

خاں بہادر برکت علی خاں صاحب کی نسبت آپ خود ہی تحریر فرماتے ہیں کہ وہ بہت بوڑھے ہیں۔

نواب محمد حیات خاں صاحب نے محسن الملک بہادر کے استعفے کا ذکر آنریبل مسٹر رولز سے جو گورنمنٹ انڈیا کے ہوم سیکرٹری ہیں کیا ہے۔ انہوں نے نہایت افسوس ظاہر کیا اور کہا کہ ہم ہرگز سر انٹونی کمڈانل سے یہ توقع نہیں رکھتے کہ وہ رزولیوشن کی مخالفت کی ناراضگی کا کالج پر کچھ اثر ہونے دیں۔ اور کہا کہ گورنمنٹ آف انڈیا کو نواب محسن الملک سے کوئی ناراضگی نہیں۔ انہیں اپنے کام پر بدستور رہنا چاہیے۔ اس لیے نواب محسن الملک صاحب کو یہاں سے زور کا خط استعفے واپس لینے کے لیے لکھا گیا ہے۔ زیادہ نیاز

بندہ عبدالقادر

(یہ خط غالباً نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین کے نام ہے۔)

(۲)

شملہ

۹ ستمبر ۱۹۰۱ء جناب مخدومی و مکرمی نواب صاحب بہادر دام الطافکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جو تفصیل نواب محسن الملک بہادر کے استعفے کی وجوہات کی آپ نے تحریر فرمائی اس کا شکریہ ہے۔ نواب صاحب بہادر کا اپنا خط بھی اس سے پہلے اسی مضمون کا پہنچ چکا تھا۔ گو نواب محمد حیات خاں صاحب نے پھر زور سے ان کو تاکید واپسی استعفے کی لکھی ہے۔ انہوں نے آنریبل مسٹر رولز ممبر کونسل عالیہ سے اس باب میں مشورہ کیا تھا، اور صاحب موصوف نے جواب میں کہا کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے گورنمنٹ آف انڈیا سیکرٹری کالج کی جانب سے بدستور مطمئن ہے۔ اور شاید سرانٹونی ویسے ہی سیکرٹری صاحب اردو ڈیفنس کی وجہ سے ناراض ہوں۔ مگر یہ ممکن نہیں کہ وہ اس سبب سے کالج کو نقصان پہنچائیں۔ نیز یہ کہا کہ ان کی رائے میں نواب محسن الملک کی تقریر اور جو تجاویز اس میں پیش کی گئی ہیں معقول معلوم ہوتی ہیں۔ ان سب باتوں کی اطلاع نواب صاحب کو دے دی گئی ہے۔ اب یہ بھی قرار پایا ہے کہ آنریبل نواب محمد حیات خاں صاحب درمیان ماہ رواں کے متعلق ۵ اکتوبر کی کونسل عالیہ میں کریں جن کا مضمون حسب ذیل ہو:۔

نمبر۱ - کیا گورنمنٹ آف انڈیا کو اس اضطراب سے آگاہی ہے جو ممالک مغربی و شمالی کے مسلمانوں میں لوکل گورنمنٹ کے رزولیوشن ۱۸ اپریل ۱۹۰۰ء کے نفاذ سے پیدا ہوا ہے۔ جس کے ذریعہ سے ناگری کا رواج عدالتوں میں جائز کیا گیا ہے۔ اور جس کی ترمیم میں عدالتی عہدوں کے لیے ہندی زبان کا جاننا لازمی ٹھہرایا گیا ہے؟

نمبر۲ - کیا گورنمنٹ آف انڈیا الفاظ "عرضی و استغاثہ" کی تشریح کی بابت ہائی کورٹ الہ آباد اور عدالت جوڈیشل کمشنر اودھ میں اختلاف ہوا ہے۔ تاکہ اس تشریح سے ناگری حروف کے استعمال کی اجازت ایسے لوگوں تک کر دی جاتے جو سوائے ناگری حروف کے اور کوئی حروف نہیں جانتے اور جو اپنی عرائض بلا واسطہ اصحاب قانون پیشہ کے اپنے ہاتھ سے پیش کریں۔

میں جانتا ہوں یہ سوالات عین آپ کی منشا کے مطابق ہوں گے۔

رقعہ نواب محسن الملک بہادر واپس ارسال خدمت شریف ہے۔ از جانب آنریبل نواب صاحب سلام شوق۔

آپ کی تقریر میں ترمیم کا مجھے کوئی منصب نہیں۔ آپ نہ صرف سید کے بزرگ ہیں، بلکہ قوم کے بزرگ ہیں۔ وہ جتنا بھی اختصار ہوا ہے یوں ہوا ہے کہ ایک ہی مطلب کا کسی قدر اعادہ تھا۔ اور وہ انگریزی میں شاید مستحسن نہ معلوم ہوتا۔ نیاز

بندہ عبدالقادر

(یہ خط غالباً نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین کے نام ہے)

سر سالار جنگ

مقام حیدرآباد دکن ۲۷ جون ۱۸۸۲ء بنام سید احمد صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی سیکرٹری کالج کمیٹی بنارس۔

جناب من!

چونکہ ہم کو معلوم ہے کہ آپ ریاست ہائے ہندوستان کی بہتری پر زیادہ تر متوجہ ہوتے ہیں۔ ہم اس چٹھی کے مطلب کی بابت تکلیف دہی میں عذر خواہی نہیں کرتے ہیں۔ ہم کو ضرورت خدمات چند نہایت عمدہ اور قابل اشخاص ہندوستانی کی واسطے انجام دہی امور محکمہ جات مال گزاری و فوجداری و حساب کی ہے۔ ہم کو زیادہ تر اعتبار ان اسناد پر نہیں ہے جو ان کے پاس ہوں بلکہ آپ اپنی ذاتی واقفیت اور آزمودہ کاری نسبت اصحاب موصوف سے اطمینان فرما کر امتیاز فرمائیں۔ ایسے لوگ تجربہ کار منصف مزاج۔ دیانت دار اور مستعد ہوں نہ کہ بدحواس اور صرف وہ کام انجام دیں جس کے لیے حکم دیا جائے بلکہ ایسے تیز فہم ہوں کہ ترقی اور بہبودی کی تدابیر نکال سکیں۔ ہم تنخواہ ماہواری اٹھارہ سو تک روپیہ سکہ شاہی دیں گے اور ان کی ترقی انہیں پر منحصر رہے گی۔ اگر امیدوار کو علم انگریزی میں مہارت حاصل ہو تو نہایت عمدہ بات ہے اور ہم کو بالکل اس بات پر اصرار نہیں ہے کہ در صورت مقرر ہونے امیدوار کے وہ کسی ذات کا ہو۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر آپ کو ایسے اشخاص دستیاب ہوں اور آپ ان پر اعتبار بھی فرماتے ہوں (تو) براہ عنایت ہم کو ان کے مفصل حالات سے آگاہ فرمائیے تو ہم آپ کو اطلاع دیں گے کہ آیا ان کو یہاں خدمات ملیں گی یا نہیں۔ ہم نے ایک اور صاحب کی خدمت میں بھی اسی بارہ میں تحریر کیا ہے۔

راقم نیاز سالار جنگ

(۲)

منضلعہ حیدرآباد دکن ۸، اگست ۔ بنام سید احمد صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی مقام بنارس۔

جناب من :

میں آپ کے عنایت نامہ مورخہ ۱۲ ماہ حال مشعر اس کے کہ چند صاحبان ہندوستانی کے نام جن پر آپ کو اعتماد ہے واسطے ملازمت میں سرکار کے سفارش فرمائی ہے موصول ہونے سے ممنون ہوں۔

مولوی مہدی علی صاحب ڈپٹی کلکٹر مرزاپور آپ کی تحریرات سے لائق شخص معلوم ہوتے ہیں اور ہم بخوشی عمدہ مشاہرہ ماہانہ ۳۰۰ جو سماہ سرکار ہذا کے جاری ہے دیں گے اور بعد انجام دہی خدمت تین سال تا پانچ سال ہر سال مشاہرہ ایزاد کیا جائے گا۔ ہم قواعد پنشن مرتب کر رہے ہیں مگر ان کو بموجب قواعد مروجہ سرکار انگریزی کے پنشن وغیرہ دی جائے گی۔ اور اس قدر ماہواری دیئے جانے سے جو کچھ حساب ہوگا وہ بھی پنشن میں محسوب کیا جائے گا۔

دیگر صاحبان کی نسبت جو آپ نے ارقام فرمایا ان کے حالات موجودہ سے آگاہی نہیں بخشی اور نہ یہ تحریر فرمایا آیا وہ زبان انگریزی گفتگو کر سکتے ہیں یا نہیں۔

میں خوش ہوں گا اگر آپ مجھ کو امور مندرجہ بالا کی نسبت اطلاع دیں۔

(سالار جنگ)

(۳)

۲ ستمبر ۱۸۷۳ء

بنام سید احمد صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی بنارس

جناب من :

ہمارے پاس آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۲ ماہ گذشتہ پہنچا۔ ہم آپ کے خیال نسبت اس امر کے کہ آپ نے پہلی مرتبہ ہندوستانی صاحبان کو اس سرکار کی ملازمت کے لیے اپنی جوابدہی پر سفارش کرنے میں بوجوہ تامل کیا۔ نہایت عمدہ سمجھتے ہیں۔ مگر آپ نے کسی قدر ہمارا مطلب نہیں سمجھا کیونکہ ہم نے بالکل یہ خیال نہیں کیا کہ آپ آئندہ کو ان کے طریق اور افعال جیسے شخص کے ذمہ دار رہیں گے۔ بلکہ آپ اُن لوگوں کی سفارش کر سکیں کہ جن کی لیاقت سے آپ کا اطمینان ہو اور تا ہنوز ان کے طریق آپ عمدہ سمجھتے ہوں۔ ہم آپ کے ساتھ اس امر پر متفق نہیں ہیں کہ اشخاص معزز اور دل سوز طبیعت والے باتوقیر ریاست ہائے ہندوستانی میں بسر نہیں کر سکتے۔ ہماری رائے ہے کہ اس خاصیت کا شخص کہ جس کی آپ کو جستجو ہے۔ اگر وہ واقعی معزز ہے تو اُسی طرح پر بہ خراب سے خراب ملک میں بھی بعزت بسر کر سکتا ہے اور بجائے اس کے خود قصوروار ہے اس ملک کو بے عیب کر دیتے ہیں۔ اور یہی ان پر واجب ہے۔ اور بسبب عام ریاست ہائے ہندوستانی اور خصوصاً اس ریاست کے آپ کو بآسانی معلوم ہوگا کہ اگر دیانت دار اور نیک آدمیوں کی ضرورت نہ ہوتی اور ان کی قدر و منزلت نہ کی جاتی تو ہم کیوں تکلیف اٹھاتے

اور آپ کو اور اور صاحبوں کو تکلیف دیتے کیونکہ صرف —— لوگ آپ کو معلوم ہے کہ بآسانی مل سکتے ہیں۔ آپ کو منزدان اشخاص کی لیاقت ہائے معلومہ کا حال جن کو میں چاہتا ہوں معلوم ہے۔ اور میں قبل اس سے تحریر کر چکا ہوں کہ میں نے اور لوگوں کو بھی لکھا ہے کہ چند دیگر اشخاص کی سفارش فرما دیں۔ اگر آپ مجھ کو ایک شخص کے حالات مفصل سے اطلاع دیویں تو کافی ہوگا۔

ہم آپ کو ایک لائق اہل کار سلیم مزاج ۔ بیدار مغز جانتے ہیں۔ لہٰذا ہم کو کچھ پس و پیش اس سوال کے پوچھنے میں نہیں ہے کہ اس کی کیا وجہ تھی کہ پہلی مرتبہ آپ نے ارقام فرمایا کہ ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس کی سفارش ہم باعتبار اور رسوخ ، اطمینان کر سکیں ۔ کیا ہمارا یہ خیال درست ہے کہ آپ نے اپنے ذمہ جواب دہی لینا پسند نہ فرمایا بلکہ آپ نے خیال کیا کہ لیاقت کامل انگریزی —— ہم آپ کے وجوہ کے معلوم کرنے سے زیادہ خوش ہوں گے۔ کیونکہ انتخاب کرنے میں ان کے ذریعہ سے غالباً بہت مدد ملے گی اور یہ رائے ایسے بیدار مغز منصف کی ہم کو ملے گی ۔

شکر گزار آپ کی تکلیفات کا
آپ کا نیاز مند
سالار جنگ

(۴)

حیدرآباد دکن
۱۰ فروری ۱۸۸۲ء بنام سید احمد صاحب سی ایس آئی ۔

جناب من !

آپ کا شفقت نامہ مورخہ ۲۶ جنوری موصول ہوا۔ آپ مولوی مہدی علی صاحب کو مطلع فرما دیں کہ ہم کو ذرا بھی اعتراض منظور کرنے اس میعاد میں جو انھوں نے اپنا کام ختم کرنے کے لیے چاہی نہیں ہے۔ اور یہ بات مناسب ہے کہ قبل جانے کے سب کام باقی ماندہ طے ہو جاوے ۔ منشی مشتاق حسین بھی مولوی صاحب کے ساتھ حیدرآباد کو آ سکتے ہیں۔ چیف جسٹس صاحب ہم واپس کرتے ہیں۔ فقط

راقم ۔ سالار جنگ

(۵)

حیدرآباد دکن
۷ ار اپریل ۱۸۸۲ء سید احمد صاحب بہادر سی ایس آئی

ہم کو اس بات سے افسوس تھا کہ اس قسم کی رپورٹ ہوئی ہے کہ مولوی مہدی علی نے اس سرکار کی ملازمت کے ارادے کو فسخ کر دیا۔ یہ سمجھ کر کہ اگر رپورٹ صحیح ہے تو ضرور کوئی وجہ معقول اس کی ہوگی۔ ہماری خواہش یہ ہے کہ اس امر کی صداقت سے آپ مطلع فرما دیں۔ مگر کہ ہم کو بہت زیادہ خیال اس کے بے اصل ہونے کا ہے ۔

راقم نیاز
سالار جنگ

(۶)

حیدرآباد ۲۸ اپریل سنہ ۷۳ء

بنام سید احمد خاں صاحب سی ایس آئی

جناب من!

عنایت نامہ مورخہ ۲۲ ماہ حال پہنچا۔ یہ خبر معلوم ہونے سے ہم کو خوشی حاصل ہوئی کہ مولوی مہدی علی نے اپنا ارادہ یہاں آنے کا ملتوی نہیں کیا اور ہم کو ملاحظہ وجوہ سے نسبت نہ آنے مولوی صاحب کے تاامتنان ہاں ہم کو خوشی اور طمانیت دونوں حاصل ہوئے۔ ملازم وفادار پر شرط ہے کہ جو کام اس کے سپرد ہو اس کو باحسن وجوہ انجام دے۔ خصوصاً ایسی ضرورت کے وقت جیسی کہ اب ہے اور آپ کو معلوم ہے ہمارے اور سرکار انگریزی کے درمیان جیسا کچھ رابطہ اتحاد ہے تو جو کچھ خدمات کہ مولوی صاحب اس سرکار میں انجام دیں گے وہ باعث رضامندی ہماری کا ہوگا۔ جب مولوی صاحب اپنا کار مفوضہ ختم کر کے حیدرآباد میں پہنچیں گے تو ہم ان کی ملاقات سے خوش ہوں گے۔ ترقی منشی مشتاق حسین سے ہم خوش ہوئے اور ہم اُن کے فوراً چلے آنے سے خوش ہوں گے۔

راقم۔ سالار جنگ

(۷)

حیدرآباد ۲۵ مئی سنہ ۷۳ء

بنام سید احمد صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی گورکھ پور

نوازش نامہ مورخہ ۲۰ اپریل پہنچا۔ ہم کو یہ خبر سن کر خوشی حاصل ہوئی کہ مولوی مہدی علی جلد حیدرآباد کو تشریف لاویں گے۔

راقم۔ سالار جنگ

(۸)

حیدرآباد دکن

۲ نومبر ۱۸۷۳ء بنام سید احمد صاحب بہادر سی۔ ایس آئی

جناب من!

قبل تحریر خط ہذا کے بوجہ عدم ترسیل جواب عنایت نامہ ۸ ستمبر ۷۳ء کے ہم پر عذر خواہی لازم ہے۔ مگر جب آپ کو یہ حال معلوم ہوگا کہ ایام گزشتہ میں ہم کو کیسے کیسے کارہائے عظیم کا انتظام کرنا پڑا۔ تو آپ ہمارے عذر کو تسلیم فرماویں گے۔ ہم نے خوب غور اور لحاظ جملہ امور پر جو آپ نے نسبت مولوی مہدی علی و منشی مشتاق حسین کے بتفصیل ارقام فرمائے کیا۔ نسبت صاحب اول الذکر کے یہ بات آسان ہے کہ خلاف صاحب موصوف کا تبادلہ بمنظوری ریذیڈنٹ صاحب ہو جاوے۔ مگر ہم کو امید ہے کہ آپ کی رائے بھی ہمارے ساتھ متفق ہو کر ملازم آقا کی خدمت عمدہ کرے گا اور آقا ملازم سے اس صورت میں زیادہ تر رضامند ہوگا کہ جب ان کے درمیان کوئی پردہ نہ ہو۔ لہذا ہم آپ کی تجویز نسبت حصول رخصت اور آنے حیدرآباد کے نسبت مولوی مہدی علی کے پسند کرتے ہیں۔ ہم کو یقین ہے کہ مولوی صاحب یہاں رہنے

سے نہایت رضامند ہوں گے۔ افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے یہ بات ضروری بھی کہ چند شرائط تحریر کر دیئے۔ خصوصاً جبکہ قبل اس سے انہوں نے خود اور اپنے متوسلان کے ذریعے سے اس سرکار میں ملازمت پسندکی تھی۔ اس وقت ہم نے انتظام سے فرصت نہ پائی تھی کہ ہم ان کو خدمت دے سکتے ہمارا مقصد حال یہ ہے کہ مولوی صاحب کو کسی عہدے پر جو مثل مہتمم بندوبست یا جج عدالت دیوانی کے ہو مقرر کریں۔ گر عہدہ آخر الذکر خواہ مخواہ نہ ان لینا چاہیے کیونکہ ان کے پہنچنے سے تین چار مہینے تک ہم مقرر نہ کر سکیں گے۔ اس عرصہ میں مولوی صاحب اس عدالت کا کام اور دیگر کارہائے رعایا انجام دیں گے۔ اگر مشتاق حسین بھی چند روز بعد مثل مولوی صاحب کے رخصت لے کر چلے آویں یا ان کے بعد آویں تو ہم ان کو ایسی جگہ دیں گے جو ان کی پہلی جگہ کے مناسب حال ہو۔

راقم نیاز — سالار جنگ

(۹)

حیدر آباد ۱۸ دسمبر ۱۸۷۰ء

بنام سید احمد صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی

جناب من!

آپ کا عنایت نامہ ۱۲ ماہ حال موصول ہوا۔ حال انتقال پسر مولوی مہدی علی صاحب کا سن کر رنج ہوا۔ مولوی صاحب اور مشتاق حسین کو اطلاع فرمائیے کہ اب وہ زیادہ منتظر ہماری تحریر کے نہ رہیں۔ ان کو جب فرصت ہو تب حیدر آباد کی جانب روانہ ہو آویں۔

نسبت آپ کی اس تحریر کے کہ کچھ خرچ پیشگی ان کو حیدر آباد تک پہنچنے کے لیے ملنا چاہیے۔ ہم کو افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ پیشگی بھیجنے کا دستور نہیں ہے۔ گر جب وہ یہاں پہنچ جاویں اور ان کو ضرورت خرچ کی ہوگی تو اس کا انتظام کر دیا جاوے گا اور تنخواہ میں وہ رقم محسوب ہوگی۔

عزیمت روانگی جانب جناب کا سن کر ہم کو خوشی حاصل ہوئی۔ اور اگر آپ اپنا ارادہ پورا کریں اور دوسری تعطیل میں مدراس اور غالباً حیدر آباد کو تشریف لاویں تو ہم آپ کی مہمانداری سے نہایت خوش ہوں گے۔

راقم نیاز سالار جنگ۔

نواب مزمل خان

بھیکم پور ۱۱ مئی ۱۹۰۴ء

جناب مخدوم و مکرم و محترم حضرت الحاج نواب صاحب قبلہ مدظلکم

سفر حج سے فراغت مع الخیر واپس آنے پر تہ دل سے عاجزانہ مبارکباد پیش کرتا ہوں ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

الحمد للہ علیٰ احسانہٖ کہ خدا تعالیٰ نے جناب کی آرزوئے دیرینہ بدیں خوبی پوری کی۔ اور خدا تعالیٰ سب مسلمانوں کو آپ کی طرح ہمت استقلال اور استقامت کی توفیق عطا کریں۔ اُمید ہے کہ دو کلمہ خیریت مزاج و خیر و عافیت خاندان سے مطلع فرما کر اس احقر خلائق اور نیاز مند دیرینہ کو مفتخر فرما دیں گے۔ والسلام۔

عریضہ نیاز خاکسار
مزمل اللہ

صاحبزادہ آفتاب احمد خاں

<u>بنام نواب وقار الملک</u>

از علی گڑھ
۱۳ مئی ۱۹۰۹ء

جناب مولوی صاحب قبلہ تسلیم

اُمید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔ میں کالج کے معاملات کی نسبت آپ کا کسی قدر وقت لینا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ معاف فرما دیں گے۔ کالج کی موجودہ حالت کے لحاظ سے میری یہ رائے ہے کہ اس وقت کالج کو کام کرنے والوں کی سخت ضرورت ہے۔ سرسید کی زندگی میں بھی ضرورت تھی۔ لیکن وہ خود ایک ایسے زبردست انجن تھے کہ تمام کل ان کی قوت کے زور سے ٹھیک چل رہی تھیں۔ لیکن اب مجموعی سعی کی از حد ضرورت ہے۔ کالج کا کام درستی کے ساتھ جبھی ہو سکتا ہے کہ لائق اور آزاد ٹرسٹی اپنا پورا وقت اور اپنی پوری توجہ اس کی خدمت میں صرف کریں لیکن سوائے نواب محسن الملک کے اور کوئی بھی اس وقت کالج کی خدمت کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ علی گڑھ میں اس وقت حسب ذیل ٹرسٹی موجود ہیں۔ نواب محسن الملک۔ حاجی محمد اسماعیل خاں صاحب۔ خان بہادر مولوی زین العابدین خاں صاحب اور میں۔ ان میں سے حاجی صاحب موصوف تو اکثر آگرہ رہتے ہیں اور جب یہاں بھی ہوتے ہیں تو وہ میرے علم میں کالج کے امور میں توجہ نہیں کرتے۔ اس کی وجہ غالباً یہی ہوگی کہ کالج کی خدمت جس قسم کی ہے وہ ان کے مزاج کے موافق نہیں ہے۔

مولوی زین العابدین خاں صاحب کی حالت یہ ہے کہ نہ انھوں نے کالج کے عملی کام میں کبھی حصہ لیا اور نہ غالباً وہ کبھی لیں گے۔ رہا میں۔ اول تو مجھ کو پورے طور پر قابلیت نہیں اور اگر کچھ ہے بھی تو میں اپنی حالت کے لحاظ سے اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ کچھ سال تک اپنا پورا وقت اور اپنی پوری توجہ اپنے پیشے کے کام میں صرف کروں۔ اس لیے اس وقت سوائے محسن الملک کے اور کوئی بھی ٹرسٹی نہیں ہے جو کالج کی خدمت کرتا ہو۔ یا محسن الملک کی مدد کرتا ہو۔ میں سب طرف نگاہ ڈالتا ہوں تو مجھ کو سوائے آپ کے اور کوئی ایسا نہیں معلوم ہوتا جو اس کام کے لیے زیادہ تر موزوں ہو۔ جب آپ حیدر آباد سے تشریف لائے تھے تو میرا خیال یہ تھا کہ جناب علی گڑھ قیام فرما دیں گے اور کالج کے کام میں عملی طور پر حصہ لیں گے۔ خیر۔ سرسید کی زندگی میں

صرف ٹرسٹی بلکہ سیکرٹری کالج بنانا چاہتے تھے۔ آپ کی اس رائے کے اکثر لوگ مخالف تھے خود میں بھی پورے طور پر مخالف تھا۔ خود مجھ کو اس امر پر ہمیشہ حیرت ہوئی ہے کہ آپ جیسے خیالات اور اصول کا شخص مولوی صاحب موصوف کی کالج کے معاملات میں اس قدر طرف داری کرے۔ بہرحال مجھ کو اسوقت اس امر پر بحث کرنا مقصود نہیں ہے کہ آیا آپ نے جو طرف داری مولوی صاحب موصوف کی کی وہ کالج کے لیے مفید تھی یا لیا۔ میں اس وقت صرف اس قدر عرض کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ غالباً اب سب کچھ ہونے کے بعد آپ بھی اس امر کو مناسب نہ سمجھتے ہوں گے کہ آئندہ مولوی صاحب موصوف کا کالج سے کوئی تعلق ہو۔ اگر جناب کا ایسا خیال ہے تو پھر میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ جناب میں اور منتظمین کالج میں مخالفت کیوں ہو۔ اور آپ کی خدمات کے نفع سے کالج محروم کیوں رہے۔ بہرحال میری یہ رائے ہے یہ بھی سوال ہو سکتا ہے کہ آپ یہاں قیام کرنے کی حالت میں کالج کے عملی کام میں کس حیثیت سے حصہ لیں۔ اس کی نسبت میری عرض ہے کہ کام کرنے والوں کے لیے کسی عہدہ یا ضابطے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ جیسے لوگ عہدے کی وجہ سے کام نہیں کیا کرتے بلکہ عہدہ آپ کے کام کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ میں یہ بھی جناب کو لکھتا ہوں کہ جناب کو معلوم ہوگا کہ نواب محسن الملک نے بحیثیت سیکرٹری کالج مجھ کو جوائنٹ سیکرٹری کالج کے عہدے کے لیے نامزد کیا ہے۔ اور اس تجویز کو ٹرسٹیوں کے پاس بھی بھیج دیا ہے اور بجٹ میٹنگ میں جو ۱۰ رجون ۱۸۹۹ء کو ہونے والی ہے پیش بھی ہوگی۔ لیکن عرصہ سے میں خود یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ میں اس عہدے کو فی الحال قبول نہیں کر سکتا۔ اس کی خاص کر دو وجوہ ہیں:

اول تو مجھ کو فی الحال اس عہدے کے کام کی پورے طور پر قابلیت نہیں۔

دوسرے اگر قابلیت بھی ہو تو جیسا میں اوپر عرض کر چکا ہوں میں اپنی موجودہ حالت کے لحاظ سے اس کو اپنا سب سے بڑا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ کئی سال تک اپنا پورا وقت اور اپنی پوری توجہ اپنے پیشے کے کام میں صرف کروں۔

ان وجوہ سے میرا ارادہ ہے کہ میں اس عہدہ کو قبول نہ کروں لیکن جب میں نے نواب محسن الملک یا مسٹر بیگ سے انکار کیا ہے تو ہمیشہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ اگر تم نہ ہو تو پھر کون ہو؟ اور ان کے خیال میں حالت ایسی ہے کہ مجبوراً مجھ کو یہ عہدہ قبول کرنا چاہیے لیکن اگر آپ یہاں موجود ہوں تو جہاں تک میں خیال کر سکتا ہوں ان کو یہ اعتراض کرنے کی گنجائش نہ رہے گی کیونکہ میں اپنے خیال میں آپ کو اس کام کے لیے سب سے زیادہ لائق اور موزوں سمجھتا ہوں۔ میں نے اس معاملہ میں کل شام نواب محسن الملک سے گفتگو کی اور مجھ کو اندیشہ تھا کہ شاید وہ اس امر میں میرے پورے طور پر ہم خیال نہ ہوں۔ لیکن انہوں نے نہایت صداقت کے ساتھ مجھ سے اتفاق کیا اور مجھ سے فرمایا کہ میں ان کی طرف سے آپ کو لکھوں کہ ان کے خیال میں جس قدر آپ ان کی مدد کر سکتے ہیں اور کوئی نہیں کر سکتا۔

پس میری استدعا ہے کہ جناب اس امر پر غور فرمائیں اور ضرور اپنے وقت کو کالج کی نذر کریں اور قوم پر احسان فرمائیں۔ میں آپ کا اس قدر وقت لینے کی معافی چاہتا ہوں۔ جس امر کو کالج کی موجودہ حالت کے لحاظ سے میں نے ضروری سمجھا اس سے آپ کو اطلاع دی میرا اصول ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ جس چیز کو میں کالج کے لیے مفید سمجھتا ہوں اسی کے لیے میں اپنی ناچیز

حیثیت کے لحاظ سے کوشش کرتا ہوں۔ میں نہایت ممنون ہوں گا اگر جناب اس کا جواب جلد مرحمت فرماویں گے۔

خاکسار آفتاب احمد

نواب فتح علی خاں قزلباش

مئی ۱۹۴۰ء

از لاہور۔ ایمپریس روڈ

نواب پیلس

مشفق مہربان دوستان جناب مولوی مشتاق حسین صاحب زاد لطفکم

بعد سلام و مسنون آں کہ یہ معلوم کر کے کہ جناب کو ہز ایکسی لینسی نواب گورنر جنرل بہادر کشور ہند نے اپنی تشریف آوری علی گڑھ کے موقع پر خطاب نوابی عطا فرمایا ہے، نہایت خوشی ہوئی۔ خدائے تعالیٰ آپ کو یہ خطاب مبارک فرماوے۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے اور کاروبار لائقہ سے مطلع فرماتے رہیں گے۔ فقط والسلام۔

آپ کا صادق

فتح علی قزلباش

آرزو لکھنوی

مہربان من!

تسلیم! ذیل کے تینوں مصرعے یقیناً ناموزوں ہیں۔ بحر منسرح کا وزن مفتعلن فاعلات مفتعلن فع۔ صرف اتنا تغیر قبول کر سکتا ہے کہ آپ مفتعلن کے عین کو ساکن کر کے مفعولن کا ہموزن بنا لیں۔ چاہے رکن اول میں۔ چاہے رکن سوم میں چاہے دونوں میں۔ مثلاً مفعولن فاعلات مفتعلن فع۔ یا مفتعلن فاعلات مفعولن فع۔ یا مفعولن فاعلات مفتعلن فع۔ اور دریافت طلب مصاریع میں ان میں کوئی صورت نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا بحر منسرح میں تو یہ لیے ہی نہیں جا سکتے۔

اگر کسی دوسری بحر میں مداخلت زحافات سے ان کو جائز وزن قرار بھی دے لیا جائے تو بحر منسرح کے لیے یہ ناموزوں ہی سمجھے جائیں گے اس لیے کہ عروض میں خلط اوزان جائز نہیں۔ بس یہ ہے میری رائے۔

ملا پڑگئی کبھی کبھی پھسار تو کیا ہے ملا شعر کا زبان پر مدار نہیں ہے ملا خود بھی شاعری سے رستگار نہیں ہے۔

ناچیز آرزو لکھنوی

یکم اکتوبر ۱۹۴۵ء

محشر لکھنوی

از محشر لکھنوی

قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات
مالکِ ملکِ سخن دانی حاکمِ شہرِ شیوا بیانی شاعرِ سخن شناس
جناب میر ذاکر حسین صاحب یاس
نور اللہ مرقدہ

شاعرِ شیریں زباں ذاکر حسین — مرثیہ خوانِ حسین ابن علی
کرد رحلت از جہانِ بے ثبات — شد میانِ کنج مدفن منزوی
در محرم صبح روزِ ہیجدہ — بہرِ ما آمد چو شامِ بیکسی
مرغِ روحش آشیاں در خلد بست — یافت آزادی زِ دنیائے دنی

گفت محشر مصرعِ سالِ وفات !
سوئے جنت رفت مداحِ نبی !

۱۳۲۴ھ ہجری

نذر سجاد حیدر

بنام "قمر زمانی بیگم"

نمبر ۵۔ چاپانگ روڈ لکھنؤ
۲۲ر اپریل ۱۹۱۷ء۔

پیاری جائنٹ ایڈیٹر صاحبہ نقاد

اب تک تو نقاد کے ناپید ہو جانے کا بیحد افسوس تھا۔ لیکن آج دو سال بعد اس کو قمر زمانی مسیحا کے ہاتھوں دوبارہ زندگی پاتے ہوئے دیکھ کر بے انتہا خوشی نہ صرف اس امر کی کہ پیارا نقاد دوبارہ زندہ ہو گیا بلکہ اس کی کہ اب سے وہ ایک روح پرور جان بخش چھوٹے نازک نازک ہاتھوں میں پیدا ہوا اور پرورش پائے گا۔ اسی نقاد نے آپ کا ہم سے تعارف کرایا۔ ورنہ اب تک قمرِ بے مثال کی روشنی سے دنیا محروم تھی۔

خود ہمیں ہی معلوم نہ تھا کہ ہمارے فرقہ میں بھی ایک چمکتا تارہ پوشیدہ ہے جس کی شعاعیں "نقاد" کے ذریعہ اب عالم کو منور کرینگی۔ لیکن بہن۔ میں تو ابھی آپ کے گول مول تعارف سے کچھ مطمئن نہیں ہوئی لیجیئے اب بھلا مجھ سے کیا پردہ ؟ گر آپ سے نہیں لیکن ہم میاں بیوی کے شاہ دلگیر صاحب سے پرانے مراسم ہیں۔ بس آئیے اور زیادہ نہیں تو میرے برقعہ میں میرے نقاب ہی کے اندر قمر کا چہرا کر دیجیئے تاکہ اور کوئی نہ دیکھ سکے اور میں دیکھ لوں۔ اچھی طرح پہچان لوں اور رونمائی جو کچھ آپ طلب کریں "نقاد" کے دے دوں۔ کہو منظور ہے ؟ بیٹی ہم سے پوشیدہ نہ رہو۔ بے نقاب ہو کر میرے نقاب میں آؤ۔

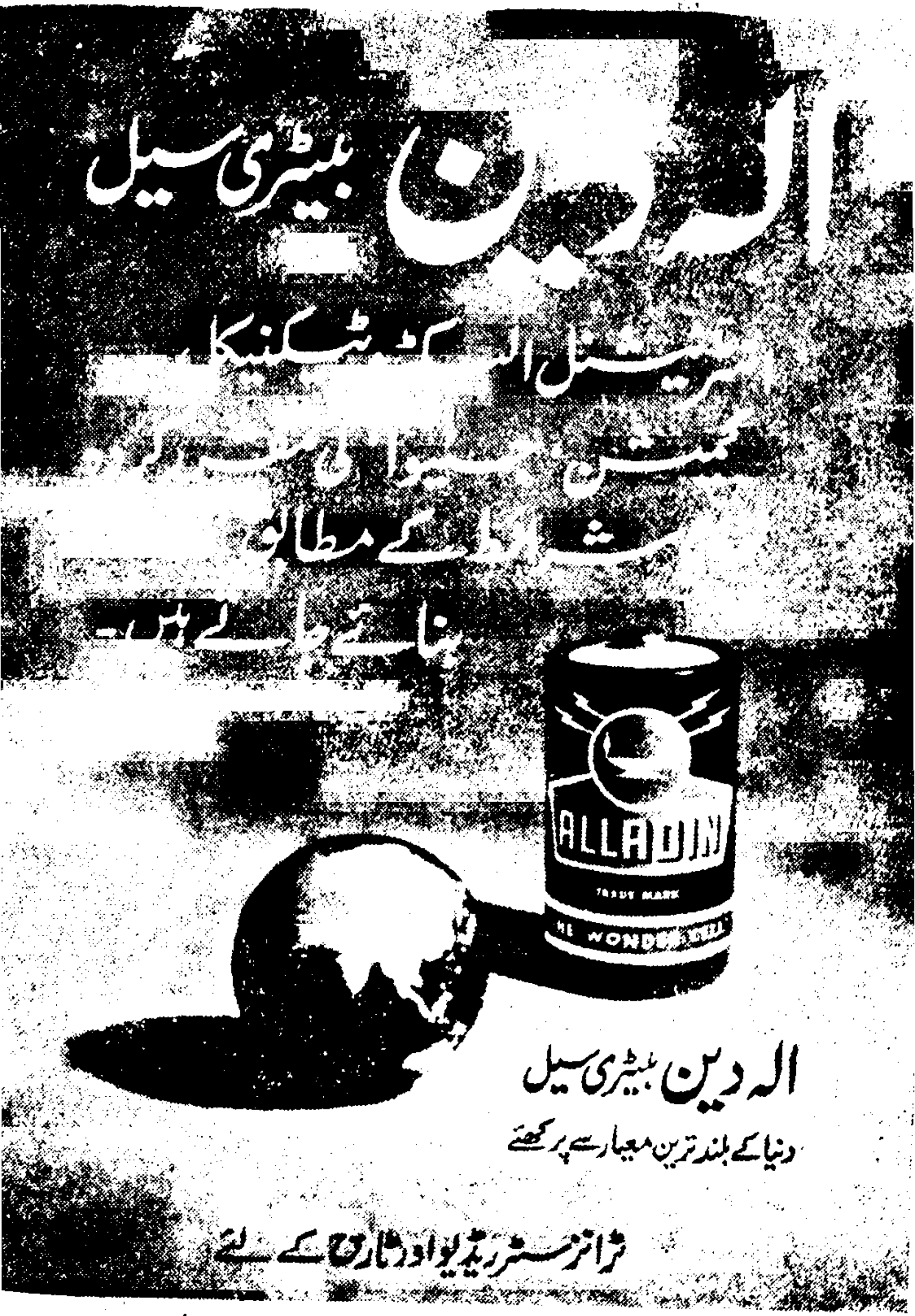
ہم سے پردہ نہ کرو قمر درخشاں ہوکر
آؤ مل جاؤ گلے اب تو مہرباں ہوکر

کیا یہ مناسب نہیں کہ ایڈیٹر نقاد پر حد درجہ کی مہربانی کہ انہیں "دنیا سے بے نیاز کر دیا" اور ہم سے یہ بے پروائی۔ کچھ ژاژ دبے موتی کو قمر ہوکر ملنے کی آرزو چاہتی ہو۔ نہیں بہن! یہ نہ ہوگا۔ اس کے جواب میں مفصل حالات کا خط لکھیں کہ آپ آگرہ میں کب سے قیام پذیر ہیں؟ اور اس سے قبل کسی اور زنانہ اخبار وغیرہ میں بھی اسی نام سے کچھ لکھتی رہی ہیں یا نہیں؟

یہ نام تو پہلے بھی نظروں سے گزرا ہے مگر معلوم نہیں کہ وہ آپ ہی تھیں یا کوئی اور۔ امید ہے اس کا جواب شاہ دلگیر صاحب شائق لکھوائیں گے تاکہ پھر مجھے کسی اور سوال کی ضرورت نہ رہے۔ میں آج کل بیمار ہوں۔ آپ کا نقاد خود پڑھ بھی نہیں سکی۔ سجاد صاحب سے پڑھوا کر سنا اور اب لیٹے لیٹے اپنی بہن سے یہ خط لکھوا کر بھیجتی ہوں۔ جواب ذرا جلدی دینا۔ والسلام

خاکسار

نذر سجاد حیدر


الہ دین بیٹری سیل
ALLADIN
TRADE MARK
الہ دین بیٹری سیل
دنیا کے بلند ترین معیار سے پرکھئے
ٹرانزسٹر ریڈیو اور ٹارچ کے لئے



اس میں تین خاص اجزا شامل ہیں

۳- وٹامن ڈی۔
کیلشیم کو ہضم
کراتا ہے

۲- کیلشیم اور فاسفورس
ہڈیاں بہم پہنچاتے ہیں اور اعصاب کو
قابو میں رکھنے میں مدد دیتے ہیں

۱- گلوکوز
طاقت اور توانائی
فوراً پہنچاتا ہے۔

گلیکسوز-ڈی نہ صرف بیماری میں اور بیماری کے بعد توانائی بخشتا ہے۔ بلکہ عام حالات میں بھی اس کا استعمال اتنا ہی فائدہ مند ہے۔ ہر کسی کی طرح دن بھر کے کام کاج میں بھی کافی قوت ضائع ہو جاتی ہے۔ کھوئی ہوئی قوت دوبارہ حاصل کرنا بہت ضروری ہے اور یہ گلیکسوز-ڈی سے بہت آسان ہے۔

چونکہ گلیکسوز-ڈی کو ڈاکٹری اصولوں پر توانائی کی تعمیر کے لئے بنایا گیا ہے سمجھدار لوگ اسے باقاعدہ استعمال کرتے ہیں۔ ایک ایک چمچہ گلیکسوز-ڈی چائے، دودھ، پانی یا پھلوں کے عرق میں گھول کر دن میں دو تین مرتبہ پینا آجکل کی ہنگامہ خیز زندگی سے مقابلہ کرنے کا بہترین ذریعہ ہے — گلیکسوز-ڈی کو شکر کی جگہ استعمال کیجئے اور توانائی حاصل کیجئے۔

گلیکسوز-ڈی توانائی کی تعمیر کرتا ہے

گلیکسوز-ڈی نام لے کر خریدیئے - ۴- آونس اور ۱۶- اونس کے ڈبوں میں ملتا ہے

گلیکسوز-ڈی کو سائنٹیفک طریقے پر گلیکسو لیبارٹریز (پاکستان) لمیٹڈ تیار کرتے ہیں۔

XO-33-193-67-UD



NATIONAL 6208

٢

متفرق خطوط

عطیہ نادم سیتاپوری

بنام مختار شاہجہانپوری

(۱)

رام پور۔ ۴ جون ۱۹۰۰ء

مجبی سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون

ایک لفافہ سربند اور ایک "نامہ سرباز" جسے پوسٹ کارڈ کہتے ہیں۔ دونوں ساتھ پہونچے۔ مع اظہر وطن پہونچنے کی خبر تسلی بخش خاطر مسطر ہوئے۔

چاقو بڑے چھوٹے دونوں قسم کے مطلوب ہیں۔ چھوٹے ان چاقوؤں سے جن کی نوکیں ترشوانے کو دی تھیں کم نہوں اور بڑے اون سے سوائے ڈیوڑھے ہوں۔ حتی الامکان خوش قلع بھی ہونا چاہیئے دستے بھی موزون اور خوش قلع ہوں —— اور تاکید کرکے جلد بنوا لیجئے تاکہ مجھے سفر سے پہلے ملیں۔ اور قیمت سے اطلاع دیجیئے۔ مولینا میاں محمد شاہ صاحب سے پیام پہونچا دیجیے گا۔ ہمیشہ اپنی خیریت مزاج سے مطمئن اور مسرور کیا کیجئے۔ سب عزیزان و احباب یاد جب گذار ہیں۔

امیر فقیر

از طرف جلیل حسن تسلیم اور یاد آوری کا بہت بہت شکریہ! سپاس نامہ جداگانہ لکھوں گا۔

کارڈ کا پتہ: شاہجہان پور —— بہادر گنج

محب دلنواز حافظ سید مختار احمد صاحب زاد لطفہ[۱]

SHAH JAMAN PUR

(۲)

۱۵ جون ۱۹۰۰ء رام پور محب دلنواز - سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون

محبت نامہ آکر مسرت افزا و کاشف ومافیہا ہوا۔ بالفعل چھ چاقو بنوائے جائیں۔ اگر پسند آئینگے تو اور چاقو بنوا لئے

---

[۱] حافظ سید مختار احمد مختار شاہجہانپوری امیرؔ کے ایک ذی علم شاگرد ہیں۔ ایک مقطع میں فرماتے ہیں۔ ؎

مرے سر دا نہو کیونکر سخن آرائی کا نام لیوا ہوں" امیر احمد مینائی" کا

ربوہ (پاکستان) میں قیام ہے۔

نادم سیتاپوری

کی تکلیف دی جائے گی۔ میرے سفر میں توقف جن اسباب سے ہے میں تعین کے ساتھ نہیں بتا سکتا کہ وہ موانع کے (کتنے) روز میں رفع ہوں گے۔ لہذا امید ہے کہ اس ماہ سفر کی کس تاریخ میں روانگی کا اتفاق ہو؟ ایک ہفتے سے میری طبیعت زیادہ ناچاق ہے اور میرے دو فرزندان کی طبیعت بھی جادۂ اعتدال سے منحرف ہو گئی ہے زیادہ تر یہی وجہ توقف ہے۔

آپ کی یاد آوری اور مہربانی کا شکر گذار ہوں اور آپ کی خیریت و صحت کا خواستگار — سب عزیزان و احباب ماوجب گذار ہیں۔

فقیر - امیر احمد امیر مینائی

پتہ: محب و دلنواز حافظ سید مختار احمد صاحب سلمہم اللہ ...... (عبارت پڑھی نہیں گئی)

بہادر گنج - شاہجہان پور SHAH JAHANPUR

مہر شاہجہانپور — مہر رام پور

15 - JUN. 00 — 15 - JUN. 00

بنام اشہر لکھنوی

(۱)

محمود آباد — ۰۸۹۶

مخلص صادق الوداد، گرامی نامہ پہونچا۔ حسب ارشاد گرامی چند نوٹ تحریر کرتا ہوں،

۱ - میری خالص اردو پر اعتراض ہے۔ میر حسن کی اردو زبان مسلم ہے، اوس کو قصیدہ کے وادی میں دیکھیے:

فلک کے جور و جفا نے کیا ہے جگر تنگا ——— ہزار کوس پہ ہے جائے اک تپیدن وار

اس قصیدہ میں کہتا ہے:

بعشق و دیر بطواف حرم بسعیٔ تمام ——— بلوح مشہد عاشق بسوز شمع مزار

بدور گردی رنگ قبول و یاس دعا ——— باعتزاز اجابت بحلقۂ اذکار

بخیل خیل غزالی بگوشۂ صحرا ——— بجوش سوادی شہر و بقریہ و دیار

بہ پوچ گوئی بیتابی و بہ سبے خوابی ——— بکم زبانی صبر و بدیدۂ بیدار

بسیل خانہ خراب و بوادی مجنوں ——— بجگر جگر غزالاں بدیدۂ خونبار

بدیر و برہمن و کفر و باصنم گوئی ——— بشیخ و مسجد و تسبیح و رشتۂ زنار

ذرا دریافت فرمایئے کہ دیر و برہمن و کفر و رشتۂ زنار وغیرہ کی قسمیں کھانے پر مولوی صاحب کا کیا فتویٰ ہے: اسی طرح تقریباً تیس شعر ہیں ملاحظہ ہو دیوان میر

۲ - معترض کو تشبیب و مدح میں کوئی امتیاز نہیں۔ نہ براعت استہلال سے کوئی واسطہ فقط اعتراض کرنا مقصود ہے۔

سمجھتے ہیں محلِ غیبت اپنا از رہِ شوخی — وہ گہرا سا کسی کا زخمِ پنہاں دیکھنے والے

۳۔ ملی تفسیرِ بیضاوی میں شرحِ ملتِ بیضا — رخِ مہدیؑ کو دیکھیں مہرِ تاباں دیکھنے والے

اعتراض یہ ہے کہ دونوں مصرعے بے ربط ہیں۔ اس کے اوپر کے شعر حذف فرما دیتے گئے

یہاں مہرِ عالم تاب پہونچا بحرِ ابیض تک — اٹھے آنکھوں کو ملتے روئے جاناں دیکھنے والے

قمیصِ یوسفِ خورشید لائے صبح ہوتے ہی — بیاضِ چشم ہائے پیرِ کنعاں دیکھنے والے

ملی تفسیرِ بیضاوی الخ

تفسیرِ بیضاوی استعارہ ہے۔ صبح یا خورشیدِ عالم تاب سے۔ شرحِ ملتِ بیضا سے مراد ذاتِ ممدوح جو کہ صبحِ ولادت کا وقت ہے۔ اس لئے ان اشعار میں اوسی واقعہ کی طرف اشارات ہیں۔

۴۔ وفورِ شوق میں بڑھ کر لگا لیتے ہیں سینے سے — جنابِ نرجسِ خاتون کو لرزاں دیکھنے والے

اس سے پہلے یہ شعر ہے:

بہت حیرت سے کرتے ہیں نظر نرجس کے چہرے پر — نظیرِ مادرِ موسیٰؑ عمراں دیکھنے والے

شعرِ بالا میں یہ تلمیح ہے

"حکیمہ ہمشیرہ امام علی النقیؑ روایت می کند کہ در آنشب آنحضرت مرا طلبید و فرمود (کذا با دہان ہیچ) گفت امروز نرجس باش کہ حجتِ خدا در این شب بظہور میرسد۔ من ماندم و اثر حمل نبود۔ تا نزدیک صبح من و نرجس مشغول نماز تہجد بودیم۔ ناگاہ نرجس مانند بید لرزیدن گرفت من او را بسینہ ضم کردہ سورۂ توحید و انا انزلنا و آیۃ الکرسی بوے می خواندم۔ ناگاہ نورے ظاہر شد۔"

روایت سے ثابت ہے کہ اوس وقت کوئی نہ تھا سوا نرجس و حکیمہ کے۔ معترض اس سے مراد تماشائی لیتا ہے۔

۵۔ جنابِ عسکریؑ لیتے ہیں یوں رخسار کے بوسے — چلے آتے ہیں سب قرآں پہ قرآں دیکھنے والے

امام اپنے بچے کے رخسار پر رخسار رکھے ہوئے بوسے دے رہے ہیں۔ اس طرح قرآن پر قرآن بنایا گیا ہے۔ معترض کے نزدیک ایک شارح کی ضرورت ہے۔ تشبیہ میں البتہ کوئی جدت نہیں۔ مگر طرزِ ادا نے لطفِ تشبیہ کو دو بالا کر دیا۔ معترض کے نزدیک تماشا ہے۔ اس سوقیانہ تہذیب کا کیا علاج۔

۶۔ اگر قوسِ ہلالِ عیدِ عرفاں دیکھنا چاہے — تو دل پر نقش کر لے اُس عفیفہ کا خطِ ابرو

کیا خطِ ابرو کا تصور دل پر نقش نہیں جما سکتا۔ بغیر دیکھے کسی کی صورت و سیرت کا اثر اخبار و تاریخ سے نہیں ہو سکتا؟ اکابر اسلام کو آپ نے کب دیکھا ہے؟ پھر ان کے اثرات دلوں پر کیوں ہیں؟

۷۔ اچھا ہے سرِ انگشتِ حنائی کا تصور الخ

حنا اور خون کے ساتھ تشبیہ پرانی ہے۔ ہزاروں شعرا کے یہاں ملے گی۔ انداز و ادا میں فرق ہونا چاہیے۔ وہاں سرِ انگشت

حنائی سے لہو کی بوند ٹپکتی ہے۔ یہاں دستِ حنا بستہ سے چلوؤں خون پیدا ہوا ہے۔

۸۔ غالب۔ نیند اوس کی ہے دماغ اوس کا ہے الخ

عزیز ۔ شوخیاں اوس کی ہیں ناز اوس کے الخ

خدارا اس شعر سے اوس شعر کو کیا تعلق ہے۔ نہ مضمون سے تعلق نہ مفہوم سے، اگر اندازِ ادا میں پیروی ہے تو کیا قباحت؟

۹۔ ایک ایک قطرہ کا مجھے دینا پڑا حساب الخ

خونِ دل وقفِ مژگاں ہونا مختلف انداز سے شعرا نے کہا ہے۔ اس سے غالب کے شعر کو کوئی علاقہ نہیں۔

دبیر ابرو کی دیکھ جال کے تصویر کھینچنا مشکل ہے منہ پہ شیر کے شمشیر کھینچنا

عزیز ابرو نے کھینچ دی چہرے پہ شکلِ ذوالفقار

چشمِ حق بیں میں نگاہیں مشیرِ یزداں ہو گئیں

ابرو کی تشبیہ تیغ سے پرانی ہے وہاں منہ [پر] کھینچنا کسی محاورہ کے ساتھ دوسری بات ہے۔ یہاں صرف تشبیہ ہے۔

مرزا صاحب کے شعر کو جس کو آپ بے نظیر فرماتے ہیں بالکل میر کا شعر ہے۔ اس کا نام تصادم خیال ہے۔

کیونکر نقاشِ ازل نے نقش ابرو کا کیا کام ہے اک تیرے منہ پہ کھینچنا شمشیر کا

خدا جانے معترض کے نزدیک سرقہ اور توارد کی کیا تعریف ہے؟

علیؑ کی قوتوں کی انتہا کو کوئی کیا جانے کہ پہلی مشق میں اژدر کے کلّے چیر ڈالے ہیں۔

دبیر حیدرؑ کا کوئی کیا جانے یا نبیؐ جانے یا خدا جانے

یہ سرقہ ہو گیا۔

۱۰۔ اسی طرح واقعات کا نظم کرنا یہ بھی سرقہ ہے؟

ٹکڑا نمک سے کھائے جو نانِ شعیر کا

حصیرِ فقر میں اور آردِ جو کے نوالے ہیں

یہ سب سرقات ہیں۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں

تہ بتہ پردوں سے گل کے سب نمایاں ہو گئیں

لالہ و گل کی تشبیہ جلوہ و رخسار سے معمولی ہے۔ جس کو مختلف انداز سے شعرا نظم کرتے ہیں۔ اگر نقد اسی کا نام ہے۔ تو تمام شعرا کے دواوین مسروقہ ہیں۔ انجم رخشندہ غالب کے یہاں ہے میرے یہاں انجم تابندہ آ گیا۔ اور تصادم ہو گیا؛ ملاحظہ کیجیے میرے شعر سے غالب کے شعر کو کیا تعلق ہے؟

۱۱۔ دانش کاتب کی غلطی ہے۔ اور بے شک قافیہ میں ایطا ہے۔ مگر جناب نقاد اس کو عروضی غلطی بتاتے ہیں! آج تک

اون کو یہ نہیں معلوم کہ عروض کس کو کہتے ہیں۔ اور قافیہ کیا ہے۔ اگر اوزان میں خلل ہوتا۔ تو عروضی غلطی فرما سکتے تھے۔ مگر پہلے اون کو یہ معلوم کرنا چاہیے۔ کہ عروض کو قافیہ سے کوئی علاقہ نہیں۔ یہ فن علیحدہ ہے۔

داعی و مقتدر و مدّکر

امّی و مزمّل و مدثّر

۱۲۔ راکب۔ حامل۔ عاقب۔ امی۔ مقتدر وغیرہ یہ سب القاب حضرت کے ہیں۔ دیکھئے "بنات السلود"۔ ہر قرآن پڑھنے والا جانتا ہے کہ مزمّل۔ مدثّر مشدّد ہیں۔ مگر بر بنائے تصرفات اہلِ ایران صحیح ہے۔ دیکھئے! ارکان، تحریک، زیادت، تخفیف و تشدید قلب و ابدال کی بحثیں۔ غم۔ ہم۔ زقوم۔ سجل۔ نیت۔ کیفیت۔ خاصیت۔ بدیہ۔ مشاطہ وغیرہ اسی تحت میں ہیں۔ الفاظ قرآن میں بھی بہت کچھ تصرفات ایرانیوں کے ہیں اس وقت میرے پاس "ابطال الضرورت" نہیں۔ ورنہ اوس میں شاید امثلہ موجود ہوں۔ "مجمع البحرین" لغتِ حدیث میں بھی اس کا پتہ مل جائے گا۔ برادرمن۔ میں معصوم نہیں۔ نہ مجکو دعویٰ تبحر ہے۔ کہ جو کچھ کہوں وہ آیت و حدیث ہے۔ لغزش اگر واقعی لغزش ہے۔ تو اوس کے تسلیم کرنے میں کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر اس شخص کو مجھ سے عداوت ہے۔ اس خاندان کی یہ عادت ہے کہ جو کچھ ہمارے منہ سے نکلے وہی صحیح ہے۔ ایک دن موجودہ راجہ صاحب کو پڑھا رہے تھے:

(قصیدہ عرفی)

از لذتِ دنیا الم آشوب نگردم ایں بادِ پریشاں نکنم زلفِ الم را

الم کو علم پڑھا رہے تھے۔ صرف اس بنا پر کہ تکرار لفظ مخلِ فصاحت ہے۔ میں نے کہا کہ الم ہی ہونا چاہیے۔ اوس پر شمس العلما صاحب نے بھی بھائی صاحب کی تائید کی۔

۱۳۔ یا علیؑ ہم کو شہ ارض و سما ہونا ہے الخ

اس پر اعتراض کہ حضرت کس زمانہ میں شہ ارض و سمانہ تھے۔ حقیقت و مجاز میں کوئی فرق ہوتا ہے یا نہیں۔ قطعہ ولادت امیر المومنینؑ کے متعلق ہے۔ بچہ کی ولادت کر اوس کے آثار سے آئندہ کا اخبار ہے۔

۱۴۔ مخلوط اردو کے عنوان میں جو افادات فرمائے گئے ہیں۔ اور جن ترکیبوں کو آپ مخصوص عرفی کی ترکیبیں فرماتے ہیں۔ وہ تقریباً ہر فارسی گو شاعر کے یہاں موجود ہیں۔ عشوہ فروش وغیرہ غمزہ ستاں ان کی نظر سے نہیں گزرا کتاب مظہر العجائب[1]۔ صفات حسن۔ غمزہ ستان۔ غمزہ ریز۔ غمزہ آفریں وغیرہ تنگ و تاز۔ صبر گداز۔ بعدت باز۔ یہ بھی عرفی کی خاص ترکیبیں اور مخصوص فقرے بتائے جاتے ہیں۔ ایسے قوانی اگر شعرائے فارسی (جو عرفی سے مقدم ہیں) کے قصیدے آپ دیکھیں تو معلوم ہو جائے۔

---

[1] اس کتاب کے حوالے کی ضرورت نہیں چونکہ مرزا قتیل کی ہے۔ میرے نزدیک فارسی کی کتب درسیہ میں ملے گی غالباً مخزن الشعراہی میں ہو (عزیز)

۱۵۔ "شبل" ابن اللیث کو جناب صحیح نہیں سمجھتے، کیونکہ "شبل" خود بچہ شیر کو کہتے ہیں ابن اللیث نامُش (کذا) ہے۔ عربی کے مستند ادیب مولوی محمد مہدی صاحب کی کوکب دریہ ملاحظہ ہو جو ان کے بھائی صاحب کے استاد ہیں:

الفاضل الکامل العلیم العامل الوبل ابن الغیث الشبل ابن اللیث

۱۶۔ یہی موئے مژہ جس سے پڑے ہیں بال شیشوں میں جو گھٹ جائیں تو خنجر ہیں جو بڑھ جائیں تو بھالے ہیں

اس پر اعتراض یہ تھا کہ خنجر سے موئے مژہ کی تشبیہ نہایت غریب اور سراسر اختراع۔ شاید اخبار حق میں جو جواب آپ کے اعتراضات کا شائع ہوا تھا۔ وہ نظر سے نہیں گزرا۔ خیر میں پھر لکھے دیتا ہوں کہ خنجر سے تشبیہ میرا اختراع نہیں ہے آپ کی کوتاہ نظری ہے۔

سلمان ساوجی

بچشمت بہ خنجر مژہ عالم خراب کرد کس خنجر کشندہ بہ ستی بجاں دہد

اس کے ضمن میں یہ ذرا کہ موکی لفظ بے کار ہے۔ ان اعتراضات پر معترض کو بہت ناز ہے کہ ہندوستان کے کسی گوشے سے آواز نہیں اٹھی۔ آتش کا شعر ہے:

موئے مژہ ادی آنکھوں نے دل کو دکھادیا صیاد نے شکار چھری سے لڑا دیا

۱۷۔ رمد کے لئے سرخی لازم نہیں۔ اس کو طبی لغت بحر الجواہر میں ملاحظہ ہو:۔

"الرمد بالتحریک قال العلامہ انہ کان یطلق عند الاقدمین علی الورم الحار الدموی الحادث فی الملتحم ومتی کان حاصلا من غیر ھذہ المادۃ فانہ لا یسمی رمدا بل تکدرا۔ واما عند المتاخرین فانہ یطلق علی ورم یحدث للملتحم سواء کان سببُہٗ موادّ حارّۃ وباردۃً"

بحر الجواھر

ظاہر ہے کہ اگر دموی مادہ ہوگا تو سرخ ہونا لازم ہے۔

۱۸۔ شراب کے متعلق جو کچھ ارشاد ہوا ہے۔ سبحان اللہ شراب سے ستلہ مراد لیجیے۔ مگر خمر نہیں ہو سکتا۔ ہر وہ چیز جو پی جائے اوس کو شراب کہتے ہیں۔ مگر طب میں خصوصیت سے شراب خمر ہی کو کہتے ہیں۔ بحر الجواہر ـــ "الشراب کل مایشرب من المایعات والاطباء اذا اُطلق الشرابُ ارادوا بہ الخمر اذا قالوا الشراب الممزوج ارادوبہ مایمزج بالماء"

خدا معلوم معترض صاحب سرقہ و توارد کی تعریف کیا سمجھے ہیں۔ ذرا اپنی طرف ملاحظہ فرمائیں۔ ابھی حال ہی میں سرفراز کے رجب نمبر میں سب سے پہلے آپ کی چند رباعیات چھپی ہیں۔

مرسل بلد علم و در بش بود علیؑ روشن شدہ معنی حدیث نبویؐ

ایمائے صریح کرد در گشتہ جدار کعبہ شدہ مولد در علم نبیؐ!

(۱) مرسل کی تعمیم نے یہاں کیا فائدہ دیا؟ احمد ہونا چاہیئے۔

(۲) ملاحظہ ہو صحیفۂ ولا صـ۳۴۲

باب شہرِ علم کی آمد خدا کے گھر میں ہے — کیوں نہ ہو دیوار میں کعبے کے در کیونکر نہ ہو

اس کو سرقہ فرمایئے گا یا تصادم؟

حیدر کہ نبضِ حق امام دوسرا است — گر مولد او بیت خدا گشت بجا است
عالم بگماں این کہ کعبہ قبلہ است — قبلہ بہ یقیں این کہ آں قبلہ نما است

صحیفہ ولا صـ۳۲۵

دلِ حیدر کا صدقہ کعبہ ہے قبلہ نما جس کا — مجھے محسوب کر پایہ شناسانِ محمدؐ میں
از ہیئت خاص خود در مدح بسفت — یعنی ز زبانِ خامشی حرفے گفت
چوں غنچہ لبش بہ بست و خندید چو گل — بشگافت جدار کعبہ یعنی بشگفت

ز زبان کا تنافر محسوس نہیں ہوا؟ یا شاید الکن کی زبان میں مصرع ادا ہوا ہو؟

صحیفہ ولا

غنچے کی طرح چٹکی دیوار حرم دیکھو — اک نو گلِ وحدت کے آئے ہیں قدم دیکھو
جلوۂ گل سے بڑھی اور بہارِ کعبہ — کھل گئی فرطِ مسرت سے جدارِ کعبہ
نو گلِ باغِ امامت کی تجلی تھی عزیز — کھل کھلا کر جو ہنسی آج جدارِ کعبہ

اسی طرح اور بہت سے اشعار ہیں۔

بر عتبۂ او انس و ملائک زدہ صف — عالم بدرش گدائے کچکول بکف
بطحا بحریست از امانت مواج — کعبہ صدفیست و در او شاہِ نجف

از امانت مواج؟؟

صحیفہ ولا صـ۴۵۰ — صدفِ کعبہ کا وہ دُرِ یتیم — حکمتِ شرعِ احمدی کا حکیم
ہے یہ اُس کے گروہ کی عظمت — ان من شیعتہ لابراہیم

پہلے مصرع کو چوتھا مصرع بنایا ہے۔

یکے از شعرائے ایران

بسوئے کعبہ رود شیخ و من بسوئے نجف — برتبِ کعبہ کہ ایں جا مراست حق بطرف
تفاوت کہ میانِ من ست و او این ست — کہ من بسوئے گہر رفتم او بسوئے صدف

یہاں ان تشبیہات کا لطف دیکھیے، مداحین میں یہ تشبیہات عامۃ الورود ہیں۔ مگر حضرت معترض کے نقطۂ خیال سے یہ سب سرقہ

ہیں ۔ غالباً آپ تائید کریں ۔

سے خبری کے ساتھ سخن پروری کی انتہا نہیں ۔ آپ دیکھتے ہیں کہ تحریر میں کس قدر چالاکیاں دکھائی گئی ہیں ۔

السیف والخنجز ریحاننا وان علی النرجس والآس

شوابنا ۔۔۔ الخ

کاس بھی شراب بھی ریحان بھی نرجس و آس بھی ۔۔ پھر بھی شراب سے مراد سنتو پیجیے خمزہ لیجیے ۔

اے سبحان اللہ!

کسی طرح ان کو بے نقاب کیجئے ۔ تو ان کو ان لغویات کے لکھنے میں کچھ پس و پیش ہو ۔ ذرا اپنی تحریریں دیکھئے اور معترض صاحب کی بدتمیزیاں دیکھئے ۔ اس طرح اگر لکھ دیجیے تو مضائقہ نہیں ہے ۔ مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے ۔ کہ یہ تحریریں فلاں کی ہیں ۔ اس وجہ سے ان الفاظ پر تعجب ہے یہاں اون کے وہ الفاظ نوٹ کر دیجیے یا جیسی آپ کی مصلحت ۔

سرفراز نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ اب سلسلہ مضامین وہ ترک کر دیں گے میرے نزدیک اخبار حق میں شائع کرا دیجئے ۔ یا یہاں بھی شائع ہو ۔ سرفراز میں ایک نوٹ دے دینا ضرور ی ہے ۔ چونکہ خواجہ صاحب سرفراز میں یہ سلسلہ بند کرنا چاہتے ہیں ۔ لہٰذا اس مقالہ کا جواب جو مورخہ ۲۵ر نومبر شائع ہوا ہے ۔ فلاں پرچہ میں درج ہوگا ناظرین جن کو دلچسپی ہے اوس کو ملاحظہ کر سکتے ہیں ۔

آخر میں آپ سے خواہش ہے کہ انصاف سے کام لیں ۔ انصاف تو جب ہی ہے کہ اون کے ہمنوا ہو جائیں ، آپ نے دیکھا ہے کہ کسی اعتراض کو وہ ماننے کے لئے تیار نہیں ؟

آپ پہ جذبۂ ہم وطنی کا الزام ہے مگر خود جذبہ عصبیت و عداوت میں ڈوبے ہوئے ہیں ۔

توضیحات یا صفت کا شعر کے واسطے زیادہ تر مناسبت مقام کی قید بیکار ہے ۔ بعض مقامات پر نہیں بھی ہے ۔ مہر درخشاں ماہ تاباں ، رود روشن ، وغیرہ میں تو تاویلیں ہو گئیں ۔ برق درخشاں ، برق تاباں میں کیا تاویل ہو گی ۔ وہ تو زیر سحاب ہی چمکتی ہے ۔ علاوہ اس کے ان اشعار میں کیا فرماتے ہیں :

غرب یک ہفتہ گفتی از غلار ۔۔۔ سیل اندر بادۂ احمر

بنشیں و بیار خندۂ شیریں ۔۔۔ برخیز و بیار بادۂ احمر

احمر کی مناسبت اور اقتضائے مقام کیا ہے ۔ صرف بادہ سے بھی کام چل سکتا ہے ۔۔۔ اسی طرح صہبا خمسہ سرخ شراب کو کہتے ہیں اوّل تو صفات میں اختلاف ہے ملاحظہ ہو ” الاصھب بعیر لیس شدید البیاض کالصھابی والا سد والصھبا الخمر او المعصورۃ من عنب “ (القاموس)

اسی طرح صاحب منتہی الارب نے رنگ کی تخصیص نہیں کی ۔ صرف یہ لکھا ہے ” می و فشاردہ انگور سفید و لہا

اسماء کثیرۃ اخرجنا ھا فی رسالتی المسلماۃ بضرورۃ الادیب" اگر صہبا کا رنگ سرخ بیان میں توصیفت کا شعر کے طور پر ظاہر کرنا کیا گناہ ہے؟ پھر جب کہ رند کا قرینہ موجود ہے۔ اب رند کے لئے سرخی لازم ہے یا نہیں اس کے متعلق بحر الجواہر کی عبارت لکھ چکا ہوں۔

تصادم خیال۔ شعرا میں بعض تشبیہات و خیالات عام طور سے مروج ہیں۔ جو تھوڑے تھوڑے فرق سے نظم ہوئے ہیں۔ حضرت والا کا کلام جس وقت شائع ہوگا۔ تو بتا دیا جائے گا کہ کتنا سرقہ ہے۔ سردست ملاحظہ ہو سرفراز رجب نمبر میں ایک صاحب ظفر سعدی صاحب گیہانی کی ان کی چند رباعیاں شائع ہوئی ہیں۔ اس کے متعلق آپ کے نقطۂ خیال سے عرض کیا جاتا ہے۔ اس کا فیصلہ آپ فرمائیں کہ تصادم ہے یا توارد یا سرقہ یہاں وہ رباعیاں اگر مناسب ہو تو درج فرما دیجئے۔

تحریر فرماتے ہیں۔ جب رند کے معنوں میں جناب اشہر کی نگاہ والرند ھیجان العین پر پڑی تو دکل ما یولمھا سے کیوں اچٹ گئی۔

پہلے تو جناب عبارت منجد کی غلطی تحریر فرمائیں۔ آپ کے مطلب کے خلاف اگر لغت شہادت دے۔ تو وہ غلط ہے۔ اس کے بعد وکل ما یولمھا کے ترک کر دینے سے معنی میں کیا نقصان ہوا۔ جس کی تصریح آپ نے خود فرما دی۔ اپنا مفید مطلب بیان کرنے کا اختیار ہے۔ مگر قرآن اور واقعات بھی کوئی چیز ہیں لگے ہاتھ یہ بھی تحریر فرما دیجیے کہ نگاہ اچٹ جانا بھی کوئی محاورہ ہے نیند اچٹ جانا تو سنا تھا۔ اگر ہو تو شاہد عنایت فرمائیے۔

امیر المومنینؑ کاسہ سر میں خونِ اعدا پینے کی خواہش فرماتے ہیں۔ شرابنا من دم اعدائنا یہ خون تو ظاہر ہوگا۔ بھلا اس دھاندلی کی کوئی حد ہے۔

لالے کے متعلق آپ نے نقادِ اول کا قول درج فرمایا کہ" اس مقام پہ سرخ کا استعمال تحصیل حاصل ہے" تسنیم میں درج ہے کہ" لالے کی صفت سرخ یہ وہی تحصیل حاصل ہے جو حشو کے مرادف اور عجز شاعری کی دلیل قوی ہے"۔ امثلہ ملاحظہ کرنے کے بعد اور بہارِ عجم میں لالے کے اقسام دیکھنے کے بعد آپ نے اس عبارت کو کمزور کر دیا۔ آگے بڑھ کر نقاد بدایونی پر الزام رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ" اگر وہ ہر مقام کے لئے لالہ کا سرخ لانا حشو سمجھتے ہیں۔ تو میں ان سے متحد نہیں"۔ تسنیم کی عبارت میں تعمیم ہے اور یہاں اس مقام کی تخصیص اور عبارت کا فرق اب عرض کرتا ہوں کہ ؎ شدہ دو نرگسِ شہلا دو لالۂ احمر اور ؎ میانِ گلشنِ وحدت یہ دو دو سرخ لالے ہیں۔ ان کا فرق بیان فرمائیے۔ وہاں کیوں درست ہے یہاں کیوں حشو۔ اگر مراعاۃ لفظی دیکھئے تو اوس کے آپ قائل نہیں۔

یہ خوب ارشاد ہوا۔ سرخی چشم اس بات پر قرینہ قوی ہے کہ شاعر نے لالہ زرد یا لالہ سفید نہیں مراد لیا۔ مطلب یہ ہے کہ کسی طرح سرخ درست نہ ہو سکے۔ جہاں یہ جو چاہے کہہ دیجئے ایسے سخن پرور شاید ہی دنیا میں ہوں۔

مولوی عبدالشکور سے مناظرہ کرتے کرتے یہ مشق بہم پہنچائی ہے آپ کے رسالہ کا عنوان اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔ ...... کہ دستِ غیر گرفت است پائے مادر او۔ یہ تہذیب ہے یہ سرسری طور پر چند نوٹ لکھ دیئے ہیں خدا ما

صفا ودع ما کدر - اگر اخبار حق میں آپ چھپیں تو اون کو لکھ دوں - مگر سرفراز میں نوٹ ضرور ہونا چاہیے -

مخلص عزیز

(۲)

ریاست محمود آباد ۱۳ر جنوری ۳۳ء

مجی و مکرمی تسلیم - خدا کرے آپ مع الخیر ہوں - حضرت شادان[1] کا مضمون حسب فرمائش اُن کے میں نے بھیج دیا تھا - میرا بھی یہی خیال تھا کہ شائع نہ فرمائیں گے - (کذا) ایک بات اور عرض کرنا ہے - "مدثر" جہاں باب تفعل اور افعال سے آیا ہے - وہاں باب تفعیل سے بھی آیا ہے - چنانچہ صاحب منجد لکھتے ہیں : "اِدثرہ : اھلکہ، عظاہ بالدثار" اسی طرح مذکر بھی جہاں دو ابواب سے آیا ہے - وہاں باب تفعیل سے بھی آیا ہے - تذکیر (منجد) ذکرہ الشئ و ذکرہ بہ ای جعلہ یذکرہ والقوم وعظھم -

مزّمل : مصادر ازمال و ازومال، و تزمّل و تزامل و مزاملہ کے ساتھ تزمیل بھی مستعمل ہے - "زمّل الشئ بثوبہ اوفی ثوبہ ای لفّہ" المزّمل : الملتف بالثیاب" ملاحظہ ہو منجد - اگر قرآن مجید میں اسی طرح مستعمل ہو مگر جب قاعدہ نحوی اور لغات اس کے جواز کی سند دیتے ہیں - تو پھر کیا غلطی ہے ——— آفرینش و دانش میں اگر نون کو روی قرار دیجیے تو کیا مضائقہ ہے - مضمون کے شائع کرنے یا نہ کرنے کا آپ کو اختیار ہے - سرفراز اور حق پر موقوف نہ کیجیے اور اخبار بھی ہیں - مگر جیسی آپ کی رائے ——— چونکہ بحث چھڑ گئی تھی اس لئے آپ کی خاموشی مجھے اچھی نہیں معلوم ہوئی ممتاز صاحب ان باتوں میں نہ حصہ لیں گے اور نہ وہ کچھ ایسے ہیں - کام کے آدمی ہیں - دور جدید کا آپکی عنایت سے جو ایک پرچہ بھیجا گیا تھا مجھے ابھی تک وہ پرچہ نہیں پہنچا - حالانکہ میں نے آپ کو لکھ دیا تھا - . . . مگر پھر بھی نہیں ملا -

عزیز

بنام محمد یوسف قیصر

(۱)

الٰہ آباد - ۲۴ر نومبر ۲۵ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالیٰ - میں اچھا نہیں ہوں - کام کاج میں دل نہیں لگتا - حضرت اقبال[2] تو اب پولیٹیکل حریت کی طرف متوجہ ہیں - تصوف اور دنیا کی بے ثباتی کو وہ قوم کے حق میں مضر سمجھتے ہیں - خدا ان کا بھلا کرے کہ زندگی کی فکر میں ہیں - لیکن میں ہوں مگر افسوس میں تو مر چکا ہوں -

بے ثباتی اور کاہلی کا دلدادہ ہوں - آپ اُن مضامین کو بھی دیکھیے - کچھ نہ سہی آپ کو داد ہی دوں گا - ایسے

---

[1] علامہ شادان بلگرامی - [2] ڈاکٹر اقبال مرحوم

مضامین میں فن اور زبان سے زیادہ بحث ہونی چاہیے۔

دعاگوئے شما

اکبر

بنام پروفیسر اثر لکھنوی

(۱)

کلکتہ - ۲۸ر مارچ ۲۹ء

مکرمی۔ پارسل اور محبت نامہ کا دلی شکریہ قبول کیجئے۔ میری حالت میں تبدیلی آج کل "قابلِ اطمینان نہیں۔ آج دس دنوں سے تنگ آ کر میں نے دوا ترک کر دی اور اپنے خدا کے سوا کسی کا زیرِ علاج نہیں۔ کب تک یہ حالت رہے گی اور اسے برداشت کر سکوں گا۔ نہیں جانتا خدا معلوم نقصان کے عوض فائدہ محسوس کر رہا ہوں۔ آگے اللہ مالک ہے۔ آپ کی ملاقات سے میں جس درجہ خوش اور بالیدہ ہوا اسی نسبت سے مجھے آپ کی جدائی کا احساس ہوا، اور جب تک آپ پھر کلکتہ نہ آئیں اور مجھے شرفِ خدمت نہ دیں بےچین ہوگی۔ شوکت صاحب دوسرے تیسرے آتے ہیں اور آپ کا ذکرِ خیر برابر رہتا ہے۔ ہاں پرسوں بھی وہ آئے تھے اور ہمارے اصرار پر ایک غزل انہوں نے سنائی۔ مطلع آپ بھی سماعت فرمائیں سخن ہی اسے کہتے ہیں

کر گزر بے خوف گر کرنے کا تیرے کام ہے

رو نہ کر اے دل اسے، ہمت کا یہ پیغام ہے!

الحمدللہ اب ہمارا مذاقِ شاعری بدل رہا ہے!

بیحد خوشی اور ممنون ہوا کہ آپ نے "جادو" کے پرچے طلب کئے۔ وہ مضمون - ۴ خطوط ساتھ ہی ۳ نمبروں میں شائع اور ختم ہوا ہے - پہلے ہمارا خط ہے پھر مولانا کا جواب۔ بعد کو جواب الجواب۔ یہ تینوں نمبر جب تک نظر سے نہ گذر جائیں مضمون کے متعلق حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اس لئے آرزو تھی کہ آپ پورے مضمون کو ملاحظہ کریں۔ یہ چیز علیحدہ شائع کر دینے کے لائق ہے اور اگر آپ اس طرف متوجہ ہوں تو مذاقِ سلیم اور ادبِ اردو کے بخت جاگ جائیں۔

میں یہ خط پڑے پڑے اور تکلیف کے ساتھ لکھ رہا ہوں بہت کچھ تحریر کرنا چاہتا تھا مگر نہ دل بس میں ہے اور نہ دماغ قابو میں - صلاحیت آئے تو آپ سے باتیں کروں اور تکلیف دوں۔ امیر نواب تسلیم عرض کرتے ہیں! امید ہے کہ آپ مجھے اسی طرح یاد اور سرفراز کرتے رہیں گے کیا بتاؤں بس مع الخیر ہوں۔ شہنشاہ حسین[1] صاحب کو خط لکھئے تو میرا سلام تحریر کر دیجئے گا۔ والسلام

خیالؔ

---

[1] سید شہنشاہ حسین رضوی مرحوم سابق ایڈیٹر ماہنامہ "خیابان" لکھنؤ۔ ناؔدم سیتاپوری

(۲)

45, BANIAPUKHR RD

CALCUTTA

۷- محرم ۴۷ھ

آہ اے دنیا وہی ایام غم پھر آگئے[1]
جس میں ہم سے چلنے والے اشکِ خوں برسا گئے

مکرمی اشہر- عنایت نامہ کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں- یہ ایں محبت و یاد آوری خداوند عالم آپ کو خوش و مطمئن اور تا دیر سلامت رکھے- آمین! شکر ہے کہ جس خبر کے سننے کا منتظر تھا وہ نسیم سحر کی طرح آج صبح اس کلبۂ احزان تک پہنچ کر ہمارے لئے باعث مسرت و اطمینان ہوئی- یہ سچ ہے کہ ایام عزا میں دل و دماغ کسی بھی طرف نہیں جاتا۔ مگر حق یوں ہے کہ ع

اجارہ کیا ہے ناصح کا خوشی میری ہے غم میرا

الحمد للہ- ایک بڑے کام سے فراغت ہوئی اور اب طبیعت کو یکسو کر کے کسی معقول بات کی طرف متوجہ ہونا اور اس میں مشغول رہ کر کچھ کرنا اور "کر جانا" چاہیئے- میں نے اس فراغت کو "بڑا کام" اس لئے کہا کہ ہمارے ملک میں یہ دو حرف بہت بڑے اور جلی سمجھے جاتے ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ آپ کے سے حضرات کے لئے ایسی تہجی کوئی خاص رتبہ و درجہ نہیں رکھتی۔ اس سے قبل بھی وہی حاصل تھا جو اب اوروں کی نظر میں کچھ اور دکھائی دے گا "معقول بات" کی طرف توجہ اس لئے دلائی گئی کہ اس موٹو کا جلد سے جلد اظہار ہو جائے ؎

غرضِ نالہ ہے احساس کی دنیا جاگے
نہ کہ سوتے ہوئے عالم کا پریشاں کرنا!

کچھ عرصہ ہوا کہ میں نے شروانی[2] صاحب کے "مکاتبات" (جو پانچویں پشت سے شبیہ کی مداح ہیں) کے شائع کر دینے کی آپ پر فرمائش کی تھی۔ اب آپ کو قدرے فرصت ہے جلد متوجہ ہو جایئے! انیس کی شاعری اور مذاق صحیح کی یہ بہترین خدمت ہے۔ وہ تینوں نمبر ایڈیٹر صاحب رسالہ "جادو" محلہ رمنہ ڈھاکہ سے طلب کر لیجیئے- میں اپنی حالت کیا تحریر کروں! زندگی سے بیزار ہوں اس لئے کہ بیکار ہو گیا ہوں یہ خط بھی بڑی تکلیف سے لکھا گیا اور اس سے زیادہ کیا بدنصیبی ہو سکتی ہے- امیر نواب اچھے ہیں ان کی تسلیم قبول ہو۔ والسلام مع الاکرام-

دعاگو ——— خیالؔ

لفافہ کا پتہ: جناب کرم آغا اشہر صاحب لکھنوی ملاحظہ فرمائیں- محلہ شیخ سرائے- سیتاپور

مہر کلکتہ 26-JUN-28

مہر سیتاپور 28 JUN-28

SITAPUR. U.P. (O.T.R) VIA - LUCKNOW

---

[1] نواب نصیر حسین خاں خیالؔ مرحوم آغا اشہر لکھنوی کو جب خط لکھتے تھے تو اکثر اشہر صاحب ہی کے کسی شعر کو "سرنامہ" قرار دیتے تھے یہ مطلع بھی آغا اشہر لکھنوی کا۔

[2] صدر یار جنگ نواب حبیب الرحمٰن خاں شروانی مرحوم-

ناظم سیتاپوری

(۱)

بنام نادم سیتاپوری

عزیزی - آپ نے ۲ اگست تک مضمون مانگا۔ ۲۸ کو جواب لکھ رہا ہوں۔ اس سے زیادہ درستی ہوش وحواس کیا ہوسکتی ہے منفعل ہوں معذرت خواہ ہوں -

میرے پاس کوئی نظم نہیں اگر ہوتی بھی تو اس قابل نہوتی -

کبھی سیتاپور آیا تو آپ لوگوں سے ضرور ملوں گا -

اشہر[1] صاحب سے ملاقات ہو تو سلام شوق کہیے گا -

ریاضؔ خیرآباد - ۲۸ اگست ۲۸ء

کارڈ کا پتہ - نادم سیتاپوری نبیرہ حضرت ناظر - قضیارہ - سیتاپور -

بنام مولانا عبدالرزاق راشد حیدرآبادی

(۲)

آج ہی دونوں کارڈ ملے ؎

یہ کہانی جب ہوا ہو جائے گی ‏ ‏ بیان سے اچھی جوانی جائے گی

مجھے پیری نے کسی کام کا نہ رکھا۔ نظم پہلے بھی کم بلکہ کبھی لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ شعر اب نہیں کہا جاتا۔

یاد فرمائی کا شکر گذار ہوں۔ دیوان چھپنے کا اہتمام کر رہا ہوں ابھی تو اس کی قیمت عـــہ احباب نے تجویز کی ہے۔

کیا آپ اشاعت میں کچھ مدد دیں گے؟ میں نے یونہی لکھ دیا بار خاطر نہ ہو۔ جواب کی بھی ضرورت نہیں -

ریاضؔ

خیرآباد اودھ ضلع سیتاپور ۶ اکتوبر ۲۸ء

اوروں کا کلام انتخاب کروں یہ زحمت گوارا نہوگی - اپنا کلام انتخاب کروں میں اپنے ہر شعر کو منتخب سمجھتا ہوں۔ طرحی کلام ہوتا تو اس کے ساتھ غیر طرحی کچھ بلا انتخاب بھیج دیتا - آپ ہی فرمائیں مہمل ذخیرے سے انتخاب ہو تو کیا ہو؟ دو ایک شعر یاد آئے بھیجتا ہوں -

---

[1] پروفیسر آغا اشہر لکھنوی ،

چشم و دل ہیں مقام خوت کے - بنگئے جھک کے سینہ مینا

آہ پردے پڑے ہیں غفلت کے — راز ہوں کیسے داعیت کے؟

عرصۂ حشر میں کہاں انسان — کچھ گوسے ہیں خاکِ تربت کے

شاعری ہے ریاضؔ کے دم تک — پھر کہاں لوگ اس طبیعت کے

کارڈ کا پتہ: جناب سید عبدالرزاق[1] صاحب ایچ - سی - ایس - اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ جنرل۔ حیدرآباد دکن۔
مکڑی کا پل۔ ظفر جنگ کا باغ

بنام سید محمد وصی صاحب

(۳)

مکرمی بتسلیم

بن کے مہماں ایک رند روزہ دار آنیکو ہے — شام ہونیکو ہے میرے گھر اُدھار آنیکو ہے

میں تو روزے سے ہوں آپ بھی ضرور روزے سے ہوں گے۔ تین چار مہینے ہوئے آپ مجھے قیصر باغ سے امین آباد جاتے ہوئے چوراہہ پر ملے اور ارشاد فرمایا مینارڈ[2] (منی آرڈر) اٹھ کر چپراسی کو دے آیا ہوں آپ جاتے ہی اسے سے بیجیے ۸ ر (آٹھ آنے) کیوں ضائع ہوں۔ میں اس نوازش کا نہایت شکرگذار دل ہی دل میں ہوا زبان سے شکریہ ادا کرنے کا موقع نہ ملا۔ یہاں تک کہ ۷ ر دسمبر کے مینارڈ نے پھر میری یاد کو تازہ کیا مگر کاہلی نے اجازت نہ دی۔ جنوری کے مینارڈ کا بھی وہی اثر ہوا۔ قصد تھا کہ ۵ ر فروری کو جب حضور و انسرائے تشریف لائیں تو ہم بھی آپ کی خدمت میں پہنچ کر سپاس گذار ہوں۔ آج ۵ ر فروری ہے اور ہم خیرآباد میں ہیں۔ آپ کا تحریری شکریہ ادا کیا جاتا ہے جس کا بار مہینوں سے تھا حاضر ہو کر پھر شکریہ ادا کروں گا بھول جاؤں تو آپ یاد دلا دیں۔

میں زیادہ بیمار رہا اب بفضلہ اچھا ہوں۔ عنوان میں جو شعر اپنا نہیں ہے لکھا ہے وہ اس بنا پہ کہ میں اس شعر کا اس وقت لطف اُٹھا رہا تھا اور دعا کر رہا تھا کہ کوئی مہمان آجائے۔ خدا جانے آپ کی یاد کیوں آئی۔ شعر مزے کا تھا عنوان میں لکھ دیا آپ کو لطف آئے یا نہ آئے اس سے غرض نہیں۔

---

[1] مولانا عبدالرزاق راشد حیدرآبادی۔ حیدرآباد کی ایک خاموش ادبی شخصیت۔ جنھوں نے سب سے پہلے کلیاتِ اقبال شائع کرکے ڈاکٹر اقبال کے فن سے اہلِ نظر کو روشناس کرایا۔ (نادم سیتاپوری)

[2] ریاضؔ خیرآبادی کو مہاراجہ مرحوم محمودآباد ساٹھ روپیہ ماہوار پنشن دیتے تھے جو ایجنٹ لکھنؤ (قیصر باغ) کی معرفت بھیجی جاتی تھی۔ جون ۱۹۳۱ء مہاراجہ کی وفات تک یہ پنشن پابندی کے ساتھ جاری رہی ٹرسٹ کے زمانے میں کچھ دنوں تک بند رہی۔ راجہ محمد امیر احمد خاں راجہ آف محمودآباد کے زمانے میں دوبارہ جاری ہوئی اور ریاضؔ کی زندگی بھر جاری رہی۔ ریاضؔ کا انتقال جولائی ۱۹۳۴ء میں ہوا۔ (نادم سیتاپوری)

یہ بھی جو کچھ ہے روزے کے اثر سے ہے اللہ روزہ قبول کرے اور آپ شکریہ قبول کریں۔

سید ریاض احمد ریاضؔ

خیرآباد ضلع سیتاپور۔ ۵ فروری ۳۰ء

(۴)

مکرمی۔ کل منی آرڈر ملا شکر گذار کیا۔

ایک ہفتہ ہوا میں سرکار میں حاضر ہوا تھا آپ سے ملنے گیا مگر آپ کچہری گئے ہوئے تھے اب پھر کسی روز حاضر ہوں گا جناب محمود میاں[1] صاحب اور مکرمی صادق[2] علی خاں صاحب نے "حرم سرا" ہر دو جلد ناول کی فرمائش کی ہے آپ کی خدمت میں بھی ہدیۃً پیش کروں گا۔ قابل دید ہے نہایت دلچسپ! آپ دیکھ کر خوش ہوں گے۔ کارڈ کے جواب کی ضرورت نہیں۔ آشوب چشم میں مبتلا ہوں۔ والسلام

سید ریاض احمد ریاض، خیرآباد ضلع سیتاپور

۲۷ اپریل ۳۰ء

(۵)

بنام وصی صاحب

ہوتا مہینہ بھی ختم ہوتا ہے تنخواہ اب تک نہیں آئی۔ کیا اپنی خیر و عافیت کے ساتھ دو حرف تنخواہ کے متعلق میری تسکین کو آپ لکھ سکتے ہیں۔ بعد عید انشاء اللہ "سرکار[3]" کے سلام کو حاضر ہوں گا آپ سے بھی ملنے کا شرف حاصل کروں گا۔

جوابی کارڈ اس لئے روانہ ہے کہ بواپسی ڈاک آپ خیر و عافیت اور تنخواہ میں تاخیر کا سبب لکھ دیں گے ——— زیادہ نیاز۔

ریاضؔ ۲۳ اپریل ۳۱ء

مسٹر غلام علی کو سلام

(۶)

بنام نادمؔ سیتاپوری

مکرمی۔ نوازش نامہ ملا۔ دلی شکریہ آپ کے لئے اور دلی دعائیں با چشم پُرآب نور نگاہ عزیزہ بیگم صاحبہ

---

[1] سرمہاراجہ محمودآباد مرحوم کے بہنوئی۔ علاقہ کرسی کے تعلقدار تھے! [2] صادق علی خاں معتمد ریاست محمودآباد

[3] سرمہاراجہ مرحوم محمودآباد۔ [4] قاضی سید محمد وصی۔ ایجنٹ محمودآباد اسٹیٹ۔

میر احمد حسن[۱] ہاتف مرحوم کے لئے ۔

گو بہت معذور ہوں مگر بالضرور حاضر ہوں گا اتنا انتظام فرما دیجیے گا کہ میں بغیر پاؤں لٹکائے فرش مجلس پر بیٹھ نہیں سکتا اور قریب مجلس کسی بلند چیز پر پاؤں لٹکا کر بیٹھنا خلاف ادب ہے اس لئے ایسی جگہ بیٹھنے کا انتظام فرما دیجیے گا کہ میں راجہ صاحب بہادر کو دیکھ سکوں[۲] اور وہ بھی اچھی طرح ۔

اسٹیشن پر سواری بھیجنے کی ضرورت نہیں میں بسر و چشم امام باڑے میں حاضری سے فخر حاصل کر دوں گا۔

دعا گو

بوڑھا ریاض

۱۹ر جنوری ۱۹۳۶ء خیرآباد

بنام محمد یوسف قیصر

(۱)

نوازگنج ۔ لکھنو

۱۱ر اگست ۱۹۱۱ء

نظر نواز ۔ تسلیم و نیاز

عنایت نامہ کا شکریہ ! "ادیب" کو چھوڑنے کے بعد سے اب تک اتنا اطمینان نہیں ہوا کہ اردو علم و ادب کی کچھ خدمت کر سکوں ۔ انشاء اللہ آپ کے مشاعرے کے لئے کچھ کہوں گا اگر حریفوں کی نیش زنی نے کچھ مہلت دی ۔

"عالم خیال" کا جو تھارخ "ادیب" میں چھپا ہے سب رخ پورے ہو جائیں تو اس پر ایک تنقید لکھی جائے جو دنیائے ادب میں یادگار رہے گی ۔

میں لکھنو سے کوئی رسالہ نکالنے کا ارادہ نہیں کر سکتا ! یہاں چھپائی کا انتظام آسان نہیں ہے اور تصاویر کا انتظام تو بالکل ہی نہیں ہو سکتا ۔ "خدنگ نظر" کو بند ہوئے اتنی مدت ہو (گئی) کہ اب اس کا زندہ کرنا فضول ہے سرمائے کی کمی سے رسالہ نکالنے کا حوصلہ اور بھی پست ہو گیا ۔ مجھے یاد ہے کہ آپ کی کوئی نظم مجھے الہ آباد میں ملی تھی لیکن یہ حریفوں کی چال بازیاں ہیں کہ میں اسے ہمراہ لیتا آیا ۔ مجھے اس وقت اس کی کوئی ضرورت نہ تھی اور نہ اس طرح کا خیال پیدا ہوا ۔ ضرورت ہو تو احباب

---

[۱] میرے حقیقی پھوپی زاد بھائی ۔ اپنے عہد کے ایک مقبول و متصفہ ادیب ! جن کے تعلقات اس دور کے اکثر ادیبوں اور شاعروں سے بہت ہی قریبی تھے ۔ ریاض خیرآبادی نے ہاتف کی وفات پر ایک درد انگیز قطعہ لکھا تھا جو "ریاض رضوان" میں شامل ہے ۔

[۲] بڑا امام باڑہ سیتاپور میں ایک مجلس عزا منعقد ہوئی تھی جس میں راجہ محمد امیر احمد خان صاحب (آف محمود آباد) نے اپنا تصنیف مرثیہ پڑھا تھا ۔ (ناوم سیتاپوری)

اب بھی ویسی ہی عنایت کے لئے موجود ہیں ۔حضرت ارشد تھانوی سے میرا دست بستہ سلام کہئے اور یہ کہ میں بخیریت ہوں ۔ آپ کی عنایتیں میرے دل پر ہمیشہ نقش رہیں گی ۔

اخلاص مند
نوبت رائے نظر

بنام محمد یوسف قیصر بھوپالی

بھوپال کے باقیات الصالحات میں قیصر کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ فروری ۱۸۸۸ء میں بمقام بھوپال پیدا ہوئے جوان ہو کر ریاست کے محکمہ مال میں ملازم ہو گئے۔ ۱۹۰۷ء میں عبدالتین تجاروی کے تعاون سے" مالوہ ریویو" جاری کیا اور ۱۹۰۸ء میں بھوپال ہی سے ماہنامہ "الحجاب" جاری کیا۔ ۱۹۱۰ء میں ریاست کے محکمہ تعلیم کے منظور کردہ نصاب تعلیم پر کڑی تنقید کرنے کے جرم میں ریاست بھوپال سے اخراج ہوا۔ لکھنو پہنچے مولانا ظفرالملک علوی کے ماہنامہ" الناظر" (لکھنو) میں سب ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا کچھ دنوں بعد نولکشور پریس میں ملازم ہو گئے اور مشنریوں کے " میتھوڈیسٹ پریس" میں بھی انجیل اور بائیبل کے اردو ایڈیشنوں کی عام فہم زبان سنوارنے کا کام کرتے رہے۔ مولانا شبلی نعمانی کی سفارش پر والیہ بھوپال نواب سلطان جہاں بیگم نے "اخراج" کا حکم منسوخ کر کے انھیں بھوپال واپس آنے کی اجازت دی ۔

۱۹۱۲ء میں " درباری شاعر" کی حیثیت سے بھوپال واپس آئے کچھ دنوں بعد ریاست کے " دفتر تاریخ" میں مولوی محمد امین زبیری کے مددگار کی حیثیت سے کام شروع کیا اور اسی جگہ سے پنشن پائی۔ بقید حیات ہیں اور مستقل قیام بھوپال میں ہے ۔ میرے ساتھ بہت ہی مشفقانہ اور عزیزانہ محبت فرماتے ہیں۔

نادم سیتاپوری

(۱)

رام پور راشیٹ ۔ یو پی کوٹھی منشی واحد علی صاحب انڈر سیکرٹری
۱۰ ر جون ۱۹۱۳ء

عنایت فرمائے من حضرت قیصر صاحب زاد عنایتہم ۔ سلام شوق

آپ کا پوسٹ کارڈ پاکے میں شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ آپ بے تامل اپنی نظمیں بھیج دیجئے اور ہمیشہ شائع کرنے سے پہلے بھیج دیا کیجئے ۔ اصلاح سے کسی کا رنگ کبھی نہیں بدلتا ہے ۔ اگر کوئی غلطی ہوتی ہے تو وہ نکال دی جاتی ہے ۔ یا اتفاق سے بجائے ایک لفظ کے جو نظم میں کہا گیا دوسرا لفظ ترقی دیتا ہوا نظر آ گیا ۔ وہ بدل دیا جاتا ہے ۔ گو ایسا کم ہوتا ہے بمقدم زیادہ تر لفظ کی یا محاورے کی صحت ہوتی ہے ۔ مولوی محرم کی نظم میں جہاں رد و بدل کرتا ہوں ۔ وہاں انھیں لکھ کے آگاہ بھی کر دیتا ہوں کہ

یہ نقص تھا جو رفع کیا گیا تاکہ اس نقص سے وہ آئندہ خود بچتے رہیں۔ واللہ باللہ۔ جو بات آج آپ نے مجھے لکھی ہے اسی کو بجائے خود اور بھوپال کی موجودگی میں اکثر اپنے مرحوم دوست منشی شبیر حسن کو کہتا تھا کہ میرے دوست منشی ناظم علی کے بیٹے قیصر، طباع، ذی علم اور ہر معنی سے ہوشیار۔ مگر ستم یہ ہے کہ وہ چوک جاتے ہیں اور تصحیح پر توجہ نہیں کرتے۔ میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ خود ہی آپ کو ایسا خیال ہوا۔ اور جب میں آپ کی نظموں کو درست کر کے آپ کے پاس بھیجوں گا۔ اور ہر ایسی جگہ جہاں میں دخل دوں گا۔ وہاں دخل دینے کی وجہ میں لکھ دوں گا۔ تو چند ہی دنوں میں آپ خود اپنی نظمیں کیا، دوسروں کی نظموں پر بھی تصحیح کی عمدہ نگاہ ڈال سکیں گے۔ جو محتاط خیال تھے آپ کی نظموں کی تصحیح پر ہمیشہ رہا۔ وہ اسی قسم پر ہوا تھا جو ابھی ابھی "ہفوات السلطان" میں چھپ رہے۔ غلطی سے بچنے کا بڑا اصول یہ ہے کہ جس لفظ یا محاورے کی صحت میں ذرا بھی شک ہو۔ اُسے اُس وقت چھوڑ دیا۔ نہ کہا۔ جب تحقیقات کر لی۔ تب کہا۔ میری عمر کے کوئی ۴۰ سال اسی فن میں گزرے ہیں اور آج کتب خانۂ سرکاری کا اعلیٰ تر سامان میرے سامنے ہے جہاں تحقیق کے لیے تمام کتابیں میرے سامنے ہیں۔ مگر آپ یقین فرمایئے کہ بعض وقت ایک لفظ یا ایک محاورے کی تحقیق میں ایسے شکوک پیدا ہو جاتے ہیں کہ پوری تحقیق کے بعد پھر صحیح مذہب اختیار کرتا ہوں۔ زبان کی غلطیوں سے کوئی بڑا سے بڑا استاد آج تک نہیں بچا۔ مگر استاد اور واقف کار چوکتا ہے۔ بندی کم تر اور ساتھ ہی ناواقف متواتر غلطیاں کر بیٹھتا ہے بدتر غلطی نظم میں ایطائے جلی ہے جسے فارسی میں شایگان کہتے ہیں۔ اس کو میں ایک طویل خط میں کسی وقت آپ کو لکھوں گا۔ مولوی محوی کو میں نے بھوپال میں زبانی اس سے آگاہ کیا تھا۔ پھر کبھی جب وہ چوکے تب میں نے یہاں سے ایطائے جلی کے بارے میں لکھ کر سمجھایا۔ اب جا کے وہ بچنے لگے ہیں۔ کل ہی میں ایک لفظ کو زیر بحث لیے ہوئے تھا۔ جلال سے استاد نے تین مثالیں دی ہیں۔ صحیح۔ اور دو مثالوں میں وہ دھوکا کھا کے خود قافیے کی نازک بحث میں چوک گئے ہیں۔ ابھی ابھی ایک بحث میں مولانا نظم طباطبائی ایک مثال حضرت برق کے مصرعے کی دیے گئے تھے اور خود دھوکا کھا گئے تھے۔ بحث چونکہ شائع ہو رہی تھی۔ میں نے معیار میں صاف لکھ دیا کہ حضرت نظم اس مثال میں خود سہو فرما گئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قافیہ نازک بحثیں اور نازک انحطاط رکھتا ہے۔ آپ ہوں۔ یا میں ہوں۔ سب چوک سکتے ہیں۔ بس وہی فرق ہے کہ واقف کہیں چوک جائے گا۔ پھر سمجھ جائے گا۔ اور ناواقف سے وہی غلطی متواتر ہو گی۔ اگر آپ کی کسی نظم میں ایسی کوئی چوک نظر آئے گی تو میں آپ کو مفصل خط سے واقف کر دوں گا۔ اور قافیے کی ضروری باتیں سب لکھ دوں گا۔ اور رفتہ رفتہ لکھتا رہوں گا تاکہ آپ خوب سمجھ لیں۔ جلال وغیرہ جہاں چوکے ہیں۔ اس سے بھی واقف کر دوں گا۔ "تاکہ تحقیق بڑھتی جائے۔ معیار میں ایک بحث چھپے گی۔ ابھی میں نے حضرت امیر مینائی اور حضرت جلال دونوں سے ایک لفظ میں اور ترکیب محاورہ میں اختلاف کیا ہے اور لکھنؤ میں شائع کیا ہے۔ "تاکہ محاورہ بگڑنے نہ پائے۔ وہ دونوں غلط کر گئے ہیں۔ بخدا میں دل سے خوش ہوا کہ ہمیشہ آپ کی نظمیں صحیح نکلیں گی اور عام شاعروں کی نظموں کی طرح انبارِ اغلاط نہ ہوں گی۔ بوالرشاد حضرت صفدر کا مقابلہ

نہیں کر سکتے۔ صفدر اداتنے تو نہیں جتنا کسی وقت غلطی سے انھیں کسی نے لکھ دیا تھا۔ مگر ابوالرشاد سے زیادہ پختہ ہیں۔ یہ جواب مرزاپور کی ایک کمیٹی کا لکھا ہوا ہے جہاں صفدر صاحب بھی تھے میں کہتا ہوں کہ قیصر (یعنی آپ) اصولی نقائص سخن سے جب واقف ہو کے اپنی نظموں کو خود بچانے لگے۔ اس وقت آپ کا سا کوئی خوش فہم اہل ادب میں نہیں ہوگا۔ اگر ہوگا تو کم ہوگا۔ اس لئے کہ علمی قوت تحقیق کے ساتھ ساتھ ان نظموں کو بہت بلند کئے جائے گی۔ اس وقت آپ کو لطف آئے گا۔ اور معلوم ہوگا کہ تحقیق سے کیا چیز۔ صفدر صاحب نے آگے تحقیق پر جواب کو بہت مرتب کیا ہے۔ وہ علم ادب کا ایک معقول ذخیرہ ہے۔ بھلا ابوالرشاد کیا اس کا جواب دے سکتے ہیں۔ آپ حسن تخیل پر قصد فرمائیں گے تو میں آپ کو ہر ہر غلطی سے واقف کر دوں گا۔ وہ ذخیرۂ اغلاط ہے۔

آپکا سچا خیر طلب
احمد علی۔ شوق۔ قدوائی

(۲)

رام پور اسٹیٹ۔ یوپی۔ کوٹھی منشی واحد علی۔ اندر سبری

۲۸ مئی ۱۹۱۳ء

کرم فرمائے بندہ حضرت قیصر صاحب زاد عنایتکم۔ سلام شوق

آپ کا پوسٹ کارڈ پاکر میں بیحد خوش ہوا۔ خدا آپ کو اپنے مقاصد میں کامیاب کرے تاکہ مزید خوشی مجھے حاصل ہو۔ میں آپ کے منصوبے خط کا منتظر ہوں۔ اپنے والد کو آپ میرا سلام ضرور ضرور فرما دیجئے گا۔ آپ میرے دوست ہیں۔ میں دوستوں کو کبھی نہیں بھولتا۔ یہ تو پاجیوں کا کام ہے کہ سامنے کی دوستی اور غائبانہ دشمنی۔ نیم سرکاری پرچہ وہاں ہونا بھی چاہئے۔ آزاد پرچہ عموماً دیسی ریاستوں میں نہیں چل سکتا ہے۔ آپ خوب واقف ہیں کہ میں تنقیدی مضمون نگاروں کے حال سے خوب واقف ہوں۔ علم میں نے خود مولوی محوی صاحب (شبیر) اور دونوں کو جواب لکھنے سے منع کر دیا تھا۔ صفدر صاحب نے مجھے بھی خبر نہیں دی۔ مولوی محوی کو بھی خبر نہیں ہوئی۔ اشاعت کے نکلنے پر ہم سبھوں نے جواب کو دیکھا۔ حق یہ ہے کہ صفدر صاحب نے قابلیت کا حق ادا کیا ہے۔ بھوپال میں آپ یا شاید آپ کے ایک یا دو اصحاب ہوں گے جو پورے طور پر اسے سمجھیں ورنہ سوا اوپری باتوں کے عرب کے فلسفۂ عشق و حسن (اپر) جو کچھ لکھا ہے اسے عامی کیا سمجھیں گے۔ اب تو دوسرے نمبر کا انتظار ہے کہ اس میں صفدر صاحب نے کیا کیا گل کھلائے ہیں۔ صفدر صاحب نے صحیح لکھا کہ ابوالرشاد فرضی اور احمق دونوں جاہل اور سیٹے مذاق ہیں وہ جواب کی نزاکتوں کو تاک بھی نہ سمجھیں گے۔ صفدر صاحب نے قابل داد محنت کی ہے۔ میں تو کچھ انھیں لکھ نہیں سکتا۔ میرا ہی معاملہ ہے۔ آپ ہیں۔ مولوی محوی صاحب ہیں۔ صفدر صاحب کو خطوں سے داد دینی چاہیے۔ آپ کو اندرونی باتیں نہیں معلوم ہیں۔ اگر سنئے تو حیرت ہو جائے۔ مگر پاگل پھر پاگل ہے۔ آپ جہاں جو کچھ لکھیں۔ دو کاپیاں منگا لیجیے گا تاکہ ایک کاپی مجھے مل سکے اور دیکھ سکوں۔ مجھے ایک دوست کی تحریر سے معلوم ہوا کہ تنقید کے جواب میں کچھ ظریف پرچے ہندوستان کے ابوالرشاد یا صاحب رسالہ کی خبر لینے والے ہیں۔ واللہ خوب ہے۔ مجھے اور کچھ نہیں معلوم ہے کہ ابوالرشاد کو جواب سے کیا

احساس ہوا ہو۔ بے غیرت اور بدسرشت کو احساس ہی کیا۔ یہ حصّہ جو چھپا ہے اس میں زیادہ تر جذبات کا فلسفہ ہے۔ مگر معقد صاحب کا قلم اصلی جواب پر ذرا تیز ہو چلا ہے۔ عجب نہیں کہ بقیہ حصّے میں اُنھوں نے قلم کو اور بھی شوخ کیا ہو۔

آپ کا شکر گزار ——— احمد علی شوق قدوائی

(۳)

رام پور اسٹیٹ، یو۔ پی، موتی مسجد
۱۹ر مئی ۱۹۱۴ء

کرم فرمائے بندہ حضرت قیصر صاحب سلام شوق

جس حکمتِ عملی پر نظم کہی گئی تھی، اُس میں کچھ تغیر نہیں ہوا ہے، البتہ جذبات انسانی بہت بڑھ گئے ہیں۔ پہلے اوّل رُخ صرف ۷، ۸ شعروں کا تھا، اب ترمیم میں پانچ سات شعر نکل گئے اور نئے بہت بڑھے، اب پہلا رُخ ۱۷، ۱۸ شعروں کا ہے، اب یہ بہت گٹھا ہوا ہے۔ ایک ایک خیال کے قائم کرنے میں بعض وقت چار چار دن صرف ہوئے اور پانچ پانچ ترکیبوں سے کہہ کے پھر چاک کر کے چھٹی ترکیب سے خیال کو جمایا۔ اگر ایشیائی مذاق بدلا جاتا تو یورپ میں قدر نہ ہوتی، یورپ ایشیائی مذاق ہی کو چاہتا ہے اور وہ جدت پسند ہے، کل نظم میں صرف ایک محاورہ ایسا ہے، جس کو میں نے انگریزی حرف و نحو پر لکھا ہے، اگر یہاں کی بول چال پر نظر رکھتا، تو ترجمہ نہ ہو سکتا، اس میں صرف "میرے" اور "ان کے" اتنا ہی ردّ و بدل ہے، وہاں چند قابل ہندوستانی جو شاعر بھی ہیں، وہ ترجمے میں نوٹ دیں گے، یہ بھی ایسے شاعر ہیں کہ لندن سے اُن کی نظمیں میرے پاس اصلاح کے واسطے آتی ہیں، بہرحال اب یہ نظم دیکھنے کے قابل ہے۔ دوسرا اور تیسرا یہ دونوں رُخ البتہ اس قدر بدلے ہوئے ہیں کہ گویا نئے ہیں، مخاطب کی صورت ہی بدل گئی، دونوں خیال پر کھنچے ہیں اور ان میں بھی فطری جذبات بہت ہی بڑھے اور بدلے ہیں۔ میں پہلے رُخ کو ۷ار مئی ۱۹۱۴ء کی ڈاک میں لندن کو انشاء اللہ روانہ کر دوں گا۔ پھر آپ کی نظموں کو دیکھوں گا، کیا کروں وقت ہی نہیں ملتا ہے، لندن کی نظمیں آئی ہیں، رکھی ہیں، اور دلّی سے دیکھنے کو ایک کتاب آئی ہے، ہزار عذر پر ایک صاحب نہیں مانتے، گوارا کیا ہے، دیکھنے کو ایک کتاب بھیج رہے ہیں، انکار پر بعض احباب کی سفارش بھجوائی، بالکل وقت نہیں ملتا ہے، ابھی چوتھائی ترتیب کو پڑا ہے، بھوپال میں تو مجھے فرصت مل جاتی تھی۔ یہاں لوگوں نے مجھے گھیر لیا ہے، کسی طرح وقت نہیں ملتا

احمد علی شوق قدوائی

(۴)

موتی مسجد۔ رام پور اسٹیٹ۔ یو۔ پی
۱۱ر جون ۱۹۱۵ء

کرم فرمائے بندہ حضرت قیصر صاحب ——— سلام شوق

کارڈ پہونچا۔ اور کوئی خط نہیں پہونچا۔ بات یہ ہے کہ میرے گھر میں دو حادثے موتوں کے ہوئے۔ ایک یہاں، ایک

وطن میں۔ یہاں بیٹھنے سے حادثہ ہوا تھا ہیضہ اور پلیگ دونوں پھیلے۔ میں اور سب اعزہ یہاں سے چلے گئے۔ کئی مہینے میں (اورئی) میں رہا۔ وہاں میرے بڑے بھتیجے اکزیکیوٹیو انجینئر ہیں۔ اب رام پور میں آیا ہوں۔ حقیقت میں نظموں میں دیر ہوئی۔ مگر کیا کروں۔ بے حد کم فرصت ہوں۔ اور افکار نجات نہیں دیتے۔ بھوپال میں تنہا تھا۔ کچھ غم نہ تھا۔ یہاں تمام اعزہ ہیں اور وطن بھی قریب ہے۔ اب میں آپ کی نظموں کو نکالوں گا۔ اور دیکھنے کا وقت نکالوں گا۔

جو نیا کام آپ نے اپنے ذمے لیا ہے یا یہ کہوں کہ آپ کے ذمے پڑا ہے۔ یہ بہت سخت ہے۔ آپ کا مذاق سخن جس رنگ پر ہے۔ اوس سے یہ مذاق نظموں کا بالکل علیحدہ ہے۔ آپ نے اپنی طبیعت کو خود ایک ایسے رنگ کا خوگر فرمایا جس کا رواج بہت کم ہے۔ آج کا مذاق سلاست کا جویا ہے اور بچوں کی نظموں کے لئے سلاست اور سیدھی سادی روانی کی ضرورت ہے۔ صحیح یہ ہے کہ نثر کو نظم کرنا بہت مشکل کام ہے۔ خدا آپ کو کامیاب کرے۔ میں اس قدر کم فرصت ہوں کہ مجھے اپنا ہی کام کرنا محال ہو رہا ہے۔ سرکاری کام ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ذاتی کام بہت ہیں۔

انگریزی نظموں کے ترجمے اردو میں بعض لوگوں نے کئے۔ میں نے بھی دیکھے۔ مگر میری یاد میں اب تک کوئی صاحب پورے کامیاب نہیں ہوئے۔ شاید ہی کوئی ہوں۔ جو سیدھے اتر سکے ہوں۔ اردو کا مفہوم اردو میں دشوار ہے نہ کہ انگریزی کا مفہوم اردو میں۔ مگر ہر کام مشق سے تعلق رکھتا ہے۔ کامیابی کچھ غیر ممکن نہیں ہے۔ البتہ دشوار ہے۔ مگر ہر دشواری محنت سے آسان ہو سکتی ہے امید ہے کہ آپ آسان فرمائیں گے۔

سب سے سخت بات یہ ہے کہ شاعری اطمینان قلب و دماغ چاہتی ہے۔ جب دل متوجہ ہوا تب کہا۔ میں جب اپنی نظم میں دل اور دماغ کو متوجہ نہیں پاتا۔ تب مہینوں کے لئے طاق نسیاں پر رکھ دیتا ہوں۔ اگر کوئی مجھے مجبور کرے تو کچھ نہ کہہ سکوں۔

ایک مشکل اور بھی ہے۔ یعنی جو نظمیں تعلیمی ضرورت سے چھپیں۔ اگر ذرا بھی محاورے سے تجاوز ہوا۔ یا غلطی ہوئی۔ تو فوراً پبلک کا اعتراض رکھا ہے۔ اس لئے کہ وہی نقص تعلیم پر عائد ہوگا۔

بہرحال۔ خدا کرے یہ سب دشواریاں حل ہوں۔ آپ کو عذر کا موقع تھا کہ شاعری دماغ کی شے ہے اور دماغ سکون چاہتا ہے۔ بجائے اس کے کہ اتنی شکایتوں کے اسباب آپ کے دل اور دماغ کو پیش آئے ہیں۔ تو ایک عذر اچھا تھا۔ اب تو آپ کوشش فرما رہے ہیں۔ خدا کرے حضور سرکار عالیہ زاد اقبالہا آپ سے اور آپ کے کام سے خوش ہوں۔ میں ہی جانتا ہوں کہ شاعری کیا کام ہے۔ واللہ جب کسی مصرع پر دماغ اٹک جاتا ہے تو دو دو تین تین دن تک مصرع نہیں ٹھیک آتا۔ مولوی محوی کا خط میرے نام بھی کم آتا ہے۔ میں لکھتا بھی کم ہوں۔ آپ پوسٹ کارڈ سے انھیں تنگ کیجئے۔ جواب دیں گے۔

اور خیریت ہے۔ بھوپال میں کس کو سلام لکھوں۔ کس کو پوچھوں۔ سب مجھے بھول گئے۔ تو مجبور ہو کے میں بھی بھلانے پر آمادہ ہوتا۔ منشی صاحب کی خیریت کا جویا ضرور رہتا ہوں۔

احمد علی۔ شوق۔ قدوائی

(۱)

بنام سید محمد یوسف قیصر

تحصیل نارہ - الٰہ آباد ۱۵/۴/۲۴۶

پیارے جناب - یاد فرمائی کا شکریہ - آپ معاف فرمائیں گے آپ کے عنایت نامہ کا جواب جلد اس لئے نہ دے سکا کہ امتحان کے لئے لکھنؤ گیا ہوا تھا - براہِ مہربانی پہلے یہ بتائیے کہ آپ انگریزی جانتے ہیں ؟ پھر تفصیل کے ساتھ تعمیل ارشاد کروں گا - آپ پہلے شخص ہیں جو "براؤن" سے اس حد تک اظہارِ دلچسپی کر سکے - اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ اس ملک میں ان کی تحقیقات کی گنجائش کہاں تک ہے؟ نمونہ کی ایک آدھ جلد آ جاتی ہے - میں قبل از وقت تاک میں رہتا ہوں مرحوم شبلی بھی اہتمام رکھتے تھے میری طرح استفادتاً نہیں بلکہ وہ اپنی تحقیقات کو "براؤن" سے ٹکرانا چاہتے تھے -

آپ نے بہت اچھا کیا براہِ راست مجھے یاد فرمایا" مولانا رزاق[1] کے بوڑھے ٹمزوں میں یقیناً ہرج کا رہا -

آیندہ تفصیل سے لکھوں گا -

مہدی

(۲)

علی حسن ہاؤس گورکھپور ۱۵/۵/۱۴ء

پیارے جناب - آپ کے عنایت نامہ کا جواب وطن سے لکھ رہا ہوں - پچھلے دنوں مصروفیت زیادہ رہی اس لئے آپ کو جلد نہ لکھ سکا - اب دو مہینے کی رخصت ہے اور آپ ہیں — ذرا تفصیل باتیں ہوں گی -

آپ صرف میرے ڈھب کی چیز نہیں بلکہ خیر سے میرے اچھے خاصے رقیب نکلے - ! آپ لکھتے ہیں "میں اچھی کتابوں پر جان دیتا ہوں - پاکیزہ لیٹریچر ہو لکھائی اچھی ہو - عمدہ جلد بندی ہو بس دیکھ کر بیقرار ہو جاتا ہوں "

یہ نئی آواز ہے جو میرے کانوں میں پڑی - لیکن اس سے آپ کے مذاقِ حسن پرستی کی ایک کافی حد تک غمازی ہوتی ہے -

مجھے آپ سے ابھی بے تکلف ہونا ہے ورنہ کہہ گذرتا کہ یہ خیال صرف اس کا حصہ ہے جس کی نگاہیں اودی اودی رنگوں کے بیچ و خم یعنی عقبی کھینچ تان کے ساتھ قالب پر چڑھی ہوئی محرم کے جائزے کے لئے مدتوں وقف رہی ہوں - آپ کی کیا رائے ہے ؟ اپنی " قدیم عربیت" سے پوچھئے بڑی گنجائش کی چیز ہے !

شرافتِ علم دیکھئے - میں باوصف رقابت - آپ کو "عشقِ ناکام" سے لذت آشنا کرنا نہیں چاہتا - بلکہ آپ کو حصولِ مقاصد میں مدد دوں گا - کیا یہ آئینِ عشق کی خلاف ورزی نہیں ہے ؟

---

[1] مولانا عبدالرزاق مصنف البرامکہ و نظام الملک - ناؔدم سیتاپوری

"براؤن" کی جدید تصنیف بمبئی کے "تھمیکر" سے منگوائیے۔ ۱۲/- قیمت ہے یہاں نہ ہوگی تو ۲ ہفتے میں ۔ ولائت سے آجائے گی اس میں اس کی تصنیف و تالیف کی آپ جامع تفصیل پائیں گے! اس کے بعد "انقلاب ایران" منگانے کی چیز ہے اور پھر ایران کی ادبی تاریخ دو جلدوں میں ۔

آپ فرانس کے "پیرلوٹی" کو جانتے ہیں؟ کومی تصنیف اس کی آپ کے منتخب کتب خانے میں ہے ۔ آپ کی "نازنیان حرم" میں بعض نہایت ہی لیک دار حسن صبیح کا اضافہ ہو سکتا ہے ۔ لیکن میں آپ اور آپ کے گریجویٹ حلقۂ احباب کے مذاق لٹریچر کا پہلے اندازہ کرنا چاہتا ہوں ۔ کافر ادبی مینی مؤلف[۱] نظام الملک کو سلام ۔

آپ کا مہدی

(۳)

علی حسن ہاؤس گورکھپور ۲۰/۶/۱۵ء

مکرمی ۔ "پیرلوٹی" نے عرصہ ہوا ایک نہایت دلچسپ کتاب شایع کی تھی جس نے تمام یورپ میں ہلچل دی خاتونان ٹرکی طرف سے ان کے گھٹے ہوئے جذبات کا مکرر زیر نقاب اظہار تھا ۔ "محبتہ القصہ" یعنی ہیروئن کی حیثیت سے اس میں زینب اور ملک پیش پیش تھیں ۔ یہ لیڈیاں خیالی نہیں بلکہ واقعی تھیں ۔ کتاب کی اشاعت کے بعد دور حمیدیہ کی جاسوسی ان دنوں ان کو ان دونوں کا آبی کفن نہ بنانے پائی تھی کہ یہ دبے پاؤں گھر سے نکل کھڑی ہوئی ۔ دو ہفتہ کے بعد پیرس کا ایک ڈرائنگ روم ان جذبات مجسم کو ۔ آزاد دنیا کے سامنے جلوہ گر کر رہا تھا ۔

دور جدید کے ساتھ یہ "پرمان جو" "وطنیت" میں ڈوبی ہوئی تھیں ٹرکی واپس آئین اور خوب صورت زینب نے اپنے خیالات کی پہلی قسط ایک کتاب کی صورت میں شایع کی جس میں مغربی تمدن پر دلچسپ نوک جھونک تھی ۔

اس کے بعد "ملک" نے ایک کتاب شایع کی جس میں "عہد مظلمہ" کا ایک مرقع دکھایا گیا تھا جس کے دیکھنے کے بعد تسلیم کرنا پڑا کہ "عظمت جنابی" اصل واقعات کو بدل نہیں سکتی ! یہ دونوں کتابیں یورپ میں شائع ہوتے ہی ہر طرح ہاتھوں ہاتھ بکیں ۔ ان کی شایع کرنے والی ایک انگریزی خاتون "مس گرینی ابلی سن" تھی جو "پیرلوٹی" کی طرح ترکوں پر مٹی ہوئی ہے اور اس قوم کو گئی گذری حالت میں بھی اخلاقی حیثیت سے مستجمع صفات کمالیہ انسانی سمجھتی ہے ۔ ۵ برس کے مسلسل قیام ترکی کے بعد اس نے خود ایک کتاب شایع کی جو پچھلے مہینے ہی میرے پاس ولائت سے آئی ہے ۔

یہ تصریحات مختصراً آپ کی ضیافت طبع کے لئے ہیں ۔ زیادہ تر اس لئے کہ تاخیر جواب کا آپ کو خیال ہی نہ گزرنے پائے جس کی معذرت سے بھی مجھے شرم آتی ہے ۔

---

[۱] مولانا عبدالرزاق مصنف البرامکہ و نظام الملک ۔

آپ مجھ سے فیاضانہ توقعات رکھتے ہیں۔ لیکن ملک میں علمی زندگی کسی طرح ممکن نہیں۔ ایک آدھ کتاب اردو کی کبھی نظر آجاتی تو اسے اہلِ قلم کا ایثار سمجھیے ! محرکات میں در اصل کچھ بھی نہیں ہے جسے دیکھئے بہرے سے اطمینان کئے لاتے ہیں۔ فرد تر مشاغل اعلیٰ تر مصروفیت کا موقع نہیں دیتے۔ میں کبھی کچھ لکھ دیتا ہوں تو صرف تفریحاً۔

مجھے ایک طرح کا "دھوبی" سمجھیے جو بلا بار تہدید دفر ائش کوئی حرکت کر نہ رہے۔

ہندوستان میں تصنیف و تالیف کا دور ختم ہو چکا۔ "نقاد"[۱] میں اردو لٹریچر کے عناصر خمسہ کے عنوان سے میں نے ایک مرتبہ اظہار خیال کیا تھا۔ جو بات آپ چاہتے ہیں۔ وہ "خاتم المصنفین" شبلی میں تھی اب یہ جنس گران قیامت تک کے لئے ختم ہو گئی۔

میرا خیال ہے۔ آج کل کے "رایج الوقت" اہلِ قلم شبلی نہیں ہو سکتے ! لیکن ان کو دنیا کے سامنے آنے کے لئے لازماً "عبدالرزاق" ہونا پڑے گا۔ اور یہ آسان نہیں !

میں تو خانہ نشینوں میں ہوں صرف باتیں بنانی آتی ہیں۔ ہاں پڑھتا خوب ہوں۔ کاغذات سے تھوڑی سی فرصت ہوئی تو اپنے جیبعہ پر نظر ہوتی ہے لیکن ملک کا مذاق اس قدر گرا ہوا ہے کہ جو ترکیب آپ چاہتے ہیں ممکن نہیں ! انسانیت کی پہلی شرط یہ ہے کہ بیوی کو خوش و خرم رکھے اور یہ قید آپ سمجھ سکتے ہیں کس قدر مشکل ہے۔

مہدی

"کچی بریانی" (رزاق)[۲] کو آپ آور مہدی[۳] کا سلام۔ مشرقی اور مغربی تمدن کی رعایت سے۔

بنام محمد یوسف قیصر

(۱)

شفیق مکرم، وعلیکم السلام والتحیات

ذوق کے دیوان کی خصوصیت کیا ہے ؟ ہر دیوان انتخاب محترم ! یہ بات ہے کہ بندش میں روانی ایسی ہو جس سے ایک کیفیت سننے والے پر طاری ہو یعنی شعر دلکش ہو اور خوش آئند ! اس کے بعد یہ دیکھنا چاہیئے کہ اغراق سے پاک ہو ! تصنع تکلف نہ ہو۔ جھوٹی خوش آئند نہ ہو ! طرز بیان معمولی نہ ہو۔ کچھ امتیاز رکھتا ہو ! مگر الفاظ اور ترکیبیں مغلق اور پیچدار نہ ہوں۔ شاعر کے مقصود میں اشتباہ نہ واقع ہو۔ یہ معلوم شاعر کا دو پہلو رکھتا ہو۔ نجانے کون سا پہلو اوس نے اختیار کیا اس کے کوئی کچھ معنی سمجھے

---

[۱] ماہنامہ نقاد آگرہ جس میں مہدی الافادی کا مضمون "اردو لٹریچر کے عناصر خمسہ" پہلی بار شایع ہوا تھا۔ یہ مضمون "افادات مہدی" میں شامل ہے۔

[۲] مولانا عبدالرزاق مصنف "البرامکہ" جو اس زمانے میں بھوپال ہی میں تھے۔

[۳] خود مہدی الافادی۔ (ناظم سیتاپوری)

کوئی کچھ ——!

بعض اشعار گو دلکش نہوں لیکن اون کے طرزِ بیان میں ضرب المثل سے مشابہت پائی جائے، در اسی سبب سے نثر میں درج کرنے کے قابل ہوں وہ بھی انتخاب میں لے لینا چاہیئے۔

قصیدوں میں ان شعرائے تشبیب میں سے کچھ اچھے شعر نکلیں گے۔ مدح تو سراسر لوچ ہوا کرتی ہے۔ یہ تعمیم میں نے اکثریت کے خیال سے برکسی کے محافظ سے کی ہے بعض بعض شعر مدح کے بھی انتخاب میں لینا چاہیئے۔ میں پھر اس بات کو لکھتا ہوں کہ شعر دلکش ہو مگر دلکش ہونا کیا شے ہے؟ یہ ایک بڑا راز ہے اس کے حل کرنے کے لئے فہم چاہیئے بلاغت کی کتنی کتابیں تصنیف کی گئیں مگر کچھ زیادہ اون سے بصیرۃ نہ حاصل ہوئی۔ "خلیل ابن احمد" کی یہ بات البتہ میرے دل میں چبھ گئی کہ اول کلام آخر کلام پر دلالت کرے۔ اس کے معنی میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ قافیہ بولتا ہو اور ردیف محاورہ میں ڈوبی ہوئی ہو۔ اس کے ساتھ معنی کی خوبی بھی میری رائے میں ضرور ہے۔ حسن و جمال دلفریب ہو اور اس کے ساتھ دلالت ہو تو کیا لطف۔ ہاں بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ معنی شعر کے معمولی اور مبتذل اور پامال نہو گئے ہوں۔ وہ بات موجود اوروں نے نہ کہی ہو۔ وہ نزاکت ہو جو اور لوگوں کو نہ سوجھی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ معنی کی یہ جدت اگر برجستہ بندش اور طرزِ بیان کی خوبی سے عاری ہے تو وہ بھی قابلِ التفات نہیں ہو سکتی۔ آپ نے مشکل سوال کیا تھا میری سمجھ میں جو آیا وہ لکھ دیا۔ گو نہایت مختصر ہے مگر آپ سے صاحب ذوق و نکتہ رس کے لئے ایک اشارہ کافی ہے۔

موتیا پارک۔ ریاست بھوپال

نیازمند علی حیدر طباطبائی

بنام پروفیسر آغا اشہر لکھنوی

(۱)

تسلیم۔ آپ کا پہلا خط بھی وصول ہوا اور کل رجسٹری بھی۔

گورنمنٹ ہائی اسکول کے پرنسپل سے کی طرف سے کوئی اطلاع ایسی پنجاب یونیورسٹی سے نہیں آئی کہ انگلش والوں کے امتحان کا سنٹر کہاں ہے؟ اور کل کتنے فرم تھے اور وہ کل ہی روانہ ہو جاتا مگر اوس پہ آپ نے ۱۵ تاریخ لکھ دی ہے اس وجہ سے آج روانہ کیا جائے گا۔ بیگم آج شب کو انشاء اللہ روانہ ہوں گی۔ میں انشاء اللہ تعالےٰ ۲۰ ماہ حال کو دہلی سے روانہ ہوں گا کلکتہ — وہاں سے انشاء اللہ تعالےٰ تاریخ مشاعرہ تک لکھنؤ پہنچنے کا قصد ہے۔ محبوب میاں اور بیگم کی جانب سے تسلیم و دعا قبول کیجیے۔ اس وقت تک مصرع دوبارہ دیکھنے کی نوبت نہیں آئی شعر کی فکر تو درکنار؟ لکھنؤ مجھے غیر جگہ نہیں معلوم ہوتی۔

اُمید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

آثم ابو المعظم سراج الدین احمد خاں سائل

۱۵ جنوری ۲۴ء[1]

---

[1] اصل خط میں ۱۵ جنوری ۲۴ء ہی کی تاریخ ہے جو سہو معلوم ہوتی ہے کیونکہ ڈاکخانے کی مہر پر ۲۵ جنوری ۱۹۲۵ء ہے۔ ناظم سیتاپوری

(۲)

۴۸۶

مکرمی اشہر صاحب تسلیم۔ میرا قصد انشاء اللہ تعالیٰ قریب تر لکھنؤ حاضر ہونے کا ہے۔ کیا آپ مجھے جواباً اس سے مطلع کریں گے کہ "چپ تعزیہ"[1] کس تاریخ نکلتا ہے۔ اس "ضریح مقدس" کی زیارت کا مجھے اشتیاق ہے۔ امید ہے کہ آپ بھی اوس تاریخ لکھنؤ تشریف فرما ہوں کیا اچھا ہو کہ بقیہ کشاکش دونوں انجمنوں کے دلوں سے اوس موقع پہ دور ہو جاتے۔ زیادہ سے زیادہ وہاں تین روز قیام کر سکوں گا نواب صاحب بہادر رامپور کا عنایت نامہ میری طلب میں آیا تھا اوس کا جواب میں نے یہ لکھا دیا ہے کہ چپ تعزیہ کی زیارت سے فارغ ہوتا ہوا شرف قدم بوسی حاصل کروں گا چنانچہ لکھنؤ سے واپس ہو کر مجھے ڈیرہ دون جانا ہو گا کہ وہ وہاں تشریف فرما ہوں گے۔ باقی خیریت۔ مجھے گاہ گاہ اختلاج کی شکایت ہو جاتی ہے۔ گھر اور بچوں کو دعا کہہ دیجیے۔

۱۵۔ جولائی سنہ ۲۹ء

آثم ابو المعظم سراج الدین احمد خاں سائل

(۳)

۴۸۶

مخلصی و محبی اشہر صاحب سلامت رہیے! اسلام مسنون کے بعد مدعا ہے۔ ۱۸ ماہ سال کا عنایت نامہ آپ کا مجھے لاہور میں وصول ہوا تھا۔ وہاں میرے جانے کی وجہ یہ تھی کہ میرے برادر کلاں مرحوم کی دختر کے فرزند کی انتڑی کا اوپریشن ہوا تھا دو ہفتہ بعد وہاں سے آیا ہوں۔ واپس آئے مجھے دو روز سے زیادہ نہیں گذرے ہیں مراجعت اس قدر جلد بھی اس وجہ سے ہوئی کہ قدسیہ بیگم کے خاوند کی بدلی سیالکوٹ میں ہوئی ہے وہ ایک روز میں جانے والی ہے وہ چار ماہ سے یہاں مقیم تھی حکیم نابینا صاحب یعنی ڈاکٹر انصاری کے بڑے بھائی کا علاج تھا گو شفائے کلی تو نہیں ہوئی تاہم کچھ افاقہ ضرور ہے۔ میں نے آپ کے خط کا تذکرہ گھر میں کیا تھا۔ وہ بہت محجوب ہیں اور میں انفعال کے ساتھ بہ غیظ اس معاملے میں ہوں کہ کیوں اتنی تاخیر ایک ایسی رقم کے ادا کرنے میں ہوئی جو میری کاروسیاہی کے لئے کافی ہے۔ اونھوں نے یہ عذر کیا کہ چار ماہ سے جو کچھ رقم قدسیہ کے علاج میں اور مہمانوں کی آمد و شد میں ہوئی اور اب اون کی روانگی اور اون کے ساتھ میرے جانے میں جو صرف ہو گا وہ کیا تم سے پوشیدہ ہے؟ میری طرف سے یا اپنی طرف سے دعا صاف کر کہہ دو کہ ستمبر یا اکتوبر میں یونیورسٹی سے جو رقم وصول ہو گی وہ آپ کو براہ راست بھیج دی جائے گی مطمئن رہیں۔ میں اس مرتبہ لکھنؤ گیا تھا آپ کو دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کا تبادلہ جھانسی میں ہو گیا ہے جو کافی دور لکھنؤ سے ہے۔ محبوب میاں نے کالج ایڈمٹ کر لیا ہے۔ محمد میاں اپنی غیر حاضری کی کثرت سے جو بوجہ علالت ہوئی امتحان میں شریک نہیں ہو سکے رہ گئے نیز دو تعلیمی

---

[1] لکھنؤ کا آخری جلوس عزا۔ جو زمانہ شاہی سے "چپ تعزیہ" کے نام سے ہر سال ۸ ربیع الاول کو "کنگر کنوئیں" سے اٹھتا ہے۔ ناظم سیتاپوری

اعتبار سے کمزور بھی تھے اس مرتبہ کچھ زور لگا رہے ہیں۔ اگر اللہ کو منظور ہوا تو امتحان دیں گے۔ (زیادہ) زیادہ والدعا۔

آثم ابوالمعظم سراج الدین احمد خان سائل

۳۱ جولائی ۳۰ء

بنام نادم سیتاپوری

(۱)

۲۲۔ جولائی ۳۷ء — بلگرام ضلع ہردوئی۔ محلہ سید واڑہ۔ یو۔ پی

شاداں نواز تسلیم۔

میں ۱۸ جولائی کو لاہور سے روانہ ہوکر ۱۹ کو لکھنؤ پہونچا اور ۲۰ جولائی (۲۲ جولائی) کو بلگرام آگیا۔ اب ۱۰ ستمبر تک بلگرام میں رہوں گا۔

گو آپ کا نام یاد نہ تھا مگر آپ کا لاہور میں میرے پاس تشریف لانا اور مجھے سرفراز کرنا یاد ہے جب بھی آپ تشریف لائیں آپ کا گھر ہے اور آپ کی تشریف آوری میرے اعزاز کا باعث ہوگی۔ یہاں بارش کم ہے۔ حبس ہوا بھی ہوجاتا ہے دھوپ نکلنے پر سخت گرمی ہوتی ہے۔ اب تک ایک مرتبہ بھی موسلا دھار پانی نہیں برسا۔ دیگر مقامات پر بارش ہوئی ہیں۔ والسلام

سید اولاد حسین شاداں بلگرامی

[علامہ شاداں بلگرامی مرحوم اورنٹیل کالج لاہور میں پروفیسر تھے۔ اپنے عہد کی ذی علم شخصیت! مجھ سے کچھ دور کی قرابت بھی تھی ۳۲ء تا ۳۳ء میں جب میرا قیام لاہور میں تھا علامہ کی خدمت میں برابر حاضر ہوا کرتا تھا۔ یہیں ڈاکٹر اقبال، محمود شیرانی۔ تاجور نجیب آبادی اور پنجاب کی بہت سی عظیم ادبی شخصیتوں کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ نادم سیتاپوری]

بنام آغا شاعر لکھنوی

(۲)

۴ ستمبر ۱۲ رمضان یوم دوشنبہ۔ — ریاست رامپور۔ یو پی۔ محلہ لال قبر

سلمہ اللہ۔ دعا۔ "پیرِ" میں اضافت کو سیر پڑھ کے یائے بطنی پیدا کی تو پیرے ہوکر وزن فَعْلُنْ ہوگیا۔ پوچھ کے پور کو سیر پڑھنے کے معنی میں نہ سمجھ سکا۔ سیر پڑھ کے کیا وزن چاہتے ہیں۔ واؤ اور یا ایک حیثیت نہیں رکھتے جو ایک کا قیاس دوسرے پر کیا جائے پیرِ بروزن فَعُلُ مان کر مصرع کا وزن فعل مفعول فعلن فعولان ہوگا۔ اور دوسرے مصرع استغفر اللہ کا وزن

فعلن فعولان فعلن فعولان ہوگا جبکہ الی نہ نہیں بلکہ الی لاہ پڑھیں - اور الی لہ سے وزن فعلن فعولن فعلن فعولن ہوتا ہے - لہٰذا دونوں مصرع موزون نہیں - پھر دیکھنا یہ ہوگا کہ اجتماع ان دونوں کا مانا ہے یا نہیں - اور یہ فعل فعولن ا با تباع فعولن) فعلن فعولان کوئی فرع مسلّمہ ہے یا نہیں - نہ تو اجتماع ہی جائز ہے اور نہ یہ فرع اب تک مانی گئی ہے -

پوچھو ہو سے جو وزن تم فعلن فعلن فعلن فعولان دو بار نکالنا چاہتے ہو تو بیشک یہ وزن اس شعر کا ہوتا ہے مگر اسی غزل کے دوسرے شعر استغفر اللہ استغفر اللہ، کو اس وزن پر کیسے لاؤ گے - ایک غزل کے دو شعر دو وزنوں سے کیسے ہوں گے -

رباعی میں تو زحاف کو دخل دینے سے ایسے ہزار وزن نکلتے ہیں - اون میں سے صرف چوبیس رکھے باقی ترک کر دیئے - اس لئے کہ باقی میں ترنم - روانی - ولکشی نہ پائی - اچھا یا نہ طور سے زحافات کو دخل دے کر متروک اور غیر مسلم بحر نکالو مگر ایک غزل کے کل اشعار کو تو ایک وزن پر لاؤ - کوئی شعر یا مصرع کسی وزن میں ہو اور کوئی کسی وزن میں اسے تو تم بھی پسند نہ کرو گے اب حال اپنا ہے اوس کے دخواہ کا جو وزن ہے - استغفر اللہ استغفر اللہ کو بھی اوسی وزن فعلن فعلن فعلن فعولان پر اگر تم لا سکتے ہو تو ضرور اس غزل کا یہ وزن مان لیا جائے گا - اگر اس وزن پر کل مصرع اس غزل کے نہ آ سکیں تو ہر طور سے اس کا وزن فعلن فعولان (یا فعولن) فعلن فعولان ماننا ہوگا اور یہ وزن سے کیا پوچھتے ہو الحمد للہ یہ کا ہی ہوتا ہے نہ پوچھو ہو سے - جب پوچھتے ہو کہ وزن سے اور مصاریع کے اوزان بھی موافقت کرتے ہیں - تو اس سے انکار کی کیا وجہ ہو سکتی ہے -

اگر تمہارے نکالے ہوئے وزن پر اس غزل میر کے کل مصاریع اتر جائیں تو تمہارا نکالا ہوا وزن بھی ضرور مانا جائے گا -

کسی ایک بحر کے کسی رکن میں جائز طور پر اگر کسی زحاف کو دخل دیا جائے تو کل مصاریع کے اوسی رکن میں اوس زحاف کا لانا ضروری ہوگا ورنہ یکسانی نہ رہے گی -

اگر متروک بحروں میں کوئی کہے تو کچھ حرج نہیں یا نئی ترکیب الفاظ گڑھے - اس کا ہر شخص کو اختیار ہے - مگر رواج اوس کا جب ہی ہوگا جب بہت سے لوگ اوس کا تتبع کرنے لگیں - ورنہ بغیر رواج قابلِ اعتراض ہی رہے گا -

تسبیغ و اذالہ - حذف و ضرب میں غیر مبلغ و مذال غیر محذوف و مقصور کے ساتھ اس فن کے ماہرین کا مسلمہ ہے تمہاری ایجاد بھی اگر رائج ہو جائے گی تو قابلِ پیروی ہوگی - ان چیزوں میں تقلید سے چارہ نہیں -

مجھے بناء الایمان کی جگہ بناء الاسلام نام یاد پڑتا ہے - جو مصنف جناب سید محمد حسین المعروف بہ جناب عین صاحب مجتہد ہے بڑے آغا مرحوم کا نام سید محمد تھا جو اون کے پردادا کا نام ہے - اور ہلال تخلص تھا - مجتہدی کا اجارہ کربلا میں سے چلے تھے - سن ۱۹۱۰ء میں انتقال ہوا عمر تیس سال کی تھی - روضہ امام حسین کے ایک حجرے میں دفن ہیں -

ایسی باتوں میں میرا دل لگتا ہے - اگر کوئی اور بات اس میں تم نکالو تو اوسے بھی مجھ سے معلوم کر سکتے ہو - اس میں بھی عروض کے متعلق تقریباً وہی باتیں بعبارت دیگر ہیں جو میں لکھ چکا ہوں - زوجہ اور میری طرف سے تم کو، بہو اور بچوں کو دعا -

شاداں

(علامہ اولاد حسین شاداں بلگرامی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور)

(۳)

۱۶ ستمبر ۴۲ء

۲۷ رمضان المبارک یوم شنبہ

سلمہ اللہ تعالیٰ۔ دعا

جوابی کارڈ ۲۱ ستمبر کو پہنچا جو سات کا لکھا ہوا تھا۔ مگر ڈاکخانہ جھانسی کی مہر ۱۱ ستمبر کی ہے۔ شاید ایک نشست میں تحریر ختم ہوئی اور دس کو بے وقت لٹر بکس میں ڈالا گیا اس لئے ڈاکخانہ جھانسی کی مہر گیارہ کی ہے۔

ثلم کی تعریف یہ ہے کہ "جو رکن خماسی کہ شروع بیت میں ہو اور اوس رکن میں وتد مجموع جزو اول ہو اوس وتد مجموع سے پہلا حرف متحرک نکال ڈالنا ثلم کہلاتا ہے پس فعولن سے عُولن بہ وزن فعلن ہوگا۔ یہ زحاف مخصوص فعولن سے بوجہ اپنی تعریف کے ہوگیا۔

خلیل اور محقق طوسی کہتے ہیں کہ یہ عمل مفاعیلن میں کیا جائے تو خرم ہے اور اگر فعولن میں ہو تو ثلم ہے تعریف ثلم میں اندر لائی گئی ہوئی قیود قابلِ غور ہیں۔ میر شمس الدین فقیر دہلوی سے چونکہ بکثرت مسامحات ہوئے ہیں اس لئے اون کی تحریر قابلِ تمسک نہیں۔ جبکہ خلیل اور محقق سے مخالف ہو۔

جب میں خود لکھ چکا ہوں کہ تسبیغ کا تسبیغ کے ساتھ و اذالہ کا اذالہ کے ساتھ اجتماع ہوتا ہے۔ البتہ حذف و قصر وغیرہ کا اجتماع عروض و ضرب میں مسلّمہ ماہرینِ فن ہے۔ اور تسکین و تخنیق کی پیروی ضروری نہیں یعنی ایک مصراع مسکن یا مخنق ہو۔ اور دوسرا نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ یا رباعی کا ہر مصراع چوبیس اوزان میں سے کسی ایک وزن میں ہو اور دوسرا کسی وزن میں تو یہ مسلّمات میں سے ہے۔ اور عروض و ضرب سے مخصوص زحافات کسی مصراع کے حشو میں لا سکتے ہیں مگر جبکہ بحر مسمط چہار گوشہ ہو یعنی ثمن چار برابر کے حصوں پر تقسیم ہو سکتی ہو۔ تو پھر مصراع مبحوث عنہ میں ان کا ذکر اوس وقت کر سکتے ہیں جبکہ اوس مصراع میں ان چیزوں کو دخل دیا جا سکتا ہو۔ اس قسم کے اختلاف سے تو تم کام نہیں لے رہے ہو۔ بلکہ مقید اختلاف سے استدلال مطلق اختلاف اور ان مصاریع یا بیت پر کر رہے ہو جو قیاس مع الفارق ہے۔

حرف بحر مسمط میں اساتذہ نے رکن دوم و ششم حشوی کو بمنزلہ عروض و ضرب مانا ہے۔ اس لئے رکن دوم و ششم میں زحافات مخصوص بعروض و ضرب آتے ہیں۔

یہ مسائل پیچیدہ ہیں۔ بہت غور و فکر کے بعد حقیقت مسئلہ تک پہنچ سکتے ہیں۔ اس بات سے تمہارا اختلاف کہ بیت کے دونوں مصرعے ہموزن ہونا چاہئیں" تعجب خیز ہے اختلاف وزن" مصراع بیت کی خاص صورتیں ہیں جن کو میں نے بلا حصا لکھا ہے۔ مصراع مبحوث عنہ ان کے تحت میں نہیں آتا۔

بہر طور اصل اصول یہی ہے کہ بیت کے دونوں مصرعے ہموزن ہوں۔ جن اختلافات کو جائز قرار دیا ہے اون کا حصہ کر دیا ہے۔ اون کے بعد اختلاف جائز نہیں۔ علاوہ اختلافات مصرحۂ اہل فن بیشک ساری مثنوی ایک وزن میں ہونی چاہیئے۔

یہ بھی میں لکھ چکا ہوں کہ ایجاد کو کوئی مانع نہیں مگر قابلِ تسلیم وہ ایجاد جبھی ہو گی جب لوگ اوسے قبول کریں اور تتبع کرنے لگیں ورنہ مردود اور قابلِ اعتراض رہے گی کیونکہ زبان ایک شخص کی ملک نہیں چاہے نظم ہو یا نثر۔

ہاں کوئی نقصان اصول میں ہو یا اوس سے بہتر کوئی قاعدہ ہاتھ لگے تو ترمیم اور ایجاد کرنا فن پر احسان کرنا ہے لیکن تم تو "پوچھو" کو "داؤد" پر قیاس کرکے جو بالکل متغایر ہیں اوس کی پرپٹھ ٹھونک رہے ہو۔ اچھا پ کو تو انسباعاً اگر پُو بناؤ۔ تو خیر بناؤ مگر لفظ پو کو پوچھو بناکے واو کو متحرک کس قاعدہ سے کیا۔ اور "پو" کا اشباع پوو کیسے ہوا۔ قانون تقطیع میں تو لفظ کے حروف اصلی ہیں اگر دو ساکن برابر برابر ہوں تو پہلے کو ساکن رکھتے ہیں اور دوسرے ساکن کو متحرک کر لیتے ہیں تم پوچھو کے واو اول کے بعد ایک اور واو بڑھاتے ہو اشباعاً اور پھر اوسے متحرک کرتے ہو تو کوئی قاعدہ تقطیع کا نہیں "پو" کا تلفظ تو خود ہی سیر ہے۔ اس کو اشباعاً سیر کرکے کہاں سے جاؤ گے۔ اس طرح تو اس لفظ "پوچھو" نے عجیب صورت اختیار کر لی۔ زیادہ توضیح آگے دیکھو:

عربی میں ہمزہ (یعنی الف متحرک نہیں) کوئی چیز نہیں۔ کبھی واو مضموم کی جگہ اور کبھی یائے مکسور کی جگہ ہمزہ لکھا کرتے ہیں لہذا داؤد گویا داوود ہے۔ اشباع کو اس میں دخل نہیں۔ تم پوچھو کو داؤد کا مثل قرار دے رہے ہو حالانکہ ایسا نہیں۔ یہ صورت تقطیع میں تم کسی جگہ کبھی نپاؤ گے۔ داؤد کا ہمزہ بدل واو ہے اور اشباع حرکت میں ہوتا ہے نہ حرف میں تو پھر داؤد میں اشباع کیسے ہو۔

تسبیغ کے لئے آخری رکن کا سبب تخفیف اور اذالہ کے لئے آخری رکن کا وتد مجموع ہونا لازم ہے اور عروض و ضرب سے یہ دونوں زحاف مخصوص ہیں۔ لہذا مقید و مشروط کیوں نہوں یہی حالت حذف و قصر وغیرہ کی بھی ہے اگر عروض و ضرب کو محذوف یا مقصور لائیں تو یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی مصراع اس کے ساتھ سالم سے آئیں۔ مثلاً فعولن فعولن فعولن فعل یا فعول میں ایک مصراع ہو اور دوسرا فعولن فعولن فعولن فعولن کے وزن کا اوس کے ساتھ لائیں یہ نہیں ہو سکتا۔ ورنہ بیں اتحاد مصرعین لازم ہے علاوہ اختلاف مسرّعہ کے۔

ہاں تسکین اور تخنیق ہی ایسے زحافات ہیں کہ ان کے لئے نہ کوئی محل معین ہے اور نہ ان کی مطابقت لازم ہے۔ یعنی متحرک متوالی کسی جگہ کسی طرح ہو جائیں تو ان زحافات کو لا سکتے ہیں۔ لانا ضروری نہیں۔ اور دوسرے مصراع میں ان کی مطابقت بھی لازم نہیں۔

بحر متقارب کو ہر نظم کے لئے اختیار کر لینا نہ بے اعتدالی ہے اور نہ بدعت۔ ایرانیوں کے تتبع میں اب ہندی بھی اس بحر میں اسے شانزدہ رکنی کرکے زیادہ تر استعمال کر رہے ہیں۔

محقق کے نزدیک ہر وہ بحر جو ہشتمن سے بڑھ جائے معیوب ہے کیونکہ دائرے سے خارج ہو جاتی ہے مگر یہ ان کے خلاف ہے اکثروں سے سنبھلتی بھی نہیں۔ اور دھوکے کھاتے ہیں۔ تم بھی اگر ایرانیوں کے اشعار سے اپنی مجوزہ تقطیع کی مثال اور سند پیش کر دوگے تو پھر کس کی مجال ہے کہ اوس سے انحراف کر سکے کیونکہ اردو شاعری تتبع فارسی شاعری کی ہے۔

پہلے مستزاد کہنے کا یہ طریقہ تھا کہ کسی بحر میں اشعار کہتے تھے اور ہر مصراع کے بعد اوس بحر کے اول اور آخر رکن کے ہموزن ایک ٹکڑا بڑھا دیتے تھے۔ اب ایرانی اصل بحر اور مستزاد ٹکڑے کے درمیان ایک ٹکڑا اور بڑھا دیتے ہیں۔ لہذا اون اقسام نظم کی جگہ گیارہ ہو گئے اور اس میں کیا ہرج ہے۔

یہ میں اوپر لکھ چکا کہ ایک مصراع بیت وزن میں کس طرح دوسرے مصراع بیت سے مختلف ہوتا ہے اون کے علاوہ اور اختلاف مسلم نہیں۔ گو کل اختلافات میں نے بیان نہیں کیے مگر اہلِ فن نے بتایا ہے کہ فلاں زحاف کا فلاں زحاف کے ساتھ اجتماع جائز ہے۔

بعد عمل زحاف کسی رکن کا خفیف یا ثقیل ہو جانا یہ اور بات ہے[1]۔ یہاں تو بحث اس میں ہے کہ شاید تم اثلم کے کے ساتھ اثرم یعنی فعلُ کو ملاتے ہو۔ اگر تم نے ایسا ہی کیا ہے تو یہ دیکھنا ہے کہ اثلم کے ساتھ اثرم کا اجتماع جائز بھی ہے یا نہیں۔ چونکہ پہلے ہی خط پر تم نے جواب مانگا تھا اور میں نے اوسی خط پر جواب لکھ کے بھیج دیا تھا۔ لہذا خطوط میں وہ خط نہ ملا۔ اس لیے اعتماد نہیں کر سکتا کہ "تمھارے زحاف" سے تمھاری مراد اثرم ہی ہے یا کچھ اور۔ اس کارڈ میں بھی نسیم زشتی کے اس مصرع

حرفِ بد و خوب ہر حبا شنیدم

کی بھی تقطیع تم نے فعلُ فعولن فعولن فعولان کی ہے جس پر آیندہ کچھ لکھوں گا۔ اشباع اور تسبیغ درمیانی سے تم نے کام نہ لیا۔ لہذا تمھاری تقطیع غیر حقیقی ہو گئی۔

تقطیع دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک حقیقی یعنی الفاظ کو ارکان کے ساتھ اس طرح برابر کیا جائے کہ اون ارکان سے کوئی بحر بنتی ہو جو مسلم اور رائج بھی ہو۔ دوسری غیر حقیقی یعنی ایسے ارکان سے الفاظ بیت برابر ہو جائیں جن سے کوئی بحر مرکب یا مفرد مسلم ہو اور نہ رائج۔ مثلاً ؏

کردن حمد پروردگارِ قدیم

تقطیع حقیقی اس کی فعولن فعولن فعولن فعول ہے۔ اور غیر حقیقی کردحم فعولن فعلن۔ د پروردِ مفاعیلُ۔ گارے قدیم مستفعلان۔ ارکان تو بیٹھ گئے۔ مگر ان ارکان کی کوئی بحر نہیں ہے۔ تم بہار اور نسیم کے اشعار میں ایسی ہی تقطیع سے کام لے رہے ہو۔

غزل کے ہر شعر کا مفہوم جداگانہ ہوتا ہے (بیشک ہوتا ہے) مگر اس سے وزن کیوں مختلف ہو جاتے اور غزل پر کیا منحصر ہے ہر صنف نظم کے ابیات کے مضامین مختلف ہوتے ہیں۔ قصیدہ کے اشعار کو اس لیے متحد المضامین کہتے ہیں کہ مثلاً دس شعر ہیں اور دسوں میں ممدوح کی تعریف ہے۔ نہ اس لحاظ سے کہ دسوں میں بات بھی ایک ہے۔ تمھارا یہ استدلال اس بحث سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے۔ اور نہ حدِ استدلال میں ہے

بہار اور نسیم کے اشعار بھی اوسی وزن میں ہیں جو وزن مافی البحث ہے صرف ان مصرعوں کی تقطیع کروں گا

---

[1] بلکہ اہلِ فن کے نزدیک کوئی رکن چاہے سالم ہو چاہے مزاحف مگر رائج ہو تو کوئی ثقیل نہیں۔

جو مشتبہ ہو سکتے ہیں:

آسودہ شدہ ملک اَلْمُلْکُ لِلّٰہ
کونین شہی کوفت بر رغم بدخواہ

آ سو فعلن، شد ملک فعولان۔ ال مُل فعلن کِ لل لا ہ فعولان۔ کو نے فعلن۔ شہی کوف فعولان۔ بر رغ فعلن۔ م بدخاہ فعولان کوفت کی (ت) تیسرا ساکن ہونے کی وجہ سے ساقط ہے۔

شد صبح طالع۔ طے شد شبانگاہ
چندے ز بیداد۔ فرسودہ گشتیم
چون کہ خدا دید جو بہ شان را

شد صب فعلن۔ ح طالع فعولن۔ طے شد فعلن شبانگاہ فعولان۔ چندے فعلن ز بیدا د فعولان۔ فرسو فعلن۔ دگشتیم فعولان۔ چو کے فعلن۔ خدا دید فعولان۔ جو رسے فعلن۔ شہانہ ا فعولن

یہ مصراع غلط چھپ گیا ہے اس طرح ہونا چاہیئے تھا

چونکہ خدا دید جو بہ شہسان را

اس غلط مصراع کی بھی اگر تم نے کسی طرح تقطیع کی ہے تو ہو سکتا ہے کہ اون میں سے ایک حقیقی اور باقی غیر حقیقی ہوں ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ سب غیر حقیقی ہوں۔

اگر کہ خدا۔ اور شان ہی پڑھیں تو "شان" کا مرجع کون ہوگا۔ اور کہ خدا بیچارہ نثار خان کو کیا اوٹھا کر اصلاح کے لئے کھڑا کر سکتا ہے۔ یہ خدا ہی کا فعل ہے اس تصحیح کو نہ ماننا اپنی بات کی پچ ہوگی۔

اسی طرح مصاریع جن کے دوسرے رکنوں میں دو حرف ساکن آتے ہیں اون کا وزن فعولان ہے۔ اور جس میں ساکن آتے ہیں تیسرا ساکن ساقط ہے اور اوس کے بعد وزن فعولان ہے۔

از خون دشمن ز مغز بدخواہ

اس میں تسبیغ تو عروض ہی میں ہے پھر اسے تم نے: مُذَال لائن کیوں کیا تسبیغ حشوی کا البتہ تم کو علم نہیں۔ عروض و ضرب کی تسبیغ کو مان گئے ہو تو تم خود تسبیغ حشوی پر اعتراض کر رہے ہو۔

نسیم رشتی

ہر چند بسیار ز تہمت کشیدیم
حرفِ بد و خوب ہر جا شنیدیم

و بسیار بروزن فعولان ہے۔ اور تسبیغ ہے۔ حرفے میں یائے لطفی ہے اور بد و خوب میں تسبیغ۔ لہذا وزن وہی فعلن فعولان۔ فعلن فعولان ہوگا۔ اور حرف بد و خو فعلُ فعولن اب ہر جا۔ فعولن شنیدیم فعولان تقطیع غیر حقیقی ہے۔ حرف کی (ف) کے

کسرہ سے یائے بطنی پیدا کرنے کو تم خواہ مخواہ کہتے ہو۔ حالانکہ وزن
کی یکسانی اس سے ہوتی ہے۔ اور تم اشباع فکر کے بگاڑنے کو خواہ
مخواہ نہیں کہتے۔ اور تسبیغ درمیانی کو بحر ل کے تیسرے رکن کا وزن
بعد اشباع (ف) در لفظ "حرف" بھی فعولن کہتے ہو۔ حالانکہ اشباع
اور تسبیغ کے بعد تقطیع یوں ہوتی ہے۔ حرفِ فعلن۔ بدو خوب فعولان۔
ہر جا فعلن شنیدیم فعولان تیسرا رکن فعولن کہاں رہا۔

فضل اللہ نوری

آں خواب را شیخ۔ تعبیر کردہ ——— ۱۱ خا فعلن۔ ب را شیخ فعولان۔ تعبی فعلن۔ ر کردہ فعولن
چونکہ تم تسبیغ درمیانی سے واقف نہیں۔ اور ابیات کے مصاریع کا ہموزن ہونا (علاوہ ان مواقع کے جن کو عروضیوں نے
بتا دیا ہے) ابھی تم نے مانا نہیں۔ اس لئے تقطیع غیر حقیقی کی طرف تمہارا ذہن منتقل ہو جاتا ہے۔
بازنگیے زنگ۔ با رومیے روم ——— زنگیے میں ایک ی نسبت کی اور دوسری وحدت یا تنکیر کی ہے
اور اس میں کیا حرج ہے۔ جبکہ وزن دونوں مصرعوں کا یکساں ہو جاتا ہے۔ یہی صورت رومیے کی ہے۔
پوچھو ہو کا اوپر لکھ چکا ہوں۔ یہ صورت اشباع ابھی تک مسلم نہیں۔ آئندہ رائج ہو جائے تو روک کون سکتا ہے۔
یوں میں اشباع کیسے پیدا ہونا۔ پھر اس تصرف والے ساکن دوم کو بقاعدہ تقطیع متحرک کرنا بالکل نئی بات ہے
اور یوں میں اشباع کو میں نہیں سمجھ سکتا۔ یو تو خود بصورت اشباع ہے۔ ہاں یُو مشبع ہو کے البتہ یوں ہو سکتا ہے۔
کا یو فعلن۔ چنے ہو فعولن تو ہے۔ خواہ مخواہ "پوچھو ہوں کے اور ایسے کسیٹ کھساٹ کے بقاعدہ بر وزن
فعولن لانے کی کیا ضرورت۔ جہاں میر کے زمانہ میں پوچھو ہو بولتے تھے تو پوچھتے ہو بھی بولتے تھے۔
اشباع کی تعریف یہ ہے کہ کسی حرکت کو اتنا پھیر پڑھنا کہ اس سے ایک حرف اس حرکت کے مناسب پیدا ہو جائے
شاید تمہارے نزدیک بھی یہی تعریف ہو۔ مگر تم بجائے حرکت حرف کو پھیر پڑھ کے اس کا مماثل حرف پیدا کرتے ہو اور پھر
اوسے متحرک بھی کرتے ہو۔ یہ بالکل نئی بات ہے۔ (اب بھی اگر اپنے عمل کو جو تم "پوچھو" کے ساتھ کر رہے ہو اس کے
نقصان کو نہ سمجھو تو میرے پاس اس مفہوم کے سمجھانے کے لئے آئندہ الفاظ نہیں۔ اور اپنی تحریر پر مجھے افسوس بھی ہوگا) حالانکہ
جو حرف اشباع حرکت سے پیدا کیا جاتا ہے وہ ساکن ہوتا ہے۔
کوئی شعر (بیت) ہو اس کے دونوں مصرعوں کا وزن یکساں ہونا چاہیئے (علاوہ ان مواقع کے جن کا ذکر اہلِ فن
نے اپنے مصنفات میں کیا ہے[1]) اور تسبیغ و اذالہ وغیرہ کا حشو میں ہونے کو جب تک تم نہ سمجھو گے اس وقت تک ایسے

---

[1] یکسانی و مطابقت وزن مصرعین تو لازم ہے اور اختلاف معینہ کی صرف اجازت ہے۔

دھوکوں میں مبتلا رہو گے۔

جناب قدر بلگرامی جو میرے نانہالی دور کے عزیز ہیں وہ بھی تسبیغ و اذالہ درمیانی اور رکن سباعی میں اذالہ و تسبیغ وغیرہ کے لانے سے جس پر عمل اساتذہ جاری ہے بہت چڑتے ہیں۔ اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے اس کی تاویلیں کیا کرتے ہیں۔ مگر بعض جگہ مجبور ہو کے جب کوئی تاویل بنائے نہیں بنتی تو قبول بھی کر لیتے ہیں۔

رکن سباعی میں اذالہ و تسبیغ وغیرہ کو قدر و محقق دونوں معیوب سمجھتے ہیں مگر قدر نون غنہ کے ساتھ مناسب سمجھتے ہیں بوجہ خفت۔ حالانکہ محقق دائرہ سے متجاوز ہو جانے کی وجہ سے معیوب ہی مانتے ہیں۔ کیونکہ ارکان میں سباعی سے زیادہ کوئی رکن نہیں لہذا کوئی مثمن سالم کا مصراع اٹھائیس حروف سے زیادہ نہ ہوگا۔ لیکن اساتذہ نے [illegible] اس کثرت سے استعمال کیا ہے کہ محتاج سند نہیں ؎

تلاش وصل این سیمبران آنچہ کردایم کرد | شدہ مفلس ز فکر کیمیا آہستہ آہستہ

کرد کی جگہ اگر ساخت بھی پڑھیں تب بھی تقطیع میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا اگرچہ دیکھنے میں تین ساکن آ گئے۔ گو تقطیع میں ات [illegible] رہے گی۔ اور یہ تسبیغ بلا نون غنہ ہے۔

بیا اے مرغ دل کز شوق نوائے مرغزار[1] افتاد | ز افغان دل بہ جلوہ صدا در مرغزار[2] افتاد

دونوں مصرعوں میں تسبیغ بلا نون غنہ ہے (نوائے میں دو یا آتی ہیں) وقت تقطیع دیکھو۔ ایک فاعلاتن جو رکن سباعی ہے اس مثمن سالم میں تسبیغ دیکھو ؎

تا بچے کریم باری بخواہد نو بہاراں | از سر اندوہ و حسرت در فراق گلعذاراں

یہ بھی دائرہ سے متجاوز ہو گئی اگرچہ تسبیغ بہ نون غنہ ہے۔ تسبیغ بلا نون غنہ مخالف مسلمہ قدر دیکھو

گر کشی رسوائے عالم عاشقان پروانہ وار زند | ور جدا سازی سر از تن بیدلاں دم بہ نیاز ند

بحر رمل ہے میں رکن سالم اور عروض مضرب مسبغ بلا نون غنہ۔ اردو میں تو رمل مثمن سالم ہی مستعمل نہیں چہ جائیکہ مسبغ۔ چونکہ یہ مسئلہ زیر بحث نہیں اس لئے اسے یہیں پر ختم کرتا ہوں۔

اذالہ و تسبیغ وغیرہ درمیانی (یعنی حشوی) سے استدلال کرتا ہے اس لئے اب اوسے چھیڑتا ہوں کہ کیونکر جائز ہے۔ اور عمل اساتذہ اس پر کیوں جاری ہے۔

جناب قدر تسبیغ وغیرہ درمیانی سے منکر ہو کر تاویلیں کیا کرتے ہیں ان تاویلوں کو لکھ کر طول نہ دوں گا۔ صرف اوس کے جواز اور مطرود ہونے سے بحث ہو گی۔

قافیہ اوس حرف یا حروف کو کہتے ہیں جو اواخر مصاریع یا آخر مصراع بیت میں یا منزلہ آخر مصراع بیت (تاکہ ردیف بھی شامل ہو جائے) میں مکرر لاتے ہیں مگر لفظاً یا معنیاً مختلف ہونا ضروری ہے۔ منزلہ آخر کی قید عربی میں نہیں کیونکہ اون کے یہاں ردیف نہیں ہوتی ہے۔ ردیف ایجاد ایرانیوں کی ہے۔

---

[1] مرغ زارا ۔ [2] سبزہ زار ۱۲ ستدا (ی) بدل کرہ اضافت اور دوسری یائے بطنی یعنی اشباع

اگر نظر دقت سے دیکھا جائے تو صرف مطابقت حرف روی اور حرکت توجیہ کا نام قافیہ ہے اور بس۔ کیونکہ چار حرف قبل روی والے اور چار بعد والے ضروری نہیں قافیہ ان سے خالی بھی ہوتا ہے مگر روی اور توجیہ سے خالی نہیں ہو سکتا ہے

قواعد زبان جیسے قافیہ سراپا نظر اور استعمال کو دیکھ کے بنائے گئے ہیں۔ جب کسی قاعدہ سے نہیں گھڑتے تو مستثنی اور شاذ کہنا پڑتا ہے۔ چنانچہ حرکت توجیہ کی مطابقت لازم ہے مگر جب حرف روی متحرک ہو جائے تو حرکت توجیہ کی مطابقت بھی لازمی نہیں رہتی۔ جیسے سعدی کا شعر لازم است ——— اور ہیزم است ؛ یا قوافی عنصری۔ لشکری۔ خون گری جائز ہیں۔ یہ مستثنیات میں ہیں۔ ان کو صحیح بوجہ استعمال مان کر قاعدہ بنا لیا کہ روی متحرک کے ساتھ اختلاف توجیہ جائز ہے

جب بحر مثمن مسمط چہار گوشہ ہوتی ہے تو اساتذہ اوسے چار برابر حصوں پہ تقسیم کر کے رکن اول و سوم و پنجم و ہفتم کو صدر و ابتدا۔ اور ارکان دوم و چہارم و ششم و ہشتم کو عروض و ضرب قرار دے کر زحافات مخصوص صدر و ابتدا ارکان اول و سوم و پنجم و ہفتم میں لاتے ہیں۔ اور زحافات مخصوص عروض و ضرب ارکان دوم و چہارم و ششم و ہشتم کو بمنزلہ عروض و ضرب قرار دے کر لاتے ہیں اس میں حشو میں ہوئی۔ فخر الزمان بدر چاچی ؎

آں شاہد تب لرزہ داد سر طانش چوں ساز و نزار
آتش شود بر خاک و خار از نف حمیٰ ریختہ

اس شعر کا وزن مستفعلن مستفعلان مستفعلن مستفعلان ہے۔ دوسرے مصراع کا چوتھا رکن مذال نہیں باقی مثل اول۔

دیکھو ازالہ درمیانی بھی ہے۔ اور عروض میں ازالہ بغیر نون غنہ بھی ہے۔ اور تین قافیے لرزہ دار۔ نزار۔ خار غیر از قافیہ اصلی نبیدہ بھی ہیں۔ اصلی قوافی قصیدہ کے حمیٰ۔ سودا۔ جا وغیرہ ہیں۔

قافیہ بھی تو اواخر مصاریع کے ساتھ مخصوص ہے اور اوسے درمیان مصراع میں لاتے ہیں۔ تو پھر عروض و ضرب کے احکام ان پہ کیوں جاری نہ کیے جائیں۔

ناسخ ؎ — قوافی درمیانی
یہ ساعدوں کا ہے اوس کے عالم کہ جس نے دیکھا ہوا وہ بیدم
نیام تیغ قضا ہے برم۔ لقب ہے قاتل کی آستیں کا !

پہلے مصراع کے رکن دوم اور چہارم میں اور شعر کے لحاظ سے مصراع دوم کے رکن دوم میں یا بیت کے لحاظ سے رکن ششم میں قوافی موجود ہیں حالانکہ قافیہ کی جگہ آخر مصراع ہے۔

بعض جگہ جناب قدر تسبیغ و ازالہ درمیانی کو کن تاویلوں سے رفع کرتے ہیں اون کے لکھنے کی اس محل پہ ضرورت نہیں۔ کیونکہ زائد از بحث ہیں۔

تم نے جو مثالیں مخمس اور مسدس سے اختلاف اوزان مصاریع کی اپنے نزدیک پیش کیں۔ ایک بھی خلاف قاعدہ نہیں اور یہ تمہارے مطلب کے مفید ہیں۔ اگر اختلاف اوزان ان مثالوں سے ثابت ہو جاتا تو میں خواہ مخواہ تم پہ کیوں دباؤ ڈالتا کہ بایں ہمہ استاد شعر کے دونوں مصرعوں یا پوری نظم کو متحد الاوزان اب بھی ہونا چاہیئے۔ میں ایسا ہٹ دھرم نہیں۔ بلکہ میں اپنے مسلمہ اصول

سے ہٹ کر اپنی غلط فہمی کی اصلاح کر لیتا کہ بےشک ایک بیت یا ایک نظم کے مصاریع مختلف الاوزان ہوتے ہیں۔ لیکن میں نے استدلال کے ساتھ بتا دیا کہ اس مسدس اور مخمس کے بھی مصاریع متحد الاوزان ہیں۔

تقطیع کے قواعد منضبط اور مکمل ہیں۔ تمھارا قاعدہ "پوچھو" والا کسی نے نہیں لکھا۔ جب "پوچھتے" ہو تقطیع قواعد معینہ کے موافق ہوتی ہے اور "پوچھو" سے نہیں تو ضرور "پوچھو ہو" قابل اعتراض ہے۔ اور "پوچھو ہو" کی بےقاعدگی میں پورے طور سے اوپر ثابت کر چکا ہوں۔

میری اس تحریر کے سب الفاظ کو بہت غور اور فکر سے پڑھنا چاہیے کہ یہ لفظ کس غرض سے صرف کیا گیا۔ تب امید ہو سکتی ہے کہ حقیقت مسئلہ واضح ہو جائے سرسری نظر سے کام نہ چلے گا۔ دو ایک جگہ بعض الفاظ کی تشریح میں نے خود بریکٹ کے اندر والی عبارت میں کر دی ہے۔

مسٹر ہیرٹ کی نسبت میں نے نہیں سنا۔ البتہ سید مسعود الحسن صاحب ڈپٹی کمشنر (کلکٹر) ہردوئی کی نسبت سننے میں آتا ہے کہ وہ مسٹر ساوے صاحب ریونیو منسٹر موجود کی جگہ آ رہے ہیں (اکتوبر میں)

خان بہادر جناب ہاشمی صاحب یہاں تشریف فرما ہیں۔

تمھارا گھر ہے جب جی چاہے آؤ۔

متین میاں یہاں ہیں — اور ہادی علی واثق لاہور میں ملازم ہیں۔ چھٹیوں میں بھی کمتر آتے ہیں۔ اور اپنے بھائی کی امداد کرتے ہیں کیونکہ متین میاں مدت سے برسرکار نہیں۔

جناب قدر نے کا۔ کی۔ کے کی طرح۔ نا۔ نی۔ نے کو بھی حروف اضافت بتایا ہے میں نے بہت فکر کی مگر میں کوئی مثال نہ پیدا کر سکا۔ اگر تمھیں معلوم ہو یا کسی واقف سے معلوم ہو سکے تو مجھے بتاؤ۔ میں نے ہا۔ا۔ ادر۔ ارا۔ ہاری۔ ادر۔ اری کو البتہ حروف اضافت پایا ہے جیسے تمھارا۔ تمھاری۔ ہمارا۔ ہماری۔ ادر ما ادر ری جیسے تیرا اور تیری۔

مجھے ضرورت محسوس نہ ہوئی کہ انٹرمیڈیٹ کورس جستجو کر کے منگاتا اور تمھارے لکھے ہوئے اشعار کی مطابقت کرتا۔ تم نے خود ضرور صحیح نقل کیے ہوں گے۔ مگر غلطی کتابت کی طرف تم کیوں غور کرتے کیونکہ تم کو تو وزن سے کام لینا تھا۔ اور تمھارے موافق غلطی طباعت ہی ہو سکتی ہے نہ صحت۔

چوں کہ خدا دید (غلط) چونکہ خدا دید (صحیح) اشباع حرکت کاف بیان محتاج سند نہیں

بازنگی زنگ۔ باروی روم (غلط) بازنگیے زنگ بارومیے (صحیح) ہے

بہو اور بچوں کو ہم دونوں کی دعا کہو۔ والدعا

سید اولاد حسین شاداں

زنگیے اور رومیے میں سے کسی میں کوئی (ی) الطنی (اشباعی) نہیں ہے بلکہ پہلی (ی) نسبتی اور دوسری (ی) وحدت یا تنکیر کی ہے۔

وقت تقطیع ساکن اور متحرک کرنے کے قواعد منضبط ہیں اس لئے تو پوچھا کہ بہاں حرکت حرف میں اشباع کرنا اور پھر اشباع سے پیدا کئے ہوئے ساکن کو متحرک کرنا کس قاعدہ کی بنا پر ہے۔ مثلاً حرکت دستون کا ایک یہی قاعدہ ہے کہ جب ایک لفظ میں تین ساکن جمع ہو جائیں تو تیسرے ساکن کو ساقط اور دوسرے کو متحرک کر لیتے ہیں اور اول کو بحال رکھتے ہیں۔

مسبغ اور مذال ہرگز ایک بیت میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اگر پہلا مصرع مسبغ ہے تو دوسرا بھی مسبغ ہوگا۔ اور اگر ایک مذال ہے تو دوسرا بھی مذال ہوگا۔ تسبیغ و مذال جمع کیسے ہوں۔ تسبیغ سببیہ کا زحاف ہے اور اذالہ وتد کا حذف و نیز اپنا ایک بیت میں جمع ہو سکتے ہیں۔ اذالہ فاعلن، مستفعلن وغیرہ میں ہوتا ہے اور تسبیغ مفاعیلن اور فعولن وغیرہ میں۔

لفظ مشبع اور غیر مشبع کے تلفظ میں فرق ہوتا ہے۔ جو مشبع کے آگے (ر) اور غیر مشبع کے آگے (ر) کا اضافہ کیا۔ دونوں کا تلفظ الگ الگ کیسے کریں پڑھی پورست اور وہ بھی پورا۔ اس سے معلوم ہوا کہ پور مشبع ہوا یا نہیں۔ پر یہ کا مشبع پور ہوتا ہے۔ اس لئے مشبع نہ ہوا کہ حرکت کو سیر پڑھنے سے اشباع ہوتا ہے اور یہاں حرف سے اشباع بنایا جاتا ہے تو کیسے بنے۔ پر دو میں پہلا واو حرف تو تھا مگر حرف علت تھا اس لئے لفظاً ایک ساکن اور تیعلنے سے مجمل ہو جاتا ہے۔ تم طرح سے سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ پود مشبع ہو ہی نہیں سکتا۔

(علامہ نثار احمد بلند شہری)

پروفیسر اورینٹل کالج، لاہور

بنام محمد یوسف قریشی

جوناگڑھ   ۲۸ اگست [illegible]

مدیق الفاضل۔ تحیۂ مسنون

عرصہ سے آپ کی خیر و عافیت نہیں معلوم ہوئی۔ امید کہ مزاج عالی بخیر ہوگا۔

ملک طلیب احمد خان صاحب جو آپ کی گورنمنٹ کے پنشن یافتہ ہیں ہمارے ہاں بعہدہ جنرل سکریٹری وزیر تعلیمات مقرر ہوئے ہیں۔ ان کی ملاقات کے سلسلے میں آپ یاد آ گئے۔ مجھ بھوپال[1] کے ساتھ یا ان کے ساتھ آپ کی بازگوری ایک لازمی بات تھی۔ اس عرصہ میں آپ کی یاد میرے حافظہ سے کبھی محو نہیں ہوئی۔ تاہم کچھ مدت سے ٹوٹے ہوئے رشتہ مودت کو جوڑنے کے خیال سے پھر مراسلت کا آغاز کر رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ وقتاً فوقتاً اس سلسلہ کو جاری رکھ کر نصف ملاقات

---

[1] سابق ریاست بھوپال

سے بہرہ اندوز فرماتے رہیں گے۔
ممکن ہو تو اپنے مشاغل علمی سے مطلع فرمائیے گا۔
مہدی صاحب سے ملاقات ہو تو میرا اسلام نیاز ان کی خدمت میں پہنچا دیجیے۔

نیاز کیش
اختر

بنام آغا اشہر لکھنوی

(۱)

جمعہ ۵ دسمبر (ء)

حبیب مکرم زاد لطفہٗ

تسلیم۔ مدت ہوئی آپ نے میری خبر نہ لی۔ آپ کا مضمون دہلی اور اردو کا مستقبل کل ہی دیکھا۔ معلوم ہوا کہ آپ نظم کی طرح نثر کے بھی حبیب حاذق ہیں۔ خوب لکھا اور بہت خوب لکھا۔ اب شعبان کے جلسے میں کیوں نہ تشریف لائے مزاج کیسا تھا اور کیا تھا۔ آفتاب محشر میرے قصائد کا مجموعہ انشاء اللہ۔ ار شوال تک بالکل چھپ کر تیار ہو جائے گا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ کے ذریعے سے بھی شعبان فرخ آباد کچھ کاپیاں خرید کر لیں جس کی قیمت صرف ۲ ہو گی کاغذ لکھائی چھپائی سب اعلیٰ درجے کی۔ آپ سے اس کا بھی خواہاں ہوں کہ جب میں آپ کو روانہ کروں آپ صرف کسی اخبار میں ریویو کر دیں فقط۔

نیاز مند محشرؔ عفی عنہ

(۲)

۱۰ر اپریل ۱۹ ء

مکرمی بندہ۔ تسلیم! آپ کو معلوم ہو کہ دیوان پریس میں گیا، تقریباً ڈیڑھ سو کاپی بھی لکھی جا چکی۔ یاد ہے ؟ آپ نے "دیباچہ" کا کام اپنے ذمہ لیا ہے، جس میں میری لائف بھی ہو گی۔ کیا آپ کا امتحان ۱۹ر اپریل سے ہو گا۔ غالباً امتحان بعد آپ اس کام کو ضرور شروع کریں۔ فقط۔

نیاز مند محشرؔ عفی عنہ

(۳)

۱۲ر اپریل (۱۹ ء)

حبیبی زاد لطفہٗ،

تسلیم۔ "صاحب دیوان ہونا مبارک" ! آپ کے اس محبتانہ جملے (سے ہی) دفعتہً جو دل پر اثر ہوا ہے اس کو خدا جانتا ہے —— یہ جملہ نہ تھا بلکہ صفائے باطنی کی اصلی تصویر تھا۔ خدا آپ کو بھی میری زندگی ہی میں یہی دن نصیب کرے۔ آمین —— دہلی سے امتحان دے کر جب لکھنؤ واپس آئیے گا تو جس طرح اور جس کوشش سے ممکن ہو سکے مجھ

سے مزید بچے گا ورنہ دیوان کے متعلق اکثر ضروری امور رہ جائیں گے۔ نیاز مند۔

محشر عفی عنہ

نوٹ: محشر کا دیوان "خورشید محشر" ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کا دیباچہ پروفیسر آغا اشہر لکھنوی نے لکھا ہے۔ یہ خط اس کی اشاعت کے بعد کا ہے۔ ادم سیتاپوری

بنام محوی لکھنوی

(۱)

۷۸۶

حامداً و مصلیاً و مسلماً

نوازندۂ احقر! سرِ تسلیم خم!!

نوازش نامہ صادر ہو کر باعثِ توضیحِ حالات ہوا۔ سبحان اللہ۔ کیا عجیب اتفاقِ جذبات ہے کہ آپ مجھے ایک ایسے فعلِ سعید کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمائش کرتے ہیں۔ جس پر کاربند رہنا میرا اصولی منتہائے نظر ہے۔ اور میں ہمیشہ اپنے احبابِ کرام سے یہی استدعا کیا کرتا ہوں۔ کہ وہ میرے لئے دعا کیا کریں۔ میں ان کے لئے دعا کیا کروں گا۔ فلہٰذا میری پُر محبت و اخلاص دعائیں قبول فرمایئے۔ اور اپنی خصوصی اوقات کی دعاؤں میں مجھے یاد فرمایا کریں۔ جواب میں التوا کی وجہ صرف یہ ہوئی کہ وظیفۂ ازدواجی کی باہم کوششوں کے نتیجہ کا وقت قریب تھا۔ اس لئے یہ خیال کرتے ہوئے کہ ممکن ہے۔ اگر "ریزلٹ" (Result) برخوردار کی شکل میں ظہور پذیر ہو جائے۔ تو آپ کو خوش خبری کے ساتھ یہ اطلاع بھی عرض کروں گا۔ کہ آپ کے تابعداروں کی فہرست میں ایک تابعدار کا اضافہ مبارک ہو۔ لیکن ؎

"اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"

نہ صرف یہ کہ برخوردار والی تمنا ہی پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ بچی پیدا ہوتے ہی راہیِ ملکِ عدم ہو گئی۔ یعنی ؎

آئے بھی نہ تھی اور نکالی بھی گئی

انا للہ وانا الیہ راجعون ۵

خداوندِ حکیم آپ کے عزائم و مقاصد میں آپ کو بامراد کامیابی نصیب فرمائے۔ "جنوبی ہند" میں آپ کا محض "اردو" کی خدمت کے لئے مقیم ہونا "پنجابی" رسائل کی خدمت سے بدرجہا اولیٰ بہتر و مفید ہے۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین! آپکے اس تجاہلِ عارفانہ نے غضب کر دیا۔ کہ "محب عزیز مولوی صبغۃ اللہ صاحب شہید (رشید) نے خدا جانے کیا کیا کہا ہو گا؟"۔۔۔۔

خضر کیونکر بتائے کیا بتائے

اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے؟

مولانا موصوف نے نہ تو اظہارِ محبت میں مبالغہ سے کام لیا ہے (اگرچہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا، کہ وہ ساحرانہ اندازِ

بیان کے مالک ہیں) اور نہ تو ہی کچھ اور ایسی ان ہونی بات کہی۔ بلکہ سیدھے سادے الفاظ میں وہی کچھ کہا۔ جو کہ وہاں دیکھا۔ سنا۔ اور پیش آیا۔ مثلاً جہاں ان کو آپ کی مہمان نوازی۔ دوست پروری۔ احباب داری اور وسعتِ قلبی کا اعتراف ہے۔ وہاں وہ اس بارے میں شکوہ سنج بھی ہیں کہ آپ نے ان کی مسلسل منتوں ۔ متواتر التجاؤں کے علاوہ مولوی صاحب عبدالرزاق[1] کی دلی سفارش کو بھی ٹھکراتے ہوئے انتہائی بخل سے کام لیا۔ اور گھر کا موجود ناشتہ اسے مہیا نہ کیا۔ اور خواہ مخواہ بے چارے کو بایں ریش و عینک مولوی عبدالرزاق صاحب کی نیابت میں نصف رات تک دردر ٹھوکریں کھانا پڑیں۔ اگر آپ دیگر عظیم الشان قربانیوں کے ساتھ اس ایک اور صرف ایک ایثار کو شامل کر دیتے۔ تو سونے پر سہاگے کا کام کرتا۔ اور ان حضرت کو گلہ کا موقعہ بھی نہ ملتا ع

تمہارا پردہ رہ جاتا انھیں دیدار ہو جاتا

حضرت محوی صاحب! واللہ جب اس قصہ کو وہ سناتے ہیں۔ تو بسا اوقات آپے سے باہر نکل کر ایسی بدحواسی کے عالم میں آجاتے ہیں کہ تو بہ ہی بھلی۔ اگر چند منٹوں کے لئے دل پر پتھر رکھ لیتے۔ تو یہ شور اشوری کب ہوتی۔ اور تعریفوں کے انبار کے ساتھ ساتھ یہ پلندت کیوں جمع کئے جاتے؟ اے کاش کہ اس وقت میں ہوتا۔ تو یقیناً اس گتھی کو احسن طریقہ پر سلجھا دیتا۔ لیکن اب بھی میں آپ کا دلی حامی ہوں۔ کتنی دفعہ انھیں دھر لیتا ہوں۔ پھر اپنے منہیں ع عصا تے پیر تو بجائے پیر تو ہے ہی نا۔ اس وقت بھی نزدیک بیٹھے کچھ غوں غاں کر رہے ہیں۔ لیکن پروا ندارد۔ وہ بکتے رہیں گے۔ ہم سنتے اور کرتے جائیں گے۔

میرے ادبی رنگ میں آپ کی تعریف و توصیف محض آپ کا حسن ظن اور ذرہ نوازی ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ اگر "المکتوب نصف الملاقات" شائع ہو چکا ہو گا یا ہونے والا ہو گا۔ خدا آپ کو اپنے مشن میں دلی تمنا کے ساتھ پوری کامیابی نصیب فرمائے۔ اور دوستوں پر نوازشات کریمانہ کی اس سے بھی زیادہ توفیق عنایت فرمائے ع

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

آخر میں میں اپنی سادہ خانہ اور قطعی اطاعت کا یقین دلاتے ہوئے رخصت چاہتا ہوں۔ پھر ملیں گے اگر خدا لایا۔ والسلام

درہ بند ریاست امب ضلع ہزارہ ڈاکخانہ کرپلیاں — آپ کا ۔ ۔ ۔ ۔

۲۲ اپریل ۱۹۳۷ء — (شہیر جنگ)

(۲)

فغاں از ناصحان بے تصرف

ز خود یک بار پیغا سے نہ سازند

مکرمی علامہ محوی صاحب قبلہ سلامت

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ! مزاج گرامی۔ عرصہ سے کوائف مزاج عالیہ سے بے خبر رکھا ہوا ہوں۔ سخت افسوس ہے کہ

[1] مولانا عبدالرزاق مصنف "البرامکہ"

آپ جیسا دوست پال مہربان نسخہ طویل عرصہ میں اپنے ایک تابعدار سے اس طرح لاپرواہی و خاموشی اختیار کرے۔ نیازمند نے ایک نیاز نامہ عرض خدمت کیا تھا۔ جس کا اس وقت تک کوئی جواب موصول نہیں ۔۔ وجہ نا معلوم باعث خیر ہو؟

آپ کا پتہ کاغذات میں ادل بدل ہو گیا تھا۔ آج دل پہ آپ کی یاد اس طرح تازہ ہوئی کہ جس کی بابت کیا عرض کروں تمام کاغذات کی تلاش کرتا رہا۔ تو بڑھ دو گھنٹہ کی مسلسل کوشش و تلاش سے آپ کا پتہ دستیاب ہوا۔ جس پہ رب العزت کی بارگاہ میں شکریہ ادا کیا گیا۔ لہٰذا نیاز نامہ ہٰذا دو سال خدمت اقدس کر کے متمنی ہوں کہ ازراہ نوازش اپنے اخلاق کریمانہ کے ماتحت حالات خیریت و کار بار ہائے سے مطلع فرما کر مشکور و ممنون فرماویں۔ نیازمند کی طرح مولینا صبغتہ اللہ (شیدا) بھی آپ سے گلہ مند ہیں۔ خدا جانے آپ اُن کے گلہ کو کس طرح چکائیں گے۔ تمام موسم گرما حضور نواب صاحب بہادر والئ امب سٹیٹ کے ہمراہ تقریباً سفر میں گذارا ہے۔ نیاز نامہ ہٰذا بھی آپ کو "کیمپ شیر گڈھ" (ریاست امب) سے لکھ رہا ہوں۔ اب ہفتہ عشرہ میں انشاءاللہ العزیز دربند چلے جاویں گے۔ اس لئے آپ مجھے دربند کے پتہ پہ ہی نوازش نامہ عافیت و دیگر حالات تحریر فرما کر سرفراز فرمادیں۔ والسلام و نیاز۔

(میرا مستقل پتہ یہ ہے) شاید آپ کو یاد بھی ہوگا: دربند۔ ریاست امب۔ ضلع ہزارہ ڈاکخانہ کرپیاں۔ صوبہ سرحد۔

شیر گڈھ ۸ر اکتوبر ۱۹۳۷ء آپ کا تابعدار "شیر جنگ"

بنام نادم سیتاپوری

(۱)

راز یزدانی

محفوظ ولا۔ بازار ملا ظریف۔ رام پور۔ یوپی

معظمی و محترمی۔ آداب و نیاز

رام پور کے نیازمندانِ ادب اردو نے عرشی صاحب (مولانا امتیاز علی خاں) کی ساٹھویں سالگرہ کے مبارک موقعہ پر ان کی خدمت میں ایک یادگار کتاب پیش کرنا طے کیا ہے موضوعات حسب ذیل ہوں گے[۱]:

۱۔ تنقید و تحقیق پر علمی مقالے۔
۲۔ عرشی صاحب کی شخصیت اور اُن کا فن۔
۳۔ عرشی صاحب کے خطوط۔

ہم نیازمندان رام پور کی ذاتی خواہش ہے کہ اس کتاب کو آپ کا تعاون حاصل ہو تاکہ اس کی قدر و قیمت میں اضافہ ہو سکے۔

---

[۱] اس کتاب کے لئے مضمون لکھ کر راز یزدانی کو بھیج دیا تھا اور مولانا عرشی کے اصل خطوط بھی۔ مگر راز یزدانی کی اچانک موت نے اس تمام منصوبہ کو خاک میں ملا دیا۔ سنا ہے کہ اس کتاب کی تکمیل کے لئے جناب مالک رام کا تعاون حاصل کیا گیا ہے۔ نادم سیتاپوری

کیا آپ جلدی ہی اس خواہش کا کوئی احترام کر کے ہمیں شرف گذاری کا موقع دیں گے۔

توقع ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ فقط

جواب کا منتظر

۱۸/۹/۶۲

راز یزدانی لکھنؤ

(۲)

محفوظ، بازار ملا ظریف۔ رام پور۔ یوپی

۲۵/۹/۶۲

جناب محترم تسلیم و نیاز۔ کل آپ کا جواب ملا۔ آپ کی فراست[۱] مومن کا قائل ہوا۔ یعنی ذاکر صاحب کا نام جلسہ کو پریزائیڈ کرنے کے لئے لسٹ پر آچکا تھا۔ عرشی[۲] صاحب کے خطوط اس وعدے پر مجھے بھیج دیجئے کہ آپ کو واپس کر دیئے جائیں گے یا زیادہ بہتر نقلیں ہوں گی جن کی واپسی کا سوال نہ ہو۔ مگر آپ کو زحمت زیادہ ہوگی ہاں یہ بھی بتلائیے کہ ذاکر صاحب آپ۔ APPROVE کریں گے تو کامیابی کا کیا یقین آپ کے ساتھ ہوگا؟

توقع ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ والسّلام

مقالے[۳] کے لئے موضوع آپ کو ۴۔ دن کے بعد بھیجوں گا۔

نیاز مند

راز یزدانی لکھنؤ

بنام قیصر بھوپالی

(۱)

چھاؤنی بھوپال

۷ راکتوبر ۳۴ء

محترم بھائی مولوی یوسف قیصر مدیر و سربیر جریدہ عالی "رہبر وطن" بھوپال

آپ نے جریدہ محترم "رہبر وطن" کی تازہ اشاعت میں مجھ ناچیز کے لئے جن گرامی پایہ اور حوصلہ افزا جذبات کا اظہار فرمایا ہے، وہ آپ کے اونہی لائق احترام و تشکر جذبات کا ایک عکس ہے، جن کے اثر سے آپ باشندگان بھوپال اور متعلقات بھوپال کی ذہنی و ضروری خدمات طویل عرصہ سے انجام دے رہے ہیں اور ہر آئینہ آپ کے پائیدار اور نتیجہ خیز خدمات میری ناچیز تحریروں سے بہت بلند اور نفع بخش ہیں اور آپ کی خدمات اور جذبات کی قدامت اور عالی ظرفی بھی ہے جو آپ نے مجھ ایسے ننگ وطن خادم کے لئے اتنے بلند الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ "جریدہ وطن" کے مالک و منصرم حضرت عالی ڈاکٹر دوست محمد خاں صاحب کے

---

[۱] ایک ادبی جلسہ کی صدارت کے لئے یزدانی مرحوم نے مشورہ طلب کیا تھا، میں نے ڈاکٹر ذاکر حسین خاں (نائب صدر جمہوریہ ہند) کا نام تجویز کیا تھا۔

[۲] مولانا امتیاز علی خاں عرشی رام پوری۔

[۳] مولانا عرشی کی "جوبلی" منانے کے سلسلے میں یزدانی مرحوم مولانا پر ایک کتاب ترتیب دے رہے تھے۔ اس سلسلے میں ایک مقالہ لکھنے کی خدمت میرے سپرد بھی کی۔ نادم سیتاپوری

لئے بھی سراپا سپاس ہوں جن کا جذبۂ قدر ہمدردی دوسرے بندگان خدا کی طرح میرے لئے بھی بے قید و شرط و تفف و جامد ہے۔ فقط۔

مُلّا رموزی

بنام علامہ محوی لکھنوی

(۲)

بھوپال ۲۳ اگست ۱۹۴۱ء

قبلہ و کعبہ سلامت!

آپ کے مدراس میں اگر کوئی مسلمان نجومی یا جفّار ہو تو براہ کرام اس کا پتہ عنایت فرمایہ یجئے شدید ضرورت ہے۔ آپ کے حلقۂ احباب میں ضرور کوئی صاحب ایسے نجومی کا پتہ جانتے ہوں گے۔

خادم مُلّا رموزی

بنام مولوی مفتی حافظ سید فخر الحسن صاحب خیر آبادی مرحوم

برخوردار نور چشم زاد عمرہٗ و قدرہٗ

بعد دعا آنکہ عرصہ ہوا میں نے برخوردار کو خط نہیں لکھا فرصت بہت کم رہی اور پریشانی کا ہجوم بمعلوم ہوا برخوردار نے قیام سیتاپور پسند کیا مقام کی ضرورت اس کی مقتضی ہو گی مگر خیر آباد ویران ہو گیا مدرسہ کی آبادی کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ برخوردار کی سعادت برخوردار کی محبت اقتضا کرتی رہتی ہے کہ برخوردار کی خیریت دریافت کرتا رہوں ورنہ خیر آباد میں کوئی سبب ایسا نہیں کہ اس کا خیال بھی ہو میں ۱۳۳۲ھ ہجری ربیع الثانی میں خیر آباد سے حیدر آباد آیا دو برس ہو گئے مصارف زائد رہے اور آمدنی کچھ نہیں اس وجہ سے زیرباری اور قرضداری بہت ہو گئی ۷ ماہ سے وظیفہ جاری ہے ۶۰ وظیفہ ہے پچھلی رقم جو ملی قرضہ میں گئی ۶۰ وظیفے مصارف کو کافی نہ تھے بعد اجرائے وظیفہ بھی مصارف کی کمیں قرضہ سے کرنا پڑی ۳ ماہ سے علاقہ کروڑ گیری میں منجانب سرکار وکیل مقرر ہو گیا ہوں خدا کا شکر ہے کہ ۶۰ وظیفہ کے اور ۵۰ ماہ سرکاری وکالت سے جملہ ۱۱۰ ملتے ہیں گذر کو کافی ہیں مگر ایک بڑا حصہ قرض میں دیا جاتا ہے اور بچوں کی تعلیم ہے اس وجہ سے کسی قدر ضرورتوں سے قطع نظر کرلی جاتی ہے بہرحال خدا کا شکر ہے حسام و مبین زیر تعلیم ہیں دونوں بچوں کی فکر ہے کہ روپیہ کمانے کے قابل ہو جاویں برخوردار اپنی خیریت سے اطلاع دیں اور کبھی کبھی اطلاع دیتے رہیں سب بچوں کو دعا حسام و مبین آداب عرض کرتے ہیں۔

محمد جعفر خیر آبادی

از حیدر آباد دکن افضل گنج قریب ڈاکخانہ انگریزی

وکیل سرکار عالی علاقہ کروڑ گیری

نواب بہادر یار جنگ

زیرِ نظر مکاتیب وہ ہیں، جو قائد ملت علیہ الرحمہ نے بلادِ اسلامیہ کے دورانِ سفر میں لکھے تھے اور جو مولوی سید یوسف صاحب تصور کے پاس محفوظ تھے۔ تصور صاحب کے تعلقات قائد ملت علیہ الرحمہ کے ساتھ بہت دیرینہ اور انتہائی مخلصانہ تھے اور اہم ترین معاملات میں قائد ملت آپ سے مشاورت میں دریغ نہ فرماتے تھے۔ ان مکتوبات میں بھی قائد ملت نے تصور صاحب کے ذریعے اپنے تمام احباب کو مخاطب فرمایا ہے۔ ان مکاتیب کے ذریعے قائد ملت نے اپنے مخصوص انداز میں اپنے احباب کے سامنے مختلف مقامات، حالات اور شخصیتوں کا ایک اچھا اور نہایت واضح خاکہ کھینچا ہے۔ اسی لئے ان خطوط کو ایک تاریخی حیثیت دی جاسکتی ہے۔

سید اللہ بخش (سکریٹری قائد ملت علیہ الرحمہ)
یکم آذر ۱۳۵۵ف

(۱)

بیت المقدس روز پنجشنبہ۔ ۱۰ جون ۱۹۳۱ء

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ بواسیر نہیں ستا رہی ہے لیکن داد ابھی پریشان کر رہی ہے معلوم ہوتا ہے خون کچھ خراب ہوگیا ہے۔ بغل میں ایک دو چھوٹی پھنسیاں بھی ہوگئیں ہیں۔ میرا پروگرام جو بلدے میں مرتب ہوا تھا وہ تو یہ تھا کہ حج و زیارت حرمین سے فارغ ہوکر مصر جاؤں گا اور وہاں سے بیت المقدس۔ یہی سید صاحب کا راستہ بھی تھا۔ لیکن کچھ تو مشیت کو منظور نہ تھا اور کچھ مصریوں کی عجیب و غریب سیاست جس کا ذکر بعد واپسی تفصیل سے کروں گا اور لکھوں گا بھی۔ غرض مصری حکومت نے ایک قانون یہ بنا رکھا ہے کہ جو شخص حج کرے وہ حجاز سے براہ راست مصر نہ آجائے اور نہ مدد سے مصر میں داخل ہو۔ مجبوراً بیروت کا ٹکٹ لینا پڑا۔ "جہاز بلاق" نے بھی بہت ستایا۔ جدہ پر ہم کو سوار کرنے کے بعد حاجیوں کے انتظار میں دو روز ٹھہرا رہا اور اس طرح ینبوع پر مدینہ سے واپس ہونے والے شامی حاجیوں کا دو روز انتظار رہا۔ طور کے قرنطینہ میں ڈاکٹر صاحب نے دو روز دو کا اور مرغیوں کی طرح ایک ڈربے میں بند رکھا۔ سویز اور پورٹ سعید پر جہاز ٹھہرا لیکن جن سے ادائے فریضہ حج کا قصور سرزد ہوا تھا وہ اترنے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتے تھے۔ بحر متوسط میں تموج تھا۔ جہاز رینگنے لگا اور جدے سے روانگی کے بارھویں روز بیروت پہنچے یہاں پر ہم کو نہلایا اور ہمارے سامان کو بھپارہ دیا گیا۔ ایک روز قرنطینہ میں بھی ٹھہرنا پڑا اور دوسرے روز آزادی نصیب ہوئی۔ بیروت میں لوکندہ (ہوٹل) القصر الملکی میں مقیم ہوئے۔ دو روز بیروت کی سیر کی۔ جو شام کی سب سے بڑی بندرگاہ ہے۔ مغربی تمدن سے پوری بہرہ اندوز چوڑی اور کشادہ سیمنٹ کی سڑکیں۔ اونچے اونچے مغربی وضع کے چار چار منزلہ مکان ہر قدم پر ہوٹل سجے ہوئے۔ دکان اخبارات کی کثرت وغیرہ وغیرہ جس کی

تفصیل بعد واپسی بیان ہوگی ۔ قدرت نے بیروت بلکہ شام کو اپنی فیاضیوں سے مناظر و سرسبزی سے مالا مال کر دیا ہے ۔ نہریں بہتی ہیں آبشار گرتے ہیں ۔ میوے اُگتے ہیں اور صنوبر سے گھری ہوئی پہاڑیوں کو صرف دیکھ کر جسم میں خون بڑھنے لگتا ہے امریکن مشن کی عظیم الشان یونیورسٹی دیکھی جو ترقی کرنے والوں کا بہترین کارنامہ اور خواب غفلت کے متوالوں کے لئے تازیانہ عبرت ہے ۔ گزشتہ ہفتے کو موٹر پر بیروت سے بیت المقدس چلے ۔ صبح نکلے تھے شام کو پہنچ گئے ۔ درمیانی فاصلہ ۲۵۰ میل سے زیادہ ہے ۔ سیمنٹ کی پختہ سڑک کھیتوں کے درمیان بحر فات کے کنارے سمندر کے سواحل ، چٹیل میدان ، پہاڑوں کی چوٹیوں ، دامنوں اور وادیوں اور یہودی نو آبادیوں کے قریب سے گزری ہے ۔ مناظر قابل دید اور ناممکن البیان ہیں انبیا کی اس سرزمین پر پہنچے آج پانچواں دن ہے ۔ بوڑھے ابراہیمؑ کے وعظ داؤدؑ کے نغمے اور یعقوبؑ فرزند گم کردہ کی آہ وزاری کانوں میں گونجنے لگی ہے ۔ اشوریوں کا ظلم ، مصریوں کا قتل عام ، رومیوں کا جلال و جبروت مسلمانوں کی رواداری اور حسن سلوک ہر قدم پر نظر آرہا ہے ۔ سلیمان کی عظمت (CITY OF DAVID) داؤد کے شہر کے ہر ایک پتھر سے ظاہر ہو رہی ہے ۔ غرض آنکھیں دیکھ رہی ہیں ۔ کان سن رہے ہیں ۔ قلب سوچ رہا ہے اور ہاتھ لکھ رہے ہیں ۔ بعد واپسی انشاء اللہ یہ سب واقعات سناؤں گا ۔ اگر آپ کے دل میں درد ہے تو اپنے ساتھ آپ کو بھی رلاؤں گا ۔ یہ سن کر تعجب ہوگا کہ یہاں قدس میں بجائے گرمی کے ایسی سردی ہے جیسی ہمارے یہاں آذر دے میں ہوتی ہے ۔ میرے ساتھ گرم کپڑے نہیں تھے خریدنے پڑے ۔ دو تین دن یہاں اور ہوں اور بیت المقدس کی خاک چھان رہا ہوں ۔ حضرت ابراہیمؑ اسحاقؑ ، یعقوبؑ ، داؤدؑ ، سلیمانؑ اور یوسفؑ کی زیارت کا شرف حاصل ہو چکا ہے ۔ آج حضرت موسیٰؑ اور دوسرے انبیا کی بارگاہ پر حاضر ہوں گا ۔ اور اگر خدا نے چاہا تو دو تین روز بعد مصر کا قصد کروں گا ۔ ممکن ہے مولانا سید شہاب الدین صاحب اور حاجی محمد علی خاں صاحب وغیرہ کا ساتھ یہاں سے چھوٹ جاتے اور وہ شام و عراق کا قصد کریں ۔ وہ میرے ساتھ مصر اور استانبول نہیں آنا چاہتے ہیں ۔ والسلام ۔

دور از وطن بہادر یار جنگ

(۲)

قسطنطنیہ ۱۹ جولائی ۱۹۳۱ء یکشنبہ

برادران عزیز و محبان مکرم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ غالباً مصر سے میں نے اپنا ایک عام خط لکھا تھا ۔ جس سے بھائیوں کو میرے سفر کی مختصر معلومات ہوتی رہیں مصر سے قدس واپس آیا ۔ دو روز رہ کر لبنان کی پہاڑیوں پر چڑھ گیا اور وہاں قدرت کی گلکاریوں کے نظارے دیکھے ۔ پھر دمشق آیا ، سلاطین بنی امیہ کا پائے تخت انبیا علیہم السلام کا مسکن صحابائے رسول کا میدان جنگ ، قتل حسینؓ کے منصوبوں کا مرکز وہ جگہ جہاں پہنچ کر خلافت رسول سلطنت سے بدل گئی ۔ حضرت بلال حبشیؓ حضرت ابی ابن کعبؓ ، حضرت زینب بنت فاطمہؓ ، حضرت امیر معاویہؓ حضرت عبید اللہ ابن الجراح ، حضرت سعد ابن ابی وقاص ، حضرت ام سلمہ و ام حبیبہؓ (ازواج رسول) حضرت صہیب رومیؓ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ حضرت محمد ابن حنیفہؓ وغیرہ وغیرہ کی زیارت اور ہز ہائینس امیر سعید بن علی الجزائری ، شیخ تاج الدین رئیس الوزراء محمد علی بک ابن عابد پاشا مولانا بدر الدین محدث دمشق ، شیخ عبد الرحیم شیخ سلسلہ شاذلیہ وغیرہ وغیرہ اکابر علما کی ملاقات سے مستفید ہوا ۔ دو تین ترکی کھائیں ، دو ترکی نہروں کے کنارے شہرت کے دور اڑا کر مو ... کے گنا ... اور گزشتہ مصل کی ... مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ ... فرانسیسیوں کا ... کر ... ہوئے سلطان

صلاح الدین ایوبی کی قبر پر گئے اور رو رو کر پوچھا کہ کیا یہی زمین ہے جس کے لئے تم نے خون کی ندیاں بہائی تھیں ؟ سارے یورپ کے متفقہ سیلاب کا انگلستان، فرانس، جرمنی اور اٹلی کی متحدہ فوجوں کا تن تنہا مقابلہ کیا تھا ؟ کیا یہ اعتقاد غلط ہے کہ روحیں سنتی اور جانتی ہیں۔ اگر سنتی اور جانتی ہیں تو کیا بیت المقدس کو یہودیوں کا وطن اور شام کو فرانسیسیوں کی آماجگاہ دیکھ کر عرش کے کنگورے نہیں ہلا سکتیں ؟" کانوں نے کچھ سننا شروع کیا قلب نے کچھ محسوس کیا آواز شاید یہی تھی کہ **ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم**

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی　　نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

حلب کے دو ہزار برس قبل والے رومی آثار دیکھے اور ان کھنڈروں میں کھڑے ہو کر **فانظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلکم** کی تعمیل کا اعلان کر دیا لیکن دل نے کیا حاصل کیا اور باہر آنے کے بعد کتنا باقی رہا اس کی کچھ نہ پوچھئے۔ حمص بہت قدیم شہر ہے۔ اس کے مسلمانوں کی دینداری دیکھ کر دل سے دعا نکلی کہ خدا ان کی چھاؤں ساری دنیا کے مسلمانوں پر ڈالے۔ دکنی محاورہ استعمال کیا ہے۔ حماۃ کے مسلمانوں نے دعوت بھی دی تھی لیکن ٹھہر نہ سکا۔ حلب جس کا نام ہندوستان اور خصوصاً حیدرآبادی مسلمان حلبی آئینہ (بہ تشدید یا) کی نسبت سے جانتے ہیں عربی ممالک کے شمال میں مشرق و مغرب کا اتصالی مقام ہے۔ یہاں پہنچ کر ہندوستان کی گرمیوں کا لطف آنے لگا تین دن ٹھہرا۔ امیر محمد ایک زبردست شیخ قبائل عرب جو اپنے قبائل پر تیمور و چنگیز کے اختیارات آج بھی رکھتا ہے ہمارے ہم ہوٹل تھے۔ بنی بیک والی حلب، عبدالجلیل الدار مدیر الاوقاف، ڈاکٹر عبدالرحمان الکیالی، عبدالقادر السیبی وغیرہ سے ملاقاتیں ہوئیں۔ جب ۱۵ جولائی کو حلب سے چلے ہیں تو ان سب نے اسٹیشن پر پہنچایا۔ حلب سے قسطنطنیہ تک ہر دوسرے روز ریل چلتی ہے جو دو رات ایک دن مسلسل چل کر استانبول پہنچا دیتی ہے ہمارے پاس سیکنڈ کلاس ریل کا اور فرسٹ کلاس سلیپنگ کار کا اور پانچ وقت کے کھانے کا ٹکٹ یکدم تھا۔ مس کوک کے پاس سے تقریباً ایک سو ڈالر میں خریدا اور دو رات سوتے اور ایک دن جاگتے، ایشیائے کوچک کے قدرتی مناظر کا لطف اٹھاتے پرانے ترکی میں نئی تہذیب کی بہاریں دیکھتے جمعہ کے دن ٹھیک اس وقت جب حیدرآباد میں پرانی حویلی کی توپ چلتی ہے قسطنطنیہ پہنچ گئے۔ اس استانبول میں پہنچ گئے جس کی فتح کے لئے دس دفعہ عربوں نے اور سات دفعہ ترکوں نے حملے کئے جس کی دیواروں کے نیچے صحابئ رسول حضرت ابوایوب انصاریؓ کو دفن کر کے اپنے آئندہ قبضہ کرنے کا اعلان کر گئے تھے۔ جس کو قسطنطین اعظم نے اٹلی والے روم کے مقابلے میں تعمیر کیا تھا اور جس کو محمد فاتح نے پندرھویں صدی عیسوی میں فتح کیا جس کے قصر دولمہ باغچہ میں بیٹھ کر عبدالحمید ثانی پان اسلامیزم کے منصوبے سوچا کرتا تھا۔ اور جس کے قصر یلدز سے جمہوریہ نے اعلان کیا کہ حکومت کا کوئی مذہب نہیں ہے اور جس کا تیسرا قصر سلاطین آل عثمان کے آثار و جواہر کی نمائش گاہ بنا ہوا ہے جس کی مسجد آیا صوفیہ مسلمانوں کی عظمت کی گواہ اور اس کے مینارے ان کی رفعت شان کے شاہد ہیں (معاف کیجئے آپ کا بہت وقت لے لیا) غرض استانبول کے یورپ والے جانب پیرا کے ایک سب سے بڑے ہوٹل پیرا پلاس میں ہوں۔ ماندو رخاں کل شاید یہاں پہنچیں گے اور مجھ سے ملیں گے چند دن میرے ساتھ رہیں گے انہوں نے مجھے بہت کچھ لکھا تھا کہ اس سفر میں یورپ بھی جاؤں لیکن میں نے انکار کر دیا تھا۔ کل شام کو دریائے باسفورس اور سمندر مارمورا کے مغربی کنارے پر کھڑے ہوتے خیال آیا کہ کس کو مجال سخن ہے کہ یہ کہے کہ میں نے یورپ کا سفر نہیں کیا۔ یا تو اسے قسطنطنیہ کو یورپ سے خارج کرنا پڑے گا یا ماننا پڑے گا کہ میں یورپ کا سیاح بھی ہوں اور سچ پوچھئے تو یورپ کے دوسرے شہروں سے قسطنطنیہ میں فرق بھی کیا ہے۔ اب تک میں نے سوائے مساجد کے بلند میناروں اور سلاطین آل عثمان کے کھنڈروں کے استانبول میں مشرقیت کی کوئی

علامت نہیں پاتی ہے۔ میری ترکی ٹوپی ترکی کے دارالسلطنت میں ترکوں کی نگاہوں میں ایک تماشا بنی ہوتی ہے۔ ہر راستہ چلنے والا اور چلنے والی (جن کی چلنے والوں کی بہ نسبت بازاروں میں کثرت ہے) حیرت کی نگاہوں سے دیکھتی یا دیکھتا ہے کہ یہ مجرم تعزیری استنبول کی گلیوں، زنویہ، سڑکوں پر اس آزادی سے کیسے چلتا پھرتا ہے (کیونکہ سلطنت ترکیہ جمہوریہ میں ترکی ٹوپی پہننا تین ماہ کی قید کو اپنے اوپر لازمی کر لینا ہے) ابھی استنبول میں دو دن ہوئے ہیں کوشش کر رہا ہوں کہ ترکوں کے متعلق صحیح اور مفصل معلومات لے کر آؤں۔ انشاء اللہ مصطفےٰ کمال پاشا اور وزراء سلطنت سے ملاقات کے اسباب پیدا ہو جائیں گے۔

نوٹ:۔ یہ پرچہ تمام احباب و پرسان حال کی خدمت میں پہنچا دیا جاتے اور رہرو دیکھنے والا جب میرے دوسرے عنایت فرما سے ملے تو میرا ولی سلام پہنچا دے۔ اگر ربیع الاول کی مجالس میلاد کسی سے خالی نظر آئیں تو اس کی بصحت و عافیت واپسی کی دعا کر لیجئے۔ والسلام

بہادر یار جنگ۔

(۴)

استانبول یکم ستمبر ۱۹۳۱ء روز جمعہ

برادران عزیز محبان محترم دامت محبتکم وزادت مودتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دو ہفتے سے خلفاء آل عثمان کے پایہ تخت[1] میں ہوں۔ جواب صرف استنبول ہے۔ مصر اور شام کی مختصر کیفیت لکھ دی تھی۔ ترکی کی مجمل حالت بھی سن لیجئے اور تفصیل کے لئے میری واپسی کا انتظار فرمائیے۔ وہ سلطنت جس کے حدود مشرق میں خلیج فارس اور دریائے سندھ، شمال میں قفقاز و روس، جنوب میں بحر احمر و مصر اور شمال میں اسٹریا و فرانس ہوا کرتے تھے اب وہ دنیا کے نقشے پر صرف ایشیائے کوچک پر ترکی جمہوریہ کے نام سے باقی ہے۔ بیسویں صدی کی ابتدا اور انیسویں صدی کے اواخر میں اس نے کچھ تو خود اپنے لئے اور کچھ صرف دوسروں کی محبت میں جو لڑائیاں لڑیں اس نے دست و پاشل کر دیئے ہیں۔

اقتصادی، معاشی اور فوجی ہر حالت کمزور ہے لیکن طبیب اپنی کوششوں میں مشغول ہیں اور توقع ہے کہ تھوڑے دنوں میں رُوح سقیناس کر کے جسم ترکی کو کچھ آراستہ کر دیں گے۔ آپ ترکی کے ذہنی انقلابات کے متعلق جو کچھ سنا کرتے تھے۔ اس کا بڑا حصہ صحیح اور کچھ غلط ہے۔ موجودہ ترکی نسل کا بڑا حصہ مسلمان ہے لیکن آئندہ نسل کے اسلام کی کچھ زیادہ توقع نہیں کیونکہ حکومت نے مدارس سے دینی تعلیم اٹھا دی۔ اپنا قانون بدل دیا اور متروکہ و وراثت کی تقسیم تک میں سویزرلینڈ کے قانون کی اتباع شروع کر دی ہے۔ مذہبی کتب عربی و فارسی رسم الخط میں ہیں اور نوجوان ترکی اپنی زبان لاطینی حروف میں لکھ رہا ہے اور کوئی انتظام نہیں ہے کہ مذہبی کتب کو لاطینی خط میں تبدیل کیا جائے۔ ترکی حکومت نے اعلان کر دیا ہے کہ اس کا کوئی مذہب نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ابھی ترکی میں مذہب کو دوست رکھنے والوں کی کثرت ہے۔ میرے نوجوان گائیڈ علاؤالدین نے کل بڑی مزے کی بات کہی کہ ترکی، انقلاب کے ایک طوفان میں بغیر سوچے سمجھے بہی چلی جا رہی ہے لیکن جب کبھی مخالف ہوا کا ایک جھونکا بھی چلے گا۔ اندیشہ ہے کہ رد عمل کہیں اس سے زیادہ خطرناک نہ ہو۔

قسطنطنیہ عجیب و غریب تاریخی مقام ہے۔ اپنے محل وقوع کے اعتبار سے بے نظیر خوبصورت مناظر اور فرحت بخش سیرگاہیں اس کو قدرت نے عطا کیں ہیں میں نے اس کو مخاطب کر کے چند شعر کہے ہیں ان میں سے تین چار نیچے لکھ دیتا ہوں۔

---

[1] کذا بجائے "پائے تخت"

میزبانی جس نے کی تھی سرورِ کونین کی
تیری دیواروں کے نیچے ہے وہ تیرا مہماں

اس شعر میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی طرف اشارہ ہے جن کا مزار اقدس رومیوں کی قدیم دیوار کے قریب واقع ہے جو گولڈن ہارن سے بحر مارمورہ تک فصیل کے طور پر انہوں نے اٹھائی تھی۔

گود میں پل کر بڑھا تو شاہِ قسطنطین کے
تجھ میں پوشیدہ ہے بیزنطینیوں کی داستاں

تیری رفعت کا پتہ دیتے ہیں مینارے ترے
اور تیری مسجدیں ہیں تیری عظمت کا نشاں

وہ جزیرے جن میں آدم آ کے جنت بھول جائے
اور وہ چشمے کہ ہو تسنیم و کوثر کا گماں

ہاں نہ بھولیں گے نہ بھولیں گے کبھی
وہ جبالِ سبز پوش اور گل بداماں وادیاں

موسم نہایت خوشگوار ہے۔ گرمی ہے لیکن صرف دوپہر میں، دن بہت بڑا ہے۔ صبح ساڑھے چار بجے آفتاب نکلتا ہے اور شام کو ساڑھے سات بجے غروب ہوتا ہے۔ اپنے لباس اور ٹوپی کی وجہ سے یورپ زدہ ترکیوں میں تماشا بنا ہوا ہوں۔

آج انگورہ جا رہا ہوں۔ صرف دو روز وہاں رہ کر انشاء اللہ بغداد شریف جاؤں گا۔ تمام احباب کی خدمت میں آداب و تسلیمات اور استدعا کہ جب کسی عنایت فرما سے ملیں میرا سلام پہنچا دیں۔

آپ کا دور افتادہ :- بہادر یار جنگ

(۴)

بغداد - واقع ۶ مہر ۱۳۴۰ف روز پنجشنبہ

برادران محترم و عزیزان مکرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ استنبول سے جس دن آپ کی خدمت میں عریضہ لکھا تھا اسی روز شام کو وہاں سے روانہ ہو کر دوسرے دن انگورہ پہنچا۔ اناطولیہ کے تقریباً وسط میں حدودِ یورپ سے بہت دور ہٹا ہوا، چٹیل اور غیر ذی ذرع میدان اور خشک پہاڑیوں سے گھرا ہوا اور دور دور تک جدید عمارتوں سے پھیلا ہوا۔ جو شہر ملے وہ انقرہ (انگورا) ہے۔ قدیم شہر ایک پہاڑی پر یونانیوں کے زمانہ قبل مسیح کی ایک فصیل میں گھرا ہوا تنگ گلیوں، غلیظ بازاروں، پست مکانوں اور میلے کچیلے کپڑوں پر پیوند لگائے ہوتے اناطولیوں کے ساتھ ملے گا۔ اور اسی کے دامن میں دور دور تک جدید وسیع سڑکیں سفراء دول کی کوٹھیاں وزارتوں کے محکمے، وزراء و امراء کے مکانات ہوٹل، بنک، تھیئٹر، پارلیمنٹ ہوز اور مدراس کی جدید مغربی طرز کی عمارتیں نظر آتیں گی۔ لیکن انگورا ابھی بن رہا ہے اور اس کو قسطنطنیہ بننے کے لئے کئی صدیاں اور ترکیہ جمہوریہ کے شایان شان دار الحکومت بننے کے لئے کتنی برس درکار ہیں۔ صرف دو روز انقرہ پیلاس ہوٹل میں ٹھہرا۔ تقریباً پچاس ترکی لیرے یعنی تقریباً پون سو روپے کلدار صرف ہوا۔ (یہ اس لئے لکھا کہ انگورا کی مہنگائی سمجھ میں آجاتے۔) دوشنبہ ۲۸ شہریور کو ۱۲ بجے ریل گاڑی مسکی شہر لے چلی وہاں سے استنبول سے حلب جانے والی گاڑی تبدیل کی۔ چہار شنبہ کی صبح کو چھ بجے اٹھ کر سامان درست کیا۔ اور خوش تھے کہ تقریباً بائیس (۲۲) روز بعد ترکیہ جمہوریہ کا سفر ختم کر کے حلب پہنچ جائیں گے۔ لیکن قسمت ہنس رہی تھی اور وہ چاہتی تھی کہ ہم نے آرام کے سفر بہت کئے ہیں ایک سفر کا سقر بھی دیکھیں۔ حلب ایک اسٹیشن باقی تھا پاسپورٹ کی تنقیح ہوئی

گو اس پر اس سے قبل دو دفعہ فرانس کونسل کے ویزے ہو چکے تھے لیکن یہ حدودِ شام میں ہمارا تیسرا داخلہ تھا جس کا ویزہ لینا ہم اگلو رامیں بھول گئے تھے حکم ملا کہ آپ حدودِ ترکیہ میں بیرنگ واپس جائیں۔ یا اپنے اس دوران دو دن کے ریل کے سفر کو ایک دن ایک رات اور بڑھا کر ناک کے راستے سیدھے بھاگیں اور بغیر کہیں دم لئے حدودِ عراق میں داخل ہو جائیں۔ ہم نے بہت کچھ چیخا چلّایا (اور ہمارے چلّانے سے آپ واقف ہیں) اردو فارسی، عربی اور انگریزی چاروں زبانوں کے جوہر دکھائے لیکن سب بے کار۔ آخر طے پایا کہ قبنی وبر گاڑی حلب کے اسٹیشن پر ٹھہرتی ہے (تقریباً دو گھنٹہ) اس عرصے میں ہم اپنا وہ بستۂ مقدس جو اس تمام سفر میں اور اب تک ہمارے لئے وبال جان الفربہ خواہ مخواہ مردِ بنا ہوا ہے جس کو ہم نے مصر جاتے ہوئے قدس میں زاویہ ہندی میں رکھ چھوڑا تھا۔ اور ترکی جاتے ہوئے حلب میں اپنے دوست حسینی بے ابراہیم پاشا کے یہاں رکھا دیا تھا، حاصل کر لیں لیکن اس شرط سے کہ پاسپورٹ آفس کا ایک سپاہی اس تمام عرصے میں شیطان کی طرح ہماری گاڑی پر سوار رہے گا۔ تسلیم کیا لیکن حسینی بے کا پتہ بھول گئے تھے۔ ڈاکٹر عبدالرحمان الکیالی اسٹیشن پر مل گئے۔ ان سے پتہ معلوم کر کے گئے۔ بستہ لائے ایک ہوٹل میں دو دوست کے ساتھ ایک چار کی پیالی پی اور ریل میں سوار ہو گئے۔ خیال تھا کہ کھانے کا ڈبہ ساتھ ہوگا۔ بارہ بجیں گے تو جاکر مرغ و ماہی ہمیشہ کی طرح اڑائیں گے۔ لیکن دو سٹیشن جاکر ایک ترکی سٹیشن پر ہماری گاڑی نے پورے ایک گھنٹے کے لئے وقفہ (اسے توبہ مراقبہ) کیا تو معلوم ہوا کہ نہ آج اس گاڑی میں سونے کے کمرے ہیں نہ کھانے کے اور پھر یہ کہ نصیبین تک گاڑی ایسے ہی عالیشان اسٹیشنوں سے ہو کر گزرے گی جس کے اطراف صرف دو تین جھونپڑیاں ہوں گی اور تو وہاں کسی چیز کی کمی نہ رہے گی۔ لیکن صرف کھانے کو کچھ نہ ملے گا۔ اب ہم نے اپنے گذشتہ پانچ ماہی سفر میں پہلی دفعہ "فصبرٌ جمیل" کہہ کر ایک بہت ہی لانبا ٹھنڈا سانس لیا اور کمرہ ہوائی کو متزلزل کر دیا۔ اپنی سیٹ پر سنبھل کر بیٹھ گئے۔ ہینڈ بیگ سے ایک انگریزی ناول نکالا اور پورے حضورِ قلب، یکسوئی اور سکونِ خاطر (اور ان تمام اصطلاحوں کے ساتھ جو حضرات کرام کے پاس مستعمل ہیں) مطالعہ میں مشغول ہو گئے۔ گویا منزل پر پہنچنے تک روزہ، ورمکمل روزہ رکھنے کی نیت کر لی ہے لیکن جب کبھی کوئی اسٹیشن آجاتا نگاہیں چپ چپ کر اس کا دورہ کر لیتیں کہ کچھ ہے بھی۔ دو بجے ایک تربوز ملا جو فوراً ہضم کر دیا لیکن خالی پیٹ میں اس کی ہلکی ہلکی مٹھاس نے کچھ عجیب قسم کی گڑبڑ مچا دی۔ لیجئے وہ ایک اسٹیشن آیا اور وہاں دو معلوم نہیں کتنے دنوں کی روٹیاں مل گئیں جو ایک سیب کے ساتھ چبا چبا کر کھائیں جیسے ہم نے نواب دوست محمد خاں صاحب کے یہاں اپنی وداعی دعوت میں ماش کی دال سے چپاتی کھائی تھی۔ بس جناب اس پر سارا دن گزر گیا۔ نہیں بھول گئے، مغرب کے وقت ابلے ہوئے انڈے بھی ملے تھے جن میں سے ایک گندہ تھا۔ دوسرے روز صبح چھ بجے نصیبین پہنچے، موٹر پر قاتل گئے۔ یہاں ایک موٹر والے نے موصل لے جانے کا وعدہ کیا لیکن مسلسل تین گھنٹے انتظار کرا کر دس بجے جواب دے دیا۔ کھانے کی تلاش یہاں بھی کی، لیکن ایک سوکھی روٹی اور چھاچھ کے سوا جس کو آنکھیں بند کر کے اتارا تھا کچھ نہ ملا۔ دس بجے قاتل سے چلے تو رات کو آٹھ بجے موصل پہنچے۔ عراق کی گرمیاں گویا آفتاب سوا نیزے پر ہے ایسے چٹیل ریتیلے میدان جس میں نہ چار انگل بلند کھیتی نظر آئی نہ بالشت بھر اونچا کوئی درخت دکھائی دیا۔ لو کی وہ سختی کہ اللہ کی پناہ، مدینے کا سفر یاد آگیا لیکن مدینے کے راستے میں قلب کی جو کیفیت تھی وہ کہاں سے آتی۔ ہا! وہاں تو یہ تھا کہ لو آتی تھی اور جب خیال آتا کہ وہ راہِ مدینہ کی ہے تو معلوم ہوتا کہ برف پر سے ہو کر آتی ہے۔ قسم لے لیجئے جو کبھی زبان سے اس راستے کی شکایت نکلی ہو۔ دوسروں کو بے قرار دیکھ کر حیرت ہوتی لیکن قاتل سے موصل پہنچنے تک مجھے تو اندیشہ

تھا کہ حضرت الحاج نواب مولانا مولوی بہادر خاں صاحب قبلہ و کعبہ، مکہ مسجد چار مینار کا کہیں وصال شریف نہ ہو جائے۔ غرض جناب موصل پہنچے فوراً بارون ہوٹل میں سرد پانی سے حمام کیا اور ٹھنڈی ہوا میں سو گئے۔ دو روز رہ کر نینوا کے کھنڈروں پر آنسو بہاتے۔ حضرت جرجیس، حضرت شیث، حضرت یونس، حضرت دانیال علیہم السلام کی بارگاہوں پر حاضری دی۔ حضرت اویس قرنی کا مکان دیکھا پٹرول کے کنوؤں کی نسبت معلوم ہوا کہ یہاں نہیں کرکوک میں ہیں ورنہ ارادہ تھا کہ کم از کم اس کاغذ کو موصل کے پٹرول میں بھگو کر بھیج دیتا۔ آپ بھی اس کی بو سے مشرف ہو جاتے۔ موصل سے گزشتہ دوشنبے کو بغداد پہنچا حضرت غوث پاک قطب الاقطاب شیخ عبدالقادر جیلانی کی بارگاہ پر حاضری دی۔ حضرت جنید بغدادی، حضرت ابوبکر شبلی، حضرت امام ابوحنیفہ، امام اعظم حضرت معروف کرخی، حضرت عمر شہاب الدین سہروردی، حضرت بہلول دانا، حضرت امام موسیٰ کاظم، حضرت سری سقطی، حضرت امام ابو یوسف وغیرہ رحمہم اللہ اولیا و آئمہ عظام کی بارگاہوں پر حاضر ہوا۔ اشوریوں، بابلیوں، کلدانیوں کے کچھ آثار دیکھے۔ کل سامرہ گیا تھا۔ سلطان المعتصم باللہ کا ٹوٹا ہوا محل، مسجد جامعہ کا عجیب و غریب مینار دیکھا اور حضرت امام حسین عسکری و حضرت امام علی نقی علیہما السلام کی بارگاہ پر سلام عرض کیا وہ غار دیکھا جہاں امام محمد ابن حسن (جو باعتقاد برادران اہل تشیع مہدی آخر الزماں تھے) غائب ہوتے طاق کسریٰ کے پاس کھڑے ہو کر تھوڑی دیر مداین کے کھنڈروں کی سیر کی۔ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ پر حاضر ہو کر آنکھیں بند کیں اور کسریٰ کو ایران سے تلاشِ حق میں نکلتے اور مدینے میں منزل منصود پاتے دیکھا۔

غرض وہ سب کچھ دیکھا اور دیکھ رہا ہوں جس کو دیکھ کر ایک صاحب عقل سلیم اپنا قلب روشن کر سکتا ہے لیکن آہ میں اور میرا قلب ... دعا کیجئے کہ روشن ہو جاتے۔ والسلام

آج شام کو کربلا جا رہا ہوں وہاں سے انشاء اللہ نجف اور بصرہ جاؤں گا۔ واپسی میں بابل اور کیش کے کھنڈر دیکھوں گا اور تین چار روز میں بغداد واپس آ کر انشاء اللہ ایران کا قصد کروں گا۔ اگر فرصت ہو تو برٹش کونسل متعینہ طہران کے ذریعے ایک آدھ خط اپنی خیریت کا بھی لکھ دیجئے اور اگر کوئی عنایت فرما مل جائیں تو ان کو میرا سلام پہنچانا نہ بھولیے۔ خدا حافظ

بہادر یار جنگ

(۵)

خیابان لالہ زار (طہران) دارالسلطنت ایران
واقع ۲۳، مہر ۱۳۴۰ف روز یکشنبہ

برادران محترم و محبان مکرم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مزاج شریف اس پوری سیاحت میں اگر کہیں میرا نظام العمل تبدیل ہوا ہے تو وہ عراق سے چلنے کے بعد غالباً آپ کو عراق سے سہ شنبہ کے روز خط لکھا تھا صبح اسی روز شام کو ۸ بجے کی گاڑی (ریل) سے خانقین روانہ ہوا۔ رات سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں آرام سے گزری صبح خانقین پہنچا۔ یہاں پٹرول کے کئی کارخانے ہیں۔ یہ مقام پہلے حدود ایران میں تھا لیکن حرب عظیم کے بعد سے انگریزی تدبیر نے لکڑی بھی نہ توڑی اور سانپ کو بھی مار دیا۔ اب خانقین کے سارے کارخانے ان ہی کے ہاتھوں

ملتے ہیں۔ اب سنئے یہاں سے ہندوستان کی سرحد وزداب چمن یا پشاور تک ایک سیاح کے لئے ریل گاڑی صدود ایران و افغانستان میں مفقود ہے۔ اب سے دس سال قبل یہاں اونٹوں اور گھوڑوں گدھوں کے قافلے چلتے تھے۔ اور عراق و بغداد سے طہران تک راستہ تین ماہ میں طے ہوتا تھا لیکن اب سڑکیں تعمیر ہوگئی ہیں اور موٹریں اطراف ایران میں چلتی ہیں جس سے یہی راستہ ایک سیاح تین دن میں طے کر سکتا ہے۔ ویوہیکل لاریاں جن کا تصور آپ ہندوستان میں رہ کر نہیں کر سکتے۔ سامان تجارت بندرگاہوں اور روس و عراق کی سرحدوں سے ایران میں پہنچاتی ہیں۔ بس اور ہر میکر کی ٹورنگ اور لینڈ و موٹریں مسافروں کو لے جاتی ہیں لیکن مصیبت یہ ہے کہ ان موٹروں کی سروس کا کوئی باقاعدہ انتظام نہیں ہے۔ بعض شہروں میں صرف ایک گراج ہے جو من مانے کرایہ وصول کرتے ہیں۔ تو بعض چھوٹے چھوٹے مقامات پر دس دس بیس بیس گراج ہیں۔ جہاں زیادہ گراج ہیں وہاں مسافر چو طرف بیٹھ جاتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لاری کے بیس ٹورنگ کے پانچ و سات مسافروں کی تکمیل میں وقت ہوتی ہے۔ اب یا تو پوری موٹر ہم اپنے لئے حاصل کریں یا جب تک اس موٹر کے مسافر پورے نہ ہوں انتظار کریں۔ حجاز، شام و فلسطین تمام مقامات پر میری عادت رہی کہ میں نے کچھ زیادہ دے کر اچھی ٹورنگ گاڑی میں ڈرائیور کے بازو میں جگہ حاصل کی اور پیچھے چاہے وہ کسی کو بھی بٹھا لیں مجھے کوئی مطلب نہ رہا۔ لیکن یہاں ایک دقت یہ پیش آئی کہ عراق و ایران ——— ڈرائیور کے بازو دو آدمی بٹھاتے ہیں اس لئے یہاں مجھے ہر جگہ کے لئے دوہرا کرایہ دینا پڑا۔ یہ تھی موٹر سرویس کی مختصر و جامع کیفیت۔ اب آپ سیاحت کے حالات سنئے۔ خانقین میں اسی وجہ سے کہ میرے دوہرا کرایہ ادا کرنے کے باوجود ان کے یہاں مسافر نہ تھے مجھے ایک دن ضائع کرنا اور چہار شنبہ کو وہاں قیام کرنا پڑا۔ چھوٹا سا مقام و سخت گرمی بہت تکلیف ہوئی لیکن چھت پر رات آرام سے گزری۔ پنجشنبہ کو صبح ۹ بجے خانقین سے چلے۔ عراق اور ایران کے حدود پر پاسپورٹ کی تنقیح اور سامان کی دیکھ بھال اور چنگی کی مصیبتوں سے آزاد ہو کر ۱۲ بجے قصر شیریں پہنچے۔ یہاں ایک مصیبت یہ پیش آئی کہ بصرے میں ہیضہ شروع ہو جانے کی وجہ سے حکومت ایران نے قصر شیریں میں عراق سے آنے والے ہر مسافر کے لئے پانچ روز قرنطینہ کی شرط لگا دی ہے ہم بھی اس قید میں ڈالے گئے۔ قصر شیریں عراق سے بھی کچھ زیادہ گرم نکلا اگر قرنطینہ سے متصل ایک نہر اور باغ نہ ہوتا تو پانچ دن گزارنا مشکل ہو جاتا۔ چھٹے دن وہاں سے چھوٹے اور کرمانشاہ پہنچے۔ طاق بستان میں قدیم ایرانی آثار اور رستم کے مجسمے کی سیر کی۔ آگے روانہ ہوتے کوہ بے ستون پر فرہادی نقوش کو دیکھا اور ہمدان پہنچے مسافروں کے نہ ملنے کے جھگڑے میں ہمدان میں ایک دن ضائع گیا۔ اور کل صبح ہمدان سے چل کر رات کو نو بجے طہران پایۂ تخت ایران پہنچا اور گرانڈ ہوٹل میں مقیم ہوں۔ آج سے طہران کی سیر شروع ہوئی ہے۔ آئندہ خط میں اس کی تفصیل ہوگی۔ اب تک جو معلوم کیا اس کا خلاصہ یہ ہے:

ایران نے رضا شاہ پہلوی کی حکومت کے بعد سے نیا جنم لیا ہے۔ روس و برطانیہ کی رقابت نے اقتصادی حالت بہت ابتر کر رکھی ہے لیکن تدریجی ترقیات برابر جاری ہیں تعلیمی حالت نہایت ناقص ہے۔ اب تک بھی ایران نہ کوئی اپنی یونیورسٹی قائم کر سکا ہے نہ ساری مملکت میں کوئی کالج ہے۔ اعلیٰ تعلیم میٹرک تک ہے۔ امریکن مشنریز نے جنوب میں چند مدارس قائم کر رکھے ہیں۔ فوجی حالت درست کی جا رہی ہے۔ ایران ایک طویل پہاڑی سلسلے میں گھرا ہوا ہے اور پہاڑوں سے بہنے والی نہروں نے اس کو سرسبزی عطا کر رکھی ہے۔ یہ موسم پھول کا نہیں بلکہ پھل کا ہے۔ میوے کی بہتات ہے۔ ایک آنہ کلدار (نیم قران) خرچ کر کے آپ انگور

انار، سیب، خربوزہ، تربوز، ناشپاتی، زردالو اور جس میوے سے چاہیں اپنا پیٹ بھر سکتے ہیں۔
الحمد للہ بخیریت ہوں اور آپ کی خیریت کا امیدوار۔ فقط

بہادر یار جنگ۔

(۶)

مشہد مقدس ۱۵ آبان ۱۳۴۰ ف روز دوشنبہ

برادرانِ عزیز و محبانِ محترم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ غالباً میں نے طہران پہنچ کر اپنا آخری عام خط لکھا تھا۔ طہران ایران کا دارالسلطنت اور خوش منظر مقام ہے۔ چونکہ سلاطین قاچار کا بسایا ہوا ہے اس لئے کوئی قدیم آثار یہاں نہیں ہیں۔ البتہ اس کے جنوب میں خرابات رے کے قریب طغرل کا بنایا ہوا ایک برج قابل دید چیز ہے۔ مسجد سپہ سالار بھی اچھی عمارت ہے اور اس کے مدرسے کا کتب خانہ بعض نوادرات رکھتا ہے۔ سوء اتفاق سے میں طہران آیا اور حضرت بادشاہ سلامت رضا شاہ پہلوی اپنے ولی عہد کو یورپ روانہ کرنے کے لئے آذربائیجان کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ان کے ساتھ وزرا و امرائے دولت کی ایک بڑی جماعت بھی روانہ ہوگئی اس لئے حکومت ایران خصوصاً دارالسلطنت کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں دقت ہوئی۔ محلات شاہی اور تخت طاؤس کی دید سے محرومی کا رنج ہے۔ پھر بھی آقائے فروغی وزیر خارجہ آقائے تقی زادہ وزیر مالیات اور آقائے میرزا قاسم خاں وزیر پوسٹ وٹیلیگراف نے بہت آؤ بھگت کی۔
طہران سے دو روز کے لئے اصفہان گیا تھا۔ خاندان قاچار سے قبل شاہان صفویہ کے زمانے میں ایران کا دارالسلطنت تھا۔ سلاجقہ اور صفویہ کے زمانے کے بہترین آثار یہاں دیکھنے میں آئے۔ عالیشان مساجد پر عظمت محلات اور ایرانی مصوری کے بہترین نمونے دیکھے۔ شیراز میرے پروگرام میں تھا لیکن میرے راستے سے اتنی دور کہ ہمت نہ ہوئی اور "کنار آب رکن آباد" اور "گلگشت مصلیٰ" کی دید سے محروم رہا۔ ایرانی عموماً جھوٹے، بدعہد اور ناقدر شناس وقت ہیں۔ خود آج کے کام کو کل پر بلکہ ایک مہینہ ادھر ڈالنے کے عادی ہیں اور دوسرے کے وقت کی بھی ان کے نزدیک کوئی قدر نہیں ہے۔ میں نے ایران کے سفر کے لئے جتنے دنوں کا اندازہ کیا تھا اس سے دگنی مدت اب تک صرف ہو چکی ہے۔ کامل ایک ماہ چار روز مجھے حدود ایران میں آئے گزر چکے ہیں۔
ادبا، علما اور شعرا ایران نے بہت آؤ بھگت کی۔ علمی و ادبی مجلسوں میں شریک ہوا۔ ان کا کلام سنا اور ہندوستانی فارسی گو شعرا کا کلام سنایا۔ ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں ایران و ہندوستان کے درمیان ایک رابطہ ادبی قائم کر سکوں۔ ایران اپنی قریب الموت نیند سے چونکا ہے اور آہستہ آہستہ لیکن مستقل رفتار سے منزل ترقی کی طرف چل رہا ہے۔ موجودہ حالت گو مایوس کن ہے لیکن میں اس کے مستقبل کو سیاسی و اقتصادی حیثیت سے تاریک نہیں پاتا۔

طہران سے گزشتہ پنجشنبہ کو بوقت دو ساعت ظہر چلا تھا دو راتیں راستے میں بسر کر کے پرسوں بروز شنبہ تقریباً اسی وقت مشہد مقدس پہنچا جس کا فاصلہ طہران سے نو سو کیلو میٹر یعنی تقریباً سات سو میل ہے۔ راستہ قدرے خراب تھا۔ موٹر میں بہت تکان ہوئی۔ لیکن الحمد للہ اچھا ہوں اور گزشتہ چھ ماہ کی سیاحت نے برداشت مصائب کی ایک قوت پیدا کر دی ہے۔ اور اگر یہ نہ ہوتا تو

میں اپنے سفر کو ناکام سمجھتا۔ راستے میں بستام میں حضرت بایزید بسطامی کے لئے فاتحہ پڑھی اور نیشاپور میں عمر خیام کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کی ایک دو رباعیاں پڑھیں اور لطف اٹھایا۔

مشہد خراسان کا دارالسلطنت ہے۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا روضہ اقدس ایران و خراسان کی سب سے بڑی زیارت گاہ ہے۔ شان و شوکت کے لحاظ سے میرے دیکھے ہوئے تمام روضوں اور درگاہوں سے بڑھ کر تقریباً ایک کروڑ تومان سالانہ (ڈیڑھ کروڑ سکہ عثمانیہ) کی معاش درگاہ کے لئے وقف ہے۔ یہیں نادر شاہ کی قبر بھی ہے۔ اور اس خط کو ختم کر کے طوس کے کھنڈروں کو جا رہا ہوں کہ فردوسی کی قبر دیکھوں اور فاتحہ پڑھوں۔ سردی یہاں طہران کی بہ نسبت زیادہ اور ہمارے یہاں کے گلابی جاڑوں کے مساوی ہے حالانکہ یہ ان کے نزدیک موسم گرما ہے۔ موسم سرما یہاں کا بہت سخت ہوتا ہے۔ برف باری کی وجہ سے کوئی گھر سے باہر نہیں نکل سکتا۔

کل قصد ہے کہ ان شاء اللہ یہاں سے ہرات روانہ ہو جاؤں۔ موٹر پر دو روز کا راستہ ہے ہرات سے انشاء اللہ قرہ مبارک جاؤں گا۔ اور حضرت خاتم ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس پر جبہ سائی کا شرف حاصل کروں گا۔ ایران کا سفر دوسرے مقامات کی نسبت کٹھن تھا۔ اور اب افغانستان اس سے زیادہ سخت معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جس خدا نے یہ سب سفر صحت و عافیت سے پورے کروائے اسی کا بھروسہ ہے

تمام احباب کی خدمت میں حسب مراتب آداب و تسلیمات اور دعائے صحت و عافیت کا امیدوار ہوں۔ آئندہ خطوط سفیر برطانیہ متعینہ کابل کے توسط سے لکھے جائیں۔ فقط

دور افتادہ بہادر یار جنگ

(۷)

سبزہ وار (افغانستان کا ایک چھوٹا سا تعلقہ)

۲۹ آبان ۱۳۱۷ روز سہ شنبہ

برادران عزیز و احباب محترم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ برکاتہ۔ شاید مشہد سے میں نے اپنا تفصیلی خط لکھا تھا۔ یوں تو ایران کے ہر حصے میں بر وقت موٹر کا مہیا ہو جانا دشوار ہے لیکن افغانستان کے لئے خصوصاً زیادہ مشکل تھا۔ مشہد میں افغانستان کی جانب نقل و حرکت کرنے والے صرف دو گاراج ہیں۔ تین روز کی مسلسل تلاش کے بعد ایک موٹر مل گئی۔ اور پرسوں جمعہ کو بعد ظہر ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ اتفاق سے یہ موٹر بھی کئی نقائص سے معمور تھی نہ اس میں روشنی تھی نہ بریک درست تھے نہ کاربوریٹر نہ پٹرول برابر کھینچتا تھا۔ مشہد اور ہرات کا درمیانی راستہ جو تقریباً چھ سو میل ہے اور عموماً اچھی موٹر ہو تو دو دن میں طے ہو سکتا ہے تین رات اور چار دنوں میں طے ہوا۔ راستہ میں حدود ایران پر "کاریز" کے چنگی کے محکمہ نے ہمارے ساتھ جتنی گنیاں تھیں سب ضبط کر لیں۔ ایران میں ایک انوکھا قانون یہ ہے کہ اپنے حدود سے باہر سونے کا سکہ نہیں لے جانے دیتے اور اس کو ضبط کر کے اس کی قیمت کے مطابق جرمانہ بھی مسافر سے وصول کرتے ہیں۔ گنیاں انہوں نے لے لی ہیں۔ جرمانے کا مطالبہ ہے اور میں نے ایران کے وزراء کو اس رقم کے استرداد کے لئے تار دیا ہے۔ ابھی کوئی نتیجہ

نہیں نکلا گویا السفر کالسقر کی ابتدا ہوتی ہے خدا اس کو وسیلۂ ظفر بھی ثابت کرے۔ افغانستان کا سفر دس سال یا پانچ سال قبل کے سفر کی بہ نسبت بہت سہل اور آسان ہوگیا ہے لیکن اب بھی ایک یک و تنہا مسافر کے لئے جو دشواریاں ہیں ان کا تصور بھی سبکساران ساحل نہیں کر سکتے۔ مجھے آغائے بشیر احمد خاں سفیر کبیر افغانستان نے ہرات فراہ اور قندھار کے حکام اعلیٰ کے نام خطوط تعارف دے رکھے ہیں اور وہ نہایت اخلاق سے پیش بھی آ رہے ہیں۔ اور دوسرے خود افغانی مسافروں کی بہ نسبت میرے لئے بہت سی سہولتیں بہم پہنچائی گئی ہیں لیکن پھر بھی میں دعا کرتا ہوں کہ آپ میں سے کوئی اگر سفر کرے تو خدا اس کو ان مشکلات سے دوچار نہ کرے۔ میرا قصد ہرات میں صرف دو روز ٹھہرنے کا تھا لیکن موٹر کے انتظام کے لئے ایک ہفتہ ٹھہرنا پڑا اور الحمد للہ ایک موٹر میں ڈرائیور کے بازو کی سیٹ حاصل کرلی۔ اس ملک میں تنہا یا دو چار مسافروں کے ساتھ دشت و صحرا کا سفر خطرناک ہے اس لئے لاری میں جگہ حاصل کی جس میں تقریباً بیس مسافر ساتھ ہیں۔ یہ انتظام ہفتہ کے روز مکمل ہوگیا تھا لیکن ہفتہ اور اتوار دو روز بیس بائیس مسافروں نے صرف اس لئے زحمت انتظار برداشت کی اور اپنے بندھے ہوئے سامان کے ساتھ گارج میں پڑے رہے کہ جناب مستوفی صاحب (تعلقدار ضلع) کو چند خط کابل روانہ کرنے تھے اور وہ تیار نہ ہوتے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ جب ہم سبزہ وار (وہ مقام جہاں سے میں خط لکھ رہا ہوں) پہنچے تو معلوم ہوا ان ہی حضرت مستوفی صاحب نے ٹیلیفون کیا ہے کہ موٹر سے بعض اور خطوط روانہ کئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ چھ بجے سے موٹر دھوپ میں کھڑی ہے اور میں اسی میں بیٹھا خط لکھ رہا ہوں۔ ایران کے راستوں میں ہر منزل پر قہوہ خانے تھے جن میں روٹی (خواہ وہ کیسی ہی سخت جلی ہوئی سوکھی اور بدمزہ کیوں نہ ہو) اور انڈے وغیرہ مل جاتے تھے لیکن افغانستان کے راستوں میں سوا نہروں کے جو پروردگار عالم نے ہر چند قدم پر جاری کر رکھی ہیں کوئی چیز نہیں ملتی۔ کل صبح ہرات میں ناشتہ کیا تھا۔ باقی دونوں وقت صرف وہ بسکٹ چباتے جو ساتھ رکھ لئے ہیں اور پانی پی کر خدا کا شکر ادا کیا۔ رات "سبزہ وار" پہنچے معلوم ہوا کوئی مسافر خانہ گارج یا مسجد نہیں ہے۔ ایک قبرستان کے صحن میں بستر بچھائے سو رہے۔ سردی اس شدت کی تھی کہ میں حیران ہوں کہ کیوں اکڑ نہ گیا۔ اب بازار کو آدمی بھیجا ہے کہ ایک آدھ مرغ ملے تو لائے اور پکائے۔ ملازم کی ضرورت صرف افغانستان میں محسوس ہو رہی ہے۔

ہرات نہایت قدیم اور تاریخی مقام ہے۔ سکندر اعظم اسی راستے سے ہندوستان آیا تھا۔ چنگیز نے اس کو فتح کیا۔ تیمور کے بعد اس کے خاندان نے برسوں اس پر حکومت کی۔ اولیا اللہ کے مزارات یہاں ان گنت و لاتعداد ہیں۔ حضرت امام فخرالدین رازی حضرت قاسم فرزند امام جعفر صادق حضرت ابن معاویہ عبداللہ بن جعفر طیار حضرت امام عبداللہ الواحد ابن مسلم ابن عقیل، حضرت خواجہ عبداللہ انصاری، حضرت سعیدالدین کاشغری، حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ وغیرہم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ میرا منزل مقصود فراہ مبارک ہرات و قندھار کے درمیان واقع ہے اور ہرات سے تقریباً دو سو میل کے فاصلے پر اور اب بوقت تحریر خط مجھ سے صرف تقریباً ایک سو میل۔ اگر ہم اب روانہ ہو جاتے تو شام تک پہنچ جاتے اور اب انشاء اللہ کل پہنچ جائیں گے اور ڈرائیور میرا خط قندھار لے جاتے گا اور وہاں سے ڈاک کے حوالے کرے گا اور جب وقت یہ خط آپ کو ملے گا ایک گنہگار غلام اپنے عالی قدر آقا حضرت خاتم ولایت محمدی خلیفۃ الرحمٰن مہدی موعود آخرالزماں علیہ صلوٰۃ اللہ والسلام کثیراً کثیرا کی بارگاہ اقدس پر جبہ سائی کی عزت حاصل کر چکا ہوگا۔ دعا کیجئے کہ خدا اس حاضری کو شرف قبول بخشے۔ (آمین)

سفر سے دل بیزار ہو گیا ہے اور اب ایک ایک منٹ ایک ایک سال کے برابر ہے لیکن اس زحمت کے بعد یہاں تک پہنچ کر افغانستان کے دوسرے شہروں کی سیاحت سے (جہاں غالباً ہر وقت آنا نہ ہو سکے) محروم رہنے کو دل نہیں چاہتا اس لئے چاہتا ہوں کہ قندھار کے راستہ کابل جا کر وہاں سے راست گھر آؤں۔ سب پرسانِ حال چھوٹوں بڑوں کو سلام محبت والسلام۔

بہادر یار جنگ

مولانا ابُوالکلام آزاد

بنام مولوی سید علی حسن خاں صاحب

صدیقی العزیز السلام علیکم۔ الہلال کے اجرا میں دفتر سے جو تاخیر ہوئی اس کے لیے شرمندہ ہوں اور خواستگار معافی ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ جس دن آپ کا خط پہنچا اسی دن میں نے دفتر کو اطلاع دے دی کہ رسالہ جاری کر دیا جائے۔ افسوس ہے کہ منیجر صاحب کی علالت کی وجہ سے تمام کام کلرکوں کے ہاتھ میں تھا انھوں نے غفلت کی اور مجھے آپ کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا۔ آج میں نے پھر دریافت کیا اور معلوم ہوا کہ پرچہ جاری کر دیا گیا ہے اور گزشتہ نمبر بھی بھیج دیئے گئے ہیں۔

میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ نے میرا یہ تساہل محسوس کیا ہوگا کہ میں نے خود الہلال آپ کی خدمت میں کیوں نہیں بھجوا دیا؟ لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں نے نہ صرف آپ کو بلکہ احباب و اصدقا میں سے کسی کو بھی بطور خود نہیں بھیجا۔ اس لیے نہیں کہ یہ تساہل و تغافل تھا بلکہ اس لیے کہ یہ ایک طرح کی دوستانہ جسارت تھی اور طبیعت پسند نہیں کرتی تھی کہ جسارت کی جائے۔ بطور خود اپنی کسی ایسی چیز کے بھیجنے کے دو ہی معنی لیے جاسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ قیمت کی طلبگاری ہے۔ دوسرے یہ کہ قیمت کی نہیں تو وقت و مطالعہ کی درخواست ہے۔ میرے لیے پہلی بات ایسا سوال ہے جس کے تحمّل کی طاقت نہیں رکھتا اور دوسری بات بھی ایسی نہیں ہے جسے خوشدلی کے ساتھ گوارا کیا جائے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ ایک دوست و صدیق محض اس بنا پر کہ دوست ہے کسی رسالہ کے مطالعہ میں بھی ضرور ہی دلچسپی لے؟ ممکن ہے اسے دلچسپی نہ ہو۔ ممکن ہے وقت نہ نکال سکے۔ البتہ جن دوستان عزیز نے اپنے لطف و محبت سے مطالعہ کی خواہش ظاہر کی بلا تاخیر ان کی خدمت میں الہلال بھیج دیا گیا۔ میں آپ کے محبت و ذوق کا معترف ہوں کہ اس کی خواہش ظاہر کر کے مجھے مسرت کا موقعہ دیا۔ اُمید ہے مع الخیر و عافیت ہوں گے۔

بہت مدت ہوگئی آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ پہلے آپ تبدیلِ آب و ہوا کے لیے بمبئی جایا کرتے تھے کیوں نہ چند دن کے لیے کلکتہ آیئے؟ لکھنؤ کے موجودہ موسم سے تو یہاں کا موسم بہرحال زیادہ گوارا اور آرام دہ ہے۔ کیا اچھا ہو اگر آپ چند دنوں کے لیے آئیں اور یکجائی و ملاقات کا موقعہ میسر آئے۔

ابوالکلام (کلکتہ)

(۲)

بنام سید افتخار عالم صاحب

از فقیر ابوالکلام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ تاخیر جواب کے لیے شرمندہ و خواستگار معافی۔ علالت، ہجوم افکار، و عدم قیام کلکتہ! (۱) بلاشبہ نواب صاحب سے امیر خسرو کے ہندی کلام علی الخصوص کہ مکرنیوں کے مجموعے کا ذکر کیا تھا مگر وہ نسخہ میرے پاس نہیں ہے۔ نواب سید محمد آزاد (او دھ پنچ والے) کے پاس تھا اور عرصہ ہوا میں نے دیکھا تھا۔ نواب صاحب کے اصرار پر میں نے

ان سے ذکر کیا مگر معلوم ہوا کہ مولوی عبدالغفور شہباز کے سامان کے ساتھ ضائع ہوگیا یا کم از کم غیر الحصول ہے۔ اب آپ کیلیے پھر مزید تحقیق کرتا ہوں۔ (۲) حضرت امیر خسرو کے حالات عام و متعارف کتابوں سے تو آپ نے فراہم کر ہی لیے ہوں گے۔ باقی مخصوص کتابیں تو جہاں تک فقیر کے علم میں ہے کسی ایسی کتاب کا وجود ہی نہیں ہے۔ مشہور ہے کہ خواجہ حسن سنجری نے ایک کتاب مجالس خسروی لکھی تھی اور اس میں حضرت امیر کے تمام حالات و سوانح جمع کیے تھے۔ نیز مخصوص اُن مجالس کا حال جو حضرت نظام الدین کی صحبت وارادات سے تعلق رکھتے ہیں ایک زمانے میں میں نے بڑی تلاش کی لیکن بالکل ناکامی رہی۔ اصل یہ ہے کہ اس قسم کے بزرگوں کی سوانح نویسی کیلیے رجال و تراجم پر بالکل اعتماد نہ کرنا چاہیے بلکہ تمام تر محنت ان کی تصنیفات کے مطالعہ و کاوش میں کرنی چاہیے۔ ضمناً ان سے ایسے ایسے سراغ لگ جاتے ہیں کہ پوری لائف مرتب ہو جاتی ہے۔ سب سے پہلے آپ یہ کیجیے کہ کلیات نظم و نثر مکمل بہم پہنچایئے اور اس کا بالاستیعاب مطالعہ من اولہ الی آخرہ کر ڈالیے۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ الہلال جولائی سے جاری ہو جائے گا۔ تاخیر جواب کیلیے مکرر خواستگار معافی۔ اور سوانح نذیر احمد مرحوم کی عدم تبصرہ نویسی پر متأسف۔ وانشاءاللہ براجرار دوبین الہلال محول۔

۲۲ رجون ۱۹۱۵ء از کلکتہ

بنام مالک رام

(۳)

کلکتہ ۱۰/۳۹

عزیزی۔ خط پہنچا۔ ابھی تک میری شکایت دور نہیں ہوئی ہے، معالجہ جاری ہے۔

مصر کی جو بول چال آپ نے سُنی ہے اسے دارجہ کہتے ہیں۔ نجد کے علاوہ تمام عربی ممالک میں بول چال کی زبان بھی بگڑی ہوئی زبان ہے۔ حرفوں کی تخریب ہر جگہ یکساں نہیں کہیں ق کی جگہ گ بولتے ہیں کہیں الف مثلاً قالوا کو کہیں گالو کہیں کہیں آلو علاوہ بریں طرح طرح کی تخفیفات اور تحریفات رائج ہوگئی ہیں۔ مثلاً "ایُّ شیءٍ" کی جگہ "اَیش"، "قد رای شیٔ" کی جگہ "فق یش" جو اب "گدیش" ہوگیا ہے۔ اس اعتبار سے حجاز کی دارجہ سب سے زیادہ ردی ہے یہ بگڑی ہوئی زبان بول چال کے ذریعہ بہت جلد سیکھ لی جاسکتی ہے، لیکن غیر ضروری ہے۔ یورپ کے بعض اورینٹلسٹ نے اسے منضبط کرنے کی کوشش کی ہے اور لغت ترتیب دیے ہیں۔ مصر میں لوگوں نے اسے اسٹیج پر لانا چاہا تھا اور متعدد ڈرامے تیار بھی کیے، مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ تاہم اسٹیج اور ٹاکی کا مکالمہ اب یہ رنگ پکڑ رہا ہے۔ والسلام علیکم

ابوالکلام

بنام مالک رام

(۴)

عزیزی! آپ عربی کی مندرجہ ذیل کتابیں ترتیب سے دیکھیے:

(۱) مجانی الادب — اس کی ۸ جلدیں ہیں۔ اس کا مطالعہ بہ تدریج و بہ ترتیب کیا جائے۔

(۲) علم الادب (مطبوعہ بیروت) — اس کی دو جلدیں ہیں۔ بیان و معانی میں کفایت کرے گی۔

(۳) ادب الکاتب (ابنِ قتیبہ)
(۴) فرائد اللغۃ (ثعلبی)
(۵) کلیلہ دمنہ

والسلام علیکم ابوالکلام

(۵)

بنام مولوی عبدالرزاق کانپوری

حضرت مجمع الفضائل مولانا صاحب مدفیوضہٗ

السلام علیکم، مزاج شریف، والانامہ وارد ہوا۔ سرِ افتخار ہمراہ پایا۔ خادم آپ کی اس عنایت بے غایت کا حد درجہ مشکور و ممنون ہوا کہ اس نالایق پر نظر مشفقانہ فرمائی اور جواب عریضہ سے افتخار اور عزت افزائی بخشی ؎

یہ فقط آپ کی عنایت ہے ورنہ میں کیا مری حقیقت کیا

فی الواقع آپ کی ذات بابرکات مغتنماتِ روزگار سے ہے۔ اللہ جل شانہٗ آپ کو صد وسی سال سلامت رکھے اور مکروہاتِ زمانہ سے محفوظ ع

خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست

آپ نے جس اہم کام کا بیڑا اُٹھایا ہے فی الواقع نہایت ہی مشکل ہے۔ بلا رو رعایت عرض کرتا ہوں کہ یہ آپ ہی کی ہمت تھی کہ اس پُرخطر میدان میں بہادرانہ قدم رکھا۔ انشاء اللہ آپ کامیاب ہوں گے اور عنقریب آپ کی بے بہا تصنیف سے ملک مستفیض ہوگا۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی لائف میں نے تھوڑے عرصے سے شروع کر دی ہے لیکن جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ واقع میں ایک بہت بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے اور وقت کثیر درکار ہے، لیکن السعی منی والاتمام من اللہ کا مقولہ ہر وقت پیش نظر ہے۔ اور اگر اللہ کی مرضی ہوئی تو اپنے کام میں کامیاب ہوں گا اور ضرور ہوں گا۔

اعظم گڑھ میں مولانا شبلی نعمانی کا عمدہ کتب خانہ ہے۔ گزشتہ کانفرنس میں (جو کلکتہ میں جلسہ ہوا تھا) مولانا شبلی صاحب سے نیاز حاصل ہوا تو میں نے عرض کیا کہ آپ کے مفید کتب خانے سے خادم بھی مستفیض ہونا چاہتا ہے۔ مولانا موصوف نے فرمایا کہ میں فہرست بھیجوں گا۔ شاید فرصت نہیں ہوئی اس لیے ارسال نہیں کی۔ کل بھی میں نے شبلی صاحب کے یہاں عریضہ لکھا ہے۔ چونکہ آج کل راٹل ہیروز آف اسلام سے صلاح الدین ایوبی کی لائف لکھنے میں کم فرصت ہے۔ پٹنہ کی بابت جو کچھ آں جناب نے تحریر کیا ہے بجا ہے۔ ۱۱ رجب المرجب کو میں پٹنہ جاؤں گا۔ کیونکہ ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ ہے۔ اس لیے وہاں کے کتب خانے کی بھی سیر ہو جائے گی۔ اگر تصنیفاتِ غزالی مل گئیں تو دیکھ لی جائیں گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ ابھی صرف احیاء العلوم وغیرہ پر ایک تفصیلی ریویو کیا گیا ہے اور جو کتابیں دست یاب ہوئیں ان سے امام صاحب کے حالات قلم بند کیے ہیں۔ مصر وغیرہ سے کتابوں کے لیے خطوط لکھے ہیں طبقات الشافعیہ تو موجود ہے۔ آپ دعا کیجیے۔

تمدنِ عرب، الفاروق، دربارِ اکبری، ترجمہ قرآن نظم وغیرہ میں قبل منگا چکا ہوں۔ سبحان اللہ یہی کتابیں تو ہمارے لیے سرمایۂ ناز ہیں۔ اللّٰھمّ زِد فزد۔

دیگر یہ تحریر فرمائیے کہ آج کل سائنس کی جو کتابیں انگریزی میں لکھی جاتی ہیں ان کے ترجمے اُردو میں بھی ہوتے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو کہاں ہوتے ہیں؟ تحریر کیجیے گا۔

خادم العلماء
غلام محی الدین آزاد کان اللہ لہٗ

سید سلیمان ندوی

بنام سید وحید احمد قیصر ندوی

(۱)

دار المصنفین اعظم گڈھ، مورخہ ۱۰ فروری ۴۳ء

عزیزم سلمہٗ السلام علیکم

آپ کے خیالات معلوم ہوئے، ابھی آپ طالب علم ہیں آپ دو سال تک پورے انہماک سے تعلیم میں مصروف رہیں۔ پہلے طلب علم میں کمال پیدا کیجیے تو دنیا خود آپ کے پاؤں چومے گی۔ یہ شعر اکثر پڑھا کیجیے:

"کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی"

والسلام

(مولانا) سید سلیمان ندوی

(۲)

۷۸۶

دار المصنفین اعظم گڈھ

عزیز مکرم، دعا

السلام علیکم، تمہارا خط ملا، خوشی ہوئی کہ تم نے میری نمایش[1] کو گوش قبول سے سنا اور عمل کا خیال کیا۔ یہی آئندہ کی کامیابی کی راہ ہے، کسی دعوت کی کامیابی کی سب سے پہلی کنجی خود داعی کی مٹھی میں ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس دعوت کو لے کر کوئی اٹھے وہ اس پر خود عامل ہو۔ نظری داعی نہ ہو۔ بلکہ عملی داعی ہو۔ آپ کلمہ اور نماز پر خود عامل ہیں اور مختلف اوقات میں مختلف مسجدوں میں جاکر اس پر مختصر اور سادہ تقریریں کریں اور بے تکلف احباب اور ملنے جلنے والوں سے اسی تحریک و دعوت پر گفتگو کرتے رہیں۔ یہ جوش و انہماک خود لوگوں کو متوجہ کر لے گا۔ آپ نے قرآن میں بار بار پڑھا ہے وما علی الرسول الا البلاغ اس کا تجربہ کیجیے داعی کا کام دعوت کا پہنچا دینا ہے، منوا دینا نہیں ہے، خوب سمجھ لیجیے، شرط یہ ہے کہ آپ محض اخلاص یا للہ اور شغف بالمسلمین کے جذبہ سے کام کریں اپنی تعریف اور دوسری خود غرضی

---

[1] حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے داڑھی منڈوانے پر فہمائش فرمائی تھی۔

کے لیئے نہ کریں۔
دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ آپ کی خدمت کو قبول فرمائیں۔ والسلام

سید سلیمان
۱۴ ر رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ

(۳)

۸۶

دارالمصنفین اعظم گڑھ

عزیز مکرم، دعائے خیر

السلام علیکم و رحمتہ اللہ، آپ کا خط مورخہ ۹ ر شعبان ملا۔ میں سفر میں تھا شکریہ کہ آپ نے یاد کیا اور یاد رکھا۔ انگریزی[1] پڑھنے میں بحیثیت زبان تو کوئی حرج نہیں مگر تجربہ شاہد ہے کہ اس چکر میں جو پڑا ہے پھر وہ اس سے نکل نہ سکا۔ اور ساتھ ہی اس گرداب میں دین و ایمان کو بھی ڈبو بیٹھا۔ میں تو اس کی رائے کبھی نہ دوں گا آپ کے والد نے جس دن آپ کو عربی تعلیم کے لئے حوالہ کیا تھا تو ان کا مقصد یہی ہو گا کہ وہ آپ کو دین کی خدمت کے لئے اللہ تعالےٰ کے نذر کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ عربی تعلیم کے بعد کسی بڑی نوکری کی امید تو وہ کر نہیں سکتے تھے اب جب آپ نے بفضلہ تعالےٰ تکمیل کر لی تو اُن کی نیت کیوں بدل گئی کہ اب وہ دیدہ و دانستہ آپ کو باطل کے نذر کرنا چاہتے ہیں اور گذشتہ حسنِ نیت کے ثواب کو بلکہ عمل کو ضائع کرتے ہیں باقی رہی روزی تو وہ تو انشاء اللہ تعالےٰ موعود ہے وہ تو ملے گی۔ خواہ کم ہو یا زیادہ۔ حرص دنیا کا تقاضا یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ کا طلب گار رہتا ہے حالانکہ اگر زیادہ ملنا مقدر نہیں تو سب کچھ کرتے بھی نہیں ملے گا۔ کیا ہزاروں بی اے اور ایم اے ٹھوکریں نہیں کھاتے پھرتے لیکن کوئی مولوی کبھی بیکار محض نہ ملے گا۔ خصوصاً اگر اوس نے کچھ بھی امتیاز حاصل کر لیا ہے۔ آپ چاہیں تو رمضان بعد آکر یہاں دیکھیں اور میں آپ کو دیکھوں کہ آپ سے کیا کام لیا جا سکتا ہے؟ تاکہ آپ کو اس میں لگایا جائے۔

تعلیم کے بعد ضرورت تربیت کی ہوتی ہے اس کے بغیر آدمی کندۂ ناتراشں ہوتا ہے۔

رمضان المبارک میں آپ وہاں لوگوں کو ترجمۂ قرآن کریم سنائیے، آپ کر سکتے ہیں! والسلام

سید سلیمان ۱۴ ر شعبان ۱۳۶۴ھ

(۴)

۸۶

دیسنہ، ضلع پٹنہ

عزیزم، السلام علیکم و رحمتہ اللہ تین مہینہ سے باہر ہوں۔ اب اعظم گڑھ اور وہاں سے بھوپال

[1] لکھنؤ میں ۱۹۴۲ء ندوۃ العلماء سے فاضل میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد میں نے وہیں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا تھا اور اب میں کالج میں داخل ہونا چاہتا تھا۔

رہا ہوں۔ آپ جولائی کے اوائل میں خط لکھیں۔ اللہ تعالیٰ کچھ مناسب بندوبست فرما دیں، بشرطیکہ آپ مستعد اور تیار اور کسب کمال کے لئے مشکلات پر عبور کا عزم بفضلہ تعالیٰ رکھیں۔

اپنے والد صاحب[1] محترم کو سلام کہدیں۔ والسلام

۱۱ر جون ۱۹۴۶ء سید سلیمان

(۵)

۱۹۴۶ء

دار المصنفین

برادرم مولوی وحید احمد صاحب دام سعدہٗ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ، میں یہاں چند روز پہلے آیا ہوں، یہاں کے انتظامات کو دیکھنا تھا۔ آپ اب یکم جولائی تک یہاں[2] جلد چلے آئیں، میں چندے ابھی باہر رہوں گا، یہاں کتب خانہ میں بیٹھ کر آپ کو کم از کم چند ماہ صرف مختلف کتابوں کے مطالعہ میں صرف کرنے ہوں گے، میری غیر حاضری میں مولانا عبدالسلام[3] صاحب اور مولوی شاہ معین[4] الدین صاحب آپ کی تعلیم و تربیت کریں گے، اور بذریعہ مکاتبت مجھ سے صلاح و مشورہ چاہیں گے۔ اب آپ عزیمت کے ساتھ آجائیے اور یہاں آکر مولانا مسعود[5] علی صاحب سے ملیے وہ آپ کا سارا انتظام کر دیں گے۔ انتظامی نگرانی ان کی رہے گی اور ان کی اطاعت ہر حال میں ضروری ہے، آپ کو سردست للعہ ماہوار وظیفہ ملے گا۔

باقی ہدایات خطوط[6] سے ملتے رہیں گے۔ والسلام

۱۹ر جون ۱۹۴۶ء سید سلیمان

(۶)

۱۹۴۶ء

بھوپال

عزیزی، دعائے خیر!

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کا آنا[7] مبارک۔ خدا کرے کہ آپ کا اور میرا مقصد پورا ہو اور آپ کی آمد دار المصنفین

---

[1] جناب سید شاہ رشید احمد صاحب مظفی مدظلہ

[2] مجھے سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دار المصنفین اعظم گڑھ کا رفیق بنا کر بلوا لیا تھا۔ وہاں میں تقسیم تک تصنیف و تالیف کی تربیت حاصل کرتا رہا۔

[3] مولانا عبدالسلام ندوی مرحوم مصنف شعر الہند، اقبال کامل وغیرہ۔

[4] مولوی شاہ معین الدین احمد ندوی ایڈیٹر معارف، مصنف تاریخ اسلام وغیرہ۔

[5] ناظم دار المصنفین۔

[6] حضرت سید صاحب مرحوم ریاست بھوپال کے امیر جامعہ اور قاضی القضاۃ کے عہدے پر تشریف لے گئے تھے۔ وہ مجھے برابر خطوط سے ہدایات دیتے رہتے تھے۔

[7] دار المصنفین۔

کے لئے مفید اضافہ ہو۔

ابھی کم از کم دو سال آپ کو صرف مطالعۂ کتب میں بسر کرنا چاہیئے۔ ابن خلدون دیکھ لیں۔ پھر شاہ ولی اللہ صاحب اور ابن تیمیہ اور ابن قیم کی کل کتابیں پڑھ ڈالیں۔ امام رازی کی تفسیر اور تفسیر ابن جریر طبری کا مطالعہ کیا کریں، اسلوب تحریر کیلئے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ[1] کی کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔ خصوصاً الفاروق، سیرۃ النعمان اور شعر العجم، الکلام اور علم الکلام بھی پڑھ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کے مسائل سے اپنے عقیدہ کی پختگی میں فرق نہ آئے، ان کتابوں سے معلوم ہوگا کہ علمی مسائل کس طرح آسانی اور ترتیب بفضل کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں۔

ادب اگر کمزور ہے تو جاحظ کی کتابیں دیکھیں۔

مولانا عبدالسلام صاحب سے سوال کیجئے، کوئی کتاب جیسے فوز الکبیر یا، حجۃ اللہ البالغۃ یا حماسہ ان سے شروع کر کے یا عربی عبارت لکھ کر ان کو دکھائیے۔

یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ کا دل مطالعہ میں خوب لگتا ہے۔

مطالعہ کا اول اصول یہ ہے کہ عبارت سے صرفاً و نحواً و لغتہً دلالۃً صحیح مطلب اخذ کریں اور پھر لفظ کو چھوڑ کر اصل مسئلہ کو سمجھیں اگر کوئی لغت آجائے تو مراجعت لغت میں سہل انگاری نہ کریں، ضرور مراجعت کریں اور لفظ کے اصل معنی کو سمجھیں۔

امید ہے کہ مولوی وحید الرحمان[2] صاحب بھی آگئے ہوں گے۔

جماعت کی پابندی اور سحر خیزی کی عادت کریں۔ صبح کی نماز میں خود پہلے اٹھیں، نہ کہ کسی کے اٹھانے کے منتظر رہیں۔ قرآن پاک کی تلاوت کریں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فضل فرمائیں، اخلاص ہر کامیابی کی اصل ہے۔ والسلام

۷ شعبان ۱۳۶۵ھ ——— سید سلیمان

(۷)

۷۸۶

دار المصنفین۔

برادرم سلمہ اللہ تعالیٰ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، خط ملا، خوشی ہوئی کہ سلسلۂ مطالعہ ذوق و شوق سے جاری ہے آپ خط میں لکھتے ہیں "یاد آوری" کا تہ دل سے ممنون ہوں، یاد آوری کا استعمال اس موقع پر کیا جاتا ہے جب کوئی غیر متوقع طور پر یاد کرے جیسے آپ کے[3] بیان

---

[1] حضرت علامہ شبلی نعمانی مرحوم۔ [2] میرے ساتھ ہی یہ بھی بحیثیت رفیق دار المصنفین کے اعظم گڈھ آئے تھے۔ بچھرایوں ضلع مراد آباد کے رہنے والے تھے۔

یہ رشتہ نہیں، انشاپردازی بڑی یہ ہے کہ کوئی لفظ کس موقع پر لکھا جائے۔

حجۃ اللہ البالغہ سے پہلے شاہ صاحب کی بدور البازغہ دیکھئے، اُس میں بھی بعض ابواب حروف مقطعات وغیرہ محض ذوقی ہیں، بدورالبازغہ حجۃ اللہ البالغہ کا مقدمہ ہے۔ سیرۃ نبوی کی جلدیں ضرور پڑھ لیں، یہ سینکڑوں کتابوں کا خلاصہ ہے اور نہ صرف سیرت ہے بلکہ علم کلام ہے۔

مولوی عبدالسلام صاحب سے بعد رمضان ملاقات ہوگی مگر آپ کے استاذ قدیم مولوی ناظم[1] صاحب بھی تو ہیں، ایک مہینہ ان سے فائدہ اٹھائیے۔

واقعۂ قتل[2] کی خبر سے تکلیف ہوئی، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ والسلام

۲۴ر جولائی ۱۹۴۶ء — سید سلیمان

(۸)

۸۶

بھوپال۔

برادرم مولوی وحید احمد صاحب ندوی، زادکم اللہ تعالیٰ علماً وعملاً۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کا خط مورخہ ۵ر رمضان المبارک مل گیا تھا۔ یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ مطالعہ میں دلچسپی کے ساتھ مصروف ہیں اللھم زد فزد آپ اسی طرح مصروف رہیں انشاء اللہ تعالیٰ آپ پر راہیں کھلیں گی۔ روزہ کی حرارت بعضوں کو زیادہ محسوس ہوتی ہے لیکن ثواب بھی ونھی النفس عن الھویٰ اور رضوعلی المکاریہ کے اصول پر اسی مرتبہ کے ساتھ ہے۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں، آپ برابر مطالعہ میں مصروف رہیں میں چند روز کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آؤں گا اور آپ لوگوں سے ملوں گا۔

میرا آنا وسط شوال میں ہوگا یا ۲۰ شوال تک۔

ابھی تو آپ آئے ہیں، گھر کی عید[3] میں کیا رکھا ہے، بہرحال اگر قلب کو اطمینان غربت کی عید میں میسر نہ ہو تو چلے جائیے مگر جلد واپس آجائیے۔

عزیز من! علم کا نتیجہ عمل ہے، ظاہر و باطن دونوں میں شریعت کے مطابق انقلاب چاہیے، قبض لحیہ ہمارے استاذ مرحوم کو سخت ناپسند تھا، جماعت کی پابندی بھی ضرور رہی اختیار کی جائے، بڑی برکات کی چیز ہے، وقت میں وسعت اور برکت ملتی ہے۔

---

[1] مولانا محمد ناظم ندوی پرنسپل جامعہ عباسیہ بہاولپور مغربی پاکستان۔ [2] بندول ضلع اعظم گڑھ کے ایک رئیس محمد احمد مرحوم جو مولانا عبدالسلام ندوی کے رشتہ دار تھے۔ انھیں ان کے بعض زمیندار دشمنوں نے اعظم گڑھ اور بندول کے راستے میں قتل کرا دیا جبکہ وہ اعظم گڑھ کچہری سے ایک مقدمہ کی پیروی کے بعد یکہ سے بندول واپس جا رہے تھے۔ [3] رانچی صوبہ بہار۔

مولوی وحید الزماں صاحب کو سلام کہہ دیجئے۔ والسلام

۲۳ رمضان ۱۳۶۵ھ سید سلیمان

(۹)
۴۶ء

بھوپال

عزیزی سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ، کسی مضمون کے لئے مواد ملنے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ آدمی مطالعہ کرتا رہتا ہے اس میں کسی خاص قسم کی بات جب متعدد پاتا ہے تو اس کو نوٹ کرتا جاتا ہے، پھر مزید تلاش سے اس قسم کے واقعات ملتے ہیں تو ایک موضوع پر مضمون تیار ہو جاتا ہے۔

میرے وہ شذرات[ل] اب شائع نہیں ہوں گے، وقت گذر چکا، اب دوسری فضا ہے!

آپ جنوری میں چند روز کے لئے مکان جانا چاہتے ہیں تو ہو آئیں میرا ادھر آنا نہ ہوگا۔

اس فتنہ میں مسلمانوں کے بہادرانہ مقابلہ کے جو محقق واقعات آپ کو اثنائے سفر معلوم ہوں ان کو باحتیاط نوٹ کرکے رکھئے گا میں اس قسم کے واقعات کو جمع کرنا چاہتا ہوں۔ والسلام

۳۰ دسمبر ۱۹۴۶ء سید سلیمان

(۱۰)

۴۶ء

بھوپال،

برادرم مولوی وحید احمد صاحب دام توفیقکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کا خط ملا، پڑھ کر خوشی ہوئی، ظاہر و باطن دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے، آپ کے احوال و کیفیات کے صلاح سے دل مسرور ہوا۔ اللھم زد فزد۔ میں اپنے دوستوں کے لئے اور دار المصنفین کے لئے ہمیشہ دعا گو رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے دین کی خدمت کے لئے قبول کرے۔

امید ہے کہ آپ کا مطالعہ جاری ہوگا! والسلام

۱۶ شوال ۱۳۶۵ھ دعاگو، سید سلیمان

ل۔ ۱۹۴۶ء میں صوبہ بہار میں جو قتلِ عام ہوا تھا اس کے متعلق حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے معارف کے لیے ایک اداریہ سپرد قلم کیا تھا۔ اتنا سخت اور اتنا جذباتی اداریہ حضرۃ الاستاذ نے اس سے پہلے کبھی نہیں لکھا تھا۔ بعض وجوہ کی بنا پر حضرت سید صاحب نے اس اداریہ کی اشاعت روک دی۔ یہ اُسی کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۱)

بھوپال۔

عزیزی۔

السلام علیکم ورحمتہ۔ سیرۃ النبی[1] کا مقابلہ شدہ نسخہ سید اسلم صاحب کے حوالے کر دیجیئے وہ مجھے بھیج دیں گے، رجسٹرڈ۔ الجغرافیہ عند العرب[2] کا ترجمہ مسلسل کیجیئے گا اور جب ترجمہ ہو جائے تو میرے پاس بھجوا دیجیئے گا۔

صوبہ بہار کے حالات ہوش ربا ہیں تاہم صبر و استقامت کا مقام ہے۔ اپنے والد صاحب کو سلام کہہ دیجیئے۔

کل انشاء اللہ تعالےٰ چند روز کے لئے دہلی جوبلی[3] میں جاؤں گا ۲۰ تک واپسی ہوگی۔

یہ کارڈ اسلم[4] صاحب کو بھی دکھا دیجیئے گا، پشت پر ان کو لکھا ہے۔ والسلام

سید سلیمان

برادرم، السلام علیکم

آج سہارن پور سے خط آیا، عزیزہ سلمہا کی خیریت معلوم ہوئی بحمد اللہ اب اچھی ہیں۔ کل میں دہلی جا رہا ہوں، سہارنپور بھی جاؤں گا اور کچھ عجب نہیں کہ والدہ سلمان بھی ساتھ آسکیں۔ سلمان بھی جائیں گے۔ رجسٹری کا کوئی پتہ پوچھنے یہاں نہیں آیا آپ نمبر اور چیکوں کے پتے اور تعداد رقم لکھیئے ایک بیمہ کتاب مولوی مسعود علی صاحب کے نام مع چیک بھیجی ہے، رسید سے مطلع کیجیئے۔

عبدالحکیم چچا کے نام سیرت عائشہ جدید کا ایک نسخہ ہدیۃً بھجوا دیجیئے۔ استدراک عائشہ علی الصحابہ عربی کے پانچ نسخے مجھے بھجوا دیجیئے۔

۱۴ نومبر ۱۹۴۶ء

سید سلیمان

(۱۲)

۷۸۶

بھوپال

عزیزی، السلام علیکم

مضمون زکریا[5] رازی پہنچا، دیکھا، اس پر ایک مضمون معارف کی ابتدائی جلد میں مولوی سعید انصاری صاحب کا

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول طبع چہارم کے پروف دیکھنے اور اصل ماخذ سے مقابلہ کرنے کی ذمہ داری حضرۃ الاستاذ نے مجھے سونپی تھی [2] حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عربی مضمون جو عربی رسالہ "الضیا" میں قسط وار چھپتا رہا اس کا ترجمہ میں نے مکمل کر لیا تھا۔ یہ کتاب مکمل صورت میں میرے پاس موجود ہے۔ [3] جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کی سلور جوبلی۔ [4] سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے برادر نسبتی۔ [5] چیچک کے علاج کے موجد اور مشہور حکیم و فلسفی زکریا رازی پر میں نے ایک طویل مقالہ لکھا تھا۔ جو بعد میں شائع ہوا۔

چھپ چکا ہے، آپ اس کو دیکھ لیں، اور پھر دیکھیں کہ آپ کا مضمون محض اسکا اعادہ ہے یا اضافہ ہے؟ اگر اعادہ ہے تو بیکار ہے اور اگر اضافہ ہے تو تمہید میں بڑھا دیجیے کہ اس پر مضمون گو معارف کے فلاں نمبر میں چھپ چکا ہے جس کو اتنے سال ہوئے اب اس درمیان میں بعض نئی معلومات سامنے آئی ہیں اس لئے نئے سرے سے اب بھی اس پر لکھنے کی ضرورت ہے۔

جغرافیہ کا آخری حصہ ناتمام ہے وہ شاید مطبوعہ نہ ہو قلمی ہو، اس کو بھی مکمل کیجئے۔ والسلام

۲ را کتوبر ۱۹۴۷ء سید سلیمان

(۱۳)

۷۸۶

بھوپال

عزیزی مولوی وحید احمد صاحب وفقکم اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کا کارڈ ملا، الجغرافیہ عند العرب[1] کا ترجمہ آپ نے کر دیا اچھا کیا وہ عربی مضمون ناتمام ہے، محتاجِ تکمیل ہے، ابھی اپنے ہی پاس رہنے دیجئے۔ کیا آپ کو جغرافیہ سے دلچسپی پیدا ہوئی؟

امید ہے کہ آپ کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہوں گے، اب اگر کسی موضوع پر لکھنے کو جی چاہے تو اس کے معلومات فراہم کیجیے اور پھر مجھ سے دریافت کیجئے۔ قرآن پاک کی تلاوت پر مداومت کیجئے، اور معنی پر غور کیجئے اور اس کے حل کرنے میں تفاسیر وغیرہ سے مدد لیجئے۔

اپنے حالات و خیالات سے مطلع کرتے رہئیے۔ والسلام

۱۹ر دسمبر ۱۹۴۶ء سید سلیمان

(۱۴)

۷۸۶

بھوپال

برادرم وفقکم اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کا خط ملا، آپ اسی طرح اپنے کاموں میں مصروف رہیں۔ جغرافیہ والے مضمون کی اصل اور

---

[1] جناب مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مدظلہ کی عنایت سے حضرت الاستاذ کا غیر مطبوعہ مضمون مجھے مل گیا تھا جس کا ترجمہ میں نے مکمل کر دیا تھا۔

[2] اس کتاب کا مکمل ترجمہ "عرب اور جغرافیہ" کے نام سے میں نے کر دیا ہے۔ اس کتاب کی ایک نقل نظرِ ثانی کے بعد میں نے حضرۃ الاستاذ کی خدمت میں بھوپال روانہ کی تھی۔ اصل مضمون کتابی شکل میں میرے پاس محفوظ ہے جس پر میں نے ابھی حال ہی میں نظرِ ثانی کی ہے۔ اللہ نے چاہا تو یہ کتاب لاہور سے شائع ہو گی۔

ترجمہ چھپ کر میرے پاس بھیج دیں، پہلے میں دیکھ لوں۔ عبدالقدوس صاحب ہاشمی کا البلاغ[1] میرے پاس آتا ہے۔

الحمدللہ خیریت ہے۔ والسلام

۶ رمئی ۱۹۴۷ء سید سلیمان

(۱۵)

۶۸۶

بھوپال

عزیزم وفقکم اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، کارڈ ملا، مضمون جغرافیہ کے دونوں حصے ملے، آپ کو معلوم ہوگا کہ میں ڈھائی ماہ سے مرض چشم میں مبتلا ہوں، بمشکل ضروری کام کرتا ہوں، اب تخفیف و افاقہ ہے، مگر بالکل مرض گیا نہیں ہے اس لئے آپ کے ترجمہ کو پورا پڑھا نہیں ہے، جابجا سے نظر ڈالی تو عبارت کے عدم روانی کا نقص نظر آیا، ترجمہ ایسا چاہیے جس سے انشا پردازی میں فرق نہ آئے، جو سطریں آپ کی سمجھ میں نہیں آتیں اُن کا ترجمہ کر لیا جائے گا۔[2]

خوشی ہوئی کہ آپ کچھ نہ کچھ کام کر رہے ہیں، زکریا رازی کا حال آپ نے لکھا تھا اور مولوی عبدالسلام کا پہلے ہی لکھ چکے تھے، بہرحال دونوں میں فرق تو ہوگا۔ دیکھنا تھا کہ آپ نے کیا لکھا تھا اور کیسا لکھا تھا، ابھی تو یہ سب مشق کی خاطر آپ کو کرنا پڑے گا اس سے ملول نہ ہونا چاہیے کہ محنت ضائع گئی، محنت نہیں ضائع گئی کام آئی۔

آج یہاں ۷ راگست کو اکیسواں روزہ ہے، تراویح دروازہ پر مسجد ہے اسی میں ہوتی ہے چوبیسواں پارہ ہے دارالمصنفین میں حافظ مجیب اللہ[3] صاحب پڑھتے ہوں گے۔

برادرم اسلم کو سلام کے بعد کہہ دیجئے کہ سب موسمی بخار سے ایک ایک دو دو روز بیمار ہے۔ سید حسین مع اہل وعیال ۲۹ جولائی کو آئے تھے یہ عمل ان کو بھی دیا گیا اب سب اچھے ہیں، سید حسین مع اہل وعیال آج شام کے اکسپریس سے سہارنپور واپس جا رہے ہیں۔

ہم لوگ اوائل اکتوبر سے جہاز انگلستان[4] سے جائیں گے انشاء اللہ، رفقاء کو سلام کہہ دیجئے۔

۱۹ ر رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ سید سلیمان

---

[1] "البلاغ" نام کا ہفتہ وار اخبار جناب عبدالقدوس ہاشمی ندوی کی ادارت میں حیدرآباد دکن سے نکل رہا تھا، میں "عرب اور جغرافیہ" والا مضمون اسی اخبار میں قسط وار چھپوانا چاہتا تھا۔ [2] بعد میں دوبارہ میں نے نظر ثانی پوری کر دی تھی۔ [3] رفیق دارالمصنفین مصنف اہل کتاب صحابہ وغیرہ۔ مجھ سے ایک سال پہلے دارالمصنفین کے رفیق مقرر کئے گئے تھے۔

[4] بارادۂ حج

(۱۶)
۸۶

بھوپال

برادرم، دعائے خیر

السلام علیکم و رحمۃ اللہ، الحمد للہ تعالےٰ مع الخیر ہوں، آپ کا خط پا کر آپ کی خیریت سن کر خوشی ہوئی، اللہ تعالےٰ حصولِ رزق کے ساتھ علم و دین کی خدمت کی توفیق بخشیں، آپ کو مجھ سے جھجکنے کی کوئی وجہ نہ تھی میں اپنے سب عزیزوں کا خیر خواہ ہوں اور اُن کا بھلا چاہتا ہوں[۱]۔

ہاں دار المصنفین میں مجھے آپ کی اور آپ کو میری رفاقت حاصل نہ ہو سکی یہ حالات کا اقتضا تھا۔

ڈاکٹر اسحاق[۲] صاحب اور عندلیب[۳] شادانی صاحب کو میرا بھی سلام پہنچا دیجئے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔

سلمان[۴] سلمہ جلالین شریف اور مشکوٰۃ شریف پڑھتے ہیں۔

معلوم نہیں یونیورسٹی میں ظفر الہدیٰ[۵] ہیں یا نہیں، کیا اُن سے آپ کی ملاقات نہیں ہوتی؟ والسلام۔

۱۴ر فروری ۱۹۴۹ء سید سلیمان

(۱۷)
۸۶

بھوپال۔

عزیز مکرم، دام توفیقکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ بے شبہ آپ کے کئی خط آئے اور یہ بھی صحیح ہے کہ میں نے جواب دیا ہے۔ بات یہ ہے کہ میں دار المصنفین کے انتظامی معاملات میں دخل دینا نہیں چاہتا جس کے ہاتھ میں کام ہے وہ جس طرح چاہیں چلائیں۔ آپ کے مستقبل کے لئے میری نیک دعائیں ہیں[۶]۔ میں اس وقت خود بھی بعض ایسے افکار میں مبتلا ہوں جس کا تعلق مستقبل سے ہے، اس لئے بالفعل کسی مشورے سے قاصر ہوں، ہندوستان کی صورت حال نے بے حد مضطرب کر رکھا ہے، دیسنہ[۷] چھوڑنا چاہتا ہے اور کوئی دوسرا مرکز ابھی طے نہیں، گو میں ترکِ وطن سے متفق نہیں مگر نہیں جانتا کہ کیا پیش[۸] آئیگا۔ والسلام

۱۰ر اپریل ۱۹۴۸ء سید سلیمان

---

[۱] میں نے یہ خط ڈھاکے سے لکھا تھا۔ [۲] ڈاکٹر محمد اسحٰق ایم۔ اے، پی ایچ ڈی۔ ڈھاکا یونیورسٹی۔ انھوں نے دار المصنفین اعظم گڈھ اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کی لائبریری میں حضرۃ الاستاذ کی نگرانی میں علم حدیث پر ریسرچ کر کے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری لی تھی۔

[۳] ڈاکٹر عندلیب شادانی صدر شعبۂ اردو و فارسی ڈھاکا یونیورسٹی۔ [۴] سید سلمان ندوی حضرۃ الاستاذ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے انہوں نے پچھلے سال کراچی یونیورسٹی سے ایم۔ اے پاس کیا ہے۔ [۵] برادرم ظفر الہدیٰ حضرت علامہ شبلی نعمانی مرحوم کے صاحبزادے حامد نعمانی کے داماد ہیں۔ ان دنوں ڈھاکا یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں لیکچرار ہیں۔ [۶] اپریل ۱۹۴۸ء میں جب میں ڈھاکہ کے پہلے اخبار سہ روزہ مشرقی پاکستان کا ایڈیٹر تھا، اُسی وقت میں نے یہ عریضہ حضرۃ الاستاذ کی خدمت میں روانہ کیا تھا اور اُن سے دعائی درخواست کی تھی۔ [۷] حضرۃ الاستاذ کا وطن دیسنہ بہار شریف ضلع پٹنہ۔ [۸] آخر کار حضرۃ الاستاذ کو ترکِ وطن کر کے کراچی کو وطن بنانا پڑا تھا۔

جگر مُرادآبادی

<u>بنام مولوی اظہار الحسن صاحب وکیل غازی آباد</u>

گونڈہ - ۲۴ جنوری ۵۶ء

عزیز گرامی قدر، سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ کا خط اور تار بیک وقت (تھوڑے سے وقفہ کے ساتھ) آج ۲۴ جنوری کو ملے - ۲۶ کو مشاعرہ بہرائچ میں شریک ہونا ہے - اس کے بعد بریلی پھر بھوپال، لکھنؤ، کھورتھلہ یا بمبئی - "سلسلۂ علالت" زندگی کے ساتھ وابستہ ہو چکا ہے - اپنی خوش قسمتی اور زمانے کی بد قسمتی کے سبب اس طرح کا شاعر واقع نہیں ہُوا ہوں کہ جب چاہے جس رنگ میں جی چاہے کہہ سکوں طبیعت کی یکسوئی محال بن کر رہ گئی ہے - کیفیت شعری اگر کسی وقت پیدا ہوئی بھی تو جلد چھین لی جاتی ہے - "کاریگری" کا نہ کبھی عادی رہا اور نہ انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ کبھی ہو سکوں گا - طرحی مشاعروں کے متعلق میں صرف اسی قدر کوشش کرتا ہوں کہ طبیعت کو "طرح" کی جانب متوجہ رکھوں - یکا یک ایک ایسا وقت بھی آجاتا ہے کہ صحیح معنوں میں کیفیت شعری پیدا ہو جاتی ہے - لیکن اگر پوری کوشش کے باوجود ایسی کیفیت پیدا نہ ہو سکی تو کم از کم میرا ضمیر مطمئن ہو جاتا ہے میں ابتداً طرحی مشاعروں کا مخالف تھا - لیکن اب میری رائے وہ نہیں رہ گئی ہے - طرح نہ ہونے کے سبب بھی اکثر حضرات آسانی پسند بن گئے ہیں - بازاری اور سطحی جذبات عمدہ اور حسین الفاظ کے ساتھ کہہ لذ رنے کے عادی - دقتِ فکر اور تعمقِ خیال سے سروکار نہیں رہ گیا ہے اس لیے اور بھی کوشش کرتا رہتا ہوں کہ تا امکان طرحی مشاعروں میں "طرح" پر ضرور طبع آزمائی کروں - لیکن جو واقعہ ہے اور واقعہ کے ساتھ مجبوریاں لاحق ہوتی رہتی ہیں انہیں بیان کر چکا ہوں - لکھنؤ بھوپال، کھورتھلہ تینوں مقامات کے مشاعرے طرحی ہیں - پھر میرا ایک معیار بھی ہے اور معیار سے گر کر نہیں کہہ سکتا - علاوہ اس کے کہ میرا مذاق معمولی قسم کے اشعار کو خود ہی قبول نہیں کر سکتا، وقت بھی بہت کم رہ گیا ہے - بہرحال کوشش کروں گا اور تا امکان پوری کوشش کروں گا -

آپ نے میرے ایک مخلص و دیرینہ مرحوم دوست کی یاد دلا دی - دیر تک اُن کی صورت سامنے رہی اور وہ زمانہ تفصیلاً فلم کی طرح سامنے سے گذرتا چلا گیا - اب تک متاثر ہوں - آپ کے خط سے معلوم ہو کر صحیح معنوں میں مسرت ہوئی کہ آپ میرے عزیز و مخلص مرحوم دوست کی یادگار ہیں - اس لیے بغیر کسی پس و پیش کے فوراً شرکت مشاعرہ کے لیے

آمادہ ہوگیا۔ اپنی طرف سے اب کوئی شرط پیش نہیں کرتا۔ آپ کو اپنی جگہ خود بھی کافی احساس ہونا چاہیے اور یقیناً ہوگا میں بہرائچ سے ۲۷ کو واپس ہوکر ۲۸ کی صبح کو لکھنؤ پہنچوں گا۔ غالباً ۲۹ کو روانہ ہوکر ۳۰ تک غازی آباد پہنچوں گا۔ گونڈہ "مین لائن" پر واقع نہیں ہوا بلکہ چھوٹی لائن O . T . R کا ایک اسٹیشن ہے۔ سفر اختیار کرنے میں اکثر دقتیں بیشتر اسی وجہ سے واقع ہوجایا کرتی ہیں۔ "برتھ" کا "ریزرو" کرانا ایک علیحدہ مرحلہ ہے۔ بہرحال ۳۰ کو لکھنؤ سے آنے والی ہر ٹرین پر مجھے دیکھ لیجیے تو بہتر ہوگا۔

امید کہ بفضلِ تعالیٰ آپ معہ متعلقین بہ خیر و عافیت ہوں گے۔ خیر طلب: جگر مراد آبادی

بنام میکش اکبر آبادی

(۲)

گونڈہ۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۵۰ء

حبیبی و صدیقی و مخلصی۔ سلام مسنون الاسلام و اشتیاق دیدار۔ جہاں بے شمار انسان ایسے ہیں جو قریب رہ کر اور ہمیشہ ملتے رہنے کے باوجود کبھی نہیں ملتے، یا بہت کم، وہیں معدودے چند افراد اس طرح کے بھی ہیں جو دور رہ کر اور بہت کم مل کر بھی ہمیشہ ملتے رہتے ہیں۔ بحمداللہ کہ میں اس دوسری صنف کا انسان ہوں۔

کاہل ہمیشہ سے تھا، اب کہ ایک زمانے سے دائم المریض ہوں، کاہلی کو معراجِ ترقی تک پہونچنے کا موقع مل گیا ہے فطرت کی ستم ظریفی یہ کہ جس حد تک ہنگاموں سے گھبراتا ہوں اور کاہلی کا پورا پورا حق ادا کرنا چاہتا ہوں اسی حد تک مصروف و منہمک بھی رکھا جاتا ہوں۔ حافظے پر بہت ناز تھا اب وہ بھی جواب دے چکا ہے کسی ضرورت کے خیال سے ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک پہنچتے پہنچتے ضرورت ہی کو بھول جانا روزمرّہ ہوگیا ہے۔

آپ ہمیشہ یاد آتے رہتے ہیں اور یاد آتے رہیں گے۔ اب کہ حالات نازک اور صعب ہوتے جاتے ہیں، احباب کی یاد اور زیادہ محبوب ہوتی جاتی ہے اور آپ جانتے ہی ہیں کہ محبوبیت اپنی خصوصیات کیا کیا رکھتی ہے۔ پہلے، ایک کیف اور ایک لطیف اشتیاق حاصل ہوجاتا تھا، اب، ایک درد کہ جو خوشگوار کم ہوتا ہے اور اذیّت آفریں زیادہ۔

میرے ایک بہت ہی مخلص و مکرم دوست جناب جمیل صاحب ایس۔ پی آگرہ پہنچ گئے ہیں، ان کے چھوٹے بھائی حضرت عزیز گونڈہ میں رہتے ہیں، اور میرے ہم سایہ ہیں، اُن سے بھی عزیزانہ تعلقات ہیں، موصوف اپنے بھائی صاحب کی خدمت میں گونڈہ جارہے ہیں، یہ انھیں کا کرم ہے کہ زحمت نگارش برداشت کر رہا ہوں اور تکلیف توجہ دے رہا ہوں جمیل صاحب ادبی مذاق رکھتے ہیں بہت ستھرا اور بلند، میں خود بُرا ہوں مگر بُرے انسانوں سے میرا دل کبھی نہیں ملتا۔ جمیل صاحب سے صحیح معنوں میں تعلقِ خاطر رکھتا ہوں۔ یہی ان کے اچھے انسان ہونے کا ثبوت بھی ہے۔ بہرحال آپ اُن سے ضرور ملیے یا وہ خود ملیں گے۔ بہرحال میں چاہتا ہوں کہ اس قحط الرجال میں خوش مذاق اور اچھے انسان ایک دوسرے سے بے تعلق نہ رہیں۔ آپ یقیناً اُن سے مل کر کمال حد تک مسرور ہوں گے۔ اسی طرح مجھے یقین ہے کہ جناب جمیل بھی۔

آگرہ پہنچنے کو بہت جی چاہتا ہے' میرے لیے اب تو پہلے سے بھی کہیں زیادہ مجبوریاں وارد ہو گئی ہیں۔ میں نے "جمیل صاحب" کو بھی اپنی مجبوریوں سے مطلع کر دیا ہے۔ اور اسی لیے یقین سا ہو چلا ہے کہ شاید آگرہ پہنچ سکوں۔ "خاکِ آگرہ" ویسے بھی مجھے کس قدر عزیز ہے اور ہو سکتی ہے۔ آپ کو اس کا اندازہ ہو گا۔

جگر مراد آبادی

بنام مولوی ضیاء احمد صاحب بدایونی (۳)

گونڈہ ۱۲ر فروری ۱۹۵۴ء

حضرت مخدوم محترم زاد الطافکم۔ یقین فرمائیے کہ آپ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ جو نسبت و تعلق مجھے حاصل ہے اس پر فخر و ناز کرتا ہوں۔ ایک زمانے سے دائم المریض ہوں۔ اب نئی نئی شکایات پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ امراض و افکار نے مرتبۂ کاہلی کو اتنا بلند کر دیا ہے کہ خواص تک کی نگاہیں شاید وہاں نہ پہنچ سکیں۔ دل و دماغ ویسے ہی غیر حاضر رہنے لگے ہیں۔ جب کسی تقریب کے سلسلے میں کہیں جانا ہوتا ہے پھر تو یک سر ہی بدحواس ہو جاتا ہوں۔ مزاجاً کاہل تو واقع ہُوا ہی ہوں' لیکن ہنگامہ پسند بھی نہیں' اس کے باوجود شدید طور پہ مصروف و منہمک زندگی بسر کرنے کے لیے مجبور۔

علی گڈھ دو مرتبہ جانا ہُوا لیکن حاضری سے معذور رہا۔ میں کس حد تک شرمندہ و محجوب ہوں اس کا اندازہ آسان نہیں۔ لیکن یقین کرتا ہوں کہ آپ کی محبت' آپ کا خلوص اور آپ کی شفقت میری مجبوریوں پر نظر کرکے مجھے ضرور معاف کر دے گی۔ میں غالباً فروری کے آخری ہفتہ میں دہلی سے واپس ہوتے ہُوئے علی گڈھ محض اس لیے قیام کرنے کا عزم کر چکا ہوں کہ تھوڑی بہت تلافی کر سکوں۔ اُمید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ مجتبیٰ ظفر صاحب سے سرِراہ ایک مرتبہ اور مشاعرہ کے موقع پر بھی ایک مرتبہ ملاقات ہو گئی تھی جسے ملاقات تو نہ کہنا چاہیے۔ تاہم اس کا کچھ حصہ میری جانب سے سلام پیش فرما دیجیے۔

احقر جگر مراد آبادی عفی عنہ

بنام مولوی ضیاء احمد صاحب بدایونی (۴)

محترم و مکرم زاد لطفہٗ

سلام مسنون الاسلام قبول فرمائیں۔ میں جب سے واپس گونڈہ پہنچا ہوں' طبیعت برابر ناساز رہی اور ہنوز اس قابل نہیں کہ بارِ فکر برداشت کر سکے۔ منتظر تھا کہ طبیعت رو بہ اصلاح ہو جائے تو کسی قدر کاوش و تفصیل کے ساتھ "نقد و نظر" کا حق ادا کر دوں لیکن اندیشہ ہے کہ یہ موقع بھی ہاتھ سے نکل گیا تو آپ کو ہمیشہ کے لیے شکایت پیدا ہو جائے گی بہر حال قلم برداشتہ جو کچھ ممکن ہو سکا حاضر کرتا ہوں۔ امید ہے مزاج گرامی بخیر و عافیت ہو گا۔

جگر

بنام حضرت رضی احمد صاحب بدایونی (۵)

برادرِ مکرم جناب رضی

السلام علیکم۔ سخت علالت کے بعد اب کسی قدر رو بہ اصلاح ہوں۔ تفصیلی حالات عزیزی رازؔ سلمہٗ سے معلوم

ہوں گے۔

آپ سے ملنے کو بے حد جی چاہتا ہے۔ یہ صرف الفاظ ہی نہیں بلکہ اپنے حقیقت و صداقت بھی رکھتے ہیں۔ رواروی میں یہ چند سطریں لکھ رہا ہوں۔ ورنہ بہت کچھ لکھتا۔ راز کو میں بے حد عزیز سمجھتا ہوں۔ اُن کا ایک ضروری کام ہے یعنی علی گڑھ میگزین کی ایڈیٹری کا معاملہ درپیش ہے۔ ازراہِ تعلقات قدیمانہ و مخلصانہ اُن کی اعانت کیجیے۔ یعنی یہ کہ اپنے برادرِ عزیز جناب ضیا صاحب سے بہ نفسِ نفیس سفارش کر دیجیے۔ یہی خط جناب ضیا کو بھی دکھا دیجیے۔ مجھ سے اس وقت زیادہ لکھا نہیں جاتا۔ ورنہ علیحدہ انھیں بھی لکھتا۔

والسلام مع الاکرام
مخلص جگر عفی عنہ'

بنام طاہر فاروقی صاحب اسلامیہ کالج پشاور (۶)

گونڈہ

جگر نواز! زاد الطافکم۔ سلام مسنون الاسلام قبول فرمایئے۔ امید کہ مزاج گرامی بفضلہ تعالیٰ مع الخیر ہوگا۔ اس وقت ایک خاص الخاص ضرورت کی بنا پر تکلیف و زحمت دے رہا ہوں۔ یقیناً کسی نہ کسی یقین و اعتماد کے ماتحت مجھے یقین ہے کہ آپ میری گذارش اور پہلی گذارش اور میرے یقین و اعتماد کو رائگاں نہیں دیکھ سکیں گے۔ حامل رقعہ ہذا عزیزِ گرامی قدر سید مبشر حسین سلمہ اللہ تعالیٰ خود حاضر ہو کر تفصیلاً ضرورت پیش کر دیں گے۔ میں ان کے متعلق صرف اسی قدر عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ حضرت اکبر الہ آبادی مرحوم کے قریبی عزیز ہیں اور میرے بہت ہی مخلص اور شریف القلب اور مُحسن دوست سید بشیر حسین صاحب انکم ٹیکس آفیسر الہ آباد کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے علم میں ہے کہ دوسروں کی نسبت سے شاعر زیادہ تر شدید الاحساس ہوا کرتا ہے۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ عرض کرنا نہیں۔ یقیناً آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ میں آپ کا صحیح معنوں میں معترف ہوں لیکن میری محبت اور میرا اعتراف اکثر و بیشتر ہنگامہ آرا نہیں ہوا ہے۔ میں اپنے احباب کو اپنے متعلق ایک جملہ لکھا کرتا ہوں' اس وقت بھی جی چاہا کہ پیش کروں "فطرةً کاہل' عادةً مریض، ضرورةً مصروف"۔ اس اجمال کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ آپ اس میں بہت کچھ درد بھی محسوس کریں گے۔ آگرہ پہنچنے کے لیے اکثر طبیعت بیقرار ہو جایا کرتی ہے۔ لیکن "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"۔

احقر جگر مراد آبادی عفی عنہ'

بنام شہناز ہاشمی (۷)

گونڈہ

۳؍ جنوری ۱۹۵۳ء

عزیز بیٹی! سلامت رہو' خوش رہو!

میں ایک زمانے سے دائم المریض سا ہو گیا ہوں۔ دو چار دن تک کے لیے ایسا محسوس ہوتا رہتا ہے جیسے

بالکل ہی صحت مند ہو گیا ہوں اور پھر دس پندرہ دن وہی عالم۔ دماغ و دل یکسر غیر حاضر رہنے لگے۔ کسی کام میں جی نہیں لگتا۔ یہ آثار بُرے سہی، لیکن ہیں، اور موت تو ایک ایسی صداقت ہے جس سے گریز ممکن نہیں، اور اگر ممکن بھی ہو تو آخر ایک نعمت سے گریز کے معنی کفرانِ نعمت نہیں تو اور کیا ہو سکتے ہیں۔ تم جانتی ہو میں تمھیں کتنا عزیز رکھتا ہوں لیکن میں اظہار خلوص و محبت کو قطعاً پسند نہیں کرتا۔

تم نے جس مشاعرہ کے متعلق لکھا تھا اس کا تو زمانہ گذر چکا۔ گمان غالب ہے کہ ۳۱ جنوری کے مشاعرہ میں شریک ہوں گا۔ یہ مشاعرہ نمائش سے متعلق ہے۔ یقیناً تمھیں اس کا علم ہو چکا ہو گا۔

میرا قیام تو حسب دستور رشید صاحب (مخدوم و محترم) ہی کے مکان پر رہے گا۔ لیکن تم ان کے مکان سے قریب ہو اس لیے اکثر و بیشتر آنا جانا ہو گا، اور دیر تک مختلف موضوعات پر باتیں ہوا کریں گی۔ اب تو ماشا اللہ تم گریجویٹ ہو گئی ہو، لیکن پیاری بیٹی! یاد رکھو، علم ایک بحرِ بیکراں ہے جو صرف کتابوں تک محدود نہیں ؂

کونین کی ہوس میں ہے انسان ذلیل و خوار
کونین اپنے سینے کے اندر لیے ہوئے

کتاب سے صرف کتاب بن سکتی ہے، زندگی نہیں بن سکتی۔

بات کہاں سے کہاں پہنچی۔ اس وقت رات کے ۱۱ بج رہے ہیں طبیعت مضمحل ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اچھا خدا حافظ اپنی امی جان یا میری محترمہ بھاوج صاحبہ کی خدمت میں میری طرف سے سلام و اشتیاق۔ اور اپنے دونوں بھائیوں کو بہت سی دعائیں۔ غالباً تمھاری "آپا" بھی ۳۱ جنوری تک دہلی سے علی گڈھ آ جائیں۔

برادر مکرم و محترم ہاشمی صاحب کو خط لکھو تو میری جانب سے سلام پیش کر دینا اور یہ بھی لکھ دینا کہ مشاعرہ نمائش میں ان کی شرکت ضروری ہے۔ صرف جگر کے لیے۔

دعاگو

جگر مراد آبادی عفی عنہ

شوکت علی خاں فانی

<u>بنام عشرت علی خاں</u>

M SHAUKAT ALI KHAN "FANI"
B. A. LL. B. Vakil,
HIGH COURT.

HING-KI-MANDI

Agra, ۹ اپریل 1929

عزیزم عشرت علیخاں طول عمرہ

بعد دعا معلوم ہو کہ تمہارے پہلے خط کا کوئی جواب اس لئے نہیں دیا گیا کہ بحالات موجودہ اوس کا کوئی جواب نہ تھا۔ دوسرے خط کے جواب میں سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ ہرگز اب کچھ نہیں ہو سکتا اور یہ کہ آئندہ کیا ہو اوس کے متعلق صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ محض اپنی ہمت بازو اور خدا کی کارساز اور مددگار ذات پر بھروسہ کامل اور مستقل ہونا چاہیئے۔ باقی تمام امیدیں اور سارے اطمینان فضول ہیں۔ ہوش و حواس قائم رکھنے کی کوشش کرنا چاہیے گھبراہٹ، پریشانی اور ناامیدی سے گریز کرنا چاہیئے۔ ہر شخص کے سامنے خواہ وہ کوئی ہو اپنی حالت کا مرثیہ پڑھنا اور اوس سے یہ توقع کرنا کہ وہ کوئی مدد دے سکے گا بیکار اور نامناسب ہے۔ زمانہ بدلتا رہتا ہے چنانچہ زمانہ بدل گیا اب موجودہ حالت ہے اوسی کی بموجب جو کچھ مناسب ہو کرنا چاہیئے۔ کسی کو برا سمجھنے سے کوئی فائدہ ہے نہ اچھا جاننے سے کوئی عقدہ حل ہو سکتا ہے۔ ہمت سے کام لے کر اپنی کشتی آپ کھینا چاہیئے خواہ وہ کسی طرح سے ہو۔ یہ سب باتیں میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں آئندہ تمہیں اختیار ہے خواہ عمل کرو یا نہ کرو۔ زیادہ کیا لکھوں۔

شوکت علیخاں

(۲)

عزیزم عشرت علیخاں طول عمرہ

بعد دعا معلوم ہو کہ خط پہنچا۔ حالات معلوم ہوئے۔ یہاں کسی شخص سے واقف نہیں ہوں بھائی عبدالکریم خانصاحب اور بھائی عبدالغنی خانصاحب خصوصاً زیادہ واقف ہیں۔ نام میں نے بھی سنا ہے اس کے آگے مجھے مطلق واقفیت نہیں ہے۔ جہاں تم سب لوگوں کی رائے ہوگی میری بھی رائے وہی ہے خدا مبارک کرے۔

بھائی عبدالغنی خانصاحب کے متعلق کیا کہوں اون کی باتیں ہمیشہ عجیب و غریب رہیں اور رہیں گے۔ میرا خیال ہے کہ

شاید اگر میں آج ایک کمیشن پر باہر چلا گیا تو بعد بقر عید یا بقر عید تک آگرہ واپس آؤں گا اور اگر نہ گیا تو نہ گیا۔

یہ سمجھ میں نہ آیا کہ روپ رام کی ڈگری میں جو مرسہ خلاف حق مکان کی آ۔اصنی نہیں ولائی گئی اور جو تمھارے خلاف ہوئی اوس میں ولائی گئی ہے کیا تم نے اس کے متعلق کوئی عذر نہیں کیا تھا۔ اگر کیا تھا تو کیا خاص وجہ ہو سکتی ہے کہ ایک ڈگری میں ولائی جائے اور دوسری ڈگری میں نہ ولائی جاوے۔ صاف اور مفصل لکھو۔ نیز یہ بھی لکھو کہ کس قدر روپیہ کی ڈگری ہوئی ہے۔ زیادہ دعا

۳۰ اپریل ۲۹ء

شوکت علیخان

(۳)

عزیزم عشرت علیخاں طول عمرہ

بعد دعا معلوم ہو کہ تمھارا خط جو تم نے زاہد کے ہاتھ میرے پاس بھیجا تھا کل مجھے ملا۔ زاہد ایک عرصہ سے واپس حیدر آباد آئے ہوئے ہیں مگر چونکہ وہ جاگیردار کالج میں رہتے ہیں اور کبھی کبھی میرے پاس بھی آجاتے ہیں اس لئے اون سے ملاقات صرف اوس وقت ہو سکتی ہے جب وہ خود آئیں اس مرتبہ حیدر آباد واپس ہونے پر وہ میرے مکان پر آج تک کسی وجہ سے نہیں آئے تمھارا خط اونھوں نے تقریباً ایک ہفتہ یا کچھ زیادہ دن اپنے پاس ڈال رکھا کل ایک صاحب کے بدست وہ خط میرے پاس بھیجدیا۔ خیر! تمھارا خط پڑھ کر تمھاری پریشانیوں کا حال معلوم ہوا۔ میں اپنی پریشانیاں تم کو کیا لکھوں اور تم کیا سمجھ سکو گے۔ شاید اتنا بھی سمجھ لینا کافی ہوگا کہ جب تمھارا خط تمھاری پریشانیاں اور تکالیف کے بیان کے ساتھ پہونچتا ہے تو تمھاری تکالیف سے جو کچھ تکلیف پہونچتی ہے وہ تو پہونچتی ہی ہے سب سے زیادہ اپنی حالت پر اوس وقت رونا آتا ہے کہ میں ایسی حالت میں تمھاری امداد نہ کر سکا۔ خود میری حالت اب مختصراً یہ ہے کہ اگر پروردگار عالم نے عزت و آبرو کے ساتھ صحیح و سلامت پھر بدایوں کبھی پہونچا دیا تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ دوبارہ زندگی عطا فرمائی اور حد سے زیادہ اپنا فضل و کرم فرمایا۔ ممکن ہے میرے اس بیان سے تم کچھ کچھ میری حالت کا اندازہ کر سکو۔ خدا تم پر اور مجھ پر اپنا فضل کرے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ برخورداروں کو دعا۔

$\frac{12}{1}$ / ۲۹

شوکت علی خاں

(۴)

حیدر آباد، ملے پلی ۴۰۴

مورخہ ۱۸ مئی ۴۰ء

عزیزم سلمہ اللہ تعالےٰ

ایک خط تمھارے دوسرے خط کے جواب میں بھیج چکا ہوں پہونچا ہوگا۔ اگرچہ اس خط میں مجھے کوئی خاص بات یا مزید حالات لکھنا مقصود نہیں مگر پھر بھی چونکہ بہت مضطرب ہوں جی چاہا کہ پھر تمھیں کچھ لکھوں۔

ملازمت ختم ہو کر ذریعۂ آمدنی و معاشں بند ہو چکا تھا کہ میرے گھر میں بیمار ہوئیں اور آٹھ ماہ اور کچھ دن بیمار رہ کر رخصت

ہوگئیں۔ ایک مہاراجہ سرکشن پرشاد کا دم تھا کہ باایں ہمہ میرے قیام حیدرآباد کا بظاہر کوئی سبب ہو سکتا تھا، یہ سبب بھی جاتا رہا یعنی ۱۳ مئی ۱۹۴۰ء کو موصوف کا انتقال ہوگیا اب معقول تو معقول کوئی نامعقول وجہ بھی یہاں کے قیام کی باقی نہیں رہی نامعقول اس لئے کہتا ہوں کہ سال ڈیڑھ سال سے وہ بھی میری کوئی امداد کرنے سے معذور ہوگئے تھے۔ خدا کی مرضی یہی تھی وہ ہوئی۔ اب ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ میں حیدرآباد فوراً چھوڑ دیتا مگر کیا کروں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں یہ ایک ایک لمحہ کا قیام سخت تکلیف دہ ہونے کے علاوہ نہایت ذلت و رسوائی کا باعث ہے۔ یہاں کے لوگ منہ پر نہیں تو دل میں کہتے ہیں اور بعض تو منہ پر بھی کہنے لگے ہیں کہ اب یہاں قیام کیوں ہے اور اب کیونکر بسر ہو رہی ہے مجھیں بتاؤ کہ کیا کروں۔

شوکت علی خاں

(۵)

عزیزم عشرت علیخاں طول عمرہٗ

تمہارا خط مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۴۰ء کل ۲۷ کو ملا۔ تمہاری عدیم الفرصتی اور پریشانی کا حال معلوم ہو کر سخت افسوس ہوا خدا اب ہم لوگوں پر رحم فرمائے آمین۔

عبدالحمید خاں کو میری طرف سے پوچھنا اُن سے کہنا کہ میں جس حال میں ہوں اُسے دیکھتے ہوئے جواب نہ پہونچنے کی نسبت کوئی شکایت نہ ہونا چاہیئے۔

میں یہاں سے چلے جانے کا قصد مصمم کر چکا ہوں خدا اس قصد کو پورا کرے۔ اب کوئی اور چارۂ کار باقی نہیں ہے۔ کہاں جاؤں گا یہ ابھی کچھ طے نہیں کر سکا۔ بہر صورت کہیں بھی چلا جاؤں مگر انشاء اللہ اب یہاں سے ضرور چلا جاؤں گا ——— پرسان حال کو سلام کہنا۔ بچوں اور بچیوں کو دعا۔

شوکت علی خاں
۲۸ جولائی ۱۹۴۰ء

حکیم حبیب الرحمٰن

بنگال کے نامور بنگالی ادیب، شاعر، قومی خادم اور اردو دوست شمس العلماء مولانا حکیم حبیب الرحمٰن خان اخونزادہ کے خطوط بنام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی سابق صدر شعبۂ اسلامیات ڈھاکہ یونیورسٹی حال پرنسپل دارالعلوم اسلامیہ اشرف آباد ٹنڈو اللہ یار حیدرآباد سندھ۔ (مرتبہ: وحید قیصر ندوی)

بنام مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی

حکیم حبیب الرحمٰن روڈ ڈھاکہ
۴ر شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ

مکرما۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مزاج گرامی۔ مدتوں کے بعد تحریراً حاضر خدمت ہو رہا ہوں معلوم ہے کہ آپ بہت عدیم الفرصت ہیں اس لئے کم سے کم الفاظ میں مافی الضمیر پیش کرتا ہوں۔

ڈھاکہ یونیورسٹی میں دینیات کے شعبہ کے صدر کی جگہ خالی ہے۔ مولانا مرحوم شمس العلماء محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے بعد یہ جگہ مستقلاً پُر نہیں ہوئی۔ کام چلانے کے لئے عارضی طور پر لوگ رکھے گئے لیکن اب ارباب حل وعقد کا فیصلہ یہ ہوا کہ کسی کو ۵ برس کے لئے بمشاہرہ ۲۵۰ (ڈھائی سو) رکھا جائے۔

آپ کے مشاغل ایک حد تک علم میں ہیں مگر بنگال اور خاص کر یونیورسٹی[2] کی دینی ضروریات کی بنا پر عرض ہے کہ اس عہدہ کو آپ قبول کرلیں شاید خداوندپاک اس سے یونیورسٹی کے سات سو مسلمان طلباء کو عملی اسلام کی طرف متوجہ فرمائے۔ بے عملی بے دینی بلکہ بد دینی کے دفیعہ کی مؤثر تدبیر صرف مجسم علم وعمل سامنے رکھ دینا ہے۔ آپ کے تشریف لانے سے اگر ایک کافر بھی مسلمان ہوگیا تو اس کی جزا مجھ سے زیادہ آپ کو معلوم ہے۔

---

[1] سابق صدر شعبۂ اسلامیات ڈھاکہ یونیورسٹی۔

[2] ڈھاکہ یونیورسٹی۔

سال بھر میں تعطیل بھی بہت زیادہ ہے اور ہفتہ بھر میں ۱۸ گھنٹے سے زیادہ تعلیمی گھنٹے نہیں ہیں اس لئے آپ کے دوسرے مشاغل میں بھی حرج کا زیادہ اندیشہ نہیں ہے۔

۷ اکتوبر کو یونیورسٹی بند ہو جائے گی۔عید کے بعد تشریف آوری ہوگی اور کچھ دریافت فرمانا ہو تو بندہ حاضر ہے۔ والسلام

نیاز مند

حکیم، حبیب الرحمٰن

(۲)

۲ اکتوبر ۱۹۳۸ء

حضرت مولانا المحترم — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بجواب گرامی نامہ معروض خدمت ہے۔

الف :- آپ سے متعلق صرف دینیات میں صحاح ستہ، ہدایہ، کشاف، بیضاوی مدارک، مؤطا اور اصول حدیث و تفسیر کی تعلیم ہوگی

ب :- مطبوعہ نصاب انگریزی میں ہے۔جو صفحہ آپ سے متعلق ہے وہ نشان زدہ ہے اور الگ بھیجا جا رہا ہے۔

ج :- یونیورسٹی میں پنشن کا قاعدہ نہیں ہے۔پراویڈنٹ فنڈ ہے جس کا قاعدہ یہ ہے کہ سال بھر میں ایک ماہ کی تنخواہ آپ یونیورسٹی کو دیں گے۔یونیورسٹی اس مقدار کو اپنے پاس سے ڈبل (مضاعف) کر دے گی۔اور آپ جب رخصت ہوں گے تو یہ رقم مع سود کے مل جائے گی، آپ کو اختیار ہے کہ سرے سے آپ اس فنڈ میں روپیہ ہی نہ دیں یا دیں اور سود نہ لیں۔یہ بالکل اختیاری امر ہے۔

د :- ڈھاکہ کی آب و ہوا معتدل ہے، کوئی متعدی بیماری نہیں ہے۔بنگال میں یہ جگہ آب و ہوا اور ہر حیثیت سے اچھی ہے

ہ :- یونیورسٹی کے صدر دینیات کو عامہ مسلمین اچھی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ حضرت المرحوم مولانا ناظر حسین اور مولانا منور علی محدث رامپوری جیسے عالم ان جگہوں پر رہے ہیں۔سرکاری مولوی اور غیر سرکاری مولوی تو حضرت! اپنے طرز عمل پر موقوف ہے اس میں نہ یونیورسٹی کا قصور ہے اور نہ عامۃ الناس کا۔مسبوق الذکر حضرات کبھی سرکاری مولوی نہیں سمجھے گئے اور حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب مغفور اس جگہ پر آنے سے پہلے ہی سرکاری مولوی سمجھے جاتے تھے تاہم ان کا بھی بلحاظ شخصیات بڑا اثر اور اقتدار تھا اور سارا ڈھاکا بلکہ بنگال ان کو مقتدا جانتا اور مانتا تھا اگرچہ اس کی وجہ اور بڑی وجہ حضرت[1] قبلہ کی خلافت تھی۔

و :- صدر دینیات کا کام سوائے تعلیم کے کچھ نہیں۔

ز :- جی ہاں[2] سمجھتے ہیں گو صاف اور آسان — اور اس کا تجربہ تو آپ کو بارہا ہو چکا ہے۔

---

[1] حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ۔

[2] مولانا عثمانی نے حکیم صاحب مرحوم سے بنگالی طالب علموں کے بارے میں دریافت کیا تھا کہ کیا وہ اردو سمجھتے ہیں۔اس کے جواب میں حکیم صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ ہاں سمجھتے ہیں۔

ج :- یونیورسٹی کو گورنمنٹ چار لاکھ سالانہ دیتی ہے۔ سود سے کوئی علاقہ نہیں ہے اور نہ ہو ہی سکتا ہے۔

ط :- لباس پوشاک کی قید نہیں ہے بیشک یونیورسٹی چاہتی ہے کہ صدر دینیات علماء کے لباس میں ہوں۔ کوٹ پتلون نہ پہنیں اور ہیٹ نہ لگائیں اور اگر وہ ایسا کرنے لگیں تو یونیورسٹی کو روکنے کی قوت بھی نہیں ہے۔

ی :- مکان شہر میں لینا ہوگا۔ شہر اور احاطہ یونیورسٹی متصل ہے۔ کیونکہ یونیورسٹی کے مکانات باپردہ نہیں ہیں۔ اور اگر آپ چاہیں تو یونیورسٹی بھی مکان دے سکتی ہے مگر میں اس کو مناسب نہیں سمجھتا۔ میں پچیس روپیہ میں بہت عمدہ مکان باہر مل سکتا ہے۔ اور اس سے کم پر بھی۔

یونیورسٹی میں سال بھر میں ۶۰، ۶۱ دن کی تعطیل ہے۔ اس میں بڑی تعطیل وہ ہیں ایک پوجا کی تعطیل جو تقریباً ۴۰ یوم کی ہوتی ہے اور دوسری دسمبر میں ۸۔۹ دن کی قاعدہ مستمرہ یہ ہے کہ صدر دینیات کو ہفتہ میں زیادہ سے زیادہ ۸ گھنٹے پڑھانا ہوتا ہے۔ اتوار کو بند ہوتا ہے اور صدر دینیات کے ذمے جمعہ کے دن کوئی سبق نہیں ہوتا ہے۔ یعنی ان کے لئے عملاً جمعہ کو بھی تعطیل ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ کوئی امر اور دریافت طلب باقی نہیں رہا ہوگا۔ ... آپ اگر تشریف لائیں تو آپ کو ۷ر نومبر کو آجانا چاہیئے۔

امید ہے کہ مزاج سامی بخیر ہوگا۔

میری صاف بیانی کو معاف فرمائیے گا اور ساتھ ہی بدخطی سے جو تکلیف ہوئی ہوگی اس کی بھی معافی چاہتا ہوں۔ کثیرالاشغال ہوں اس لئے بھی ہاتھ روک کر لکھنا دشوار ہے۔ والسلام نیاز مند

حکیم، حبیب الرحمن

(۳)

۹ رمضان المبارک۔ دوشنبہ

حضرت والا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بہت نادم ہوں کہ آپ نے یاد دہانی فرمائی، بات یہ ہے کہ میں رمضان سے پہلے محموم[۱] ہوگیا تھا کہ ۳ روزے بھی قضا ہوئے اور ادھر ۷ر اکتوبر سے یونیورسٹی بھی بند ہوگئی۔ صدر شعبۂ دینیات بھی نہ مل سکے اور اس طرح مجھے نادم ہونا پڑا۔ صدر صاحب[۲] سے آج پھر بالتفصیل باتیں ہوئیں۔

یونیورسٹی ۲۰ر نومبر کو کھلتی ہے مگر ابھی آپ کو تشریف لانے کی ضرورت نہیں کیونکہ گذشتہ میٹنگ میں یہ فیصلہ ہوا کہ پہلے اخبارات میں اشتہار دیئے جائیں پھر جو درخواستیں آئیں اُن پر جلسہ میں غور کیا جائے، آپ خاطر جمعی فرمائیے۔ یہ سب ضابطہ کی کارروائی ہے یعنی آپ کو درخواست دینی نہیں ہوگی۔ غرضیکہ میں سمجھتا ہوں کہ دوسری جنوری سنہ تک آپ تشریف لا سکیں گے، یعنی ہماری بدقسمتی

۱؎ مبتلائے بخار

۲؎ ڈاکٹر معظم حسین صدر شعبہ اسلامیات ڈھاکہ یونیورسٹی۔

سے شرف نیاز مندی میں پھر مقید ہو گیا۔

صاحبزادہ[1] کے متعلق آپ کی تشریف آوری کے بعد سب مل کر سعی کریں گے۔ خدا چاہے گا تو کوئی صورت نکل سکتی ہے گو یونیورسٹی میں کچھ ہونا ناممکن ہے۔

آنجناب اگر مشفق مولوی شمس الحق[2] صاحب کے مدرسہ میں قیام کرنا پسند فرماتے ہیں تو اس میں کسی کو عذر نہیں لیکن وہاں تو شاید جمعیت خاطر میں فرق ہوگا۔ اگرچہ اس طرح یہ نیاز مند اتنا قریب ہوگا کہ گھر بیٹھے ہر وقت زیارت ہو سکے گی۔

سال بھر میں گرمی کی چھٹی اور پوجا کی چھٹی بڑی تعطیل ہے۔ ہر سال ۲ بار جا کر اعلیٰ حضرت[3] کی زیارت کر سکتے ہیں۔ جلدی ہو تو کلکتہ سے دہلی تک ہوائی جہاز سے جانا ممکن ہے اور کبھی ڈھاکہ سے بھی جہاز مل جاتا ہے۔

مجھے معذرت کرنے دیجیے کہ واقعی میری حماقت سے آپ کو تکلیف ہوئی مگر یقین فرمائیں کہ بہت حد تک معذوری بھی تھی۔ الحمدللہ اب اچھا ہوں اگرچہ بے حد کمزور ہو گیا ہوں۔ والسلام

نیاز مند

(حکیم) حبیب الرحمٰن

(۴)

حکیم حبیب الرحمٰن روڈ

۲۰ رمضان المبارک

حضرت محترم مولانا المکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس شوخی وگستاخی کی معافی چاہتا ہوں کہ ابھی ایک خط ارسال کر چکا ہوں کہ پھر ہذیان سرائی کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اور پھر رمضان المبارک میں جبکہ اعمالِ غیر ضروریہ کے لئے وقت ہی نہیں ملتا۔ مگر چونکہ اس دن خط لکھنے کے بعد ایک امر کا خیال دماغ میں آ گیا ہے۔ اب جب تک اسے قلم کے ذریعہ ظاہر کروں خلجان دماغی میں مبتلا رہوں گا، اس لئے بمجبوری لکھنا پڑا۔

بات صرف اتنی ہے کہ کتب مروجہ (حدیث) میں جو ابواب ہیں ان کو علی حالہا خود رکھ کر کچھ ابواب کا اضافہ ہونا چاہیئے زمانہ کے اقتضا سے نئی صورتیں نکل آئی ہیں اور نئے سوالات بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ میں ۲۵ برس سے ان سے الگ ہوں۔ پھر بھی

---

[1] مولانا عمر احمد عثمانی تھانوی اُن دنوں دہلی مسجد فتح پوری میں ملازم تھے۔ مولانا عثمانی ان کو بھی ساتھ لانا چاہتے تھے۔ مولانا عمر احمد ان دنوں گورنمنٹ کالج کراچی میں لکچرر ہیں ابھی حال میں قومی تعمیر نو کے محکمے نے اُن کی خدمات کالج سے مستعار لی ہیں۔

[2] مولانا شمس الحق فرید پوری (حال پرنسپل جامعہ قرآنیہ لال باغ۔ ڈھاکہ) نے اُن دنوں بڑا کٹرہ چوک بازار میں مدرسہ اشرفیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جو حکیم حبیب الرحمٰن مرحوم کے گھر کے سامنے تھا۔

[3] حضرت مولانا حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ۔

قیاسًا ایسا سمجھتا ہوں کہ کچھ نئے ابواب کی ضرورت ہے، مثلاً حضرت نے ابوداؤد کی حدیث سے بیعت مروجہ (اصلاح نفس) پر استدلال فرمایا ہے، حالانکہ یہ مفہوم جو حضرت کے بیان سے سمجھ میں آیا ہے۔ ترجمۃ الباب سے سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ شاید میں نے مثال دینے میں غلطی کی ہو۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ حضرت کے رسائل کو ایک بار اس نیت سے کوئی پڑھ کر نشان لگاتا جائے تو بہت سے نئے ابواب پیدا ہوجائیں گے۔ اور اسی طرح ہمارے اکابر کے دورہ کی تقریریں بھی اگر سامنے رکھ لیں تو مجھے یقین کامل ہے کہ کچھ نئے ابواب کا اضافہ ہوجائیگا اور اس طرح ایک بڑی ضرورت کا حل نکل آئے گا۔

خدا جانے میں اپنا مطلب ادا کر سکا یا نہیں!

حضرت خیال فرمائیے گا کہ میں سب امور میں دیوبندی ہوں۔ مگر زبان میں نہیں، اس لئے میری تحریر کی خامیوں پر نگاہ نہ رہے تو اچھا ہے۔ والسلام

نیاز مند
زحکیم، حبیب الرحمٰن

(۵)

۲۶ نومبر ۱۹۳۰ء

حضرت محترم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

میں ذرا ذرا دقفہ کے ساتھ بیمار پڑ رہا ہوں۔ اس لئے کاموں کا بھی حرج ہو رہا ہے اور بہت سے ضروری خطوں کے جواب میں بھی غفلت ہو رہی ہے۔

صدر شعبۂ اسلامیات نے جناب کو تار کر دیا ہے، اگر خداوند قدوس نے یہاں کے مسلمانوں کو مسلمان رکھنا پسند فرمایا تو انشاء اللہ جناب یکم جنوری تک آجائیں گے، بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ تحریر کی جائیں تو واقعات پر روشنی تو پڑ سکتی ہے لیکن پھر بھی بہت سے گوشے اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ اس لئے ادھر جب کبھی آپ کو خط لکھتا ہوں محترمی مولوی شمس الحق صاحب کو دکھا لیتا ہوں اور بعد مشورہ لکھتا ہوں کہ وہ آپ کے معتمد علیہ بھی ہیں اور میں بھی اُن پر اعتماد کرتا ہوں۔ اب جناب ایک تکلیف اور فرمائیے، ایک عبارت اپنے قلم سے صدر شعبۂ اسلامیات کو مخاطب کر کے لکھیئے جس میں دفعہ وار حسب ذیل امور کی تصریح کر دیں۔ اسی پرچہ تحریر پر لکھنا مثبت ہوگا یہ تحریر میرے نام جلد از جلد بھجوا دیجئے۔

۱ عمر:- یہ خانہ خالی چھوڑ دیجئے، یہ میرے اور مولوی صاحب موصوف کے ذمّہ ہے

۲ تحصیل کمال:- کہاں کہاں تحصیل فرمائی؟ کب فارغ ہوئے؟

۳ شغل تدریس:- کہاں کہاں اور کب تک شغل درس رہا اور کس حیثیت سے؟

۴ تصانیف:- بقید فن وزبان

۵ علمی رشتہ:- اساتذہ کی خدمت

۶ مطالبہ:- اقلاً ۳۰۰ ماہوار

چونکہ فنڈ میں گنجائش ہے اس لئے اڑھائی سو کی جگہ ۳۰۰ کیا گیا ہے۔ کوشش ہوگی کہ اس پر کمیٹی کو راضی کیا جائے اور ناممکن ہوا تو سابقہ ۲۵۰ تو موجود ہے۔

اب خداوند تعالےٰ آپ کو خیریت سے لائیں تو بالمشافہ عرض کروں گا، مختصراً یہ عرض ہے کہ میں ترجمۃ الباب یا ابواب و تبویب کو شرطی نہیں سمجھتا، ضرورت ایسی تبویب پیدا کرتی ہے۔

یونیورسٹی سالانہ ۵۰۰ روپیہ صرف عربی کتابوں کے لئے دیتی ہے، آپ اپنی ضرورت کی کتابیں تجویز فرمائیں تاکہ پہلے سے منگوالی جائیں گر یہ ضرور ارقام فرمائیں۔

دعائے خیر کا طالب ہوں۔ والسلام نیازمند

(حکیم) حبیب الرحمن

(۶)

۷ دسمبر ۱۹۳۹ء

حضرت السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

نوازش نامہ مل گیا اور بروقت ملا۔ ۱۲/۶ کو اراکین یونیورسٹی کی میٹنگ تھی۔ یہ فیصلہ ہوا کہ مولانا کو ۳۰۰/- پر پانچ سال کے لئے بلوایا جائے اور آجکل میں حسب دستور و منشائے قانون ایک اشتہار دیا جائے، جو درخواستیں آئیں گی سب پر جنوری کے پہلے ہفتہ میں غور ہوگا اور انشاء اللہ آپ دوسرے ہفتہ تک تشریف لے آئیں گے۔

سرکاری کاموں میں کامیابی ایک عجیب و غریب، کوہ کنی ہے۔ اللہ پاک نے اب تک کامیاب فرمایا ہے تو جو کچھ رہا ہے اس میں بھی ضرور کامیابی ہوگی۔

روئداد کی مولوی شمس الحق صاحب کو خبر نہیں دے سکا کہ ان کو بار بار بلانا مجھ پر بار ہوتا ہے اور میں عید کے دوسرے دن سے ذی فراش ہوں۔ دونوں پاؤں کے پنجوں کو وجع المفاصل نے پکڑ لیا تھا۔ اب اچھا ہو رہا ہوں ماشاء اللہ لیکن اس قابل نہیں کہ مطلب تک جاؤں۔ ساتھ بے حد کمزور ہوگیا ہوں۔

مولوی حامیوں کی عیادت کم کرتے ہیں۔ آجائیں گے تو ان سے کہہ دوں گا اور مجھے یقین ہے کہ ان کو بھی مسرت قلبی ہوگی میں نے ان کو اس لئے نہیں بلایا کہ بچارے کمزور اور مصروف شخص ہیں بار بار بلانے سے حرج ہوتا ہے۔

مولانا! میرے لئے دعا فرمائیے، ان دنوں بوجہ علالت سارے معمولات ترک ہیں۔ سخت خلجان دماغی و قلبی میں مبتلا ہوں۔ اس ابتلا سے اللہ پاک نجات دیں۔ ارزل عمر کی غفلت اس لئے بری ہے کہ تلافی نہیں ہو سکتی۔

آپ کے خط کو میں نے جی بھر کے نہیں پڑھا۔ اور سید صاحب کو بھیج دیا کہ جلسہ کا وقت قریب تھا۔ اب آج ان سے منگوا کر دوبارہ پڑھوں گا اور مستفید ہوں گا۔ والسلام نیازمند

(حکیم) حبیب الرحمن

(۷)

۱۵ر دسمبر ۳۹ء

حضرت والا — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل نوازش نامہ سے سرفراز ہوا۔ الحمدللہ آپ کی دعا کی برکت سے اچھا ہو رہا ہوں پرسوں ذرا گھر سے نکلا بھی تھا۔
ڈاکٹر سید معظم حسین صاحب کو مرسلہ فہرست دے دی گئی، انھوں نے فرمایا کہ اکثر کتابیں موجود ہیں اور جو نہیں ہیں منگوائی جائیں گی
جی ہاں، اول مرتبہ آنے کا اور آخیر مرتبہ جانے کا کرایہ یونیورسٹی دے گی اور اس پانچ سال کے اندر جب جب آپ آئیں گے، جائیں گے اپنے خرچہ سے۔

وسط جنوری میں میٹنگ ہے، پاس ہوتے ہی آپ کو سرکاری ذریعہ سے تار یا خط جائے گا اور وہی تقرر نامہ ہوگا۔
مولوی شمس الحق صاحب اکثر بیمار رہتے ہیں، مگر ادھر ان کو میں نے اچھا ہی دیکھا ہے۔ میں نے اُن کی شکایت نہیں کی تھی بلکہ اس طبقہ سے متعلق بیان واقعہ ہے اور حضرت! یہ ناکارۂ خلائق ہرگز اپنے کو اس قابل نہیں سمجھتا ہے کہ لوگ کسی مقصد کے پیش نظر اس کے یہاں آئیں جائیں۔ میں بلا پروائے لومۃ لائم جس کو حق سمجھتا ہوں کرتا ہوں اور اس پر نہ صلہ کی خواہش ہے اور نہ کسی کی شکایت سے رنجیدہ ہوتا ہوں اگر میری تحریر سے غیبت یا شکایت کا شائبہ نکلتا ہے اور نہ ضرور نکلتا ہوگا تو انشاء اللہ میں ان سے معافی چاہوں گا، مگر اس طبقہ کی اس عادت کی اصلاح کی ضرورت ہے اور اس رائے پر سختی کے ساتھ قائم ہوں۔
جی ہاں، خانہ عمر بہ حساب قمری پُر کر دیا ہے، بات یہ ہے کہ یہ تقرر آپ کا صرف ۵ برس کے لئے ہے۔ یونیورسٹی ۵۵ سال میں قابل رخصت سمجھتی ہے، لیکن قویٰ اگر درست ہوں تو ۶۰ تک مہلت ملتی ہے کون جانتا ہے کہ کل کیا ضرورت پیش آئے گی یہ ساری پیش بندی اس کی ہے۔ مولانا! اب صرف اپنے بارے میں ایک اشارہ کرتا ہوں میں کئی برسوں سے حزب البحر پڑھتا ہوں، شاہ سید سلیمان صاحب پھلواری مولانا محمد اسحاق مرحوم اور حضرت حاجی محمد شفیع مرحوم کی طرف سے مجاز ہوں مگر زکوٰۃ میں نے سید صاحب کے طریقے سے دیا ہے۔ اب کے اس بیماری میں حزب البحر پورا زمانہ علالت نہ پڑھ سکا اور یہ اتفاق کئی برسوں کے بعد ہوا ہے۔ اب فرمائیے اس کے قضا کی کیا صورت ہے؟ آیا آئندہ صفر میں اعتکاف کر کے پھر سے شروع کروں صبح و عصر کے بعد پڑھتا تھا، کیا ایک ادا اور ایک قضا کے لئے ۲، ۲ بار پڑھوں یا بالکل ہی چھوڑ دوں۔ غور فرما کر جواب دیجیے اور چونکہ یہ جواب طلب بالکل میری ذات کے لئے ہے اس لئے ٹکٹ بھی رکھ دیا ہے۔ بُرا نہ مانیے گا۔

والسلام — نیاز مند

حکیم حبیب الرحمن

بنام مولانا محمد نعیم الحق آزاد

میرے جد حضرت شیخ الشیوخ صوفی مولانا علامہ مولوی محمد نعیم الحق صاحب آزاد مرحوم ہندوستان کے ان مشاہیر ادباء میں ہیں کہ جنہوں نے قوم و وطن کی خدمت میں ادب کی بھی خدمت بہت کی مگر بعد کے نامساعد مالی حالات اور دیگر ہندو مسلم کشیدگی نے ان کی ادبی خدمات کو پروان نہ چڑھنے دیا۔ یہ سارے خطوط اور اُن کا عکس اردو ادب کے فروغ اور اس کی عدیم المثال تحقیق زبان کے سلسلہ میں ان کو موصول ہوئے اُن کا زمانہ داغ و امیر کا ہے۔ (محمد آصف الحق)

غالب[1]

پیر و مرشد۔ کیا حکم ہوتا ہے۔ احمق بن کر چپ رہوں یا جو از روئے کشف مجھ پر ملنے ہوا ہے وہ کہوں۔ اولِ رجب میں نوازش نامہ آپ نے کب بھیجا۔ آخر میرے پاس پہنچ ہی گیا۔ یہ جواب بھیجا۔ اگر روانہ ہوا ہوتا تو وہ بھی پہنچ گیا ہوتا۔ بہرحال محبت کی گرمی ہنگامی ہے۔ یہ جملہ محض آرائش عنوان نامہ ہے۔ عمرت دراز باد کہ اینہم غنیمت است پندا روں گا۔ اجرائے پنشن اور اہلِ شہر کے آبادی مسکن یہاں۔ اوس صورت پر نہیں ہے۔ جیسی اور کہیں ہے۔ اور جگہ سیاست ہی کے منجملہ ضروریات ریاست ہی یہاں قہرِ الٰہی ہے منشائے تباہی ہے۔ خاص میرے پنس کے باب میں گورنمنٹ سے رپورٹ طلب ہوئی ہے۔ ابنائے روزگار حیران ہیں کہ یہ بھی ایک بات عجب ہوئی ہے۔ رپورٹ کی روانگی کی دیر ہے۔ چندروز نادر یہی قسمت کا پھیر ہے۔ دلّی علاقہ لفٹنٹ گورنر سے انقطاع پاگئی اور احاطہ پنجاب کے تحت حکومت آگئی۔ رپورٹ یہاں سے لاہور اور لاہور سے کلکتہ جائے گی اور اسی طرح پھیر کھا کر نوید حکم منظوری آئے گی۔ فعل لازمی کو جب متعدی کیا چاہیے تو پہلی مضارع میں سے مصدر بنالینا چاہیے۔ گشتن مصدر اصلی۔ گردو مضارع گردیدن مصدر مضارع گرداندن و گردانیدن۔ مصدر متعدی موافق اس قاعدے کے گردن کا متعدد کنادن و کنانیدن ہے نہ کراندن۔ کراندن تو کرانی کی فارسی ہے۔ جیسے چلنے کی فارسی چلیدن اور یہ شوخی طبع و ظرافت ہے۔ نہ اس میں صحت ہے نہ لطافت ہے۔ کراندن غلط اور کنانیدن صحیح۔ گشتن کو گشتاندن اور رستن کو رستاندن نہ کہیں گے بلکہ گردیدن و رویدن۔ بناکر

---

[1] یہ خطوط ہمیں جناب محمد آصف الحق صاحب شمیم نے مرحمت فرمائے ہیں۔ ان میں بعض بڑے قیمتی خطوط ہیں۔ لیکن ان میں چند ایک مطبوعہ ہیں مثلاً غالب کا یہ خط، اسی طرح امیر مینائی کے بھی دو تین خطوط (ادارہ)

ورد و یا فعان ھمیں سگے۔ بلغاء کے کلام میں کردن کا متعدی شاید کہیں نہ آیا ہو اگر آیا ہوگا تو کنا نیدن آیا ہوگا۔ کراندن ٹکسال باہر ہے۔ ۱۲۔ تذکیر و تانیث کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ دہی۔ بعض کہتے ہیں۔ دہی اچھا بعض کہتے ہیں دہی اچھی۔ قلم کو کوئی کہتا ہے۔ قلم ٹوٹ گیا ہے کوئی کہتا ہے قلم ٹوٹ گئی ہے۔ فقیر دہی کو مذکر بولتا ہے اور قلم کو بھی مذکر جانتا ہے۔ علیٰ ھذا القیاس شنگرف بھی تذبذب ہے۔ کوئی کہتا ہے قلم اچھا ہے۔ قلم اچھی ہے۔ فقیر قلم کو اچھا ہی لکھوائے گا۔ و نیز شنگرف کو کوئی مذکر اور کوئی مونث کہتا ہے۔ میں تو شنگرف کو مونث کہوں گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس ہیچمداں کے نزدیک کردن کا متعدی کنانیدن ہے اور شنگرف مونث ۱۲۔ خداوند آئین بندہ پروری ہے۔ بھول نہ جاؤ گاہ بہ گاہ نامہ و پیام بھیجتی رہو۔ کیا میں یہ نہیں لکھ سکتا کہ میں نے اس عرصہ میں کئے خط بھیجے اور آپ نے ایک کا جواب نہیں لکھا۔ ہاں یہ عرض کرتا ہوں کہ آج صبح کو آپ کا خط آیا اور پڑھا۔ ادھر جواب لکھا۔ سچ یوں ہے کہ ڈاک میں اکثر خطوط تلف ہوتے ہیں۔ بیرنگ پر ضائع ہونے کا گمان کم ہے۔ اس ذخور کا عادی اور یاقی میں ہوتا ہوں۔ یہ خط بیرنگ میں بھیجتا ہوں۔ آپ بھی جب کبھی بغرض محال خط بھیجیئے تو بیرنگ بھیجیئے۔ زیادہ حد ادب۔

عرضداشت۔ غالب نگاشتہ چہارشنبہ سیوم شعبان و نہم مارچ سالِ حال ۱۱۔

(۲)

بندہ پرور آج میں نے وہ انگریزی عرضی روانہ کردی اور صبح کو آپ کا کہا۔ مسودہ اور میرے محسن کا رقعہ آپ کے نام کا مجھ کو دے گیا۔

اس عنایت کی شکر میں کیا خدمت بجالاتا۔ بارے ایک رباعی[1] بھیجتا ہوں اس کو آپ پڑھ کر اور لطف اٹھا کر راجہ صاحب کی خدمت میں بھجوا دیجئے۔

اُمید بہ تشدید میم و تخفیف میم دونوں طرح مستعمل ہے۔ ایسا نہ ہو کہ جناب ممدوح اس کو زحاف سمجھیں۔ پہلے اور دوسرے مصرع میں بہ تخفیف میم ہے اور تیسرے مصرع کا میم مشدد ہے۔ غالب

فصیح الملک نواب مرزا داغ دہلوی

(بنام مولانا مولوی محمد نعیم الحق صاحب آزاد مرحوم شیخپوری بلیوی دیوپی بھارت)

مہربان من۔ تمہارا خط ملا۔ میں بفضلہٖ خیریت سے ہوں۔ تمہارے حسب تحریر اپنی کیفیت لکھ کر بھیجتا۔ مہتاب داغ مہینے سوا مہینے میں چھپ کر تیار ہو جائے گا۔ اس کا انتخاب بھی داخل تذکرہ کرنا۔ اس کی رسید جلدی بھجواؤ۔ میں کمال عدیم الفرصت ہوں اس واسطے جواب میں تاخیر ہوئی۔ زیادہ خیریت ہے۔

---

[1] افسوس اور صد افسوس کہ وہ رباعی کل سے پرانے مسودوں میں تلاش کر رہا ہوں، مگر دستیاب نہ ہوئی کوشش جاری ہے۔ مگر یہ حضرت غالب کے خط کی صحیح نقل ہے جو کہ بعینہٖ ارسال ہے۔

میری پیدائش خاص شہر دہلی چاندنی چوک کی ہے جو دلی کا بھی دل ہے۔ تاریخ ولادت دوازدہم ماہ ذی الحجہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۸۳۱ء موافق ۱۵ جیٹھ سمبت ۱۸۸۸ بکرمی ہے۔ نام نواب مرزا خاں خطاب عطائے شاہ دہلی ہے والد کا نام نواب شمس الدین احمد خاں نار اللہ برہانہ ہے۔ میرے خاندان آبائی کا سلسلہ حضرت خواجہ احمد یسوی ترک علیہ الرحمۃ تک پہنچتا ہے۔ جب میری تسمیہ خوانی ہوئی تو مولوی آخوند یار محمد ولایتی جو آخوند شیر محمد کے ہمشیرزادہ تھے، ان سے قرآن شریف پڑھا۔ اور چھ برس کے سن میں کلام مجید ختم کیا۔ جب استاد کا انتقال ہوگیا تو مولوی میر احمد حسین خلف میر غلام حسین شکیبا اور مولوی فخرالدین اور مولوی غیاث الدین صاحب غیاث اللغات اور مولوی سعید الدین خاں خلف اکبر مولوی محمد رشید الدین سے فارسی کی تکمیل کی اور خط نستعلیق کی مشق مرزا عباد اللہ بیگ خوشنویس شاگرد رشید محمد امیر پنجہ کش سے حاصل کی بلکہ گاہ گاہ خود میر صاحب حضور سے بھی اصلاح لیتا رہا۔ بعدہٗ فن سپاہگری کی طرف طبیعت مائل ہوئی۔ بندوق کا لگانا۔ تلوار کا لگانا۔ مرزا محمد سلطان فتح الملک شاہ ولیعہد بہادر گورگانی نور اللہ مرقدہٗ سے حاصل کیا۔ گھوڑے کی سواری سجن خاں۔ بندو خاں، چابک سواران شاہی سے حاصل کی۔ فن کیمیا بھی مرزا عباد اللہ بیگ سے حاصل کیا۔ اور فن پھیکتی علی مدد مرزا سنگی بیگ شاگرد میر حامد علی مرحوم سے حاصل کیا۔ بارہ برس کے سن تک یہ سب ہنر حاصل ہوگئے تھے بعدہٗ شعر و سخن کی طرف طبیعت راغب ہوئی خاقانی ہند سلطان الشعراء علامہ صوفی اجل شیخ ابراہیم ذوق نور اللہ مرقدہٗ کا شاگرد ہوا۔ غدر سے دو سال پیشتر استاد ذوق کا انتقال ہوا۔ ان کے سامنے ایک دیوان مکمل ہوگیا تھا وہ غدر میں تلف ہوا۔ کچھ کچھ شعر اس تصنیف کے جو یاد تھے وہ جستہ جستہ گلزار داغ میں لکھے گئے۔ ورنہ گلزار داغ و آفتاب داغ و فریاد داغ یہ سب کتابیں بمقام رام پور تصنیف کی گئیں۔

بعد غدر کے نواب فردوس مکاں محمد یوسف علی خاں بہادر والیٔ رام پور نے مجھے بہ توقیر بلایا اور نہایت مہمان نوازی فرمائی۔ من بعد خلد آشیاں نواب کلب علی خاں بہادر نے اپنے پاس ملازم اس طرح با عزاز و اکرام رکھا کہ محسود ہوگیا۔ چونکہ نواب خلد آشیاں کا مولد دلی تھا بچپن سے ان سے ملاقات تھی۔ اکثر بھائی کہہ کر خطاب فرمایا کرتے تھے۔ اور کام کارخانوں کا اور عہدہ مصاحبت کا میرے متعلق تھا۔ جب نواب کلب علی خاں بہادر نے رحلت کی تو میں رام پور نہ تھا۔ حکیم محمود خاں مرحوم کے لینے کو دلی آیا تھا۔ ان کے بعد رئیس دریاست کا رنگ نواب عرش آشیاں محمد مشتاق علی خاں بہادر کے زمانے میں پلٹا چونکہ میرے پاس کارخانوں کا کام تھا اور علاوہ حساب و کتاب کے لاکھوں روپیہ کی تحویل تھی۔ معہٗ نہ سب حساب و تحویل چار مہینے میں سمجھا کر بحالت بیماری رخصت لے کر دلی آیا اور پھر بہ سبب مخالفت و ناموافقت آب و ہوا مستعفی ہوگیا پھر دکن کا ارادہ کیا چونکہ اقبال یاور تھا۔ حیدر آباد پہنچ کر مورد الطاف سلطان دکن دام اقبالہٗ و خلد اللہ ملکہ ایسا ہوا کہ یوم ورود حیدر آباد سے چار برس کی تنخواہ چڑھی ہوئی ملی اور شرف استادی سلطان دکن حاصل کیا۔ دکن میں پہنچ کر تیسرا دیوان موسوم بہ مہتاب داغ مرتب ہوا اور چھپ کر تیار ہوا۔

فقط راقم

داغ دہلوی

۱۹ ستمبر ۱۸۹۷ء

امیر احمد امیر مینائی

بنام خاکپائے استاد احقر العباد - بندۂ عجز نہاد محمد نعیم الحق صاحب آزاد مرحوم شیخ پوری - [1]

مجبی! غزلیں آئیں۔ بیماری اور بیماروں کی پرستاری کی حالت میں دیکھیں۔ انشاء اللہ طبیعت آپ کی اچھی ہے۔ خدا عمر میں برکت دے۔ رشک مرحوم نے کس کتاب میں تانیث و تذکیر حروف تہجی کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کا نام و نشان ضرور لکھیے اور اگر آپ کے پاس ہو تو چند روز کو مستعار مجھے دے دیجئے۔ میرے نزدیک میم ضرور مذکر ہے۔ اور میں نے مذکر ہی کہا ہے۔ سن بمعنی سال کہیں نہیں مل سکتا فارسی میں بہت تلاش کیا۔ کوئی سند قابل اعتبار نہ ملی ان معنی میں سنہ ہے۔ اردو میں بغیر ترکیب میں اگر سن بمعنی سال کوئی کہے تو تاویل ہو سکتی ہے۔ محققین اس کی جگہ سال کہتے ہیں۔ مردم دیدہ مذکر ہے۔

ولائتی کاغذ پر امیر اللغات کے حصہ اوّل کی قیمت سات روپے اور دیسی کاغذ پر چھ روپے ہے۔ امید کہ غزلوں اور خط کی رسید سے مطلع کیجئے۔

داغ کی کامیابی دکن مجھے بخوبی معلوم ہے۔ ان کے خطوط اکثر آتے رہتے ہیں۔

امیر فقیر - ۱۴ر نومبر ۱۸۹۱ء

از ریاست رامپور

(۲)

مجبی! سلام مسنون۔ مہربانی نامہ مع دو غزل اصلاح طلب کے آیا ممنون و مسرور کیا۔ غزلیں دیکھ کر بھیجی جاتی ہیں۔ یہ بات دریافت ہونے سے بہت جی خوش ہوا کہ آپ تذکرہ شعرا موسوم بہ چشمہ خضر لکھ رہے ہیں۔ خداوند تعالیٰ اس کو حسن و خوبی کے ساتھ اختتام کو پہنچائے۔ اس ریاست میں ایک تاریخ لکھی جا رہی ہے۔ اس میں کسی قدر میرا حال بھی قلمبند کیا گیا ہے۔ بہ حسب فرمائش آپ کے اس سے نقل کرا کے متعاقب بھیجوں گا۔ فرصت ہوتی نہیں کہ چشمہ خضر کی تاریخ کہوں۔ اگر موقع ملے گا اور موانع مرتفع ہوں گے تو ذکر کرنے میں دریغ نہ ہوگا۔ فقط۔

امیر فقیر

۹ر دسمبر ۱۸۹۱ء

(۳)

۲۴ر جنوری ۱۸۹۲ء

محب دلنواز - سلام شوق

محبت نامہ آیا۔ تاریخیں دیکھیں۔ زبر و بینات کی صنعت میں کیا بے مثل تاریخ کہی ہے۔ بارک اللہ فی عمرکم۔ میرا کسی قدر

---

[1] ریاست رامپور میں نواب بہادر کلب علی خاں صاحب کے استاد جناب امیر احمد صاحب مینائی مرحوم تھے کہ جن سے میرے جد موصوف بالا اصلاح لیتے اور استفادہ کرتے۔ مگر میرے جد نے ایک مسئلہ پر جو کہ قاعدہ ادب اردو و صنف شاعری سے متعلق تھا۔ اعتراض کیا۔ اس کے جواب میں یہ خط وہاں سے بھیجا گیا۔

ذرا ایک دوست نے ایک تذکرہ میں لکھا ہے۔ میں نے دفتر میں کہہ دیا ہے۔ اس کی نقل آپ کو پہنچے گی۔ لکھنے والے نے بطور خود متفق عبارت میں لکھا ہے۔ آپ اپنی الگ عبارت میں لکھئے گا۔ مطالب اس سے مل جائیں گے۔ جدید کلام اسی کو سمجھئے جو پیام یار میں چھپتا ہے۔ نئی غزلیں گلدستوں سے بچنے کہاں پاتی ہیں۔ جہاں غزل کہتا ہوں وہیں طرح ہو جاتی ہے۔ رباعیاں مدت سے کہنے کا اتفاق نہیں۔ مراۃ الغیب دیوان مطبوعہ سے کوئی رباعی لے لیجئے۔

منشی مظفر علی صاحب اسیر مرحوم نے ۷۶ برس تین مہینے تیرہ دن کی عمر پائی ۱۷ ربیع الاول ۱۲۹۹ھ کو رحلت فرمائی۔ عجب اُن کا امیہ تھا۔ تصنیفات کی تعداد لکھ دینا تو آسان ہے۔ مگر سب کے نام لکھنے کی فرصت کہاں۔ میں نے حسب فرمائش ریاست ایک تذکرہ لکھا تھا۔ انتخاب یادگار اُس کا نام ہے۔ افسوس ہے کہ میرے پاس کوئی نسخہ نہیں رہا۔ ورنہ اس سے آپ کو بہت مدد ملتی۔ ایک شخص کے پاس ہے۔ وہ قیمت بہت مانگتے ہیں۔ اگر آپ خریداری کریں تو گفتگو کی جائے۔ بے شک یہ تذکرہ آپ کو کام بہت دے گا۔ کلام آپ کا دیکھ لیا۔ مصحفی مرحوم کے اُستاد کا نام خوب تحقیق کو تو نہیں پہنچا۔ مگر غالباً آغا ہی کے شاگرد تھے۔ مجھ سے آپ میرے تلامذہ کی تعداد کیا دریافت فرماتے ہیں۔ میں نے کبھی اُن کے اسما ضبط نہیں کئے۔ ایک زمانہ میں میرے فرزند اکبر محمد احمد قمر نے کچھ نام لکھے تھے۔ یاد پڑتا ہے کہ سو سے زیادہ تھے۔ اُس کے بعد سیکڑوں اور ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں۔ اور زندگی باقی ہے تو ہوتے جائیں گے۔ اُن سب کی فہرست تیار ہونا محال ہے۔ پہلے سے التزام کیا جاتا تو البتہ ممکن تھا۔ میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ چند نامی شاگرد مثل ریاضؔ داغؔ وفاؔ دخیلؔ و جلیلؔ و عابدؔ و سرشار مؤلف فسانہ آزاد وغیرہ کے نام اور پتے لکھ دیجئے اور باعتبار تعداد کے یہ لکھئے کہ بیشمار ہیں۔ اُمرا میں اوّل درجے نواب خلد آشیاں اور موجودہ میں نواب صفدر علی خاں اور احمد حسین خاں تعلقدار پریاواں ہیں۔ آخر میں اتنا لکھنا ضرور ہے کہ آپ اپنے تذکرے سے وہ جزو مرتب شدہ نقل کرا کے بھیجئے تاکہ معلوم ہو کہ آپ نے کن کن طبقات کو لیا ہے اور کس رنگ پر لکھا ہے۔ جب تک حُسن تالیف معلوم نہ ہو۔ مدد دینے کا شوق بڑھ نہیں سکتا۔

امیر فقیر

۲۴ جنوری ۱۸۹۲ء

(۴)

مجی۔ زاد لطفکم۔ سلام مسنون۔ سیر خلوت کے بھیجنے کی اجازت کیا دوں اور اس کے دیکھنے کا اقرار کیونکر کروں جب افکار و آلام و امراض سے ایک غزل بھی دیکھ لینا دشوار ہوتا ہے۔ مجھے مجبور اور معذور سمجھ کر معاف فرمائیے۔ آپ کی غزل اگر پہنچی ہوگی۔ تو اصلاح کے بستے میں رکھی ہوگی۔ مجھے اب تک اس کے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ جب گلچیں کے چھپنے کا وقت آئے گا دیکھ کر بھیج دی جائے گی۔ میں نے تو اب یہی مشرب اختیار کر لیا ہے کہ آئی اور آئے گئیں اور گئے سب میں دُہری دے، خیال کیا جائے اور ۲۰ عدد لیے جائیں۔ پہلے میرا خیال تھا کہ آئے میں ۱۰ عدد اور سائی میں ۲۰ عدد شمار کیے جائیں۔ مگر اب بعض وجوہ سے یائے معروف اور یائے مجہول دونوں کے ۲۰ عدد قرار دیئے گئے ہیں۔ اگر آپ کو صنعت شاعری میں یہ مشرب پسند آئے تو آپ بھی اختیار کیجئے۔ اور جلال نے آئی میں ۱۰ عدد نہیں لیے ہیں۔ بلکہ ۲۰ عدد لیے ہیں۔ البتہ برئی میں (ی) نہیں لکھی ہے (واؤ) کو اضافت دی ہے

چنانچہ دیوان میں بھی بغیر ری، کے چھپ دیا ہے - اور افادہ تاریخ میں بھی اس سے بحث کی ہے۔ مگر میں اس کو پسند نہیں کرتا۔
نیاز مند ممتاز علی آہ تسلیم عرض کرتا ہے -

امیر فقیر۔ دفتر امیر اللغات
رام پور اسٹیٹ ۱۲ر اپریل ۱۸۹۶ء

حکیم برہم

کرمی تسنیم۔ آپ کے قطعات ریاض الاخبار میں درج ہوئے ہیں اور سب قابلِ تعریف ہیں۔ دو آخری تاریخیں درج نہیں ہوئی ہیں۔ ایک تو اس لیے کہ داغ دہلی والی تاریخ گئی شاعروں کے نام سے اخباروں میں نکل چکی ہے۔ دوسری اب درج ہوگی۔ ریاض الاخبار میں یہ سلسلہ قائم رکھا ہے۔ اس لئے فتنہ میں درج نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ فتنہ کو ماتم کدہ نہیں بنانا۔ اور آپ لوگ جتنا داغ کو بڑھا رہے ہیں۔

میں اس کے خلاف ہوں۔ ایک صاحب تذکرہ نے آپ کے اور جناب آسی عم فیوضہم کے حالات مجھ سے مانگے ہیں۔ وہ درج تذکرہ کریں گے۔ اس لیے آپ بہت جلد حالات لکھ کر بھیج دیں تاخیر نہ ہو۔ فتنہ کے لیے نظم و نثر آنا چاہیے۔

۱۲ر اپریل ۱۹۰۵ء

خادم حکیم برہم
جواب کا طالب

تاریخ فتنہ ——— از تصنیف کردہ مولوی محمد نعیم الحق صاحب آزاد شیخ پوری مرحوم

۱۔ رنگیلے فتنہ کی یاروں کو کچھ خبر بھی ہے!
یہی حسینوں کا دل ہے یہی جگر بھی ہے

۲۔ پری وشوں نے رکھا گل سمجھ کے محرم میں
یہ پردہ دار بھی ہے اور پردہ در بھی ہے

۳۔ یہ فتنہ وہ ہے جو چھپتا نہیں ہے محرم میں
ہزار تہ میں ہے پر شوخ جلوہ گر بھی ہے

۴۔ کسی کے دستِ نگاریں کا ہے یہ دُزدِ حنا
کسی کا چور کسی کا یہ نامہ بر بھی ہے

۵۔ یہی تو ہے کفِ رنگیں یہی ہے رنگِ حنا
یہی ہے چاندنی چھٹکی یہی تو سحر بھی ہے

۶۔ کبھی حسینوں کا رنگِ شباب بھی ہے یہی
کبھی حسینوں کی اک شوخیٔ نظر بھی ہے

۷۔ یہ عطر فتنہ و فتنہ نہ کیوں قیامت ہوں
اک ان میں فتنہ نما صاحبِ نظر بھی ہے

۸۔ نیا تھا ہی تھے بہت اور اک بڑھے بڑھ کر
نہ زور کیوں بڑھے اب دل بھی ہے جگر بھی ہے

۹۔ یہی ہے جان بھی میری یہی ہے روح مری
اسی کا لطف تو آزاد میسّر بھی ہے

۲۹۱

۱۰۔ غضب کا سن ہے کوئی دیکھ لے ملا کے نگہ

۱۶۱۲

چھپا ہوا انہیں فتنوں میں فتنہ گر بھی ہے
سنہ ۱۹۰۳ء

متفرق خطوط

عطیہ سلیم تمنائی

دکن ہی میں اُردو نے سب سے پہلے ادبی روپ اختیار کیا تھا۔ صوفیوں، بہمنی اور عادل شاہی بادشاہوں کے ہاتھوں یہ زبان گھر گھر پہنچی — عروس البلاد میسور بھلا اس سے کب محروم رہتا۔ خواجہ سید شاہ صدر الدین قادریؒ حضرت سید شاہ محی الدین پاشا قادریؒ جیسے صوفی بزرگوں نے اس کی یہاں شمع جلائی۔ فتح علی سلطان ٹیپوؒ ان اردو کے دیئوں کے لیے تیل ثابت ہوئے اور اب روشنی دو چند ہوئی اور یہاں سے باقاعدہ میسور میں اردو ادب کی کڑیاں ہمیں مل جاتی ہیں۔ دربار کی زبان فارسی ضرور رہی مگر عوام نے دکنی اردو کو ہی اپنایا۔ مثنوی ٹیپو عظام سے، شادی بیاہ کی غیر اسلامی رسمیں ختم کرنے کے لیے رسالے لکھوائے جس میں اردو نظمیں بھی تھیں تاکہ وہ اس خوشی کے موقع پر پڑھی یا گائی جائیں۔ پھر فتح المجاہدین جیسی کتاب زین العابدین شوستری سے لکھوائی، نثر فارسی میں ہے مگر اکثر گیت اردو زبان میں ہیں۔

لالہ مہتاب رائے سبقت کی صاف ستھری زبان اور شگفتہ کلام دستیاب ہوا ہے۔ حسن علی عزت کی علم موسیقی سے متعلق کتاب بھی مشہور ہوئی نشانِ حیدری اور تذکرۃ البلاد والحکام (فارسی) کے مصنف نے سلطان ٹیپو کی شہادت پر اردو میں مرثیہ لکھا۔ پھر "تجنیس اللغات" اور "بحر فطرت" جیسی منظوم و نثری اُردو کتابیں یہیں سے کتب خانے میں نکل آئیں، جس کی تفصیل میں نے اپنے مضمون "میسور میں اردو" مطبوعہ "سب رس" حیدر آباد میں دی ہے۔

قاضی غلام احمد اور اختر شیرانی نے اُردو میں فقہ کی کتابیں بھی لکھیں۔ غرض حیدر علی اور سلطان ٹیپو کا زمانہ ادبی حیثیت سے بڑا اچھا اور زرخیز رہا۔

مہاراجاؤں کے زمانے میں بھی کئی مشہور ادیب اور صاحبِ دیوان شاعر پیدا ہوئے۔ بیسیوں اخبار اور رسالے شائع ہوئے۔ پھر رسل و رسائل کی آسانیوں نے شمالی ہند کے اساتذہ سے بھی خط و کتابت کی آسانیاں بہم پہنچا دیں۔ حیدر آباد دکن میں شمال سے کئی اچھے ادیب و شاعر آکر بس گئے۔ خصوصاً حضرت داغ دہلوی کا طوطی بول رہا تھا۔ امیر مینائی کا ستارہ بھی بامِ عروج پر تھا۔ حضرت داغ کے میسوری شاگردوں[1] میں، سیکش، تحصیل، برق، علوی، اور گل انور مشہور تھے۔ امیر مینائی کے ممتاز شاگرد ممتاز تھے، حضرت نفیس کو حضرت جلیل مانکپوری سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

حضرت داغ کے انتقال پر ان کے اکثر شاگردوں نے آپ کے داماد نواب سراج الدین احمد خان متخلص سائل سے رجوع کیا۔ اس سلسلے میں علوی کا نام لیا جا سکتا ہے۔

سر سید، حالی اور شبلی کے تعلقات بھی میسور کے کئی بزرگوں سے تھے۔ اکثر آپس میں خط و کتابت بھی ہوتی رہی اور ملاقات بھی۔ حضرت اقبال اپنی تقاریر کے سلسلے میں ۱۹۲۹ء جنوری جب مدراس آئے اور وہاں سے میسور اور حیدر آباد بھی تشریف لے گئے۔ اس سفر کا اثر یہاں کے نوجوانوں پر اچھا اور گہرا پڑا۔ تاریخی و تحقیقی ادب کی طرف ان کا دماغ منتقل ہوا۔ حضرت اقبالؒ کو کئی حضرات نے خطوط لکھے۔ جن کے جواب میں حضرت

---

[1] میں نے اپنے مضمون بعنوان "داغ کے میسوری شاگرد" میں ساری تفصیل پیش کی ہے۔

اقبال سے کبھی کوتاہی کی اور نہ ہی دیر۔ محمد جمیل مرحوم۔ حضرت ابو حامد۔ محترمہ پروفیسر حبیب النساء حضرت مولانا عبدالسلام متخلص سلیم کے نام ہمیں خطوط ملتے ہیں بابائے اردو مولوی عبدالحق کے کئی مفید اور اہم خطوط آسی، محمود خاں، ڈاکٹر حبیب النساء، منظور احمد اور راقم کے نام ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت نفیس کے نام جلیل مانک پوری کے علاوہ شمال کے کئی اساتذۂ فن کے خطوط ہم پاتے ہیں۔ ان کے ہونہار فرزند عزیز کیس میانی نے ہندو پاک کے معیاری رسائل میں طبع کرادیئے ہیں۔

آج اکثر نوجوانوں کی ہندو پاک کے مشہور ادبا و شعرا سے مراسلت جاری ہے، اور یہ خطوط اس قابل ہیں کہ ان کو سنبھال کر رکھا جائے یا انہیں چھاپ دیا جائے۔ خصوصاً حضرت رشید احمد صدیقی کے خطوط۔

راقم کے کتب خانے میں بیسیوں نادر مخطوطات ہیں۔ ان میں کتابوں کے علاوہ خطوط بھی ہیں۔ جو اکثر فارسی میں ہیں اور کچھ عربی میں ان میں نواب حیدر علی خاں، سلطان ٹیپو، منشی غلام حسین عاصی (منجم دربار سلطانی) مہاراجہ چامراج وزیر یا در علمائے عرب کے خطوط سلطان ٹیپو کے نام اہم ہیں۔ یہاں میں صرف اردو خطوط پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

خطوط آئینہ ہیں اور ہم ان میں بہت حد تک لکھنے والے کے چہرے مہرے کو ہی نہیں دیکھ سکتے بلکہ اس کے دل و دماغ تک بھی پہنچ سکتے ہیں ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ حضرت حالی

حضرت الطاف حسین حالی کو آپ جانتے ہیں لیکن جو سر مجلس محمد علی متخلص مہمان کا نام اکثروں کے لیے نیا ہے۔ مہمان (ولادت ۱۸۴۹ء وفات ۱۸۹۶ء) نے بنگلور میں جنم لیا۔ سرکار میں بڑے عہدے پائے۔ شاعر تھے۔ ہدیۂ مہمان ان کی تصنیف ہے

مہاراجہ چامراج وزیر بہادر نے ۱۷ اکتوبر ۱۸۹۳ء میں خلعت شاہی اور جوہر بالا کے ساتھ جوہر مجلس کے خطاب سے بھی نوازا تھا اور مہاراجہ بہادر نے اپنے ہندوستان کے سفر میں اپنے ساتھ رکھا۔ ۱۸ جنوری ۱۸۸۸ء میں علی گڑھ پہنچے اور سرسید کے مہمان خاص رہے اور وہاں سے ۲۵ جنوری کو دہلی تشریف لے گئے اور مولانا الطاف حسین حالی اور مولوی ذکاء اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مہمان جب لوٹے تو مولانا حالی نے ۳۱ مارچ ۱۸۸۸ء کو آپ کے نام ایک خط تحریر فرمایا۔ جو مہمان کے خط کے جواب میں تھا۔

جناب سید صاحب مخدوم و مطاع و مکرم و محترم دام مجدکم

تسلیم بعد تحیت و تکریم، مشرف نامہ شرف صدور لایا۔ کلمات شفقت آیات بزرگانہ جو اس میں مندرجہ ہیں ان کا شکریہ تہہ دل سے ادا کرتا ہوں۔ نہایت افسوس اور شرمندگی ہے کہ آپ یہاں ایسے وقت تشریف لائے جبکہ بارش ہو رہی تھی اور میں اس سے پہلے بہت بیمار رہ چکا تھا۔ کہیں آنے جانے کا موقع بالکل نہ تھا۔ اس وجہ سے آپ کی خدمت میں جہاں مہاراجہ صاحب فرو کش تھے، حاضر نہ ہو سکا اور کسی قسم کی مدارات اور خدمت گزاری نہ کر سکا۔ آپ کے ساتھ سوار ہو کر ایک دو جگہ جانا کوئی ایسی بات نہیں ہے، جس کی نسبت آپ ممنونیت کا اظہار فرماتے ہیں بلکہ ہم لوگوں کو حد سے زیادہ ممنون ہونا چاہیے کہ آپ نے باوجود محض ناواقفیت کے حالت سفر میں بارش اور کیچڑ وغیرہ کی دقتیں برداشت فرما کر ہم جیسے ناچیز اور بے مقدار لوگوں کے مکان پر قدم رنجہ فرمایا۔ افسوس

ہے کہ آپ نے دلی کو اس وقت دیکھا جبکہ یہاں کوئی شخص ملنے کے قابل نہ رہا، علم و فضل اور ہنر و کمال کا بالکل خاتمہ ہوگیا ورنہ بیس بائیس برس پہلے تک بھی یہاں کچھ لوگ ایسے موجود تھے۔ جن کا نظیر تمام ہندوستان نہ تھا۔ اب یہاں مقبروں اور مزاروں کے سوا اور کوئی شے دیکھنے کے قابل نہ رہی۔

نیازمند کا حال یہ ہے کہ سولہ سترہ برس سے کھانسی اور نزلہ کے مرض میں مبتلا ہے، ہمیشہ موسم سرما میں کھانسی وغیرہ کی شدت رہتی تھی۔ اور اب کے سال بھی موسم مذکور میں بہت شدت ہوئی تھی۔ مگر اس سال یہ نئی بات ہوئی کہ گرمی کے شروع ہوتے ہی پھر نزلے کی شدت ہوئی۔ چنانچہ اب تک اسی میں مبتلا ہوں، دو مسہل لے چکا ہوں اور تیسرا مسہل کل ہونے والا ہے۔ اس کے بعد ایک مہینے کے لیے پانی پت جاؤں گا کیونکہ شعبان اور رمضان سارا وہیں گزرے گا۔ آپ اگر کبھی اس عرصہ میں عنایت نامہ ارسال فرمائیں تو بمقام پانی پت ضلع کرنال محلہ انصاریاں میں خاکسار کے نام ارسال فرمائیں، اور رجب کے آخر تک امید ہے کہ دہلی ہی میں رہنا ہوگا۔ امراض کی شکایت کے سبب کوئی نئی چیز لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اگر کبھی کوئی نئی شے خاکسار کی ناچیز تالیفات میں سے چھپے گی تو ضرور بالضرور بلا طلب خدمتِ عالی میں ارسال ہوگی۔ زیادہ حد نیاز۔

خاکسار الطاف حسین حالی عفی عنہ از دہلی کوچہ پنڈت

۳۱ مارچ ۱۸۸۵ء

ایک اخبار میں یہ دیکھا ہے کہ مہاراجہ صاحب بہادر میسور نے کئی ہزار روپے ماہوار کے وظیفہ اپنی ریاست کے مسلمان طالب علموں کی تعلیم و تقویت کے لیے مقرر فرمائے ہیں۔ اگرچہ مسلمانوں کی ایسی حالت نہایت افسوس کے قابل ہے جس پر غیر قوم کے سرداروں کو بھی رحم آنے لگا ہے۔ لیکن مہاراجہ صاحب کی کمالِ عالی ہمتی اور رعایا پروری اور بے تعصبی اس سے ثابت ہوتی ہے۔

۲۔ نسیم میسوری

"یادگارِ ضیغم" مصنفہ نواب عبداللہ خاں متخلص بہ ضیغم لکھنوی کا خاص قلمی نسخہ زور مرحوم نے ادبیات اردو کے کتب خانے میں دکھایا تھا۔ اس میں جن میسوری شعرا کا ذکر کیا ہے۔ ان میں اہم بکی نواب، نواب محمد حسین علی سلطان متخلص نسیم (ولادت ۱۸۴۲ء وفات ۱۸۹۸ء) ہیں۔ نسیم جیسے خوب صورت آدمی کے مقابلے ان کی قدرے کم خوبصورت تصویر کے ساتھ حالات رقم کرتے ہیں:

"نسیم تخلص۔ محمد حسین علی سلطان نام۔ ان کے دادا ٹیپو سلطان کے ہمشیرزادے تھے اور نانا ان کے بکی نواب تھے ... خوش اخلاق۔ نیک صفات۔ نعت[۱] شریف اکثر کہتے ہیں۔ چنانچہ اخلاصِ دل کے باعث عالم رویا میں زیارت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے[۲] ہیں کئی زبانیں جانتے ہیں اور ان میں شعر کہتے ہیں۔ مختلف لوگوں سے شعر و سخن میں مشورہ رکھا ہے۔ اردو میں میر شمس الدین فیض مرحوم حیدرآبادی کے شاگرد ہیں۔"

نسیم نے محمد عمر علی خاں والیٔ ریاست باسودہ متخلص بہ وحشی[۳] کی فرمائش اور درخواست پر ان کے فرزند کی شادی پر ایک غزل سہرا کی ردیف میں

---

[۱] صاحبِ دیوان ہیں۔ نعت کے بہ نسبت اچھے غزل گو شاعر کی حیثیت سے مشہور ہیں [۲] نواب صاحب کو وحشی و نسیم سے دلی عقیدت تھی چنانچہ میں نے ۱۳ مئی ۱۸۹۵ء کے میسور اخبار میں نواب صاحب کی ایک نظم چھپی ہوئی دیکھی۔ جس کا ایک شعر ہے ؎ خداوند اکرے صدقے اپنے حضرت کے کہ ہم ہوں باغ ہو وحشی و نسیم بنگلوری

آگے چل کر لکھتے ہیں ؎ جس جا پہ نہ ہو نسیم وحشی سرسبز وہ بوستاں نہیں ہے (تذکرہ محمد علی خاں میانہ۔ قلمی)

رقم کر کے مندرجہ ذیل خط کے ساتھ روانہ کی تھی :-

خط

مے گلگوں پلا ساقی کہ دھر ہے ۔۔۔۔ کہ ہر نخل تمنا پُر ثمر ہے

سُبحان اللہ بحمدہ ۔ آج علی الصبح کیا مبارک خواب دیکھا جس کے خیال میں جشن جمشیدی ایک دورِ ساغر بھی نہ تھا ۔ ڈاک کا ہرکارہ نصرت الاخبار دہلی لایا۔ میں نے تعبیر پائی، یعنی کیفیت جشن شادی نوشاہ محمد حیدر علی خاں صاحب بہادر صاحبزادۂ بلند اقبال معالی مقام نواب محمد عمر علی خاں صاحب بہادر والیٔ باسودہ مع حسن ادائے شعر و سخن بندہ نظر آئی ۔ اس کی خوشی و انبساط کا حال، بے چارہ قلم چہ بنگارد۔

میں نے فرمائشیں حسب حوصلہ بجا لائیں ۔ الامر فوق الادب بلکہ ایک مثنوی طرہ ہے ۔ لیکن حیران ہوں کہ الٰہی پیچھے دار عبارت کیا لکھوں ۔ فقط لفظ سے بھر دوں، مقفیٰ یا مسجع لکھوں تو سراسر آلودہ ۔ رعایت قافیہ میں بھرتی کے الفاظ آجاتے ہیں ۔ زبان کا مزا نہیں آتا ۔ خیر نثر مرجز سہی ۔ یہ بھی نظم کا بھائی ہے ہم منشی نہ شاعر نہ مولوی، نثر عاری لکھنے سے کیا عار ہے ۔ اگر ہم سے کچھ قصور بھی ہو جائے ۔ ہم دہلی اور لکھنؤ والے تو نہیں محبت دلی حاضر ہے ۔ جو دل میں آیا قلم سے نکلا چشم بددور ۔ چشم دید خود نواب صاحب نے وہ رنگین عبارت لکھی ہے کہ نسیم وصبا کا رنگ اڑ گیا ۔ صاحب نصرت الاخبار نے جھوٹ نہ لکھنے کے الزام کے ساتھ سماں مضمون کا گلدستہ ایسا باندھا کہ بلبل کا دم بند ہو گیا ۔ ہم قیاس تشبیہ کیا دیں ۔ بنگلور کے لال باغ[1] کا نظارہ نواب صاحب نے کیا ہے ۔ کہتے ہیں اس کا ثانی آج کل ہند میں نہیں ۔

ہنگام شادی ہیئت آبادی روئے زمین باسودہ لعینہٖ باغ موصوف کے سرو شمشاد و صنوبر کے قسم کے دو رویہ لب جو ہوں گے، جس قدر انسان کے علم میں پھول پھل جڑی بوٹی ہیں، کیاریوں میں موقع پر لگائے گئے ہوں گے، ہر رنگ و ہر قسم کے پھولوں کے تختے الگ الگ قرینے سے رہیں گے ۔ اور ہر روش پر سبزے کی جدولیں ہوں گی ۔ باد بہاری ہر سمت رواں ہوگی ۔ نکہت گل دل و دماغ تر و تازہ کرتی ہوگی ۔ کہیں آب رواں، کہیں فوارے ہونگے، رقاصان پری وش مطربان خوش نوا راگ رنگ میں مشغول ہوں گے ۔ اہل محفل خوشی سے پھولے نہیں سماتے ہوں گے ۔ دور شراب صالحین نشاط ہوگا ۔ چشم بددور نوشاہ باخلعت شاہانہ جلوہ افروز ہوں گے ۔ نواب صاحب مبارک بادیاں بہ خوشی و فرحت لیتے ہوں گے ۔ ہم کم یاد آوری کا گلہ کیا کریں ۔ اگر ہم ہوتے ہمارے یہ ارمان نکل جاتے ۔ نوشاہ جوان صالح پر بصد دل نقد جان نثار کرتے، تصدق ہوتے ۔ گھوڑا تھامتے ۔ براتیوں کے ساتھ ساتھ چلتے ۔ ہر ہر قدم پر دعائیں دیتے ۔ مبارک باد کہتے ۔ میرے مصغر نواب مرزا فیروز حسین خاں صاحب بہادر صاحب بھی من حال و قال ہر دو مبتلائے فراق بہ مصداق اس بیت کے ہے :-

چوں بیک شمع دو پروانہ تولا دارند ۔۔۔۔ حالِ آں ہر دو بیک سوزش و سازش باشد

جناب نواب صاحب، آداب !

سالِ تاریخ عروسی چہ خوشش آمد ز نسیم ۔۔۔۔ جلوۂ شادیِ نوشاہ مبارک باشد
۱۲۹۴

اب روئے سخن سراپا مسرت بخدمت نواب محمد حافظ قلی خاں صاحب بہادر والی محمد گڑھ ہے ۔ اگرچہ مثل صورت پرستان

---

[1] سلطان ٹیپو کا لگایا ہوا ۔

جمال مبارک ہم نے نہیں دیکھا۔ لیکن برنگ معنی آشنایان محو سابقہ اتحادِ عالم ارواح ہوں۔

مصاحبت چہ ضرور است آشنائی را   ہنوز بادِ یمن محو نکہت عربی است

اور دوست کے دوست بڑے پیارے ہوتے ہیں :۔

از بس بساز و برگ دو رنگی نزاع بست   یک سجدہ برو و قبلہ ہم از اختراع ماست

داماد جواں صلاح شیریں قلم خسرو ملک علم و فضل مبارک باد بالنون والصاد۔

سنتے ہیں کہ نواب صاحب باسودہ کا ارادہ زیارت بیت اللہ شریف کا ہے۔

بہ سفر رفتنت مبارک باد   بہ سلامت روی و باز آئی

بندہ بھی ہم رکاب ہو جاتا، کچھ ایک امر باقی رہ گئے ہیں، مجبور ہے۔ امید کہ نواب صاحب موصوف کی سرکار کے سوا تے اس خاکسار کو جو اُردو اخبار آئے ہیں ان میں طبع ہوں ع

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

مورخہ ۵ ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۷۵ء

والراقم محمد حسین علی سلطان نسیم قریشی، بمقام بنگلور

۳۔ نواب سراج الدین احمد خان سائل دہلوی

نواب سراج الدین احمد خان متخلص سائل داماد استاد داغ دہلوی کے میسوری شاگردوں میں محمد علوی کا بھی نام نظر آتا ہے۔

"محمد علی علوی[1] ریاست میسور کے مشاہیر قوم سے ہیں۔ جن کے مکارم اخلاق اور فضائل علوم کا احوال مؤلف نے بزرگانِ قوم سے سُنا ہے۔ آپ کے اجداد سلطانی[2] عملداری میں مراتب شایان سے سرفراز تھے۔ فی زماننا آپ مرفہ الحال میں بسر فرماتے ہیں"

محمد باقر متخلص برق تلمیذ حضرت داغ دہلوی کے علوی چھوٹے بھائی تھے، داغ سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں حضرت داغ سے ملنے حیدر آباد گئے۔ علم طب حیدر آباد ہی میں پڑھی۔ افسر الاطبا یونانی میر محمد حسین نے جہاں سند عطا کی تھی وہاں داغ نے بھی تحریر کی :

"مشفق و مکرمی حاجی حکیم محمد علوی صاحب مجلو کہ ہم دس بارہ برس سے خوب جانتے ہیں، شرافت و نجابتِ خاندان کے علاوہ بہت فارغ البال ہیں۔ انہوں نے اچھے اچھے استادوں سے اکتساب علم کیا ہے۔ علم طب میں کامل مہارت رکھتے ہیں۔ علاج بہت دانستگی سے کرتے ہیں خلق و مروت جو ہر ذاتی ہے۔ بے شک قابل آدمی ہیں۔ ماہرین شعر سے ہیں۔ اچھا کہتے ہیں اور ہم سے اصلاح لیتے ہیں " (۱۲ ذالحجہ ۱۳۰۹ھ ۱۹۰۵ء)

داغ کے وصال کے بعد سائل سے اصلاح لی۔ ان کی اصلاحیں اور خطوط راقم کے کتب خانے میں ہیں۔ دونوں چیزیں دلچسپ ہیں، ملاحظہ ہوں

---

[1] عمان محمد علی خاں میانہ اور تذکرہ ساقی (مخطوطات) ہے کہ تاریخ النوائط مؤلف نواب عزیز یار جنگ بہادر حیدر آباد ——— ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء

[2] سرکار خداداد (سلطان ٹیپو نے اپنی سلطنت کا نام سرکار خداداد رکھا تھا)

(۱)

عزیزی حاجی صاحب سلامت !

تسلیم۔ آپ کا محبت نامہ مجھے وصول ہوا، غزلیں دیکھیں، بہت دل خوش ہوا، ماشاءاللہ آپ تو عمدہ شاعر ہیں۔ میں ناچیز استادی کے لائق ہرگز نہیں ہوں۔ یہ آپ کا حسن ظن ہے یا نیک طینت، لوگ میرے حق میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔ میں نے اس خیال سے آپ کی غزلوں میں تصرف کیا کہ آپ مجھے مغرور و متکبّر نہ خیال کریں۔ اگر میرے تصرّف کو کسی اعتبار کی نظر سے دیکھیں اور اپنا واسطہ بھی مناسب سمجھیں کہ آپ ہمیشہ اپنے کلام میں مجھ سے صلاح مشورہ لیں گے تو چند شرائط آپ کو قبول فرمانی ہوں گی جو درج ذیل ہیں۔ یہ امور و شرائط میری ذاتی مخترعات سے نہیں بلکہ میرے اُستاد نے اپنے زمانہ آخر میں ان باتوں کو جائز کیا تھا جس کا میں پابند ہوں اور وہ یہ ہیں:

اول یہ کہ رقم شیرینی حسبِ حیثیت بھیجنی چاہیے کہ نیاز بزرگان و اساتذہ سلف کے دے کر یہاں تقسیم کی جائے۔

دوسری رقم نذرانۂ شاگردی بھیجیے اور ان دونوں رقموں کے لیے مقدار خاص نہیں ہے۔ جو آپ کی حیثیت ہو اور بار خاطر نہ ہو۔

تیسرے یہ کہ شعر ایسا کہا کیجیے جس کے معنی و مفہوم آپ کے ذہن تک محدود نہ ہوں بلکہ دوسرا بھی اسے فوراً یا کسی قدر تامل سے سمجھ لے۔

چوتھے جب اصلاح کو آپ کلام بھیجیں تو اصناف کلام میں اکیس[۲۱] شعر کی تعداد سے زیادہ نہو۔ غزل ہو تو ایک۔ قصیدہ ہو تو ایک، قطعہ ہو تو ایک باستثنار رباعیات کے کہ اون کی تعداد پانچ چھ تک ہو تو مضائقہ نہیں، اس میں دوسرے لوگوں کی حق تلفی کا خیال ہے۔

پانچویں ہر خط میں جواب کے ٹکٹ بھیجنے ہوں گے۔ ورنہ جواب بعیفہ بیرنگ جائے گا۔ اگرچہ یہ بات فی الجملہ رکیک سی ہے لیکن تتبع اور تعلیم کو کیا کروں؟

چھٹے مفصلہ ذیل اساتذہ کے کلام زیر مطالعہ رکھیے اور یہ اگر دیوان نہ ہوں تو بہم پہنچایئے۔ دیوانِ آتش، دواوین داغ، صنم خانہ عشق امیر مینائی مرحوم کا دیوان۔ دیوان ظہیر۔ کلیاتِ مومن۔ ان سے شعر کہنا اور سمجھنا آتا ہے۔

اگر آپ حمد و نعت ہی کہنا چاہتے ہیں تو کہیے۔ لیکن آپ کو شعر کہنا جب آئے گا اور شعر میں لطف جب آئے گا۔ جب آپ عاشقانہ طرز کلام کو اچھی طرح کہہ کر اور مشق کر لیں گے، رنگ اسی وقت پیدا ہو گا۔ میرا مدعا یہ نہیں کہ آپ حمد و نعت نہ کہیں۔ باقی خیریت والسلام؛

آثم ابو المعظم سراج الدین احمد خاں سائل

۱۷ اپریل ۱۹۱۰ء

(۲)

عزیز گرامی قدر علوی صاحب

السلام علیکم۔ یہ غزل بھی درست کرکے حاضر کرتا ہوں۔ شعر میں معنی کے لطف اور بندش کا مزا ہونا چاہیے۔ اور اس پر آپ

بھی ذرا غور کیا کرو۔ یہ غزل اور اس کے پہلے کی غزل اور پہلے کی غزلوں سے نہایت کمزور تھی۔ آپ ہر غزل کی اصلاح کے بعد دیکھیں - یہ افسوس کرنا چاہیے کہ پورا شعر یا مصرع کیوں کٹ گیا۔ جب تک اس چال کو مضبوطانہ کیا جائیگا ترقی محال۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے اپنا طریق عمل اس خیال پر رکھا ہے جو آپ کو بتا دیا۔ فقط والسلام۔

۴؍ جنوری ۱۹۱۳ء آثم ابوالمعظم سراج الدین احمد خاں سائل

(۳)

عزیزی علوی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم۔ یہ غزل پرسوں دیکھی ہوئی رکھی ہے۔ لیکن روانہ کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ لکھنؤ سے چند دوست مہمان آگئے ہیں جن کی مدارات و تواضع نے میرے اوقات کی پابندی سے مجھے معذور کر دیا۔ ایسا ہونا بھی چاہیے تھا، اس لیے کہ میرے پاؤں کے نیچے ان لوگوں نے اپنی آنکھیں بچھائی ہیں جب میں لکھنؤ گیا تھا۔ یہ خط نماز فجر کے بعد لکھ رہا ہوں۔ ابھی طلوع آفتاب نہیں ہوا۔ اور وہ لوگ آرام کر رہے ہیں۔ مرض جس قدر ہیں، ان کی راحتوں کا بدل ہیں۔ خدا کے فضل سے میں نے چین بھی بہت کچھ کر لیے ہیں۔ اب اس کا بدل بھی یہی۔ حاذق الملک بہادر کو خدا زندہ رکھے، وہی میرے مزاج شناس ہیں۔ ہمیشہ دواؤں کی ادل بدل سے میری خبر گیری رکھتے ہیں۔ ورنہ میں کہاں اور فکر سخن کہاں، والسلام۔

۱۰؍ جنوری ۱۹۱۳ء آثم ابوالمعظم سراج الدین احمد خاں سائل

(۴)

عزیزی علوی صاحب! السلام علیکم۔

الحمد للہ تعالیٰ میں اچھا ہوں لیکن چین سے نہیں۔ بچوں کو چیچک کی تکلیف ہے۔ اس انتشار پر طرہ یہ کہ حاذق الملک حکیم اجمل خاں صاحب علیل ہو کر بغرض تبدیل و تغیر آب و ہوا کالکا چلے گئے ہیں۔ جو یہاں سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے ان کو بھی دیکھے بغیر چین نہیں آتا۔ روزانہ اُن کو بھی دیکھنے جاتا ہوں۔ پھر بچوں کی نگہداشت بھی مجھی کو کرنی پڑتی ہے۔ خدا کا شکر ہے۔ جاڑے کی شدت مجھے بمقابلہ گرمی کے زیادہ تکلیف دیتی ہے۔ آپ کی یہ فرمائش کہ اصلاح کی وجہ سے آگاہ کیا جائے ذرا ٹیڑھی بات ہے۔ اتنا وقت مجھے نصیب کہاں کہ تفصیل وار لکھ سکوں۔ صبح کی نماز کے بعد سے اس وقت تک تین غزلیں دیکھ چکا ہوں۔ تین اور باقی ہیں۔ دس بجے ریل پر جانا ہے، حکیم صاحب کو دیکھنے کی غرض سے۔ چار بجے واپس آجاؤں گا۔ جب تک وہ وہاں رہیں گے روزانہ یہی صورت رہے گی بلکہ گاہ گاہ وہاں رہنا بھی پڑے گا۔ ایک ایک دو دو روز۔ وجہ اصلاح موجودگی میں بتائی جا سکتی ہے۔ کبھی آپ یہاں آئیے ہفتہ عشرہ رہیے، دو چار، دس پانچ غزلوں کی اصلاح آپ کو سو سو غزلوں کی اصلاح کا فائدہ پہنچا دے گی۔ مقام قیام کی فکر عبث ہے۔ سائل کا تکیہ حاضر ہے۔

آثم ابوالمعظم سراج الدین احمد خاں سائل

۱۴؍ جنوری ۱۹۱۳ء

(۵)

عزیزی علوی صاحب۔ السلام علیکم۔

کثرتِ فکرِ سخن نے دوستوں کے خطوں کی جواب نگاری سے معذور کر رکھا تھا۔ اس پانچ چھ ہفتہ کی مدت میں ایک ہزار شعر کہنے کی نوبت آئی ہے۔ جنگ ترکی سے متعلق بڑی بڑی تین نظمیں کہنی پڑی ہیں۔ مشاعرے پے در پے حکیم صاحب کے ایماسے ہوئے۔ اُون کے متعلق فکر رہی۔ طبیہ کانفرنس کا کام اور دو نظموں کا سرانجام میرے سپرد ہی تھا۔ بیگم صاحب بھوپال کا سہرا اور اون کے خیر مقدم کا قصیدہ منجانب طبیہ انجمن میرے ذمہ تھا۔ ان جھگڑوں سے نجات پا کر ڈاک کی جانب متوجہ ہوں۔ یہی ابتلا موجبِ تاخیر جواب ہوئی۔ کئی سو خط میز پر دھرے ہیں۔ اون میں ممکن ہے کہ آپ کا خط اور غزل بھی ہو۔ خط جس وقت نظر پڑے گا جواب لکھا جائے گا۔ یہ زمین مجھے نہایت پسند آئی۔ کبھی وقت ملے گا تو میں بھی فکر کروں گا۔ تمہاری غزل تو بے نظیر بن گئی ہے۔ میری نظمیں یہاں انجمن ہلال احمر کی شائع نے طبع کرائی ہیں۔ اور فروخت ہو رہی ہیں۔ اگر وہاں لوگ لینا یا دیکھنا چاہیں تو مجھے لکھو میں کچھ نسخے روانہ کرادوں۔ خمسہ کی قیمت ا؍ ہے اور ترجیع کی قیمت ۲؍، ان نظموں کا فائدہ مجروحین عساکر عثمانی کو نذر کر دیا گیا ہے۔ کئی ہزار تعداد میں اب تک فروخت ہو چکی ہیں۔ اور سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

۲۰ مارچ سنہ؁

آثم المعظم سراج الدین احمد خان سائلؔ

۳۔ تحصیل تلمیذ حضرتِ داغ

منشی شیخ محمد کبیر صدیقی متخلص تحصیل تلمیذ داغ دہلوی صاحب دیوان شاعر تھے۔ تحفہ تحصیل آگرہ میں چھپا۔ آپ کا ایک خط آپ کے ہم عصر استاد بھائی محمد باقر برقؔ تلمیذ حضرت داغ دہلوی کے نام ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرمفرمائے تحصیل جناب برق صاحب سلمہ اللہ الجلیل

تسلیم و نیاز و بندگی ہے۔ الطاف نامہ گرامی ڈاک سے ابھی ہاتھ آیا۔ لگے ہاتھ ابھی جواب لکھ رہا ہوں۔ جناب من دیوان کا نام تبدیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں جملے حقیقت میں ایک ہی ہیں۔ ضیائے برقؔ نہ سہی جلوہ طور ہی سہی۔ خدا کے فضل سے اس میں کوئی قباحت تو نہیں ہے۔ فقط آپ کے تخلص کے لحاظ سے یہ التماس کی گئی ہے۔ خدا مبارک و سازگار کرے اور طور ہی کی سی شہرت جلوہ طور کو عطا فرمائے۔ آمین

التماس عجز اساس

جناب افتخار مآب نے ایک مدت کے بعد میری تصنیف کو ملاحظہ کرنے کا شوق ظاہر فرمایا۔ حضرت کو بھولے سے اس امر کا خیال آیا ہے۔ بندہ اس یاد آوری کا تہ دل سے مشکور ہے مگر افسوس ہے میرا دیوان آپ کے دروازے پر پہونچ کر بھی میری بدنصیبی سے درجہ قبولیت کو نہ پہنچا۔ آپ کے اس کو واپس کرنے سے میرے پاس واپس آگیا۔ اس میں میرا قصور بھی تھا وہ یہ کہ ایک روپیہ قیمت لگا کر

ملا پی ارسال کر دیا تھا۔ چونکہ یہ تعلیم میرے استاد مرحوم سے میں نے پائی تھی۔ استاد نے اپنا دیوان "مہتاب داغ" ۵ روپیہ میں بذریعہ وی پی پی بیرے نام بھیج دیا تھا۔ انھیں حضرت کا طریقہ میں نے بھی اختیار کیا۔ اس طریقے سے آپ ناراض ہو کر کتاب پھیر دیں گے مجھے کیا خبر تھی۔ یہ بھی اس لیے کہ میرا گزر توکل پر ہے۔ نہ کوئی ملک ہے نہ مال۔ اس پر میری آمدنی کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں ؎

حاجتِ مشاطہ نیست رحستے دل آرام را

پانچ سو نسخے آگرہ میں چھپے، دو سو روپیہ سے زائد روپیہ لاگت کا ہوا۔ یہ خرچ میری مقدور سے بڑھ کر تھا۔ پھر بھی ہمت کر کے میں نے مطبع کو دو سو روپیہ ادا کر دیا۔ آگرہ سے تریکرہ کو کتابیں آئیں تو ۱۲ روپیہ ریل کا کرایہ دیا۔ اس کے بعد خدا کا فضل ایسا ہوا کہ احباب تریکرہ نے کل اِک اِک کتاب کا دو دو روپیہ دیا اور کانی یلا منڈوں نے اِک اِک کتاب کا ۵ روپیہ دیا۔ بنگلور کو دو کتابیں ایک جناب امیر حسین صاحب سوپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل دوسری کتاب ایک جناب عبدالکریم صاحب فارسٹ اسسٹنٹ (FOREST ASST.) کی خدمت میں۔ ان دونوں بزرگوں نے دس دس روپیہ بذریعہ منی آرڈر عنایت فرمایا۔ اس صورت سے کوئی پچاس نسخے خرچ ہوئے۔ اس کا مبلغ ایک سو تیس روپیہ وصول ہوا۔ اتنے ہی نسخے (یعنی پچاس کتابیں) میں نے غربا کو مفت دے دیئے۔ ؎

کوئی دیتا ہے تو لے لے تحسیل　　　　کوئی لیتا ہے تو دے دے تحصیل

جلدی میں تاریخ اچھی تو نہ ہوئی جو ہوئی وہ حاضر ہے:

چھپ گیا آج برق کا دیوان　　　　کہ ٹھکانے لگی ہے کوششِ برق
کیوں نہ اس کے سخن پہ دل تڑپے　　　　تاب کس کو ہے تا بہ تابشِ برق
دلِ حاسد میں کیوں نہ آگ لگے　　　　شعلۂ صاعقہ ہے آتشِ برق
وقف اس نے کیا ہے گنجِ سخن　　　　لائقِ وصف ہے یہ بخششِ برق
حضرتِ داغ سے جو لی اصلاح　　　　واہ کیا کہنا اور دانشِ برق
کسرِ ابر توڑ کر تحصیل　　　　کہہ دیا سال احقِ خواہشِ برق

۱۳۲۰ھ
۱۹۰۲ء

کل کے پوسٹ میں دیوان ارسال خدمت کیا جائے گا۔

العاصی محمد کبیر تحسیل۔ منمقام سنتے دیری محررہ ۱۴ مئی

بندہ نے آگرہ کی کتابت کا شیفتہ ہو کر دیوان آگرہ میں چھپوایا۔ اس کا سبب لاگت زائد ہوئی۔ اس دیوان کے چھپنے کے بعد اور چند غزل جو کہی ہیں ان کو اسی مطبع شوکت الاسلام میں چھپا کر بطور ضمیمہ اسی دیوان کے اخیر لگا دوں گا۔ دو ماہ ہوئے کہ شعر کہنے سے میں نے توبہ کی ہے۔ جس غزل پر میری شاعری ختم ہوئی ہے وہی آخری غزل ہے۔ وہ غزل "اگزامنڈ اینڈ رجسٹرڈ" میں درج ہوئی ہو تو آپ دیکھ لیں۔ تاریخ :-

زندہ ہمیشہ نام سخن در سخن سے ہے — دیوان طبع ہو کے ہوا یادگارِ برق
تحسین ہے یہ مصرعۂ سنِ بزبانِ وصف — اب تا ابد جہاں میں رہا یادگارِ برق

۱۳۲۰ھ

۴۔ حضرتِ اقبالؒ

ڈاکٹر اقبال کی ۱۹۲۹ء میں میسور میں آمد، روضہ سلطانی کی زیارت، اور مراقبہ ایک خاص اہمیت کے حامل حالات ہیں۔ جاوید نامہ کی تکمیل میں بھی اس سفر کا ہاتھ ہے۔ ۱۲ مارچ ۱۹۲۹ء کے "انقلاب" کے خاص نمبر میں جو نظم "سلطان شہید" کے نام سے چھپی اس کا آخری شعر ہے۔

دو جہاں نتواں اگر مردانہ زیست
ہمچو مرداں جاں سپردن زندگیست

سلطان کے پیغام کی صورت میں سرنگاپٹم میں ہی ہوا تھا۔ محمد جمیل مرحوم بنگلوری کے نام اقبال نے میں سات خطوط ہیں۔ یہ سارے خط انگریزی میں تھے۔ بہتر تو یہ ہوتا یہ انگریزی ہی میں چھپتے۔ اقبالؒ نے ایک خط میں لکھا تھا۔

"سلطان شہید پر میری نظم اس کتاب کا حصہ ہوگی جسے میں اپنی زندگی کا ماحصل بنانا چاہتا ہوں، لیکن میں سمجھتا ہوں اس کے لیے آپ کو کافی انتظار کرنا پڑے گا۔ میں نے اس کا ایک حصہ کچھ عرصہ ہوا مرتب کیا تھا۔ پھر ضروری مشاغل کی بنا پر اس کو نامکمل چھوڑ دینا پڑا۔"

ایک دوسرے خط میں سلطان ٹیپو کے روزنامچہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس روزنامچے سے اُمید ہے کہ سلطان سے متعلق مجوزہ نظم میں مجھے سلطان شہید کے صحیح صحیح حالات پیش کرنے میں بہت امداد ملے گی۔"

جاوید نامہ کی اہمیت روشن و تابناک ہے اور خاص طور پر جاوید نامہ کا وہ حصہ جو سلطان شہید سے متعلق ہے۔ اہم ترین ہے۔ اقبال جیسے مفکر و شاعر کی سلطان ٹیپو شہید جیسے صوفی منش سلطان کے روضہ پر حاضری اور مراقبہ کی یہ کرامات ہیں۔

محمد جمیل مرحوم کے علاوہ ڈاکٹر اقبالؒ نے ڈاکٹر حبیب النسا بیگم پروفیسر اردو میسور کے نام ایک انگریزی خط لکھا تھا۔ جس زمانے میں وہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد میں اردو ایم کے لیے ایک مقالہ بعنوان "اقبال کی تصانیف میں تصوف کا عنصر" پروفیسر ڈاکٹر سجاد کی زیر نگرانی لکھ رہی تھیں، حضرت اقبالؒ کو، ان کی کتاب "ایران میں فلسفہ الٰہیات کا ارتقا" کے لیے لکھا تھا۔ جس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا۔

"محترمہ!

مجھے یہ لکھتے ہوئے انتہائی افسوس ہو رہا ہے کہ آپ نے جس کتاب کا ذکر میرے خط میں کیا ہے۔ وہ میرے پاس نہیں ہے یہ تیس سال پہلے لکھی گئی تھی۔ مجھے ڈر ہے کہ اب تک یہ کتاب کافی قدیم اور دوبارہ چھپ نہیں رہی ہے بہتر ہے اس کے پبلشر مسرز لوزاک اینڈ کمپنی اور نیل بک سیلرز مقابل برٹش میوزیم لندن کے لکھ دیکھئے اور دریافت کیجئے کہ آیا ایک نسخہ روانہ کر سکتے ہیں؟

اس کا اردو ترجمہ کچھ مہینے پہلے حیدر آباد میں شائع ہو چکا ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مترجم کا نام و پتہ نہیں معلوم۔

یکم جولائی ۱۹۳۶ء   آپ کا اقبال

(۲)

مولوی سید عبدالسلام ہزاروی متخلص سلیم میسور ٹریننگ کالج میں استاد عربی و فارسی تھے۔ عربی میں قصائد اور فارسی میں "نسیم سلیم" ان کی مشہور منظوم کتاب ہے۔ "نامہ بسوئے اقبال" کے عنوان سے ان کی اقبال سے متعلق ایک فارسی نظم بھی اس کتاب کی زینت ہے۔ سلیم مرحوم نے اقبالؒ کی خدمت میں عربی قصائد روانہ کئے تھے۔ ڈاکٹر موصوف نے اپنی پسندیدگی کا اظہار خط کی صورت میں کیا۔

(۳)

مخدوم و مکرم جناب مولانا سلیم   لاہور ۱۵ر نومبر ۱۹۳۰ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے مجھ ہیچ مداں کے متعلق جن اچھے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ میں ان کے لیے آپ کا بے حد ممنون ہوں۔ خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ کے عربی قصائد بہت دل کش ہیں ع

اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ

مخلص: محمد اقبالؔ بیرسٹر لاہور

۵۔ بابائے اُردو مولوی عبدالحق

بابائے اردو برصغیر ہند کی ساری اردو دنیا کے محسن تھے۔ اردو صرف دلی اور لکھنو کی نازک ناری نہ رہ کر سارے ہند و پاک کی دوشیزہ بن گئی۔ قدیم اردو کی جو خدمت آپ نے کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اسی مثال کے سبب دکن میں دوسروں نے بھی مثالیں قائم کیں۔ اس میں حضرت زور مرحوم کا نام سرفہرست ہے۔

لہ سلیم مرحوم نے مکہ معظمہ میں بھی عربی استاد کی حیثیت سے نیک نام پایا تھا۔ ذیل میں تبرکاً حضرت عبیداللہ سندھی کی تحریر پیش کر رہا ہوں:۔

"میں مکہ معظمہ میں ایک سال تک ابوالمکارم عبدالسلام ہزاروی ابن عماد القضات جناب مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی صحبتوں سے مستفید ہوتا رہا، مولانا میرے ایک معزز بھائی ہیں۔ مجھے اس شہادت کے دینے میں کوئی تامل نہیں کہ مولانا علوم شرقیہ و ادبیہ کے فاضل ہیں۔ میں نے ان کی عربی تقریر سنی ہے جو فن خطابت میں پوری مہارت کا ثبوت ہو سکتی ہے۔ وہ نیک سیرت ہیں۔ اسلامی خدمات کے شائق ہیں۔ انتظامی قوت کے مالک ہیں۔ اگر میرے ان چند الفاظ کے لکھنے سے انہیں میدانِ عمل کی منزلیں طے کرنے میں کسی قدر مدد ملے گی تو میرے لیے یقیناً باعثِ مسرت ہوگا۔ واللہ الموفق۔

۲۴ر ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ   عبیداللہ سندھی

مکہ معظمہ باب العمرہ   سابق ناظم نظارۃ المعارف دہلی۔

مولوی صاحب نے بیسوں نہیں سیکڑوں خطوط لکھے ہوں گے۔ ان کے خطوط میں کام اور مقصد کی باتیں زیادہ ہوتی تھیں۔ ان سے ہمت افزائی اور بڑھاوا ملتا تھا۔

مولوی صاحب ریاست میسور تشریف لائے تھے یہاں سے کئی اہم مخطوطات حاصل کرکے اپنے ساتھ لے گئے۔ اس سلسلہ میں محسن الملک محمد عباس سیٹھ نے ان کی مدد کی تھی۔ ان دونوں کے تعلقات سے متعلق راقم نے ۱۹۶۵ء کے قومی زبان کے بابائے اردو نمبر میں روشنی ڈالی ہے۔

حکیم امامی صاحب کا بابائے اردو سے تعلق یا ناتہ بالکل گہرا اور باپ بیٹوں کا ساتھا۔ ان کے نام جتنے خطوط ہیں وہ کتابی صورت میں چھپ چکے ہیں۔ راقم کے نام جو خط ہے اس کا سیاق و سباق منظر میں نے ۱۹۶۶ء کے قومی زبان کے بابائے اردو نمبر میں دے دیا ہے۔ یہاں صرف خط پیش کر رہا ہوں۔

۱۴ دسمبر ۱۹۵۸ء

مکرما تسلیم!

آپ کے خط سے یہ معلوم کرکے مجھے بہت خوشی ہوئی کہ آپ اس ماہ کے آخر میں ایک ادبی نمائش کا انعقاد کر رہے ہیں۔ آپ کی انجمن نہایت مفید کام کر رہی ہے۔ میرے دل میں اس کی بہت قدر ہے۔ کاش دوسرے مقامات پر بھی اس قسم کی انجمنیں قائم ہوں اور جو کام آپ کر رہے ہیں اس سے سبق حاصل کریں۔ آپ کی ادبی نمائش کا بہت اچھا اثر ہوگا اور اردو زبان کے حق میں بہت مفید ہوگی۔ اس میں جہاں تک ممکن ہو میسور کے اردو ادب کو خاص طور پر پیش کیا جائے۔ آپ کو مخطوطات اور مطبوعات کی صورت میں کافی سامان مل جائے گا۔ عام طور پر لوگ ابھی پورے طور پر واقف نہیں کہ میسور نے اردو زبان کی کیا خدمت کی ہے۔ اس نمائش میں اس کے اظہار کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ مجاہد اعظم سلطان ٹیپو رح کی فوجی اردو اصطلاحات اور اشعار ضرور پیش کیے جائیں۔

اس قسم کی نمائشیں ادبی ذوق اور علمی معلومات کے لیے بہت ممد ہوتی ہیں۔ میں اس کی کامیابی اور تفصیلی حالات سننے کا متمنی رہوں گا — آپ نے جو اشیا طلب کی ہیں۔ ان کے بھیجنے کا انتظام کر رہا ہوں۔

عبدالحق

میسور کی دو ادبی انجمنیں "انجمن اشاعت اردو" میسور اور "مجلس اردو" بنگلور کافی مشہور ہیں۔ مجلس ادب نے "جنوبی ہند کا بہترین ادب" شائع کیا تھا جس میں کنڑی، تمل، تلگو، ملیالم اور میسور کے اردو ادیبوں اور شاعروں کے شاہ پارے شائع کیے گئے تھے۔ اس سلسلہ میں بابائے اردو نے صدر مجلس ادب جناب محمد منظور احمد کے نام ایک خط لکھا تھا۔

(۲)

مورخہ ۳ اکتوبر ۱۹۵۸ء

مکرمی!

"جنوبی ہند کا بہترین ادب" کے دو نسخے موصول ہوئے اس پر قومی زبان میں تبصرہ شائع کیا جائے گا یاد دہانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے یہ کتاب شائع کرکے اردو زبان کی قابل قدر خدمت کی ہے۔ جنوبی ہند خصوصاً میسور ریاست میں اس قسم کے ادبی کام ہر اعتبار سے لائق تحسین ہیں۔ میں آپ کو اور آپ کے ارکان مجلس کو مبارک باد دیتا ہوں۔

خیر طلب عبدالحق

۵۔ حضرت رشید احمد صدیقی

اُردو ادب میں آپ سا طنز و مزاح نگار شاید ہی پیدا ہو۔ آج آپ پر ریسرچ کیا جا سکتا ہے۔ رشید صاحب کسی اخبار و رسالہ کے رشید نمبر کے خیال کو پسند کرتے ہیں اور نہ ریسرچ کو۔ اللہ کرے صاحبِ نقوش رشید صاحب کی ناراضگی قبول کر کے نقوش کا رشید نمبر نکال دے اور دنیا جہاں کی دعا لے۔

رشید صاحب کے مضامین جہاں دلچسپ اور فکر انگیز ہیں وہاں ان کی باتیں اور خطوط بھی انہیں خوبیوں کے مالک ہیں۔

پہلی بار حضرت سید ظہیر الدین علوی مرحوم اور ڈاکٹر مسعود حسین خاں صاحب نے علی گڑھ میں تعارف کرایا تھا۔ فرمایا: - آپ! ارے ہاں سلیم تمنائی! آپ تو بڑے بدنام آدمی ہیں۔

تیسری ملاقات اس وقت ہوئی جب کہ جامعہ اردو علی گڑھ کا تقسیم اسناد کا سالانہ اجلاس جناب ہردے ناتھ کنزرو کی صدارت میں ہو رہا تھا، اور مسعود حسین رضوی خصوصی مہمان تھے۔ نائب رجسٹرار بھائی نثار قریشی نے جب رشید صاحب سے کہا کہ راقم بھی حاضر ہے تو بزرگانہ شفقت و تپاک سے ملے۔ فرمایا: - آپ کے خلوص کی انتہا ہو گئی" ظاہر ہے انسان اپنی تعریف سے خوش اور شکایت سے خفا اور رنجیدہ ہوتا ہے۔ یہ کمزوری شاید مجھ میں بھی ہے۔ لہٰذا میں پھولے نہ سمایا۔ لیکن اصل میں رشید صاحب کی بزرگی اور شفقت بول رہی تھی، اور یہ نوجوانوں کے لیے نعمت غیر مترقبہ اور عظیم ترین دولت ہے۔

راقم نے فاروقیہ ہائی سکول میسور کے اردو میگزین کے لیے پیغام کی درخواست طلباء و طالبات کی جانب سے کی تھی۔ آپ نے بڑا دلچسپ خط اور پیغام روانہ کیا۔

مکرمی! تسلیم۔

نوازش نامہ مورخہ ۲۵ دسمبر صادر ہوا۔ آپ نے اپنا تعارف کرانے میں بڑی تفصیل سے کام لیا جس کی ایسی ضرورت نہ تھی۔ آپ نے "ایشیا"[1] میں جس مضمون کا ذکر کیا ہے۔ وہ تو میری نظر سے نہیں گزرا۔ لیکن زیرِ نظر محبت نامہ میں جو باتیں جس محبت و مہربانی سے لکھی ہیں۔ غالباً ایشیا میں اس سے بھی زیادہ مبالغہ سے لکھا ہو گا۔ اس سے خوش بھی ہوں، شرمندہ بھی۔ شرمندہ اس لیے کہ ویسا ہوں نہیں۔ جیسا آپ اپنے کرم سے سمجھتے ہیں۔ آپ کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں۔ گو قاعدہ یہ ہے کہ معمر اپنے خورد کا شکریہ نہیں ادا کیا کرتے۔ اُن کو دعائیں دیتے ہیں۔ آپ کے لیے دونوں ہیں۔ عبد القادر صاحب کو سلام پہنچائیے۔ ان کے بیوی بچوں کو دعائیں امید ہے وہ خوش و خرم ہوں گے۔ اپنے سے بھی دوسروں سے بھی۔

آپ نے اپنے اردو میگزین کے لیے پیغام طلب فرمایا ہے۔ پیغام دینے کا اپنے کو اہل نہیں سمجھتا۔ اس طرح کے مشغلے بڑے لوگوں کو زیب دیتے ہیں۔ گو ان میں سے بہتوں کا پیغام پڑھ کر بڑا بننے یا کہلانے کا شوق بے جان نہیں تو نیم جان ضرور ہو جاتا ہے یہ عقل کی بات نہیں کہتے اسے بے وقوفوں کی مانند خانہ پُری کرتے ہیں۔

اردو کا مسئلہ پیغام دینے کا نہیں چیلنج قبول کرنے کا ہے اور میں اُسے نہایت درجہ نیک فال اور امید افزا سمجھتا ہوں کہ آپ ملک کے

---

[1] ہفتہ وار "ایشیا" دہلی میں رشید صاحب سے متعلق میرا ایک مضمون چھپا تھا۔

اس دور دراز گوشے میں اور بہت سے ذرائع اور وسائل سے محروم رہ کر اردو کا دیا جلائے رکھنے اور اس کو آندھیوں کے صدمے سے بچانے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ قوم اور ملک کے لیے نوجوان یونہی بڑی نعمت ہوتے ہیں چہ جائیکہ آپ ایسے نوجوان جو ایک اعلیٰ مقصد کی حمایت کرنے پر آمادہ ہیں۔ میں ایسے نوجوانوں پر فخر کرتا ہوں۔

مشکل یہ ہے کہ اردو کی صفات اور اس کی گراں بہا خدمات ہی اس کی فردِ قراردادِ جرم کی سب سے زیادہ سنگین دفعات ہیں پھر کس کا واسطہ دلا کر دوسروں سے اس کی تائید کی درخواست کروں البتہ ایک عمر معلمی کرنے اور نوجوانوں کے ساتھ رہنے سے یہ بات دل میں راسخ ہو گئی ہے کہ بات کتنی ہی معمولی ہو اگر وہ مفید اور معقول ہے تو اسے گوش گزار ضرور کر دینا چاہیے۔ اچھے ذہنوں میں وہ جگہ لے لیتی ہے اور جڑ پکڑ لیتی ہے۔ چاہے اس کے برگ و بار لانے میں کتنی ہی دیر کیوں نہ لگ جائے۔ اپنے اس تجربے یا عقیدے پر نظر رکھتے ہوئے عرض کروں گا کہ اردو ہندوستان میں اور ہندوستان کی ایک قابلِ فخر جدید زبان ہے اس لیے اس کے بنانے اور بڑھانے میں ملک کے ہر طبقے کا چھوٹا بڑا اپنی اپنی ضرورت اور اپنی اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کے مطابق بغیر کسی جبر یا لالچ کے شعوری یا غیر شعوری طور پر سرگرم کار رہا ہے اردو نے بحیثیت زبان اور بحیثیت تہذیب ہندوستان کی جو ہمہ گیر خدمت انجام دی ہے، اس کی ساتھی زبانیں انجام نہیں دے پائیں۔ لیکن جس طرح اقوام کی تقدیریں بنتی بگڑتی رہتی ہیں۔ زبانوں کی تقدیر بھی بنتی رہتی ہے۔ حالات کچھ اس طرح کے پیدا ہو گئے ہیں جو اردو کے لئے سازگار نہیں ہیں اس سے اردو کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ چکا ہے۔ کیوں اور کیسے؟ اس کو سب جانتے ہیں۔ ایسی حالت میں اس کے سوا چارہ نہیں کہ اردو کو عزیز اور محترم رکھنے والے اس کے تحفظ و ترقی کے لیے اپنی بہترین تعمیری صلاحیتیں بروئے کار لائیں اس سے اور کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو یہ کیا کم ہے کہ ہم کو اپنی اعلیٰ اخلاقی صلاحیتوں پر بھروسہ کرنا آ جائے گا اور اس کی مدد سے ہم جلد یا بدیر ان مقاصد کے حصول میں کامیاب ہوں گے۔ دو چیزیں ہرگز نہ کرنا چاہیے، ایک جھگڑنا، دوسرے مایوس ہونا جھگڑنے اور مایوس ہونے سے وقت اور قوت دونوں ضائع ہوتے ہیں۔ ان نعمتوں کو ضائع کر دیا جائے گا تو اچھے اور بڑے کام کیوں کر انجام دیئے جائیں۔

نوجوان سب کچھ کر سکتے ہیں۔ ایک بات نہیں کر پاتے، انتظار اور تحمل۔ نوجوان ہی جو ٹھہرے! حالانکہ میرا خیال یہ ہے کہ نوجوان ایسا کریں تو وہ ناقابلِ تسخیر ہو جائیں۔ بوڑھوں میں تحمل اور انتظار خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لیے وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ صفات نوجوانوں ہی کو زیب دیتی ہیں اور حصولِ مقصد میں انہیں کے وسیلے برگ و بار لاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اردو کو اس کا جائز حق دلانے میں ہم اب تک ناکامیاب رہے ہیں۔ اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں۔ مخالف قوتوں کی غلبہ زائی سے یہ سب کچھ ہوا۔ باایں ہمہ مایوس اور بیزار نہ ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ اس سے اردو کو نقصان پہنچے گا۔ اور اس سے اردو کی مخالفت [?] اور زور پکڑیں گی۔ ہم کو اس پر ایمان رکھنا چاہیے کہ اچھے مقاصد کے حصول میں جو قربانی دی جاتی ہے وہ رائیگاں نہیں جاتی۔ جلد یا بدیر بالضرور کامیاب ہوتی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ دیر تک کامیابی کا در بند رہنے سے مقاصد کو نقصان پہنچتا ہے۔ جیسا کہ اردو کو پہنچ چکا ہے۔ پھر بھی اپنے کو حق پر سمجھ کر کوشش کیے جانا چاہیے۔ آپ اور آپ کے رفقا ہر اعتبار سے تہنیت کے مستحق ہیں کہ اتنا مشکل کام خندہ پیشانی سے کرنے پر آمادہ ہوئے ہیں۔ خدا نے چاہا تو ضرور کامیاب ہوں گے اس پر ایمان رکھیے۔

ع پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ۔

ہم سے بہت پہلے اقبال کہہ گئے ہیں۔

مخلص: رشید احمد صدیقی

بنام صفی لکھنوی

محبِ دلنواز[1] - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نامۂ محبت طراز مورخہ ۱۴ ستمبر ۹۵ء ملی موصول ہوا اور قند کا پارسل بھی پہونچ کر باعثِ منت پذیر ہوا آپ کی عنایت ومحبت اور اس تکلیف فرمائی کا میں تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں میری طبیعت اس زمانے میں بہت ہی نادرست رہی اور اب بھی وہی حال ہے - آپ کا پارسل آیا ہوا رکھا ہے - ہنوز کھولنے کی نوبت نہیں آئی ذرا طبیعت کو سکون ہولے تو اسے کھلوا کر دیکھوں اور پسند آنے پر جس قدر حاجت ہو پھر آپ کو لکھوں - بنظرِ رفعِ نگرانی یہ چند سطریں اس وقت لکھی ہیں آپ اپنے خیریت سے بخیر طلب کو ہمیشہ مسرور کیا کیجیے۔

امیر فقیر

رام پور - ۱۹ دسمبر [۱۸۹۵ء]

جناب مکرمی حافظ صاحب کی خدمت سراپا برکت میں میرا سلام نیاز انضمام اور دعائے صحت کا شکریہ عرض کیجیے اور تضمین کی نسبت میری امراض کی حالت ظاہر کر دیجیے۔

(۲)

کیمپ فریدپور - ضلع بریلی

مورخہ ۲۴ نومبر

مکرم بندہ تسلیم -

محبت نامہ موصول ہوا - میں محجوب ہوں کہ آپ میری وجہ سے ایسے الفاظ اپنی نسبت تحریر فرمائیں - مجھے سخت ندامت ہے - آپ کا اظہارِ ندامت آپ کے حسنِ اخلاق کی دلیل ہے - میں آج کل دورہ پر ہوں اور ۱۵ جنوری تک بریلی واپس جاؤں گا - اغلب ہے کہ فروری میں میں لکھنؤ حاضر ہوں - پیشتر سے اطلاع دوں گا - اور درِ دولت پر حاضر ہوں گا - آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے معیار کے پرچوں کی ضرورت تھی - اگر معیار مل جائیں تو میں ممنون ہوں گا نیز اساتذہ اردو (مثلاً میر - سودا - مصحفی - انشا - آتش - ناسخ - حسن وغیرہ) کی تصاویر کی تلاش درپیش ہے اگر آپ کے علم میں ہوں یا جو صاحب میری امداد کر سکتے ہوں ان کے نام و پتہ سے مجھے مطلع کیا جائے باعثِ شکریہ ہوگا -

آپ کی محبت کا شکریہ ادا کرتا ہوں - آپ کی ذات مغتنمات سے ہے اور جتنا ہم لوگ ناز کریں اتنا تھوڑا ہے -

نیاز مند رام بابو سکسینہ - ڈپٹی کلکٹر،

[1] یہ خط دل شاہجہانپوری کے نام ہے -

(۳)

موتی مسجد۔ رام پور اسٹیٹ۔ یو۔ پی
۱۰ فروری سنہ ۱۹۱۹ء

مکرم بندہ حضرت مولانا ناد عنایتکم۔ سلام شوق۔ میں اوس لطف کو یاد کر رہا ہوں۔ جو کچھ دیر آپ سے ل کے حاصل ہوا تھا مجھے تمنا رہی کہ دولت خانے پر حاضر ہوں۔ لیکن اوسی دن میں نواب گنج کو اور پھر گونڈے کو گیا۔ کسی طرح لکھنؤ پھر نہ آ سکا۔ بہ راہ راست رام پور آیا۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

میں اچھا ہوں۔

یہ بھی امید ہے کہ کبھی کبھی خط سے یاد فرماتے رہیئے۔ دور کی ملاقات صرف خط سے ہو سکتی ہے۔ اور آپ کو وہ فقرہ یاد ہی ہوگا جو میں نے ملتے وقت عرض کیا تھا۔ یہ اسی ضرورت سے تھا کہ دل سے میل رہے ذکر . . . . . .

کسی تعطیل میں تشریف لائیے۔ دو چار روز لطف رہے۔ میں تو جب لکھنؤ کو جاتا ہوں۔ اس قدر کاموں میں گھرا ہوا جاتا ہوں کہ اطمینان سے رہنے کی مہلت ہی نہیں ملتی۔

آپ کا نیاز مند خیر طلب
احمد علی۔ شوق۔ قدوائی

(۴)

مدرسہ سلیمانیہ ——— پٹنہ
۱۲ فروری سنہ ۱۳ء

جناب مولانا خدا آپ کو خوش رکھے

آداب عرض کرتا ہوں۔ میں کس الفاظ میں آپ کی عنایت کا شکریہ ادا کروں اور کس عبارت میں آپ کے قطعات تاریخ کی مدح کروں متحیر ہوں۔ خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست۔

جزاک اللہ فی الدارین خیرا۔ واقعی اوستاد اوستاد ہی ہے

اللہ بس باقی ہوس۔

میں بھی اپنے قیام کے زمانہ میں اس کا دل سے متمنی تھا کہ آپ کی زیارت اور آپ کے کلام سے استفادہ کروں۔ مگر کیا کہوں ہمارے حضرت حکیم منے آغا صاحب نے باوجود تقاضائے شدید اس کا موقع نہ دیا اور مجھے بہلاوا ہی دیتے رہے۔ خیر پھر کبھی انشاء اللہ مستفید ہوں گا۔

آپ کے صاحبزادے کی خبر علالت نے سخت صدمہ دیا خدا شفائے کامل و صحت عاجل عطا فرمائے۔

والسلام
دعاگو
فرمان علی

(۵)

معدن لطف و وفا و اکمل افراد جناب میر نقی صاحب صفی زاد لطفہٗ

بعد سلام مع الاکرام شوق انضمام آنکہ کل وقت رخصت و فرصت مرثیہ میں یہ عرض کرنا بھول گیا خستگی میں کہ اب تین ہی مجالس مع آج کے باقی رہ گئیں اور بغیر آپ ایسے ماہر فن کی شرکت کے مزاجی بالکل نہ لگے گا چنانچہ امید آپ کی عنایت سے ہے کہ گیارہ بجے حسب تحریر رقعہ مطبوعہ ضرور ضرور تشریف فرما ہوجیے گا اور جناب عزیز مرزا صاحب کو بھی لیتے آئیے گا۔ اگر کوئی قوی امر مانع نہ ہوا اور دونوں صاحبوں کو میرا سلام بھی پہونچا دیجیے گا اور آج پر ہی موقوف نہیں۔ مجھے تو امید آپ کی محبت قدیم سے یہ تھی کہ دسوں مجلسوں میں بھی مکلف خدمت ہونا مگر اب تین باقی مجلسوں میں تو شرکت فرمائیے اور یہی ان دونوں صاحبوں سے فرما دیجیے کہ میری طرف سے اور اگر انصاف اور دقت نظر سے ملاحظہ فرمائیے گا تو یہ زحمت آپ کو آپ کی لیاقت و مرتبہ کمال نے دی ...... نہ آپ ایسے ہوتے نہ اس قدر مخصوص آپ کو تکلیف بذریعہ تحریر خاص دی جاتی امید کہ ضرور عنایت فرمائیے گا اور لحاظ وقت بھی ضرور ہے

السید مہدی حسن ماہر عفی عنہٗ

(۶)

۱۷، علی پور روڈ - دہلی
مورخہ ۸ر ستمبر ۳۱ء

زبدۂ مخلصان زاد لطفہٗ

تسلیم۔ تذکرہ خمخانہ جاوید کی ترتیب کے دوران میں ایک صاحب سید صغیر حسین تخلص صغیر لکھنوی کے چند اشعار اور بہت مختصر حالات مسودے میں پائے گئے۔ وہاں ان کو آپ کا تلمیذ لکھا ہے۔ یہ آپ کی اصلاح کا فیضان ہے یا صغیر صاحب کی سخن سنجی کا ذوق سلیم چند اشعار جو ہیں مجھے بہت پسند آئے۔ بہرحال میں چاہتا ہوں کہ ان کا مزید اور تازہ کلام اور پورے حالات درج تذکرہ ہوں۔ اس لیے تکلیف دیتا ہوں کہ ان کے پورے پتہ سے مطلع فرمایا جائے۔ تاکہ ان سے خط و کتابت کی جائے۔ مناسب سمجھیں تو آپ بھی ان کو لکھ دیں کہ اس معاملہ میں تکلف اور توقف سے کام نہ لیں۔

رہین نیاز

برجموہن دتاتریہ۔ کیفی

(۷)

۱۷- علی پور روڈ – دہلی
۲۸ر ستمبر ۳۱ء

جناب مکرم!

تسلیم۔ عنایت نامہ کا شکریہ۔ جناب وحی کے صاحبزادے کے سانحہ کا سن کر سخت قلق ہوا۔ خداوند کریم آپ کو اور تمام پسماندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

کلام صغیر کے بہم پہنچانے کا وعدہ جو آپ نے فرمایا اس عنایت کے لیے نہایت ممنون ہوں۔ امید ہے آپ

کو اس کا خیال رہے گا۔

پنڈت اقبال کشن صاحب دروکن پہاڑ پر گئے ہوئے ہیں۔ آپ کا سلام ان کو لکھ دیا ہے۔

زیادہ نیاز

نیاز کیش

برجموہن دتاتریہ۔ کیفی

(۸)

دریا گنج، دہلی

مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۵۲ء

میرے مکرم و محترم

تسلیم۔ والا نامہ کا بہت بہت شکریہ۔

صاحبزادی کی بے وقت رحلت کا معلوم کر کے سخت افسوس اور رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اچھے لوگوں پر مکروہات دنیا ستم ڈھایا ہی کرتے ہیں۔ یہ امتحان ہیں جو حیثیت انسان کے صبر و توکل کی جانچ کو لیا کرتی ہے۔

رپورٹ اور استفسار یہ خدمت والا میں پہنچ گیا ہوگا۔ اس کے سلسلے میں اگر آپ کچھ وقت دے سکیں تو اردو کی بڑی خوش نصیبی ہوگی۔

زیادہ نیاز۔

اخلاص کیش

برجموہن دتاتریہ۔ کیفی

(۹)

ڈی - ۶۶ بلاک

ماڈل ٹاؤن - (پنجاب)

جناب مکرم و محترم بندہ

تسلیم۔ پچھلی دفعہ لکھنؤ میں حاضری کے وقت تذکرہ مخانہ جاوید میں جناب کے حالات اور کلام فصاحت نظام کے اندراج کے متعلق عرض کیا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ کلام طباعت کے لیے مرتب ہو رہا ہے۔ اب گزارش ہے کہ تذکرہ پریس میں اس نوبت پر پہنچ گیا ہے کہ میں جناب کو ذیل کے امور کی بنسبت تکلیف دوں۔

۱۔ حالات ذاتی و خاندانی و ادبی وغیرہ معہ فہرست تلامذہ۔

۲۔ انتخاب کلام بغرض اندراج تذکرہ۔

اگر کچھ چیزیں چھپ گئی ہیں اور کچھ نہیں تو از راہ کرم مطبوعہ چیزوں کے ملنے کے پتے سے آگاہی بخشیں تاکہ وہاں سے بذریعہ وی۔ پی منگوالی جائیں۔ جو نظمیں یا غزلیات یکجائی یا متفرق صورت میں ابھی چھپی نہیں ان میں سے حسب مرضی جو کچھ عنایت ہوگا۔ ادب کا سرمایہ ہوگا۔ کس طرح عرض کروں کہ اگر نقل میں زحمت ہو تو بیاضیں راقم کو عنایت فرمائیں تذکرے کی ضرورت پوری کر کے نہایت احتیاط سے واپس کر دی جائیں گی۔ مختصر یہ کہ تذکرے کی کتابت و طباعت جہاں تک پہنچی ہے وہیں رکی رہے گی جب تک آپ کی طرف سے گزارش مذکورہ صدر کی پذیرائی نہ ہو۔

کاتب نے مق کی ردیف شروع کر دی ہے۔ زیادہ کیا عرض کروں امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے اور ظریف بھی خیریت سے ہوں گے اور پرچہ التماس جناب کی خدمت میں کیا گیا وہی ظریف صاحب کی خدمت میں بھی ہے۔ اس پہ زور دینے کی ضرورت نہیں کہ ظاہر ہے بہت دور نہیں۔

زیادہ کیا عرض کروں مرحوم لالہ صاحب کی دمیت اور ارادادب کی خدمت مجبور کرتی ہے ورنہ میرے یہ دن اس جدوجہد کے نہیں!

نیاز کیش

برجموہن دتاتریہ کیفی

(۱۰)

اورنگ آباد۔ دکن

۲۰ اکتوبر سنہ ۲۷ء

مخدومی و کرمی۔ تسلیم

میں اس وقت حیدرآباد جا رہا ہوں اور وہاں ہی سے یہ خط آپ کی خدمت میں لکھ رہا ہوں۔ یہ محض حسن اتفاق ہے کہ اورنگ آباد اسٹیشن پر آپ کے بھائی صاحب سے ملاقات ہوگئی وہ بھی اسی ٹرین سے حیدرآباد تشریف لیے جا رہے ہیں۔ انھوں نے حتمی وعدہ کیا ہے کہ واپسی میں ضرور اورنگ آباد بھی ٹھہریں گے اور کالج کے جلسے میں بھی شریک ہوں گے۔ جو ۲۵ ،۲۶ اکتوبر کو ہونے والا ہے۔ جناب کو یاد ہوگا کہ میں نے گزشتہ سال بھی آپ کی خدمت میں دعوت بھیجی تھی مگر آپ کہیں دوسری جگہ وعدہ فرما چکے تھے۔ اس لیے یہاں آنے میں مجبوری تھی۔ اب میں پہلے سے اطلاع کرنا چاہتا ہوں کہ اس سال آپ اپنی تشریف آوری سے ہمیں ضرور ممنون فرمائیں۔ یہاں بہت سے اصحاب آپ سے ملنے اور آپ کا کلام سننے کے شائق ہیں۔ اگر آپ اس موقع پر کوئی نئی نظم پڑھنے کی زحمت فرمائیں تو یہ بہت بڑا احسان ہوگا۔ چونکہ بھائی صاحب بھی پہلے سے یہیں ہوں گے اس سے صحبت اور پرلطف ہو جائے گی۔ انھوں نے بھی آپ کی خدمت میں لکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ امید ہے کہ آپ میری اس التجا کو ضرور قبول فرمائیں گے۔

براہِ کرم جواب ضرور عنایت فرمائیے۔ اخراجات سفر یہاں سے جناب کی خدمت میں بھیج دیے جائیں گے۔

تابعدار

عبدالحق سیکرٹری انجمن ترقی اردو و پرنسپل اورنگ آباد کالج

(۱۱)

ھو العلی

۱۷ رپلی سکنڈ لین کلکتہ

۲۰ مئی سنہ ۴۲ء

کرمی و محترمی۔ تسلیم

عطیہ گرامی "یادگار حامد" بوساطت جناب مرزا تبسم صاحب موصول ہو کر باعث صد افتخار و ہزار انبساط ہوا۔ مجھے بے حد مسرت ہے کہ جناب اپنے اس حقیر قدر دان کو نہیں بھولے ہیں۔ میں تو ہمیشہ آپ کو یاد کرتا ہوں کیونکہ آپ کی بدولت فن سخن اب تک ہندستان میں

زندہ ہے۔ یادگارِ حامد کا شائع ہو جانا ایک بڑی ادبی خدمت تھی جو آپ نے انجام دی۔ جزاک اللہ۔

نیاز کیش

رضا علی وحشت

(۱۲)

۱۷ دسمبر ۱۹۳۱ء

انڈین پریس الٰہ آباد ——— مکرم و معظم دامت معالیکم۔ دست بستہ تسلیم۔

کل زبید احمد صاحب نے ایک بحث کے سلسلے میں مجھ سے بیان کیا کہ آپ کے اس مطلع پر کسی نے آپ کے سامنے اعتراض کیا

دنیا کا ورق ہیچ ہے ارباب نظر میں ——— اک تاش کا پتہ ہے کف شعبدہ گر میں

اعتراض یہ تھا کہ دُنیا کا ورق نہیں کہتے اور تشبیہ تاش کے پتہ سے نہایت مبتذل ہے۔ کیونکہ تاش کا پتہ بہت مبتذل لفظ ہے۔ اس کے بعد انہوں نے کچھ اصلاح دی۔ اعتراض کو آپ نے مان لیا اور اصلاح کو بہت پسند کیا۔ لیکن وہ اصلاح انہوں نے نہیں بیان کی۔ شاید کسی عدالت میں یہ واقعہ ہوا تھا۔

میں نے میر انیس صاحب کے کلام میں دنیا کا ورق بھی ان کو دکھا دیا اور یہ بھی کہا کہ اگر تاش کا پتہ مبتذل لفظ ہے تو چونکہ دنیا کو مبتذل ثابت کرنا شاعر کا مقصود ہے۔ لہٰذا ایسے الفاظ تشبیہ میں لانا ضروری تھے کہ جو مبتذل ہوں ورنہ بلاغت کے خلاف ہو جاتا اگر تشبیہ کسی دوسری چیز سے دی جائے گی جس کے الفاظ مبتذل نہ ہوں گے تو بلاغت غائب ہو جائے گی کیونکہ بلاغت کی تعریف یہی ہے کہ کلام مقتضائے حال کے موافق ہو اس کی کئی مثالیں میں نے دیں۔ انھوں نے کہا کہ آپ جو چاہے بحث کریں لیکن صفی صاحب نے اس کو مان لیا ہے میں آپ کی بات مانوں یا صفی صاحب کی لہٰذا گزارش ہے کہ براہِ عنایت اس واقعہ کا مفصل حال تحریر کیجئے اور اس اصلاح کو بھی لکھیئے تاکہ میں بھی غور کروں۔

عریضہ

حامد علی

(حامد علی خاں بیرسٹر)

(۱۳)

جناب محترم۔ زید کرمہٗ

السلام علیکم۔ میں حاضر ہوا تھا مع ایک اپنے بہت ہی عزیز دوست جناب حکیم صید ابرالحق صاحب کے۔ آپ تشریف فرما نہ تھے۔ غالباً یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ مجھے آپ کی خدمت میں نہ صرف نیاز حاصل ہے بلکہ بجائے خود حقوق محبت و یگانگت بھی رکھتا ہوں مجھے توقع ہے کہ جناب میری استدعا کو ہرگز رائگاں نہ جانے دیں گے۔

میری حالت جو کچھ ہے اگرچہ صاف اور نمایاں ہے لیکن بہت کم حضرات ہیں جو حقیقتاً مجھ سے واقف ہیں۔ سرستیوں کے ساتھ جزولِ تنزّل پذیر ہے اور ساتھ ہی موت بھی قریب سے قریب تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ میں مشاعروں سے بیزار ہو چکا ہوں لیکن یہ مشاعرہ میرے وطن کا مشاعرہ ہے۔ گویا خود میرا مشاعرہ ہے۔ اور میں کبھی اپنے مشاعروں میں شریک نہیں ہوا اس لئے ظاہر ہے کہ مجھے کس حد تک

اس مشاعرے سے تعلق ہو سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جناب بھی تکلیف شرکت فرما کر نہ صرف اس مشاعرے کو زینت بخشیں بلکہ مجھے بندۂ کرم بنائیں۔

میں یہاں سے کل مراد آباد چلا جاؤں گا۔ بہر حال میری عدم موجودگی کو عدم موجودگی تصور نہ فرمائیے۔ میں آپ کی اس عملی عنایت و کرم کو کبھی نہ بھولوں گا۔

آپ کا مخلص

جگر عفی اللہ عنہ

(۱۴)

۱۴۲ سی۔ جی۔ ایچ روڈ

خضر پور۔ کلکتہ —— آرزو نواز دام اشفاقکم

تسلیم۔ میں بخیریت ہوں۔ خدا کرے آپ بھی بہمہ وجوہ خیریت سے ہوں۔ میں خضر پور کلکتہ سے ایک علمی ادبی رسالہ جاری کرنے والا ہوں امید ہے کہ جنوری میں پہلا نمبر شائع ہو جائے گا۔ یہ رسالہ با تصویر بھی ہوگا۔ اس کا اصل مقصد ادب اردو کی اصلاح حال ہے۔ خصوصاً زبان۔ آپ شعبۂ نظم کی کمل معاونت قبول فرما کر کوئی اخلاقی نظم یا جس طرح کی ہو جلد سے جلد عنایت فرمائیں کہ مجھے اس رسالہ میں ادنیٰ لوگوں کا کلام لینا منظور نہیں جو رسالہ کے معیار کو قائم نہ رکھ سکیں اور مجھے جواب دہ ہونا پڑے۔

میرا ایک مضمون قرات شعری کے متعلق عالم گیر کے خاص نمبر میں شائع ہونے والا ہے۔ اسے ضرور ملاحظہ فرمائیے بلکہ اس کے متعلق میری خواہش ہے کہ آپ اپنی رائے کا اظہار بھی ضرور فرمائیں۔ بھائیوں کو سلام و دعا۔

۱۰ر نومبر ۳۹ء ناچیز آرزو

(۱۵)

دفتر نگار۔ ۱۰ر جولائی ۴۰ء

مکرمی۔ تسلیم

ایک درخواست لے کر حاضر ہو رہا ہوں۔ وہ یہ کہ میں جناب کے مجوزہ غزلیات میں سے کم از کم ۱۰۰ اور زیادہ از زیادہ ۲۰۰ اشعار کا انتخاب چاہتا ہوں۔ لیکن آپ کا کیا ہوا اور آپ کے دستخط سے مزین۔

کیا میری یہ استدعا درخورِ قبول ہوگی؟

جواب کا منتظر ہوں، نیاز فتح پوری

(۱۶)

۱۳ر جولائی۔ دفتر نگار۔ لکھنؤ

مکرمی۔ تسلیم۔ گرامی نامہ پہونچا۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں کوئی معمولی گدا گر نہیں ہوں کہ آپکا انکار سن کر ٹل کر جاؤں گا۔ نگار کا سالنامہ اس وقت تک مکمل ہو ہی نہیں سکتا جب تک آپ کی شرکت اس میں نہ پائی جائے۔

مانا کہ وہ منتشر ہے۔ مرتب نہیں ہوا، لیکن سو دو سو اشعار تو آپ کو اپنے زبانی یاد ہوں گے جنہیں آپ ہر وقت قلمبند کرا سکتے ہیں بہرحال یہ التجا تو آپ کو ماننی پڑے گی، خواہ آپ کو تھوڑی سی تکلیف ہی کیوں نہ اٹھانی پڑے۔

نیاز

(۱۷)

۵ اگست۔ لکھنؤ۔ مکرمی۔ تسلیم

مولانا امید سے مجھے آپ کی مصروفیت کا حال معلوم ہوا، لیکن میری خود غرضی شاید آپ کی مصروفیت سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بغیر آپ کے کلام کے میں نگار کے سالنامہ کو کیونکر مکمل کر سکوں گا۔

بہرحال جس طرح ممکن ہو کم از کم ۱۰۰ اشعار ضرور انتخاب فرما دیجئے۔ زیادہ سے زیادہ ایک دن کا کام ہے۔ میں نے مولانا امید سے درخواست کی ہے کہ وہ میری طرف سے آپ کو مجبور کریں اور اگر نقل و انتخاب میں ان کی مدد کی ضرورت ہو تو وہ نگار کی طرف سے انجام دیں۔ مختصر حالات بھی مرحمت فرمائیے اور تصویر بھی۔ نیاز فتح پوری

(۱۸)

۱۱۔ اسٹینلی روڈ۔ الہ آباد

۱۳ اگست سنہ؟ مخدومی و محترمی۔ تسلیم

مجھے سخت ندامت ہے کہ دوران قیام لکھنؤ میں حاضر خدمت نہ ہو سکا۔ نئے مکان کی مرمت اور دیگر مکروہات میں مبتلا رہا۔

نیاز صاحب مدیر رسالہ نگار کا اصرار ہے کہ آپ سے اپنے سو منتخب اشعار ان کو مرحمت فرمانے کی استدعا کروں۔ میں ان سے بالکل متفق الرائے ہوں کہ جو مجموعہ وہ شائع کر رہے ہیں اس میں آپ کا کلام شامل نہ ہو تو اس کی قدر و قیمت بہت کچھ کم ہو جائے گی۔ یہ ظاہر ہے کہ آپ کے کثیر ذخیرے سے سو شعر لینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ گویا بہتے دریا سے ایک چلو بھر لیا۔ اتنے سے شعروں سے تو آپ کے طرز کا بھی اندازہ ہونا مشکل ہے۔ مگر سو کی تعداد انہوں نے آپ کی زحمت بچانے کے خیال سے مقرر کی ہے، تین چار سو شعر بھی ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ نیاز صاحب اس پر بھی خوشی سے آمادہ ہیں کہ آپ اشعار پر نشان لگا دیں اور وہ کسی کو بھیج کر انہیں نقل کرا لیں۔

مجھے امید ہے کہ میری سفارش کو شرف قبول بخشا جائے گا۔ زیادہ حد ادب

معروضہ اثر

نوٹ:۔ مولانا صفی لکھنوی کے نام کے اصل خطوط کسریٰ منہاس کے پاس محفوظ ہیں۔

مولانا اسلم جیراجپوری

بنام پروفیسر محمد مسلم عظیم آبادی

مخدومی - وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ

۲۱ جنوری کو صبح کی ڈاک سے منی آرڈر اور شام کی ڈاک سے پیکٹ موصول ہوا۔ کام بڑا اور وقت نہایت کم۔ پھر ہم لوگ شہر سے دو میل کے فاصلہ پر لیکن آپ کی ضرورت پر نظر کر کے کوشش کی گئی ہے۔ دو کاتبوں کو دونوں رسالے دے دیئے گئے ہیں۔ ۵، ۵ - ۳۰ - ۱۳ فروری تک کا ہے۔ ابھی کسی مطبع سے گفت و شنید نہیں ہوئی۔ یہ بھی مشکل معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایک مطبع اپنے اس قدر پتھر ایک دم سے اس میں پھنسا دے۔ اس لیے غالباً دو مطبعوں میں دینا ہوگا۔ عجلت کی وجہ سے کاتبوں کی اُجرت بھی زیادہ ہوگی جو پہلے ہی علی گڑھ سے دوگنی ہے۔

پیکٹ پہونچنے کے بعد ہی چونکہ رسالے کاتبوں کے حوالے کر دیئے گئے اس لیے تبصرہ لکھنے کا نہ موقع بنا نہ اس عجلت میں ممکن تھا۔

آپ کی تقطیع ۲۲×۱۸/۴ تھی جو ہماری سمجھ میں کسی طرح مناسب نہ معلوم ہوئی کیونکہ اس تقطیع پر دو کالم کی چیزیں اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ اور یہ رسالے صرف دو دو جزو پر ختم ہو جاتے جو چوڑے چکلے تو بہت ہوتے لیکن حجم کچھ نہ ہوتا۔ اس لیے تقطیع ۲۲×۱۸/۸ رکھی گئی ہے۔ اس میں ۷ا سطری مسطر ہونے پر غالباً ہر ایک رسالہ کا حجم چار جزو کا ہو جائے گا اور پسندیدہ معلوم ہوگا۔

بقیہ حالات اچھے ہیں اللہ کا شکر ہے۔ میں نے سال گزشتہ شادی کر لی۔ اب یہاں معہ اہل و عیال کے ہوں۔ مولانا سواتی صاحب معہ بال بچوں کے بخیریت ہیں اور ان کی افزائش میں مصروف ہیں۔ آپ کے جانے کے بعد دو لڑکیاں ہو چکی ہیں اور مستقبل قریب میں پھر اسی صیغہ کی گردان ہونے والی ہے۔ آپ کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

مکتبہ سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ کی کتابیں بدستور رکھی ہوئی ہیں بالکل فروخت نہیں ہوئیں آپ ان کو اپنے خرچ سے جب چاہیں طلب کر سکتے ہیں۔

مولوی سید محمود صاحب ایک مدت سے روپوش تھے۔ لیکن شکر ہے کہ اس غیبت کبریٰ کے بعد اب ان کا ظہور ہوا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ کانپور میں ہیں۔ ایک خط لکھا اسی ہفتہ میں آیا ہے لیکن اب بھی اپنا پتہ نہیں لکھا ہے۔

جامعہ کی حالت نہ امید افزا ہے نہ جانکنی کی ہے۔ اللہ مالک ہے جو پہلے بھی تھا۔ میں اس وقت تاریخ نجد مرتب کر رہا ہوں جو اردو میں اب تک نہیں لکھی گئی ہے اور اسی میں منہمک ہوں۔ آپ کے اس عاجلانہ کام نے اس کے سلسلہ کو بہت درہم برہم کر دیا۔ یہ شکایتاً نہیں کہتا بلکہ ایک واقعہ لکھتا ہوں۔ امید ہے کہ تیار ہو جانے پر جب آپ دیکھیں گے تو انشاء اللہ پسند کریں گے۔

بچوں کو دعا۔ فقط - نیاز مند محمد اسلم - جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی ۲۵ جنوری سنہ ۲۶ء

کل میں نے ایک خط مرکنٹائل پریس میں بھیجا تھا اس وقت ان کا جواب آگیا وہ بھی خدمت میں بھیج دیتا ہوں تاکہ آپ سو کا کچھ اندازہ کریں تخمینہ انھوں نے ہزار کا لکھا ہے۔ اس لیے اس میں سے بجز لکھائی کے سب چیزیں نصف کر دیجئے کیونکہ آپ صرف پانسو چھپوانا چاہتے ہیں۔ ٹائیٹل کا تخمینہ اس میں شامل نہیں ہے۔

دوسرے رسالہ کی بابت انشاء اللہ آرمی پریس سے کل یا پرسوں بات چیت کروں گا۔ خود جامعہ پریس اب کام کرنے لگا ہے ممکن ہوا تو الگ رسالہ کا بھی سامان ہو جائے گا۔

اسلم

(۲)

جامعہ ملیہ دہلی — مخدومی - السلام علیکم

کل میں نے آپ کو ایک کارڈ لکھا لیکن اس وقت اہلیہ کے درد گوش کی پریشانی میں جو سختی کے ساتھ ہو رہا تھا نہ معلوم کیا لکھا۔ اس لیے آج پھر لکھنا مناسب معلوم ہوا۔ رسالہ اول یعنے پارسی علوم ۶۰ صفحوں پر ختم ہوا ہے اور رسالہ دوم یعنے معتقدات ۷۶ صفحوں پر، ٹائٹل پیج اس کے علاوہ ہے اور فہرست اگر دی جائے تو مزید برآں۔

جامعہ میں پریس چلنے لگا ہے۔ اور اس تقطیع کے آٹھ صفحہ کی کاپی ایک پتھر پر جم سکتی ہے۔ شہر میں مشین والے پانسو کی اُجرت ۸ روپے لیتے ہیں وہی جامعہ پریس نے کا اس لیے یہیں چھپوانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ غرض اب کام معمولی رفتار سے ہے تو آپ اطمینان سے ہدایت دیجئے۔ اس کے مطابق چھپے گا۔ معمولی دیسی کاغذ سفید جس پر جامعہ رسالہ چھپتا ہے ۲۰ پاؤنڈ کا ہے قیمت ۲ روپے پاؤنڈ ہے۔ اسی حساب سے ۱۸ × ۲۲ یہی ملتا ہے اگر گلیز لیا جائے گا تو اس سے کچھ زیادہ دام دینا پڑے گا۔ لکھائی رسالہ دوم کی اچھی ہو گئی ہے لیکن اول کی میرے حسب منشا نہیں ہے۔ عجلت کی وجہ سے کسی قدر خراب لکھا گیا ہے۔ لیکن لوگ کہتے ہیں کہ چھپنے پر اچھا آئے گا۔ دونوں کی لکھائی کی اُجرت کم و بیش چالیس روپے ہے اور یہی یہاں کی معمولی شرح ہے۔

لکھائی اور کاغذ کے لیے روپیہ بھیج دیں چھپائی وغیرہ کے متعلق پھر لکھوں گا۔ محمد اسلم جے راجپوری ۳۱ جنوری سنہ ۲۶ء

(۳)

مخدومی دام لطفہ

السلام علیکم - کل کارڈ ملا - حسب تحریر دونوں کتابوں کی کتابت کے بل خدمت میں مرسل ہیں - کاتب روزانہ تقاضا کرتے ہیں - اس لیے ان کی اُجرت چکا دینی ضروری ہے -

عجلت میں چھپائی کا کام کرانے سے سب سے بڑی جو خرابی واقع ہوتی ہے وہ لکھائی پر پڑتی ہے - چنانچہ اس عجلت میں پہلے رسالہ کی لکھائی کم سے کم میرے حسب منشا نہیں ہوئی ہے - دوسرا رسالہ تو خیر اچھا لکھا گیا ہے -

اب آپ جو کچھ حکم دیں گے اس کی تعمیل کی جائے گی -

میری اہلیہ کی حالت سابق بدستور ہے - درد گوش آٹھ روز سے چلا آتا ہے اور کسی دن رات کو سونے نہیں دیتا - اللہ رحم فرمائے -

والسلام - خیر مقام - نیازمند اسلم جامعہ ملیہ دہلی ۴ فروری سنہ ۲۶ء

(۴)

مخدومی - السلام علیکم -

آپ کے دونوں رسالے تصحیح شدہ تیار رکھے ہوئے ہیں - اگر کہیں ان کی طباعت کا بندوبست آپ نے کر لیا ہے تو منگا لیجئے - اور یہ یہاں چھپوانا چاہیں تو لکھیئے - چونکہ ان کی لکھائی عجلت سے ہوئی ہے اور یہاں ہوائیں تیز چل رہی ہیں اس لیے ممکن ہے کہ باوجود احتیاط کے بھی وہ خراب ہو جائیں - لہٰذا عجلت کی ضرورت ہے -

دونوں رسالوں کی اُجرت کاتبوں کو دے دی گئی - جن کی رسید میں بھیجتا ہوں - مبلغ عہ باقی رہا جو رسالہ جامعہ کے کاتب کو دیا گیا کیونکہ وہ باربار تقاضا کے لیے کاتبوں کے پاس دوڑائے گئے تھے اب اگر کچھ لکھا ہو گا یعنی فہرست وغیرہ تو اس کی اُجرت مزید دینی پڑے گی - منتظر ہوں جیسا حکم ہو اس کی تعمیل کی جائے - نیاز مند محمد اسلم جامعہ ملیہ دہلی - مورخہ ۱۰ ارفروری ۱۹۲۶ء

(۵)

جامعہ ملیہ دہلی ۱۳ مارچ ۱۹۲۶ء مخدومی السلام علیکم -

بیمہ مل گیا - جامعہ پریس میں حسب ہدایت پارسی علوم کی چھپائی عنقریب شروع کر دی جائے گی اور پروف خدمت میں بھجوا دیئے جائیں گے کاغذ کے لیے اہلِ نظر کی رائے یہ ہے کہ سولہ پاؤنڈ کا ہونا چاہیئے وہ جامعہ رسالہ جیسا ہو گا -

معتقدات کا حصہ جدید جو آپ نے بھیجا ہے، لکھنے کے لیے کاتب کو دے دیا گیا ہے - یہ رسالہ ۶۰ صفحوں کا تھا اب اس اضافہ سے ۹۶ صفحوں کا ہو جاتے گا منصورو الاصفون انشاء اللہ جامعہ میں درج کر دوں گا -

میرے یہاں سب خیریت ہے مولوی سواتی صاحب بھی مع اہل وعیال کے بخیر ہیں - ذاکر حسین خاں مع اسٹاف یعنی عابد و مجیب صاحب کے جرمنی سے آکر جامعہ میں جم گئے ہیں - اب غالباً رسالہ جامعہ کی ادارت سے مجھ کو سبکدوشی حاصل ہو جائے گی - اور اپنی جگہ عابد کو لگاؤں گا - امید ہے کہ آپ مع بال بچوں کے بعافیت ہوں گے - فقط - تاریخ نجد تیار ہے - مگر میں نے ایک ہی ہزار چھپوایا ہے جو دہلی کے لیے بھی مشکل سے کفایت کرے گی - اس لیے دوسرا ایڈیشن جلد نکالنا پڑے گا - کیا آپ خود یا " صدائے خاموش " صاحب اس کتاب کو پڑھنے کے بعد میری کچھ امداد کر سکیں گے یعنی یوروپین مصنفین نے جو کچھ نجد و اہلِ نجد کی بابت لکھا ہے اس کا ذخیرہ مجھے دے سکیں گے؟ جواب ضرور لکھیئے گا - منتظر ہوں - فقط اسلم -

(۶)

جامعہ ملیہ دہلی ۱۳ رمئی ۱۹۲۶ء مخدومی - السلام علیکم -

والا نامہ ملا تھا - تعزیت فرمائی کا شکریہ - آپ کی کتاب پارسی علوم تقریباً چھپ چکی ہے صرف دو کاپیاں اور رہ گئی ہیں - اس کے لیے ٹائٹل پیج وغیرہ کا مضمون بھیج دیجئے ورنہ پرانا ٹائٹل پیج جو لکھا ہوا ہے اس کی اجازت دے دیجئے کہ چھاپ دیا جائے -

یہ کتاب نہ اچھی لکھی گئی نہ اچھی تصحیح ہوئی نہ اچھی چھپی " عجلت " کی خرابیاں اس پر زیادہ ظاہر ہیں - لیکن مجھے امید ہے کہ اس کے خلاف معتقدات بہم اچھی چھپے گی - اس کی لکھائی بھی اچھی ہے - کل ۱۲ رمئی کو میں نے اس کی ۱۲ کاپیاں آٹھ صفحے یعنی صفحہ ا سے نہایت صفحہ ۹۶ تک پوری کتاب مع اصل کے مطبع ملیہ کے حوالہ کر دی ہے - اس کی رسید میرے پاس موجود ہے - ٹائٹل پیج بھی دے دیا ہے - اور تاکید کر دی ہے کہ ان سب کا

پروف آپ کو بھیجیں۔ غالباً ہفتہ عشرہ میں یا اگر آپ جلدی کریں گے تو جلد بھیجیں گے۔

آپ نے مبلغ پچاس روپیہ آغاز مارچ میں جو بھیجے تھے۔ اس میں سے مبلغ ۹ روپے بقیہ مضمون معتقدات عجم کے دو جزو کی لکھائی کی اجرت میں کاتب صاحب کو دیئے گئے جس کی رسید میرے پاس موجود ہے اور بقیہ ۴۱ روپے کل مینجر صاحب مطبع ملیہ کو بابت چھپائی و کاغذ پارسی علوم و معتقدات عجم علے الحساب دے دیئے گئے ہیں۔ رسید میرے پاس موجود ہے۔

چونکہ یکم جون سے بڑی تعطیل ہونے والی ہے اس لیے میں نے یہ تمام چیزیں آپ کی کسی مطبع کے حوالہ کر دیں تاکہ آپ براہِ راست ان کے ساتھ معاملت رکھیں کیونکہ میں مطبع بند ہو جانے کے بعد مکان کو جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

مولانا سواتی صاحب حج کو تشریف لے گئے۔ اپنے اہل و عیال کو دہلی میں چھوڑ گئے ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ فقط اسلم

(۷)

مخدومی دام کرمہ، السلام علیکم

آپ کا ایک کارڈ بلا تاریخ اپنی کتابوں کے متعلق عرصہ ہوا مجھے ملا تھا۔ میں نے مطبع ملیہ سے جو اس وقت بالکل غیر مستقیم حالت میں ہے اور قرول باغ سے شہر میں تبدیل ہو گیا ہے۔ دریافت کیا۔ معلوم ہوا ہے کہ رسالہ پارسی علوم مکمل چھپا ہوا تیار رکھا ہوا ہے۔ صرف ٹائٹل پیج نہیں ہے جو آپ کی ہدایت کے موافق روک لیا گیا تھا۔ لہٰذا اگر جلد اس کا ٹائٹل پیج بنا کر بھیج دیں تو وہ مکمل کر کے خدمت میں بھیج دیا جائے۔

رسالہ معتقدات عجم ۹۶ صفحوں میں سے ۴۸ صفحے پانسو کی تعداد میں چھپا رکھا ہے۔ بقیہ نصف کی کاپیاں لکھی لکھائی نقل مکانی میں گم ہو گئیں۔ اس کی چونکہ رسید مینجر مطبع کے ہاتھ کی میرے پاس موجود ہے اس لیے وہ مطبع کے صرفہ سے ان بقیہ کاپیوں کے دوبارہ لکھوانے پر نہ صرف مجبور بلکہ آمادہ ہیں۔ اس لیے آپ معتقدات عجم کے آخر کا مسودہ بھیج دیجئے۔ لیکن اب درست کر کے بھیجئے تاکہ کاپیوں اور پروفوں میں اصلاح کی ضرورت نہ پڑے کیونکہ مطبع والوں کو آپ سے یہ شکایت ہے۔ اُمید ہے کہ وہ کاپیاں اسی کاتب سے لکھوائی جائیں گی جس سے پہلے لکھوائی گئی تھیں۔ مولانا سواتی بخیریت ہیں اور ان کے بچے آرام سے ہیں آپ کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ میں بھی آپ کی دعا سے بعافیت ہوں فقط۔

اسلم جامعہ ملیہ۔ دہلی۔

(۸)

۳۰ مارچ ۲۷ء مخدومی دام لطفہ۔ السلام علیکم

کل تار ملا۔ اسی وقت ناظم صاحب مطبع ملیہ کے حوالہ کیا گیا۔ آج انھوں نے معتقدات کے تین جزو کے مطبوعہ فرموں کے حسب فرمائش تین سٹ خدمت میں بذریعہ رجسٹری روانہ کر دیئے ہیں۔

اس سے پہلے ماہ گذشتہ میں میں نے آپ کو لکھا تھا کہ معتقدات کے صرف تین جزو چھپے ہیں اور بقیہ تین جزو کی لکھی لکھائی کاپیاں مع اصل مسودہ گم ہو گئیں۔ آپ اگر اصل بھیج دیں تو دوبارہ لکھوا کر چھپوا دیا جائے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ میں مع بچوں کے بعافیت ہوں۔ مولوی سواتی صاحب بھی مع اہل و عیال کے خوش ہیں۔ فقط۔

نیاز مند اسلم جے راجپوری جامعہ ملیہ۔ ۵ رمضان المبارک

(۹)

مخدومی دام لطفہٗ، السلام علیکم۔

والا نامہ عرصہ ہوا صادر ہوا تھا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ آخری حصہ معتقدات صفحہ ۲۲ - ۴۰ تک پتھر پر جما ہوا موجود ہے مگر چھپا نہیں میں نے تاکید کر دی ہے امید ہے کہ جلد چھپ جائے گا۔

پارسی علوم کا سرورق مطبع میں دے دیا گیا ہے کہ لکھوا کر جلد چھپوا دیں تاکہ وہ رسالہ تو مکمل ہو جائے۔

مولانا سواتی صاحب اچھے ہیں سلام کا جواب دیتے ہیں تعطیلوں میں وہ یہاں نہ رہیں گے۔ نہ میں رہوں گا۔ فقط۔

صدائے خاموش صاحب کی نظم انشاء اللہ شائع کی جائے گی۔

نیازمند اسلم جیراجپوری جامعہ ملیہ۔ دہلی مورخہ ۱۹ر اپریل ۲۶ء

(۱۰)

مخدومی۔ السلام علیکم

کیا وجہ ہوئی کہ آپ نے اب تک معتقدات اور پارسی علوم کے ٹائٹل پیج کے مسودات نہ بھیجے باوجود اس قدر تاکید کے۔ دونوں رسالے چھپ کر تیار رکھے ہیں صرف ٹائٹل ہی دیر ہے۔ اگر آ گیا ہوتا تو چھپ گیا ہوتا۔ لہٰذا فوراً بلا تاخیر روانہ کیجیے، ورنہ پتہ لکھیے کہ کس پتہ سے یہ دونوں رسالے بھیجے جائیں؟ ٹائٹل وہیں چھپوا لیجیے گا۔

اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ میں زکام اور بخار میں مبتلا تھا۔ اب افاقہ ہے۔ مولوی سواتی مع اہل و عیال کے اچھے ہیں۔ فقط۔ جواب میں تاخیر نہ فرمائیے گا۔

محمد اسلم۔ جامعہ ملیہ قرولباغ دہلی۔ مورخہ ۲۶ر جنوری ۲۵ء

(۱۱)

مخدومی دام لطفکم۔ السلام علیکم۔ لفافہ موصول ہوا۔ آج کی ڈاک سے معتقدات کے کل فرمے صفحہ ۱ سے صفحہ ۹۶ تک بیرنگ آپ کے نام روانہ کر دیئے گئے ہیں موصول ہونے پر رسید سے مطلع فرمائیے گا۔

پارسی علوم کا ٹائٹل بھی عنقریب چھپ جائے گا۔ فوراً لکھیے کہ وہ کہاں بھیجا جائے۔ کیونکہ مطبع کے مینجر صاحب فالتو چیزوں کو اب رکھنا گوارا نہیں کرتے۔ اپریل تک معتقدات کے فرموں کی حفاظت کے لیے بھی تیار نہیں۔ اس لیے اس کا جس قدر مسودہ آپ کو بھیجنا ہو ایک ہی ساتھ اور جلد بھیجیے تاخیر نہ کیجیے تاکہ آپ کا کام جلد ختم ہو جائے۔

آپ کی دو رقمیں جو آئی تھیں ان کا حساب میں آپ کو بھیج چکا ہوں۔ ادھر جو کچھ لکھانا پڑا ہے اس کی لکھائی خود مطبع نے ادا کی ہے کیونکہ اس نے آپ کی کاپیاں ضائع کی تھیں۔ میرے پاس کاپیوں کی رسید موجود تھی۔

چھپائی کے لیے ۴۱ روپیہ آپ کا مطبع میں جمع ہے جب حساب ہوگا تو وہ رقم مجرا ہو گی۔

میں اب اچھا ہوں صرف کان بہتا ہے۔ مولانا سواتی مع متعلقین بخیریت ہیں۔ آپ کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ فقط

محمد اسلم۔ جامعہ ملیہ۔ دہلی۔ ۴ر فروری ۲۵ء

(۱۲)

مخدومی - السلام علیکم

پرسوں بیمہ موصول ہوا۔ بیمہ کی وجہ سے خیال ہوا کہ شاید کوئی رقم ہو، لیکن رقم نہ تھی، اور ابھی ہونا بھی نہیں چاہیے تھا۔ اب یہ مسودہ رکھا رہے گا تاکہ آخری قسط آجائے اُس وقت سب کو لکھوا کر چھپوا دونگا۔ کل مجھے معلوم ہوا کہ معتقداتِ عجم جس قدر چھپ چکی ہے اس کی سلائی بھی ہو چکی ہے حالانکہ میں نے منع کر دیا تھا۔ پرسوں سے زکام اور زکام کی وجہ سے مسلسل حرارت میں مبتلا ہوں اس وجہ سے گھر سے بھی نہ نکل سکا۔ اس وقت بھی بخار ہے تعجب ہے کہ آپ مسوّدہ کی نقل اپنے پاس نہیں رکھتے۔ کیونکہ یہ اصول کے خلاف ہے۔ ممکن ہے میں حفاظت کروں لیکن کاتب سے نہ ہو سکے یا کوئی حادثہ پیش آجائے۔ غرض مصنف کو نقل رکھ لینا ضروری ہے۔ فقط دعا کا طالب

اسلم جیراجپوری - جامعہ ملیہ - قرولباغ - دہلی - مورخہ ۱۲ رفروری ۱۹۲۸ء

(۱۳)

۹ راپریل ۱۹۲۸ء مخدومی دام لطفکم - السلام علیکم -

بقیہ مسودہ معتقداتِ عجم، صفحہ ۳۴ پرسوں موصول ہوا۔ میں بخیریت ہوں۔ لیکن امسال حج کا ارادہ رکھتا ہوں۔ دعا کیجئے اللہ تعالےٰ پورا کرادے۔ اس وجہ سے تعمیل ارشاد اور مقدمہ نگاری و تصحیح کاپی و پروف سے معذور ہوں۔ سارا مسودہ آج مجیب صاحب مالک مطبع جامعہ ملیہ کے حوالہ کر دیا ہے، اور رسید ان سے لے لی ہے، اور تاکید کر دی ہے کہ وہ سلسلہ وار آپ کے خطوط کا جواب دیا کریں - اور یہ مسوّدہ اسی کاتب سے لکھایا جائے جس نے معتقدات لکھی ہے اور کل کاپیاں تیار ہو جانے کے بعد آپ کی خدمت میں بھیج دی جائیں۔ پروف کی تصحیح یہیں ہوگی۔ چھپ جانے کے بعد پروف آپ کی خدمت میں بھیجے جائیں تاکہ مقدمہ نگار صاحب اس کو پیش نظر رکھیں - انشاء اللہ ان سب باتوں کی وہ تعمیل کریں گے -

معتقدات کے مسودہ سے ایک مضمون جامعہ میں لیا گیا ہے۔ میں نے عابد صاحب سے کہہ دیا ہے کہ اور مضامین بھی آپ لینا چاہیں تو مصنف کی اجازت ہے۔ پارسی علوم کا ایک نسخہ میں نے مطبع سے منگا لیا تھا اسے عابد صاحب کے حوالہ کر جاؤں گا وہ ریویو لکھ دیں گے - اس کی دو کاپیاں جو گورنمنٹ میں داخل کی جاتی ہیں داخل کی گئی ہیں اس لیے آپ داخل نہ کریں -

آپ کا ۱۱۱ روپیہ مطبع میں جمع ہے جس کی رسید میرے پاس ہے۔ رفتہ رفتہ تھوڑا تھوڑا مجیب صاحب کے نام سے بھیجیے۔ آخری حساب تک انشاء اللہ میں آجاؤں گا۔ اس وقت بل دیکھ لوں گا۔ اس وقت کے لیے ۲۰ روپیہ بھیج دیں تو مناسب ہے۔ مولانا سواتی صاحب معہ اہل و عیال کے بخیر ہیں۔ اور آپ کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ذاکر صاحب گردکل کانگڑی کے جلسہ میں گئے ہوتے ہیں۔ آئیں گے تو ان کو سلام پہنچا دوں گا۔

فقط - نیازمند اسلم - جامعہ ملیہ - دہلی

(۱۴)

جامعہ ملیہ دہلی، ۱۷ راگست ۱۹۲۹ء مخدومی دام لطفہ،

السلام علیکم - کل کارڈ ملا - وطن میں بھی ایک والانامہ موصول ہوا تھا، لیکن میں پورے جولائی بھر آشوبِ چشم میں مبتلا رہا علاوہ اس کے آپ کی کتاب کی حالت سے بے خبر تھا اس وجہ سے کچھ جواب نہ دے سکا -

کتاب معتقدات کا وہ حصہ جو پارسی علوم کے ساتھ آیا تھا مکمل چھپ چکا تھا۔ اس کے فرمے پھر آپ کے پاس جا چکے تھے اور وہ دو سال سے تیار رکھا ہوا ہے۔ اگر آپ منگاتے تو وہ پارسی علوم کے ساتھ بھیجا جا سکتا تھا۔ لیکن اس کتاب کا بقیہ حصہ آپ نے پچھلے سال بھیجا۔ وہ لکھوایا گیا اور اس کاتب کو تلاش کر کے جس سے پہلے چھ جزو لکھائے گئے تھے۔ مدت کے بعد اس نے لکھ کر دیا جس کی تصحیح خود آپ نے کی۔ وہ کاپیاں اب تک نہ چھپ سکیں اور پڑی ہوئی ہیں اور کل شام کو ۶ بجے جامعہ پریس بند کر دیا گیا۔

اب اگر آپ فرمائیں تو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں حصے خدمت میں بھجوائے جائیں یا غیر مطبوعہ کاپیاں کسی مطبع میں چھپوا کر بھیجے جائیں بہر صورت جو آپ لکھیں گے اس کی تعمیل ہوگی۔ مطبع کے ساتھ حساب کرنے کے لیے جو رقم شروع سے آج تک آپ نے ان دونوں رسائل کے متعلق بھیجی ہیں۔ ان کو لکھیئے اور ایک نسخہ پارسی علوم کا بھیج دیجئے تاکہ حساب کر لیا جاتے یہاں پارسی علوم کا کوئی نسخہ نہیں نہ ہی میرے پاس ہے۔

میں نزلہ اور زکام میں سخت گرفتار ہوں۔ دعا فرمایئے اللہ عافیت دے۔ مولانا سواتی صاحب نے بنارس میں کسی مدرسہ میں ملازمت کر لی ہے، یکم اگست سے وہاں تشریف لے گئے ہیں۔ فقط۔ آپ کا خیر طلب اسلم

(۱۵)

مخدومی دام لطفہ، السلام علیکم

آپ کے ۲۰ اگست کے والا نامہ کا جواب آج لکھنے بیٹھا ہوں کیونکہ جامعہ پریس بند ہو جانے کے بعد تمام معاملہ حامد علی خاں صاحب کے حوالہ ہوا کہ اس کی جملہ چیزوں کی جانچ کر لیں۔ وہ لاہور گئے ہوئے تھے۔ پرسوں آئے ہیں۔ کل میں نے جا کر مطبع میں آپ کی کتاب معتقدات کی حالت دیکھ لی۔ اس لیے آج جواب لکھنے کے قابل ہوا۔

معتقدات کے ۹۶ صفحے پہلے چھپ چکے تھے اُدھر ۵۶ صفحے اور چھپے ہیں۔ یعنی اب وہ کتاب صفحہ ۱ سے صفحہ ۱۵۲ تک چھپ چکی ہے بقیہ ۴۸ صفحے یا ۶ کاپیاں ہیں۔ یہ کاپیاں اچھی حالت میں ہیں اور یہاں اگر آپ حکم دیں چھپوائی جا سکتی ہیں۔ معتقدات کی طباعت اور کاغذ کی مد میں اب تک کوئی پیسہ آپ کی طرف سے موصول نہیں ہوا اس لیے اس وقت علے الحساب مبلغ یک صد روپیہ میرے نام سے بھیج دیں تاکہ میں حامد علی خاں کے حوالہ کر دوں اور وہ بقیہ اجزاء چھپوا کر کتاب آپ کی خدمت میں بھیج دیں۔ جو کچھ بقیہ نکلے گا اس کا بل خدمت میں پہونچے گا۔ والا نامہ کے ساتھ جو حساب منسلک تھا اس میں ایک رقم دس یا گیارہ روپے کی رہ گئی ہے جو معتقدات کی لکھائی میں مارچ ۱۹۲۶ء میں دی گئی ہے۔ یہ صرف چار جز کی لکھائی ہے پونے دو جزو اور محمد اسحاق نے لکھے ہیں اور دونوں کتابوں کے ٹائٹل بھی جو شاید کام میں نہ آسکے۔ محمد اسحاق کے ہاتھ کی ۹ روپے کی رسید میرے پاس محفوظ ہے جس کو بھیجتا ہوں اور دونوں ٹائٹل کی لکھائی کی رسید اس وقت نہ مل سکی۔ اس لیے میرے پاس جو رقم نوے روپے کی پونجی تھی اس میں سے ۴۹ روپے پارسی علوم اور معتقدات کے ۹۶ صفحے اور ان دونوں کے ٹائٹل کی لکھائی میں صرف ہوئے اور بقیہ ۴۱ روپے پارسی علوم کی چھپائی کی مد میں دیئے گئے جس کی رسید میرے پاس محفوظ ہے۔ اس حساب سے پارسی علوم کے ۱۹۳۰ء کے بل میں بھی ساڑھے گیارہ روپیہ آپ کے ذمہ واجب الادا ہیں۔

چونکہ حامد علی خان صاحب کے پاس کوئی اس قسم کی رقم نہیں ہے جس سے وہ آپ کی کتاب کے لیے کاغذ خریدیں یا اس کی طباعت کرائیں اور معتقدات کے کاغذ اور چھپائی میں تقریباً سو روپیہ کے قریب مطبع کا خرچ ہو چکا ہے۔ اس لیے یہ رقم فوراً آپ کو بھیج دینی چاہیئے تاکہ آپ کا کام جلد ہو جائے۔

اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ میں آرام سے ہوں۔

مولانا سواتی کی اہلیہ بیمار تھیں وہ بنارس سے اس کی تیمارداری کے لیے ٹونک گئے ہیں۔ اب وہ اچھی ہیں۔ سُنا ہے کہ امروز فردا میں مولوی صاحب موصوف دہلی سے ہوتے ہوئے بنارس تشریف لے جائیں گے۔ شاید ملاقات ہو جائے۔

اس طرف قرولباغ میں ہیضہ کی شکایت ہو گئی تھی۔ طلبہ کالج ایک مہینہ کے لیے بند بھی کر دیا گیا لیکن اہل جامعہ نے صرف ٹیکہ لگوانے پر اکتفا کیا۔ اب الحمدللہ خیریت ہے اور صرف برائے نام شکایت ہے کبھی کبھی کوئی واردات ہو جاتی ہے۔ فقط

مورخہ ۹ ستمبر ۲۹ء   محمد اسلم۔ جامعہ ملیہ۔ قرولباغ دہلی۔

(۱۶)

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڑھ   مخدومی۔ السلام علیکم

پارسی علوم کی کل کاپیاں مطبع جامعہ میں جما دی گئی ہیں اور ان سب کا پروف ایک ساتھ خدمت میں بھیجا جا رہا ہے۔ دیکھ کر فوراً واپس بھیجئے تاکہ چھپائی ہو جائے۔

چونکہ تاریخ نجد کا شوق آپ نے اپنے ایک خط میں ظاہر کیا تھا اور وہ تیار ہو گئی ہے اس لیے اس کی ایک کاپی بذریعہ وی پی کے مکتبہ بھیج رہا ہے اسی کے ساتھ پروف بھیجنا مناسب معلوم ہوا۔ امید ہے کہ آپ ضرور وصول کر لیں گے۔ آپ کا کارڈ ملا تھا۔ یہ ۲۴ پاؤنڈ کا کیا ذکر؟ میں نے تو لکھا تھا کہ ۱۶ پاؤنڈ کا کاغذ ۱۸×۲۲ کے لیے ویسا ہی ہوگا جیسا کہ جامعہ کے لیے ۲۰ پاؤنڈ کا اور ۱۶۔ پاؤنڈ کا کاغذ خریدا جا رہا ہے۔

مہربانی فرما کر یہ بھی لکھیئے کہ کتاب کے ٹائٹل پر شائع کنندہ اور مقامِ اشاعت کیا درج کیا جائے۔ جواب میں تاخیر نہ ہو۔ ورنہ سخت ہرج ہوگا۔ اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ ذاکر صاحب سلام کا جواب دیتے ہیں۔ فقط۔

محمد اسلم جامعہ ملیہ قرولباغ دہلی۔ ۱۶، اپریل ۳۲ء

(۱۷)

جامعہ ملیہ دہلی ۲۵ رمضان ۳۲ء یوم جمعہ

مخدومی۔ السلام علیکم۔

پروف ایک عرصہ کے بعد واپس ملے۔ اس میں شک نہیں کہ کتابت بہت ناقص ہے۔ اور یہ عجلت میں کرائی گئی تھی جبکہ آپ نے دونوں رسائل کی تیاری کے لیے صرف پندرہ روز دیئے تھے۔ ورنہ کتابت، تصحیح اور چھپائی سب کچھ عمدہ ہو سکتی تھی۔ مطبع اب دوبارہ پروف بھیجنے کے لیے نہ دے گا کیونکہ پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے۔ میں صرف یہ کروں گا کہ جس وقت پتھر بن چکے ہوں اس وقت پہلا فرما آپ کے تصحیح کردہ پروف سے ملا لیا کروں گا۔ اس رسالہ کا ٹائٹل اور معتقدات عجم کا اشتہار جو اس کے چوتھے صفحہ پر ہوگا آپ پہلے بھیج چکے ہیں جو لکھ کر غالباً پتھر پر جما یا جا چکا ہے۔ اب یہ جدید ٹائٹل آگیا۔ بہرصورت اب یہی لکھ کر جمایا جائے گا۔

دوسرا رسالہ اس سے بہت بہتر لکھا گیا ہے۔ اور پورا تیار ہے۔ وہ کل ۹۵ صفحات کا ہے۔ اس کا ٹائٹل پیج بھی لکھا جا چکا ہے۔ اب اس پر جو کچھ اشتہار وغیرہ چھپوانا چاہیں لکھ کر بھیجیئے۔ کاغذ ۱۶ پونڈ کا تلاش کیا جا رہا ہے۔ میری اہلیہ آج ایک ہفتہ سے چیچک میں مبتلا ہو گئی ہیں۔ سخت پریشانی ہے

دعا کیجیے اللہ تعالیٰ شفا دے۔ تاریخ نجد جہاں تک میرا خیال ہے اسی سال مجھے دوبارہ چھپوانی پڑے گی کیونکہ میں نے اس کی ایک ہی ہزار کاپی چھپوائی اور مانگ زیادہ ہے۔ اس لیے اس کے بارہ میں جو کچھ مشورہ یا امداد آپ کر یا صدائے خاموش صاحب کے دینا ہو جلد دے دیں۔ والسلام۔ محمد اسلم

(۱۸)

الہ آباد ۲۶ ر سنہ ۱۳ء معزز ہموطن السلام علیکم

خیریت مزاج؟ گرامی نامہ صادر ہوا۔ مشکور فرمایا۔ نیچرل شاعر کا مرثیہ بھی پہنچا۔ دوسرا شکریہ یہ بھی قبول فرمائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ مہینہ میں شائع کیا جائے گا۔

یہ سن کر فقیر کو بڑی مسرت ہوئی کہ ترتیب میلاد میں آپ مشغول ہیں۔ بے شک سب سر و پا روایتیں نکال دی جائیں۔ لیکن فقیر کے خیال میں ایک بات آتی ہے شاید آپ پسند کریں۔ عوام کو صحیح روایات کی پروا نہیں ہوتی بلکہ ایسی عبارتیں یا طرزِ بیان جس سے رسول اللہ صلعم کی محبت ان کے دل میں گھر کر جائے۔ یہ تو یقینی ہے کہ آپ صرف صحیح روایات لکھیں گے لیکن اندازِ بیان وہی اختیار فرمائیے جس نے میلادِ نبوی کی تقریب کو مقبولِ عام بنا دیا۔ غور فرمائیے گا تو ممکن ہے کہ فقیر کا یہ خیال صحیح نکلے۔

ڈیڑھ سو ہماری شعرائے عہدِ قدیم کے نام جمع کر چکا ہوں۔ اگر کچھ ان کے حالات بہم پہنچ سکیں تو لکھیے کہ اس فہرست سے کچھ نام آپ کے پاس بھی بھیج دوں۔ آپ کی کتاب کراب کے ریویو کے لیے نکالا تھا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ریویو کر چکا تھا۔ اتفاق سے جگہ باقی نہ رہی۔ اس لیے آگے کے لیے اٹھا رکھا۔ آپ کو عجلت تو نہیں ہے؟ جناب کے والد بزرگوار مرحوم مغفور کا قطعہ بھی مئی میں شائع کروں گا اس لیے کہ واجد علی شاہ مرحوم کے جس مضمون کی نسبت فقیر نے عرض کیا تھا وہ اب کے شائع نہ ہو سکا۔ یقین ہے کہ آپ اس کا خیال نہ فرمائیں گے۔ دیوانِ راسخ کے دیکھنے کو آنکھیں ترس گئیں۔ خدا کرے جلد آپ کو موقع ملے کہ وہ مرتب ہو کر یہاں آ جائے۔ یہ تو فرمائیے کہ راسخ مرحوم کے کچھ حالات بھی دستیاب ہوئے؟ والسلام

بندہ حقیر فقیر حسیر (مرحوم مدیر ادیب الہ آباد)

(۱۹)

دی بہشت سوری گیٹ دہلی - ۲۱ مارچ سنہ ۱۹ء

کرمی - السلام علیکم۔ اخبار قوم میں ایک سب ایڈیٹر کے متعلق جو اشتہار چھپا تھا وہ میرا تھا چنانچہ اڈیٹر قوم نے آپ کا خط مجھے بلا دیا ہے۔ میں عنقریب دلی سے روزانہ اخبار جاری کرنے والا ہوں جس کا نام غالباً علَم ہوگا۔ صورت یہ ہے کہ ڈاکٹر انصاری اور حکیم اجمل خاں صاحب وغیرہ نے ایک کمپنی قائم کی ہے جس کی زیر نگرانی یہ اخبار جاری کیا جائے گا۔ اگر آپ اس کام میں شریک ہوں اور بحیثیت سب اڈیٹر آنا پسند کریں تو بہ واپسی ڈاک اطلاع دیجیے۔ تنخواہ فی الحال ۱۰۰/- دی جا سکے گی۔ لیکن ایک دو مہینہ کے بعد اضافہ ممکن ہے۔ آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ ابتدائی حالت میں نہایت ہی احتیاط کی ضرورت ہے، خصوصاً اس لیے ۸ صفحات کا اخبار ہوگا اور اس کے لیے دو تین سب اڈیٹر رکھنے پڑیں گے۔ ڈیڑھ روپیہ میں فروخت کیا جائے گا آپ جانتے ہیں کہ ابتدا میں بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا جو محض اس امید پر برداشت کیا جائے گا کہ آئندہ اشاعت میں ترقی ہوگی۔ آپ بہ واپسی ڈاک جواب دیجیے اس لیے کہ شروع اپریل میں دفتر کھل جائے گا اور آپ کے فوراً ہی آنے کی ضرورت ہوگی۔

نیاز مند (قاضی) عبدالغفار

(۲۰)

اورنگ آباد دکن ۱۰ مارچ سنہ ۴۳ء

مکرمی و معظمی تسلیم

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ ممنون فرمایا۔ آپ ضرور اپنا مجموعہ روانہ فرمائیں۔ ہم لوگ یہاں اسے دیکھ کر اپنی رائے عرض کریں گے۔ یقین ہے کہ اس سے ہمیں بہت کچھ مدد دے گی۔ رسالہ جامعہ یا اپریل کے نمبر میں ریویو شائع ہوگا۔ جس پر آپ بلا تکلف رائے زنی فرما سکتے ہیں۔ اس سے مقصد تحقیق ہے نہ کہ کیچڑ اچھالنا۔ یہ خط میں جلدی میں صرف آپ کے خط کی رسید میں لکھ رہا ہوں۔ اردو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا ہے۔ عبدالحق

(۲۱)

سیف آباد حیدرآباد دکن ۷ مئی سنہ ۲۰ء

مکرم۔ یکم مئی کا خط آپ کا مجھے آج ملا۔ شکر خدا کہ آپ غلامی سے چھوٹے اور خدا مجھے بھی آپ کی طرح جلد آزاد کر دے۔

مجھے مئی اور جون میں فرصت ہے۔ عنقریب کلکتہ جاؤں گا۔ وہاں بھی ایک اخبار (روزانہ) کی اسکیم پیش نظر ہے۔ اگر وہ چلنے کے قابل نظر آئی تو میں صلاح دوں گا کہ اس میں شریک ہو جیے۔ میں ۱۰ مئی انشاء اللہ کلکتہ پہنچ جاؤں گا اور اس کے بعد ہی آپ کو خبر کر دوں گا۔ اس حالت میں آپ کو صلاح و مشورہ کی غرض سے ایک دو دن کے لیے کلکتہ آنا ہوگا۔

جواب حیدرآباد نہ بھیجیے۔ کوئی ضرورت ہو تو اس پتہ پر کلکتہ خط لکھیے:

خیال معرفت عبداللطیف محمد زکریا، اسکوائر ۱۱۱ امرتا ب سٹریٹ۔ کلکتہ

خدا کرے آپ کا سفر ظفر ہو۔ آپ لاہور، علی گڑھ اور لکھنؤ کو فتح کرتے ہوئے بہت جلد قلعہ صادق پور میں برامن و عیش آرام کریں۔

والسلام مع الاکرام۔ خیال

بنام نواب مشتاق احمد خان

فخر منزل، ۱۰۸-ڈی ماڈل ٹاؤن لاہور

۱۴؍ دسمبر [illegible]ء - مکرمی طفیل صاحب! السلام علیکم

حسبِ وعدہ آپ کے مکاتیب نمبر کے لیے چند خطوط پیش خدمت ہیں۔ میرے والد مرحوم نواب فخر یار جنگ (سابق وزیر مالیات حکومتِ آصفیہ سلطانیہ حیدر آباد) کے ہندوستان اور پاکستان کے بیشتر علما، فضلا اور اکابر سے گہرے مراسم اور دوستانہ تعلقات تھے اور ان سے خط و کتابت رہتی تھی۔ والد محترم ان خطوط کو محفوظ رکھتے تھے۔ چنانچہ اُن کے ذخیرہ میں حضور نظام میر عثمان علی خان، علامہ اقبالؔ، سر سکندر حیات خان، مولانا غلام قادر گرامیؔ، مولانا شبیر احمد عثمانی شیخ الاسلام، مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی، بابائے اردو مولوی عبد الحق، خواجہ کمال الدین، سر عبد القادر، ڈاکٹر ضیاء الدین احمد، مولانا اشرف علی تھانوی، مفتی اعظم فلسطین اور اسلامی ممالک کے دوسرے اکابر کے خطوط تھے۔ سقوطِ حیدر آباد کے وقت یہ سب خطوط میری تحویل میں تھے۔ افسوس ہے کہ حیدر آباد پر بھارتی یلغار کے وقت یہ ذخیرہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے میری ہی وجہ سے ضائع ہو گیا۔ صرف دو تین خطوط کسی طرح بچ گئے۔ وہ آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ ایک خط مولانا گرامیؔ کا ہے جو انہوں نے ۱۹۱۸ء میں ہوشیار پور سے والد محترم کو صدر محاسب (اکونٹنٹ جنرل) کے عہدہ پر ترقی پانے پر لکھا تھا جو مولانا مرحوم کے اندازِ تحریر کا اچھا نمونہ ہے۔ دوسرا خواجہ کمال الدین صاحب کا، ایک دو سطری خط مہاراجہ کشن پرشاد کا بھی ہے۔ افسوس ہے کہ ان کے علاوہ مجھے کوئی مکتوب دستیاب نہیں ہو سکا۔

اس ہیچمدان کے نام بھی چند بزرگوں کے خطوط ہیں۔ وہ سب اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ یہ خطوط بھی پیشِ خدمت ہیں۔ اگر ان میں سے کسی کو آپ اپنے نمبر میں شریک فرمانا چاہیں تو بخوشی کر سکتے ہیں۔

مخلص نیاز مند- مشتاق احمد خاں

بنام نواب فخر یار جنگ سابق وزیر مالیات حیدر آباد

ہوشیار پور

ادیبِ نکتہ دانشں طرازی
ادب آموز فخر الدین رازی

خان صاحب بہادر- تسلیم!

میاں محمد شفیع کی نسبت آپ کی خدمت میں ایک خط پہونچا ہوگا۔ اس تحریرِ دلپذیر کے بعد اس خط کا عدم وجود برابر ہے وہ پہلا خط

ایک انسان نے لکھا تھا وہ انسان کامل فرد الملک صاحب التعظیم بالغ نظر تقدس مآب استادالوکلا بالتشبیہ ضرب المثل پنجاب کے راٹگن جناب مولوی الٰہی بخش صاحب وکیل چیف کورٹ پنجاب ہیں۔ اور یہ دوسرا خط خدمت گرامی میں گرامی بھیجتا ہے ——— اظہر من الشمس ہے کہ پہلے خط کا بھیجنے والا بجائے خود ایک آفتاب ہے اور دوسرے خط کا لکھنے والا ایک ذرّہ ——— مدعائے تمہید یہ ہے کہ بفتویٰ ذرہ خورشید میاں محمد شفیع صاحب عالی دماغ ہیں۔ اپنے فرائض منصبی سے باخبر ہیں۔ بیدار مغز ہیں۔ لائق ہیں۔ آداب دانشمندی سے آگاہ ہیں۔ محکمہ انسپکٹر جنرل جیلخانہ جات پنجاب میں اکونٹنٹ ہیں۔ میاں میراں بخش صاحب مرحوم اکونٹنٹ لاہور کے فرزند ارجمند ہیں۔ گرامی کے دوست ہیں۔ گرامی سفارش کرتا ہے کہ ایسے لائق نوجوان باخبر اور شناس کو حیدرآباد میں بلانا چاہیے۔

خانصاحب کو حیدرآباد میں آپ اپنے محکمہ مالیہ میں اپنے ماتحت اپنی مددگاری پر لے سکتے ہیں۔ گرامی کو یقین کامل ہے کہ آپ کے اس انتخاب پر حیدرآبادی ——— بھائی متفق الرائے یہ خیال ظاہر کریں گے کہ خاک پنجاب کیا مردم خیز زمین ہے اور کیا کیا جوہر فرد وہاں پیدا ہوتے ہیں۔ صدر محاسب سرکار عالی کی مدح کے دو شعر پنجاب کے بالغ نظروں نے گوہر گوش بنالیے ———

خان صاحب نیاز الدین خاں بہادر دانشمند ہوشیارپور میں تشریف لائے تھے۔ ان کی نگاہ مشکل پسند نے بھی گرامی کے ان چار مصرعوں کو پسند کیا صلہ ان شعروں کا یہی ہے کہ خان صاحب محمد شفیع کو حیدرآباد میں بلا لیجیے۔ مکرر وہ شعر لکھتا ہوں

زمعنی باخبر صدر محاسب نکتہ داں آمد
رئیس اعظم پنجاب فخرالدین خاں آمد
گرامی آرزو دارئے اگر در حساب آرد
تواں گفتن کہ ہاں کامل عیار امتحاں آمد

والسلام گرامی

(۲)

عزیز منزل لاہور۔ ۱۲ فروری ۱۹۲۵ء

مکرم نواب صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خدا کے فضل سے تیسرا بیرونٹ بھی مشرف بہ اسلام ہوا۔ اعلان عامہ سے ایک خانگی روک ہے جو انشاء اللہ دور ہو جائے گی۔ نہ معلوم آپ کو اسلامک پہونچتا ہے یا نہیں۔ میں فروری کا رسالہ بھیجتا ہوں۔ اس کے فوٹو میں لارڈ ہیڈلی نظر آئے گا۔ میں یہ خط ایک تکلیف کے لیے بھیجتا ہوں۔ آپ کی رقم زکوٰۃ سے کچھ حصہ مشن کے لیے لینا چاہتا ہوں۔ وہاں کا کام بڑھ گیا ہے اور مجھے دو مشنری فوراً بھیجنے ہیں۔ مشن کے فنڈ میں گنجائش نہیں۔ میرے دل میں یہ آیا کہ میں چند مہربانوں کو لکھوں ——— زکوٰۃ انہوں نے دینی ہی ہے۔ وہ اس طرح بھیج دیں۔ اُمید ہے کہ آپ توجہ کریں گے۔ اگر کوئی اور دوست بھی اس مبلغ فنڈ میں شریک ہو سکیں، تو شریک کریں۔ نئی تصنیف بھیجتا ہوں۔ جو الگ ملفوف ہے۔ والسلام۔

خادم
خواجہ کمال الدین

بنام نواب مشتاق احمد خاں

مسلم ٹاؤن لاہور۔
۲۶ جولائی سنہ ء

مکرم و محترم۔ السلام علیکم۔

ایک نوجوان محمد جمیل حاضر ہوتے ہیں۔ مدت ہوئی انہوں نے آپ کے ہاں ملازمت کے لیے درخواست دی تھی، انٹرویو بھی ہو گیا تھا۔ لیکن چونکہ ان اسامیوں کے پُر کرنے میں "یونٹ" کی کوئی رکاوٹ حائل ہو گئی تھی۔ اس لیے کچھ فیصلہ نہ ہو سکا۔ معلوم ہوا ہے کہ اب ان تقرریات کی منظوری ہو چکی ہے۔ اور آدمی رکھے جانے والے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ جہاں تک میں اس نوجوان کے اوصاف تعلیمی اور تجربے سے واقف ہوں میری رائے یہ ہے کہ یہ آپ کے محکمے کے لیے موزوں رہیں گے۔

مزید کچھ دریافت کرنا منظور ہو تو ان سے استفسار فرمائیے' اور جہاں تک ہو سکے ان کی پرورش کا بندوبست فرما دیجئے۔ میں بے حد شکر گزار رہوں گا۔

عبدالمجید سالک

(۲)

مسلم ٹاؤن لاہور۔ ۲۱ جنوری سنہ ۵ء

مکرم و معظم حضرت مشتاق زاد الطافکم

السلام علیکم۔ میرے نہایت عزیز دوست اور اخبار "تعمیر" راولپنڈی کے ایڈیٹر جناب محمد فاضل صاحب حاضرِ خدمت ہوتے ہیں۔ ان کو پی۔ ٹی۔ سی صاحب سے ایک کام ہے۔ میں ان کی خدمت میں نیاز نہیں رکھتا۔ اگر آپ از راہِ کرم فاضل صاحب کی گذارش ہمدردانہ توجہ سے سُن کر شریف صاحب سے کوئی کلمۂ خیر فرما سکیں تو میں بے حد شکر گزار رہوں گا۔ امید ہے کہ آپ فاضل صاحب کی امداد کرنے اور ان کو مشورہ دینے میں ہرگز پہلو تہی نہ فرمائیں گے۔

نیاز مند عبدالمجید سالک

(۳)

نگار ہوٹل کراچی۔ ۲۵ مئی

جناب مکرمی نواب صاحب۔ السلام علیکم

گرامی نامہ شرفِ صدور لایا۔ آپ کی نوازش و مرحمت کے لیے بے حد شکر گزار ہوں۔ اس وقت مجید لاہوری صاحب اور ڈاکٹر نفیر محمد صاحب میرے پاس ہی تشریف رکھتے ہیں۔ چونکہ بعض مجبوریاں ہیں جن کی وجہ سے ابھی تعمیل ارشاد دشوار ہے۔ اس لیے فی الحال اس دعوتِ طعام کو ملتوی کر دیا جائے۔ انشاء اللہ پھر کسی دن امتثالِ امر کیا جائے گا۔

ایک دفعہ پھر آپ کی نوازش اور قدر افزائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجید صاحب اور ڈاکٹر صاحب کی طرف سے مضمون واحد ہے۔ سالک

(۴)

خداداد کالونی ۳۴۶۔ کراچی۔

محترم مکرم تسلیم —— آپ نے ترمل گڑھ کی تاریخ کو قابلِ اعتنا نہ سمجھا مگر میں نے ڈاکٹر ضیاء الدین مرحوم کی لائف میں ایک حد تک مواد

پیش کر دیا ہے۔ کتاب شائع ہو گئی ۵۰۰ صفحات۔ یقیناً نواب فخر یار جنگ بہادر کو خوشی ہو گی اور آپ بھی اظہار مسرت کریں گے۔ قیمت ۵ روپیہ ہے کتنے نسخے بھیجے گا؟

لاہور، کراچی، راولپنڈی اور کہاں کہاں اولڈ بوائز ایسوسی ایشن اور کلب قائم ہیں ننھے علی گڑھ بھی بن رہے ہیں مگر علی گڑھ مرحوم کی تاریخ کی طرف توجہ نہیں جو صرف چار پانچ ہزار کا کام تھا اور تنہا ایک شخص کر سکتا تھا۔

دل چاہتا ہے کہ جو مسودہ اور مواد ہے اس کو آپ کے کلب کے ٹینس کورٹ میں رکھ کر آگ لگا دوں میں خود حاضر خدمت ہوتا مگر اس فاصلہ کا طے کرنا بھی نوجوانوں کا کام ہے۔ ۸۰ سال کا بوڑھا بیمار تو مرنے کے سوا مشکل سے طے کر سکتا ہے۔ بہرحال خط ہی ذریعہ ملاقات اور مراسلہ مکالمہ بھی ہے۔

آپ کا مخلص: محمد امین زبیری

(۵)

مخدوم محترم۔ تسلیم

آپ نے غایت مہربانی سے تشریف لانے کی زحمت گوارا کی اور اتفاق کہ میں حاضر نہ تھا۔ مجھے آپ سے بہت کچھ گزارش کرنا تھا اور اب مختصراً نگارش کے ذریعہ کرتا ہوں۔

میں علی گڑھ تحریک پر جس قدر کام کر چکا ہوں اس سے آپ واقف ہیں۔ آخری کام یہ تھا کہ ۱۹۴۷ء تک اس کی تاریخ لکھ دوں کیوں کہ اب وہ دوسرا علی گڑھ بن رہا ہے۔ ایم۔ اے۔ او کالج کی جلد بالکل مکمل ہے۔ مسلم یونیورسٹی کی جلد پر کچھ کام کرنا ہے۔

میں نے ایک صاحب کے کہنے سے وہ مختصر تاریخ بھی شائع کر دی اور اس عالم مہاجرت و پریشان حالی میں چار سو روپیہ خرچ کر کے طبع کرایا۔ ان صاحب نے کہا تھا کہ اسکولوں میں خریداری ہو جائے گی اور یہ ان کا اشارہ ابرو تھا مگر پھر انہوں نے مطلق توجہ نہ کی اور یوں ہی نصف کے قریب ہدیۃً تقسیم ہو گئی۔ اس بڑی تاریخ کے لیے عالی جناب ہز اکسلنسی غلام محمد صاحب نے انتظام اشاعت کا ہمتانہ حوصلہ افزا وعدہ فرمایا مگر وہ دوسرے دن انگلستان جا رہے تھے۔ واپسی پر ملاقات بھی میسر نہ ہوئی اور نہ امید اور نہ اب حوصلہ۔

اگر آپ کے نزدیک اس تاریخ کی اشاعت ضروری ہو تو میری خواہش ہے کہ آپ کا علی گڑھ اولڈ بوائز کلب انتظام کرے کتاب بھی اسی کی ملکیت ہو پہلی جلد کی آمدنی سے دوسری جلد کی اشاعت ہو اور پھر اسی فنڈ سے ایک مستقل سلسلہ علی گڑھ لٹریچر کا قائم ہو جائے اور اب اگر علی گڑھ کی یاد پاکستان میں باقی رہ سکتی ہے تو یہی ایک ذریعہ ہے ورنہ اب دوسری نسل میں علی گڑھ اولڈ بوائز کا سلسلہ تو ختم ہے۔

اب آپ کو اگر یہ تجویز مناسب معلوم ہو تو چند با اثر اصحاب سے چندہ کی درخواست کی جائے ایک صورت یہ بھی ہے کہ بہاول پور اور خیر پور نے کالج اور یونیورسٹی کو بڑے بڑے عطیات دیئے ہیں وہاں سے کوشش کی جائے خیر پور میں تو مرزا ممتاز حسین صاحب قزلباش ہی سب کچھ ہیں۔

میرا تخمینہ مصارف مع ۵۰ یا ۶۰ تصاویر اعیان کالج و خاص خاص عمارات چار ہزار روپیہ ہے۔ اب حق تالیف اور تصحیح و پروف کا معاوضہ جو آپ کے نزدیک مناسب ہو۔

میں نے دونوں جلدوں کے مضامین کی فہرست، خیرپور، بہاولپور کے عطیات کی یادداشت اور خاص خاص اولڈ بوائز کے ناموں کی فہرست جناب مسعود الحسن صاحب کو دے دی ہے آپ ملاحظہ فرمائیے۔

یہ سن کر آپ خوش ہوں گے اور بہت خوش کہ ڈاکٹر ضیاء الدین مرحوم کی لائف مارچ تک آپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔ مرحوم کے ایک دوست طبع کر رہے ہیں۔ تقریباً ۵۰۰ صفحات ہیں۔ لائف کیا ہے ایک ادارہ کی تاریخ اور عمل مجسم کی تصویر اور میری ہشتادویں سالگرہ کی یادگار اس لائف میں دوست تعلقات کا بیان بھی ہے اور اس میں چند پرائیویٹ خطوں کی نقلیں بھی شامل ہیں۔ جن میں حضور نظام کے بھی تین خط ہیں بہت عجیب۔

آج کے اخبار جنگ میں جس پر ۱۲ فروری کی تاریخ ہے۔ ایک خبر بعنوان "مسلمانان برصغیر کی سیاسی جدوجہد کی تاریخ" شائع ہوئی ہے۔ اس میں علی گڑھ بھی شامل ہے اور مسلم لیگ کی سیاسی تاریخ بھی۔ اس کے لیے گورنمنٹ پورا محکمہ قائم کرے گی۔ میں پہلے ہی بہت کچھ یہ کام کر چکا ہوں۔

آپ سے کیسے ملاقات ہو۔ اگر کلب میں تشریف لاتے ہوں تو آسان ہے۔

مجھے ایک عرصہ سے دمہ کا عارضہ تھا۔ کراچی آنے سے پہلے موسم سرما میں تکلیف ہوتی تھی اور یہاں آکر ہر موسم میں — اور کوئی وقت نہیں۔ ۱۰ سے ۵ بجے تک سکون رہتا ہے۔

مخلص۔ محمد امین زبیری رائل ہوٹل مکلوڈ روڈ

(۶)

اپنے محترم و مکرم مشتاق احمد کی خدمت میں ——— سلام کے بعد!

آپ کا خط کیا ملا گویا کوئی کھوئی ہوئی محبوب شے مل گئی۔ کتنی محفلیں۔ کتنی دلچسپیاں۔ کتنے قہقہے۔ کتنی رنگینیاں تصور میں تصویریں بن کر جھلکنے لگیں ابھی چار دن ہوئے کہ آپ کے گلشن والے مکان پر سردار امیر اعظم سے ملنے گیا اور اس بات کی گواہی میر خلیل الرحمان (جنگ والے) بھی دیں گے کہ میں نے ان سے کہا کہ اس مکان سے جو روایات وابستہ ہیں خدا کرے کہ آپ انہیں برقرار رکھ سکیں۔ مگر صاحب یہاں تو نقشہ ہی بدلا ہوا تھا بہر حال ——— ہر کہ آمد .. .. یقین کیجیے کہ مجھے بھی اس کا قلق تھا کہ جاتے ہوئے شرف نیاز حاصل نہ کر سکا۔

مجھے جیب کٹنے کا اتنا غم نہیں جتنا اس رمضانی کی مایوسی کا صدمہ ہے اس نے سمجھا کہ مرغی موٹی ہے مگر نکلا کیا ستر پر پانچ روپے بڑھتی "زورِ قلم" کی بجائے آپ کو "زورِ رقم" کہنا چاہیے تھا کیونکہ اسی سے تو تلافی ہوگی۔ وہ جو آپ نے "لاہوری" ہونے کے سلسلے میں لکھا ہے اس کے متعلق یہی کہہ سکتا ہوں

میں ہوا کافر تو .. .. ..

چونکہ آپ "لاہوری" ہونے کی کوشش کر رہے ہیں اس لیے میں عرض کرتا ہوں ——— "عبد سالک صاحب تہانوں ملن میری طرفوں انہاں نوں پیریں پونا" (یہ قدم بوسی کا اردو ترجمہ ہے) بیگم صاحبہ کو سلام عزیزوں کو دعائیں۔ پتہ لکھ لیا ہے اور تازہ پرچہ بھجوا رہا ہوں۔ لاہور آیا تو حاضر ہوں گا۔ انشاء اللہ۔

آپ کا نیاز کیش مجید لاہوری

(۷)

محترم مشتاق صاحب کی خدمت میں ہدیۂ سلام نیاز!

میں نے "بحرہ انگلش گرلز سکول" کے سلسلہ میں فون پر آپ سے ذکر کیا تھا۔ اس سلسلہ میں یہ حاضر ہیں ازراہ کرم ان سے تعاون فرمائیے۔

آپ کا مجید لاہوری

کل ہماری دو خواتین آپ کی کوٹھی تلاش کرتی ہوئی واپس آگئیں۔ آج سکول کے سیکرٹری پرویز صاحب آپ کے پاس آ رہے ہیں۔

مجید لاہوری

(۸)

انجمن روڈ کراچی۔
۲۴ مارچ ۵۳ء

شفیق و محترمی۔ السلام علیکم

براہ کرم پنجشنبہ ۲۶ مارچ بوقت ۵ بجے شام میرے ساتھ چائے نوش فرمائیں گے تو مجھے بڑی مسرت ہوگی۔

مخلص عبدالحق۔

(۹)

انجمن روڈ کراچی
۴ دسمبر ۵۳ء

شفیق مکرم زاد لطفکم۔ السلام علیکم

آپ کو سعید حسن صاحب (امروہی) کا خط ملا ہوگا۔ ان کا فرزند سراج الحسن بی۔ اے لاہور میں ہے اور اب تک بیکار ہے۔ سعید حسن کے دو خط آچکے ہیں، ان کی درخواست ہے کہ آپ مشتاق احمد خاں صاحب سے سفارش کر کے کسی کام پر لگا دیں۔ مجھے بھی سفارش کے لیے لکھا ہے۔ لہٰذا میں بھی عرض کرتا ہوں کہ آپ ضرور سفارش فرمادیں۔ سعید حسن بہت بیمار ہے۔ فالج نے اسے اپاہج بنادیا ہے۔ اور بصارت بھی جاتی رہی ہے۔ قابلِ رحم ہے

اُمید ہے آپکا مزاج بخیر ہوگا۔

نیاز مند عبدالحق

(۱۰)

اردو روڈ۔ کراچی
۲۷ مارچ ۵۴ء

شفیقی و کرمی۔ تسلیم!

حامل رقعہ صغیر احمد صاحب اور ینٹ ایئرویز میں پائلٹ ٹریننگ پر مامور ہیں اور اپنی خدمت بڑی خوبی اور مستعدی سے انجام دے رہے ہیں۔ وہ آپ کی خدمت میں اپنے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا معروضہ بالکل معقول اور مبنی برانصاف ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ ازراہِ کرم ان کو موقع دیں گے کہ وہ اپنی روداد آپ کی خدمت میں پیش کرسکیں۔

عبدالحق

(۱۱)

برادرم مشتاق احمد خاں صاحب سلمہم

میں ایک مدت سے لاہور آیا ہوا ہوں۔ افسوس ہے آپ سے ملاقات نہ ہوئی۔ خط لکھنے کی ضرورت یہ داعی ہوئی کہ حامل رقعہ مشتاق علی بیگ سلمہم میرے بھانجے، بھوپال کے رہنے والے ہیں، تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکے تھے لہٰذا پاکستان میں کوئی مستقل کام انہیں نہیں ملا۔ بہت دن سے بیروزگاری میں مبتلا ہیں۔ آپ کے ورکشاپ کے دفتر میں نوکریاں خالی ہوتی رہتی ہیں اور سُنا ہے کہ اس وقت بھی تقرر طلب ہیں۔ اگر آپ ازراہِ ہمدردی انہیں کسی مناسب کام پر مقرر کرا سکیں تو میں نہایت ممنون اور یہ آپ کے ہمیشہ احسان مند رہیں گے۔

۷ دسمبر ۵۵ء

بندہ پناہ گزین سید ہاشمی (فرید آبادی)
مقیم ماڈل ٹاؤن ۔ بی ۔ ۱۱۸

(۱۲)

کراچی۔ پی۔ ای۔ سی۔ ایچ سوسائٹی ۴/۱۹۱۔ ایچ۔
۲۱ مئی ۱۹۵۸ء

عزیز مکرم نواب مشتاق احمد خان صاحب سلمہم۔ امید ہے آپ اور جملہ متعلقین سب خدا کے فضل سے بخیریت ہوں گے۔ میرا اس مہینے میں لاہور آنے کا ارادہ تھا، لیکن یہاں تالیف لغت کا کام اب کافی پھیل گیا اور پھیل رہا ہے۔ بعض اور بھی وجوہ پیش آئے کہ آنا نہ ہو سکا۔ گرمی میں کراچی سے لاہور کے طولانی سفر سے بھی میں بہت گھبراتا ہوں۔ بہرحال زندگی ہے تو ضرور آپ جملہ احباب ماڈل ٹاؤن سے پر لطف صحبت حاصل ہو گا۔ سب حضرات برابر یاد آتے رہتے ہیں۔ بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ آپ صاحبوں نے جمعہ کا حلقہ جاری رکھا۔ یہ خاصا دلچسپ اور کچھ نہ کچھ فائدہ مند سلسلہ ہے اور اب تو آپ جیسے باوضع حضرات کی وضعداری کا بھی تقاضا ہے کہ اسے جاری رکھا جائے۔

حیدرآباد کی پنشنوں کے متعلق ایک وفد میں شیخ منظور قادر صاحب سے مجھے بھی ملاقات کا موقع ملا۔ وہ اجراء کے حق میں پوری طرح حیدرآباد کے محروم پنشن یابوں کی تائید کر رہے ہیں اور اس میں صریحاً آپ کی گذشتہ ملاقات اور انہیں حقیقت خاص سے باخبر کرنے کا بھی دخل ہے۔ معلوم ہوا کہ ہندوستان کی حکومت بھی ادائے پنشن کے لیے غیر رسمی طور پر اپنی آمادگی ظاہر کر چکی ہے۔ اب خدا ان ضابطے کے مراحل کو بھی چاہے گا تو جلد طے کرا دے گا۔ اکثر سن رسیدہ صاحبان سخت پریشانی میں ہیں۔

اور سب شکر ہے خیریت ہے۔ اپنی بیگم صاحبہ کو بہت بہت دعا سلام فرما دیجیے گا۔ عشرت یا رحمان سے ملاقات ہوتی رہتی ہے اور وہی اکثر کرم فرماتے ہیں۔ والسلام والدعا خاکسار سید ہاشمی

(۱۳)

جول ۲/۱۹۱ ایچ۔ پی۔ ای۔ سی۔ ایم۔ کراچی
۴ راگست ۱۹۵۹ء ۔ عشا

عزیز مکرم نواب مشتاق احمد خاں صاحب سلمہم۔ اسعدکم اللہ تعالیٰ۔ دوپہر کی ڈاک سے آپ کا خط ملا۔ یادآوری کا شکریہ۔ میرا پچھلا خط جواب طلب نہ تھا۔ آپ کے یہاں آنے اور نہیری تلاش میں رہنے کا حال بھی میں نے سن لیا اور ملاقات کا خود بھی "مشتاق" ہو گیا تھا۔ شوق کی ایک منزل وہ بھی تو بتائی جاتی ہے جس میں (مجنوں) قیس عامری "انا لیلیٰ" پکارنے لگا تھا۔

عباسی صاحب کراچی آئے۔ اور از راہ کرم دو تین دفعہ مجھے آ کر ملے۔ حلقۂ مذاکرات کے بارے میں بھی باتیں اور بعض تجویزیں زیر بحث رہیں جن کا وہ آپ سے ضرور تذکرہ اور مشورہ کریں گے۔ حلقہ بہرحال جاری رہنا بہتر ہے۔ میں کراچی میں حتی الامکان زیادہ رہنا نہیں چاہتا۔ لیکن آدمی کے ارادے سب حکم الٰہی کے تابع ہیں اور یوں تو اگر حیدرآبادی پنشنوں کا معاملہ حسب توقع طے ہو جائے تو پھر انشاء اللہ میں یقیناً لاہور واپس آ کر جو کچھ علمی خدمت گھر پر رہ کر ہو سکتی ہے، وہیں تا حد استطاعت انجام دیتا رہوں گا۔

اس سلسلے میں مجھے خیال آیا کہ آپ کے ماموں صاحب کرمی کریم احمد خاں صاحب نے بھی اپریل میں مجھ سے انجمن (ترقی ادب؟) کی طرف سے دو انگریزی کتابیں ترجمہ کرنے کے متعلق دریافت کیا تھا اور میری شرائط وغیرہ کے بارے میں لکھا تھا کہ بورڈ میں پیش کر کے فیصلے سے اطلاع دی جائے گی۔

اس بات کو کافی زمانہ ہو چکا ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو بذریعہ ٹیلی فون ہی ان کو یاد دہانی کر دیں۔ کیونکہ اگر وہی کام مجھے مل جائے تو بھی غالباً میں یہاں کے کام اور مقام کو جلد چھوڑنے پر آمادہ ہو جاؤں گا ——— یہ محض برسبیل تذکرہ آپ کو لکھ دیا ہے ورنہ "فرمائش" یا آپ کو بلاوجہ زحمت دینی منظور نہیں ——— اپنی بیگم صاحبہ کو میری طرف سے بہت بہت دعا سلام کہہ دیجئے۔ میری طبیعت دو تین دن خراب رہی۔ شکر ہے اب بالکل اچھا اور حسب معمول کام پر جاتا ہوں۔

مکرمی مشفق یار محمد برابر آتوار کو کرم فرماتے ہیں۔ اور بحمد اللہ سب خیریت ہے۔ فقط۔ خاکسار: سید ہاشمی

(۱۴)

۱۱۸۔ بی۔ ماڈل ٹاؤن (لاہور)

۲۵ ستمبر ۱۹۶۱ء۔ عصر ——— گرامی قدر عزیز کرم نواب زادہ مشتاق احمد خاں سلمہم۔ ۲۰ ستمبر کا خط ملا۔ میں دس بارہ دن بہت علیل رہا۔ شکر ہے اب اچھا اور لکھنے پڑھنے کے قابل ہوا ہوں۔ اگرچہ ہنوز کافی کمزوری باقی ہے۔

افسوس ہوا کہ آپ آئے اور میں ملنے کی مسرت حاصل نہ کر سکا۔ خیر زندگی بخیر۔ آئندہ سہی۔

آپ سے ایک فرمائش کرنے کا بھی خیال آیا کہ اگر ہو سکے تو علی گڑھ کے طلبہ قدیم، راولپنڈی کی انجمن سے اس کے ارکان کی فہرست مجھے بھجوا دیجئے۔ غالباً مطبوعہ یا ٹائپ کی نقل مل جائے گی۔ رسالہ تہذیب الاخلاق کا پہلا شمارہ تیار ہو رہا ہے اور ۳ یا ۴ اکتوبر تک انشاء اللہ شائع ہو جائے گا۔ راولپنڈی کے حضرات کو بھی ہم نمونہ بھجوانا چاہتے ہیں۔ مگر فہرست جلد ملنی چاہیئے۔ آپ کی مزاج پرسی کا پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

والسلام والدعا۔ خاکسار سید ہاشمی

(۱۵)

۱۱۸۔ بی، ماڈل ٹاؤن (لاہور) ۲۵ دسمبر ۱۹۶۲ء

عزیز کرم نواب مشتاق احمد خاں۔ السلام علیکم

عزیزہ محمودہ بیگم سلمہا کی عروسی کی اطلاع آپ کے دعوت نامے سے پڑھ کر نہایت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مسعود و مبارک فرمائے۔ میری طرف سے اپنی بیگم صاحبہ کو بھی ضرور سلام دعا اور مبارک باد پہنچا دیجئے۔ مجھ سے لاہور شہر کی تقریبات ہی میں شرکت مشکل سے ہوتی ہے جو ڈھائی میل سے زیادہ نہ ہوگا۔ آپ ڈھائی سو میل طلب فرماتے ہیں۔ یاد آوری کا شکریہ۔ حاضر نہ ہو سکنے کا اعتذار پیش کرتا ہوں۔ خاکسار سید ہاشمی

(۱۶)

خلطۃ ھاشمیۃ۔ ۱۱۸۔ بی۔ ماڈل ٹاؤن لاہور

عزیز کرم ——— حیدرآباد پر مجوزہ کتاب کی مطبوعہ تجویز شکریے کے ساتھ واپس کرتا ہوں۔ اس اہتمام کے ساتھ کتاب مرتب ہو جائے تو یقیناً بہت مفید اور مقبول ہوگی۔

میرا اس میں کوئی حصہ نہیں شاید عبدالقدوس ہاشمی صاحب کا نام دیکھ کر آپ کو گمان ہوا۔ حقیقت میں فرصت اور صحت دونوں میں کوتاہی سے میں شرکت کر بھی نہیں سکتا۔

رانا صاحب کا آج عارف والہ سے خط آیا۔ لکھا ہے آپ آ سکیں تو ضرور ساتھ لاؤ۔ خاص خاص احباب حلقہ کے اخراجاتِ سفر کے لیے

کچھ روپیہ بھی بھیج دیا ہے۔ ایک دو دن کے لیے آپ ارادہ کر سکیں تو ضرور مطلع فرمائیں کہ ساتھ چلنے کی تدبیر کی جائے۔

۱۲ اپریل — خاکسار سعید ہاشمی

(۱۷)

باسمہ تعالیٰ

حُسنِ نیت کی جبیں پر یوں عمل جیتا ہے حج
یوں کلاہِ فخر نیکوں کی ہوا کرتی ہے کج
ہاشمی الہام ہوا ہے خیر مقدم کے لیے
کہہ : "مبارک آپ کو مشتاق احمد خاں یہ حج"

۱۹۶۳

عزیز گرامی مرتبت سلمہم — گرمی کپڑے تک پہننے سے جلتی ہے۔ باہر نکلنے نہیں دیتی۔ گرد دلی خوشی کو نہیں روک سکتی۔ سفر حجاز سے مع الخیر واپسی پر آپ کو اور بیگم صاحبہ سلمہا کو ہدیۂ تہنیت پیش کرتا ہوں۔ والسلام۔

خیر طلب

۲۰ جولائی ۶۳ء — خاکسار سعید ہاشمی ۸/۱۱۔ بی۔ ماڈل ٹاؤن

(۱۸)

ساقی۔ کراچی۔ ۲۴ جون ۵۴ء

حضرتِ محترم و مکرم۔ سلام مسنون۔

حسب دستور ساقی کا "افسانہ نمبر" ہفتہ عشرہ میں خاص اہتمام سے شائع ہونے والا ہے۔ اگر اورینٹ ایرویز کا اشتہار اس خاص نمبر میں شائع کرایا جائے تو امید ہے کہ پبلسٹی کے نقطۂ نظر سے بہت کامیاب رہے گا۔ اس لیے آپ سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ اس سلسلے میں پبلسٹی منیجر صاحب کو ہدایت فرما کر ساقی کو مرہونِ منت فرمائیں۔ زیادہ حدِ ادب۔

نیاز مند — شاہد احمد

(۱۹)

بورڈ تعلیمات اسلامی۔ مجلس دستور ساز پاکستان کراچی۔

چہار شنبہ۔ ۸ $\frac{۱۵}{۱۲}$ ء

مخدوم و محترم زاد لطفکم۔ سلام مسنون عرض کرتا ہوں — میں نادم ہوں کہ دفتر کے اوقات کے باعث تا حال مکرر حاضرِ خدمت نہ ہو سکا۔ اور ابتدائی زمانہ ہونے اور گزشتہ، انجام دادہ، کام سے واقفیت کی خواہش نے بھی بے حد مصروف رکھا۔ انشاء اللہ قریب میں حاضرِ خدمت ہو سکوں گا۔

۱۔ اگر میری ڈاک اوپر لکھے ہوئے پتے پر روانہ فرما دی جائے تو بڑی نوازش ہو۔

۲۔ اطلاعات حیدر آباد کا کام بھی شروع کر رہا ہوں کیا اخباری تراشے یہاں بھی مرحمت ہو سکیں گے ؟

۳۔ محمد ذاکر صاحب مددگار معتمد مجلس دستوریہ کے دفتر کے ٹیلیفون پر مجھے بھی مخاطب کیا جا سکتا ہے ؟

اُمید کہ جناب والا ان گستاخیوں کو نظر انداز فرمائیں گے۔ نیاز مند : محمد حمید اللہ

(۲۰)

۳۔ ٹمپل روڈ لاہور۔ ۱۴ر اکتوبر ۱۹۵۳ء

عزیزم خان مشتاق احمد خان صاحب سلمہ ربہٗ

السلام علیکم۔ میرے نام جو دعوتی رقعہ آپ کی دختر نیک اختر کی شادی میں حاضری کے لیے کرمی جناب نواب فخر یار جنگ بہادر کی طرف سے آیا۔ اس کے ساتھ ایک دوسرا رقعہ آپ کی بیگم صاحبہ کی طرف سے میری اہلیہ صاحبہ کے نام آیا۔ انہیں اس خبر سے بے حد مسرت ہوئی اور وہ عزیزہ کے لیے بعد دعا اور پیار کے دعا کرتی ہیں کہ خدا اسے ہر طرح کی خوشی اور آرام نصیب کرے اور یہ شادی دولہا دلہن کے لیے اور سب اعزہ اور خاندان کے لیے برکت کا سبب ہو۔ اگر میں آرہا ہوتا تو وہ بھی غالباً ساتھ دیتیں اور اس خوشی کی تقریب سعید میں شریک ہوتیں مگر جیسا کہ میں نے نواب صاحب کی خدمت میں تحریر کیا ہے۔ میں ابھی اتنے لمبے سفر کے قابل نہیں۔ وہ بھی اس لیے تنہا سفر نہیں کر سکیں۔ وہ اس وقت کسی ضروری کام میں مصروف تھیں اور جواب اور شکریہ جلد بھیجنا چاہتی ہیں، اس لیے انہوں نے مجھے کہا کہ میں ان کی طرف سے آپ کی بیگم صاحبہ کو دلی مبارک باد اور دعا پہنچا دوں اور اپنے لیے بھی ان کی طرف سے مبارک باد اور دعا قبول کریں۔

آپ کا خیر طلب – عبدالقادر

(۲۱)

دفتر "زمیندار" لاہور

۱۱ر جولائی ۱۹۵۸ء کرمی و معظمی خان صاحب قبلہ

السلام علیکم۔ مضمون نگاری کرنا چاہوں تو پتھروں کو موم کر دوں۔ خدائے تعالےٰ نے میرے قلم میں اتنا زور دیا ہے۔ لیکن آپ کو کیا لکھوں جن کا دل پہلے ہی موم ہے اور جو پہلے ہی اخلاقِ حسنہ کا مجسمہ ہیں؟

میرا دنیا میں ایک ہی کام رُکا ہوا ہے اور وہ کام ہے میرے بیٹے کا باعزت روزگار۔ آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے ایک دفعہ آپ کو نواب صاحب مرحوم کی رُوح کا واسطہ دیا تھا اور عرض کیا تھا کہ جس طرح نواب صاحب قبلہ اپنی اولاد کی طرف سے مطمئن و شاد کام اس دنیا سے جنت کو سدھارے اسی طرح آپ میرے ایک ہی بیٹے کی زندگی سدھار دیں۔ تاکہ میں بھی مطمئن و شاد کام اس جہان سے سفر کروں۔

خدا نے آج آپ کے قلم میں بھی ایسا زور دیا ہے۔ کہ اس سے سوختہ بختوں کا نصیبہ جاگ اُٹھتا ہے۔ ملک فیروز خان نون آئے ہوئے تھے: میں ان سے بھی اپنے بیٹے کی آرزو یعنی اسسٹنٹ ورکس منیجری کے متعلق بات کر سکتا تھا۔ نواب مظفر علی خاں قزلباش سے بھی التماس کر سکتا ہوں۔ لیکن دل نے کہا کہ نہیں، جب تک خان مشتاق احمد خاں صاحب مجھ پر ایسے مہربان ہیں اور یہ کام بھی انہی کے ہاتھ میں ہے۔ تو کسی اور کا احسان کیوں اٹھاؤں؟

بس۔ زیادہ سلام: نیاز مند : حاجی لق لق۔ جائنٹ ایڈیٹر "زمیندار" لاہور

عبدالرشید راولپنڈی کے لیے درخواست لے کر حاضر ہوتے ہیں۔

(۲۲)

مخدومی و معظمی۔ تسلیم۔ والدِ محترم کے غیر متوقع اور اچانک انتقال پر جناب والا کا تعزیت نامہ ملا۔ ان حالات میں آپ کی یاد فرمائی

نے میری بڑی ڈھارس بندھائی۔ شکریہ ع

" ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں !"

کس طرح عرض کروں کہ اس ٹریجڈی میں ارباب ٹرسٹ کی عدم توجہی کا کتنا دخل ہے۔ شدت جذبات میں الفاظ نہیں ملتے، کبھی حاضر خدمت ہوں گا تو تفصیلات عرض کروں گا۔ مرحوم بیماری کے دوران اکثر آپ کو اور آپ کے اخلاق حسنہ کو یاد فرماتے تھے۔ بہرحال مقدر کا لکھا پورا ہو کر رہا۔ میں کہ اس حادثے نے میرے دل و دماغ کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ خدا جانے کیا ہونا ہے ـــــ ابھی ان روح فرسا حالات میں پریشان تھا کہ ایک اور مصیبت نے حملہ کر دیا۔ اس کی تفصیل جناب کو اس خط کے ساتھ رشتہ درخواست میں نظر آئے گی۔ میں نے آپ کو ہمیشہ زحمت دی ہے اور اس وقت بھی جناب کی بزرگانہ شفقتوں پر یقین رکھتے ہوئے پھر تکلیف دہی کی جرأت کر رہا ہوں۔ اگر آپ اسے۔ آر محمدی صاحب سے اس درخواست کے بارے میں فرما دیں گے تو میں ایک بڑی مصیبت سے نجات پا جاؤں گا۔ ورنہ ممکن ہے گھر کا رہا سہا اثاثہ " قرقی " کی نذر ہو جائے۔ محمدی صاحب کے اختیار میں ہے کہ پہلے سے اپیل کے تصفیے تک کلکٹر کراچی کو مزید کارروائی سے روک دیں۔ میں پھر اس زحمت دہی کی معافی چاہتا ہوں اور فوری توجہ کی درخواست کرتا ہوں !

اُمید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ محترمہ بیگم صاحبہ کی خدمت میں میری طرف سے قدم بوسی عرض کر دیجئے۔

بدنصیب نظر حیدر آبادی۔

(۲۳)

جناب مخدوم و معظم۔ تسلیمات۔ نظر کسی کاروبار کے سلسلے میں دو سو روپیہ کی ضرورت بتاتے ہیں۔ اس وقت میں اس قابل نہیں ہوں کہ ان کی مدد کر سکوں۔ ٹرسٹ سے ابھی اس مسئلے کا تصفیہ قطعی بھی نہیں ہوا ہے۔

ہر چند کہ اب حیدر آباد ہاؤس میں ایسے قرض دینے کے لیے کوئی فنڈ غالباً نہیں ہے، لیکن میں اور کس سے کہوں، کوئی سبیل اگر ہو سکتی ہو تو امید ہے کہ آپ توجہ گرامی مبذول فرمائیں گے۔ ادائی کا میں ضامن ہوں۔

جاڑا کیا آتا ہے مجھ پر ایک مصیبت آتی ہے، نزلہ، بخار، قلب کی تکلیف سب ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں۔ اس لیے حاضری کی سعادت حاصل نہ کر سکا۔

مزاج گرامی کی خیریت کا طالب - نیاز مند - علی اختر

بنام ڈاکٹر سلیم واحد سلیم

از منگلی ۲۲ اگست ۵۲ء ۔ محترمی سلیم صاحب زید الطافکم ۔ السلام علیکم ۔ مزاج اقدس

آپ کے دونوں والا نامے موجب فخر و مباہات ہوئے ۔ بیش از بیش شکریہ ۔ مکرر تعمیل ارشاد میں بے جا کوتاہی سے بے حد نادم ہوں ۔ از راہ نوازش مطلع فرمائیے گا کہ میں اپنے حالات زندگی فارسی میں لکھوں یا اردو میں ! ۔ نیز فرمائیے گا کہ آپ تذکرہ فارسی میں مرتب فرما رہے ہیں یا اردو میں ؟ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اس سعی کو مشکور فرمائے ۔ آمین والسلام ۔

الراقم نیاز آگین عظامی

(۲)

عزیز کرم ۔ بعد دعاہاے ترقی اقبال

محبت نامہ شما کہ بتاریخ شش روز قبلاً نوشتہ بودید ۔ نظر افروز شد ۔ من بہ خواندن این احوال خیلے خورسند ہستم کہ آقاے شما حالا باشما خوشنود ہستند ۔ این امر موجب سعادت دارین می باشد ۔

متاسفانہ می نویسم کہ سلام خورشید از اخبار "پنچایت" بہ جریدہ نو کہ حکومت اجرا کردن می خواہد منتقل شدہ اند و "پنچایت" بند شدہ است ۔ لہذا افسانہ کہ شما فرستادہ بودید پس می فرستم کہ حالا چاپ شدن اش ممکن نیست ۔ اگر حالات و کیفیت در ادارۂ نو مناسب و موافق باشد ۔ خورشید شما را اطلاع خواہند داد

معاوضہ دریدۂ افسانہ سابقہ بعد چند روز بہ شما می رسد مطمئن باشید ۔ امیدوارم کہ از حالات و مشاغل شما ہموارہ مرا مطلع سازید کہ موجب تسکین و تسلی شود ۔ خورشید سلام شوق رسانند ۔

سالک ۲۴ ۔ دسمبر ۵۵ء

(۳)

برادر بجان برابر بعافیت باشید

بعد از سلام شوق و دعا ہاے فراوان ۔ مکتوب شما رسید ۔ درین ایام گرفتاریہاے زیادی دارم ۔ زیرا مہر صاحب بہ شملہ رفتہ اند و تا در سہ ماہ در آنجا خواہند ماند علاوہ برین "سرمتحن" ادب اردو (بی اے) ہستم ۔ ہزار ہا پرچہ ہاے امیدواران امتحان پیش من رسیدہ ۔ در معائنہ و موازنہ مشغول ہستم ۔

این خبر خیلے فرحت افزا می باشد کہ عروسی شما بتاریخ شانزدہم جون مقرر شدہ است ۔ و دختر و خاندانش نزد شما

پسندیدہ ہستند۔

ایزد پاک ایں تعلق را برائے زوجین و فریقین موجب صد برکات سازد و حیات عائلی شما خیلے خوشگوار می ماند۔

غزل شما رسید۔ انشاء اللہ در انقلاب چاپ شود۔

عبدالسلام خورشید سلام صمیمانہ تقدیم می کنند۔ سالک ۵ جون ۱۲

(۴)

عزیز محترم بعافیت باشند

مکتوب شما رسیدہ باعث مسرت شد۔ ایزد پاک را شکر گویم کہ ناخوشی شما تمام شد و تپ شما را گذاشت۔

بلے۔ معلوم ہست کہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم در کشمیر ناظم صیغۂ معارف مقرر شدہ اند۔ حکومت کشمیر ایں خیلے خوب کار کرد۔ شخص دیگر کہ برائے ایں عہدہ پیش شاں بود۔ خیلے ناموزوں و بے توفیق و ہند و دوست بود۔ خلیفہ صاحب بہ دانائی و تدبر بسر می برند انشاء اللہ کامیاب شوند۔

شنفتہ بودم کہ افسانۂ شما کہ برائے "پنچایت" فرستادہ بودید۔ برائے اختصار پس گردانیدہ اند۔ شما آں را مختصر کردہ بمن بفرستید انشاء اللہ چاپ شود۔

لاکن افسانہ کہ برائے جنگ نوشتہ بودید۔ چناں کہ اظہار شبہ کردہ بودم از دفتر "جنگ" واپس رسیدہ است۔ ایشاں ایں افسانہ را قبول کردند — ایں افسانہ نزد من محفوظ است۔

عبدالسلام خورشید برائے یک عشرہ برائے سیر و تفریح بہ پشاور رفتہ بودند و عبداللہ بٹ بجائے ایشاں کار می کردند۔ دیروز خورشید ایں جا واپس رسیدہ اند۔ و عنانِ کار حسب سابق بدست خویش گرفتند۔

دریں مکتوب شما می نویسید کہ یک غزل نو می فرستم۔ لاکن شامل مکتوب ہیچ غزل نیافتم۔ غالباً فراموش کردید۔ دیگر احترامات و دعاہائے سالک ۵ جون ۲۱

(۵)

عزیز مکرم۔ مکتوب شما یک ہفتہ پیش ازیں رسیدہ بود۔ از خبر ناخوشی شما خیلے تشویش بودم و دعائے صحت برائے شما کردم لاکن گرفتاریہائے گوناگوں مہلتے نداد کہ شما را کاغذ نویسم۔ شدت تابستان ایں طور ہوش و حواس را گم کردہ است کہ مکاتبت احباب ہموارہ در معرض التوا می افتد و مکتوب ہائے قابل جواب جمع می شوند۔ امروز کہ بوقت صبح ہوائے خنک و ترشح کم کم راحت جان و رواں بودہ است۔ ایں مکتوب می نویسم۔

از سلام خورشید پرسیدم۔ گفتند کہ معاوضہ افسانۂ کہ در پنچایت چاپ شدہ بود، امروز فردا بخدمت آقائے سلیم ارسال خواہم داشت۔ اگر رسیدہ است و گرنہ، مرا اطلاع دھید، می دانم انشاء اللہ در دو سہ روز می رسد۔

برادر جان۔ ایں اظہار تشکر و ممنونیت برائے کہ قطعاً حاجتے ندارد شما فرزند و برادر زادہ دوستان من ہستید و مزید براں

خلوصے وسعادتے کہ از شما دیدم - مرا ابداً بشما وابستہ کردہ است - ایزدِ پاک شمارا از صحتِ جسمانی و مسرّتِ روحانی مالا مال دارد - بزودی بنویسند - آیا صحت شما چہ طور است - شما دکتور ہستید تدابیرِ حفظ ماتقدم در زمانِ ملیریا بہ شما آموختن لقمان را حکمت آموختن و آفتاب را شمع نمودن می باشد - صاف داشتنِ امعاء و مداومت کینین ہیچگہ ملیریا را بر شما موقع تسلط نخواہد داد

رجا می دارم کہ حالا طبیعت شما رو بہ افاقہ و اعتدال می باشد و از خدائے پاک شبانہ روز ہمیں دعا می خواہم -

۱۷ مئی ۵۳ سالک

(۶)

عقب ریڈیو سٹیشن کراچی - ۳۰ مارچ

برادر عزیز و کرم لطف شما زیاد باد -

مرقومۂ محبت رسیدہ بود، لاکن یک گرفتاریِ مہمہ داشتم - نتوانستم پاسخ آں مرقومہ بزودی ارسال کنم - حالا کہ فارغ ہستم - ایں مکتوب می نویسم - رجا دارم کہ اگر قانونِ عسکری موقوف شود - بسلسلہ تقریبِ کتخدائی عزیزاں در اواخر اپریل بہ لاہور عازم شوم و روزے چند اقامت کنم - انشاءاللہ از زیارت آں عزیز کرم بہرہ ور شوم -

اگر کتابِ شما کہ مشتمل بر احوالِ شعرائے فارسی مرتب فرمودہ اید - شائع شود اُمید وارم کہ یک نسخہ بہ من ارزانی دارید منتظر ہستم

از اطلاعات کہ از عزیزاں لاہور معلوم می شود - اظہار می شود کہ قانون عسکری اغلباً برائے ہفتۂ چند مزید جاری می ماند - ایزد پاک اہالی لاہور را از ابتلائے بے امنی بزودی نجات دہد - دعا گوے شما سالک

(۷)

عقب ریڈیو پاکستان - مقابل مسجد زکریا کراچی ۲۲ جون

دوست صادق و رفیق شفیق آقائے سلیم لطف شما زیاد باد

گرامی نامۂ شما چند روز قبل صادر شدہ بود - لاکن بوجہ گرفتاری ہا پاسخ آں نامہ محبت در معرضِ تعویق افتاد - من بندہ خودم در کراچی خورسند نیستم - زیرا کہ مدۃ العمر " در گردِ دکان خانہ " بودہ ام و قیام دیارِ اجنبی علے الخصوص در زمانِ پیری موافق طبع من نمی باشد - لاکن مجبوری ہائے معاشی انسان کہ آوارۂ وطن می سازد - خیر - مرضیِ مولا از ہمہ اولیٰ

انشاءاللہ بعد چند روز مختصر احوالِ زندگی و عکس و چندیک غزل فارسی ارسالِ خدمت آلعزیز می کنم - امید وارم کہ مسودہ تذکرہ سخنوران فارسی قبل از اشاعت برائے معائنہ من ارزانی خواہید داشت - تا از رائے ناقص خویش مطلع کنم - شاید کہ ایں طور حزم و احتیاط بسلسلۂ ترتیبِ آں کتاب مفید باشد -

غزلے برائے " ماحول " ہم بفرستیم انشاءاللہ

رجا دارم کہ گاہے گاہے از توجہات خویش من بندہ را متشکر خواہید داشت کہ در غریب الوطنی نامہ ہائے احباب نصف ملاقات می باشد - خدا حافظ

سالک

(۸)

۹ - نگار ہوٹل کراچی ۲۲ جولائی

دوستِ مخلص آقائے سلیم لطف شما زیاد باد

نامۂ گرامی رسید و یک موج نسیم خوشگوار از خاکِ پاک لاہور آورد و بسیار خوش وقت شدم۔ بہ تقریب عید الفطر برائے ہفت ہشت روز بہ لاہور رفتہ بودم۔ لاکن نتوانستم پیش شما حاضر شوم۔ زیرا گرفتاری ہائے زیاد داشتم۔ متاسفانہ باز آمدم۔ لاکن امید دارم کہ پس از یک دو ماہ مستقلاً بہ لاہور خواہم رسید کہ از صحبت دوستانِ قدیم بہرہ بردارم۔ و بزم اربابِ دانش را ہم زندہ کنم۔ برادرِ عزیز۔ کراچی یک شہر تجارتی است۔ مردماں کثیر ہستند و "آدمیاں" کم یاب۔ آب و ہوا مضعف تن و گرفتاریہائے مردم مضعفِ روح۔ حالا شش ماہ شدہ ایں جا آمدم و برائے یک روز ہم ایں شہر را خوش نکردم مجبوراً مقیم ہستم و می خواہم کہ اگر پر و بال میسر شود۔ پرواز کردہ بہ لاہور رسم و

بہ شہر خود روم و شہریارِ خود باشم

فقط یاد دوستانِ صمیمی مثل شما ہست کہ سرمایۂ حیات است۔ دیگر ہیچ۔ خدا حافظ۔ سالک

(۹)

عقب ریڈیو سٹیشن کراچی ۲۷ اگست سنہ ۵۲

دوست محترم آقائے سلیم۔ مرحمت شما زیاد باد

دو قطعہ نامہ ہائے گرامی شما شرف صدور آورد و از مہر و ولائے آں کرم خیلے خوشنود و ممنون گشتم۔ ہمراہ ایں عریضہ بہ سبیل امتثال در احوال زندگی چند یک اشعار و عکس خود تقدیم می نمائیم۔ رجا دارم کہ شرف قبول آں صدیق محترم حاصل کند۔

ایں "خبر بہجت اثر" کہ شما شنیدید۔ کہ من بندہ رئیس ادارہ مجلہ فارسی شدہ ام۔ قطعاً غلط و بے بنیاد است۔ و بہ حقیقت ربطِ بعیدے ہم ندارد و کسے نمی داند کہ در کراچی کارِ مفوضۂ من بہ چہ نوع می باشد۔ ہمہ خیال آرائی ہا می کنند۔ کسے می گوید کہ فلانی سوانح قائد اعظم می نویسد و کسے افواہ می راند کہ ترجمۂ دستورِ پاکستان می کند۔ و حالا ایں "تصنیف تازہ" شہرہ گرفتہ است کہ ریاستِ مجلہ فارسی بہ من تفویض شدہ است۔ ایں ہمہ خرافات لایعنی ست۔

بہ آقائے صلاح الدین احمد بگوئید کہ دریں روزہا قصدِ لاہور رفتن دارم۔ البتہ بہ ماہ اکتوبر اگر ہیچ وجہ مانع نباشد۔ برائے روزے چند لاہور می آیم۔ حالا مرخصی می خواہم و از یزدانِ پاک سلامتی شما را خواستگارم سالک

(۱۰)

سیالکوٹ - ۱۶ر ستمبر سنہ ء

مکرمی ڈاکٹر صاحب - سلام مسنون !

گرامی نامہ ملا۔ یاد آوری کے لیے شکریہ۔ تین دن سے آپ کا خط سامنے رکھا ہے۔ میرے خیال میں میرا براہ راست لکھنا مفید

نہ ہوگا۔ جب تک میاں صاحب خود مجھ سے مشورہ طلب نہ فرمائیں۔ حقیقت میں یہ بھی مجھے فقط آپ کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ ان کو ایڈیٹر کی ضرورت ہے۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ میاں صاحب کے پاس اپنی درخواست بھیج دیں اور اس میں میرے متعلق لکھ دیجئے کہ میں آپ کو اچھی طرح سے جانتا ہوں مجھ سے غالباً وہ اس معاملے میں مشورہ لیں گے۔ پھر میں جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ اس سے چار باتیں زیادہ ہی لکھ دوں گا۔

خلیفہ صاحب کے تعلقات بھی میاں صاحب سے ہیں اگر خلیفہ صاحب اس میں کچھ دلچسپی لیں تو کامیابی کے امکانات زیادہ روشن ہو جائیں۔

سردست آپ چند باتوں کے متعلق مجھے مطلع فرمایئے :۔

۱۔ سابق ایڈیٹر مظہر انصاری صاحب خود الگ ہو گئے ہیں یا انھیں الگ کر دیا گیا ہے۔

۲۔ میاں صاحب آج کل لاہور میں ہیں یا مری میں۔

۳۔ کون کون صاحب اس ادارت کے لیے اُمیدوار ہیں۔

اُمید ہے آپ بخیریت ہونگے۔ میں ممکن ہے ستمبر کے مہینے دو ایک دن کے لیے لاہور آؤں۔ انشاء اللہ آپ کو اطلاع دے دوں گا۔ پھر مفصل باتیں ہوں گی۔

آپ کا مخلص صہبائی

نوٹ :۔ اب میں گرین ووڈ سٹریٹ میں نہیں رہتا ہوں بلکہ محلہ پورن نگر میں آگیا ہوں۔ یہ مکان نسبتاً بہت بہتر ہے

(۱۱)

۴۲ ۸۔ ایف ماڈل ٹاؤن لاہور۔ ۹ فروری سنہ [illegible]

مخدوم و مکرم جناب ڈاکٹر صاحب۔ تسلیم و نیاز۔ میرے ایک عزیز نے جو ماڈل ٹاؤن ہی میں رہتے ہیں نسخۂ حمیدیہ میں غالب کے یہ چند اشعار پڑھے اور ان سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔

گدائے طاقتِ تقریر ہے زباں تجھ سے — کہ خامشی کو ہے پیرایۂ بیاں تجھ سے
فسردگی میں ہے فریادِ بے دلاں تجھ سے — چراغِ صبح و گلِ موسمِ خزاں تجھ سے
نیاز پردۂ اظہارِ خود پرستی ہے — جبینِ سجدہ نشاں تجھ سے آستاں تجھ سے
اسدؔ بہ موسمِ گل در طلسمِ کنجِ قفس — خرام تجھ سے، صبا تجھ سے، گلستاں تجھ سے

یہ شعر غالب کے مروجہ دیوان میں نہیں ہیں۔ اب اُن عزیز کی خواہش ہی نہیں بلکہ اصرار ہے کہ میں اسی رنگ اور اسی زمین میں ان کو سات آٹھ شعر اور لکھ دوں۔ میری کیفیت یہ ہے کہ تمام عمر ایک مصرع تک موزوں نہیں کر سکا۔ غالب کے رنگ میں شعر لکھنے کی ہمت کیوں کر کر سکتا ہوں۔ سالک صاحب کو تکلیف دیتا، لیکن وہ کراچی چلے گئے ہیں۔ اب آپ کو زحمت دے رہا ہوں کہ از راہِ کرم اپنی اولین فرصت میں یہ درخواست قبول کیجیے اور سات آٹھ اشعار موزوں فرما کر بھیج دیجئے۔ ممنون ہونگا۔ غالب کا بلیغ اور پرشکوہ انداز نبھانا اور معنی آفریں کرنا آپ کے لیے مشکل نہیں۔ جو شخص زبانِ حافظ و خیام میں بے تکلف دادِ سخن

دے سکتا ہے اس کے لیے اردو تو بچوں کا کھیل ہے۔
آپ کئی روز سے نظر نہیں آئے۔ یارانِ ہمدم و دوستانِ باصفا کو یوں بھول جانا خدا جانے کس مذہب میں اور کس ملت میں جائز ہے۔

نیاز مند عاشق حسین بٹالوی

(۱۲)

۸۲۔ ایف ماڈل ٹاؤن لاہور۔ ۶ مارچ ۱۹۸۱ء

حضرت ڈاکٹر صاحب انوار کو پچھلے پہر آپ کی راہ دیکھتے رہے۔ نگینہ بیکری میں جانے کے متعدد فنجان خالی کیے۔ پھر گردو پیش کے قہوہ خانوں میں بھی جھانک جھانک کر دیکھا۔ آپ کہیں نظر نہ آئے پھر ایک آہ سرد اور نفسِ گرم کے ساتھ ماڈل ٹاؤن کا رخ کیا کہ آخری جائے پناہ یہی ہے

اگر وہ اشعار ہو گئے ہوں تو عنایت کر دیجیے۔ اگر نہیں تو فکرِ سخن میں اب کیا دیر ہے۔ میری عزیزہ جن کی یہ فرمائش ہے بار بار مجھ سے پوچھ رہی ہیں۔ میں ہر بار یہ کہہ کر ان کی تسلی کر دیتا ہوں کہ یادگارِ غالب ذوقِ فکر فرما رہے ہیں۔ گھبراؤ نہیں۔ باقی کیا عرض کروں۔ اللہ بس باقی ہوس۔

مخلص۔ عاشق حسین بٹالوی

(۱۳)

۸۳۔ ایف ماڈل ٹاؤن لاہور۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۸۱ء

حضرت ڈاکٹر سلیم واحد صاحب۔ جب بھی آپ یاد آتے ہیں ساتھ ہی غالبِ معجز بیاں کا یہ شعر یاد آجاتا ہے:

مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ میں
شایانِ دست و بازوئے قاتل نہیں رہا

خدا جانے آپ کی یاد کو اس شعر سے کیا نسبت ہے اس کی صحیح تشخیص تو آپ جیسا طبیبِ حاذق اور مسیحائے زماں ہی کر سکتا ہے۔ — میرے ایک دوست ریاض قریشی صاحب سیشن جج کی بیوی کا پچھلے دنوں انتقال ہو گیا ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ مرحومہ کی قبر پر کتبے کے لیے کوئی نہایت موزوں فارسی قطعہ میں کہیں سے لکھوا دوں۔ لے دے کے آپ ہی کی طرف نگاہیں اٹھتی ہیں

مصرع: خدا رکھے تمہیں تم ہو نظر پڑتی ہے عالم کی

اس لیے براہِ کرم یہ تکلیف گوارا فرمائیے گا اور دو چار روز میں فارسی کا ایک نہایت اچھا قطعہ لکھ کر فقیر کے پاس بھیج دیجئے گا۔ ریاض صاحب لکھتے ہیں کہ قطعہ کا مضمون یہ ہونا چاہیے کہ خدا مرحومہ کے مرقد پر انوارِ رحمت کی بارش کرے اور اسے بہشت بریں میں مقاماتِ بلند عطا کرے۔

باقی کیا عرض کروں۔ زندہ ہوں اور ستم ہائے روزگار کا شکار ہوں، اگرچہ شاکی نہیں۔ آپ یارانِ ہمدم و نیاز مندانِ با اخلاص کو یوں بھلا دینا کیوں کر گوارا کرتے ہیں۔

مخلص
عاشق حسین بٹالوی

عطیہ خدا بخش لائبریری پٹنہ

بنام شاد عظیم آبادی

(۱)

لاہور ۲۵ اگست ۲۴ء

مخدومی، تسلیم

آپ کا والانامہ مجھے ابھی ملا ہے - اس غائبانہ عقیدت کی وجہ سے جو آپ سے ہے یہ معلوم کر کے بڑی مسرت ہوئی کہ آپ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہمہ وجوہ خیر و عافیت سے ہیں اور باوجود پیرانہ سالی کے آپ کی لٹریری مصروفیتیں کم نہیں ہوئیں - مجھے یقین ہے کہ آپ کی تصانیف تمام ملک کے لئے مفید ہوں گی اور دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو ان کی تکمیل کے لئے دیر تک سلامت رکھے - جس تمدنی نظام نے آپ کو پیدا کیا وہ تو اب رخصت ہو رہا ہے بلکہ ہو چکا ہے لیکن آپ کی ہمہ گیر دماغی قابلیت اور اس کے گراں بہا نتائج اس ملک کو ہمیشہ یاد دلاتے رہیں گے کہ موجودہ نظام تمدن پرانے نظام کا نعم البدل نہیں ہے کاش عظیم آباد قریب ہوتا اور مجھے آپ کی صحبت سے مستفیض ہونے کا موقع ملتا - شیخ عبدالقادر صاحب مع الخیر ہیں اور خدا کے فضل و کرم سے بہت سے بال بچے ہیں - تھوڑے عرصے کے لئے ہائی کورٹ لاہور کے جج بھی ہو گئے تھے مگر اب پھر پریکٹس کرتے ہیں - آج کل لاہور سے باہر ہیں انشاء اللہ جب ان سے ملاقات ہو گی آپ کا سلام ان تک پہونچا دوں گا اور مجھے یقین ہے کہ آپ کی خیریت سن کر وہ بھی میری طرح بے انتہا مسرور ہوں گے -

امید کہ جناب کا مزاج اچھا ہو گا -

مخلص محمد اقبال لاہور

بنام مالک اخبار دار السلطنت

(۱)

۱۱- کولہ ٹولہ اسٹریٹ - کلکتہ

جنابِ مکرم

افسوس ہے کہ کثرتِ کار اور ہجوم احباب سے اتنی فرصت نہیں ملتی کہ خود حاضر خدمت ہوں - قیام پریس کی نسبت ضروری معلومات بہم پہنچ چکی ہیں اور صرف ایک گھنٹہ کا کام رہ گیا ہے - میں اس کو بھی ابھی طے کر دیتا مگر ہجومِ احباب ایک گھنٹہ کی فرصت نہیں دیتا - اس لئے آج شام کو ڈھاکہ روانہ ہوں گا اور پہلی جنوری کو یقیناً واپس آجاؤں گا - پہلی سے ۱۷ تک کافی وقت ہے اور انشاء اللہ تب جلد قیامِ پریس کی صورت ہو جائے گی -

لیکن ایک نہایت ضروری معاملہ ہے جو اس وقت اس خط کے لکھنے پہ مجبور کر رہا ہے۔ اگر ضرورتیں متقاضی نہ ہوتیں، تو میری خودداری اس خط کو لکھنے سے سخت مانع آتی۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک ماہ کی تنخواہ "متعلق اخبار" مجھے اس وقت پیشگی دے دیں۔ بشرطیکہ پیشگی دینے میں کوئی امر مانع نہ ہو۔ ڈھاکہ سے واپسی پر اخبار جاری ہو جائے گا۔ اور انشاء اللہ پہلے ماہ میں یہ رقم وضع ہو جائے گی۔

میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو اس میں عذر نہ ہوگا بالخصوص ایسی حالت میں کہ یہ پیشگی رقم اس وقت میرے لئے ایک نہایت کارآمد اور جید مفید رقم ہو گی۔

اس کے اظہار کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتا کہ آپ کی دوستانہ توجہ کا ممنون ہوں اور ممنون رہوں گا۔

ابوالکلام آزاد

بنام جناب شاہ غلام حسنین صاحب پھلواری شریف

(۱)

دفتر اخبار منادی دہلی ۱۵ مارچ ۴۷ء

برادر محترم مولانا سید غلام حسنین صاحب۔ سلام علیکم

بھائی حسین میاں صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر سے میرے گھر میں ایک ماتم برپا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو صبر دے۔ میں بھی ان کے پاس جانے کے لئے کمر باندھے تیار بیٹھا ہوں۔

شریک الم

حسن نظامی

(۲)

از درگاہ شریف دہلی ۷۸۶ یکم محرم ۱۳۷۱ھ ۴ اکتوبر ۱۹۵۱ء

پیارے بھائی شاہ غلام حسنین صاحب کی خدمت سلام مسنون یکم اکتوبر کا لفافہ آج ۴ کو ملا۔ ہجری سال کا آج پہلا دن ہے۔ اور آپ کے خط کو نوید سالِ نو تصور کر کے دل پہ رکھے ہوئے ہوں۔

میں یکم اکتوبر کو صبح پٹنہ سے روانہ ہوا اور ریل کے نامرغوب بلکہ خطرناک رفیقوں کی ہم نشینی برداشت کرتا ہوا ۲ اکتوبر کی صبح ۶ بجے دہلی پہنچا ڈاکٹر سید محمود کا اطلاعی تار وقت پر نہیں پہنچا اس لئے ریل پر کوئی موجود نہیں تھا اور میں بہت مشکل سے گھر میں آیا۔ اللہ تعالےٰ آپ سب کو صحت و سلامتی اور اطمینان و شادمانی عطا فرمائے۔ مولانا سید عزالدین میاں صاحب اور مولانا حفیظ اللہ صاحب کو سلام پہنچا دیجیے۔ بفضلہ میری صحت بہت اچھی ہے۔ کل میری سالگرہ ہے۔ حیدرآباد کے ایک شاعر مرید نے لکھا ہے:

خوشا بختے کہ سہ ربع صدی شد عمر پیرِ ما
بجا آردم بہر نوع شکر احسانِ الٰہی را
دعا کہ زمن مراز جملہ جہاں این ست
ناسوتی، خدایا زندگی او کم از کم یک صدی مارا

میں نے اس شاعر مرید کو قلم الفقرا کا خطاب دیا ہے۔

مخلص حسن نظامی

(۱)

بسم اللہ

۱۵ فروری ۱۹۶۷ء

برادر محترم وعلیکم السلام

آپ کا ایک فتویٰ در بارہ طلاق کسی رسالہ میں حال میں نظر سے گزرا تھا۔ وہ اس درجہ پسند آیا کہ رسالہ سے وہ ورق کاٹ کر اپنے فقہی لفافے میں محفوظ کر لیا۔ ماشاء اللہ و جزاک اللہ۔

مکتوب گرامی بھی اُسی فکر کا نکلا۔ میرے خیالات کا ہو بہو عکس و نقش۔ انشاء اللہ پورا مکتوب مع صدق کے تائیدی نوٹ کے نکل جائے گا۔ البتہ ہر پرچہ بہت قبل سے تیار کرنا ہوتا ہے اس لئے فوری اشاعت ممکن نہیں ہوتی تاخیر ہو ہی جاتی ہے۔ نمبر ۹ مرتب ہو کر کل جا چکا۔ اب یہ کہیں نمبر ۱۰ میں ہی نکل سکے گا۔

گھر میں علیل بہت زیادہ رہنے لگی ہیں۔ بیچ بیچ میں حالت خطرناک ہو جایا کرتی ہے۔ دعاؤں کا مستدعی ہوں

والسلام دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱)

دلکشا۔ پٹنہ۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۷ء

محترم عزیز غلام حسنین۔ سلام علیکم

مجھے گذشتہ شب کو معلوم ہوا کہ پیارے حسین میاں نے اس دنیا سے ہجرت کی! اس حادثہ جانکاہ کا واقعہ لوگوں نے جن کو خبر تھی قصداً پوشیدہ رکھا تا کہ مجھ کو صدمہ نہ ہو۔ صدمہ عظیم ہونا تو فطری تھا خواہ خبر فوراً ہوتی یا دیر میں۔ کیسا لائق گویا اور مفید شخص چلا گیا۔ مرنا تو مجھ کو چاہیئے تھا اور اس کی روز دعا ہے لیکن خدا کی مرضی اور مصلحت کون سمجھ سکتا ہے متعلقین کا کیا حال ہے؟ میری دعا اور صبر کا پیغام پہونچا دو۔

عبدالعزیز

(حیدرآباد دکن)

بنام حضرت شاہ عبدالقادر اسلام پوری

۱

جامع الفضائل والمناقب مکرمی جناب شاہ صاحب ذوالمجد والمواہب

از خادم درویشاں محمد سلیمان قادری چشتی ہدیہ سلام مسنون پذیرا فرمائید!

اما بعد

آپ کی کتاب "انوارِ ولایت" میں نے از اول تا آخر پڑھی، بجز اس کے اور کیا کہوں کہ "جزاک اللہ و جزاک اللہ ثم جزاک اللہ" آپ نے میری تمام قوم پر احسان کیا جو ایسے سادگی و خوبی سے اس تذکرہ کو مکمل فرمایا حشو و زوائد سے بالکل پاک ہے۔ خاندانی تعلّی و رفعت وغیرہ ایسی جو دوسرے خاندان کی دل شکنی کا باعث ہو اس سے بالکل معرا۔ خاندان منعمیہ سراپا نعمت کی شاخوں کو جس طرح سے آپ نے یکجا کیا ہے۔ اس سے پہلے میری نظر سے نہیں گذرا۔

صفحہ ۴۵ میں جو حضرت مخدومی حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کی زبان مبارک سے جو واقعہ منقول ہے وہ حضرت موصوف کی زبان مبارک سے خود میں نے بھی سنا تھا اور میرے حضرت ماموں صاحب قبلہ یعنی جناب مولانا شاہ صفی اللہ صاحب قدس سرہ العزیز اس پر اضافہ کر کے یوں فرماتے رہتے کہ " اگر ایک نعرہ وہ اور کرتے تو ان کی روح پرواز کر جاتی اور پھر جسم کی طرف عود نہیں کرتی"، اور فرماتے تھے کہ اس وقت تمام مسجد نبوی میں اس نعرہ کا اثر نہایت ہی پُر زور تعدی کے ساتھ پھیلا ہوا تھا۔ رحمۃ اللہ علیہم ونور قلوبنا بفیوضاتہم۔ ع

تہی خمخانہا کردند و رفتند

میرے مخدوم! میری یہی رائے ہے کہ ہم تمام پیرزادے اور مشائخ اپنے بزرگوں کے احوال کو الف لیلہ کی کہانی اور داستان امیر حمزہ نہ بنائیں، بلکہ سچائی اور سادگی کے ساتھ قلمبند کر کے قوم میں پیش کریں۔ جس سے اخلاقی حالت ہماری درست ہو۔ کیونکہ حضرت جنید نے فرمایا ہے۔ "التصوفُ ھوالخُلق" تو گویا جو لوگ تصوف کا دامن پکڑے ہوئے ہیں ان پر خُلق عظیم کی اشاعت واجبات سے ہے۔ فقط والسلام

آپ کا نیاز مند قدیم محمد سلیمان قادری چشتی کان اللہ عنہ از پھلواری ضلع پٹنہ

کاتب حروف خاکسار حسن تسلیم عرض کرتا ہے۔

بشرط ملاقات جناب مولوی محمد رفیق صاحب و جناب حکیم ابوالحسن[1] صاحب کو میری جانب سے تسلیم فرما دیں گے۔

(لہ مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم کے والد ماجد۔ غلام حسنین) (یہ مکتوب جناب شاہ ابوالبرکات صاحب موجودہ سجادہ نشین اسلامپور نے مجھے ۲۰ ؍ صفر ۱۳۸۵ھ کو اپنے ہاتھ سے اسلامپور میں ہی عنایت فرمایا۔ غلام حسنین سلیمانی غفرلہ)

بنام شاہ حسین میاں پھلواری شریف (۱)

مکرم و معظم حضرت شاہ صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ!

باطل شکن کا ایک نسخہ کل وصول ہوا شکریہ۔ وہابیوں کے عقائد پر اچھی تنقید ہے۔ مختصر ہے مگر مؤثر ہے محکم ہے، بعض نکات نادر ہیں، جوابات میں جہاد کا رنگ ہے۔ جنگی نام باطل شکن اسی اعتبار سے موزوں ہے۔

اس سے قبل ایک خط اور خط کے ساتھ کتابوں کا پارسل روانہ کیا تھا۔ وصول ہوا ہو گا۔ اتفاق سے ایک بات جو آپ نے پچھلے خط میں دریافت فرمائی تھی۔ لکھنے سے رہ گئی، بعد کو خیال آیا، اس لئے اب لکھتا ہوں۔

میلاد شریف کا معاملہ یہ ہے کہ یہاں مہدویوں کی اچھی خاصی جماعت ہے جس میں نواب بہادر یار جنگ بھی شامل ہیں۔ یہ جماعت حضرت سید محمد جونپوریؒ کو مہدی مانتی ہے۔ اور گرچہ شاید صریحاً ان کو نبی نہیں کہتی تاہم عقیدۃً ان کو رسول اللہؐ کے ہم پلہ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مانتی ہے۔ اور اپنے طرز پر تاویلات کرتی ہے۔ قادیانیوں سے ملتے جلتے عقائد ہیں۔ البتہ عقائد کی عام اشاعت نہیں کی جاتی، بلکہ ایک حد تک عقائد مخفی رکھے جاتے ہیں۔

البتہ جس طرح قادیانی من حیث الجماعت مسلمانوں کے خلاف سیاسی سازشیں کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں۔ اس جماعت کا یہ عمل نہیں ہے۔ اور چونکہ نواب بہادر یار جنگ مسلمانوں کی سیاسیات میں شامل ہو گئے ہیں۔ اور نمایاں حصہ لے رہے ہیں مسلمانوں نے بھی تفریق کو نظر انداز کر دیا، اور ان کو اپنا سرگروہ بنا لیا۔ مولوی ابوالحسن سید علی صاحب کا بھی یہی معاملہ ہے۔ وہ بھی مہدوی ہیں۔ مگر مسلمانوں میں لیڈر مانے جاتے ہیں۔ اور ہر دلعزیز ہیں۔

جب سے قادیانیوں کا بھانڈہ پھوٹا۔ وہ دینیات، اسلامیات اور سیاسیات میں بہت نامور ہو گئے۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں کے علی الرغم نواب بہادر یار جنگ قادیانیوں سے میل جول بڑھا رہے ہیں۔ بلکہ واقف لوگ ساز باز کا شبہ کرتے ہیں۔ اس سے مسلمانوں میں بددلی پیدا ہو رہی ہے۔ توجہ بھی دلائی گئی۔ مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ خدا کرے آئندہ سمجھ آئے۔ میں تو سیاسیات سے الگ تھلگ رہتا ہوں۔ تاہم میرا جو علم تھا، آپ کو لکھ دیا۔ لیکن یہ بات آپ ہی تک رہے۔ باہر نہ جائے۔

بات کہاں سے کہاں پہنچی۔ میلاد شریف کا قصہ یہ ہے کہ یہاں ایک سرکاری جنتری شائع ہوتی ہے۔ جس میں تعطیلات بھی درج رہتی ہیں۔ تعطیلات کے سلسلہ میں دوازدہم شریف۔ یازدہم شریف۔ فاتحہ۔ عرس۔ یہ اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کی تعطیل میں لفظ "ولادت" استعمال ہوتا ہے۔ تاکہ میلاد مبارک سے امتیاز رہے۔ لیکن اپنے اثرات اور مسلمانوں کی عدم توجہی سے فائدہ اٹھا کر اسی جماعت نے سرکاری جنتری میں حضرت سید محمد جونپوری کی تعطیل میں لفظ "میلاد شریف" درج کرا لیا۔ حالانکہ کم از کم حیدر آباد میں لفظ میلاد شریف رسول اللہ کے واسطے مخصوص رکھتے ہیں، حتیٰ کہ حضرت علیؓ کے واسطے لفظ ولادت استعمال کرتے ہیں کہ اصطلاحات میں بھی فرق مراتب

ملحوظ رہے ۔ اول خانگی طور سے مہدوی جماعت کو اس فرق پر توجہ دلائی گئی ۔ لیکن جب وہ راضی نہ ہوئی تو حکم ہوگیا کہ سرکاری جنتری میں لفظ "میلاد شریف" درج نہ ہوگا ۔ مہدوی اپنے طور پر لکھیں تو وہ جانیں ۔

علیٰ ہذا جو نظم رسول اللہ کی توصیف میں لکھی جاتی ہے ، وہ نعت کہلاتی ہے لیکن مہدوی لوگ سید محمد جونپوری کی منظوم توصیف کو بھی نعت کہتے ہیں ۔ حالانکہ مسلمانوں کی اصطلاح میں ایسی نظمیں منقبت کہلاتی ہیں ۔ یہاں بھی فرق مراتب مقصود ہے ۔

چونکہ آپ نے دریافت فرمایا تھا ۔ بنظرِ خلوص میلاد شریف کی بحث کے اندر دن قصہ اپنے علم کی حد تک لکھ دیا ۔ ورنہ مجھے اپنے ہی کاموں سے فرصت نہیں ملتی ، میں سب سے الگ رہتا ہوں ۔ باایں ہمہ ادب ہمہ ۔ آپ بھی میرے حوالے سے اس کا تذکرہ نہ فرمائیں ۔ سنا ہے مہدوی جماعت کوشش کر رہی ہے کہ کچھ فتوے میلاد شریف کے متعلق اپنے موافق حاصل کرے ۔ مگر بے سود ۔ سوال مقامی رواج اور سرکاری اندراج کا ہے ، سو وہ صاف ہے ۔ والسلام

۲۲/۲/۴۰

الیاس برنی

(۱)

۲۵ ، وکٹوریہ روڈ ۔ کلکتہ

۱۰ ، جون ۱۹۵۱ء

نمبر ایچ ۔ ایم ۔ (آئی) ۔ ۵۷/۱/۵۱

مکرمی

السلام علیکم ۔ آپ کا عنایت نامہ مجھے مل گیا ہے ۔ اپنی جانب سے اور ممبرانِ بزم اکبر کی جانب سے آپ کی غائبانہ کرم فرمائی کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جو لطائف آپ نے تحریر فرمائے ہیں وہ اکبر مرحوم کی سوانح میں درج کئے جائیں گے جس کی ایک کاپی انشاء اللہ آپ کو بزم کی جانب سے ہدیتاً ارسال کی جائے گی ۔ اسی طرح کلیات کی کاپیاں جوں جوں چھپتی جائیں گی آپ کی خدمت میں ہدیتاً پیش کر دی جائیں گی ۔

اگر حضرتِ اکبر کے کوئی اور لطائف یا خطوط بھی آپ کے پاس محفوظ ہوں یا معلوم ہوں تو وہ بھی تکلیف فرما کر ارسال فرمایئے گا نہایت مہربانی ہوگی ۔

آپ کی کرمفرمائی کا دوبارہ شکریہ ۔

نیاز مند

نذیر احمد خاں

(سابق وزیر صنعت پاکستان)

بہ خدمت

جناب غلام حسنین صاحب چشتی سلیمانی

خانقاہ سلیمانیہ ۔ پھلواری شریف

ضلع پٹنہ صوبہ بہار

بنام عبدالماجد دریابادی

بمبئی ۵؍ دسمبر ۲۳ء

برادرم ماجد میاں السلام علیکم

آپ کا خط سہارنپور سے ملا۔ شاید پیر میں سمجھوں کہ محمد علی کے مرنے کے بعد سے اسلام بھی مرگیا اور اس کے ساتھ ساتھ ماجد میاں بھی[1]۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ اسلام زندہ ہے اور آپ بھی۔ مجھے بتائیے کہ آپ کی حیات و زلیست سے مجھے کیا فائدہ! ہم سب اس وقت جس دور سے گزر رہے ہیں اسے آپ خود کماحقہ جانتے ہیں۔ چاروں طرف ہجوم ابتلاء و آلام ہے۔ مجھ ضعیف و ناتواں سے جو کچھ ہوسکتا ہے اس میں دریغ نہیں کرتا۔ تنہا ہوں اور خدا کا بھروسہ ہے۔ آپ کا ہونا میرے کس کام کا! جب آپ میرا ہاتھ نہ بٹا سکتے ہوں۔ پیری و مریدی کرنا نہیں اور نہ میں تھانہ بھون[2] جانا چاہتا ہوں۔ پھر آپ بتائیے میں کیا کروں۔ آپ سنٹرل خلافت کمیٹی کے ممبر ہیں۔ لیکن اس کے اجلاسوں میں شرکت نہیں کرتے نہ ہمیں مشورہ دیتے ہیں اور نہ ہمارے ساتھ کام ہی کرتے ہیں۔ محمد علی مرگیا اور جس کام کی داغ بیل پڑ چکی ہے اس کا کام ماجد ہی کو کرنا ہے اور تاحرکت یک تار نفس لتے کرنا ہوگا۔ از برائے خدا اٹھئے اور ہمارے کام میں شریک ہوکر، اپنے مشوروں اور قابلیت سے ہماری مدد کیجئے۔ خلافت کانفرنس کی تاریخیں ۱۵ اور ۱۶ دسمبر ہیں۔ میں لکھنؤ ۱۳ دسمبر کو پہنچ رہا ہوں، آپ وہاں آئیے اور ضرور آئیے مجھے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ میں اس مرتبہ آپ کی شرکت کے متعلق کوئی عذر نہیں سنوں گا۔ آپ آئیں اور ضرور آئیں۔ اپنے سو کام چھوڑ کر آئیں ورنہ مجھے شکایت ہوگی۔ میں زبانی آپ سے ذرا سختی سے گفتگو کروں گا۔ آپ اسلام کے لئے جہاد کے میدان سے گریز کرتے ہیں۔ آج الحاد اور بے دینی کا زور ہے اور ہر مسلمان کو اپنے اپنے دائرہ میں رہ کر اس کے حتی الوسع خدمت کرنا ہے۔ میں اور کیا لکھوں آپ سب سمجھتے ہیں۔

آپ کا پریشان بھائی

شوکت علی۔ خادم کعبہ

---

[1] میں عملی کاموں میں دوڑ دھوپ اور اس خیر کی تحصیل کی اہلیت یوں ہی نہیں رکھتا تھا۔ پھر مولانا محمد علی رح کی وفات کے بعد تو رہی سہی سکت بھی ان معاملات میں جواب دے چکی تھی اور یہی میں نے مولانا شوکت علی کو ان کے پیہم تقاضوں کے جواب میں لکھ بھیجا تھا۔ یہ عتاب نامہ اسی کے جواب میں ہے۔

[2] میری آمد و رفت اب کئی سال سے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں ہو رہی تھی اور ان کا دل سے معتقد و گرویدہ ہو چکا تھا۔ قصبہ تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر، متصل سہارنپور)، حضرت حکیم الامت کا وطن و مستقر تھا۔ (عبدالماجد)

اصغر گونڈوی

اردو مرکز لاہور
۱۱ راگست ۴۶ء

مکرم السلام علیکم۔

لکھنؤ سے واپسی پر ایسی مشغولیتیں رہیں کہ حسب وعدہ آپ کو خط نہیں لکھ سکا۔ مرکز کی جانب سے مطبوعہ معروضات بھی ارسال ہیں لیکن اس کے علاوہ کچھ اور عرض ہے:

اردو مرکز کے متعلق میں نے زبان سے کچھ عرض کر دیا تھا اور اتنے دنوں کے تجربے کے بعد بھی میں یہی سمجھ سکا ہوں کہ تجارتی اغراض کے ماتحت اردو کی خدمت مقصود ہے اس وقت جتنے لوگ مرکز میں مستقل طور پر کام کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ یہاں کے مقامی لوگ بھی کچھ اُجرت پر اور کچھ آنریری طور پر اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں۔

میری ذاتی خواہش یہ ہے کہ کچھ آپ بھی کام کریں۔ مقاصد چونکہ وسیع سے وسیع تر ہیں، اس لئے آپ اپنے مذاق اور پسند کے موافق کوئی کام تجویز فرمائیں۔ آپ کی ادبی قابلیت و شہرت یہاں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کوئی کام تجویز فرمائیں تو میں یہاں اُجرت کے متعلق گفتگو کروں۔ اس لئے کہ کام کی نوعیت کے اعتبار سے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اجرت کا مسئلہ مطمئن رہیے کہ صیغۂ راز ہی میں رہے گا۔ اور آپ کا اسمِ گرامی اراکین اُردو مرکز کی فہرست میں درج ہوگا۔

میری ایک خواہش اور ہے وہ یہ کہ اگر کوئی صاحب آپ کے علم میں ایسے ہوں جو یہاں آسکیں۔ ان کا مجھے پتہ دیجئے۔ وسیع النظری کے ساتھ لکھنے پڑھنے کا صحیح مذاق رکھتے ہوں۔ "صحیح مذاق" سے میری غرض "ادب لطیف" نہیں بلکہ سنجیدہ طور پر نظم و نثر کے حصہ پر تنقید و تبصرہ کہہ سکتے ہوں۔ تنخواہ عہ سے لے کر للعہ تک دی جا سکتی ہے۔ اگر ان کو کام کا شوق ہوگا تو اس کے علاوہ اُجرت سے بھی وہ بہت کچھ پیدا کر سکیں گے۔ لیکن ان کے ادبی مذاق پر آپ کو اطمینان ہونا چاہیئے۔

"معارف" میں مولوی عبدالسلام صاحب نے "نشاطِ رُوح" پر ریویو کیا ہے۔ معائب و محاسن کے ذکر پر غالباً ان کو یہی اندیشہ رہتا ہے کہ ان کے قلم کی جنبش لوحِ محفوظ تک پہونچتی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہی سطریں کسی کی قسمت بن جائیں۔ ایک فقرہ اور بہت پُر لطف ہے۔

"محاسن کا ذکر دیباچہ نگاروں نے کر دیا ہے۔ معائب لکھنؤ کے ادبی مرقعوں نے دکھلا دیئے ہیں۔ لیکن ان دو زبانوں سے ہٹ کر بھی کچھ "نشاطِ رُوح" پر بحث ہو سکتی تھی، جس کے لئے فرصت درکار ہے۔"

معائب و محاسن کو چھوڑ کر اگر کوئی "نفی" محض کی شکل کی تحریر ہو سکتی ہے تو اس کے لئے ان کا موجودہ مضمون کافی ہے فرصت و اطمینان کی ضرورت کیا ہے۔

خیر، آمدِ سخن میں یہ چند سطریں قلم سے نکل گئیں ورنہ "نشاطِ روح" پر جو کچھ رائے زنی ہو رہی ہے، مجھے صرف اس کا

تماشائی ہی رہنا چاہیے اور بس۔

نیاز آگیں
احقر اصغر
مہتمم اُردو مرکز۔ انار کلی۔ لاہور

(۲)

ہندوستانی اکیڈمی۔ الہ آباد
۱۲ر نومبر ۳۶ء

مجتی و مکرمی السلام علیکم۔

نامۂ محبت صادر ہوا۔ تعجب ہے کہ اب تک آپ کو بھی میرے حالات ہی نہیں معلوم ہوئے!

آپ کو یہ تو یاد ہی ہوگا کہ ہندوستانی اکیڈمی میں ایک اردو اور ایک ہندی رسالہ نکلنے والا تھا۔ اس کے لئے اشتہار دیا گیا تھا۔ سیکڑوں درخواستیں آگئی تھیں۔ مجھے بھی بعض احباب نے مشورہ دیا کہ

اک نامہ تو بھی پیشکش صبح گاہ کر

چنانچہ میں نے بھی درخواست دے دی تھی۔ اب بیچ کے واقعات کو چھوڑئیے۔ مختصر یہ کہ میرا تقرر اس جگہ پر ہوگیا۔ انڈین پریس سے اب میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تنخواہ ڈیڑھ سو مقرر ہوئی۔ دس روپیہ سالانہ ترقی۔ ڈھائی سو تک۔ کیفی صاحب بدستور اپنی جگہ پر ہیں۔ ان کا اس انتظام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

میرا تقرر تو خیر خدا خدا کرکے ہوگیا۔ لیکن رسالے کے لئے مضامین کا مسئلہ نہایت اہم نظر آرہا ہے۔ مضمون نگاری عام طور پر ایک سرسری جنبش قلم پر موقوف ہے، لیکن اس طرح کی چیزیں اکیڈمی کے ایک سہ ماہی رسالہ میں نکلیں تو پھر کیا بات رہ گئی۔ لوگ محنت کرنا پسند نہیں کرتے اور صرف "حیاتِ معاشقہ" ایسے سطحیات پر ٹرخا دینا چاہتے ہیں۔ ہندی کی طرف دیکھتا ہوں کہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے مضامین آرہے ہیں۔ بڑے بڑے پروفیسر ہیں جو اپنے فکر و مطالعہ کے نتائج شوق سے بھیج رہے ہیں۔ یہاں لوگوں کی خوشامدیں کی جا رہی ہیں۔ مگر کوئی صاحب توجہ نہیں فرماتے۔ اور تو اور یہ اعظم گڈھ والے حضرات بھی بالکل خاموش ہیں۔ خط کا جواب تک دینا گوارا نہیں۔ مضمون بھیجنا تو درکنار۔ میں متحیر بھی ہوں اور مشوش بھی کہ کیا کروں اور کیا ہوگا؟ خیال تھا کم سے کم ایک مضمون جسے مضمون کہا جا سکتا ہے، آپ سے مل جائے گا۔ مگر آپ کی مصروفیتوں کو دیکھ کر نہ کچھ کہا جاتا ہے اور نہ خاموش بیٹھا جاتا ہے۔ رسالے کا مسودہ دسمبر میں پریس میں دیا جائے گا۔ یوں تو پانچ چھ مضامین موجود ہیں، مگر ان میں سے بمشکل دو ہی تین "مضمون" ہیں۔ (وہ بھی اس وجہ سے کہ ان سے بہتر کوئی اور مضمون سامنے نہیں ہے۔)

مجھے یاد پڑتا ہے کہ آپ نے ایک سلسلہ مضامین "سہیل"[1] میں شروع کیا تھا، شاید "ہندوؤں کے کارنامے اردو ادب میں"

---

[1] رسالہ سہیل۔ یہ رسالہ رشید احمد صاحب صدیقی کی ادارت میں علی گڈھ میں نکلتا تھا۔

(ٹھیک ٹھیک عنوان یاد نہیں، مگر کچھ اس طرح کا مفہوم تھا) غرضکہ یہ یا اور کوئی علمی اور ادبی عنوان تحریر فرما کر ایک مضمون تو شروع کر ہی دیجیئے۔ ممکن ہے رسالے کی اشاعت میں مذکورہ حالات کی بنا پر کچھ التوا ہو جائے اس وقت یہ مضمون کام میں لایا جا سکے گا ورنہ پھر آئندہ اشاعت میں۔

"تلاشِ حق"[1] پر ریویو کے مسئلہ پر میں نے غور کیا۔ مہاتما گاندھی کی ذات میرے خیال میں ایسی ہے کہ موافقت و مخالفت کی ہر آواز اس رسالہ کے لئے فتنہ ہوگی۔ اور اگر کتاب کے نفسِ مضمون سے نہ بحث کی جائے تو پھر صرف ترجمے کے معائب و محاسن سے بحث رہ جاتی ہے اور وہ بالکل فضول ہے۔ بہر صورت ریویو کے لئے کچھ آپ بھی سوچیئے، اور میں بھی سوچوں گا۔ کوئی کتاب اگر تجویز پا گئی تو وہ منگوا کر آپ کی خدمت میں بھیج دی جائے گی۔ لیکن رسالہ کے مضامین کے متعلق تو میں اس قدر پریشان ہوں کہ کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ صرف آپ سے اس وقت شرفِ تخاطب حاصل ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ آپ سے زیادہ اصرار کرنا حماقت ہے، تاہم جی یہی چاہتا ہے کہ بار بار یہی عرض کئے جاؤں کہ "مضمون دیجئے اور جس طرح ممکن ہو دیجئے"۔

والسلام

احقر اصغر

منشی افتخار عالم مارہروی

۲۹ اکتوبر ۱۹۱۶ء
یکم محرم ۱۳۳۵ھ

مکرمی - افتخار نامے کا شکریہ

معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبدالحق منقولی دعوت کا استخارہ دیکھ رہے ہیں۔ میں نے جلسۂ لکھنؤ کے متعلق ان سے دریافت کیا تھا مگر ہنوز جواب نہیں آیا۔ غالباً دورے میں ہوں گے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ظفر الملک (الناظر) استخارہ کو واجب کرنے کے لئے اورنگ آباد دوڑے گئے ہیں۔ مولوی سید سلیمان ندوی آخر دسمبر میں مجھے لکھنؤ بلاتے ہیں۔ آپ کی کشش کیا کم تھی۔ اب دو قوتیں ہو گئیں۔ لکھنؤ اول تو خود اپنی طرزِ معاشرت میں ایک دلچسپ مقام ہے اور جب وہاں انجمن ترقی اردو اور کانگریس بھی ہو تو وہاں کی چہل پہل کا کیا کہنا!

آپ نے کچھ سنا۔ عرفِ عام میں نیشنل کانگریس جس کو کہتے ہیں وہ اپنے اصل معنوں میں مذبح مسلم ہے۔ میں اب اس کی طرف سے بہت بد عقیدہ ہو گیا ہوں۔ اس کے اگر تمام نہیں تو اکثر رزولیشنوں میں ذبح مسلم کے لئے زہر کی چھریاں پوشیدہ ہیں۔

---

[1] گاندھی جی کی خود نوشت سوانح کا اردو ترجمہ از ڈاکٹر سید عابد حسین۔

(عبدالماجد)

"زودِ پشیمان"[1] جلد بھیجئے۔ میں اس کو شوق سے پڑھوں گا۔ اور کیوں صاحب، ڈراما سے پہلے جو کچھ آپ لکھ چکے ہیں وہ۔ واجد علی شاہ کی کتاب کے متعلق میں نے خواجہ عشرت کو خط بھیجا ہے، جو کچھ وہ لکھیں گے اس سے آپ کو بھی مطلع کروں گا میں نے کتاب سے جو ٹکڑا نقل کر کے بھیجا ہے وہ نسبتاً متانت سے گرا ہوا نہیں ہے۔ مگر کتاب کے بعض حصے تامل سے پڑھے جاتے ہیں۔ وہ فحش کے درجہ تک تو البتہ نہیں ہیں۔ مگر اس سے لگ بھگ ضرور ہیں۔ بہر حال اس کا فیصلہ کہ کتاب طبع ہو یا نہو، دسمبر میں ہوگا۔

سید اکبر حسین الٰہ آباد سے ہجرت کر کے لکھنؤ آ گئے۔ انہوں نے اپنے شوق سے ہجرت کی ہوگی۔ میں بھی ہجرت کرنے والا ہوں میری ہجرت روحی فداک اپنے جد کی سی ہوگی، بعض ابنائے وطن ناحق ناروا مجھے ستاتے ہیں اور باز نہیں آتے۔ ہجرت کا ارادہ مصمم ہے مگر جائے ہجرت، نامعلوم میری بیوی چاہتی ہیں کہ میں بوریا بستر باندھ کر آرہ ان کے مائیکہ چلا جاؤں۔ میں اپنے اصلی وطن بلگرام جانا چاہتا ہوں، بعض احباب علی گڈھ کا نام لیتے ہیں۔ بعض حیدر آباد کا۔ آپ فوراً "لکھنؤ" کا نام لے دیجئے۔ چونکہ بعض حالات زیر تصفیہ ہیں اور جب تک ان کا تصفیہ نہوگا ہجرت نہیں کر سکتا، اس لئے۔ انتخاب مقام کا بھی اچھا موقع ہے۔

یہ میرا بڑا پرانا خیال ہے، ایک بیاض ایسی تیار کی جاتے جس میں ہندوستان کے مشاہیر کی خاص دستخطی تحریریں ہوں۔ ان تحریروں کے حاصل کرنے کی بہت سی سبیلیں ذہن میں آئیں، لیکن سہل تر صرف یہ ترکیب سمجھ میں آئی ہے۔ ایک سادہ کتاب اپنے ساتھ رکھوں اور مثلاً میں لکھنؤ آؤں اور آپ سے ملاقات کروں تو کسی خاص وقت میں وہ کتاب پیش کروں اور درخواست کروں کہ آپ اپنے قلم سے جو کچھ بھی مناسب سمجھیں ایک صفحہ پر لکھ دیجئے۔ ممکن ہے کہ فی الحال ایسا مجموعہ قدر کی نگاہوں سے نہ دیکھا جائے، لیکن ایک زمانہ گذر جانے کے بعد یہ بیاض ایک بڑی قیمتی چیز ہوگی۔ فرمائیے آپ کی کیا رائے ہے؟ سر سیدؒ زندہ تھے، جب اس مجموعہ کا خیال پیدا ہوا تھا، لیکن آپ دیکھتے ہیں وہ چل دیتے اور ان کے بعد کتنے اور قابل قابل لوگ اُٹھ گئے۔ اگر میں اب بھی آمادہ نہوا تو انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تحریر المعاصرین یا تحریر المشاہیر اس قسم کے نام سمجھ میں آتے ہیں۔ کوئی اچھا نام تجویز کیجئے۔

والسلام

افتخار

(۲)

۲۷ نومبر سنہ ۲۱ء

افتخار نواز!

کارڈ مورخہ ۱۸ نومبر موصول ہو کر باعثِ شکر گزاری ہوا۔ حضرت امیر خسروؒ کے ہندی کلام کی ابتدائی تلاش میں اوّل اوّل مجھے قوّال ملے۔ مگر اس دلچسپ گروہ سے بہت ہی معمولی امداد ملنے کی توقع ہے۔ گنتی کی چند چیزیں ہیں جو ان لوگوں کے فضا کے ذہن

---

[1] سنہ ۱۵ء میں یعنی عمر کے تیئسویں سال میں ایک ڈراما اسی نام سے میں نے اپنے نام کے اخفاء کے ساتھ شائع کیا تھا۔ (عبدالماجد)

سے موسیقی کی بسم اللہ بن کر نکلتی ہیں۔ زمانے کے امتداد نے قوالوں کے حافظے پر بھی اثر ڈالا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہی ایک قول یا ٹھمری یا دوہا یا اور کچھ دو چار مختلف صوبوں کے مختلف قوالوں سے اگر آپ سنتے ہیں تو کچھ نہ کچھ اختلاف ضرور پاتے ہیں۔

آپ نے مجھے بڑی اچھی بات سنائی کہ مولانا محمد حسین الہ آبادی کا قوال اب آپ کا قوال ہے اور اس کو امیر خسرو کا ہندی کلام بھی یاد ہے۔ کیا براہِ کرم آپ اتنی تکلیف گوارا کر سکتے ہیں کہ امیر خسرو کی جتنی ہندی چیزیں اس کو یاد ہوں نقل کر کے بھیج دیں۔

اس تلاش کے سلسلہ میں ایک چیز اور بھی دیکھنے کے قابل ہے وہ ہندوستان کے صوفیوں کے کشکول ہیں۔ میں نے اپنے خاندان کے دو ایک کشکول اسی خیال سے دیکھے اور مجھے اس میں تھوڑی بہت کامیابی بھی ہوئی۔

”حضرت امیر خسرو کے ہندی اور فارسی کلام کی تاثیر کا موازنہ“ تاج خسروی کا ایک عنوان ہے۔ سرسری طور پر یادداشت کے لئے دو چار اہم مضمون اشعار کا موازنہ کیا گیا ہے۔ باقی کچھ ہندی ہی کے ہاتھ معلوم ہوتی ہے۔

حضرت امیر خسرو کی سوانح عمری کو تو میں کہہ نہیں سکتا، البتہ ان کے کلام پر تبصرہ میرے خیال میں امیر خسرو کے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں کر سکتا۔ ان کے کلام میں اس قدر جواہر پارے بھرے پڑے ہیں کہ جب تک امیر خسرو کی ہمہ دانی کو عینک نہ لگائی جاتے، نظر نہیں آ سکتے۔

کوئی صاحب اگر خفا نہ ہوں تو میں یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ مولانا شبلی نے صرف قدما کے خیالات کو نہایت اختصار کے ساتھ اپنی اردو میں قلمبند فرما دیا ہے۔ مولانا نے پرانے تذکرہ نویسوں کی اتنی تقلید کی ہے کہ جو غلط تاریخی واقعات تذکروں میں بلا تحقیقات درج تھے، وہی اپنے بیان خسرو میں درج کر دئیے ہیں۔ مثلاً تذکروں میں ہے کہ مغلوں نے امیر خسرو کو بلخ میں قید کر دیا تھا۔ حالانکہ خود امیر خسرو ایک جگہ اپنے آپ کو تبریز میں اسیر بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں ؎

خسرو خستہ کہ ماندہ است بہ تبریز اسیر
آہ گر زد خبرے سوئے خراساں نہ رود

اس قسم کی چند تاریخی غلطیاں اور بھی معلوم ہوتی ہیں، مگر ”خطائے بزرگاں گرفتن خطاست“

خدا کرے آپ کی دعا میرے حق میں پھولے پھلے، لیکن اپنی لاعلمی اور جہالت سے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تاج خسروی، ناکامیاب کتاب ثابت نہ ہو۔

آپ نے یہ نہ لکھا کہ آپ کس علمی مشغلہ میں مصروف ہیں؟ امیر خسرو کے ہندی کلام کے ساتھ اپنے قوال کا نام اور وطن اور عمر بھی ضرور لکھیئے گا اور جن بزرگوں کی صحبت میں وہ رہا ہو ان کی طرف بھی مختصر اشارہ ضرور ہو۔ والسلام

افتخار عالم

منشی دھنپت رائے

ہیوٹ روڈ لکھنؤ۔ ۳ اکتوبر ۱۹۳۵ء ——— جناب محترم بندہ تسلیم۔ یاد آوری کا ممنون ہوں۔ آپ نے

جوگان ہستی کی تنقید نہ فرمائی۔ کسی دوسرے شخص پر یہ کام چھوڑ دیا، یہ آپ نے میرے ساتھ ظلم کیا۔ اس کی تنقید آپ ہی کر سکتے ہیں جو اسپرٹ کے رازدان ہیں۔ دوسرے ٹرز اور کسر کسٹر وغیرہ ہی تک رہ جائیں گے، اس پر فلسفیانہ نگاہ ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت فرصت نہ تھی نہ سہی، آیندہ سہی۔

آپ نے جس ڈراما کا ذکر فرمایا ہے وہ عرصہ سے میرے ذہن میں ہے مشکل یہ ہے کہ جس قسم کا ڈراما آج کل اسٹیج پر مقبول ہوتا ہے۔ وہ میں نہیں لکھ سکتا۔ وہ تُک بندیاں اور قافیہ بندیاں اور گیت وغیرہ پھر سب سے بڑھ کر کمپنیوں کی خوشامد ایک بھی میرے قابو کی بات نہیں۔

اس کے ہمراہ اپنی چند ناچیز کہانیوں کا ایک مجموعہ موسومہ بہ خاکِ پروانہ ارسالِ خدمت کرتا ہوں۔ قبول فرمائیں۔ ہاں بازارِ حسن بھی دارالاشاعت سے ہی ملے گی۔

احقر

دھنپت رائے (پریم چند)

عبدالسلام ندوی

مجی تسلیم! جوازِ اسٹرائک پر ایک فتویٰ لکھ رہا ہوں، ۴۰ صفحے کامیابی کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ آپ سے انگریزی ماخذ کے متعلق حسبِ ذیل امداد کی توقع ہے:

(۱) یورپ میں تعلیمی اسٹرائیکوں کی تعداد؛

(۲) تحقیقات کے ذریعہ رفعِ شکایات کا طریقہ، اخراج اساتذہ۔

(۳) ماہرینِ تعلیم یورپ کی جواز و عدم اسٹرائیک پر رائے۔

آمادگی و عدم آمادگی اس پتہ ذیل سے مطلع فرمائیے۔ معلوماتِ حاصلہ کلکتہ سے اوائل جولائی میں منگاؤں گا، نام کتاب، نام مصنف، حوالہ صفحہ بھی ضروری ہیں۔ والسلام

آپ کا مخلص عبدالسلام

علاؤ الدین پٹی۔ ڈاک خانہ طبریا گنج ——— ضلع اعظم گڈھ

۲۰ جون ۱۹۱۴ء

(۲)

مجی تسلیم! طلاق کے متعلق میں نے آپ سے جو معلومات و اعداد و شمار مانگے ہیں، وہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا مطبوعہ کیمبرج میں لفظ ڈائیورس کے تحت ہی ملیں گے۔ اس امر کا فیصلہ کہ کونسی باتیں دلچسپ اور ضروری ہیں، آپ سے بہتر کون کر سکتا ہے۔ مجھے طلاق پر ایک مضمون لکھنا ہے۔ والسلام۔

عبدالسلام از بمبئی ۲۲ جولائی ۱۹۱۳ء

(۳)

مکرمی۔ السلام علیکم

میں اقبال پر ایک نہایت جامع اور مفصل کتاب لکھنا چاہتا ہوں اور اسی غرض سے اقبال کے کلام کے علاوہ ان تمام تصنیفات و مضامین اور لٹریچر کو پڑھنا چاہتا ہوں جو اقبال کے متعلق اُردو اور انگریزی میں فراہم ہو گیا ہے۔

اب تک اس سلسلہ میں مَیں نے حسب ذیل مضامین اور رسالوں کا مطالعہ کر لیا ہے۔

(۱) روحِ اقبال (۲) جوہرِ اقبال (۳) پیغام حق ۲ نمبر (۴) مناعِ اقبال (۵) اقبال کا مطالعہ (۶) اقبال اور اس کا پیغام (۷) اقبال اور قرآن (۸) اقبال کی شاعری (۹) اقبال اور اکبر کی پیش گوئیاں (۱۰) علی گڑھ میگزین اقبال نمبر (۱۱) سب رس اقبال نمبر (۱۲) رسالہ اردو اقبال نمبر (۱۳) پیام اقبال (۱۴) مکاتیب شاد و اقبال۔

ان کے علاوہ کچھ مضامین ہیں جو اقبال کے متعلق معارف میں شائع ہوئے ہیں۔ اقبال کے کلام کے تمام مجموعے بھی یہاں موجود ہیں، اور میں سب سے اخیر میں بہ نظر تنقید ان کو پڑھوں گا۔ ان کے علاوہ اقبال پر چند کتابیں انگریزی میں بھی لکھی گئی ہیں جن میں بعض یہاں ہیں اور بعض نہیں ہیں۔ اب اس تفصیل کے عرض کر دینے کے بعد آپ سے حسب ذیل گزارش ہے۔

(۱) اردو میں متذکرہ بالا مضامین و رسائل کے علاوہ اقبال پر اور کیا لکھا گیا ہے؟

(۲) انگریزی میں اقبال پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان کے کیا نام ہیں اور وہ کہاں سے مل سکتی ہیں؟

(۳) اقبال نے نثر میں کون کون سی کتابیں لکھی ہیں جو چند کتابوں کے نام معلوم ہیں مثلاً فلسفۂ ایران جس سے ان کو پی ایچ ڈی کی ڈگری ملی ——— ید بیضا پر ایک نظر، تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ۔ خطبات مدراس غالباً تمام کتابیں انگریزی میں ہیں اور ان میں بعض کے ترجمے بھی کئے گئے ہیں۔ یہ کتابیں اور ان کے ترجمے کہاں سے ملیں گے۔؟

(۴) ان میں سے جو کتابیں آپ کے پاس ہوں، یک مشت یا بدفعات عنایت فرمائیے۔

آپ سے اور بھی بہت سی باتیں مشورہ طلب بلکہ اعانت طلب ہیں، لیکن سر دست آپ کے وقت و دماغ پر زیادہ بار ڈالنا مناسب نہیں سمجھا۔ والسلام

عبدالسلام ندوی

شبلی منزل۔ اعظم گڑھ۔ ۵ اکتوبر ۴۲ء

(۴)

مکرمی السلام علیکم۔ میں اس وقت ڈاکٹر اقبال پر لکھ رہا ہوں اور عنقریب یہ کام ختم ہونے والا ہے۔ اس کے بعد اگر آپ میرے لئے کوئی دوسرا کام تجویز فرمائیں تو آپ کی عنایت ہوگی۔

حیاتِ رازی، تو میں اپنی بساط کے موافق مکمل کر چکا ہوں اور وہ یہاں محفوظ ہے۔ آپ لوگوں کے دیکھنے کے بعد اگر ترمیم و اضافہ کی ضرورت پیش آئی تو آپ لوگوں کے مشورے کی تعمیل کروں گا۔ حیات اقبال بھی آپ لوگوں کی نظر التفات

کی محتاج ہے بلکہ میری اور تصنیفات بھی۔

اس وقت ریاحی شکایت اور درد سر کے حالات سے شکستہ خاطر ہوں اور آپ کی دعا کا محتاج۔

والسلام عبدالسلام ندوی

شبلی منزل۔ اعظم گڈھ ۳۰ جنوری ۲۴ء

صاحبزادہ آفتاب احمد خاں

دائس چانسلر آفس، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

۷ جنوری ۲۴ء

عنایت نامہ مورخہ ۴، ماہ حال آج پہونچا۔ بہ دل ممنون ہوا۔ اختلاف رائے جبکہ ذاتیات کی بنا پر نہو، نہایت محمود چیز ہے۔ اور مجھ کو کبھی اس کی شکایت نہیں ہوتی۔ میں نہایت مشکور ہوں کہ آپ نے مسلم یونیورسٹی کی فلاح کا خیال کیا اور اپنے وقت اور توجہ کا کچھ حصہ اس کے متعلق صرف کیا۔ آپ نے جن امور کی نسبت لکھا ہے وہ اس فہرست میں شامل ہیں جو اصلاحات کے متعلق میرے ذہن میں ہیں لیکن اور بہت سی باتیں ان سے بھی زیادہ سنگین اور قابلِ توجہ ہیں۔ دعا کیجیے خالق اکبر مجھ کو توفیق اور ہمت اور قابلیت دے کہ میں اس اہم ذمہ داری کو پورا کر سکوں۔

آپ نے سب سے اوّل نماز کے متعلق لکھا ہے۔ یکم جنوری سے میں نے اس عہدہ کا چارج لیا ہے۔ چنانچہ اس روز ساڑھے پانچ بجے صبح یونیورسٹی کی بڑی مسجد میں گیا۔ مؤذن صاحب اس وقت تک نہیں آئے تھے، چنانچہ میں نے خود اذان دی۔ کچھ عرصہ بعد مؤذن صاحب اور امام صاحب تشریف لائے۔ جماعت میں سات اصحاب تھے، جن میں صرف ایک طالب علم تھے۔ تیسرے روز میں منٹو سرکل کی مسجد میں صبح کے وقت گیا۔ وہاں صرف مؤذن صاحب کو موجود پایا۔ اور جبکہ امام صاحب یا کوئی اور صاحب تشریف نہیں لائے تو میں نے خود نماز پڑھائی[1]۔ وقتاً فوقتاً میں مختلف مسجدوں میں جا کر نماز میں شریک ہوتا ہوں اور ایسا ہی آئندہ کرنے کا ارادہ ہے۔ خدا پورا کرے

یہ واقعات میں نے اس غرض سے لکھے ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ میں اس حقیقت سے واقف ہوں کہ مذہب کا وہ جزو جس کا تعلق عمل سے ہے وہ عملی مثال ہی سے بتایا اور سکھایا جاتا ہے۔ چنانچہ اوّل میں خود عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اس کے بعد اسٹاف کے ارکین کو اس طرح مائل کروں گا۔ اس کے بعد مجھ کو امید کرنا چاہیے کہ طلبہ پر کچھ اثر ہو۔

اسٹاف کے متعلق اور کورٹ میں اسٹاف کی تعداد کے متعلق[2] جو کچھ آپ نے لکھا ہے درست ہے، لیکن اس کی اصلاح کا مسئلہ

---

[1] علی گڈھ کے وائس چانسلر کے لئے اس زمانہ میں مسجد میں شریک جماعت ہونا ہی ایک عجیب و غریب امر تھا چہ جائیکہ اذان دینا یا نماز پڑھانا۔ اور پھر مسجد میں شروع جنوری میں ۵ ۱/۲ بجے صبح تڑکے پہونچ جانا، جبکہ طلوع فجر بھی پوری طرح نہیں ہوتا ہے، یقیناً ایک مجاہدہ تھا۔

[2] یونیورسٹی کورٹ اس وقت اسٹاف کے ممبروں سے بھری ہوئی تھی۔ (عبدالماجد)

آسان یا صاف نہیں نہایت پیچیدہ اور مشکل ہے، اس کا تعلق ایسے اسباب اور حالات سے ہے جن کی جڑیں دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اس لئے اصلاح کے لئے احتیاط اور وقت درکار ہے۔ مرض کا یہ وہ پہلو ہے جس کے علاج میں صبر اور بردباری کی ضرورت ہے۔

اندرونی مشکلات کو بیرونی خطروں نے اور زیادہ نازک اور سخت کر دیا ہے، خاص کر آپ کے دوستوں کے "فتح مکہ"[1] کی نسبت جو منصوبے اور ارادے ہیں وہ بے اثر نہیں ہیں اور اس مسئلہ کو انہوں نے اور پیچیدہ کر دیا ہے۔ اس سب عرض کرنے سے مراد یہ ہے کہ جہاں تک میری خواہش کا تعلق ہے، میں ایک دن میں ان سب امور کی اصلاح کے لئے تیار ہوں۔ لیکن مریض کی جو حالت ہے اور جس قسم کے ماحول میں وہ ہے اس کے لحاظ سے صبر اور احتیاط از بس ضروری ہیں، ورنہ جان کا خطرہ ہے۔

میں انشاء اللہ ایڈریس[2] کی کاپیاں (اردو اور انگریزی) آپ کی خدمت میں بھجوا دوں گا۔

فقط، آفتاب احمد

(۲)

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
۲۷ جنوری ۱۹۲۴ء

مکرمی تسلیم۔ عنایت نامہ پہونچا، ممنون ہوا۔ خدا وہ دن لائے کہ ہماری یونیورسٹی میں تمام علمی شعبے ہوں اور ان میں طب یونانی بھی ہو، لیکن موجودہ حالت میں میری رائے میں سب سے مقدم ضرورت یہ ہے کہ جو شعبے اس وقت ہیں وہ زندہ اور عمدہ حالت میں ہوں، میری تمام کوشش اس مقصد کے حصول میں صرف ہو رہی ہے۔ مثلاً اسلامک اسٹڈیز کا شعبہ اس وقت ہے لیکن عملاً اس وقت تک کچھ نہیں ہوا۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ کچھ کام ہو۔ آپ سے بھی استدعا ہے کہ اس مضمون کے متعلق آپ مشورہ دیں کہ اسلامک اسٹڈیز (علوم اسلام) میں کیا کیا مضامین داخل ہوں؟ اور اس کا طریقۂ تعلیم کیا ہو؟ میں مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کو بھی لکھنے والا ہوں۔

یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ کیا مدرسۂ طبیہ دہلی کے ہوتے ہوئے فی الحال کسی اور اہتمام کی ضرورت ہے۔ جہاں تک مجھ کو علم ہے جناب والا حکیم صاحب کی کوششوں سے مدرسہ طبیہ میں بہت کچھ ہو رہا ہے۔ الغرض اس وقت اس شعبہ کے متعلق عملاً کچھ کرنا دشوار ہے البتہ انشاء اللہ امید ہے کہ ایسا وقت آئے گا جبکہ یہ تمام مضامین مسلم یونیورسٹی میں اعلیٰ درجہ پر ہوں گے[3]۔

فقط، آفتاب احمد

---

[1] اشارہ ہے مولانا محمد علیؒ کے ایک مشہور فقرہ کی طرف۔ مولانا کو ۱۹۲۰ء میں ترک موالات کے سلسلہ میں، جب یونیورسٹی کے حدود کو چھوڑنا پڑا تو یہ کہتے ہوئے نکلے تھے کہ "ہمارے رسولؐ کو بھی مکہ معظمہ سے ہجرت کرنی پڑی تھی، لیکن بالآخر مکہ فتح ہوا اور آپؐ ہی کے قبضہ میں آ کر رہا۔"

[2] صاحبزادہ صاحب اس سال کانفرنس کے صدر منتخب ہوئے تھے اور ایک بڑا پاکیزہ مقالہ اس میں پڑھا تھا۔

[3] میں نے تجویز پیش کی تھی کہ یونیورسٹی میں ایک شعبۂ طب یونانی کا بھی کھلنا چاہیے۔ علی گڑھ کے موجودہ طبیہ کالج کا تو اس وقت کوئی خواب بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ حکیم صاحب سے مراد حاذق الملک (بعد کے مسیح الملک) حکیم حافظ محمد اجمل خاں دہلوی مرحوم و مغفور بانی مدرسہ طبیہ دہلی ہیں۔ (عبدالماجد)


خوش نظر و باوقار
لٹھا ۹۵۰۰۰
رنگدار مرسرائزڈ پاپلین ۹۹۷۱
رنگدار مرسرائزڈ پاپلین نرگسی آنکھ
رنگدار مرسرائزڈ ڈریس نیلم
کالونی تھل ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل پور • جھنگ
کالونی تھل کے پارچات • خوش نظر و باوقار

منٹو	ابوسعید قریشی	۴/۲۵ روپے
جناب	محمد طفیل	۳/- ”
صاحب	”	۵/- ”
آپ	”	۵/- ”
محترم	”	۴/- ”
بادۂ شبانہ	اختر انصاری دہلوی	۳/۵۰ ”
شعلۂ طور	جگر مراد آبادی	۱۰/- ”
اسپین	سلطان رفعت	۵/- ”
قول و قرار	سید عبدالحمید عدم	۲/۵۰ ”
باغ و بہار	”	۲/۵۰ ”
نوک زباں	”	۲/۵۰ ”
پیچ و خم	”	۳/- ”
ید بیضا	سید عابد علی عابد	۵/- ”
غیرت بہارستان	انتخاب کلام امیر مینائی	۳/۵۰ ”
بار خاطر	شوکت تھانوی	۴/- ”
قاضی جی (تین حصوں میں)	”	۳/۵۰ ” (فی حصہ)
سسرال	”	۳/- ”
خدانخواستہ	”	۳/- ”
مولانا	”	۴/۲۵ ”
کچھ یادیں کچھ باتیں	”	۳/- ”
شیلوشو	”	۷/- ”
جوڑ توڑ	”	۵/۷۵ ”
کتیا	”	۴/۵۰ ”
غزالہ	”	۷/- ”
کہی کہی	”	۵/- ”
سانچ کو آنچ	”	۴/- ”
بہاب	”	۵/۵۰ ”
کارٹون	”	۴/- ”
غالب کے ڈرامے	”	۳/۵۰ ”
مابدولت	”	۳/- ”
قاعدہ بے قاعدہ	”	۲/- ”
مضامین شوکت	”	۴/۵۰ ”
چٹانیں اور دوسمان	خاطر غزنوی	۲/۲۵ ”


اپنے مَصارف پر گہری نظر رکھیئے
بہترین لبریکینٹ استعمال کیجئے
کمانڈو
ایچ۔ڈی۔موٹر آئل
اور
چیمپئن
ایل۔ایم۔او
ڈیزل ٹرکوں، بسوں اور زرعی ٹریکٹروں کے لئے
COMMANDO
MOTOR OIL
JAMIA
OILS & GREASES
HEAVY DUTY PLUS
CHAMPION
بہترین لُبریکینٹس


RCA
RADIO • TELEVISION
تمام معیاری
ڈیلر صاحبان سے
طلب فرمائیے
۲۱۵
روپیہ
آر۔ جی۔ اے
ڈیموکریٹ ٹرانسسٹر ریڈیو
۳ بینڈ پُش بٹن سوئچ
تیار کنندگان : ریڈیو اینڈ جنرل اپلائنسز لمیٹڈ
تقسیم کنندگان : کیپیٹل ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ
لاہور راولپنڈی کراچی ڈھاکہ